المنزل الثانی

سورۃ المائدۃ

مدنیۃ وھی مائۃ وعشرون اٰیۃ وستۃ وعشر رکوعا

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق یہ سورۃ مدنی ہے اور اسکی ایک سو بیس آیتیں اور سترہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ڛ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ

اے ایمان والو پورا کرو اقرار حلال ہوئے تم کو چوپائے

الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ

مواشی اسکے سوا جو تم کو سنائے جاوینگے مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے

حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ○

احرام میں اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے

مسند امام احمد اور طبرانی میں اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے سفر میں سورۂ مائدہ کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اس شان نزول کی روایۃ کی سند میں اسماء بنت یزید کا پردردہ شہر بن حوشب ایک راوی ہے جسکو بعضے علماء نے ضعیف اور کثیر الارسال لکھا ہے۔ لیکن تقریب میں اسکو صدوق لکھا ہے۔ شہر بن حوشب کی یہ روایت اسماء بنت یزید سے ہے جو شہر بن حوشب کی پرورش کرنے والی ہیں اس لیئے اس سند میں ارسال کا وہم بھی باقی نہیں رہتا۔

کیونکہ تابعی بغیر ذکر صحابی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت کرے تو اسکو ارسال اور اسکی حدیث کو مرسل کہتے ہیں اس سند میں وہ بات نہیں ہے۔ عقد عہد کو کہتے ہیں اس میں علماء مفسرین کا اختلاف ہے کہ ان آیتوں میں عقود کے معنی کون سے عہد کے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہؓ کے واسطے سے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ہے اس میں حرام و حلال چیزوں کے جو احکام عہد کے طور پر قرآن شریف میں ہیں انہی احکام کو عقود کی تفسیر قرار دیا گیا ہے۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی جو روایت علی بن طلحہ کے واسطے سے تفسیر میں ہو وہ نہایت صحیح شمار کیجاتی ہے اس لیے یہی تفسیر رفع اختلاف کے لیے کافی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کا ذکر جو فرمایا ہے اس سے بھی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ بهيمة الانعام کے معنی چوپائے مویشی کے ہیں۔ ان معنی میں بستی کے جانور اونٹ گائے بکری بھیڑ اور جنگلی شکار کر کے کھانیکے قابل جانور مثلاً نیل گائے ہرن یہ سب داخل ہیں۔ انعام کے لفظ میں چوپائے درندے داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ عرب کے محاورے میں درندوں کے نام جدا جدا ہیں اسی حکم شرعی کے جتلانے کے لیے اللہ کے رسول نے فرمایا ہے کہ سب درندے چوپائے حرام ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت جابرؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندے جانوروں کے حرام ہونیکا ارشاد فرمایا ہے۔ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کا مطلب یہ ہے کہ آگے آیت حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ میں جن جانوروں کا ذکر فرمایا ہے وہ حرام ہیں غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ کا مطلب یہ ہے کہ حاجیوں کو احرام کی حالت میں خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے ہاں دریائی جانوروں کا شکار حالتِ احرام میں روا ہے چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور ارادۂ ازلی کے موافق جن جانوروں کے حلال یا حرام ہونیکا حکم فرما دیا ہے اسکی مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔ اللہ کی مصلحت کے برخلاف اہل مکہ نے بعض جانوروں کو بحیرہ سائبہ وغیرہ کے نام سے جو حرام ٹھیرا رکھا ہے یہ ملتِ ابراہیمی میں نہیں ہے۔ بلکہ یہ زمانہ کفر کی رسم ہے ہر ایماندار شخص کو اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ بحیرہ سائبہ جانوروں کا ذکر اس سورہ میں آگے آویگا

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ

اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کے نام کی چیزیں اور نہ ادب والا مہینا اور نہ نیاز کے جانور

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ

جو مکے کو جاویں اور گلے میں لٹکن والیاں اور نہ آنے والوں کو ادب والے گھر کی طرف کہ ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا

وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ

اور خوشی اور جب تم احرام سے نکلو تو شکار کرو

ابن جریر میں عکرمہ اور سُدی سے روایت ہے کہ ایک شخص شریح بن ہند مدینہ میں آنکر مسلمان ہو گیا تھا اور اپنے وطن میں جاکر پھر مُرتد ہو گیا اور اس قصّہ کے ایک سال کے بعد اُس شخص نے حج کا قصد کیا صحابہ رضؓ نے آنحضرت سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیویں تو شریح بن ہند کے ساتھ جو نیاز کعبہ کے جانور اور تجارت کا مال ہے اُسکو ہم لوٹ لیویں۔ آپ نے فرمایا یہ کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو نیاز کے جانور لیکر حج کے ارادہ سے جا رہا ہے اتنے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ مشرکین اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی کا پابند جان کر حالت شرک میں بھی حج کیا کرتے تھے اور سُورۂ برارت کے نازل ہونے سے پہلے بموجب حکم اس آیت کے مسلمانوں کو منع تھا کہ مشرکوں کو حج سے روکیں۔ سورۂ براءۃ میں جب یہ حکم اُترا کہ مشرک لوگ ناپاک اور نجس ہیں آیندہ سال سے وہ مسجد حرام کے پاس نہ آیا کریں جب سے سورۂ مائدہ کی اس آیت کا حکم منسوخ ہے۔ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے منسوخ ہونے پر اجماع نقل کیا ہے کہ ایک جماعت مفسرین کی اس آیت کے منسوخ ہونیکے قائل نہیں ہیں اور شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے **فوز الکبیر** میں اس آیت کے منسوخ ہونے کو تسلیم نہیں کیا ہے بلاذہ تفصیل اسکی سورۂ برارت میں آویگی حاصل یہ ہے کہ جو علماء سورہ مائدہ کی کسی آیت کے منسوخ ہونیکے قائل نہیں ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ سورۂ برارت کے نازل ہونے سے پہلے مشرک مسلمان سب حج کو جاتے تھے اور اس وقت تک یہ عام حکم تھا کہ کسی حج کے جانے والے کو خواہ مشرک ہو یا مسلمان حج کے جانے سے روکا نہ جاوے سورۂ براءۃ کے اس حکم سے کہ آیندہ سال سے مشرک لوگ مسجد حرام کے پاس نہ آیا کریں سورۂ براءۃ کے پہلے کا جو وہ عام حکم تھا اس میں ایک تخصیص ہو گئی اسکو ناسخ و منسوخ نہیں کہا جا سکتا۔ شعائر شعیرہ کی جمع ہے جسکے معنے نشانی کے ہیں۔ احرام باندھنا۔ قربانی کے جانوروں کا ساتھ لینا۔ احرام کے مہینوں میں حج کے ارادہ سے سفر کرنا پہچان کے لیئے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹہ کا ڈال دینا یہ سب باتیں حج کے ارادہ میں اللہ کی تعظیم کی نشانیاں ہیں اس لیئے انکو شعائر اللہ فرمایا۔ سورۂ بقر میں گزر چکا ہے کہ احرام کے مہینے شروع شوال سے لیکر ذی الحجہ کی دسویں تک ہیں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ رجب۔ ذیقعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرّم۔ ان مہینوں میں رفع شر کے طور پر لڑنا جائز ہے۔ لڑائی کی ابتدا اپنی طرف سے مسلمانوں کو جائز نہیں ہے۔ هدی قربانی کے وہ جانور جنکو حاجی اپنے ساتھ لیجاتے ہیں قلائد وہ پٹے جو ان جانوروں کے گلے میں پہچان کے لیئے ڈالتے ہیں آمین البیت الحرام کے معنی حاجی لوگ۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ ان تعظیم کے مہینوں میں لوٹ مار کرنا اور اللہ کی تعظیم کی نشانیوں کی توہین کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں ہے کیونکہ حاجی لوگ اگرچہ حج کے سفر میں تجارت کا مال بھی ساتھ رکھیں تو رکھیں لیکن اصل قصد اُنکا حج سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنیکا ہوتا ہے حالتِ احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار جو منع فرمایا تھا اب آگے فرمایا کہ احرام کے کُھل جانے کے بعد وہ ممانعت

منزل ۲

باقی نہیں رہتی اگر بغیر احرام والا کوئی شخص شکار کے جانور کا گوشت احرام والے شخص کو دیوے تو احرام والے شخص کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ شکار احرام والے شخص کی خاطر سے نہ کیا گیا ہو معتبر سند سے مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں ابو قتادہ کی جو حدیث ہے اس میں یہ سب ذکر تفصیل سے ہے۔ اگر احرام والا شخص غیر احرام والے شکاری شخص کی کچھ مدد کرے تو اس شکار کے جانور کا گوشت بھی احرام والے شخص پر حرام ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا ذکر صحیح مسلم کی ابو قتادہ کی حدیث میں ہے۔ یہ حدیثیں آیت کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔ یہ اوپر گزر چکا ہے کہ حج کے ذیل میں کچھ تجارت کیجاوے تو اس سے حج میں کچھ فتور نہیں پڑتا ❊

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَن تَعْتَدُوا وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ

اور باعث نہ ہو تم کو ایک قوم کی دشمنی کہ تمکو روکتی تھی ادب والی مسجد سے اس پر کہ زیادتی کرو اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر

وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ○

اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر اور زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کا عذاب سخت ہے

وقف لازم — الربع

تفسیر ابن ابی حاتم میں زید بن اسلم سے روایت ہے کہ قصہ حدیبیہ کے بعد کچھ مشرکین مدینہ کی راہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ جاتے تھے صحابہ کرام نے آنحضرت سے اجازت چاہی کہ جس طرح مشرکوں نے ہمکو حدیبیہ کے قصہ کے وقت مکہ میں جانے اور عمرہ کرنے سے روکا تھا ہم بھی ان کو روکیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جن لوگوں نے دشمنی کر کے تم کو کعبہ میں جانے سے روکا تھا صلح حدیبیہ کے بعد ان لوگوں سے دشمنی کا بدلہ لینا صلح کی شرط کے خلاف ہے۔ ایسی ناجائز اور زیادتی کی باتوں پر مسلمانوں کو ایکا کرنا نہ چاہیئے بلکہ مسلمانوں کا ایکا اور آپس کی امداد ہمیشہ نیک باتوں پر ہووے اور ناجائز امداد سے خدا کا خوف دل میں رہے کیونکہ خدا کا عذاب بڑی سخت چیز ہے صحیح مسلم میں نواس بن سمعان کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برّ کے معنی حسن اخلاق کے فرمائے ہیں اور فرمایا ہے کہ اثم وہ کام ہے جسکے کرنے سے آدمی کو ایک خلجان پیدا ہو اور وہ اس کام کو لوگوں سے چھپاوے۔ یہ حدیث گویا آیت کی تفسیر ہے ❊

منزل ٢

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

اور جو مر گیا گھٹ کر یا چوٹ سے یا گر کر یا سینگ مارے سے یا جسکو کھایا پھاڑنے والے نے مگر جو

ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَن تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

تم نے ذبح کیا اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر اور یہ کہ نہ بانٹا کرو پانسے ڈال کر یہ گناہ کا کام ہے

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ

آج ناامید ہوئے کافر تمہارے دین سے سو اُن سے مت ڈرو ہاں اللہ تعالیٰ سے ڈرو

یہ اُوپر گزر چکا ہے کہ یہ آیت اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ کی تفسیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ میں عام طور پر چوپایوں کے حلال ہونیکا جو حکم دیا گیا ہے اُس میں سے وہ چوپائے حرام ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے مُردار وہ جانور جو بغیر ذبح اور شکار کے اپنی موت سے مر جائے۔ سورۂ بقرہ میں مسند امام احمد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عمر کی یہ حدیث گزر چکی ہے کہ مُردار جانوروں میں سے دو مردار جانور مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں۔ اس حدیث کی سند میں عبد اللہ بن زید بن اسلم کو بعضے علماء نے اگرچہ ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد نے عبد اللہ بن زید کو ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے۔ اِس حدیث کی سند کا صحیح ہونا تسلیم کر کے ابو زرعہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے اس کا جواب اور علماء نے یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں اُحِلَّ لَنَا کا لفظ ہے اور اُصولِ حدیث میں یہ طے ہو چکا ہے کہ صحابی کے جس قول میں اس طرح کے لفظ ہوں وہ قول حدیث نبوی کے حکم میں ہوا کرتا ہے سورۂ بقرہ میں یہ گزر چکا ہے کہ ذبح کے وقت جانور کی رگوں میں سے نکل کر جو خون بہا کرتا ہے وہ خون حرام ہے گوشت میں لگا ہوا خون حرام نہیں ہے۔ عبد اللہ بن عمر کی حدیث جو اُوپر گزری اُس میں یہ بھی ہے کہ خون میں سے دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔ اُوپر سے جانوروں کے گوشت کا ذکر تھا اسلیئے لحم الخنزیر فرمایا اور سورۂ انعام میں لحم الخنزیر فرما کر اسکے بعد فَاِنَّهٗ رِجْسٌ بھی فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ گوشت پر منحصر نہیں سور کے سارے اجزا ناپاک ہیں۔ بعضے مفسّروں نے سورۂ انعام کی آیت کی تفسیر میں یہ بحث جو کی ہے کہ لحم خنزیر کی ترکیب اضافی ہے اور اس طرح کی ترکیب اضافی کے بعد جو ضمیر آتی ہے وہ مضاف کی طرف پھرا کرتی ہے مضاف الیہ کی طرف نہیں پھرا کرتی اِس لیئے فانہ میں جو ضمیر ہے وہ لحم کی طرف پھریگی اور معنی یہ ہونگے کہ سور کا گوشت ناپاک ہے اس معنی کی بنا پر سور کے سارے اجزا کا ناپاک ہونا آیت سے نہ نکلے گا۔ اِس کا جواب اور علماء نے یہ دیا ہے کہ آیت كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا اور آیت وَاشْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ کی بھی یہی ترکیب ہے اور ان میں یحمل کی ضمیر اور ایاہ کی ضمیر مضاف الیہ کی طرف پھرتی ہے اس لیئے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس طرح کی ترکیب میں ہمیشہ ضمیر کا مضاف کی طرف پھرنا لازمی ہو۔ صحیح مسلم ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بریدہ اسلمی کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چوسر کھیلنے والا شخص جب تک چوسر کھیلتا ہے تو اُسکے ہاتھ گویا سور کے خون میں ڈوبے رہتے ہیں۔ جن علماء نے سور کے سارے اجزا کو ناپاک ٹھیرایا ہے اِس حدیث سے اُن کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں اللہ کے رسول نے ناپاکی کو سور کے گوشت میں منحصر نہیں فرمایا۔ اگرچہ اب عیسائی لوگ سور کو حرام نہیں سمجھتے لیکن توراۃ کے حصہ استثناء

کے باب ۱۱ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل عیسائی مذہب میں سور قطعی حرام ہے۔ دباغت سے امام ابوحنیفہ رح
اور امام شافعی رح کے نزدیک سور کی کھال پاک نہیں ہوتی امام مالک رح اور امام احمد رح سے اس باب میں مختلف روایتیں
ہیں۔ دباغت اس طریقہ کو کہتے ہیں جس سے کھال کو پاک وصاف کر کے استعمال کے قابل کیا جاتا ہے امام ابو یوسف
رحمہ اللہ کو اس باب میں امام ابوحنیفہ رح سے اختلاف ہے۔ صحیح مسلم ترمذی ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ
بن عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کھال دباغت سے پاک ہو سکتی
ہے اس حدیث سے امام ابو یوسف رح کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی بڑی کتابوں
میں ہے۔ جمہور مفسرین نے آیت وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ کے یہ معنی کیے ہیں کہ یہ وہ جانور ہے جسکے ذبح کے وقت سوا اللہ
کے اور کسی کا نام لیکر اسکو ذبح کیا جاوے جس طرح مشرکین مکہ جانوروں کے ذبح کرنے سے پہلے اپنے بتوں کے نامزد
کرتے تھے اور ذبح کے وقت ان بتوں کا نام لیکر ان جانوروں کو ذبح کرتے تھے جمہور مفسرین کے معنی کے علاوہ
تفسیر عزیزی میں آیت کے یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ سوا اللہ کے کسی اور شخص کی تعظیم کی غرض سے اگر کوئی جانور
اس شخص کے نام کا ٹھیرایا جاوے اور ذبح کے وقت عادت کے طور پر بسم اللہ اللہ اکبر زبان سے کہہ کر اس جانور کو
ذبح کیا جاوے تو ایسے جانور کا گوشت بھی حرام ہے۔ آپنے اس قول کے صحیح ہونیکی وجہ شاہ صاحب نے یہ بیان
کی ہے کہ مثلاً جو لوگ سید احمد کبیر کی گائے بسم اللہ اللہ اکبر کہکر ذبح کرتے ہیں جب ان سے یہ کہا گیا کہ اس گائے
کے سوا چند کا گوشت بازار سے لیکر ایک دو دفعہ تم اپنا کام چلاؤ تاکہ معلوم ہو کہ ذبح کے وقت تمہارا بسم اللہ اللہ اکبر کا
زبان سے کہنا دلی ارادہ سے ہے تو ان لوگوں نے اس بات کو منظور نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ ذبح کے وقت
ان لوگوں کا بسم اللہ اللہ اکبر کہنا برائے نام ہے انکی نیت میں اس شخص کی تعظیم ذبح کے وقت بھی بسی ہوئی ہوتی
ہے جسکے نام کا انھوں نے وہ جانور ذبح سے پہلے ٹھیرایا تھا اس لیئے اس ذبح کو ذبح شرعی نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو
ظاہر ہے کہ حضرت عمر رض کی صحیح بخاری ومسلم کی حدیث انما الاعمال بالنیات اور صحیح مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى اَجْسَامِكُمْ وَلَا اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ اور اس قسم کی اور حدیثوں
کے موافق شریعت کے سارے کاموں کا دار و مدار آدمی کی نیت اور دلی ارادہ پر ہے اس واسطے نیت اور دلی
ارادہ کی بنا پر جو فیصلہ شاہ صاحب نے کیا ہے وہ بالکل اصول شرع کے موافق ہے۔ گلا گھٹ کر جو جانور مر جاوے
اسکو منخنقہ کہتے ہیں۔ لکڑی وغیرہ کے مارنے سے جو جانور مر جاوے وہ موقوذہ ہے۔ اونچی جگہ سے گر کر جو جانور
مر جاوے وہ متردیہ ہے۔ دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے جو جانور مر جاوے وہ نطیحہ ہے۔ کسی درندہ نے
ایک جانور پر حملہ کیا اور کسی شخص نے اس جانور کو زندہ پاکر اسے ذبح کر لیا تو وہ حلال ہے نہیں تو حرام یہ تفسیر بعضے
مفسرین کے قول کی بنا پر ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہ ہے کہ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ

منزل ۲

یہ سے وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ تک سب جانوروں سے متعلق ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ ان سب جانوروں میں سے جس جانور کو کوئی شخص زندہ پاکر ذبح کرلیوے تو وہ حلال ہے ذکوۃ کے معنی ذبح کرنے کے ہیں ذبح کرنے کی چیز ایسی ہونی چاہیئے جس سے گردن کی رگیں کٹ کر خون بہ جاوے دانت اور ناخون سے ذبح منع ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی رافع بن خدیج کی حدیث میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے سلف کے نزدیک جو جانور دم ہلاوے یا آنکھیں کھولکر دیکھنے لگے یا کھڑا ہو جاوے وہ زندہ شمار کیا جاویگا۔ مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ تھان بتوں کے نام کے کعبہ کے اطراف میں بنا رکھے تھے جس میں تیر رکھے تھے اُن تھانوں کی پوجا بھی کی جاتی تھی اور اُن تھانوں پر بتوں کے نام کے جانور بھی ذبح کیئے جاتے تھے اُن ہی جانوروں کو مَا ذُبِحَ فرمایا اور اُن تھانوں کو نصب فرمایا ہبل بُت کے نام کا ایک بڑا تھان تھا وہاں پر تین تیر رکھے ہوئے تھے ایک پر اجازت لکھی ہوئی تھی دوسرے پر ممانعت اور تیسرا خالی تھا مشرکین مکہ کو جب کسی کام کے کرنے نہ کرنے میں پس و پیش ہوتا تھا تو اُس تھان کے کاہن کے پاس جاتے تھے وہ کاہن اُن تیروں کو جوے کے پانسوں کی طرح اِس طرح کام میں لاتا کہ اُن کو ایک تھیلی میں ڈالکر بغیر دیکھے ایک تیر نکالتا اگر اجازت کا پانسا نکل آتا تو وہ کام کرلیا جاتا اور ممانعت کے پانسے پر اُسی کام کا ارادہ فسخ کردیا جاتا تھا۔ اگر خالی تیر والا پانسہ نکلتا تو پھر گھڑی گھڑی وہ پانسے یہانتک کام میں لائے جاتے کہ اجازت یا ممانعت کا پانسہ نکل آتا۔ اِن تیروں کے پانسوں کا نام ازلام ہے۔ اور استقسام کے معنے ان پانسوں کے ذریعے سے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم دریافت کرنے کے ہیں۔ مشرکین مکہ کا یہ غلط اعتقاد تھا کہ ان پانسوں کے ذریعے سے غیب کی خبر کا دریافت کرنا ملت ابراہیمی کا ایک مسئلہ ہے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر ابراہیم علیہ السّلام اور اسمعیل علیہ السلام کی تصویریں دیکھیں جن کے ہاتھوں میں بھی یہی پانسے تھے انکو دیکھ کر آپنے فرمایا اللہ اِن مشرکوں کو ہلاک کرے جنھوں نے یہ تصویریں بنائی ہیں ابراہیم علیہ السّلام اور اسمٰعیل علیہ السّلام نے تو کبھی پانسے ہاتھ میں نہیں لیئے۔ یہ پانسوں کا عمل ہبل بُت کے تھان پر کیا جاتا تھا اس لیئے تھانوں کے ذکر میں اس کا ذکر بھی فرمایا۔ اِس طریقہ سے ایک تو غیب کی خبر دریافت کی جاتی تھی جو سوا اللہ تعالیٰ کے کسیکو معلوم نہیں۔ دوسرے غلطی سے اُسکو ملت ابراہیمی کا ایک حکم شمار کیا جاتا تھا اس واسطے اِس طریقہ کی ممانعت فرمائی۔ قرآن شریف کے نازل ہونے سے پہلے شیاطین آسمان کی بہت سی خبریں سُن آتے تھے اور عرب کے کچھ لوگوں سے اِس واسطے کہدیتے تھے کہ یہ لوگ اُن شیاطینوں کی نذر نیاز کرتے رہتے تھے۔ اِن ہی لوگوں کو کاہن کہتے ہیں یہ کاہن لوگ فال کے طور پر اُن باتوں کو عام لوگوں کی ضرورت کے وقت بہت سی باتیں اپنی طرف سے مِلا کر عام لوگوں سے کہدیتے تھے اور عام لوگوں

سے کچھ سے لیا کرتے تھے اسی پر ان کاہنوں کی گزران تھی صحیح بخاری و مسلم اور فقط صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رض
کی حدیثیں ہیں اُن میں اِن شیاطینوں اور کاہنوں کا ذکر تفصیل سے ہے ذلکم فسق کا یہ مطلب ہے کہ جن
باتوں کا اوپر ذکر گزرا کہ وہ باتیں حرام ہیں اُنکو حلال جاننا نافرمانی اور گمراہی ہے کیونکہ ملتہ ابراہیمی میں ان باتوں
کے کرنے کا کہیں حکم نہیں ہے فتح مکہ سے پہلے مشرکین مکہ کو یہ اُمید تھی کہ شاید دین اسلام ضعیف ہو کر قریش میں کے
جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں وہ پھر بت پرست بن جاویں فتح مکہ کے بعد مشرکوں کی وہ اُمید منقطع ہو گئی اُسی کا
ذکر آگے فرما کر فرمایا کہ مشرکوں کا خوف تو اب اُٹھ گیا مگر ہر ایماندار کو اللہ کا خوف دل میں رکھنا چاہیئے تاکہ اللہ
سے نڈر ہو جانے کے سبب سے حالت اسلام میں کچھ ایسے کام مسلمانوں سے نہ ہو جائیں جس سے اللہ کی مدد
کم ہو کر اسلام میں ضعف آجائے صحیح مسلم میں حضرت جابر کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جزیرہ عرب میں شیطان کے بہکانے سے بت پرستی جو پھیلی ہوئی تھی وہ تو ایسی کمی ہر شیطان
اُس سے ناامید ہو گیا لیکن آپس کی لڑائیوں کے لیے شیطان کے بہکاوے کا اثر اسلام میں باقی ہے۔
یہ حدیث آیت کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیت کے آخری ٹکڑے اور حدیث میں اُن آپس
کی لڑائیوں سے پیشین گوئی کے طور پر ڈرایا گیا ہے جو اللہ سے نڈر ہو جانے اور شیطان کے بہکانے میں پھنس
جانے سے باہم مسلمانوں میں لڑائیاں ہوئیں جن سے آخر کو اسلام میں ضعف آگیا ؀

منزل ۲

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے

دِيْنًا ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

دین مسلمانی پھر جو کوئی ناچار ہو گیا بھوک میں کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

بخاری اور کتب حدیث میں روایت ہے کہ بعضے یہودی لوگوں نے حضرت عمر رض سے کہا کہ قرآن میں ایک آیت
ایسی اُتری ہے کہ اگر ہم لوگوں پر وہ آیت اُترتی تو ہم اُسکے اُترنے کے دن کو عید ٹھیراتے حضرت عمر رض نے
فرمایا مجکو معلوم ہے کہ کہاں اور کس دن یہ آیت اُتری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس دن دو عیدیں جمع تھیں کیونکہ
حجۃ الوداع کے عرفہ اور جمعہ کے دن یہ آیت اُتری ہے۔ ابن جریر نے سدی سے روایت کی ہے کہ اس آیت
کے نازل ہونیکے بعد پھر کوئی حکم حلال یا حرام کی بابت نہیں نازل ہوا اور اس آیت کے نزول کے دو مہینے
اکیس روز کے بعد آنحضرت نے وفات پائی۔ ابن جریر میں یہ بھی روایت ہے کہ جس روز یہ آیت اُتری ہے خدا کا
شکر ہے کہ اُسکے اُترنے کے دن دو عیدیں جمع تھیں کیونکہ حجۃ الوداع کے عرفہ کے دن یہ آیت اُتری ہے ابن جریر میں

یہ بھی روایت ہے کہ جس روز یہ آیت اُتری اُس روز حضرت عمرؓ بہت روئے آنحضرت نے حضرت عمرؓ سے رونے کا سبب پوچھا اُنھوں نے جواب دیا کہ آج تک دن بدن دین کے بڑھنے کی توقع تھی اس آیت سے معلوم ہوا کہ آج دین کا مرتبہ کمال کو پہنچ گیا اور ہر کمال کو زوال کا خوف ہے اس لیے میں روتا ہوں آنحضرت نے فرمایا سچ ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کی شریعتوں کو ایک خوشنما مکان سے تشبیہ دیکر یہ فرمایا کہ اُس مکان میں ایک آخری اینٹ کی کسر تھی وہ آخری اینٹ میں ہوں کہ میری شریعت کے بعد وہ مکان پورا ہو گیا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ یہ حدیث اس آیت کی گویا تفسیر ہے کس لیے کہ آیت اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ پچھلی شریعتوں کی تکمیل شریعت محمدی سے ہوئی اور شریعت محمدی کی تکمیل قرآن شریف کے نزول کی تاریخ سے شروع ہو کر سارے قرآن کے نزول کے ختم پر وہ تکمیل پوری ہو گئی۔ ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ سورۂ مائدہ حرام و حلال کے باب میں آخری سورہ ہے اس کے بعد حرام و حلال کا کوئی حکم نہیں اُترا۔ ان روایتوں کی بنا پر تفسیر سدی وغیرہ میں ہے کہ اس مطلب کے ادا کرنے کے لیے اس سورت میں اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ فرمایا لیکن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت جو صحیح بخاری میں ہے وہ اس کی مخالف ہے کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ سورۂ بقر کی آیت يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا سورۂ مائدہ کے بعد نازل ہوئی ہے اس روایت کی بنا پر قتادہ اور سعید بن جبیر کے قول کے موافق حافظ ابن جریر کے نزدیک صحیح مطلب آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا یہ نہیں ہے کہ حرام و حلال کے احکام پورے ہو کر اس آیت کے نزول کے دن اسلام کامل ہو گیا بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اِنَّا فَتَحْنَا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے خواب کو سچا کر کے مسلمانوں سے یہ وعدہ جو فرمایا تھا کہ اسلام کے غالب اور کامل ہونیکا وہ زمانہ آنیوالا ہے جس میں مسلمان بے خوف و خطر کعبہ کا حج کریں گے اور حدیبیہ کی مزاحمت کی طرح کوئی مخالف اسلام کچھ مزاحمت نہ کر سکے گا حجۃ الوداع کیوقت اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو گیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے وعدے کے پورے ہو جانیکی نعمت مسلمانوں کو یاد دلائی حضرت عمرؓ کے رونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُس رونے کی حالت کو تصدیق کرنے کی روایت جو اوپر گزری اُس سے سعید بن جبیر اور قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ کمال و زوال اسلام کی قوت و ضعف کی حالت سے بھی ہے کس لیے کہ اسلام کے بعد کوئی شریعت قیامت تک نہیں ہے جو اسلام کے احکام کو منسوخ کر کے اُن پر کچھ زوال کا اثر ڈالے اسلام میں پچھلے سب انبیا اور پچھلی سب شریعتوں کے حق ہونیکی صداقت ہے اور قیامت تک یہی دین قائم رہے گا پچھلی شریعتوں میں جس طرح کچھ ردّ و بدل ہوا وہ اس میں کچھ نہ ہوگا

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اسلام آخری شریعت ہے اس لیئے فرمایا کہ اس آخری زمانہ میں اللہ کو دین اسلام پسند ہے۔ آگے فرمایا کہ اوپر جن چیزوں کے حرام ہونیکا ذکر گزرا وہ چیزیں ایسے شخص کو حلال ہیں جو بھوک سے لاچار ہوجاوے اور سوا ان حرام چیزوں کے اور کوئی حلال چیز اس شخص کو کھانے کو نہ ملے۔ زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے یہ جو مشہور ہے کہ تین دن کے فاقہ کے بعد حرام چیز حلال ہوتی ہے اس کا کچھ پتہ شرع کے احکام سے نہیں لگتا۔ بلکہ شرع میں لاچار اور بےبس آدمی کے لیئے یہ حکم ہے۔ اور معتبر سند سے مسند امام احمد میں ابو واقد لیثی سے جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو لاچار اور بےبس ٹھیرادیا ہے جسکو صبح اور شام کا کھانا میسر نہ آوے ترمذی میں بریدہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہونگی جس میں اسی صفیں امت محمدیہ کی ہونگی۔ اسلام کے اللہ تعالی کے پسند ہونیکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت اور شریعتوں کے دنیا میں اللہ تعالی نے اسلام کو دوچند پھیلایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ مخمصہ کے معنی بھوک کے ہیں۔ متجانف کے معنے کسی جانب کو مائل ہونے والا شخص

يَسْـَٔلُونَكَ مَاذَآ أُحِلَّ لَهُمْ ۖ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ ٱلطَّيِّبَـٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ ٱلْجَوَارِحِ

تجھسے پوچھتے ہیں کہ ان کو کیا حلال ہوا تو کہہ تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں اور جو سدھاؤ شکاری جانور دوڑانے کو

مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ ٱللَّهُ ۖ فَكُلُوا۟ مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَٱذْكُرُوا۟

کہ انکو سکھاتے ہو کچھ ایک جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے کہ رکھ چھوڑیں تمہارے واسطے کہ

ٱسْمَ ٱللَّهِ عَلَيْهِ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَرِيعُ ٱلْحِسَابِ ۝

اللہ کا نام لو اس پر اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ شتاب لینے والا ہے حساب کا

مستدرک حاکم ابن ابی حاتم اور ابن جریر میں ابو رافع کی شان نزول کی روایت ہے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت کے پاس آنکر دروازہ پر رک گئے گھر کے اندر نہیں آئے آنحضرت نے ان سے اسکا سبب دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ جس گھر میں کتا ہو اس گھر میں فرشتے نہیں آتے پھر تلاش سے معلوم ہوا کہ گھر میں ایک کتہ کا پلا تھا آنحضرت نے اسکو نکلوادیا اور کتوں کے مارنے کا حکم دیا اسی ذیل میں بعضے صحابیوں نے کتے کے شکار کا حکم آنحضرت سے پوچھا اسپر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کتوں کے مارنیکا حکم سنکر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ اس لیئے پوچھا کہ اگر شکاری کتے کے پالنے کی بھی ممانعت ہو تو شکاری کتے جو انکے پاس ہوں انکو نکالدیں صحیح بخاری مسلم وغیرہ میں ابوہریرہ رض سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شکار کیواسطے یا کھیتی یا مویشی کی حفاظت

منزل ٢

کے لیے کُتّے کا پالنا روا ہے نہیں تو نہیں۔ یہ حدیث اِس آیت کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیت میں فقط شکاری کتے کے پالنے کی اجازت ہے اور حدیث میں یہ بھی تفسیر ہے کہ سوا شکار کی ضرورت کے دو ضرورتیں اور بھی ایسی ہیں جن میں کتے کا پالنا روا ہے۔ کتے کے شکار کے حلال ہونے میں یہ شرطیں ہیں۔ شکاری کتا سدھا ہوا ہو اُسکا سدھا ہوا ہونا یوں معلوم ہوگا کہ کم سے کم دو دفعہ یا تین دفعہ اُسکو آزما لیا جاوے کہ جس وقت اُسکو شکار پر چھوڑا جاتا ہے تو وہ جاتا ہے اور جب روکا جاتا ہے تو رک جاتا ہے۔ مالک کی بلا اجازت شکار کا گوشت کھا جانے کی جرأت نہیں کرتا۔ کتے کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہکر اُسے چھوڑنا چاہیئے اگر جان بوجھ کر بسم اللہ کا کہنا ترک ہو گیا اور کتے کا پکڑا ہوا شکار کا جانور ذبح کرنے سے پہلے مر گیا تو ایسے جانور کا گوشت کھانا اکثر علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ کتے کا پکڑا ہوا جانور اگر جیتا ہاتھ آجاوے تو اُسکو ذبح کرنا ضرور ہے۔ اگر ذبح کرنے سے پہلے وہ جانور مر گیا اور کتے نے اُس میں سے کچھ گوشت کھا لیا تو گویا یہ کتا سدھا ہوا نہ رہا اِس لیئے اِسکے شکار کا گوشت ناجائز ہے۔ ہاں اگر کتے نے اُس میں سے کچھ نہیں کھایا تو یہ شکار جائز ہے کیونکہ سدھے ہوئے کتے کا جانور کو پکڑنا شرع میں قائم مقام ذبح کے ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی عدی بن حاتم کی حدیث میں اِسکا ذکر ہے اگر سدھے ہوئے کتے کے شکار میں دوسرا اجنبی کتا شریک ہو جائے اور شکار کا جانور ذبح کرنے سے پہلے مر جائے تو یہ گوشت مُردار ہے خواہ کتا اُس میں سے کچھ کھاوے یا نہ کھاوے۔ اور درندوں میں سے چیتے کے شکار کا اور پرندوں میں سے باز وغیرہ شکاری جانوروں کے شکار کا بھی یہی حکم ہے جو کتے کے شکار کا ہے عدی بن حاتم کی جس حدیث کا حوالہ اُوپر گزرا اُسکی روایت میں اُنھوں نے کتے کے شکار کے مسئلہ میں تیر کے شکار کا یہ مسئلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ تیر کے شکار کا جانور اگر ذبح کرنے سے پہلے مر جاوے تو اُس کا کیا حکم ہے آپنے جو جواب دیا اُس کا حاصل یہ ہے کہ اگر تیر سے جانور کے جسم میں زخم لگا اور خون نکلا تو یہ جانور حلال ہے نہیں تو نہیں۔ اِس لیئے بعضے علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ بندوق کے شکار کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ بندوق کا زخم تیر کے زخم سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ تیر کو کمان سے گولی چھرّے کو بندوق سے جب چلایا جاوے تو بسم اللہ کہہ کر چلایا جاوے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی ابی ثعلبہ کی حدیث میں اسکا ذکر ہے۔ طَیِّبَات کے معنے ذبح کیئے ہوئے حلال جانور۔ جوارح کے معنی شکاری جانور مکلبین کے معنی سدھے ہوئے جانور مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللہ سے وہ عقل مقصود ہے جو اللہ تعالیٰ نے شکاری جانوروں کے سدھانے کے لیئے انسان کو دی ہے وَاذْکُرُوا اسْمَ اللہِ عَلَیْہِ کے معنے اُوپر گزر چکے کہ شکاری جانور کے شکار پر چھوڑنے کے وقت بسم اللہ کہکر اُسے چھوڑنا چاہیئے۔ آخر آیت میں حساب کیوقت اپنے سامنے کھڑے ہونے سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان شکاریوں کو ڈرایا تاکہ شکار میں جو شرطیں ٹھیرائی گئی ہیں شکاری لوگ اُن شرطوں کی پابندی کریں۔ اور اِس پابندی میں بے احتیاطی کرنے سے اُس دن کا حساب یاد رکھکر ڈریں ۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ

آج حلال ہوئیں تم کو سب چیزیں ستھری اور کتاب والوں کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا

حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اُن کو حلال ہے اور قید والی عورتیں مسلمان اور قید والی عورتیں پہلی کتاب والوں کی

مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

جب اُن کو مہر ادا کیے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی

اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع ٥

آشنائی کرنے کو اور جو کوئی منکر ہوا ایمان سے اُسکی محنت ضائع ہوئی اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں ہے

آج کے دن سے مقصود وہی دن ہے جس روز یہ آیت اُتری طیبات کے معنی اُوپر گزر چکے ہیں کتاب والوں کے کھانیکا مطلب اکثر سلف کے نزدیک اُنکے ذبح کیے ہوئے جانوروں کا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عائشہ اور ابوہریرہ کی جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ فتح خیبر کے وقت ایک یہودیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے بھنے ہوئے گوشت کی ایک ران بھیجی جس میں زہر ملا ہوا تھا آپنے بھی اُس گوشت میں سے کچھ کھایا اور بشر بن برا صحابی نے بھی کچھ کھایا جسکے سبب بشر بن برا پر تو اُس زہر کا اسقدر اثر ہوا کہ اسی شکایت میں اُن کا انتقال ہو گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اُس زہر کا کسیقدر اثر ہوا۔ یہ حدیث فعلی اور تقریری دونوں طرح پر گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔ کیونکہ آپنے کچھ گوشت اُس ران میں سے کھا کر یہ جتلایا کہ اہل کتاب کے ذبح کیے ہوئے جانور حلال ہیں۔ اسی کو حدیث فعلی کہتے ہیں۔ اور بشر بن برا نے آپکے رُوبرو وہ گوشت کھایا اور آپنے اُنکو منع نہیں کیا اسکو حدیث تقریری کہتے ہیں۔ عرب کے کچھ لوگ بنی تغلب وغیرہ جبتک عیسائی نہیں ہوئے تھے تو عیسائیوں میں جانور خالص اللہ کے نام پر ذبح ہوا کرتے تھے۔ عرب کے ان قبیلوں کے عیسائی ہو جانیکے بعد عیسائی مذہب میں سے یہ بات جاتی رہی اس واسطے اَب اگر معلوم ہو جاوے کہ عرب کے رواج کے مطابق اُس جانور کی گردن مروڑ کر اُسے مار اگیا ہے تو اس طرح کے جانوروں کے حرام ہونیکا حکم آیت وما اُہِلَّ لغیر اللہ والمنخنقۃ میں اُوپر گزر چکا ہے۔ اکثر سلف کے نزدیک محصنات کے معنی یہاں آزاد عورتوں کے ہیں اس لیئے اُنکے نزدیک اہل کتاب کی لونڈیوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح ہو جانیکے بعد اگر میاں بی بی کا کھانا الگ الگ پکتا تو بڑی دقت کی بات تھی اس لیئے اُوپر فرمایا کہ اہل سلام اپنے گھر کا پکا ہوا کھانا اہل کتاب کو کھلا سکتے ہیں۔ اَب آگے فرمایا کہ عورتوں سے کھُلم کھُلا بدکاری کا یا درپردہ آشنائی کا چند روزہ تعلق نہ رکھا جاوے بلکہ نکاح شرعی کے بعد ہمیشہ اُن کو اپنے پاس رکھا جاوے۔

منزل ٢

آخر آیت میں فرمایا کہ دنیاوی طور پر اہل اسلام اور اہل کتاب میں کھانے پینے اور بیاہ نکاح کا تعلق پیدا ہو گیا۔ تو اس سے کیا ہوتا ہے اصل میں تو اہل کتاب اپنے عقبیٰ کو سنبھالیں کہ ضد کے سبب سے منسوخ شریعتوں پر جو عمل کر رہے ہیں اسکو چھوڑ کر اسلام کے تابع ہو جائیں ورنہ منسوخ شریعتوں کے موافق جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک سب اکارت ہے اور اس کا کچھ اجر عقبیٰ میں ان کو ملنے والا نہیں کیونکہ غلام کو اجر اس کام کا ملتا ہے جو کام آقا کی مرضی کے موافق ہو خلاف مرضی کام پر اجر کا ملنا تو درکنار الٹا مواخذہ انکے گلے پڑیگا کس لیئے کہ اس آخری زمانہ کا حکم ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ جب انھوں نے سن لیا تو پھر اس کی مخالفت سے انکو عقبیٰ میں بڑا نقصان اٹھانا پڑیگا صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل کتاب میں سے میرا حال سنکر میری نبوت کو نہ مانیگا وہ دوزخ کے عذاب سے نجات نہیں پاسکتا یہ حدیث آیت کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے ؂

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى
اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھولو اپنے مونہ اور ہاتھ

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ
کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو اور پاؤں ٹخنے تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہو

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ
اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا ایک شخص تم میں آیا ہو جائے ضرور سے یا لگے ہو عورتوں سے

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ
پھر نہ پاؤ پانی تو قصد کرو زمین پاک کا اور مل لو اپنے مونہ اور ہاتھ اس سے اللہ نہیں چاہتا

لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝
کہ تم پر کچھ مشکل رکھے لیکن چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنا احسان پورا کیا چاہتا ہے تم پر کہ شاید تم احسان مانو

منزل ۲

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کی راحت کی چیزیں اس لیئے پیدا کی ہیں کہ انسان ان سے راحت اٹھا کر اس راحت کے شکریہ میں اللہ کی کچھ عبادت کرے اسی واسطے اوپر کی آیتوں میں انسان کی راحت کی حلال چیزوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ہر روز کی پانچ وقت کی عبادت نماز کا ذکر فرمایا اور نماز کے لیئے طہارت ضروری ہے اس واسطے نماز کے ذکر کے ساتھ وضو غسل اور تیمم کے حکم کی تفصیل فرمائی۔ نماز پڑھنے کے لیئے کھڑے ہونیکا ارادہ جب کوئی مسلمان شخص کرے اور وہ بے وضو ہو تو اس پر وضو فرض ہے اور باوضو ہو کر پھر دوسرا وضو کرے تو مستحب ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

بے وضو آدمی کی نماز اُس وقت تک قبول نہیں ہوتی کہ وہ شخص وضو نہ کرلیوے صحیح مسلم میں بریدہ کی حدیث
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے چند نمازیں پڑھیں اس بات
کو دیکھ کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ حضرت ایک وضو سے چند نمازوں کا پڑھنا آپ کی عادت کے برخلاف ایک
امر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو جواب دیا کہ میں نے یہ کام جان بوجھ کر کیا ہے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے جواب کا حاصل مطلب یہ ہے کہ باوضو آدمی کا ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرنا ثواب کی بات ہے ورنہ ایک
وضو سے چند نمازیں بھی جائز ہیں چنانچہ اسی بات کے جتلانے کے لیئے میں نے ایک وضو سے چند نمازیں
پڑھی ہیں یہ حدیثیں آیت کی گویا تفسیر ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بے وضو آدمی پر ہر نماز کے وقت وضو فرض
ہے اور باوضو آدمی مستحب کے طور پر ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرسکتا ہے۔ وضو میں غرارہ کرنا اور ناک میں پانی دینا
امام احمدؒ کے نزدیک فرض ہے لیکن اور علماء اسکو سنت کہتے ہیں۔ اسیطرح ڈاڑھی کے بالوں کی جڑوں تک پانی کا پہنچانا
بعضے علماء کے نزدیک فرض ہے مگر اور اکثر علماء اسکو بھی سنت کہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ آیت میں وضو کے جن چار
فرضوں کا ذکر ہے اُن میں تو اختلاف کرنیکا کسیکو کچھ موقع نہیں رہے۔ باقی کے فرائض وہ احادیث سے ثابت
کیے گئے ہیں جنکی وجہ ثبوت اور وجہ اختلاف کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ ہاتھوں کے دھوتے وقت کہنیوں
کا بھی دھونا سوا امام زفر کے اور سب علماء کا اتفاق ہے۔ اس باب میں حضرت جابر کی حدیث جسکو دارقطنی اور
بیہقی نے روایت کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں کے دھوتے وقت کہنیوں کو
بھی دھویا اس حدیث کو نووی منذری ابن صلاح وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے مونڈھے تک اپنے ہاتھ دھوئے اور پھر یہ کہا کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اسیطرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث سے جمہور علماء کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے
کہ ہاتھوں کے دھوتے وقت کہنیوں کو دھونا بلکہ اجر کے لحاظ سے اس سے بھی کچھ بڑھانا چاہیئے۔ چنانچہ ابوہریرہ
کی اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مونڈھوں تک ہاتھ دھوکر یہ فرمایا کہ قیامت کے دن وضو کے
اعضا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ایک چمک پیدا ہو جائیگی اس لیئے جس سے ہوسکے وہ اپنی اس چمک کو بڑھاوے
بعضے علماء نے ابوہریرہؓ کے اس فعل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ابوہریرہ رض کا یہ فعل عمرو بن شعیب کی اُس حدیث
کے مخالف ہے جو مسند امام احمد نسائی ابوداؤد وغیرہ میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
فرمایا جو شخص وضو کی حد سے بڑھا اُس نے اپنے نفس پر ظلم کیا اُس کا جواب اور علماء نے یہ دیا ہے کہ
عمرو بن شعیب کی اس حدیث میں وضو کے اعضا کو تین دفعہ دھونے کی حد کا ذکر آیا ہے اُس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ
جو شخص اس تین دفعہ کی حد سے بڑھا اُس نے اپنے نفس پر ظلم کیا کہ وہ اسراف میں پکڑا جاویگا۔ غرض ابوہریرہؓ کی

حدیث میں اور عمرو بن شعیب کی حدیث میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ ابوہریرہ کی حدیث پر ایک یہ اعتراض بھی ہے کہ ابوہریرہ اپنے اس فعل میں تن تنہا ہیں کسی اور صحابی سے یہ فعل پایا نہیں جاتا۔ یہ اعتراض بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی صحیح روایتوں میں یہ فعل حضرت عبد اللہ بن عمر کا بھی موجود ہے۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ سے تین دفعہ مسح کرنیکی جو روایتیں ہیں وہ تو ضعیف ہیں ہاں صحیح حدیثوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سارے سر کا اور بعضے سر کا ایک دفعہ مسح کرنا ثابت ہے اس واسطے علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے امام مالک اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک سارے سر کا مسح فرض ہے لیکن صحیح مسلم ابوداؤد اور ترمذی میں مغیرہؓ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعضے سر کا مسح کرنیکا ذکر ہے۔ اللہ کے رسول کی شان سے فرض کا ترک کرنا بہت بعید ہے اس واسطے سارے سر کے مسح کی فرضیت میں علماء کو کلام ہے۔ امام ابوحنیفہ ربع سر کے اور امام شافعی رح بلا قید بعضے سر کے مسح کے قائل ہیں۔ دلیلیں ہر ایک مذہب کی بڑی کتابوں میں ہیں۔ علیحدگی گردن کے مسح کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ پیروں کے باب میں اللہ کے رسول نے یہ مطلب سمجھایا ہے کہ تمام عمر اپنے پیر دھوئے۔ پیروں کا مسح ایک دفعہ بھی اللہ کے رسول سے ثابت نہیں۔ پھر یہی عمل آپکے صحابہ کا رہا۔ امامیہ مذہب میں پیروں کے مسح کا جو رواج ہے وہ کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ صحیح مسلم وغیرہ میں کئی صحابہ سے روایتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ صحابہ کی ایڑیاں وضو کے وقت سوکھی دیکھ کر یہ فرمایا کہ ایسی ایڑیوں کو دوزخ کی آگ کی خرابی بھگتنی پڑیگی۔ ان حدیثوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پورے طور پر پیروں کے دھونے کی کسقدر تاکید ہے کہ تھوڑی سی جگہ کے سوکھے رہجانے پر بھی دوزخ کی آگ کا سامنا ہے پھر ایسی حالت میں پیروں پر مسح کیونکر جائز ہو سکتا ہے کیونکہ مسح میں تو بہت سی جگہ پیروں میں سوکھی رہ جاتی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زید کی اور صحیح مسلم میں حضرت عثمان کی جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے اعضاء کو کبھی ایک ایک دفعہ دھویا ہے اور کبھی دو دو دفعہ اور کبھی تین تین دفعہ ہاں تین دفعہ سے زیادہ دھونا منع ہے جس کا ذکر عمرو بن شعیب کی حدیث کے حوالہ سے اوپر گزر چکا۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ ایک دفعہ دھونا فرض ہے تین دفعہ تک سنت ہے عربی زبان میں غسل کے معنے بدن کے بھیگ جانے اور تر ہو جانے کے ہیں چنانچہ عرب لوگ غسلہ المطر جب بولتے ہیں کہ کوئی شخص مینہ کے پانی میں ایسا بھیگ جاوے کہ اُس کا سارا بدن تر ہو جائے۔ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے حتی تغتسلوا اور یہاں فاطھروا فرمایا۔ طہارت کے لفظ سے ستھرائی کی تاکید نکلتی ہے اس سبب سے بعضے علماء اس بات کے قائل ہیں کہ ناپاکی کے غسل میں بدن پر پانی ڈالتے وقت بدن کو ہاتھ سے ملنا بھی چاہیے صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رض اور میمونہ کی جو روایتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل کی کیفیت کا بیان ہے اُن روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ناپاکی کے سبب غسل کا ارادہ

منزل ٢

فرماتے تھے تو پہلے کبھی دو دفعہ اور کبھی تین دفعہ دونوں ہاتھ دھوتے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالکر
بائیں ہاتھ سے شرمگاہ کو دھوتے اور پھر مٹی سے ملکر یہ الٹا ہاتھ دھوتے اور پھر وضو کرتے اُسکے بعد سر کے بال
بھگو کر انگلیوں سے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے اور تین دفعہ سر پر تین لبوں سے پانی ڈالکر باقی سب جسم
پر ایک دفعہ پانی ڈال لیتے اور پھر دونوں پاؤں دھوتے تھے۔ اِن حدیثوں میں ہاتھ سے بدن کے ملنے کا ذکر
نہیں ہے۔ اسیطرح اِن حدیثوں میں غرارہ اور ناک میں پانی دینے کا ذکر بھی نہیں ہے اس واسطے اکثر علماء غسل میں
اسکی فرضیت کے بھی قائل نہیں ہے ہاں امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوری غسل میں ان دونوں باتوں کے فرض
ہونے کے قائل ہیں۔ دلیلیں ہر ایک مذہب کی بڑی کتابوں میں ہیں۔ جاگتے میں مباشرت کرنے سے سوتے
میں صحبت سے عورت کے حیض یا نفاس سے پاک ہوجانے سے جو غسل کا حکم ہے اسی غسل کو ناپاکی کے بعد
کا غسل کہتے ہیں اس غسل کے فرض ہونے میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام سلمہؓ سے
اور معتبر سند سے مسند امام احمد اور نسائی میں خولہ بنت حکیم سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد و ترمذی۔ اور
ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سوتے میں مباشرت کا خواب دیکھنے کے
بعد بھی کا کچھ اثر کپڑے پر پایا جاوے تو غسل فرض ہوتا ہے ورنہ فقط خواب و خیال کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ حدیثیں خواب
میں مباشرت کے دیکھنے کی گویا تفسیر ہیں۔ اِس ناپاکی کے غسل کے علاوہ جمعہ کا۔ عیدین کا۔ جدید اسلام کا
پچھنے لگوانے کا بھی غسل ہے ان سب غسلوں کے فرض ہونے نہونے میں علما کا اختلاف ہے تفصیل اس اختلاف
کی بڑی کتابوں میں ہے۔ سورۃ النساء میں تیمم کے حکم کا ذکر غسل کے ذیل میں اور یہاں وضو کے ذیل میں فرمایا تاکہ
معلوم ہوجاوے کہ عذر کیحالت میں تیمم غسل اور وضو دونوں کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ تیمم کی شان نزول اور تفسیر
سورۃ النساء میں گزرچکی ہے اب آگے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ تمکو پچھلی امتوں کی طرح مشقت میں ڈالے
کیونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم میں پچھلی امتوں کی برابر مشقت اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اس لیئے اللہ تعالیٰ
نے تمھاری آسانی کے واسطے بجائے غسل اور وضو کے تیمم کا حکم نازل فرمایا تاکہ تم ہر حال میں پاک و صاف
رہ کر اللہ تعالیٰ کی اس آسانی کی نعمت کے شکریہ میں اُسکی عبادت سے غافل نہ رہو۔ صحیح مسلم میں حذیفہؓ سے
روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ امت محمدیہ پر تیمم کے حکم کا نازل ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی
نعمت ہے کیونکہ پچھلی امتوں میں یہ تیمم کا حکم نہیں تھا۔ آیت میں تیمم کے حکم کو شکر کے قابل ایک نعمت جو فرمایا یہ
حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے۔ توراۃ کے حصہ احبار لاویین کے باب پندرہ کے موافق اہل کتاب پر ناپاکی کے بعد کا
غسل فرض ہے مگر ان لوگوں نے اُس پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ مسند امام احمد وغیرہ میں اُبی بن کعب کی حدیث
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ عورت سے صحبت کرنیکے بعد

منزل ۲

اگر منی نہ نکلے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ لیکن مابعد میں آپ نے یہ حکم دیا کہ منی نکلے یا نہ نکلے فقط صحبت سے ہی غسل فرض ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ابتدا اسلام میں جو حکم تھا وہ مابعد کی حدیثوں سے منسوخ ہے۔ ابی بن کعب کی اِس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

اور یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اُوپر اور عہد اُس کا جو تم سے ٹھیر گیا ہے جب تم نے کہا ہم نے سُنا اور مانا

وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ

اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ جانتا ہے جیوں کی بات اے ایمان والو کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے

شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ

گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث عدل نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات لگتی ہے

لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

تقویٰ کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں

لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

کہ ان کو بخشنا ہے اور بڑا ثواب ہے اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے

منزل ۲

اُوپر تیمم کے حکم کو قابل شکر ایک نعمت فرما کر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عام نعمتوں اور احسانوں کو یاد دلایا ہے اور ان نعمتوں اور احسانوں کے شکریہ کا طریقہ بھی جتلایا ہے کہ ان نعمتوں اور احسانوں کے یاد کرنے کے وقت اُس عہد کو یاد کیا کرو جو اللہ کے رسول کی معرفت تم نے اللہ تعالیٰ سے ٹھیرا کر اُس عہد کو پورا کرنے کا پھر اقرار بھی کیا ہے یہ عہد وہی بیعت اسلام کا معاہدہ ہے جو ہر مرد و عورت سے اسلام کے قبول کرنے کے وقت اللہ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھیرایا کرتے تھے شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے رنج و خوشی ہر حال میں اُنکے موافق عمل کرنے کا اور جن باتوں کی مناہی ہے اُن سے بچنے کا یہ معاہدہ بیعت اسلام کے وقت ٹھیرایا جاتا تھا صحیح بخاری و مسلم میں عبادہ بن صامت کی ایک بڑی حدیث ہے جس میں اس معاہدہ کا تفصیل سے ذکر ہے۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے اِس معاہدہ کی اور تفسیر بھی کی ہے لیکن جو تفسیر اوپر بیان کی گئی وہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق ہے اور حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اسی تفسیر کو اور تفسیروں پر ترجیح دی ہے۔ اِس معاہدہ کے یاد دلانے کے بعد فرمایا کہ اُس معاہدہ پر قائم رہنے اور عہد شکنی کی نوبت نہ آنے دینے میں ہر ایماندار کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کے دل تک کے بھید معلوم ہیں اِس لیئے معاہدہ پر قائم رہنے والوں کا اور عہد شکنی کی نوبت کو روا رکھنے والوں کا کوئی حال اُس

غیب داں سے چھپ نہیں سکتا۔ اسی معاہدہ کی تاکید میں فرمایا کہ شریعت میں اللہ اور اللہ کی مخلوق کے جو حقوق
ٹھیر چکے ہیں انصاف سے ادا کرنے میں ہر ایماندار کو ثابت قدم اور وقت پڑنے پر تیار اور کھڑا ہونا چاہیئے کہ یہی معاہدہ
کے پورا کرنے کی راہیں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے اگرچہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ وہ تمام ایمانداروں کے
دشمن تھے لیکن فتح مکہ کے بعد جب وہ بھی اسلام میں داخل ہو گئے تو اب اُن پہلی دشمنی کا کچھ خیال دل میں
نہ رکھنا چاہیئے بلکہ اب اُن سے بھی اُن کے موافق یا مخالف گواہی اور اُن کے ہر ایک معاملہ میں وہی انصاف کا
طریقہ برتنا چاہیئے جو ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے برتا کرتا ہے۔ کیونکہ یہی انصاف کا طریقہ متقی بننے
کا ایک قریب تر راستہ ہے اس لیئے اس طریقہ کے برخلاف کوئی راستہ اختیار کرنے میں خدا کا خوف کرنا چاہیئے
کہ وہ ہر شخص کے نیک و بد سب کاموں سے واقف ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی ایک بہت بڑی حدیث ہے جس
میں حجۃ الوداع کے وقت مقام عرفات پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے ذکر میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا
اہل مکہ کے اسلام کے بعد اسلام سے پہلے کے سب جھگڑے میں نے اپنے قدموں کے نیچے ڈال دیئے جس کا
مطلب یہ ہے کہ اسلام کے بعد اسلام سے پہلے کا کوئی جھگڑا کسی مسلمان کو نہ نکالنا چاہیئے بلکہ اسلام کے بعد سب
مسلمان ایک دل ہو کر میل جول سے رہیں۔ اب آگے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کا ذکر فرمایا تا کہ اس عہد پر قائم
رہنے کی رغبت اور عہد شکنی کا خوف ہر ایماندار شخص کے دل میں پیدا ہو جاوے ۞

منزل ۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ
اے ایمان والو یاد رکھو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا ایک لوگوں نے یہ کہ تم پر

أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ
ہاتھ چلائیں پھر روک دیئے تم سے اُن کے ہاتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ پر چاہیئے بھروسا ایمان والوں کو

رکوع ۲

اگرچہ مفسرین نے چند قصے اس آیت کی شان نزول میں بیان کیئے ہیں لیکن غورث بن حارث کا قصہ جس کو
عبد الرزاق نے حضرت جابرؓ کی روایت سے اپنی تفسیر میں اس آیت کا شان نزول قرار دیا ہے اس کی سند
معتبر ہے اور بنسبت اور قصوں کے اس قصہ کی اصل صحیح روایت سے ثابت ہے۔ حاصل اُس قصہ کا یہ ہے کہ
بخاری نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ جنگ ذات الرقاع کے جاتے وقت ایک جنگل میں پیڑوں کے
سایہ میں ہم سب لوگ ٹھیر گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں میں بھی ذرا سو گیا اور لوگوں کی بھی ذرا آنکھ جھپک گئی۔
آنحضرت کی تلوار جو ایک پیڑ میں آپ نے لٹکا دی تھی غورث بن حارث نے چپکے سے آنکر اتنے میں اُتار لی اور
تلوار کو میان سے کھینچ کر آنحضرت صلعم کی طرف اُس کو تولا اور وار کرنا چاہا اور آنحضرت سے کہا اب تم کو مجھ سے
کون بچا سکتا ہے آپ نے فرمایا اللہ مجھ کو بچا سکتا ہے روایت ابن اسحاق میں ہے کہ اتنے میں حضرت جبرئیلؑ نے آنکر

غورث بن حارث کے سینہ پر ایک تھپکی ماری جس سے تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا پڑی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹ وہ تلوار اُٹھالی اور غورث بن حارث سے پوچھا کہ اب تجھکو کون بچا سکتا ہے اُس نے کہا کوئی نہیں آپ نے فرمایا خیر جا اپنا راستہ پکڑ۔ واقدی نے اس قصہ کے بعد ذکر کیا ہے کہ اس حال کو دیکھ کر غورث بن حارث مسلمان ہو گیا اور اُس کے سبب سے بہت سے لوگوں کو ہدایت ہوئی۔ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ احسان فرمایا کہ اُنکو ایک مخالف شخص کے حملہ سے بچایا۔ پھر اس خاص احسان میں اُمت کے لوگوں کو شریک کر کے یہ آیت اس تنبیہ کے لئے نازل فرمائی کہ اُمت کی ہدایت کے لئے رسول کا آنا اللہ کا ایک بڑا احسان ہے اور اُس احسان کی حفاظت یہ اللہ کا اُمت پر گویا دوسرا احسان ہے۔ اس قصہ میں خطرے کے گمان کے وقت اللہ کے رسول نے اللہ پر بھروسہ کیا اور اُس کا انجام اچھا ہوا اس لئے آخر آیت میں عام مسلمانوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ اگر وہ بھی ایسے موقعے پر اللہ پر بھروسہ کریں گے تو اُنکے بھروسہ کا بھی انجام اچھا ہوگا۔ اس تفسیر میں ایک جگہ گزر چکا ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دنیا عالم اسباب میں آدمی اسباب کو چھوڑ بیٹھے بلکہ اللہ پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آدمی اسباب کو کام میں لاوے اور اُن اسباب میں تاثیر کے پیدا ہونے کا بھروسہ اللہ پر رکھے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ پر بھروسہ رکھنے والے مسلمان کو بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جانے کی خوشخبری دی ہے۔ یہ حدیث اللہ پر بھروسہ رکھنے والے کی فضیلت کی گویا تفسیر ہے

وَلَقَدْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللّٰهُ

اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل کا اور اُٹھائے ہم نے اُن میں بارہ سردار اور کہا اللہ نے

إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ

میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم قائم رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر اور اُنکی مدد کرو گے

وَأَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي

اور قرض دو گے اللہ کو اچھی طرح کا قرض تو میں اُتار دوں گا تم سے بُرائیاں تمہاری اور داخل کروں گا تم کو باغوں میں

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ

بہتی نیچے اُنکے نہریں پھر جو کوئی منکر ہوا تم میں اسکے بعد وہ بیشک بھولا سیدھی راہ سو اُنکے عہد توڑنے پر

لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قٰسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى

ہم نے اُنکو لعنت کی اور کر دیئے اُنکے دل سیاہ بدلتے ہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اس نصیحت سے جو اُنکو کی گئی تھی اور ہمیشہ تو

منزل ۲

مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ

مگر تھوڑے لوگ اُن میں سو معاف کر اور درگزر کر اُن سے اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو اور وہ جو کہتے ہیں اپنے آپ کو نصاریٰ اُن سے بھی لیا تھا ہم نے عہد اُن کا

فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

پھر بھول گئے ایک فائدہ لینا اُس نصیحت سے جو اُنکو کی تھی پھر ہم نے لگا دی اُنکی آپس میں دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک اور آخر جتا دیگا اُنکو اللہ جو کچھ کرتے تھے

اُوپر کی آیتوں میں اہلِ اسلام کی عہد اور اُس عہد پر قائم رہنے کی تاکید کا ذکر تھا ان آیتوں میں اہلِ کتاب کی عہد شکنی اور اُسکے وبال کا ذکر ہے تاکہ مسلمان اِس بات سے آگاہ ہو جاویں کہ عہد شکنی بڑے وبال کی بات ہے۔ ان آیتوں میں یہود کی دو بدعہدیوں کا ذکر ہے۔ اول بدعہدی کے قصے کا حاصل یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مصر کے قیام کے زمانے سے بنی اسرائیل نے ملک شام کی سکونت چھوڑ کر مصر کی سکونت اختیار کر لی تھی حضرت موسیٰ کی نبوت کے زمانے میں فرعون کے ہلاک ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لیکر ملکِ شام کو جائیں اور قوم عاد کے باقی رہے ہوئے لوگوں کی اولادمیں کے کچھ لوگ موقع پاکر ملک شام کی بستیوں پر جو قابض ہو گئے ہیں اُن سے لڑکر وہ بستیاں خالی کرادیں اور وہیں سکونت اختیار کریں۔ قوم عاد کے باقی رہے ہوئے لوگوں میں ایک شخص عملیق بن آذر تھا یہ ملک شام کی بستیوں کے قابض لوگ اسی شخص کی اولادمیں تھے۔ اس لیے اس قوم کو عمالقہ کہتے تھے۔ یہ عمالقہ قوم کے لوگ بڑے شہ زور اور قدآور تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب ملک شام کے قریب پہنچے تو اُنھوں نے بنی اسرائیل کے بارہ اسباط میں سے بارہ شخص قوم کے سرگروہ۔ اور چودھریوں کے طور پر چھانٹے اور اُنکو قوم عمالقہ کی حالت دریافت کرنے کو بھیجا اور اُن سے یہ عہد ٹھیرایا کہ قوم عمالقہ کی حالت دیکھکر واپس آنے کے بعد بنی اسرائیل سے قوم عمالقہ کی شہ زوری کی کوئی ایسی بات نہ بیان کریں جس سے بنی اسرائیل ڈر جائیں۔ اب قوم عمالقہ کی حالت دیکھکر واپس آنے کے بعد ان بارہ شخصوں میں سے دس آدمیوں نے بدعہدی کی اور اپنے رشتہ داروں سے قوم عمالقہ کی شہزوری کی وہ حالت بیان کی جسکو سُنکر بنی اسرائیل نے اِس لڑائی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے سے انکار کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ انہی بارہ چودھریوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ انکی بدعہدی کے سبب سے بنی اسرائیل نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے ہر حال میں ساتھ دینے کا عہد جو ٹھیرا رکھا تھا وہ اُنھوں نے توڑ ڈالا۔ دوسرا عہد توراۃ کے احکام کی پابندی کا تھا۔ جس کا ذکر تفصیل سے ان آیتوں میں ہے۔ اس دوسرے عہد میں نماز زکوٰۃ اگرچہ ایسی چیزیں ہیں جن پر یہود قائم تھے۔ لیکن انکو بدعہدی میں اللہ تعالیٰ نے اِس لیے شمار کیا کہ یہ نماز زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے عہد کے موافق نہ تھی۔ یہ وہی عہد ہے جس کا ذکر سورہ آل عمران میں تفصیل سے گزر چکا ہے اور ان

منزل ٢

آیتوں میں مختصر طور پر وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَعَزَّرْتُمُوْھُمْ سے اُسی عہد کا تذکرہ فرمایا گیا ہے غرض اس عہد کے موافق یہود عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں کی فرماں برداری اور پیروی کے پابند کیئے گئے تھے۔ یہود نے اس پابندی کو چھوڑ دیا جس سے وہ توراۃ کے بھی پابند نہیں رہے۔ کیونکہ توراۃ کی جن آیتوں میں عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف تھے اُن میں کی کچھ آیتوں کے لفظ تو انھوں نے بدل ڈالے اور کچھ لفظوں کے معنی اپنی طرف سے غلط گھڑ لیئے چنانچہ اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے اِن لفظوں میں ادا فرمایا ہے یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ قرضاً حسنا کا مطلب نفلی صدقہ خیرات ہے فبما نقضھم میں ما زائدہ ہے اصل فبنقضھم ہے۔ ہمیشہ یہود کی دغابازیاں یہ ہیں کہ جیسے مثلاً اللہ کے رسول پر انھوں نے جادو کرایا۔ آپ کے کھانے میں زہر ملایا۔ مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے اُن سے صلح کا عہد تھا اِس لیئے اُنکی دغابازیوں پر، درگزر کا حکم فرمایا۔ اللہ کی لعنت کا مطلب اللہ کی رحمت سے دُور ہو جانا ہے جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ اُنکے دل ایسے سخت ہو گئے کہ کسی نصیحت سے وہ ذرا بھی نرم نہ ہوئے جس کا حاصل مطلب یہ ہوا کہ کسی طرح کی نصیحت کا اُنکے دل پر کچھ اثر نہ ہوا بیت المقدس کے قریب ایک گانوں ہے جس کا نام ناصرہ ہے ابتدا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور وہیں ہوا۔ اسی مناسبت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان عبرانی تھی اس لیئے انجیل بھی اسی زبان میں اُتری وہ عبرانی زبان کی اصل انجیل تو دنیا سے ناپید ہے۔ ہاں یونانی سُریانی۔ عربی۔ فارسی ترکی۔ انگریزی اُردو وغیرہ میں اُسکے ترجمے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ وہ ترجمے خود اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ترجمہ ہے جو لوگوں نے اپنی رائے کے موافق کیا ہے۔ اِس لیئے اُن ترجموں میں بڑا اختلاف ہے اور بعضے ترجموں میں کلامِ الٰہی کی تفسیر کے طور پر ایسے لفظ بھی بڑھائے گئے ہیں کہ اصلی انجیل کے موجود نہ ہونے کے سبب سے اُنکا کلام الٰہی یا اُسکے ترجمہ سے جُدا کرنا مشکل ہے۔ غرض ان ترجموں کے اختلاف کے سبب سے اِن ترجموں میں خاص کلام الٰہی کی سی نصیحت کا اثر باقی نہیں اور اس اثر کے اُٹھ جانیکے سبب سے اصل انجیل میں نبی آخر الزمان کو اللہ کا رسول جاننے اور اُنکی فرماں برداری کرنے کے الفاظ جو تھے اُنکے معنوں میں طرح طرح کی تاویلات پیدا ہو گئیں۔ اصل انجیل کے عمل کے وقت جس طرح بکدلی سے یہ لوگ رہا کرتے تھے وہ بات جاتی رہی اور ایک شریعت عیسوی کے کئی ٹکڑے ہو کر ایک نبی کی اُمت ایک کتاب کے ماننے والوں کے چند فرقے ہو گئے۔ جس میں ایک دوسرے کا بالکل مخالف ہے۔ مثلاً فرقہ پروٹسٹنٹ کے لوگ الپاپا رومی کے بنائے ہوئے قواعد کو نہیں مانتے اور رَومن کیتھلک فرقے کے لوگ الپاپا رومی کے قواعد کے آگے انجیل کو کچھ نہیں گنتے۔ پروٹسٹنٹ فرقہ اگرچہ انجیلی فرقہ کہلاتا ہے۔ لیکن اس فرقہ میں چند اندرونی گروہ ہیں اور ہر ایک

منزل ۲

گروہ کی انجیل دوسرے گروہ کی انجیل سے نہیں ملتی اسی مطلب کو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ذکر فرما کر فرمایا ہے کہ قیامت کے دن یہ سب اپنے کرتوتوں کا خمیازہ بھگت لیوینگے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو
اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر بہت چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی اور درگزر کرتا ہے

عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ
بہت چیزوں سے تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہوا اسکی رضامندی کا

السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ
بچاؤ کی راہ پر اور انکو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں اپنے حکم سے اور انکو چلاتا ہے سیدھی راہ

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے رجم کی آیت توراۃ میں سے جب یہود کو بتلائی جسکو وہ چھپاتے تھے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی صحیح بخاری و مسلم اور مسند امام احمد میں عبداللہ بن عمر وغیرہ سے اس قصہ کے باب میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ یہود بیاہے ہوئے ایک عورت اور مرد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جس مرد و عورت نے بدکاری کی تھی آپ نے ان یہودیوں سے پوچھا کہ توریت میں ایسے مرد و عورت کے لیئے کیا حکم ہے ان یہودیوں نے جواب دیا کہ توراۃ کے حکم کے موافق ہم تو ایسے مرد و عورت کا کالا منہ کر کے انہیں بستی میں پھرا لیتے ہیں آپ نے فرمایا یہ سزا توراۃ کے حکم کے موافق نہیں ہے تم جھوٹے ہو لاؤ توراۃ اس میں تو ایسے لوگوں کے سنگسار کرنے کا حکم ہے۔ آخر توراۃ لائی گئی اور ایک شخص ابن صوریا توراۃ پڑھنے کے لیئے آیا ابن صوریا نے پہلے تو رجم کی آیت کو اپنے ہاتھ کے نیچے ڈھانک لیا پھر جب وہ ہاتھ اٹھایا گیا تو وہ رجم کی آیت نکلی اللہ اس مرد و عورت کو سنگسار کیا گیا۔ رجم کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بڑا معجزہ ہے کہ آپ نے توراۃ کے بغیر پڑھے توراۃ کا وہ صحیح مسئلہ بتلا دیا جسکو یہود نے بدل ڈالا تھا ویعفو عن کثیر اس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ خود بدکار مرد اور عورت کو اللہ کے رسول کے روبرو لائے تو اللہ کے رسول نے جو حق بات تھی وہ بتلا دی ورنہ تم رشوت لیکر روز اپنی قوم کے جاہل لوگوں کو غلط مسئلے بتلاتے ہو تو اللہ کے رسول اس کا حال سنکر بلا ضرورت تم سے اس میں کچھ بحث نہیں کرتے آپ آگے فرمایا کہ اسلام کی روشنی دیکر اور قرآن کو راہ بر ٹھیرا کر نبی آخر الزمان کو اللہ تعالیٰ نے اس لیئے بھیجا ہے کہ ملت ابراہیمی میں مشرکین مکہ نے اور شریعت موسوی اور عیسوی میں اہل کتاب نے ایام جاہلیت کا جو اندھیرا پھیلا رکھا ہے اسلام کی روشنی کی مدد سے لوگ اس اندھیرے سے نکل کر نجات کے کوچے کے سیدھے راستہ پر آجائیں کیونکہ دنیا کے ہر ایک دور کے لیئے اللہ تعالیٰ نے نجات کا ایک طریقہ ٹھیرایا ہے اس آخری دور کے لیئے

منزل ۲

سوا اس طریقہ کے جو بیان کیا گیا اور کوئی طریقہ دنیا میں نہیں ہے۔ اگرچہ اہل کتاب کی کتابوں میں بھی اس طریقہ کا ذکر ہے لیکن ان لوگوں نے اپنی کتابوں کی اس قسم کی آیتوں کے لفظ اور معنوں کو بدل ڈالا ہے۔ اس واسطے قرآن کے ذریعہ سے انھیں ان کے کرتوت جتلائے گئے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآن کی نصیحت مان لیوینگے تو اس میں ان ہی کا بھلا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لوگوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن لوگ اس میں گرنے کی ایسی کوشش کرتے ہیں جس طرح کیڑے پتنگے روشنی پر گرتے ہیں۔ یہ حدیث آیت کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ

بیشک کافر ہوئے جنھوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔ تو کہہ پھر کس کا کچھ چلتا ہے

مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۗ

اللہ سے اگر وہ چاہے کہ کھپا دے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اسکی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سارے

وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور جو دونوں کے بیچ ہے بناتا ہے جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

اوپر گزر چکا ہے کہ نصاریٰ کے چند فرقے ہیں ان میں سے فرقہ یعقوبیہ وغیرہ کا یہ اعتقاد ہے کہ گیہوں کے کھانے سے آدم علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اس کے اثر سے اولاد آدم میں بھی نافرمانی اور گنہگاری کی جرأت پیدا ہو گئی جس سے اولاد آدم ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے کی سزاوار ہو گئی اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت میں اللہ تعالیٰ آسمان سے زمین پر آیا اور یہود کے ہاتھوں سے سولی پر چڑھا تاکہ بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ اس قتل کی سزا سے ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے اس اعتقاد کو یوں غلط ٹھیرایا کہ یہود کی کیا حقیقت ہے جو وہ اللہ کے ساتھ ایسی گستاخی کر سکیں وہ تو صاحب قدرت ہے کہ یہود اور تمام دنیا کی مخلوقات کو ایک دم میں چاہے تو ہلاک کر دیوے اور کسی کو اتنی تاب نہ ہو کہ اس کے ارادہ کو روک سکے۔ رہی یہ بات کہ بنی آدم کے گناہ معاف ہو جانے کے ارادہ سے خود اللہ تعالیٰ نے یہ کفارہ کی صورت نکالی۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے آیت میں یہ دیا کہ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کو اس خلاف عقل کفارہ کی صورت نکالنے کی کیا ضرورت تھی وہ جس طرح چاہتا اپنے گنہگار بندوں کے گناہ معاف کر دیتا اس سے کون پوچھ سکتا تھا کہ بغیر سزا اور بغیر کفارہ کے یہ گناہ کیوں معاف کر دیئے گئے کیا یہ گناہ نعوذ باللہ من ذلک کسی دوسرے خدا کے تھے جو ان لوگوں کے اعتقاد کے موافق بغیر کفارہ کے وہ دوسرا خدا ان گناہوں کو معاف نہ کرتا اور اس انجیل کے نازل کرنے والے خدا کو اپنے خون کا کفارہ دیکر

اُس دوسرے خداکو راضی اور گناہوں کی معافی پر آمادہ کرنا پڑتا عیسیٰ علیہ السّلام کے بغیر باپ کے دنیا میں
پیدا ہوجانے سے جو یہ لوگ اِس طرح کی باتیں کرتے ہیں یہ بھی شیطان کا بہکاوا ہے ورنہ جس صاحب قدرت
نے آدم کو بغیر ماں باپ کے اور حوا کو بغیر ماں کے پیدا کردیا اُسکی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ اُس نے عیسیٰ
علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کردیا جبکو اللہ کی اس قدرت کا اِنکار ہے اللہ قسم کھاکر یہ خبر دیتا ہے کہ ایسا
شخص بلا شک کافر ہے۔ فرقہ پروٹسٹنٹ نے اِس کفارہ کے مسٔلہ کی زیادہ بحث اپنے ترجموں میں نہیں کی
کیونکہ وہ فرقہ انجیلی ہے اور انجیل میں اِس مسٔلہ کا صاف طور پر کہیں ذکر نہیں ہے بلکہ متی کی انجیل کے تیسرے
اور چوتھے باب میں جو قصہ ہے جس میں شیطان نے عیسیٰ علیہ السّلام کو بہکا کر اپنے آپ کو عیسیٰ علیہ السّلام
سے سجدہ کرانا چاہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے اُس ملعون کو جواب دیا ہے کہ قابلِ عبادت وہی ایک معبود
ہے جسکی سب عبادت کرتے ہیں اُسکے سوا نہ کسیکو سجدہ ہے نہ کسیکی عبادت ہے۔ اِس قصہ سے اور اس قصہ
کے علاوہ انجیل مرقس اور انجیل متی میں اسی قسم کی اور جو عبارتیں ہیں اُن سے یہ مسٔلہ بالکل غلط قرار پاتا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ
اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اُسکے پیارے تو کہہ پھر کیوں عذاب کرتا ہے تمکو تمہارے گناہوں پر کوئی نہیں تم بھی ایک انسان ہو
خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝
اُسکی پیدائش بخشے جسکو چاہے اور عذاب کرے جسکو چاہے اور اللہ کو ہی سلطنت آسمان و زمین کی اور جو دونوں کے بیچ ہے اور اُسیکی طرف رجوع ہے

منزل ۲

ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن اسحاق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز اہل کتاب
کے کچھ علماء آنحضرت کے پاس آئے آپنے اُنکو طرح طرح کی نصیحت کی اور عذاب آخرت سے ڈرایا اُنھوں نے
جواب دیا کہ عام لوگوں کی طرح ہمکو عذاب آخرت سے کیا ڈراتے ہو عام لوگوں اور ہم میں بڑا فرق ہے ہم عام
مخلوقات کی طرح نہیں ہیں بلکہ ہم خدا کے بیٹے اور پیارے ہیں اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور
اُنکے جواب کو یوں جھٹلایا کہ دنیا میں تو تمکو عام مخلوقات کی طرح تمہارے گناہوں کی سزا مل رہی ہے۔ بہت
لوگ تم میں سے سور اور بندر ہوگئے۔ تمام قوم کی بادشاہت نیست و نابود ہوگئی دن بدن ذلت و خواری
بڑھتی جاتی ہے پھر تمکو آخرت کا حال کیونکر معلوم ہوگیا کہ تمھیں آخرت میں عام خلائق کی طرح عذاب نہ ہوگا۔
یہود حضرت عزیر کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور بیٹے کے اولاد در اولاد بھی بیٹے کی برابر ہوتی ہے
اِس لیے حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ کی اولاد در اولاد ہونے کی مناسبت سے یہ لوگ اپنے آپ کو خدا کا بیٹا۔
پیارا اور عام مخلوق سے بالاتر گنتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن کی بخشش اور پرسش اللہ کی مرضی پر منحصر
ہے جسے وہ چاہے گا بخشے گا اور جس سے اُسے مواخذہ منظور ہوگا اُس سے مواخذہ کرے گا کسی کا بیٹا

پوتا ہو نا اُس دن بغیر مرضی اُس مالک الملک کے کچھ کام نہ آویگا۔ مطلب یہ ہی کہ ایسے پوتوں کی اُس دن بڑی خرابی ہی جو اپنے بڑوں کو خدا کا بیٹا اور شریک ٹھیراویں کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک شرک سے بیزار ہے زمین و آسمان کی بادشاہت میں نہ اُس کا شریک ہی نہ ولیعہد بلکہ ادنیٰ رعایا کی طرح اُس دن سب کو اُسکے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا +

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ فَتۡرَةٖ مِّنَ ٱلرُّسُلِ أَن تَقُولُواْ مَا جَآءَنَا

اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا تم پر بعد تھم جانے کے رسولوں کا کبھی تم کہو کہ ہمارے پاس نہ آیا

مِنۢ بَشِيرٖ وَلَا نَذِيرٖۖ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٞ وَنَذِيرٞۗ وَٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝

کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے

ابن جریر اور ابن اسحٰق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو اسلام لانیکی رغبت دلائی اور یہود نے اُس سے انکار کیا تو اُن کا یہ انکار دیکھکر معاذ بن جبل سعد بن عبادہ اور عقبہ بن وہب نے یہود سے کہا کہ خدا سے ڈرو بلا شک تم جانتے ہو کہ یہ نبی برحق ہیں اور انکے نبی ہونے سے پہلے خود تم لوگ انکے نبی ہونیکی خبر ہمکو دیا کرتے تھے اور انکے اوصاف بیان کرتے تھے۔ یہ سنکر رافع بن حرملہ نے کہا کہ ہم نے تم سے کبھی اس طرح کا تذکرہ نہیں کیا۔ بلکہ ہمارا کہنا تو یہ ہے کہ موسیٰ کے بعد کوئی نبی اللہ نے نہیں بھیجا۔ توارت کے بعد کوئی کتاب اللہ نے نہیں اتاری اُسپر اللہ تعالیٰ نے رافع وغیرہ کے قول کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی ایک نبی سے دوسرے نبی تک کا جو زمانہ ہوتا ہے اسکو زمانہ فترۃ کہتے ہیں جسکے معنے فتور کے ہیں حضرت عیسیٰ اور آنحضرت کے مابین چھ سو برس کا جو زمانہ ہوتا ہے اُس زمانے کا اس آیت میں ذکر ہے بعضے مفسروں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت کے بیچ میں خالد بن سنان ایک نبی کا اور بعضوں نے چار نبیوں کا جو ذکر کیا ہے وہ اس روایت کے مخالف ہے جو صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے آئی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میرے اور عیسیٰ بن مریم کے مابین کوئی اور نبی نہیں ہے مشرکین مکہ نے ملت ابراہیمی میں اور اہل کتاب نے توراۃ اور انجیل میں طرح طرح فتور ڈال رکھے تھے۔ نبوت کا زمانہ دور ہو گیا تھا اس سبب بغیر جدید نبی اور جدید شریعت کے اُن فتوروں کی اصلاح ممکن نہ تھی۔ اسی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا اور اُن پر وقت بوقت کے اصلاح حال کی آیات قرآنی نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کو اس عذر کا موقع باقی نہ رہے کہ پہلی نبوت کا زمانہ دور ہو گیا تھا دین الٰہی میں طرح طرح کے فتور پڑ گئے تھے اس سبب سے ہم لوگ راہ راست کو نہ حاصل کر سکے صحیح بخاری میں عطار بن یسار کی حدیث ہے جس میں توراۃ کے اوصاف میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صفت کا ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں جو کچھ کجی دین الٰہی میں آجاویگی اُس کی اصلاح کرینگے۔ یہ حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے۔ بشیر کے معنی فرماں برداروں کو عقبیٰ کی بہتری کی خوشخبری

ع ۸
منزل ۲

سُنانیوالا۔ نذیر کے معنی نافرمان لوگوں کو عقبیٰ کے عذاب سے ڈرانیوالا واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر اس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا پیدا کرنا یا توراۃ کے بعد کسی کتاب کا نازل کرنا اللہ کی قدرت سے کچھ باہر نہیں جو یہ لوگ اِس کا انکار کرتے ہیں بلکہ اصل توراۃ میں تو عیسیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ انجیل قرآن سب کی پیشین گوئی موجود ہے مگر ان لوگوں نے اپنی غرض ذاتی اور دشمنی سے توراۃ کی اِن آیتوں کو بدل ڈالا ہے جس کا خمیازہ قیامت کے دن اِنکو بھگتنا پڑیگا

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَآتَاكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کیے تم میں نبی اور کر دیا تمکو بادشاہ اور دیا تمکو

مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ

جو نہیں دیا کسیکو جہان میں اے قوم داخل ہو زمین پاک میں جو لکھدی ہے اللہ نے تمکو اور اُلٹے نہ جاؤ اپنی پیٹھ پھیر کر

فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ وَإِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنْ يَخْرُجُوا

پھر جا پڑوگے نقصان میں بولے اے موسیٰ وہاں ایک لوگ ہیں زبردست اور ہم ہرگز نہ جاویں گے جب تک وہ نکل جاویں وہاں سے پھر اگر وہ نکلیں

مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ

وہاں سے تو ہم داخل ہوں کہا اور مردوں نے ڈرنے والوں میں سے خدا کی نوازش تھی اُن پر گھس جاؤ اُن پر حملہ کر کر دروازے میں پھر جب تم اُس میں گھسوگے

فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ

تو تم غالب ہو اور اللہ پر بھروسا کرو اگر یقین رکھتے ہو بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اُس میں سو تو جا

أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں بولا اے رب ہمارے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی سو فرق کر دے ہم میں اور

الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ

بے حکم لوگوں میں کہا تو وہ حرام ہوئی اُن پر چالیس برس بھٹکتے پھریں گے ملک میں سو تو افسوس نکر بے حکم لوگوں پر

منزل ۲ ع ۷

اُوپر گزر چکا ہے کہ مصر سے شام کے ملک کا سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی غرض سے کیا تھا کہ قوم عمالقہ کو ملک شام کی بستیوں سے لڑکر نکال دیا جاوے اور بنی اسرائیل کو اُن بستیوں میں آباد کر دیا جاوے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے یہی ملک انبیاء کے رہنے کی جگہ ہے۔ ان آیتوں میں اُسی لڑائی کا ذکر ہے اسی لڑائی سے قصہ کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا تسلی فرمائی گئی ہے کہ اے رسول اللہ کے تم سے جن منافقین وغیرہ سے تمہاری دل شکنی کی باتیں جو کی ہیں یہ بات کچھ نئی نہیں ہے اِن لوگوں کے بڑوں نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام سے بڑی بڑی دل شکنی کی باتیں کر چکے ہیں حضرت اسحاق کی اولاد میں

ایک مدت تک نبوت اور بادشاہت رہی ہے۔ لڑائی کی رغبت دلانے کے لیئے لڑائی کی خواہش سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی اور نعمتوں کے ذکر میں بادشاہت کا بھی ذکر کیا تھا کہ بنی اسرائیل سمجھ جائیں کہ یہی لڑائی بنی اسرائیل کی آیندہ کی بادشاہت کی گویا بنیاد ہے۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کے رسول سچے ہیں۔ اس لڑائی کے بعد ملک شام میں بنی اسرائیل کی بادشاہت کی جو بنیاد قائم ہوئی اُسکی نظیر کے لیئے ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اور اُس بادشاہت کی یادگار کے لیئے ایک بیت المقدس کی عمارت کافی ہے۔ دیا تمکو جو نہیں دیا کسیکو جہان میں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً فرعون جیسے دشمن کا ہلاک ہونا اور دریا میں راستہ کا پیدا ہو جانا غرض اپنے زمانے میں بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی وہ وہ نعمتیں پائیں کہ اُس زمانہ کی کسی دوسری قوم کو وہ نعمتیں نصیب نہیں ہوئیں۔ جن دو شخصوں کا ذکر اس قصہ میں ہے ایک تو اُن میں یوشع بن نون حضرت موسیٰ کے نبانجے تھے اور دوسرے کالب بن یوحنا حضرت موسیٰ کے داماد تھے۔ بارہ چودھری جو عمالقہ کی حالت دریافت کرنے کو بھیجے گئے تھے اُن میں سے یہی دو شخص ایسے تھے جو خدا سے ڈر کر عہد پر قائم رہے عہد پر قائم رہنے کی توفیق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان دونوں شخصوں کو عطا ہوئی اُسی کو اللہ کی نعمت فرمایا ان دونوں شخصوں نے بنی اسرائیل کو یہ مشورہ دیا تھا کہ قوم عمالقہ کی بستی کا دروازہ گھیر لیا جائے جس سے باہر کی رسد بند ہو کر وہ لوگ ہراسان ہو جاوینگے اور پھر اپنے وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ تمکو فتح دیویگا لیکن بنی اسرائیل نے انکا مشورہ نہ مانا اور ان دونوں شخصوں کو پتھروں سے مارنے لگے تب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کی یہ سرکشی دیکھی تو اللہ تعالیٰ سے آخری حکم کے نازل ہونیکی التجا کی۔ آخری حکم یہ ہوا کہ چالیس برس تک بنی اسرائیل اسی شام کے جنگل میں قید رہے نہ پلٹ کر مصر جا سکتے تھے نہ ملک شام کی کسی بستی میں قدم رکھ سکتے تھے۔ جتنے لوگوں نے سرکشی کی باتیں کی تھیں وہ اسی قید میں مر گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق حضرت ہارون اور حضرت موسیٰؑ کی وفات بھی اسی چالیس برس کے اندر ہو گئی۔ حضرت موسیٰ کے بعد یوشع بن نون موجودہ بنی اسرائیل کے نبی ہوئے اور اُن ہی کے عہد میں شام کا ملک بنی اسرائیل کے ہاتھ آیا۔ چالیس برس کی قید کا حکم سن کر حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل کی حالت پر کچھ افسوس ہوا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول اللہ کے ایسی سرکش قوم کی حالت پر کچھ افسوس نکرنا چاہیئے انکی سزا یہی تھی جو انھوں نے بھگتی۔ ملک شام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے انبیا کے رہنے کی جگہ ہے اور اسی سرزمین میں طور پہاڑ ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہوا ہے اسی سبب سے اسکو زمین پاک فرمایا۔ یہاں اکثر مفسروں نے عوج بن عنق کا ایک قصہ نقل کیا ہے کہ عمالقہ میں وہ بڑا شہ زور بلند قد تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو قتل کیا لیکن اس قصہ کی روایت اطمینان کے قابل نہیں ہے ؎

لا یحب اللہ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ ۔ وقف لازم

اور سنا اُنکو تحقیق احوال آدم کے دو بیٹوں کا جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز پھر قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے سے کہا میں تجکو مار ڈالونگا وہ بولا

إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ ۔ النصف

کہ اللہ قبول کرتا ہے ادب والوں سے اگر تو ہاتھ چلاویگا مجھ پر مارنے کو میں نہ ہاتھ چلاؤنگا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں

اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ

اللہ سے جو صاحب ہے سب جہان کا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو دوزخ والوں میں اور یہی سزا ہے بے انصافوں کی

فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي

پھر اُسکو راضی کیا اُسکے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اُسکو مار ڈالا تو ہو گیا زیان والوں میں پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا کہ کریدتا زمین کو کہ اسکو دکھاوے کس طرح چھپاتا ہے

سَوْأَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْأَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ۔ ۵ع

عیب اپنے بھائی کا بولا اے خرابی مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوے کے کہ میں چھپاؤں عیب اپنے بھائی کا پھر لگا پچھتانے

اُوپر ذکر تھا کہ نافع بن حرملہ وغیرہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے یہ قابیل اور ہابیل کا قصہ فرما کر یہود کی تنبیہ فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توراۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جو تھے اُن اوصاف سے یہ یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے تھے جس طرح ہر شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے۔ لیکن فقط اس حسد کے سبب سے یہ لوگ آپکی نبوت کے منکر ہو گئے کہ نبی اسمٰعیل میں نبی کیوں پیدا ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں سب سے پہلے حسد کرنے والے شخص قابیل کا انجام ان لوگوں کو یاد دلا کر یہ سمجھایا کہ حسد کا آخری انجام بُرا ہے۔ قابیل نے اپنے حقیقی بھائی ہابیل کے حال پر حسد کیا اور پھر آخر کو پچھتایا تم لوگ بھی اللہ کے رسول اپنے چچا زاد بھائی کی حالت پر یونہی حسد کرتے رہوگے تو آخر کو دین و دنیا میں یوں ہی پچھتاؤ گے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ دُنیا کا پچھتاوا تو ہو چکا کہ مدینہ کے گرد و نواح میں بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ تینوں قبیلے یہود کے رہتے تھے۔ جن میں بنی قینقاع۔ بنی نضیر کا اخراج ہوا۔ اور بنی قریظہ قتل کیے گئے۔ دین کا پچھتاوا ابھی وقت مقرر پر سب کی آنکھوں کے سامنے آجاویگا معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود کی جو روایتیں ہیں اُن کے موافق ہابیل کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم کے زمانے میں بھائی بہن کا نکاح اس ضرورت سے جائز تھا کہ اُس وقت سوائے بہن کے اور کوئی غیر لڑکی دنیا میں پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ایسے نکاح میں اسقدر احتیاط کا کرنا ضرور تھا کہ ایک حمل کے بھائی بہن کا نکاح نہیں ہوتا تھا۔ قابیل نے اپنے ساتھ کی پیدا ہوئی بہن سے نکاح کرنا چاہا حضرت آدم نے اس بات سے انکار کیا۔ جب قابیل نے اصرار کیا تو حضرت آدم نے یہ فیصلہ کیا کہ قابیل

اور ہابیل دونوں بھائی ملکر اللہ کی نیاز کریں جسکی نیاز قبول ہو جاویگی اُسی کا نکاح اُس لڑکی سے کر دیا جاوے گا پہلے زمانہ میں نیاز قبول ہو جانیکی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک آگ آن کر نیاز کی چیز کو جلا دیا کرتی تھی۔ اِس نشانی کے موافق ہابیل کی نیاز قبول ہو گئی اور اسی سبب سے قابیل کو اپنے بھائی ہابیل کی حالت پر ایک رشک اور حسد پیدا ہو گیا جس سے اُس سے موقع پاکر اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ یہ پہلا خون تھا جو دنیا میں واقع ہوا صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابیل نے پہلے پہل خونِ ناحق کا طریقہ نکالا اس لیئے دنیا میں جو خونِ ناحق اب ہوتا ہے تو ایک خون ناحق کا وبال قابیل کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جاتا ہے۔ اُس وقت تک مُردے کے دفن کرنیکا طریقہ دنیا میں جاری نہیں تھا اِس لیئے اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کی معرفت یہ طریقہ قابیل کو سکھایا تاکہ آیندہ بنی آدم میں یہ طریقہ رواج پکڑ جائے۔ قابیل کوّے سے یہ طریقہ سیکھ کر اپنی نادانی پر بہت پچھتایا کہ ایک جانور کے برابر بھی مجکو عقل نہیں۔ اسی نادانی کے سبب سے میں نے اپنے بھائی کو ناحق مار ڈالا۔ ہابیل اللہ کے نبی کے حکم پر تھا اِس لیئے اُس نے اپنے آپکو متقیوں میں شمار کیا تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے ذاتی گناہوں کے علاوہ میرے خون ناحق کا وبال بھی تیرے ذمہ رہے

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ
اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی مار ڈالے ایک جان سوا بدلے جان کے یا فساد کرنے پر

فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ
ملک میں تو گویا مار ڈالا سب لوگوں کو اور جسنے جِلایا ایک جان کو تو گویا جِلایا سب لوگوں کو اور

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۝
لا چکے ہیں اِن پاس رسول ہمارے صاف حکم پھر بہت لوگ اُن میں اِس پر بھی ملک میں دست اندازی کرتے ہیں۔

یہ آیت گویا ہابیل اور قابیل کے قصہ کا نتیجہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک بھائی نے ایک ذرا سے حسد پر اپنے بھائی کو بیدھڑک مار ڈالا اور اُسکے خون ناحق کا کچھ بھی خیال نہ کیا بلکہ آیندہ خونِ ناحق کا اوروں کے لیئے دنیا میں ایک راستہ ڈالدیا تو اللہ تعالیٰ نے اس گناہِ عظیم کے روکنے کا یہ انتظام فرمایا کہ توراۃ میں بنی اسرائیل کو خونِ ناحق سے روکنے کے لیئے یہ تاکید فرمادی کہ جو شخص ایک خون ناحق کرے گا تو اُسکو خونِ ناحق کا پھیلانے والا شمار کیا جائیگا اور یہ رسم پھیل کر دنیا میں جسقدر خون ناحق ہونگے ہر ایک خون کیوقت قابیل کی طرح اِس رسم کے پھیلانے والے شخص کے نامۂ اعمال میں بھی ایک خون کا وبال لکھا جاویگا۔ اور جو شخص مظلوموں کی مدد کریگا خونِ ناحق کو روکے گا وہ شخص اِس رسمِ بد کا روکنے والا اور ایک جہان بھر کی زیست اور امن کے اجر کا باعث ٹھیرے گا۔ آگے فرمایا کہ باوجود اس سخت حکم کے بنی اسرائیل کی جرأت قابیل سے بھی بڑھ گئی کہ اُنھوں نے عام لوگوں کے

خون ناحق کے علاوہ انبیاء کے خون ناحق کی جرأت بھی کی جس کا خمیازہ ایک دن وہ بھگتیں گے۔ بنی اسرائیل نے انبیاء اور علماء کو جو شہید کیا اُس کا ذکر سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے صحیح مسلم میں جریر بن عبد اللہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی نیک کام کا رواج پھیلا دیگا اُسکو اُس کا بھی اجر ملیگا۔ اور قیامت تک جو شخص اُس نیک کام پر عمل کریگا اُس نیک کام پر عمل کرنے والے شخص کی برابر اس نیک کام کے رواج پھیلانے کا بھی اجر ملیگا۔ پھر فرمایا یہی حال بد کام کے رواج پھیلانے والے کا ہے یہ حدیث اس آیت کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت اگرچہ یہود کی شان میں ہے لیکن اُسکے حکم میں اُمت محمدیہ بھی شریک ہے۔

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ

یہی سزا ہے اُنکی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کہ اُنکو قتل کیجئے یا

يُصَلَّبُوٓاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ ٱلْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى ٱلدُّنْيَا وَلَهُمْ

سولی چڑھایئے یا کاٹیے اُنکے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا یا دور کریے اس ملک سے یہ اُنکی رسوائی ہے دنیا میں اور اُنکو

فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُواْ مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُواْ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

آخرت میں بڑی مار ہے مگر جنھوں نے توبہ کی تمھارے ہاتھ پڑنے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ع ۸ / ۹   منزل ۲

عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ اور ابن جریر نے حضرت انس کی روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ بحرین کے رہنے والے قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ جو مرتد ہو کر صدقہ کے اونٹ چوری سے ہانک کر لیگئے تھے اور چرواہے کو بھی قتل کر گئے تھے۔ جن کو آنحضرت نے پھر پکڑوا لیا اور مروا ڈالا اُنکی شان میں یہ آیت اُتری ہے اور جمہور مفسرین کا یہ قول ہے کہ راہ زنی کرنے والا خواہ مرتد ہو یا مسلمان سب کی سزا کے بیان میں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ اور جس طرح عبد الرزاق اور ابن جریر نے اپنی تفسیروں میں قبیلہ عرینہ کے قصے کو اس آیت کا شان نزول قرار دیا ہے اسی طرح ابو داؤد نے بھی اس قصہ کو شان نزول اس آیت کا قرار دیا ہے اور یہ قصہ بدون ذکر شان نزول آیۃ کے صحیحین میں بھی آیا ہے اور حاصل قصہ کا یہ ہے کہ آنحضرت کا ایک غلام تھا اُس کا نام یسار تھا وہ نماز دل لگا کر پڑھا کرتا تھا اس لیے آپ نے اُسکو آزاد کر دیا تھا اور صدقہ کے نو دس اونٹ دودھ کی اونٹنیاں خود آنحضرت کی مدینہ کے جنگل میں چرا کرتی تھیں اُنکو یہ یسار چرایا کرتا تھا۔ یہ عرینہ قبیلہ کے لوگ کچھ دنوں تو مسلمان ہو کر خاص مدینہ میں رہے پھر اُنکے پیٹ بڑھ گئے اور رنگ زرد ہو گئے تو اُنھوں نے مدینہ کی آب وہوا کی آنحضرت سے شکایت کی اس لیے آپ نے ان لوگوں کو یسار کے ساتھ جنگل جانے کا حکم دیا تھا۔ ایک روز اُنھوں نے موقع پا کر کانٹے چبھو کر یسار کی آنکھیں پہلے پھوڑ ڈالیں پھر یسار کو قتل کر کے وہ اونٹ اور اونٹنیاں لیکر اپنے وطن بحرین کی طرف مرتد ہو کر بھاگ گئے جب مدینہ میں یہ خبر پہنچی تو آنحضرت نے جریر بن عبد اللہ کو سردار قرار دیکر کچھ مسلمانوں کو قبیلہ

عرینہ کے لوگوں کی تلاش میں روانہ کیا اور یہ لوگ آخر کو پکڑے آئے اور آپ نے اُنکی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور اُن کو قتل کر ڈالا۔ اب اس قصہ سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک تو یہ کہ بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ اس حدیث میں آنکھوں کی سلائی پھیرنے کا جو ذکر ہے وہ اس آیت سے منسوخ ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلم نسائی اور ترمذی کی حضرت انس کی حدیث میں جب یہ صراحت آچکی ہے کہ اُن لوگوں نے یسار کی آنکھیں پھوڑ ڈالی تھیں تو اس حدیث میں اُن لوگوں کی آنکھوں کا پھوڑنا العین بالعین کے موافق بطور قصاص کے تھا جو منسوخ نہیں ہے۔ اسی طرح بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ آیت آنکھوں کی سلائی پھیرنے پر بطور عتاب کے نازل ہوئی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ قصاص میں عتاب کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ بات صحیح روایتوں میں ہے کہ جریر بن عبداللہ کا اسلام لانا سورۂ مائدہ کے نزول کے بعد ہے اس وجہ سے بعضے مفسروں کا یہ قول بھی صحیح نہیں ہے کہ وہ حدیث کا قصہ آیت کے نزول سے بہت پہلے ہے بجاذبون کے معنی محاربہ سے ہے محاربہ کے معنے مخالفت کے ہیں۔ قتادہ کے قول کے موافق اس آیت میں محاربہ کے معنی راہ زنی کے ہیں۔ یہ قتادہ طبقۂ تابعین میں ثقہ اور قدیم مفسروں میں ہیں۔ نا قابلِ اعتراض سند سے مسند امام احمد تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ راہ زن اگر فقط راستہ لوٹے تو اس کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پیر کاٹا جاوے اگر کسی کو قتل کر کے مال لوٹے تو ایسے راہ زن کو پہلے قتل کیا جاوے پھر لوگوں کی عبرت کے لیے اُسکو سولی پر چڑھایا جاوے۔ اگر فقط قتل کرے اور مال نہ لوٹے تو اُسکی سزا فقط قتل ہے۔ اگر فقط راہ زنی کے ارادہ سے کہیں بیٹھا ہو نہ کسی کا مال ابھی اُس نے لیا ہو نہ کسی کو جان سے مارا ہو تو ایسے راہ زن کا اُس سرزمین سے اخراج کر دینا کافی ہے۔ آگے فرمایا راہ زنوں کی یہ سزا تو دنیوی ہے اگر پکڑے جانے سے پہلے بغیر توبہ کے وہ مر گئے یا پکڑے گئے اور دنیوی سزا کے بعد بھی مرتد رہے تو عقبیٰ میں اُنکو سخت عذاب بھگتنا پڑیگا۔ صحیح بخاری اور مسلم میں عبادہ بن صامت کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمان شخص کے حق میں دنیوی سزا کفارہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی سزا کے بعد آخرت کے عذاب کا حکم جو اس آیت میں ہے وہ مرتد کے لیے ہے اب پکڑے جانے سے پہلے جس راہ زن نے توبہ کر لی اگر ایسا راہزن مرتد تھا تو اسلام کے بعد اُسکو سزا نہ دیجاویگی اور اگر ایسا راہزن مسلمان تھا تو اُسکو چوری کی سزا دینے کے اکثر سلف قائل نہیں ہیں آیت میں بھی پکڑے جانے سے پہلے جو توبہ کر لیوے اُسکو عام طور پر بیان فرمایا ہے مرتد اور مسلمان دونوں میں کچھ فرق نہیں رکھا۔ توبہ کے بیان میں یہ اوپر گزر چکا ہے کہ حق العباد کے گناہ میں فقط توبہ کافی نہیں ہے بلکہ صاحب حق کی معافی یا تلافی سے توبہ کامل کر لیوے تاکہ قیامت کے دن آسے اس حق کے معاوضہ میں اپنی نیکیاں صاحب حق کو نہ دینی پڑیں۔ صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن بعضے لوگوں کے اعمال نامہ

میں سب طرح کے نیک عمل ہونگے۔ لیکن اُنکے ذمہ لوگوں کے حقوق ہونگے جن حقوق کے معاوضہ میں وہ سب نیک عمل صاحب حق لوگوں کو دلجاوینگے اور یہ نیک عمل والے لوگ خالی ہاتھ رہ کر جہنم میں چلے جاوینگے۔ یہ حدیث آیت کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان راہزن صاحب حق شخص کا کچھ معاوضہ دنیا میں نہ کرے گا تو قیامت کے دن وہ معاوضہ اس طرح ہوگا جس کا ذکر اس حدیث میں ہے ❁

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ
اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اُس تک وسیلہ اور لڑائی کرو اُسکی راہ میں
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ
شاید تمہارا بھلا ہو جو کافر ہیں اگر اُنکے پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اُسکے ساتھ اتنا اور
لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ يُرِيدُونَ أَنْ
کہ چھڑائی میں دیں اپنی قیامت کے عذاب سے وہ اُن سے قبول نہ ہو اور اُنکو دکھ کی مار ہے چاہیں گے کہ
يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ۝
نکلجاویں آگ سے اور وہ نکلنے والے نہیں اور اُنکو عذاب دائم ہے

اُوپر اُن لوگوں کا ذکر تھا جو دنیا کے تھوڑے سے مال و متاع کے لالچ میں پھنس کر مرتد ہو گئے تھے اور راہزنی کرنے لگے تھے۔ اُسی ذیل میں مسلمانوں کو ان آیتوں میں اس طرح کے خیالات سے روکا اور فرمایا کہ ہر ایماندار کو اس طرح کی باتوں سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ ہر ایماندار شخص ہاتھ سے پیر سے جان سے مال سے زبان سے غرض جس طرح ہو سکے خالص راہ خدا کے نیک کاموں میں لگا رہے تاکہ وہ نیک کام اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حاصل کرنیکا ذریعہ قرار پاسکیں پھر فرمایا کہ یہ باتیں جو بتائی گئیں یہی باتیں ایسی ہیں جن سے عقبیٰ میں انسان کی بہتری اور کامیابی کی صورت نکل سکتی ہے فِي سَبِيلِهِ کا یہ مطلب ہو کہ جو نیک کام خالص راہ خدا کی نیت سے نہ کیا جاویگا بلکہ اُس میں ریاکاری یا دنیا کے کسی اور مقصد کا دخل ہوگا ایسا کام نہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو سکتا ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار پا سکتا ہے ابوداؤد اور نسائی میں ابی امامہ کی صحیح حدیث ہو جو اُوپر گزر چکی ہے اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کام خالص راہ خدا کی نیت سے نہ کیا جاویگا وہ رائگاں ہے بارگاہ الٰہی میں اس طرح کا نیک کام ہرگز قبول نہیں ہو سکتا۔ یہ حدیث فِي سَبِيلِهِ کی گویا تفسیر ہے۔ جن لوگوں کا اُوپر ذکر تھا آگے اُس ذکر کو پورا کیا کہ وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو دنیا کے تھوڑے سے مال و متاع کے لیئے ایسے کام کرتے ہیں جس سے وہ جنت کو ہاتھ سے دیکر وہاں کا ہمیشہ کا عذاب اپنے سر پر لیتے ہیں کیونکہ دنیا کے تھوڑے سے مال و متاع کی تو کیا حقیقت ہو جو وہ عذاب کا معاوضہ قرار پا سکے

منزل ۲

وہ عذاب تو ایسا بھاری اور لازمی ہے کہ تمام دنیا کے مال و متاع کو ایک جگہ کیا جاکر اُسی قدر مال و متاع اُس میں
اور ملایا جائے تو یہ سب کچھ اُس عذاب کا معاوضہ نہو سکے گا قد افلح المؤمنون میں آویگا کہ جب اس طرح
کے دوزخی لوگ دوزخ سے نکالے جانے کی التجا اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو اس طرح
دھتکار دیگا جس طرح کوئی کتے کو دھتکار دیتا ہے اور سورۂ زخرف میں آویگا کہ عذاب کی سختی سے تنگ آنکر جب اس طرح
کے دوزخی موت کی التجا اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کرینگے تو یہ جواب ملیگا کہ دوزخ میں موت نہیں ہے تم کو
ہمیشہ اسی حال میں یہاں رہنا پڑیگا۔ یہ آیتیں آیت یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین
منہا ولہم عذاب مقیم کی گویا تفسیر ہیں ⁂

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو انکے ہاتھ سزا اُنکی کمائی کی تنبیہ اللہ کی طرف سے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

فَمَن تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ

پھر جس نے توبہ کی اپنی تقصیر کے پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ اُسکو معاف کرتا ہے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے تو نے معلوم نہیں کیا کہ اللہ کو ہے سلطنت آسمان

وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

و زمین کی عذاب کرے جسکو چاہے اور بخشے جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

منزل ۲

راہزنوں کے ذکر کے بعد یہ چوروں کا ذکر فرمایا چور کا ہاتھ کاٹنا اور خون بہا کا ادا کرنا شریعت محمدی سے پہلے
بھی قریش میں جاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی میں اُسی رواج کو قائم فرما دیا ہے جس عورت مخزومیہ
کے ہاتھ کاٹنے کے وقت یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں اُس عورت کا قصہ صحیحین اور مسند امام احمد بن حنبل
وغیرہ میں جو کچھ مذکور ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت ایک عورت نے چوری کی تھی قریش کو اُس عورت
کا ہاتھ کٹنا شاق تھا اس لیئے قریش نے اُسامہ بن زید سے آنحضرت کی خدمت میں سفارش کرائی آپ کو یہ
سفارش سنکر بڑا غصہ آیا اور آپنے فرمایا کیا تعزیرات الٰہی میں بھی بندوں کی سفارش کا کچھ دخل ہو سکتا ہے
بالفرض محمد کی بیٹی فاطمہؓ بھی کچھ چرا لے تو اُسکا بھی ہاتھ کاٹا جاویگا۔ غرض آپنے اُس عورت کے ہاتھ کاٹنے
کا حکم دیا۔ اور جب اُس عورت کا ہاتھ کٹ چکا تو اُس عورت نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت میری توبہ بھی قبول
ہوگی آپنے فرمایا اب تو ایسی ہوگئی جیسے آج تیری ماں نے تجکو جنا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ کسقدر مال کی چوری پر
ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ اِس میں علماء کا اختلاف ہے۔ عبد اللہ بن مسعود و سفیان ثوری اور امام ابو حنیفہ کے
نزدیک تین درم اور امام شافعی کے نزدیک چہارم حصہ دینار کا اور امام احمد کے نزدیک چہارم حصہ دینار کا یا
تین درم یہ مقدار ہر ایک کے نزدیک مقرر ہے اور دلیل ہر ایک مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہے ایک شخص

ابوالعلا شاعر نے بغداد کے فقہا پر ایک اعتراض جو اس چوری کی مقدار کا کیا ہے وہ مشہور ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ ایک شخص کسی شخص کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو شرع میں اُس کا خونبہا پانسو دینار ہیں اور ایک شخص کسی شخص کی کچھ چیز چرا لے تو تین درہم پر وہی پانسو اشرفی کی قیمت کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ علمار نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ شریعت کے احکام بُرے کاموں سے روکنے کے لئے ہیں۔ اِس واسطے چور کو یوں روکا گیا ہے کہ تین درم تک ہاتھ کٹ جانیکا خوف رہے اور خون خرابی والوں کو خانہ جنگی سے یوں روکا گیا ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ بھی تم کاٹو گے تو پانسو اشرفیاں جرمانہ بھرنا پڑیگا بعضے علمار نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ چور کے ہاتھ کی قیمت تین درہم خدا نے رکھی ہے اور سچے ہاتھ کی قیمت پانسو اشرفی۔ اکثر علمار کے نزدیک توبہ کرنے سے ہاتھ کاٹنے کی سزا ساقط نہیں ہوتی ہاتھ کاٹنے کے بعد اگر چوری کا مال چور کے پاس نکل آئے تو مالک کو اُسکے دلانے میں سب کا اتفاق ہے اور اگر وہ مال ضائع ہو گیا ہو تو تاوان دلانے میں اختلاف ہے جسکی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ آخر کو فرمایا آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے اُسکے حکم میں کوئی دخل نہیں دیسکتا جسکی توبہ خالص ہو اُسکو وہ بخشدیوے تو اُسے اختیار ہے اور جسکی توبہ خالص نہیں اور وہ اُسے نہ بخشے تو بھی اُسے اختیار ہے۔ غرض کوئی بات اُسکی قدرت اور اُسکے اختیار سے باہر نہیں اور وہ عالم الغیب ہے توبہ کا خالص ہونا اور نہ ہونا اُسی کو خوب معلوم ہے ٭

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

اے رسول تو غم نہ کھا اُن پر جو دوڑ کر گرتے ہیں منکر ہونے وہ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ

اور اُن کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کو اور جاسوس ہیں دوسری جماعت کے

يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا

جو تجھ تک نہیں آئے بے اسلوب کرتے ہیں بات اُس کا ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں اگر تمکو یہ ملے تو لو اور اگر یہ نہ ملے تو بچتے رہو

وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ

اور جسکو اللہ نے بچارنا چاہا سو تو اُس کا کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے یہاں وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ

اُن کو دنیا میں ذلت ہے اور اُنکو آخرت میں بڑی مار ہے بڑے جاسوس جھوٹ کہنے کو اور بڑے حرام کھانے والے

صحیح مسلم کی براء بن عازب کی روایت کے موافق صحیح شانِ نزول ان آیتوں کی وہی سنگساری کا قصہ ہے جس کا ذکر عبداللہ بن عمر کی حدیث کے حوالے سے آگے آتا ہے غرض دنیا کے چوروں کے ذکر کے بعد ان آیتوں میں دین کے چوروں کا ذکر فرمایا۔ اِن چوروں میں ایک گروہ تو منافقوں کا تھا جو ظاہر میں مسلمان تھے اور

اُنکے دل میں منافق پنے کا چور لگا ہوا تھا۔ دوسرا گروہ یہود کا تھا کہ اُنھوں نے توراۃ کے بہت سے احکام اپنی طرف سے بنائے تھے اور اصل احکام کو اس طرح چھپا رکھا تھا جس طرح چور کسی چوری کی چیز کو چھپاتا ہے اپنے بنائے ہوئے احکام کو رواج دینے کے لیئے یہود کے علما یہ بھی شرارت کیا کرتے تھے کہ اپنے جاہل لوگوں کے بعضے مقدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ کے پاس فیصلہ کو بھیج دیا کرتے تھے اور ان جاہلوں سے یہ بھی کہہ دیا کرتے تھے کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو نبی آخر الزمان کہتے ہیں انکو توراۃ کے احکام معلوم نہیں ہیں اس واسطے اس قسم کے مقدمات کا جس طرح سے ہمیشہ ہم لوگ فیصلہ کیا کرتے تھے اُسی طرح کا فیصلہ یہ نبی آخر الزمان کردیویں تو اُس فیصلہ کو مان لینا نہیں تو ہرگز نہ ماننا۔ یہود کی اور منافقوں کی دوستی تھی اس لیئے منافق لوگ جاسوسی کے طور پر مسلمانوں کی مجلس میں آنکر بیٹھا کرتے تھے اور یہ خبر لیا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن مقدمات میں کیا فیصلہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں منافقوں اور یہود دونوں کے فریب سے اپنے رسول کو آگاہ کردیا اور فرمایا کہ منافق لوگ تو یہ فریب کی باتیں اس لیئے کرتے ہیں کہ انکا ایمان فقط زبانی ہے اور انکے دل میں طرح طرح کے فریب بھرے ہوئے ہیں۔ یہود کے علماء نے رشوت کے لالچ سے غلط مسئلے تراش لیئے ہیں۔ اس لیئے وہ ان مسئلوں کا رواج قائم رکھنے کو طرح طرح کے فریب کرتے ہیں مثلاً ان لوگوں نے بیاہے ہوئے مرد و عورت کے سنگسار کرنے کی جگہ کوڑے ماردینے اور کالا منہ کرکے بستی میں پھرا دینے کی سزا تراش رکھی تھی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خیبر کے ایک مرد اور عورت کے مقدمہ میں یہی فیصلہ چاہتے تھے اور سنگساری کے حکم کو توراۃ میں نہیں بتلاتے تھے۔ آخر جب توراۃ لائی گئی تو وہ حکم نکلا جسکا قصہ صحیح بخاری و مسلم کی عبداللہ بن عمر کی روایت میں ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے کفر و نفاق کی پیش قدمی اور انکے فریبوں پر اے رسول اللہ کے تمکو کچھ غمگین نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ گناہ کرتے کرتے ان لوگوں کے دل سیاہ زنگ آلودہ ہوگئے ہیں جن میں نصیحت کے اثر کی کچھ گنجایش نہیں رہی اس واسطے زبردستی انکے دلوں کی سیاہی کو دھونا اور انکو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کے انتظامی ارادے کے بالکل برخلاف ہے کیونکہ دنیا کسیکو مجبور کرنیکے لیئے نہیں پیدا کی گئی بلکہ دنیا تو نیک و بد کی آزمایش کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب گناہ پر گناہ کرنے سے آدمی کے دلپر زنگ لگ کر اُس کا دل مرجاتا ہے کسی نیک کام کا ارادہ اُسکے دل میں باقی نہیں رہتا۔ تبارک الذی میں آویگا کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کے امتحان کے لیئے پیدا کی گئی ہے ابوہریرہ کی یہ حدیث اور تبارک الذی کی آیت لیبلوکم ایکم احسن عملا گویا ان آیتوں کی تفسیر ہے۔ آخر کو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی عادتوں سے باز نہ آئے تو دنیا میں انکی طرح طرح کی ذلت ہوگی اور عقبیٰ میں انکو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس تفسیر میں کئی جگہ منافقوں اور یہود کی دنیوی ذلت کا تذکرہ ہوچکا ہے

معنوی عذاب بھی وقت مقررہ پر سب کی آنکھوں کے سامنے آجائیگا حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کے موافق سحت کے معنی رشوت کے ہیں سورۂ نساء میں یحرفون الکلم عن مواضعہ اور یہاں یحرفون الکلم من بعد مواضعہ فرمایا ان دونوں آیتوں کو ملانے سے مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں نے کہیں تو تورات کے لفظوں کے معنی غلط تراشے ہیں اور کہیں تورات کے لفظوں کو بدل ڈالا ہے۔ اگرچہ بعضی عیسائی علماء نے تورات کے لفظوں کے بدلے جانیکا انکار کیا ہے لیکن عیسائی علماء اور اہل اسلام کے اکثر مباحثوں میں توراۃ کی عبارتوں کی مثالیں پیش ہو کر یہ بات اچھی طرح ثابت ہو گئی ہے کہ یہود نے توراۃ میں لفظی اور معنوی دونوں طرح کا تبدل و تغیر کیا ہے سورۂ احزاب کی تفسیر میں آویگا کہ اس سورت میں سنگسار کرنیکی آیت تھی جسکی تلاوت منسوخ ہو گئی مگر حکم باقی ہے۔ اس حکم کے باقی رہنے کی تائید میں صحیح بخاری و مسلم وغیرہ کی عمرؓ کی وہ حدیث ہے جس میں عمرؓ نے فرمایا سنگسار کرنے کی آیت قرآن میں تھی جسکو ہم لوگوں نے پڑھا اور یاد کیا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے رسول کے بعد ہم لوگوں نے اُس آیت کے موافق عمل کیا ہے لیکن اُسکی تلاوۃ منسوخ ہو گئی ہے اس لیے مجکو خوف ہے کہ کچھ زمانے کے بعد لوگ اس حکم الٰہی کا انکار کر کے گمراہ ہو جاوینگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اندیشہ بہت صحیح تھا۔ کیونکہ خارجی لوگ اور فرقہ معتزلہ کے بعضے آدمی اس حکم الٰہی کے منکر ہو گئے صحیح ابن حبان میں ابی بن کعب کی روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما سورۂ احزاب میں تھی ؂

منزل ۲

فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ

سو اگر آویں تجھ پاس تو حکم کر دے ان میں یا تغافل کر ان سے اور اگر تو تغافل کریگا تو تیرا کچھ نہ بگاڑینگے

اس آیت کے منسوخ ہونے اور نہونے میں علماء کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ اس آیت کے حکم کے موافق پہلے اہل کتاب جب آنحضرتؐ کے پاس کوئی جھگڑا فیصلہ کرنے کو لاتے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا کہ خواہ آپ فیصلہ کریں یا پہلو تہی کر جاویں لیکن جسوقت آگے کی آیت وان احکم بینھم بما انزل اللہ نازل ہوئی تو وہ پہلو تہی کی صورت منسوخ ہو گئی۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ناسخ اور منسوخ میں ایک حکم کا دوسرے حکم کے مخالف ہونا ایک ضروری شرط ہے ان دونوں میں یہ شرط موجود نہیں ہے۔ کس لیے کہ پہلی آیت میں فیصلہ کرنے اور پہلو تہی کرنے کی دونوں صورتیں بیان فرما کر دوسری آیت میں فیصلہ کرنے کی صورت کی صراحت فرمائی ہے کہ جب فیصلہ کرنے کا موقع ہو تو اُنکی خواہشوں کا کچھ خیال نہ کیا جائے بلکہ جس طرح قرآن شریف میں حکم اُترا ہے بیدھڑک اُسکے موافق فیصلہ کیا جائے۔ اس صورت میں پچھلی آیت اگلی آیت کی تفسیر ہے ناسخ نہیں ہے۔ امام احمد نے اس پچھلی تقریر کی بہت تائید کی ہے اور امام شافعی بھی اس آیت کے منسوخ ہونے کو

تسلیم نہیں کرتے۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ نے بھی فوز الکبیر میں امام احمد کی تائید کو اختیار کیا ہے اور اس آیت کو منسوخ نہیں تسلیم کیا۔ حاصل یہ ہے کہ یہود جو مقدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کو بھیجتے تھے اُس سے یہود کی یہ غرض نہیں تھی کہ شرع محمدی حق ہے بلکہ اُس کا مطلب یہ تھا کہ توراۃ کے مسائل کی ناواقفی کے سبب سے اگر آپ ہمارے دستور کو سنکر اُسکے موافق کوئی فیصلہ کر دیوینگے تو ہمارے ایجادی مسئلوں کا زیادہ رواج ہو جاویگا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنکی اس شرارت کے روکنے کے لیئے فرمایا کہ جب یہ لوگ اس طرح کے فریب سے مقدمات کا فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو اے رسول اللہ کے یہ بات اللہ تعالیٰ نے تمہاری مرضی پر منحصر رکھی ہے کہ خواہ اُنکے مقدمات کا فیصلہ قرآن کے موافق کیا کرو یا خواہ ٹالدیا کرو اور تم اُنکے مقدمات کا فیصلہ نہ کروگے تو وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اللہ تعالیٰ ہر طرح اُنکی مخالفت سے بچانے والا ہے

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ

اور اگر حکم کرے تو حکم کر اُن میں انصاف کا اللہ چاہتا ہے انصاف والوں کو اور کس طرح تجکو منصف کرینگے

وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

اور اُنکے پاس توریت ہے جس میں حکم اللہ کا پھر اُس پیچھے پھرے جاتے ہیں اور وہ ماننے والے نہیں

ع

منزل

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا

ہم نے اُتاری توریت اُس میں ہدایت اور روشنی اُسپر حکم کرتے ہیں پیغمبر جو حکم بردار تھے یہود کو

وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ

اور درویش اور عالم اس واسطے کہ نگہبان ٹھیرائے تھے اللہ کی کتاب پر اور اُسکی خبرداری پر تھے

شُهَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا

سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خرید کرو میری آیتوں پر مول تھوڑا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○

اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اُتارے پر سو وہی لوگ منکر ہیں

ابن جریر ابن حاتم ابن اسحٰق نے عبداللہ بن عباس سے یہ قصہ ان آیتوں کی شان نزول کے طور پر روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس اور چند یہود کے علماء نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فریب کیا کہ ظاہر میں آپ سے آنکر کہا کہ ہم سے اور ہماری قوم کے لوگوں سے مخالفت ہو گئی ہے ہم چند مقدمہ آپکے پاس لائے ہیں اُن مقدموں کو اگر آپ ہماری خواہش کے موافق فیصلہ کر دیوینگے تو ہم اسلام لے آوینگے اور ہم لوگ عالم کہلاتے ہیں اس لیئے ہمارا اسلام دیکھکر عام لوگ بھی مسلمان ہو جاوینگے اور باطن میں اُنکے

جی میں یہ فریب تھا کہ اگر آپ دھوکا کھا کر خلافِ حکمِ الٰہی فیصلہ کر دیں تو آپکی نبوت میں طرح طرح شبہ ڈالیں مگر آپنے اس طرح کے فیصلہ سے انکار کیا اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آپکے اور زیادہ ہوشیار کرنے کو یہ آیات نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم اگر انکے مقدمات کا انصاف سے فیصلہ کرو تو اللہ تعالیٰ اہل انصاف کو پسند کرتا ہے لیکن اگر ان لوگوں کو انصاف منظور ہوتا تو یہ لوگ توراۃ کے اُن اصلی احکام سے نہ پھرتے جن پر تمام انبیاء بنی اسرائیل کا عمل تھا اور وہ ہمیشہ احکام توراۃ کے حکم برداری میں خود بھی لگے رہتے تھے اور اپنی قوم کے عابدوں اور عالموں کو بھی اسیطرح اُسکی تاکید شدید رکھتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُنکو احکامِ توراۃ کی نگہبانی اور خبر گیری کی تاکید فرمائی تھی۔ اب حال کے یہود کو اُنکے بڑوں کا حال یاد دلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کو اپنے زوردار لوگوں کے ڈر سے یا مالدار لوگوں سے رشوت لینے کے لالچ سے احکام توراۃ بدلنے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے ورنہ تمہارا شمار احکام الٰہی کے منکر لوگوں میں قرار پاویگا۔ صحیح مسلم کی براء بن عازب کی جس حدیث کا حوالہ اُوپر کی آیتوں کے شانِ نزول میں گزرا اُس میں یہود نے جان بوجھ کر سنگساری کے حکم کا توراۃ میں ہونے سے انکار کیا تھا۔ اور جان بوجھکر حکم الٰہی کا جو شخص انکار کرے وہ کافر ہے اس لیئے یہود کو ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے کافر فرمایا اور آگے کی آیتوں میں حسبِ فرق فاسق اور ظالم فرمایا جن کی تفسیر ہر ایک آیت کے متعلق آگے آتی ہے۔ اگرچہ یہ آیتیں خاص یہود کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن اس اُمت میں سے بھی اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی آیت قرآنی کا منکر ہوگا تو وہ اس حکم میں داخل ہے اور جو شخص قرآن کی آیت کے حق ہونے کا اقرار کر کے اُسکے موافق عمل نہ کریگا تو گنہگار ہوگا۔ یہی تفسیر ان آیتوں کی امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور اُنکے شاگرد عکرمہ کے قول کے موافق ہے یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس کا علی بن طلحہ کی روایت سے ہے جو تفسیر کے باب میں نہایت صحیح ہے۔ کفر کے معنے گناہ کے ایسے موقع پر آتے ہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری کی ابو سعید خدری کی حدیث میں شوہروں کی ناشکر گزار عورتوں کو کافر فرمایا ہے۔ توراۃ میں نور کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح روشنی سے آدمی کو راستہ نظر آجاتا ہے اُسی طرح سے دین کے راستہ کی توراۃ گویا ایک مشعل ہے ✢

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ

اور لکھدیا ہم نے | اس کتاب میں | کہ جی کے بدلے جی | اور آنکھ کے بدلے آنکھ | اور ناک کے بدلے ناک | اور کان

بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ

کے بدلے کان | اور دانت کے بدلے دانت | اور زخموں کا بدلا برابر | پھر جسنے بخشدیا | تو اس سے وہ پاک ہوا

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○

اور جو کوئی حکم نہ کرے | اللہ کے اُتارے پر | سو وہی | لوگ ہیں | بے انصاف

اُوپر یہود کی اُس کارستانی کا بیان تھا کہ اُنھوں نے توراۃ میں سنگساری کی آیت کا انکار کیا ان آیتوں میں اُنکی دوسری کارستانی کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ توراۃ کے حکم کے موافق اُن پر قصاص فرض ہے لیکن اُنکے بعضے قبیلوں نے اُس پر عمل چھوڑ دیا تھا اور اپنی طرف سے حکم الٰہی کے مخالف ایک دستور قرار دے رکھا ہے۔ سورۂ بقر میں اِس دستور کا ذکر گزر چکا ہے کہ مدینہ منورہ کے گرد و نواح میں یہود کے دو قبیلے تھے بنی قریظہ اور بنی نضیر ان میں سے بنی نضیر کا کوئی شخص بنی قریظہ میں سے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جاوے تو اُس کا قصاص لیا جاتا تھا اور اگر بنی قریظہ میں کا کوئی آدمی بنی نضیر کے کسی شخص کے ہاتھ سے مارا جاوے تو قصاص نہیں لیا جاتا تھا۔ اُوپر حکم الٰہی کا انکار تھا اس لیئے وہاں کافرون فرمایا تھا یہاں مظلوم کے انصاف میں خلل تھا اسواسطے ظالمون فرمایا جسکے معنے نامنصف شخص کے ہیں۔ اُوپر کی آیتوں میں اور ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ جتلا دیا ہے کہ اے رسول اللہ کے یہ یہود لوگ تمھارے پاس کچھ مقدمات اپنی قوم کے لوگوں کے فیصلہ کرنے کو جو بھیجتے ہیں وہ کچھ نیک نیتی اور انصاف پسندی سے نہیں بھیجتے کیونکہ انصاف پسندی اگر انکو منظور ہوتی تو پھر یہ لوگ توراۃ کے احکام چھوڑ کر ایجادی باتیں کیوں نکالتے بلکہ یہ لوگ تو اس غرض سے وہ مقدمات تمھارے پاس بھیجتے ہیں کہ توراۃ کے احکام کی ناواقفی کے سبب سے تم کوئی فیصلہ انکی ایجادی باتوں کے موافق کردو تو انکی وہ ایجادی باتیں زیادہ رواج پکڑ جائیں۔ اکثر علماء اُصول و فقہ کا یہ مذہب ہے کہ جس طرح یہ قصاص کا مسئلہ توراۃ کے حوالے سے قرآن میں آیا اُسی طرح پہلی کسی شریعت کا جو مسئلہ قرآن میں آوے اور اُسکی منسوخی کا ذکر شرع محمدی میں نہ ہو تو پہلی شریعت کا ایسا مسئلہ شرع محمدی کا مسئلہ ٹھہریگا۔ سورۃ الانعام کی آیت اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده سے اِس مذہب کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس نے سورۃ الانعام کی اِس آیت کی تفسیر بھی وہی قرار دی ہے جو ان علمائے اُصول اور فقہ کا مذہب ہے چنانچہ زیادہ تفصیل اسکی سورۃ الانعام میں آتی ہے فمن تصدق به فهو كفارة له کی تفسیر میں سلف کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ مقتول شخص کے وارث قصاص معاف کر دیوینگے تو اُسکے اجر میں مقتول کے گناہ معاف ہو جاوینگے دوسرا قول یہ ہے کہ قصاص کی معافی قاتل کی دنیوی سزا کا کفارہ ہے اور عقبیٰ کا مواخذہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے وہ معاف فرماوے چاہے مواخذہ کرے لیکن مسند امام احمد صحیح مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم و زیادتی کی معافی پر اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے

شخص کو بڑا درجہ دیگا۔ اس حدیث سے پہلے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ جسکا درجہ بڑھیگا اُسکے گناہ ضرور معاف ہو جاوینگے۔ شریعت موسوی میں قتل عمد کی صورت میں خوں بہا نہیں ہے فقط قصاص ہے اس لیئے ان آیتوں میں خوں بہا کا ذکر نہیں فرمایا ؂

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪

اور پیچھا اوہی بھیجا ہم نے اُن ہی کے قدموں پر عیسیٰ مریم کے بیٹے کو سچ بتایا توریت کو جو آگے سے

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً

اور اسکو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۭ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

ڈر والوں کو اور چاہیئے کہ حکم کریں انجیل والے اسپر جو اللہ نے اُتارا اُس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اُتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم

اُوپر ذکر تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں بہت سے انبیا ایسے بھیجے جو ہمیشہ احکام توراۃ کی حکم برداری میں خود بھی لگے رہتے تھے اور بنی اسرائیل کے عابدوں اور عالموں کو بھی اسیطرح احکام توراۃ کی پابندی اور پابندی کی نگہبانی رکھنے کی تاکید کیا کرتے تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن انبیا کو توراۃ کے احکام کی نگہبانی کا حکم دیا تھا۔ ان آیتوں میں فرمایا کہ اُن انبیا بنی اسرائیل کے قدم بقدم سب انبیاء بنی اسرائیل تھے اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو توراۃ کے احکام کی تصدیق و نگہبانی کے لیئے بھیجا اور علاوہ توراۃ کے اُن پر انجیل بھی نازل فرمائی جس میں ہر طرح کی ہدایت تھی اور گناہوں کی کثرت سے بنی اسرائیل کے دل پر ایک طرح کی سیاہی جو آگئی تھی اُس سیاہی کے اندھیرے کو دور کرنے کے لیئے انجیل گویا ایک روشن مشعل تھی اور توراۃ کے سچے احکام کی تصدیق اور طرح طرح کی نصیحت بھی اُس میں موجود تھی لیکن اس نصیحت کا اثر اُن ہی کے دل پر ہوگا جن کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونیکا کھٹکا لگا ہوا ہے۔ جو لوگ اس سے بے بہرہ ہیں اُنکے دل پر اس نصیحت انجیل کا کچھ اثر ہونے والا نہیں۔ آخر میں فرمایا نصاری کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں جو باتیں اُتاری ہیں وہ اُسکے پابند ہوں ورنہ وہ اللہ کے نافرمان بردار کہلاوینگے۔ اصل انجیل پر عمل چھوٹ جانیکا سبب جو اُس وقت کی تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۴۵ھ میں ایک شخص پولس نام کا یہودی فریب کے طور پر نصرانی ہو گیا جس نے اصل انجیل کے بہت سے احکاموں کو بدلکر اس اصلی انجیلی احکام کی جگہ اپنی ایجادی باتوں کا رواج نصرانیوں میں پھیلا دیا جس سے اکثر نصرانی پولس کے ساتھ ہو گئے۔ چنانچہ اس پر اُس وقت کے سچے نصرانی اور پولس کی سخت خونریز لڑائی بھی ہوئی پولس کے ساتھی زیادہ تھے اس لیئے پولس غالب رہا اور پولس کی ایجادی باتوں کا رواج قائم

رہا جسکے سبب سے سچے دین میں طرح طرح کے اختلافات پڑ گئے سنہ عیسوی کے قریب تک یہی اختلافی حالت مسیحی دین کی رہی اُسکے بعد قسطنطین قیصر روم نے اِس اختلاف کے رفع کرنیکی غرض سے انجیل کے اصل احکام میں بہت بڑا ردو بدل کیا۔ اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے اِن آیتوں میں فرمایا کہ نصاریٰ کو اصل انجیل پر عمل کرنا چاہیے۔ ورنہ لوگوں کی ایجادی باتوں پر عمل کرینگے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بردار کہلاوینگے۔ انجیل میں توراۃ کے احکام کی تصدیق کے موجود ہونیکا یہ مطلب ہے کہ جسقدر توراۃ کے احکام انجیل کے احکام سے منسوخ نہیں ہوئے وہ واجب العمل ہیں۔ اگرچہ یہود و نصاریٰ کلام الٰہی میں ناسخ و منسوخ کے قائل نہیں ہیں اس وجہ سے قرآن شریف پر اُن کا یہ اعتراض ہے کہ قرآن شریف کی بعض آیتیں دوسری بعض آیتوں سے منسوخ ہوئی ہیں اِس لیئے قرآن کو کلام الٰہی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ کلام الٰہی میں ناسخ و منسوخ نہیں ہے۔ علماء اسلام نے اِس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ ناسخ و منسوخ کو قرآن کے ساتھ خصوصیت نہیں ہے بلکہ توراۃ و انجیل میں بھی ناسخ و منسوخ موجود ہے چنانچہ توراۃ کے حصہ استثنا کے چوبیسویں باب میں بغیر کسی قید کے عورت کو طلاق دینا جائز ہے اور انجیل متی کے ۱۹ باب میں یہ حکم ہے کہ سوائے عورت کی بدکاری کے قصور کے اور کسی قصور پر عورت کو طلاق نہیں دی جا سکتی۔ اب اگر اس مثال کو یاد دلا کر یہ کہا جائے کہ منسوخ ہو جانیکے سبب سے توراۃ اور ناسخ قرار پانیکے سبب سے انجیل دونوں اللہ کا کلام نہیں ہیں تو اُسکو کوئی اہل کتاب تسلیم نہیں کریگا پھر ناسخ و منسوخ کے سبب سے قرآن شریف کے اللہ کا کلام ہونے میں کیونکر شبہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ایک شریعت سے دوسری شریعت کے منسوخ ہونیکا اقرار کرنے سے یہود کو شریعت عیسوی اور شریعت محمدی کا اور نصاریٰ کو فقط شریعت محمدی کا تسلیم کرنا لازم ہو جاتا تھا اس لیئے ان لوگوں نے ناسخ و منسوخ کا انکار کیا۔ لیکن شریعت کا تسلیم کرنا فقط ناسخ و منسوخ کی بحث پر منحصر نہیں ہے۔ کیونکہ توراۃ کے حصہ استثناء کے ۳۳ باب میں تین نبیوں کا ذکر یوں آیا ہے کہ پہلے نبی کا ظہور کوہ طور سے ہوگا اور دوسرے کا شام کے پہاڑ ساعیر سے اور تیسرے کا مکہ کے پہاڑوں سے پہلے نبی اور دوسرے نبی کے باب میں تو اہل کتاب اور اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ تیسرے نبی کے باب میں اگرچہ اہل کتاب نے طرح طرح کے اختلاف کیئے ہیں لیکن اہل کتاب اور اہل اسلام سے جو اکثر مباحثات ہوئے ہیں اُن میں اہل اسلام نے اُن سب اختلافات کو رفع کر دیا ہے۔ غرض آجتک کسی اہل کتاب نے توراۃ انجیل یا تاریخ کی معتبر کتابوں میں سے اِس بات کو ثابت نہیں کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سوائے نبی آخر الزمان کے مکہ کے پہاڑوں میں سے کسی اور ایسے دوسرے نبی کا ظہور ہوا ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اُس نبی پر کتاب آسمانی نازل ہوئی یا اُسکی اُمت کی وہ کثرت ہوئی ہو جسکی خوشخبری اللہ کے فرشتے نے حضرت ہاجرہ حضرت اسمٰعیل کی ماں کو دی تھی۔

اس خوش خبری کا ذکر توراة کے حصہ تکوین کے باب ۱۷ : اور ۱۸ میں تفصیل سے ہے۔ انجیل یوحنا کے چودہویں باب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد جس نبی کے آنے کی خوش خبری دی ہے اسکی تفسیر بھی سوائے نبی آخر الزمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نبی سے نہیں کیجا سکتی۔ کیونکہ اسکی تفسیر کسی دوسرے سے کیجاویگی تو توراة کے حصہ استثنا کے باب ۳۳ کی جو آیۃ اوپر گزری اس میں اور انجیل یوحنا کی اس آیت میں مخالفت پیدا ہو جاویگی جو علمائے نصاریٰ کے اعتقاد کے بالکل مخالف ہے کس لیے کہ ناسخ منسوخ سے بچنے کے لیے انکا اعتقاد تو یہ ہے کہ انجیل کی کوئی آیت توریت کی کسی آیت کے مخالف نہیں ہے۔ ابوہریرہ کی حدیث صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ایک جگہ اس تفسیر میں گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ حدیث توراة کے حصہ استثنا کے باب ۳۳ اور یوحنا کی انجیل کے باب ۱۴ کی آیتوں کے ہم مضمون اور ان سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔

وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا کرتی سب اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل سو تو حکم کر ان میں

بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ

جو اتارا اللہ نے اور انکی خوشی پر مت چل چھوڑ کر سچی راہ جو تیرے پاس آئی ہر ایک کو تم میں دیا ہم نے ایک دستور اور راہ

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کرتا لیکن تمکو آزمایا چاہتا ہے اپنے حکم دیئے میں سو تم بڑھ کر لو خوبیاں

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتا دیگا جس بات میں تمکو اختلاف تھا اور یہ فرمایا کہ حکم کر ان میں جو اللہ نے اتارا اور مت چل

اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا

انکی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجکو بہکا دیں کسی حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ

اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہنچاوے انکو کچھ سزا گناہوں کی اور لوگوں میں بہت ہیں بے حکم

منزل ۲

اوپر توراة کے حوالہ سے جس سلسلہ سے تین نبیوں کا ذکر گزرا اسی ترتیب سے قرآن شریف میں ان تینوں نبیوں کی کتابوں کا یہ ذکر ہے چنانچہ انا انزلنا التوراة سے توراة کا اور اتیناہ الانجیل سے انجیل کا ذکر تو اوپر گزر چکا اب ان آیتوں میں قرآن شریف کا ذکر ہے بالحق کا مطلب یہ ہے کہ بغیر کسی شک وشبہ کے یہ قرآن اللہ کا کلام ہے مشرکین مکہ اور اہل کتاب کو اس کے اللہ کا کلام ہونے میں شک کرنے کا

کوئی موقع نہیں ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی توراۃ اور انجیل سب پچھلی کتابوں کی صداقت اس
قرآن میں موجود ہے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح پچھلے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے وہ کتابیں
نازل فرمائی تھیں اُسی طرح اب یہ قرآن نازل فرمایا ہے اور یہ بھی ان لوگوں میں کا ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ قرآن
کو جھٹلانا عین اُن کتابوں کو جھٹلانا ہے جن کتابوں کو یہ لوگ اللہ کا کلام اور آسمانی کتابیں جانتے ہیں کیونکہ
کہ قرآن کی آیتیں سنکر یہ بات انکو اچھی طرح معلوم ہو چکی ہے کہ قرآن میں پچھلے سب انبیا اور انکی کتابوں کی
صداقت موجود ہے اس واسطے جسنے قرآن کو جھٹلایا اُس نے اس صداقت کو بٹہ لگایا۔ اسیطرح انکی کتابوں میں
قرآن کا ذکر موجود ہے جسکے سبب سے ان کا قرآن کو جھٹلانا اپنی کتابوں کا جھٹلانا ٹھیریگا۔ قرآن شریف سب آسمانی
کتابوں کے بعد نازل ہوا ہے اس لیئے اُسکو مھیمنا علیہ فرمایا ہے جس کا مطلب امام المفسرین حضرت عبداللہ
بن عباس کے قول کے موافق یہ ہے کہ قرآن میں پچھلی کتابوں کے جو مضمون ہیں اُن مضمونوں کو قرآن نہایت
امانت داری سے ادا کرتا ہے جس سے اُس خیانت کا پتہ لگ جاتا ہے جو پچھلی کتابوں میں کی گئی ہے مثلاً یہود
نے بیاہے ہوئے مرد و عورت کی سزا میں جو خیانت کی تھی وہ آخر کو کھل گئی جس کا قصہ اوپر گزر چکا ہے قرآن کو
کتاب آسمانی ثابت کرنیکے بعد فرمایا کہ یہ یہود مدینہ کے گرد و نواح کے یہود کوئی مقدمہ فیصلہ کے لیئے لاویں تو
رسول اللہ کے اُس مقدمہ کا فیصلہ قرآن کے موافق کرنا چاہیئے اور اُسکے مخالف یہ لوگ توراۃ کے کسی حکم کا
حوالہ دیویں تو اُس کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہیئے کیونکہ ان لوگوں نے بہت سی باتیں اپنی طرف سے گھڑ لی ہیں
جن کو وہ دھوکے سے توراۃ کا حکم بتاتے ہیں۔ چنانچہ سنگساری کی جگہ کالا منہ کرنے کے لیئے ہیں پھر اسنے
کی انکی گھڑت تمھیں معلوم ہو چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو مختلف شریعتوں کی جگہ ایک ہی شریعت قرار دیتا
کہ پھر آپس میں کوئی اختلاف باقی نہ رہتا لیکن ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مختلف شریعتیں
ٹھیرائی ہیں مثلاً آدم علیہ السلام کے زمانے میں نسل انسان کی کم تھی اس لیئے بھائی بہن کا نکاح اُس وقت
کی شریعت میں جائز تھا پھر نسل انسان کے بڑھ جانے سے اس شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی اس
واسطے یہ شریعت منسوخ ہو گئی۔ مابعد کی شریعت سے ماقبل کی شریعت کے منسوخ ٹھیرنے میں ایک مصلحت یہ بھی
ہے کہ اس میں فرماں بردار اور نافرماں بردار لوگوں کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کیونکہ جو لوگ حکم الٰہی
کے پورے پابند ہیں وہ شریعت وقتیہ کے تابع ہو جاتے ہیں کچھ حیل و حجت نہیں کرتے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دو
شریعتوں کی پابندی کی وجہ سے ایسے لوگ دوہرے اجر کے مستحق ٹھہرتے ہیں چنانچہ ایک جگہ صحیح بخاری
ومسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث اس باب میں گزر چکی ہے فاستبقوا الخیرات سے تمام مسلمانوں
کو عام طور پر نیک کاموں کی اور اہل کتاب کو خاص طور پر اس دوسرے اجر کی ترغیب دلائی گئی ہے خیرات کے

منزل ۲

یعنے یہاں شریعت وقتیہ کے ہیں جو لوگ اُسکے برخلاف ہیں اور شریعت وقتیہ میں طرح طرح کے اختلافات نکالکر منسوخ شریعت پر اڑے ہوئے ہیں اُنکے وہ نیک عمل تو بیکار ہیں جو اُنھوں نے منسوخ شریعت کے موافق کئے ہیں کیونکہ منسوخ شریعت کے عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہیں اور شریعت وقتیہ سے اِن لوگوں نے مخالفت جو ضد کے طور پر کی تھی اُسکی سزا اُنکو قیامت کے دن بھگتنی پڑیگی۔ شریعت وقتیہ پر عمل کرنے کی ترغیب کے بعد فرمایا اے رسول اللہ کے اب آیندہ یہ لوگ جو مقدمہ تمھارے پاس فیصلہ کو لاویں تو اُس کا فیصلہ قرآن کے موافق کردینا چاہیئے۔ یہود کی خواہشوں سے بچنے کی تاکید دو دفعہ اس لئے فرمائی کہ یہود لوگ دو مقدموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی ایجادی باتوں پر عمل کرانے کی خواہش کر رہے تھے ایک مقدمہ تو سنگساری کا تھا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ اور دوسرا مقدمہ بنی نضیر اور بنی قریظہ کے خون بہا کا تھا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ آگے فرمایا ان لوگوں کے دل میں نافرمانی بسی ہوئی ہے اُس نافرمانی کے سبب سے مدینہ کے گرد و نواح میں اُن پر کوئی آفت آجاویگی۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے مدینہ کے گرد و نواح میں بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ۔ یہ تین قبیلے رہتے تھے۔ اِن میں سے بنی قینقاع بنی نضیر پر تو جلاوطنی کی آفت آئی اور بنی قریظہ پر قتل کی ؎

اَفَحُکْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝

اب کیا حکم چاہتے ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین رکھتے لوگوں کو۔

ع ۱۱ منزل ۲

ابوداؤد اور نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے عبید بن موسیٰ سے اور ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس حکم جاہلیت کے چاہنے کا قصہ اور ان آیات کی شان نزول جو بیان کی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ مدینہ کے گرد و نواح میں یہود کے دو قبیلہ رہتے تھے ایک کا نام بنی نضیر تھا اور دوسرے کا نام بنی قریظہ بنی نضیر بہ نسبت بنی قریظہ کے زیادہ عزت دار اور شریف کہلاتے تھے اور ان دونوں قبیلوں نے آپس میں یہ قرارداد ٹھیرا رکھی تھی کہ بنی قریظہ میں کسی شخص کے ہاتھ سے کوئی آدمی بنی نضیر کا مارا جاتا تو بوجہ اپنی خاندانی شرافت کے دوگنا خون بہا لیتے تھے اور اگر اُن میں سے کسی شخص کے ہاتھ سے بنی قریظہ کا کوئی آدمی مارا جاتا تو اکہرا خون بہا دیتے۔ جب آنحضرت مدینہ میں تشریف لائے تو دونوں قبیلے کے لوگ ایک مقتول کا قصہ آنحضرت کے پاس لائے اُسپر اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ سے یہاں تک کی آیات نازل فرمائیں اور آپنے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں قبیلے کے انسان قصاص اور خون بہا میں برابر ہیں۔ اور بنی نضیر کے لوگوں سے کہا کہ تمھارے دوگنے خون بہا کی قرارداد توراۃ کے مخالف ایک زمانہ جاہلیت کی قرارداد ہی یہ سنکر بنی نضیر کے قبیلہ کے لوگ بہت خفا ہوئے اور کہنے لگے آپ ہمارے دشمن ہیں اور

ہمارے خاندان کو بنی قریظہ کے خاندان کے برابر کر کے ہمارے خاندان کی ہتک چاہتے ہیں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ ٹکڑا آیت کا نازل فرما کر بنی نضیر کو دھمکایا کہ خود تو اُنھوں نے توراۃ کے احکام کو بدل ڈالا ہے۔ اب کیا ہمارے رسول سے بھی جاہلیت کے زمانے کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے کے فیصلوں کی بنا کسی شرع کے حکم پر نہیں ہوا کرتی تھی اس لیے فرمایا کہ یہ جاہلیت کے زمانے کے فیصلے شرع الٰہی کے فیصلوں سے کسی ایماندار شخص کے حق میں کسیطرح بہتر نہیں ہو سکتے۔ جاہلیت کا زمانہ اُس زمانہ کو کہتے ہیں جس زمانہ میں کوئی نبی روئے زمین پر نہ ہو۔ سیاست ملکی کے لیے چنگیز خان نے احکام شرعی اور عقلی کو ملا کر ایک قانون کی کتاب جو بنائی تھی اسکو علمائے مفسرین نے احکام زمانۂ جاہلیت کے مثل لکھا ہے اور خلاف شرع قانون کی کتابوں کو اسی حکم میں داخل کیا ہے اور احکام شریعت کو چھوڑ کر اس طرح کے احکام قانونی پر فیصلے کرنے سے بڑی سختی کے ساتھ منع کیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ

اے ایمان والو مت پکڑو یہود اور نصاریٰ کو رفیق وہی آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے اور جو

يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

کوئی تم میں ان سے رفاقت کرے وہ انھیں میں ہے اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو اب تو دیکھے گا جن کے دل میں

مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ

آزار ہے دوڑ کر ملتے جاتے ہیں ان میں کہتے ہیں ہمکو ڈر ہے کہ نہ آجاوے ہم پر گردش سو شاید اللہ

يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَ

جلد بھیجے فیصلہ یا کچھ حکم اپنے پاس سے تو فجر کو لگے اپنے جی کی چھپی بات پر پچھتانے اور

يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ

کہتے ہیں مسلمان کہ یہ وہی لوگ ہیں کہ قسمیں کھاتے تھے اللہ کی تاکید سے کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

خراب گئے اُن کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں

مفسرین متقدمین اور متقدمین کی بنا پر مفسرین متاخرین نے اس آیت کے شان نزول میں بڑا اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ جنگ احد میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو بعضے مسلمانوں نے اپنے دوست چند یہودیوں کا اور بعضوں نے اپنے چند دوست نصرانیوں کا ذکر کیا اور عین میدان جنگ میں یہ کہا کہ اس لڑائی کے ڈھنگ سے مسلمانوں کی حالت تو اب اچھی نظر نہیں آتی ہم لوگ اپنے دوست یہود و نصاریٰ

وقف لازم
وقف غفران

منزل ۲

سے مدینہ واپس جاکر پناہ چاہیں گے تاکہ پھر ابو سفیان اور مشرکین مکہ دست درازی نکر سکیں اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرماکر اس قسم کے مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اس طرح کی بے دلی نہ کرو۔ قریب میں اللہ فتح دیویگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کیا کہ یہود کے قبضہ میں جتنی بستیاں مدینہ کے گرد و نواح میں تھیں وہ اور شام کے ملک میں نصاریٰ کی بستیاں اور قریش کے قبضہ میں سے مکہ یہ سب کچھ فتح ہوگیا۔ اور بعض عبداللہ بن اُبی کے قصہ کو آیت کے شان نزول کا ایک قصہ قرار دیتے ہیں۔ جس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ عبادہ بن صامت اور عبداللہ بن اُبی دونوں کی یہود کے ایک قبیلہ بنی قینقاع سے دوستی تھی عبادہ بن صامت نے تو آیندہ اس دوستی سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور عبداللہ بن ابی نے عبادہ بن صامت سے جھگڑا کیا اور آیندہ یہود سے دوستی قائم رکھنے کی باتیں کیں اور بعضے ابی لبابہ کے قصہ کو شان نزول قرار دیتے ہیں۔ اس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے ابی لبابہ کو بنی قریظہ کی فہمایش کو بھیجا تو بنی قریظہ نے ابو لبابہ سے پوچھا کہ لڑائی موقوف کر کے ہم مسلمانوں کی امان میں اپنی گڑھی چھوڑ کر اتر آوینگے تو آخر ہمارا انجام کیا ہوگا ابو لبابہ نے تلوار کی دھار کی طرح اپنے ہاتھ کو اپنے گلے پر پھیر کر دستانہ بنی قریظہ کو اشارہ سے گویا یہ بتلایا تھا کہ آخر کو تم سب قتل کر دیے جاؤ گے۔ رفع اس اختلاف کا یہ ہے کہ آیت میں یہود و نصاریٰ منافقین اہل اسلام چاروں فرقوں کا ذکر ہے اس واسطے سیاق آیت کے موافق ان سب قصوں کو ملاکر ایک ہیئت مجموعی کو شان نزول قرار دیا جاوے تاکہ ایک فرقہ کے قصہ کو شان نزول قرار دینے سے دوسرے فرقہ کا ذکر آیت میں رائگاں نجاوے اور قرآن شریف میں اس طرح کی بہت آیتیں ہیں جنکی شان نزول چند قصوں کی بنا پر ہے۔ غرض اس صورت میں پھر کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا۔ سورۂ حشر میں آویگا کہ مدینہ کے گرد و نواح کے یہود سے مدینہ کے منافقوں نے یہ کہلا بھیجا تھا کہ اگر مسلمان تم سے لڑینگے تو ہم تمھاری مدد کرینگے اور اگر تم جلاوطن ہوئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ جلاوطن ہو جاوینگے۔ اب یہ تو منافقوں کی جبلی عادت ہے کہ انکی ہر بات فقط زبانی ہوتی ہے اُنکے دل میں اُس بات کا خیال تک بھی نہیں ہوتا اس لیئے وقت پڑنے پر یہ لوگ صاف الگ ہوگئے۔ نہ انھوں نے کچھ مدد کر کے بنی قریظہ کو قتل سے بچایا نہ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے ساتھ یہ جلاوطن ہوئے۔ غرض اس قسم کے قصوں کے سبب سے ان آیتوں کے شروع میں تو اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب سے منافقوں کی سی دوستی پیدا کریں اور اسلام کے بدخواہ بنیں اور یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں نے تو اپنی جانوں پر یہ ظلم کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خلاف مرضی کاموں پر کمر باندھ لی ہے ایسے لوگوں سے دوستی پیدا کرکے جو کوئی اپنے دوستوں کی عادتیں سیکھے گا وہ بھی اُنکی دوستی میں ڈوب کر اُنھیں جیسا بدانجام ہو جائیگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم بدانجام لوگوں کو مجبور کرکے راہ راست پر

منزل ۲

لاتا اس لیئے نہیں چاہتا کہ یہ انتظام الٰہی کے بالکل برخلاف ہے۔ وہ انتظام یہی ہے کہ دنیا نیک و بد کے امتحان اور جانچ کے لیئے پیدا کی گئی ہے۔ مجبوری کے بعد یہ امتحان کی صورت باقی نہیں رہ سکتی اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو منافقوں کی خام خیالی جتلائی کہ یہ انکا خیال خام تھا جو یہ مسلمانوں پر گردش کے آنے اور اس گردش کے وقت اپنے لیئے یہود کی پناہ میں آجانے کے منصوبے باندھا کرتے تھے۔ چنانچہ یہود کے قتل جلاوطنی اور مسلمانوں کا غلبہ دیکھکر یہ لوگ اپنی خام خیالی پر اپنے دل میں خود بھی پچتائے اور مسلمانوں کو انکے حال پر بڑا تعجب ہوا کہ ظاہر میں تو یہ لوگ قسمیں کھا کر اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور باطن میں مخالف اسلام لوگوں سے انکو یہاں تک ربط تھا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں انکی مدد کو اور انکی جلاوطنی کے وقت اپنی جلاوطنی کو یہ لوگ تیار رہتے تھے جس کا نتیجہ انکے حق میں یہ سراپا نقصان کا ہوا کہ دنیا میں اپنے کیئے پر انکو بڑا پچتاوا ہوا اور عقبیٰ میں انکی دو دلی کے سبب سے انکے سب نیک عمل رائگاں ہو گئے۔ صحیح مسلم کے حوالے سے ابوہریرہ کی حدیث اوپر گزر چکی ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ انسان کی ظاہری حالت کو نہیں دیکھتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر تو ہمیشہ انسان کے دل کی طرف لگی رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ منافقوں کے نیک عمل دل کے ارادہ سے نہیں ہوتے اس لیئے ایسے اوپری دل کے عمل اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مقبول نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل کی حالت پر ہمیشہ لگی رہتی ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

اے ایمان والو۔ جو کوئی تم میں پھر جاویگا اپنے دین سے تو اللہ آگے لاویگا ایک لوگ کہ انکو چاہتا ہے

وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور وہ اسکو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۗىِٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ

اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دیتا ہے جسکو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے خبردار

حضرت حسن بصری کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں لوگوں کے مرتد ہو جانے سے پہلے یہ بات تھی کہ آنحضرت کے زمانے میں اور خلفا کے زمانہ میں کچھ لوگ اسلام لانے کے بعد اسلام سے پھر جاوینگے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے علم غیب کے طور پر اس آیت میں ان لوگوں کی خبر پہلے سے پہلے دی ہے۔ چنانچہ مابعد میں اس علم غیب کا ظہور ہوا کہ گیارہ فرقے عرب کے مرتد ہوئے تین فرقے خود آنحضرت کے اخیر زمانہ میں اس طرح مرتد ہوئے کہ اسود عنسی کے ساتھ بنی مدلج فرقہ مرتد ہوا اور یمن کے تمام شہروں پر اس اسود عنسی کا تسلط ہو گیا اور آنحضرت کے عاملوں کو اس نے یمن کے شہروں سے اٹھا دیا۔ آخر آنحضرت نے معاذ بن جبل کو اسکی سرکوبی کے

منزل ۲

لئے مقرر کیا اور یمن کے مسلمانوں نے حضرت معاذ بن جبل کی مدد کی آخر کار فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اسود عنسی
مارا گیا اور آنحضرت ﷺ کی وفات سے ایک روز پہلے اسود کے مارے جانے کی خبر مدینہ میں آئی۔ یہ اسود ایک کاہن تھا
دوسرا فرقہ بنی حنیفہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ مرتد ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد تک مسیلمہ کا زور رہا اور
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے خالد بن ولید کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اور وحشی قاتل حضرت امیر حمزہ کے
ہاتھ سے مسیلمہ مارا گیا۔ چنانچہ وحشی کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ قتلت خیر الناس وشر الناس جس کا مطلب یہ ہے کہ
حالتِ کفر میں جس طرح امیر حمزہ جیسے اچھے آدمی جنگِ احد میں میرے ہاتھ سے شہید ہوئے اسی طرح
حالتِ اسلام میں بدترین خلائق مسیلمہ کو میں نے قتل کیا۔ تیسرا فرقہ بنی اسد مرتد ہوا اور خالد بن ولید کے
ہاتھ سے شکست پا کر پھر اسلام لایا اس فرقہ کا سرغنہ ایک شخص طلیحہ بن خویلد تھا یہ طلیحہ آخر کو پھر مسلمان ہو کر
آخر تک مسلمان رہے ان فرقوں کے علاوہ اور سات فرقے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد میں زکوٰۃ کے منکر
اور مرتد ہوئے اور فرقہ غسان حضرت عمر رضؓ کے عہد میں مرتد ہوا جنکی لڑائی کی کیفیت سیر اور تاریخ کی کتابوں
میں ہے۔ حضرت ابوبکر رضؓ کے زمانہ میں زیادہ لوگ مرتد ہوئے اس لیے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ میرے
باپ کی خلافت میں وہ مصیبتیں پیش آئیں کہ پہاڑ بھی ان مصیبتوں کو نہیں جھیل سکتا۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت ابوبکر
صدیق رضؓ نے ان سات فرقوں سے لڑنے میں بڑی جوان مردی کی۔ جب صحابہ عموماً اور حضرت عمرؓ خصوصاً
ان لوگوں سے لڑنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے مخالف ہوئے تو آپ اکیلے تن تنہا ہتھیار لگا کر میدانِ
جنگ کو روانہ ہوئے آخر آپ کو اکیلا جاتے ہوئے دیکھکر سب لوگ ساتھ ہوئے۔ اس پر آشوب زمانہ میں اہل
یمن اور جن لوگوں نے دین کی حمایت کی ہے انھیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا پیارا فرمایا
ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ان پیاروں کے سردار حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہیں اور اب بھی کسی فتنہ وفساد
کے وقت اسی طرح جو شخص دین کی حمایت کریگا وہ بھی اللہ کا پیارا ضرور ہے۔ مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو
اپنے دین سے پھر جاوے اس زمانہ کے لوگ جو دین سے پھر گئے تھے ان میں بعضے تو پھر بت پرست بن گئے
تھے جیسے بنی اسد طلیحہ بن خویلد کے ساتھی اور بعضے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر ہو کر
اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب کو نبی جاننے لگے تھے۔ بعضے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زکوٰۃ
کو امام کے پاس بھیجنے کے قائل نہیں تھے اور یہ کہتے تھے کہ آیت خذ من اموالہم صدقۃ تطہرھم
وتزکیہم بہا وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم کے موافق زکوٰۃ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانے تک تھا۔ کیونکہ زکوٰۃ لینے کے بعد زکوٰۃ دینے والے کے لئے دعا کرنا اور اس دعا کا مفید ہونا
یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص تھا۔ یہ آیت سورۂ توبہ کی ہے۔ سورۂ توبہ کی تفسیر

منزل ۲

ہیں آویگا کہ جو لوگ تبوک کی لڑائی میں نہیں گئے تھے اُن پر اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوئی اور خفگی کے بعد جب اُنکی توبہ قبول ہوئی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس مال کی الفت اور حفاظت نے ہمکو تبوک کے سفر سے روکا اُس مال کو ہم اللہ کی راہ میں خیرات کرنا چاہتے ہیں اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن لوگوں کو سب مال کے تیسرے حصہ کی خیرات کا حکم دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت فرضی زکوٰۃ کے باب میں نہیں ہے کیونکہ زکوٰۃ میں ثلث مال نہیں لیا جا سکتا اور جب یہ آیت فرضی زکوٰۃ کے باب میں نہیں تو مانعین زکوٰۃ نے اس آیت سے مطلب جو نکالا تھا کہ زکوٰۃ کا دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا وہ مطلب بھی صحیح نہ رہا غرض اس قسم کی وجوہات سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے فیما بین ان مانعین زکوٰۃ سے لڑنے اور نہ لڑنے میں بڑی بحث رہی جسکی تفصیل سوا ابن ماجہ کے صحاح کی سب کتابوں میں ابو ہریرہ کی روایت سے ہے۔ آخر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے پر سب صحابہ کا اتفاق ہوا اور ان لوگوں سے لڑائی ہوئی اور لڑائی کے بعد یہ لوگ زکوٰۃ کے قائل ہوئے اگرچہ اسود عنسی کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک دن پہلے وحی کے ذریعے معلوم ہو گئی تھی۔ لیکن اُسکے ساتھیوں کی پوری سرکوبی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ہوئی اور اُسکے بعد سوائے فرقہ عثمان کے واقعہ کے اور سب لڑائیاں بھی ان ہی کی خلافت میں ہوئیں اس لیئے یہ سب لڑائیاں انکی خلافت کی کہلاتی ہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواب دیکھا کہ کسی نے سونے کے دو کڑے آپکے دونوں ہاتھوں میں پہنا دیئے ہیں۔ اُن کڑوں کو ہاتھوں میں دیکھ کر آپ کا دل بہت گھبرایا اس لیئے کسی نے آپ سے خواب میں یہ بھی کہا کہ ان کڑوں کو پھونک مار کر اڑا دو آپنے یہی کیا۔ اس خواب کی تعبیر آپنے یہ قرار دی کہ اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب یہ دونوں آخر کو مارے جاوینگے۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ابوہریرہ کی روایت سے ہے اور ابوہریرہؓ کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خواب کے بعد اپنی قوم کے ایلچیوں کے ساتھ مسیلمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ مجکو نبوت میں بھی شریک کر لیا جاوے۔ اتفاق سے اُسوقت آپکے ہاتھ میں ایک کھجور کی شاخ تھی اسواسطے آپنے فرمایا کہ تو یہ کھجور کی شاخ بھی مانگے گا تو میں تجکو نہ دونگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھ ورنہ ہلاک ہو جائیگا اسود اور مسیلمہ مرتد بننے کی حالت میں قتل ہونے والے تھے اس لیئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا حال اپنے رسول کو خواب میں دکھا دیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ طلیحہ بن خویلد کا حال ان دونوں کی طرح نہیں ہے

منزل ۲

طلیحہ بن خویلد بن نوفل نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے زمانے مین نبوت کا دعوی کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرار بن الازور اسدی کو طلیحہ اور اونکے ساتھیون کی سرکوبی کے لیے بھیجا تھا لیکن اس سرکوبی کے خاتمہ سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اسلیے یہ سرکوبی ادہوری رہ گئی آخر پھر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت مین خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ پر یہہ سرکوبی پوری ہوئی شکست کے بعد طلیحہ بن خویلد نے پھر اسلام قبول کیا اور ۱۵ھ مین قادسیہ کیوقت اہل اسلام کو بڑی مدد دی۔ یہ قادسیہ کی لڑائی حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ مین ہوئی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کی سہل بن سعد کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پہچان کے بعضے شخصون کو حوض کوثر پر سے نکالدیا جاویگا۔ اسلام پھر جانیکے ہنگامے جو اوپر گذرے یہ لوگ ان ہی ہنگامون کے ایسے ہونگے جو اسلام سے پھر کر اوسی حالتین مارے گئے منافقونکا حال اوپر گذرا کہ ظاہر مین اسلام کا ساتھ دیتے تھے اور باطن مین مخالف اسلام لوگونکے اولاہنے اور الزام سے ڈر کر ادہر بھی ملے رہتے تھے خالص ایماندارون کا یہ ذکر فرمایا کہ یہ لوگ راہ خدا مین جس کام کی کوشش کرتے ہین وہ سچے دل سے کرتے ہین کسی کے اولاہنے سے ڈر کر اوپری دل سے نہین کرتے۔ پھر فرمایا کہ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل اگرچہ بہت بڑا ہے لیکن اوسکو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے دل کی نیک ارادہ کی حالت جانچ کر جسپر وہ چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
تمہارا رفیق وہی اللہ ہے۔ اور اوسکا رسول اور ایمان والے جو قایم ہین نماز پر۔ اور دیتے ہین زکوۃ

وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ
اور وہ لوے ہوئی ہین اور جوکوئی رفاقت پکڑے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور ایمان والونکی تو اللہ کی جماعت وہی ہوگی غالب

اگرچہ طبرانی عبد الرزاق ابن جریر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے اس آیتہ کی شان نزول اوس قصہ کو قرار دیا ہے جسمین حضرت علی کا رکوع کی حالت مین ایک فقیر کو انگوٹھی خیرات کرنیکا ذکر ہے مگر اس قصہ کی سند ذرا تردد طلب ہے اسلیے اولی یہ ہے کہ اوپر کی حدیث کے موافق آیتہ کی اس ٹکڑے کی شان نزول بھی حضرت عبادہ بن صامت کا قصہ قرار دیا جاوے اور حضرت علی کو بھی آیتہ کا مصداق ٹھرایا جاوے عبادہ بن صامت کا یہ وہی قصہ ہے جسکو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین اور محمد بن اسحاق نے اپنی مغازی مین معتبر سند سے خود عبادہ بن صامت کی روایتہ سے بیان کیا ہے حاصل اس قصہ کا اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبادہ بن صامت اور عبد اللہ بن ابی دونون کی یہود کی ایک قبیلے بنی قینقاع سے دوستی تھی عبادہ بن صامت نے تو آیندہ اس دوستی سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور عبد اللہ بن ابی نے آیندہ یہود سے دوستی قایم رکھنے کی ترغیب کی باتین کین حاصل۔

منزل ۲

مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ عبادہ بن صامت کی طرح جو شخص مخالف اسلام لوگون کی دوستی سی بیزار ہے اللہ اور اللہ
کے رسول نماز اور زکوۃ پر قایم رہنے والے پکے مسلمان سب ایسے شخص کے دوست اور رفیق ہین اور ایسے لوگ
اللہ کا گروہ کہلاتے ہین اور اللہ تعالی نے اپنے گروہ سی یہ وعدہ کیا ہی کہ یہ گروہ مخالفون پر غالب رہیگا۔ اللہ سچا ہی اللہ کا
وعدہ بھی سچا ہی مدینہ کے گرد نواح مین جو یہود رہتے تہے اونپر اور جو لوگ اسلام سے پہر گئے تہے اونپر اللہ تعالی کے
گروہ کا جو غلبہ ہوا اوسکا حال اوپر گذر چکا۔ تاریخ کی کتابون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ جبتک مسلمانون مین
اسقدر اسلام کی پابندی باقی رہی جس سی اونمین اللہ کا گروہ بننے کی صلاحیت رہی اوسوقت تک اللہ تعالی
نے ایسے لوگون کے غلبہ کا جو وعدہ کیا تہا اوسکا ظہور رہوتا رہا جب اسطرح کے لوگ بھی دنیا سے اوٹھتے گئے تو اوس
وعدہ کا ظہور بھی دنیا سے اوٹھتا گیا مثلاً عمرؓ کی خلافت مین جو حال لوگون کا تہا وہ حال عثمانؓ کی خلافت مین نرہا
اسیطرح مثلاً ہشام بن عبدالملک کی سلطنت کا جو حال تہا وہ ولید بن یزید بن عبدالملک کی سلطنت کا نرہا
اور پھر اسکے بعد اور ابتری پیدا ہوگئی۔ رکوع کے معنی یہان خدا کا خوف دلمین رکھکر نیک کام کرنے کے ہین۔
کیونکہ رکوع کے معنی اگر یہان نماز مین کے رکوع ہوتے تو زکوۃ کا رکوع کی حالت مین ادا کرنا افضل ہوتا حالانکہ
اسکا ثبوت شریعت مین کہین پایا نہین جاتا ترجمہ مین وہم راکعون کا ترجمہ اردو لفظون مین جو کیا ہی
اوسکا مطلب بھی یہی ہی کہ باوجود نیک کام کرنے کے وہ لوگ جھکے رہتے ہین اپنی عبادت کی کچھ فوقیت اونکے
دل مین نہین خدا کا خوف دل مین رکہکر جو کام کیا جاوے تو وہ اللہ تعالی کی بارگاہ مین بہت پسند ہی چنانچہ
صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث پہلے گذر چکی ہی کہ ایک شخص نے اللہ تعالے کو سامنے
جانے کے خوف سی اپنی لاش کے جلا دینے اور اوس خاک کو ہوا مین اوڑا دینے کی وصیت کی تہی لیکن یہ وصیت
اوسکی محض خدا کے خوف کے سبب سے تھی اسلئے اللہ تعالے نے اوس شخص کی مغفرت فرما دی۔ حاصل مطلب
یہ ہی کہ جن لوگونکا آیۃ مین ذکر ہے وہ ہر ایک کام مین اللہ کو حاضر ناظر جان کر کرتے ہین اسواسطے انکی یہ عادت اللہ تعالی
کے نزدیک اچھی اور قابل تعریف ہی اور اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

منزل ۲

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ

اے ایمان والو رفیق نہ پکڑو ایسون کو جو ٹھہراتے ہین تمہارا دین ہنسی اور کھیل وہ جو کتاب

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

دے گئے تمسے پہلے اور وہ جو کافر ہین اور ڈرو اللہ سے اگر یقین رکھتے ہو۔

تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابو الشیخ ابن حبان مین حضرت عبداللہ بن عباس سی روایت ہی کہ بعضے یہود ی ظاہر مین تو

مسلمان ہو گئے تھے مگر باطن میں اسلام کو اچھا نہیں جانتے تھے اور بعضے مسلمان ان یہودیوں کو سچا مسلمان سمجھتے تھے ان سے کمال دوستی رکھتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جتلا دیا کہ یہ لوگ دین اسلام کو ٹھٹھا ٹھہرانے والے لوگ ہیں ان سے دوستی اچھی نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالے سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی کے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ جہاں کہیں کوئی خلاف شریعت بات دیکھے تو ہاتھ سے زبان سے اسکی اصلاح کی کوشش کرے اگر یہ نہ ہو سکے تو ضعیف درجہ ایمان کا یہ ہے کہ ایسی خلاف شرع مجلس کو دل سے برا جانکر خود اس میں نہ بیٹھے۔ یہ حدیث آیت کی تفسیر ہے کیونکہ آیت و حدیث کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ جو شخص خلاف شرع لوگوں سے دوستی کریگا تو اس دوستی کی رعایت سے تو اسکے دل میں رفتہ رفتہ وہ ضعیف درجہ ایمان کا بھی آخر کو باقی نہ رہے گا جس کا ذکر حدیث میں ہے اور انجام اس کا یہ ہوگا کہ ان خلاف شرع لوگوں کی دوستی کے وبال میں یہ شخص بھی پکڑا جاویگا۔ چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو بکر صدیق رض کی بڑی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی مجلس میں کوئی بات خلاف شریعت دیکھکر چشم پوشی کرے گا تو خلاف شرع لوگوں کے وبال میں ایسا شخص بھی پکڑا جاویگا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

اور جس وقت پکارو نماز کو اسکو ٹھہراویں ہنسی اور کھیل یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی ہے کہ جب اذان مدینہ میں ہوتی تھی تو ایک نصرانی جو مدینہ میں رہتا تھا اشہد ان محمد رسول اللہ سنکر یہ کہا کرتا تھا خدا اس جھوٹے مؤذن کو جھوٹے میں ڈالے ایک دن رات اس نصرانی کے گھر میں آگ لگی اور وہ اور اسکے بال بچے اور سب گھر اور باہر جل کر راکھ ہو گئے۔ اوپر توراۃ اور انجیل کی آیتوں کے حوالے سے یہ گزر چکا ہے کہ ان کتابوں میں سے جن نبی کا ظہور ہونے والا تھا وہ وہی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ توراۃ اور انجیل کی ان آیتوں کا اور کوئی مطلب سوا اس مطلب کے صحیح نہیں قرار پا سکتا کہ ان آیتوں سے مقصود بشارت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی آخر الزمان کا پیدا ہونا ہے۔ باوجود اسکے جان بوجھکر جو اس نصرانی نے اللہ کے رسول کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالے تو اسپر اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوئی۔ توراۃ اور انجیل کی اس صداقت کی بنا پر نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص میرا حال سنکر میری نبوت کو نہ مانے گا تو اسکی نجات مشکل ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہ کی یہ حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے۔ تورات اور انجیل کی آیتیں جو اوپر گزریں یہ حدیث گویا انکی تفسیر ہے اب اصل اور تفسیر کو

ماننا یا نہ ماننا اہل کتاب کا کام ہے اسی واسطے آخر کو فرمایا کہ جو کوئی ایسی ظاہر باتوں کو نہیں مانتا اسکی عقل ٹھیک نہیں ہے ؛

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ

تو کہہ اے کتاب والو کیا بیر ہے تمکو ہم سے مگر یہی کہ ہم یقین لائے اللہ پر اور جو ہمکو اترا

اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ

اور جو اترا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر بے حکم ہیں

معتبر سند سے تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابو الشیخ میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز چند یہود نے آنحضرت سے پوچھا کہ آپ کون کون سے نبی کو برحق جانتے ہو آپ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور سب انبیا کا نام لیا یہود حضرت عیسیٰؑ کا نام سنکر بہت چڑے اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان یہود سے کہدو کہ تم میں اکثر لوگ گناہوں کی سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں جسکے سبب سے تم لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی قرار دینے سے ہمارے دشمن بن گئے ورنہ جس توراۃ کو تم مانتے ہو اُس میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی پوری شہادت تھی جسکو تم نے بدل ڈالا ہے اور ایک سچی بات پر اسلئے ہم سے جھگڑتے اور ہمارے دین کو عیب لگاتے ہو تم لوگوں میں ذرا بھی راستی اور انصاف ہو تو تم اقرار کر سکتے ہو کہ تمہارا جھگڑنا توراۃ کے برخلاف اور ہمارا دین بالکل اصل توراۃ کے موافق ہے۔ اسوقت تو یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے ہیں لیکن سورۃ لنساء میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے قریب جب عیسیٰ علیہ السلام زمین پر آدینگے تو اسوقت اُنکی نبوت کا اقرار کرینگے اسی طرح اب جو کوئی یہودی قریب المرگ ہوتا ہے اور عقبیٰ کی باتیں اُسکی آنکھوں کے سامنے آنے لگتی ہیں تو اُسکو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بیشک اللہ کے رسول تھے مگر اُس وقت کا یہ معلوم ہونا کچھ فائدہ مند نہیں کیونکہ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ اُس وقت کی توبہ اُس وقت کا اسلام غرض اُس وقت کی کوئی نیک بات انسان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی۔ صحیح بخاری اور مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب انبیا کو علاتی بھائی اور اُنکی شریعتوں کو علاتی بھائیوں کی ماں فرمایا ہے۔ علاتی اُن بھائیوں کو کہتے ہیں جنکا باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ توحید اور عبادت الٰہی کی نصیحت و تاکید کرنے میں سب انبیا ایک ہیں ہاں ضرورتِ وقت کے لحاظ سے ہر شریعت میں حلال و حرام کے احکام جدا ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ایک نبی کی نبوت کے انکار سے تمام انبیاء کی نبوت کا انکار لازم آجاتا ہے کیونکہ اصلی دین کی رو سے جب سب انبیا ایک ہیں تو اُن میں سے ایک کو جھٹلانا گویا سب انبیاء کے اصلی دین کو جھٹلانا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مثلاً فقط موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے اقرار سے یہود اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے اقرار سے نصرانی جو اپنی نجات کے خیال میں

ہین وہ اونکا خیال بالکل غلط ہی اسیواسطے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو یہودی یا نصرانی میرا حال سنکر میری نبوت کا اقرار نہ کریگا اوسکی نجات ممکن نہین ہی چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی یہہ روایت گذر چکی ہے۔

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ

تو کہہ مین تم کو بتاؤن ان مین کس کی بری جزا ہی اللہ کے یہان وہی جسکو اللہ نے لعنت کی اور اسپر غضب ہی اور اونمین

الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝ وَإِذَا

بعضے بندر کئے اور سور کئے اور پوجنے لگے شیطان کو۔ وہی بدتر ہین درجے مین اور بہت بہکے سیدہی راہ سے اور جب تم

جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ

پاس آدین کہین ہم یقین لای اور منکر ہی آئے تہے اور اسی طرح نکلے اور اللہ خوب جانتا ہی جو چہپا رہے تہے۔

وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

اور تو دیکہے بہت انمین دوڑتے ہین گناہ پر اور زیادتی پر اور حرام کہانے پر کیا بری کام ہین جو کر رہی ہین۔

یہودی نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم سے یہہ جو کہا تہا کہ اگر عیسے بن مریم کو بھی نبی مانتے ہین تو آپکے دین سی بڑہ کر اور کوی برا دین دنیا مین نہین اوسکے جواب مین اللہ تعالے نے یہ فرمایا کہ ای رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہہ دو کہ اللہ کے حکم سے مین تم لوگون کو جتلائے دیتا ہون کہ سزا کے لحاظ سے اللہ تعالے کے نزدیک بگڑا ہوا اور برا دین وہی ہی جسکی سزا مین تم لوگون پر اللہ کی پھٹکار ہی اور تم اوسکی غصہ اور خفگی مین ایسے گرفتار ہو کہ کچہہ لوگ تم مین کے آدمی سے بندر اور سور ہوگئے اور کچہہ اہل کتاب ہو کر بت پرست کہلائے۔ باوجود منا ہی کے یہود مین کے جن لوگون نے ہفتہ کے دن مچہلیون کا شکار کہیلا تہا وہ بندر اور سور ہوگئے تہے زیادہ تفصیل اس قصہ کی سورہ اعراف مین آویگی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق ان لوگون مین کے جوان تو بندر ہوگئے تہے اور بڈہے سور ہوگئے تہے۔ یہود بت پرست ایک تو بچہڑے کے پوجنے سے کہلای جسکا قصہ سورہ اعراف مین آویگا اور دوسرے کعب بن اشرف یہودی نے قریش کے بتون کی جو تعظیم کی تہی جسکا قصہ سورۃ النساء مین آیۃ الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت والطاغوت کی تفسیر مین گذر چکا ہی۔ اب آگے فرمایا کہ دنیا مین ایسے لوگ راہ راست سے دور پڑے ہوی ہین اسلئے عقبے مین انکا ٹہکانا جہنم ہی۔ انمین کے منافقین کا یہہ ذکر یون فرمایا کہ یہ لوگ اپنے دل کی باتون کو چہپا کر یہہ جانتے ہین کہ انکے دل کا حال کسیکو معلوم نہین لیکن اللہ غیب دان ہی اوسکو انکے دل کا حال خوب معلوم ہی کہ یہ لوگ مسلمانون کی مجلسون مین دشمن اسلام بنکر گہستے ہین

منزل ۲

اوسیطرح اون مجلسون سی نکلجاتی ہین تو مسلمانون کو بہکانیکی لئی کچہہ زبانی باتین جو اسلام کی صداقت کی باب مین بناتی ہین اون اوپری باتونکا کچہہ اعتبار نہین پہر اپنی رسول کو مخاطب ٹھراکر فرمایا کہ انہین کے اکثر لوگون کا یہہ حال دیکہنے کے قابل ہی کہ گناہون پہ پیش قدمی کرنے مین اونہین یہانتک جرارت ہی کہ بیباک ہوکر کتاب آسمانی کے لفظ اور معنی بدلتے ہین سرکشی اونہین اسقدر رہی کہ توراۃ کے محافظ انبیاء کو شہید کرڈالا غلط مسئلے بتاکر رشوت کا لینا یہہ تو انکا ہر وقت کا شغلہ ہی آخر کو فرمایا ان لوگون کے یہ سب کام انکی حق مین جسقدر بری ہین عقبیٰ مین اونکا حال اونکو خود معلوم ہو جاوی گا۔ معتبر سند کی شداد بن اوس کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے اوپر گذرچکی ہی جسکے ایک ٹکڑی کا حاصل یہی کہ جو شخص عمر بہر دنیا مین بری کام کرتا ہی اور اللہ تعالےٰ سے عقبیٰ مین راحت کی توقع رکہتا ہی وہ بڑا کم عقل ہی یہود کا حال بالکل حدیث کی اس ٹکڑی کی موافق ہی کیسلئے کہ عمر بہر کے کام تو اونکی وہ ہین جنکا ذکر اوپر گذرا اور عقبیٰ کی راحت کی توقع اونکو یہانتک ہی کہ اپنی سوا کسیکو جنت مین جانیکے قابل نہین کہتی چنانچہ سورہ بقر مین اسکا ذکر گذرچکا ہی:۔

لَوْلَا یَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ

کیون نہین منع کرتے انکے درویش اور ملا گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کہانیسے کیا برے عمل ہین جو کر رہے ہین۔

عام یہود و نصاریٰ جب نافرمانی کی باتین کرتے تو اونکی عالم اور واعظ اور اچہی لوگ اونکی نافرمانیونکو دیکہہ کر دبی زبان سی معمولی طور پہ کبہی کچہہ نصیحت کر دیتی تہی اور کبہی ٹال جاتی تہی اونکی تنبیہ مین اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حکم اس آیۃ کا ہر امت کو شامل ہی اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اکثر سلف فرمایا کرتے تہی کہ قرآن شریف مین اس آیۃ سی بڑہ کر کوئی آیۃ خوفناک عالمون اور صلحا کے لئے نہین ہی کیونکہ سوا ذاتی عمل کے اونسے یہ بہی پرسش ہوگی کہ اوہنون نے باوجود قدرت کے برون کو راہ راست پر لانے کی کوشش کیون نہین کی ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ مسند امام احمد مین معتبر سند سے جو روایتین اس باب مین ہین اونکا حاصل یہ ہی کہ جو کوئی اچہا آدمی کسی بری آدمی کو کوئی برا کام کرتے ہوئی دیکہہ کر باوجود قدرت کے منع نہ کریگا تو اوسکو بہی دین یا دنیا مین اس منع نہ کرنیکا وبال ضرور بہگتنا پڑیگا۔

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ وَ لَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ

اور یہود کہتے ہین اللہ کا ہاتہہ بندہ گیا اونہین کے ہاتہہ باندہے جاوین اور لعنت ہی اونکو اس کہنے سے بلکہ اسکے دونو ہاتہہ کہلے ہین۔ خرچ کرتا ہی جسطرح چاہے اور اس حکم سے جو تجہکو اترا تیرے رب کی طرف سے انکو بڑہی گی اور شرارت انکار اور ہمنے ڈال رکہی ہی اون مین دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک جب ایک آگ سلگاتے ہین لڑائی کیواسطے اللہ اوسکو بجہاتا ہی اور وہ دوڑتے ہین ملک مین فساد کرنے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ

اور اللہ نہیں چاہتا فساد والوں کو — اور اگر کتاب والے — ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم اتار دیتے — اُنکی برائیاں — اور

لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا

اُنکو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں — اور اگر وہ قائم رکھیں توریت — اور انجیل کو اور جو اترا اُنکو اُنکے رب کی طرف سے تو کھاویں

مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اپنے اُوپر سے — اور پاؤں کے نیچے سے — کچھ لوگ اُن میں سیدھے ہیں — اور بہت اُنکے بُرے کام کر رہے ہیں۔

ع ۱۰ / ۱۲

طبرانی اور ابو الشیخ نے جو شانِ نزول اِس آیت کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے بیان کی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ شماس قبیلہ قینقاع یہود کے سرگروہ نے اور ایک یہودی نے جسکا نام نباش بن قیس ہے ان دونوں نے ملکر یہ کہا کہ یہود کی طرف سے اللہ نے سخاوت اور کشایش رزق کا ہاتھ روک لیا ہے اِس لیئے نعوذ باللہ من ذلک اللہ بخیل ہے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی خاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ کی کریمی کی صفت ہمیشہ ایک سان ہے لیکن جب کبھی یہود نے سرکشی کی ہے اُسی وقت بخت نصر بابلی سے پھر طیطوس رومی سے پھر مجوس سے پھر اب مسلمانوں سے اِنکی سرکوبی کرائی گئی ہے جس سرکوبی کے سبب سے اِنکی بادشاہت اُجڑ کر ذلت اور تنگدستی اُنکے سر پر ان ہی کے ہاتھوں سے سوار ہے۔ اگرچہ قرآن میں جوں جوں اِنکے بُرے کاموں کی مذمت میں روز افزوں آیتیں بڑھتی جاتی ہیں اُسی قدر اِنکی شرارت بڑھتی جاتی ہے اور اِنکی یہ شرارتیں کچھ نئی نہیں ہیں عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کے ساتھ بھی انھوں نے طرح طرح کی شرارتیں کیں جنکے سبب سے اِن میں اور نصرانیوں میں ہمیشہ کی دشمنی پڑگئی اِنکی شرارتوں کی سزا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ قرار پائی ہے کہ کسی لڑائی کا یہ کچھ سامان کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسکو بگاڑ دیتا ہے جس سے اللہ کی زمین میں ان کا کوئی فساد چلنے نہیں پاتا یہ اِس لیئے ہے کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ یہ سب کچھ تو ہے لیکن اب بھی اگر یہ احکام آلہی کے تابع ہو جائیں گے تو اُنکی کشایش ہو جاویگی۔ اللہ کے دونوں ہاتھوں کا ذکر اس آیۃ میں آیا ہے اسواسطے یہ آیت منجملہ آیات متشابہات کے ہے اور آیات متشابہات میں متقدمین اور متاخرین کا مذہب اُوپر گزر چکا یہاں اسی قدر ذکر کافی ہے کہ متاخرین نے ہاتھوں کی تاویل قدرت سے کی ہے اور اس تاویل میں متقدمین کیجانب سے بعضے مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے سارے جہان کو پیدا کیا ہے اور حضرت آدم کی پیدایش کی نسبت یہ فرمایا ہے خلقت بیدی پھر یہاں ہاتھ کے معنی قدرت کے کیئے جاویں تو حضرت آدم کی پیدایش کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہتی اِس اعتراض کا کوئی شافی جواب متاخرین کا ابتک نظر سے نہیں گزرا۔ حاصل یہ ہے کہ جب ایک آیت میں بلا تشبیہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو بغیر کسی تاویل کے مانا گیا ہے تو پھر دوسری آیت میں تاویل کی کیا ضرورت ہے علاوہ اسکے دین اُن روایتوں کا نام ہے جو پہلے لوگوں سے پچھلوں کو پہنچی ہیں اِس لیئے آیات اور احادیث متشابہات میں بھی سلف کی پیروی گویا داخل دین ہے

منزل ۲

تفسیر ابن جریر میں عکرمہ کے قول کے موافق اس یہودی کا نام فنحاص ہے جسنے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بے ادبی کے لفظ منہ سے
نکالے تھے تفسیر ابو الشیخ میں حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت میں بھی اس یہودی کا یہی نام ہے لیکن طبرانی کی سند زیادہ معتبر
ہے غرض یہود میں کے بعضے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالے اور باقی کے لوگ انکے شریک
حال رہے اسلیئے اللہ تعالیٰ نے عام طور پر یہود کو بے ادب ٹھیرا کر وہ خفگی کے لفظ فرمائے جو پہلی آیت میں ہیں اور مابعد کی آیتوں
میں فرمایا کہ اگر یہ اہل کتاب پورے ایماندار بن کر اللہ تعالیٰ کی خفگی کی باتوں سے بچیں گے تو انکے پچھلے گناہ معاف فرما کر اللہ تعالیٰ
انکو جنت میں داخل کریگا۔ پھر یہ فرمایا کہ پورے ایمان کی نشانی یہ ہے کہ توراۃ اور انجیل میں نبی آخر الزمان کی نبوت اور قرآن کے
کتاب آسمانی ہونیکی صداقت ہے اسکو یہ لوگ دل سے مان لیویں جب یہ لوگ ایسا کرینگے تو آسمان سے مینہ برس کر انکے باغ انکی کھیتیاں جو قحط کے سبب خراب ہوگئی ہیں وہ سرسبز
ہوجاوینگی لاکلوا من فوقہم ومن تحت ارجلہم کا یہی مطلب ہے کہ آسمان سے ایسا مینہ برسیگا کہ باغ اور کھیتی کی سب زمین سرسبز ہوجاویگی پھر فرمایا کچھ لوگ تو ان میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ ایسے
سیدھے ہیں کہ وہ یہ نصیحتیں سنکر راہ راست پر آگئے ہیں لیکن انہیں کے اکثر تو ابھی کجروی پر اڑے ہوئے ہیں۔ صحیح مسلم میں ابوذر
کی روایت سے حدیث قدسی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمام دنیا کے جن و انسان اپنی مرادیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں اور
اللہ تعالیٰ ان سب کی مرادیں پوری کرے جب بھی اسکے خزانے ویسے ہی بھرپور رہیں۔ یہود نے بے ادبی سے بخیلی کا لفظ جو اللہ
تعالیٰ کی شان میں یوں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھ گیا اس کا جواب ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جو دیا اسکی یہ حدیث گویا
تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بخیلی تو وہ کرے جسکو اپنے خزانے کے کم ہوجانیکا اندیشہ ہو اللہ تعالیٰ کے خزانے کبھی کم نہیں ہوسکتے
یہود کی کجروی کا ذکر سورۂ بقرہ میں آیت یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم کی تفسیر میں گزر چکا ہے عرب کے محاورے میں ہاتھ کا
بندھنا بخل کے معنے میں اور ہاتھ کا کھلنا سخاوت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ اندھیرے میں لشکر کے لوگ آگ جلایا کرتے تھے تاکہ
اندھیرے میں دشمن حملہ نہ کر بیٹھے پھر رفتہ رفتہ لڑائی کے لیئے آگ سلگانے کا محاورہ لشکر کے ہر ایک انتظام پر بولا جانے لگا اسی
محاورے کے موافق کلما اوقدوا نارا للحرب اطفاءہا اللہ فرمایا۔ یہود کا اللہ کے ملک میں فساد یہی تھا کہ انھوں نے
اپنی قوم کے انبیاء اور علماء کو شہید کرڈالا۔ توراۃ کے احکام بدل ڈالے۔ رشوتیں لیکر غلط فیصلے کیئے اور نبی آخر الزمان سے
طرح طرح مخالفتیں کیں ۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسٰلَـتَهٗ

اے رسول پہنچا جو تجکو اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر یہ نہ کیا تو تونے کچھ نہ پہنچایا اسکا پیغام

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ

اور اللہ تجکو بچالے گا لوگوں سے اللہ راہ نہیں دیتا منکر قوم کو

ترمذی حاکم مسند امام احمد اور طبرانی وغیرہ میں جو اس آیت کی شان نزول لکھی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے تبلیغ حکم کی غرض
سے اللہ تعالیٰ نے اوپر کا ٹکڑا آیت کا نازل فرمایا آنحضرت کو یہ تامل ہوا کہ لوگ آپکو جھٹلاوینگے اسپر اللہ تعالیٰ نے دوسرا ٹکڑا

نازل فرمایا۔ جب آپ نے بیدھڑک اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کر دیا جس پیغام میں اکثر باتیں اہل کتاب منافقین اور کفار کی مرضی کے مخالف بلکہ انکی مذمت کی ہوتی تھیں تو اس خوف سے کہ موقع پاکر یہ مخالف لوگ آپ پر حملہ نہ کر بیٹھیں کچھ صحابہ کو آپ اپنی حفاظت کے لیے رات کو تعینات فرمایا کرتے تھے اسپر اللہ تعالیٰ نے تیسرا ٹکڑا آیت کا نازل فرمایا جس رات کو یہ تیسرا ٹکڑا آیت کا نازل ہوا اسی وقت سے آپنے حجرہ کی کھڑکی سے منہ نکالکر حفاظت والے صحابہ سے فرما دیا کہ تم لوگ اپنے اپنے گھر چلے جاؤ۔ اب حفاظت کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت خود اپنے ذمہ لی ہے یا ایہا النبی تو قرآن شریف میں کئی جگہ ہے مگر یا ایہا الرسول اسی سورت میں دو جگہ ہے اور کہیں قرآن شریف بھر میں نہیں ہے بعض مفسرین نے اس آیت کی شان نزول میں یہ جو لکھا ہے کہ ابوطالب کچھ لوگ مقرر کرکے آنحضرتؐ کی حفاظت کروایا کرتے تھے اسپر یہ آیت نازل ہوئی ہے یہ صحیح نہیں کیونکہ اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طبرانی میں جو ہے اسکی سند میں ایک راوی النضر بن عبدالرحمن ضعیف ہے علاوہ اسکے یہ آیت مدنی ہے اور ابوطالب کا قصہ مکہ کا ہے بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں جو شخص یہ خیال کرے کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی مصلحت سے کوئی اللہ کا حکم لوگوں پر ظاہر نہیں کیا اُسکے خیال کو اس آیت کے مضمون سے جھٹلانا چاہیے۔ اس حکم الٰہی کی تعمیل میں اللہ کے رسول آخر عمر تک مدت تک مصروف رہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابی بکرہ کی حدیث ہے جس میں آپنے آخری عمر میں حجۃ الوداع کے وقت سب لوگوں سے یہ پوچھا ہے کہ میں نے تمکو وقت بوقت اللہ کے احکام پہنچا دیے جب اُن لوگوں نے اس کا اقرار کیا تو آپنے اللہ تعالیٰ کو اُنکے اس اقرار کا گواہ قرار دیا۔ اس باب میں اور بھی بہت سی صحیح حدیثیں ہیں آخر کو فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تمہارے احکام قرآنی پہنچا دینے کے بعد جو لوگ اُن احکام کو دل سے نہ سنیں اور راہ راست پر نہ آویں تو اس سے کچھ دل تنگ اور آزردہ خاطر نہ ہونا چاہیے کیونکہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ کے علم میں جو لوگ بدکار ہو چکے ہیں وہ خود تو کسی نصیحت سے بھی راہ راست پر آنیوالے نہیں اور مجبور کرکے انکو راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اس لیے کہ انتظام الٰہی کے موافق دنیا نیک و بد کے امتحان کے لیے پیدا کی گئی ہے کسی کے مجبور کرنیکے لیے نہیں پیدا کی گئی

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ

تو کہہ اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو تمکو اترا تمہارے رب سے اور ان میں

كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۖ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا

بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھکو اترا تیرے رب سے شرارت اور انکار سو تو افسوس نہ کر اس قوم منکر پر بیشک جو مسلمان ہیں

وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

اور جو یہود ہیں اور جو صابئین اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاے اللہ اور پچھلے دن پر اور عمل کرے نیک نہ انپر ڈر ہے اور نہ وہ غم کھاویں

معتبر سند سے ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ رافع بن حرملہ اور مالک بن صیف اور

منزل ۲

چند یہود ایک روز آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ کیا اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتلاتے ہیں اور ہماری کتاب کو حق نہیں جانتے آپ نے فرمایا یہ سچ ہو کہ تمھاری کتاب برحق ہو لیکن تم نے بہت سے احکام الٰہی کو بدل ڈالا ہو انھوں نے جواب دیا جس طریقہ پر ہم ہیں وہ حق ہے ہم اسکے سوا ہرگز کوئی طریقہ اور اختیار نہ کرینگے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ یہود اور نصاریٰ اور دہریہ لوگ جب تک مناسب وقت شریعت کو نہ مانیں گے تو بغیر شریعت کے یہ دہریہ نجات پاسکتے ہیں نہ شریعت منسوخہ پر اڑے رہنے سے اہل کتاب کی نجات ہوسکتی ہو اور توراۃ اور انجیل میں تو نبی آخر الزماں پر ایمان لانیکی سخت تاکید ہے پھر اس مسئلہ کو بدلکر اور چھپا کر اہل کتاب کا یہ کہنا کہ ہم توراۃ اور انجیل پر قائم ہیں بالکل غلط ہے جبتک توراۃ اور انجیل پر یہ لوگ پورا ایمان نہ لاوینگے جس ایمان میں نبی آخر الزماں کے برحق ہونیکا اعتقاد بھی داخل ہے تو انکا ایمان لاشئی محض ہو اب آگے فرمایا کہ اہل کتاب کا توراۃ اور انجیل پر قائم ہوکر شریعت وقتیہ کا پابند ہونا تو درکنار شریعت وقتیہ میں جوں جوں انکی بداعمالی کی مذمت بڑھتی جاتی ہو اسیقدر انکی سرکشی بڑھتی جاتی ہو اور یہ اس بات کی نشانی ہو کہ یہ لوگ علم الٰہی میں شریعت وقتیہ کے منکر قرار پاچکے ہیں اس لیئے اے رسول اللہ کے ایسے لوگوں کی حالت پر تمیں کچھ افسوس نکرنا چاہیئے پھر یہ بھی فرمایا کہ اہل کتاب اپنی کتابوں کے پورے پابند ہوکر اگر شریعت وقتیہ کو مانیں گے اور شریعت وقتیہ کے موافق نیک کام کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو عقبیٰ کی سب سختیوں سے بیخوف و خطر کردیگا۔ اہل کتاب تو اپنے آپ کو ظاہر میں شریعت موسوی اور شریعت عیسوی کا پابند بھی کہتے ہیں لیکن دہریہ فرقہ ہے جو کسی شریعت کا ظاہر میں بھی پابند نہیں ہو۔ اس لیئے صابئین نہیں فرمایا بلکہ صابئون فرماکر اس فرقہ کا ذکر سلسلۂ کلام سے الگ یوں فرمایا کہ اگر اس فرقے کے لوگ بھی اپنے دہریہ پنے سے توبہ کرکے شریعت وقتیہ کو مانیں گے اور شریعت وقتیہ کے موافق نیک کام کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو بھی عقبیٰ کی سب سختیوں سے بیخوف و خطر کردیگا

وَلَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَأَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رُسُلًا ۖ كُلَّمَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ
ہم نے لیا تھا قول بنی اسرائیل سے اور بھیجے انکی طرف رسول جب آیا ان پاس رسول

بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ۝ وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا
جو خوش نہ آیا انکے جی کو کتنوں کو جھٹلایا اور کتنوں کا خون کرنے لگے اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہوگئے

وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝
اور بہرے پھر اللہ متوجہ ہوا انپر پھر اندھے ہوئے اور بہرے ہوگئے ان میں بہت اور اللہ دیکھتا ہو جو جو کرتے ہیں

اوپر ذکر تھا کہ یہود اگر پورے طور پر توراۃ کے پابند ہوجاتے تو انکو راہ راست پر شمار کیا جاویگا ان آیتوں میں انکے تورات پر قائم نرہنے کی تفصیل ذکر فرمائی ہے جس عہد کا ذکر ان آیتوں میں ہو یہ وہی عہد ہو جس کا ذکر سورۂ بقرہ کی آیت واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ کی تفسیر میں گزرچکا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت نبی اللہ تعالیٰ نے توراۃ کے اس عہد کے قائم رکھنے کے لیئے بھیجے۔ لیکن یہود نے توراۃ کے اکثر احکام کو چھوڑکر بجائے ان احکام کے اپنی خواہش کے موافق کچھ

ایجادی باتیں تراش رکھی تھیں جب نبی نے انکو ان باتوں سے روکا اس سے انھوں نے مخالفت پیدا کرکے بعضے نبیوں کو تو
قتل کر ڈالا مثلاً حضرت زکریا اور یحییٰ ان نبیوں میں سے ہیں جنکو یہود نے قتل کیا اور بعضے نبیوں کو انھوں نے جھٹلایا جیسے
مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم۔ اپنی ایجادی باتوں کو یہود حکم الٰہی جانتے ہیں اسلئے ان کا یہ
خیال ہو کر ان باتوں کی پاسداری میں موسیٰ علیہ السلام کے بعد کے کسی نبی کو مار ڈالنا یا جھٹلانا کوئی خرابی یا گناہ کی بات نہیں ہے
ایکدفعہ دل کے اندھے اور کانوں کے بہرے بنکر شعیا نبی کو قتل کیا پھر کچھ درست ہوگئے پھر اپنے پہلے ڈھنگ پر آکر حضرت
یحییٰ بن زکریا کو قتل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قتل کے فکر میں رہے آخر کو فرمایا کہ انکی یہ سب گناہ کی باتیں اللہ کی نگاہ
میں ہیں وقت مقررہ پر انکا کیا انکے آگے آیوالا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ یہود کو دنیوی سزا تو جالوت اور بخت نصر وغیرہ کے
ہاتھ سے مل چکی عقبیٰ کی سزا ابھی سب کی آنکھوں کے سامنے آنے والی ہے۔ ترمذی نسائی وغیرہ کی ابوہریرہ کی صحیح حدیث ایک
جگہ گزر چکی ہو کہ کثرت گناہ سے آدمی کے دلپر زنگ لگ جاتا ہو جسکے سبب سے نہ وہ کوئی نصیحت کی بات کانوں سے دل لگا کر سنتا ہو
نہ کسی نیک بات کا اسکے دلپر کچھ اثر ہوتا ہو دل کے اندھے اور کانوں کے بہرے لوگوں کی حالت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے ؏

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ
بیشک کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل

اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ
بندگی کرو اللہ کی جو رب ہو میرا اور تمھارا مقرر جسنے شریک کیا اللہ کا سو حرام کی اللہ نے اسپر جنت اور اس کا ٹھکانا

النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۘ وَمَا
دوزخ ہے اور کوئی نہیں گنہگاروں کی مدد کرنے والا بیشک کافر ہوئے جنھوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک اور

مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
بندگی کسیکو نہیں مگر ایک معبود کو اور اگر نہ چھوڑینگے جو بات کہتے ہیں البتہ جو ان میں منکر ہیں

مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ
پاوینگے دکھ کی مار کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ پاس اور گناہ بخشواتے اور اللہ ہی بخشنے والا

رَّحِيمٌ ۝ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ
مہربان اور کچھ نہیں مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول ہو گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول اور اسکی ماں ولی ہو

كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝
دونوں کھاتے تھے کھانا دیکھ ہم کیسی بتاتے ہیں انکو نشانیاں پھر دیکھ کہاں الٹے جاتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں یہود و نصاریٰ دونوں کو ملا کر یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب تک یہ لوگ تورات و انجیل پر پورے پورے قائم نہ ہونگے تو گویا

منزل ۲ ع ۱۰

یہ کسی دین پر بھی قائم نہیں اسکے بعد یہود نے توراۃ کی پابندی میں جو خرابیاں ڈال رکھی تھیں اُن کا ذکر فرمایا اب اِن آیتوں میں انجیل کے احکام کی پابندی میں جو خرابیاں تھیں اُنکا ذکر ہے۔ لیکن ان آیتوں کی تفسیر ذرا قصہ طلب ہے۔ اسلامی اور عیسائی تاریخ کی کتابوں میں یہ قصہ جو لکھا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے بعد جب عیسائیوں کی تعداد بڑھنے لگی تو یہود کو اسپر حسد ہوا اور اس حسد کے سبب سے یہود کا ایک بادشاہ جس کا نام بولس تھا اُس وقت کے عیسائیوں کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا یہاں تک لڑائی ہوئی کہ عیسائیوں کو ملک شام چھوڑنا پڑا۔ اسکے بعد یہ بولس یہودی فریب سے نصرانی ہو گیا اُس وقت کے عیسائی بولس کے فریب میں آ گئے اور بولس کو مثل حواریوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا نائب سمجھنے لگے اُسکی عبادت کے لیے ایک عبادتخانہ بنوایا۔ بولس اُس عبادتخانہ کا دروازہ بند کر کے اُس میں رہتا تھا اور دوسرے تیسرے دن اُس عبادتخانہ کا دروازہ کھولکر باہر نکلتا اور توراۃ اور انجیل کے برخلاف اِس طرح کی خوش بیانی سے کچھ باتیں بیان کرتا کہ اُس وقت کے عیسائی اُن باتوں کو آسمانی الہام خیال کرتے کیونکہ اُسنے اپنی خوش بیانی سے اُس وقت کے عیسائیوں کے دل میں یہ بات اچھی طرح جما دی تھی کہ وہ تیسرے آسمان تک پہنچتا ہے۔ ایکدن بولس اپنے عبادتخانہ کا دروازہ کھولکر باہر نکلا اور اُس وقت کے عیسائیوں سے اُسنے کہا کیا تم نے کسی الشان کو دیکھا ہے کہ وہ مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر سکے یا مُردے کو زندہ کر سکے اُنھوں نے جواب دیا کہ نہیں اسپر بولس نے اُن سے کہا کہ اسی واسطے میرا آج کا الہام یہ ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک عیسیٰ بن مریم خود خدا تھے جو دنیا میں آئے اور اُن میں یہ سب قدرتیں تھیں۔ اُس وقت کے عیسائیوں میں کا ایک گروہ تو بولس کے اِس الہام کا قائل ہو گیا اور اُنھوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کہنا شروع کیا۔ کچھ لوگوں نے اُس الہام کے یہ معنی سمجھے کہ بغیر باپ کے پیدا ہونے سے حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے تھے اور باپ بیٹا اور روح القدس یہ تینوں ملکر خدا ہیں۔ اِس فرقہ کے لوگ روح القدس کے معنی حیات ابدی کے کرتے ہیں اور کبھی اَور کچھ معنی کرتے ہیں۔ بعضے لوگوں نے اُس الہام کا یہ مطلب سمجھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ حضرت مریم یہ تینوں ملکر خدا ہیں۔ یہ لوگ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم کی تصویریں اپنے عبادتخانوں میں رکھتے ہیں اور ان تصویروں کو سجدہ کرتے ہیں اِن لوگوں نے حضرت مریم کے نام کی ایک نماز بھی ٹھیرا رکھی ہے جسکو یہ لوگ پڑھا کرتے ہیں یہ آخر کے دونوں فرقے تثلیثی فرقے کہلاتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تین خدا کے ماننے والے یہ فرقے ہیں۔ اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر ان تینوں فرقوں کا ذکر فرما کر اُنکو کسی طرح قائل کیا ہے ✣

(۱) جبکہ توراۃ کے حوالہ سے اِن لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے جو توحید اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے پائی تھی وہی توحید موروثی طور پر عیسیٰ بن مریم تک آئی۔ اِس اعتقاد کی بنا پر یہ لوگ اپنے آپکو ملتِ ابراہیمی کا پابند بتلاتے ہیں تو پھر عیسیٰ بن مریم کو اللہ ٹھیرانے کی صورت میں وہ ابراہیمی توحید کیونکر ان لوگوں میں باقی رہ سکتی ہے وما من الہ الا اللہ واحد سے اسی مطلب کو ادا فرمایا گیا ہے (۲) جب اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم نے اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور اپنے رسول ہونے کی ان لوگوں کو صاف ہدایت کی تو پھر ان لوگوں نے اپنے رسول کی ہدایت کے برخلاف یہ شرک کی باتیں کہاں سے نکالی ہیں کیا

منزل ۲

انکو عیسیٰ بن مریم کی یہ نصیحت یاد نہیں کہ شرک کا ٹھکانا دوزخ اور جنت اُسپر حرام ہے و قال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ
ربی وربکم انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وما للظالمین من انصار سے یہی
مطلب ادا فرمایا گیا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے انجیل کے ترجموں میں اگرچہ سینکڑوں تبدل و تغیر ہوگئے لیکن انجیل
یوحنا کے سترھویں باب میں اس آیت قرآن کی پوری صداقت اب بھی موجود ہے۔ اسیطرح انجیل متی کا تیسرا اور چوتھا باب
بھی دیکھنے کے قابل ہے جس میں مسیح علیہ السلام نے شیطان سے فرمایا ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کسیکو سجدہ کرنا۔ یا
کسیکی عبادت جائز نہیں ہے +

(۳) عیسیٰ بن مریم اور انکی ماں مریم کھانا کھایا کرتے تھے جسکی زندگی کا مدار کھانا کھانے پر ہو جسکی ذات میں یہ تغیر ہو کہ ہر
روز کی غذا کے سبب سے اُس کا خون گوشت سب کچھ بڑھتا رہے تو یہ سب نشانیاں مخلوقات کی شان کی ہیں وہ پاک ذات ان سب
باتوں سے پاک ہے چنانچہ سورۂ انعام میں آویگا وھو یطعم ولا یطعم جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب کو کھلاتا ہے اور خود کھانے
سے پاک ہے۔ پھر ایسی موٹی باتوں کو بھولکر کس عقل سے یہ لوگ عیسیٰ بن مریم اور انکی ماں کو اللہ کا شریک ٹھیراتے ہیں۔ کانا
یا کلان الطعام انظر کیف نبین الآیات ثم انظر انی یؤفکون سے یہی مطلب بیان کیا گیا ہے۔ حاصل مطلب
ان آیتوں کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے عیسیٰ بن مریم کو اللہ کہا یا انکو اور انکی ماں کو اللہ کا شریک ٹھیرایا وہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے
طریق کے بالکل مخالف اور منکر ہیں کیونکہ عیسیٰ بن مریم نے ان لوگوں کو توحید سکھائی یہ شرک کی باتیں ہرگز نہیں سکھائیں۔
باوجود اسکے پھر جو کوئی ان شرک کی باتوں میں گرفتار رہے گا اُسپر جنت حرام اور اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے کس لیئے کہ اُس نے
ایسی باتوں میں گرفتار رہکر اپنے نفس پر یہ ظلم کیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے بہتیروں کو اللہ کا شریک اور اپنا معبود ٹھیرایا اسلیئے ایسے
ظالم لوگ اپنے شرک کی باتوں سے جب تک باز آکر اللہ کی جناب میں توبہ و استغفار نہ کرینگے تو قیامت کے دن وہ
سخت عذاب میں پکڑے جاوینگے اور اللہ کے عذاب سے چھڑانے میں اُن کا کوئی حامی و مددگار نہ ہوگا۔ اور ان لوگوں کا یہ
خیال کہ عیسیٰ بن مریم مثلاً مردہ کو زندہ کرتے تھے اسواسطے خدا تھے بالکل یہ غلط خیال ہے۔ عیسیٰ بن مریم کی مانند اور رسول
بھی صاحب معجزہ ہوئے ہیں جنکو یہ لوگ خدا نہیں کہتے مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے لکڑی کا سانپ بن جانا۔
مردہ کو زندہ کرنے سے کچھ کم نہیں ہے۔ ان لوگوں کو اتنی بات سمجھ لینی چاہیئے کہ جب عیسیٰ بن مریم اور انکی ماں غذا کے حاجتمند
تھے تو ایسا حاجتمند شخص خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔

کفر و شرک یہ ہے کہ ثالث ثلثہ کو یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے اگر دو بندوں میں اللہ تعالیٰ کو تیسرا
حاضر و ناظر سمجھا جاوے تو یہ عین ایمان ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت ہے جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ ہم ایسے دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے۔ پھر اسکی مدد پر بھروسا کرنا چاہیئے
یہ اُس وقت کی حدیث ہے کہ ہجرت کے ارادہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ سے نکلکر جبل ثور کے غار

منزل ۲

میں ٹھیرے ہوئے تھے اور مکہ کے مشرک لوگ اُس پہاڑ کے اردگرد آپکی تلاش میں اِس طرح پھر رہے تھے کہ اُس غار میں سے مشرکوں کے پاؤں نظر آتے تھے۔ صدیق کے معنی سورۃ النسا میں گزر چکے ہیں کہ صدیق کے دل میں وحی کے احکام کی صداقت زیادہ ہوتی ہے حضرت مریم کے دل میں توراۃ اور انجیل کے احکام کی صداقت بہت تھی اس واسطے آپکا لقب صدیقہ ہے۔ اِس سے علماء نے یہ بات نکالی ہے کہ حضرت مریم نبی نہیں تھیں کیونکہ صدیق کا مرتبہ نبی کے بعد ہے سورۃ النساء کی آیۃ وما ارسلنا قبلك الا رجالا نوحی الیہم سے اِس قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی سب مرد ہی ہوئے ہیں تثلیث کے مسئلہ کے باب میں ایک یہ بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ اس مسئلہ کے انجیل میں نہ ہونیکے سبب سے نصاری میں کے پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگ اپنی کتابوں میں اس کا ذکر نہیں کرتے۔ یہ فرقہ انجیلی کہلاتا ہے ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ علماء سلف کا جو قول آسمانی کتاب کے مخالف ہو وہ داخل دین نہیں ہے اِس لیئے ان لوگوں نے اِس مسئلہ کو انجیل کے مابعد کا مسئلہ قرار دیکر اُس کا ذکر اپنی کتابوں میں چھوڑ دیا ہے۔ تثلیثی فرقہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ہر شخص کی نجات تثلیث کے مسئلہ پر منحصر ہے۔ جب اِس فرقہ کے مخالف لوگوں نے اِس فرقہ پر یہ اعتراض کیا کہ اگر یہ مسئلہ ایسا ضروری تھا جسپر سب لوگوں کی نجات منحصر تھی اور مسیح علیہ السلام لوگوں کو نجات کا طریقہ بتلانے کے لیئے دنیا میں آئے تھے تو خود مسیح علیہ السلام نے یہ مسئلہ لوگوں کو صاف طور پر کیوں نہیں بتلایا تثلیثی فرقہ کے لوگوں نے اس اعتراض کا جواب دو طرح سے دیا ہے ایک تو یہ کہ تثلیث کا مسئلہ ایسا دقیق تھا کہ مسیح علیہ السلام کے آسمان پر چلے جانے سے پہلے صحیح طور پر یہ مسئلہ کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہود کے خوف سے مسیح علیہ السلام نے یہ مسئلہ حواریوں کے روبرو بیان نہیں کیا۔ فرقہ تثلیثی کے مخالف لوگوں نے پہلے جواب کو تو اِس طرح غلط قرار دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر چلے جانے کے بعد کوئی دقیق مسئلہ طے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خود یوحنا حواری نے جبکہ اپنے رسالہ کے چوتھے باب میں اپنے زمانہ کا حال یہ لکھا ہے کہ اس زمانے میں بہت سے جھوٹے نائب مسیح علیہ السلام کے پیدا ہوگئے ہیں اور آدم کلارک نے اپنی شرح میں یوحنا کے اِس قول کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ مسیح علیہ السلام کے بعد بہت سے لوگ الہام کا دعوی کرنے والے پیدا ہو گئے تھے جنکے الہام جھوٹے تھے اور خاص کر ان میں فریبی یہودی اکثر تھے۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ پولس یہودی کا زمانہ بھی وہی ہے اور اُس وقت کے تاریخ والوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شخص عیسائی دین میں رخنہ ڈالنے کی نیت سے بطور فریب کے عیسائی ہوا تھا۔ اور یہ تو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ پولس کا الہام توراۃ انجیل مسیح علیہ السلام کی نصیحت سب کے برخلاف ہے۔ تو پھر ایسے الہام کو آسمانی الہام کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ اور اس طرح کے مشکوک الہام کی بنا پر تثلیث کے مسئلہ کے باب میں آسمانی کتاب کس طرح بدل سکتی ہے۔ دوسرے جواب کو یوں غلط ٹھیرایا گیا ہے کہ انجیل کی اکثر آیتوں کے موافق مسیح علیہ السلام نے چھوٹے چھوٹے مسئلے بنی اسرائیل کو بلا خوف و خطر بڑی سختی سے سمجھائے ہیں اِس حالت میں مسیح علیہ السلام پر یہ تہمت ہے کہ اُنھوں نے اتنا بڑا ضروری مسئلہ لوگوں کے خوف سے بغیر بیان کے چھوڑ دیا ؂

منزل ٢

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ

تو کہہ تم ایسی چیز پوجتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا

سنتا جانتا تو کہہ اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت چلو

اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝ ع

خیال پر ایک لوگوں کے جو بہک گئے ہیں آگے اور بہکا گئے بہتوں کو اور بھولے سیدھی راہ سے

اوپر ذکر تھا کہ نصاریٰ میں سے بعضے لوگ مسیح بن مریم کو خدا کہتے ہیں اور بعضے خدا کا شریک ٹھیر لیتے ہیں اُن ہی لوگوں کے سمجھانے کے لیے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو مخاطب ٹھیرا کر فرماتا ہے کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ سوا اللہ تعالیٰ کے جن کو تم اپنا معبود ٹھیراتے ہو نہ اُنکو تمہارے برے بھلے کا کچھ اختیار ہے نہ تمہارے حاضر و غائب سب کی التجا سن لینے کی اُن میں کچھ قدرت ہے نہ ہر ایک کی دلی التجا کا اُنھیں کچھ حال معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی ذات ہے کہ وہ ہر ایک کی التجا سنتا ہے ہر ایک کے دلی مقصد کو خوب جانتا ہے۔ ایک وقت وہ تھا کہ بنی اسرائیل بڑی ذلت و خواری سے فرعون کے بس میں تھے جب اللہ تعالیٰ نے اُنکی بہبودی کا ارادہ کیا تو فرعون کے پھندے سے اُنکو نکالکر نبوت و بادشاہت سب کچھ اُنکو دیدیا۔ پھر جب اُنھوں نے اللہ کی ان نعمتوں کی ناشکری کی تو اُس قادر مطلق نے اُسی ذلت و خواری کا دن اُنھیں پھر دکھا دیا۔ آدمی کے غور کرنے کے لیے ایسی بے گنتی مثالیں اُسکی قدرت کی دنیا میں اب بھی موجود ہیں۔ ان لوگوں کا تو یہ حال کہ مسیح بن مریم کو خدا یا خدا کا شریک کہیں اور خود مسیح بن مریم کا یہ حال کہ اُنھوں نے اے میرے معبود اے میرے معبود کہہ کہہ کر اپنے آخری وقت پر اپنی طرح طرح کی التجا اللہ تعالیٰ کی جناب میں پیش کی جس کا ذکر انجیل متی کے ستائیسویں باب میں ہے مسیح بن مریم تو اپنے بندے ہونے اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونے کی اس آخری اقرار پر دنیا سے اُٹھ گئے۔ لیکن اس پر بھی یہود نے اُنکے گھٹانے میں یہانتک مبالغہ کیا کہ اُنکو اللہ کا رسول بھی نہیں کہتے نصاریٰ نے اُنکے بڑھانے میں یہانتک مبالغہ کیا کہ اُنکو خدا یا خدا کا شریک ٹھیرایا۔ یہ سب باتیں اُنکے بڑوں کی تراشی ہوئی ہیں جو خود بھی بے راہ ہوئے اور لوگوں کو بھی بے راہ کیا حال کے لوگ بھی اگر ان بے راہ بڑوں کی پیروی میں عمر بھر لگے رہیں گے اور پھر عقبیٰ میں اپنی بہبودی کی توقع اللہ تعالیٰ سے رکھیں گے تو یہ بڑی نادانی کی بات ہے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے شداد بن اوس کی معتبر سند کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص عمر بھر اپنی خواہش نفسانی کا پیرو رہا اور پھر اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُس نے عقبیٰ کی بہبودی کی توقع رکھی وہ شخص بڑا نادان ہے۔ یہ حدیث گویا ان آیتوں کی تفسیر ہے ؎

منزل ۲

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى
لعنت کھائی منکروں نے بنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبان پر اور عیسٰی

ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ
بیٹے مریم کی یہ اس سے کہ گنہگار تھے اور حد پر نہ رہتے تھے آپس میں منع نہ کرتے

عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ
بُرے کام سے جو کر رہے تھے کیا بُرا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھے ان میں بہت لوگ رفیق ہوتے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ
کافروں کے بُری تیاری بھیجی ہے آپنے واسطے کہ اللہ کا غضب ہوا اُن پر اور ہمیشہ وہ

خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ
عذاب میں ہیں اور اگر یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو اُسپر اُترا تو اُنکو رفیق نہ ٹھیراتے پر اُن میں بہت لوگ بے حکم ہیں

اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اس بات کے جتلانے کو نازل فرمائی ہے کہ بنی اسرائیل خاصکر کچھ اب قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانے میں ایسی نافرمانی نہیں کرتے جسکے سبب سے قرآن شریف میں اکثر آیتیں اُنپر لعنت کی اُتری ہیں بلکہ ہمیشہ سے انکا یہی حال ہے کہ سابق کے انبیا کے زمانہ میں سابق کی آسمانی کتابوں میں بھی انکی نافرمانی کے سبب سے اُنپر لعنت اُتر چکی ہے مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد اور ابن ماجہ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں جب طرح طرح کے گناہ پھیلے تو اُنکے علماء نے پہلے تو کچھ منع کیا پھر عالم لوگ بھی جاہلوں سے رل مل گئے اسپر اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰؑ کی زبانی زبور اور انجیل میں اُن سب پر لعنت اُتاری تفسیر ابن جریر میں علی بن طلحہ کی سند سے حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی اسی طرح روایت ہے یہ اُوپر گزر چکا ہے کہ یہ سند عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح ہوا کرتی ہے آنحضرتؐ نے قسم کھا کر امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ کی حذیفہؓ کی روایت میں یہ فرمایا ہے کہ اس اُمت کے عالم لوگ بھی جب اچھی بات کی نصیحت اور بُری بات کی ممانعت چھوڑ دیوینگے اور پھر دعا کرینگے تو کسیکی دعا قبول نہ ہوگی ترمذی نے اس حدیث کی سند کو معتبر کہا ہے ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت سے کسی نے پوچھا کہ حضرت لوگوں میں وعظ و نصیحت کا رواج کب اُٹھ جائیگا آپنے فرمایا پہلی اُمتوں کی طرح جب تم میں چھوٹی عمر کے لوگ صاحب حکومت اور بڑی عمر کے لوگ بدکار اور عالم لوگ خدا کے نافرمان بردار ہونگے تو آپس میں وعظ و نصیحت کا چرچا اور رواج اُٹھ جاویگا انس بن مالک کی یہ حدیث اگرچہ فقط ابن ماجہ میں ہے لیکن ابن ماجہ کی سند میں کوئی راوی ضعیف نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت گذر چکی ہے کہ خلاف شریعت بات کی اصلاح ہاتھ سے زبان سے دل میں اُس

خلاف شریعت بات کو برا جانے جسطرح ممکن ہو کیجاوے۔ غرض اس باب میں بہت سی حدیثیں ہیں جسکے سبب سے
ایک کو دوسرے سے تقویت حاصل ہو جاتی ہے حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ یہود حد سے بڑھکر طرح طرح
کے گناہ کرتے تھے اور ان گناہوں پر آپس میں ایک دوسرے کو منع نہیں کرتا تھا بلکہ سب ایک دل ہو گئے تھے
یہ اعمال تو انکے بُرے تھے علاوہ اسکے یہ بھی تھا کہ اہل کتاب ہو کر اہل اسلام کی مخالفت میں مکہ کے مشرک لوگوں
سے انھوں نے دوستی پیدا کی تھی جسکے سبب سے اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ کے غصہ اور عذاب کے یہ لوگ مستحق ٹھیر
گئے اور اللہ تعالیٰ نے انکو اپنی رحمت سے دور لائق پھٹکار قرار دیا یہی معنی اللہ کی لعنت کے ہیں۔ پھر یہ فرمایا
کہ اگر ان لوگوں کے دل میں بھی کتاب آسمانی کا ایسا ہی یقین ہوتا جس طرح سے یہ لوگ کتاب آسمانی کی پابندی
زبانی ظاہر کرتے ہیں تو یہ بت پرستوں سے دوستی پیدا کر کے بت پرستی کی تعریف نکرتے۔ حیی بن اخطب اور
کعب بن اشرف یہودیوں کے سرداروں کا مکہ جا کر بت پرستوں سے میل جول کرنا اور انکے بت پرستی کے طریقہ
کو مسلمانوں کے طریقہ سے اچھا بتانا یہ قصہ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ ان میں کے اکثر لوگ نافرمان
ہو گئے ہیں اس لیے انکو ایسی باتوں کی پروا نہیں رہی۔ ترمذی نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی
صحیح حدیث اوپر گزر چکی ہے کہ بغیر توبہ کے گناہ کرتے کرتے آدمی کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے جسکے سبب سے
کوئی نیک بات اسکے دل پر اثر نہیں کرتی۔ قتل انبیا اور اسکے سوا اور بڑے بڑے گناہ کرنے کرتے یہود کے دلوں کا یہ
حال ہو گیا تھا اسی واسطے گناہوں کی جرات اور نیک کاموں کی طرف سے بے پروائی ان میں بڑھ گئی تھی۔ اس
امت میں بھی کسی شخص میں اگر یہ عادت پیدا ہو جاوے تو اسکو چاہیئے کہ خالص دل سے توبہ و استغفار کر کے
اپنے دل کو اس زنگ سے پاک و صاف کرے۔ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے معتبر سند کی ابوامامہ کی حدیث
ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا دل نیک کام کر کے خوش ہو اور
برا کام کر کے غمگین ہو تو وہ شخص ایسا ہے کہ اسکے دل میں نور ایمانی کی جھلک ہے۔ دل کی حالت آزمانے کے
لیئے یہ حدیث بڑی کسوٹی ہے ؎

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمنی میں مسلمانوں سے یہود کو اور شریک والوں کو

سورۂ بقر کی آیت ولتجدنہم احرص الناس علی حیوۃ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ جس طرح مشرک لوگوں کا
دارومدار فقط دنیا کی زندگی پر ہے عقبیٰ کے یہ لوگ بالکل منکر ہیں اسی طرح یہود ہیں کہ انبیا کے قتل اور علاوہ
اسکے اور بڑے بڑے گناہوں کے کرنے سے مشرکوں کی طرح یہ بھی سخت دل ہو کر عقبیٰ کو بالکل بھول گئے ہیں
اور فقط دنیا کی زیست پر انکا بھی دارومدار ہے۔ اسلام میں اس عادت کے لوگوں کی بڑی مذمت آئی ہے۔

اِس لیئے ایک دل ہو کر یہ دونوں فریق اسلام کے سخت دشمن ہیں بخلاف نصاریٰ کے کہ ان میں بعضے عبادت پسند اور تارک الدنیا ہیں یہود جیسی دُنیا پرستی اُنکے جی میں نہیں ہے اس لیئے اسلام کی دنیا پرستی کی مذمت کو ان لوگوں نے عداوت کا سبب نہیں ٹھیرایا۔ اسی واسطے ہرقل اور مقوقس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوں کی عزت کی۔ اور کسریٰ نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہود اور مشرکوں کی عادت ملتی جلتی ہے اس لیئے یہود اسلام کی عداوت میں مشرکوں کے قدم بقدم ہیں نصاریٰ ایسے نہیں ہیں چنانچہ اُنکا ذکر آتا ہے ✦

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ۚ ذَٰلِكَ

اور تو پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ

بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ○

اس واسطے کہ ان میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

اگرچہ نسائی اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے شان نزول اس آیت کی یہ بیان کی ہے کہ مدینہ منورہ کی ہجرت سے پہلے عورتوں بچوں کے علاوہ اسی آدمی کے قریب حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے اور قریش نے نجاشی بادشاہ حبشہ سے ان لوگوں کے مکہ میں واپس کر دینے کی خواہش حبشہ جا کر کی تھی اور نجاشی نے ان لوگوں کا اصلی حال دریافت کرنے کی غرض سے ان لوگوں کو اپنے روبرو بلایا تھا اور آنحضرت کے ذکر کے ذیل میں نجاشی نے حضرت جعفر سے کہا تھا کہ تمھارے نبی پر جو کلام اُترتا ہے اُس میں سے کچھ مجھکو سناؤ اور حضرت جعفر نے سورہ مریم پڑھی تھی جسکو سن کر نجاشی اور پادری لوگ روئے تھے اُسپر یہ آیتیں اور آگے کی آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں اور شاہ صاحب نے بھی اسی شان نزول کو موضح القرآن میں اختیار کیا ہے لیکن حافظ ابن کثیر نے اسپر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ نجاشی کا قصہ اُس وقت کا ہے کہ آنحضرت اُس وقت مدینہ میں تشریف رکھتے تھے اور وہیں قرآن شریف نازل ہوتا تھا اس صورت میں ان مدنی آیات کا نزول اُس وقت کیونکر تسلیم کیا جاسکتا ہے اس لیئے شان نزول ان آیات کی وہی ہے جسکو ابن ابی حاتم نے دوسری روایت میں بیان کیا ہے کہ نجاشی نے تیس پادری آنحضرت کے پاس مدینہ میں بھیجے تھے۔ آنحضرت نے اُنکو سورہ یٰسین پڑھکر سنائی اور وہ سنکر روئے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ حافظ ابن کثیر کے اس اعتراض کا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ اگرچہ نجاشی کے سورہ مریم سُنکر رونے کا قصہ ہجرت مدینہ سے پہلے کا ہے لیکن ہجرت کے بعد نجاشی کے بھیجے ہوئے وہ پادری جب مدینے میں آئے جو نجاشی کے مصاحب تھے اور سورہ مریم کے سن لینے کے وقت وہ نجاشی کے پاس تھے اور نجاشی کے ساتھ وہ بھی روئے تھے اب جو سورہ یٰسین سُنکر یہ پھر رونے

تو اللہ تعالیٰ نے دونوں قصوں کو شان نزول قرار دیکر یہ آیات نازل فرمائی ہیں حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ آیتیں نصاریٰ کے ایک خاص گروہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن ان آیتوں کے لفظ عام ہیں اس لیے اب بھی نصاریٰ میں جو لوگ اس خاص گروہ کی عادت کے ہیں وہ ان آیتوں کے حکم میں داخل ہیں۔ سورۂ بقر کی آیت لتکونوا شہداء علی الناس کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اور نبیوں کی اُمتیں قیامت کے دن اپنے نبیوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھٹلاوینگے اور یہ کہوینگے کہ یا اللہ ہم کو کسی نبی نے تیرا حکم نہیں پہنچایا اور انبیا اپنی رسالت کا ادا کر دینا ظاہر کرینگے۔ قرآن شریف میں پچھلے سب انبیا اور پچھلی سب اُمتوں کا حال ہے اس لیئے اُمت محمدیہ کے لوگ اُن انبیا کی تائید میں کہویں گے کہ یا اللہ قرآن شریف میں پہلے نبیوں کی رسالت کے ادا ہو جانے کا ذکر ہے اس واسطے ہم تیرے کلام کے سچے ہونے کی شہادت ادا کرتے ہیں ؎

؎ ؎ ؎

پارہ لا یحب اللّٰہ تمام شد

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ

اور جب سنین جو اترا رسول پر تو دیکھے ان کی آنکھین ابلتی ہین آنسؤن سے اُس جو پہچانے بات حق

الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ

کہتے ہین اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہمکو ماننے والون کیساتھ اور ہمکو کیا ہوا کہ یقین نہ لاوین اللہ پر اور جو پہنچا ہم پاس حق

وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

اور ہم کو توقع ہے کہ داخل کرے ہمکو ہمارا رب ساتھ نیک بختون کے پھر اُن کو بدلہ دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ نیچے اُن کے بہتی نہرین

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

رہا کرین اُن مین اور یہ ہے بدلہ نیکی والون کا اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتین وہ ہین دوزخ کے لوگ

ع ۹

یہ آیتین بھی ولتجدن اقربہم کی شان نزول مین داخل ہین۔ فاکتبنا مع الشاہدین کا یہی مطلب ہے کہ نصاریٰ کے اُس گروہ نے جسکا ذکر ان آیتون مین ہے اسی شہادت مین شریک ہونے کی دعا اللہ تعالیٰ کی جناب مین کی ہے جس شہادت کا ذکر سورہ بقرہ مین ہے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ جب یہ پادری لوگ مدینہ سے حبشہ کو واپس گئے تو قوم کے بعضے لوگون نے اُن پر یہ اعتراض کیا کہ تم نے اسلام کی صداقت کیون کی اُن پادریون نے اُس اعتراض کا یہ جواب دیا کہ حق بات کے معلوم ہو جانے کے بعد ہم سے یہ نہین ہو سکتا کہ ہم اسکو نہ مانین اور اس حق بات کے مان لینے سے ہمکو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ وہ ہم کو نیک لوگون مین داخل کریگا۔ حق بات سے مطلب وہی نبی آخر الزمان کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ جس کا ذکر توراۃ اور انجیل کے حوالہ سے اُوپر گذر چکا ہے ان پادریونکی توراۃ انجیل اور قرآن کی صداقت سچے دل سے تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ اُن لوگون کی اس نیکی کا اور اُن کی طرح اور جو کوئی نیکی کرے اس سب کا انجام یہ ہے کہ ایسے لوگ دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد ہمیشہ جنت مین راحت اور آرام سے رہوینگے اور جو لوگ اس صداقت سے بے بہرہ ہین اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جحیم کے معنے دہکتی آگ کے ہین بیہقی وغیرہ کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین دوزخ کی آگ کے تین ہزار برس تک دہکائے جانے کا ذکر ہے اسواسطے دوزخ کی آگ کو دہکتی آگ فرمایا صحیح بخاری ومسلم کی ابوہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین یہ ذکر ہے کہ دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ کی تیزی سے اونتہر حصے زیادہ ہے۔ غرض اس بات مین ایک حدیث کو دوسری حدیث سے تقویت حاصل ہو کر یہ سب حدیثین جحیم کی گویا تفسیر ہین۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ

اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ نے تمکو حلال کین اور حد سے نہ بڑھو اللہ نہین چاہتا زیادتی والون کو

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

اور کھاؤ اللہ کے دیے سے جو حلال ہو ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر یقین رکھتے ہو

ترمذی ابن ابی حاتم ابن جریر ابن عساکر وغیرہ نے اِس آیت کی شان نزول جو بیان کی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت سے بیان کیا کہ گوشت کے کھانے سے مجھکو عورتون کی صحبت کی خواہش زیادہ پیدا ہو جاتی ہے - اِس سبب سے مین نے گوشت کے کھانے کی قسم کھالی ہے - بعضے صحابہ نے اچھی چیز کا کھانا اچھے کپڑے کا پہننا - مباشرت کا کرنا ترک کر دیا تھا - اور ایک صحابی تھے جن کے گھر مین ایک مہمان آئے ہوئے تھے اِن صحابی کو آنحضرت کے پاس سے گھر جانے مین دیر ہو گئی - اُن کی بی بی نے اُن کے انتظار مین مہمان کو کھانا نہین دیا - جب یہ گھر گئے تو اُنکو مہمان کے بھوکا رکھنے سے اپنی بی بی پر غصہ آ گیا - اِس لیے اُنہون نے اُس روز کھانا کھانے کی قسم کھالی اُن کی قسم کے سبب سے بی بی اور مہمان نے بھی قسم کھالی غرض اِس طرح کے چند قصون کے جمع ہو جانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانون کو ہدایت کی کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزون کو غصہ مین آکر یا غیر کا حق تلف کر کے اپنے اوپر حرام نہین کرنا چاہیے - ہان کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھکر سہولت عبادت یا کسی اور غرض سے چند روز کسی چیز کو چھوڑ دیا جاوے تو وہ اور بات ہے - اِسی طرح کے قصے صحابہ کے سُنکر آپ نے فرمایا ہے - کہ لوگون کا کیا حال ہے کہ حلال چیزون کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہین - مین تو نبی ہو کر روزہ بھی رکھتا ہون اور افطار بھی کرتا ہون اور مباشرت بھی کرتا ہون - جو کوئی میری سنت کے خلاف کرے گا - مین اُس سے بیزار ہون - یہ حدیث صحیحین مین حضرت عائشہ کی روایت سے ہے حاصل مطلب اِن آیتون کا یہہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے شرع مین حلال حرام چیزون کی جو حد ٹھہرادی ہے - ہر ایماندار شخص کو اُس حد کی پابندی ضرور ہے - کیونکہ اُس حد سے باہر قدم رکھنے مین احکام الٰہی کی ایک طرح کی نافرمانی اور شیطان کے بہکاوے کی ایک طرح کی پاسداری ہے - جس سے ہر ایماندار کو بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے صحیح مسلم کی عیاض بن حمار کی حدیث سورہ بقر مین گذر چکی ہے - جس کا حاصل یہ ہے - کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے - جو چیزین مین نے اپنے بندون پر حلال کی تھین شیطان کے بہکانے سے وہ اُنہون نے اپنے اوپر حرام کر لی ہین یہ حدیث اِن آیتون کی گویا تفسیر ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے طور پر شرعی حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرانا شیطانی بہکاوے کے اثر سے ہوتا ہے - اِس لیے وہ اللہ تعالےٰ کو پسند نہین ہے -

لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان

نہین پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بے فائدہ قسمون پر لیکن پکڑتا ہے جو تم نے قسم گرہ

فکفارتہ اطعام عشرۃ مسکین من اوسط ما تطعمون اہلیکم

باندہی سو اس کا اُتارا کہلانا دس محتاجون کا بیچ کا کہانا جو دیتے ہو اپنے گہر والون کو

او کسوتہم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام

یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک گردن آزاد کرنی پھر جسکو پیدا نہ ہو تو روزہ تین دن کا

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۚ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

یہ اتار ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور تھامتے رہو اپنی قسمیں یون بتاتا ہی تمکو اللہ اپنے حکم شاید تم احسان مانو

امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے موافق اس آیۃ کی شان نزول تفسیر ابن جریر اور خازن وغیرہ مین جو بیان کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ترک دنیا کے طور پر جب بعضے صحابہ نے قسم کھا کر بعضی چیزین اپنے اوپر حرام کرلین اور اوپر کی آیت یا ایہا الذین آمنوا لاتحرموا طیبات ما احل اللہ لکم میں اُسکی ممانعت نازل ہوئی تو ان صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ہم لوگون نے حلال چیزون سے باز رہنے کی جو قسم کھائی تھی اُس قسم کا اب کیا حکم ہے اُسپر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ سورہ بقر میں گذر چکا ہے کہ تکیہ کلام کے طور پر واللہ باللہ یا ایسے اور لفظ آدمی کے مونہہ سے جو نکل جاتے ہیں یا ایک بات کو کوئی شخص سچ گمان کرکے اوسپر قسم کھا بیٹھے اور حقیقت میں وہ بات اُس طرح سے نہو یہ صورتین قسم مین داخل نہیں ہیں نہ انکا کچھہ کفارہ ہے۔ انہی صورتون کو یمین لغو کہتے ہین۔ کفارہ کے قابل وہی قسم ہے جو دلی ارادہ سے ہو۔ اس دلی ارادہ کی قسم پر قائم نرہنے کی حالت میں اسکے کفارہ کی یہی چار صورتین ہیں جنکا ذکر اس آیۃ میں ہے کہ یا دس مسکینون کو کھانا کھلا دیا جاوے یا کپڑا پہنا دیا جاوے یا ایک بردہ آزاد کردیا جاوے۔ ان تینون باتون مین سے کسی بات کا بھی مقدور نہ ہو تو تین روزے رکھے جاوین ان روزون کے پے درپے ہونے اور یا نہ ہونے میں۔ کھانے کی جگہ کچا اناج دیا جاوے تو اُسکے مقدار مین۔ کپڑون کی گنتی مین۔ بردہ کے مسلمان ہونے یا نہونے مین سلف کا اختلاف ہے جسکی تفصیل بڑی کتابون مین ہے۔ بیچ کی راس کے کھانے کا یہ مطلب ہے کہ نہ بہت اعلی درجہ کا ہو نہ بالکل ادنے درجہ کا بلکہ متوسط درجہ کا ہو۔ قسمون کے تھامنے کا یہ مطلب ہے کہ بلاضرورت قسم کے کھانے میں جلدی نہ کی جاوے۔ احکام الٰہی کے احسان ماننے اور شکر گذاری کرنے کا یہہ مطلب ہے کہ اون احکام کے موافق عمل کیا جاوے سورہ بقر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسٰی اشعری رضی کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو میری ہر ایک قسم ایسی ہوگی کہ قسم کھانے کے بعد کوئی بات اگر اُس سے بہتر مین دیکھہ پاؤنگا جسپر مین نے قسم کھائی ہے تو دونگا قسم کا کفارہ دیکے مین اس بہتر کام کو کرلونگا تغیر کی حالت پر قائم رہنے یا نہ رہنے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جو اللہ کے رسول نے اپنی امت کو سکھائی ہے

منزل ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہیں شیطان کے سو اونسے بچتے رہو شاید تمہارا بھلا ہو

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم مین دشمنی اور بیر اور شراب سے اور جوے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے اور نماز سے پھر اب تم

مُّنْتَهُوْنَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝

باز آؤ گے اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہی پہونچا دینا کھولکر

معتبر سند سے طبرانی مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ ہے کہ شراب کے نشہ میں بعضے صحابہ کی آپسمین تکرار ہوکر مارپیٹ کی نوبت آجاتی جسکے سبب سے ان لوگون کے آپس کے سلوک میں روز بروز خلل پڑتا جاتا تھا اسپر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین۔ شراب کی چار حالتین جو اسلام مین رہی ہین انکا ذکر تو سورہ بقرہ کی آیۃ یسئلونک عن الخمر والمیسر کی تفسیر مین گذر چکا ہے ان چارون حالتون میں ایک حالت سورۂ النساء کی آیۃ یاایہا الذین آمنو لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری کے نازل ہونے کے بعد کی تھی جسمین نماز کا وقت ٹال کر لوگ شراب پیا کرتے تھے اس حالت کے زمانہ میں یہ آپس کی تکرار اور مارپیٹ ہوا کرتی تھی اور پھر یہ شراب کے ہر وقت کے قطعی حرام ہونے کا حکم نازل ہوا۔ شراب پینے سے آپس کی دشمنی اس سبب سے پیدا ہو جاتی ہے کہ شراب پی کر آدمی کے ہوش وحواس ٹھکانے نہیں رہتے ہر ایک سے لڑنے جھگڑنے لگتا ہے۔ جوا اس سبب سے باعث عداوت ہے کہ جو شخص جوئے مین اپنا مال ہار جاتا ہے وہ بھی بدحواس ہوکر ہر ایک سے لڑنے لگتا ہے۔ شراب میں ایک یہ بھی خرابی ہے کہ اوسکا نشہ آدمی کو ذکر الہی اور نماز سے روک دیتا ہے۔ اس سورہ میں یہ اوپر گذر چکا ہے کہ انصاب بتون کے تھان تھے اور ازلام جوا کھیلنے کے پانسے ان بتون کے تھانون پر بتون کے نام کے جانور ایام جاہلیت میں ذبح کئے جاتے تھے شراب خواری اور قماربازی بھی یہیں ہوتی تھی جوئے کے پانسے بھی یہین رکھے رہتے تھے اس لیئے ان سب کا ذکر ایک ساتھ ایک جگہ فرمایا۔ ہر طرح کے برے کام کو رجس کہتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان خود تو اپنا تخت سمندر کے پانی پر بچھا کر اوس تخت پر بیٹھ جاتا ہے اور شیاطینون کو لوگون کے بہکانے کے لئے ہر روز بھیج دیتا ہے ان آیتون میں برے کامون کو آپس مین دشمنی کے ڈالنے کو۔ ذکر آلہی اور نماز سے روکنے کو شیطان کے ارادے کا اثر جو فرمایا ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ شیاطین شراب کے نشہ اور جوئے کی دھن میں لوگون کی آنکھون پر ایسا پردہ ڈالدیتے ہین کہ لوگون کو ان برے کامون کی برائی نہین سوجھتی اسواسطے ان کامون سے باز رہنے کی ہدایت فرما کر ہر ایماندار کی عقبے کی بہبودی کو اس ہدایت کے موافق عمل کرنے پر منحصر رکھا ہے اور اسکو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری ٹھرایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام یہی ہے کہ وہ تم لوگون کو اللہ کا حکم پہونچا دیوین اب جو کوئی اس کو نہ مانے گا وہ عقبے مین اس نافرمانی کا خمیازہ بھگتے گا۔ صحیح مسلم مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سوائے نماز کے اوقات کے اور وقتون میں جب شراب کا پینا جائز رکھا گیا تھا تو شراب کے نشہ میں طرح طرح کے جھگڑے قصے جو ہوا کرتے تھے اس کا حال سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کے

منزل ۲

پاس کچھ شراب ہو اسکو وہ یا تو بیچ ڈالے یا اور کسی کام میں لے آوے ورنہ شراب کے باب مین کوئی قطعی حکم نازل
ہونے والا ہے - اسکے تھوڑے دنون کے بعد یہ آیۃ انما الخمر الخ نازل ہوئی اس کے نازل ہونے کے بعد آپ نے فرمایا
اس حکم سے اللہ تعالےٰ نے شراب حرام فرما دی اب جس مسلمان شخص کے پاس کچھ شراب ہو تو وہ اسکو نہ بیچ سکتا ہے
نہ پی سکتا ہے - آپکے اس حکم کے بعد لوگون نے جو شراب تھی اسکو مدینہ کی گلیون میں بہا دیا اور اس کے پینے کو سب نے
حرام قرار دیا - اس مضمون کی اور بھی حدیثین ہیں - آیۃ اور ان حدیثون کو ملانے سے یہ مطلب ٹھہرتا ہے کہ اس آیۃ
میں شراب سے بچنے کا جو ارشاد ہے وہ شراب کے حرام ہونے کا ایک قطعی حکم ہے جسکے بعد اسلام مین شراب
پھینک دینے کے قابل ایک چیز قرار پا گئی - یہ جو ایک اختلاف مشہور ہے کہ آیۃ میں خمر کا لفظ ہے اور انگور کے سوا
کسی دوسری چیز سے جو شراب بنائی جاتی ہے اسکو خمر نہیں کہتے اس صورت مین آیۃ کا حکم انگور کی شراب پر منحصر ہونا چاہیے
یہ اختلاف خمر کے لغوی معنے کی بنا پر ہے ورنہ شرع میں یہ صراحت موجود ہے کہ کھجور گیہون جو وغیرہ سے جو شراب بنائی جاتی ہے
اس کو بھی خمر کہتے ہیں چنانچہ مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد وغیرہ مین نعمان بن بشیر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے لفظ خمر کے یہی معنے فرمائے ہیں پھر جس طرح الفاظ صوم صلوۃ حج زکوۃ میں شرعی معنے کا اعتبار ہے اسی طرح
لفظ خمر کے بھی شرعی معنے احکام شرع میں معتبر ہونگے - نعمان بن بشیر کی حدیث کی سند مین ایک راوی ابراہیم بن المہاجر
ہے جسکو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام احمد نے ابراہیم بن المہاجر کو ناقابل اعتراض ٹھہرایا ہے اس صورت
مین یہ حدیث معتبر اور آیۃ کے لفظ خمر کی تفسیر قرار پا سکتی ہے - صحیح مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ مین انس بن مالک کی حدیث
ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے سرکہ بنانے کو منع فرمایا ہے - اکثر علماء امت کا مذہب بھی اس
حدیث کے موافق ہے لیکن بعضے علماء کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے جسکی تفصیل بڑی کتابون میں ہے۔

منزل ٢

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہین جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والونکو

نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں اس آیۃ کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ چند صحابہ
احد کی لڑائی کے وقت شراب کے نشہ کی حالت میں شہید ہو چکے تھے اس لئے شراب کے حرام ہو جانے کے وقت
صحابہ کو ان شہیدون کے حال پر بڑا افسوس ہوا کہ بری چیز انکے پیٹ میں تھی جسوقت وہ شہید ہوئے اس پر
اللہ تعالےٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل آیۃ کا یہ ہے کہ اسوقت جتنے کامونکا اللہ کا حکم تھا جب انھون نے وہ کام
کیے تو جس چیز کے حرام ہونے کے وقت وہ موجود ہی نہین تو اس چیز کے حرام ہونیکے پہلے کے استعمال سے انپر کچھ گناہ نہین۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ

اے ایمان والو البتہ تم کو آزماویگا کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہنچیں ہاتھ تمہارے اور نیزے تا کہ معلوم کرے اللہ کون

مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے پھر جنے زیادتی کی اسکے بعد تو اسکو دکھ کی مار ہے اے ایمان والو

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ

نہ مارو شکار جس وقت تم احرام میں ہو اور جو کوئی تم میں اسکو مارے جان کر تو بدلہ ہے اس مارے کے برابر مواشی میں ٹھہراویں

يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

دو معتبر تمہارے کہ نیاز پہنچاوے کعبہ تک یا گناہ کا اوتار ہے کئی محتاجوں کا کھانا یا اس کے برابر روزے

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ

کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا جو کوئی پھر کرے گا اس سے بیر لیگا اور اللہ زبردست ہے بیر لینے والا

مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ عمرہ حدیبیہ کے سال احرام کی حالت میں صحابہ کرام جا رہے تھے اس وقت یہ آیۃ اللہ تعالےٰ نے نازل فرمائی ہے مقاتل بن حیان اور مقاتل بن سلیمان دو مقاتل ہیں جن علما نے مقاتل بن حیان کو ضعیف کہا ہے اونھوں نے مقاتل بن سلیمان کے شبہ میں کہا ہے ورنہ یحیی بن معین ابو داؤد اور بہت سے علما نے مقاتل بن حیان کی توثیق کی ہے یہ مقاتل بن حیان صحیح مسلم کے راویوں میں ہیں۔ سفر حدیبیہ کے وقت شان نزول اس آیۃ کی خازن وغیرہ میں ہے حاصل اس شان نزول کی روایۃ کا یہ ہے کہ اس عمرہ کے سفر میں خلاف عادت امتحان کے طور پر ان صاحب احرام صحابہ کو بہت سے جنگلی جانور نظر آئے تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ان جانوروں کے نظر آنے کے وقت آنکھوں سے بن دیکھے عذاب الٰہی سے ڈر کر کون شکار کے مناہی کے حکم کی پابندی کرتا ہے اور کون اسکی پابندی نہیں کرتا کچھ ایک شکار۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ فقط جنگلی جانوروں کا شکار دریائی جانوروں کا سا نہیں چھوٹے جانور ہاتھ سے پکڑے جا سکتے ہیں اس لئے نیزے کے ساتھ ہاتھ کا بھی ذکر فرمایا اگرچہ احرام کی حالت میں ہر ایک طرح کے ہتھیار سے شکار منع ہے لیکن عرب کے لوگ نیزے سے اکثر شکار کھیلا کرتے تھے اسواسطے خاص طور پر نیزے کا ذکر فرمایا اللہ تعالے کے علم یا اللہ تعالیٰ کی جانچ پڑتال کا ذکر جہاں کہیں قرآن شریف میں آیا ہے اسکے یہ معنے ہیں کہ اپنے علم ازلی میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو جسطرح جانا اور جانچا ہے سزا و جزا کے لئے دنیا میں اسکا ظہور بھی اسی طرح ہو جاوے ورنہ ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ کے علم اور جانچ سے کوئی چیز باہر کسی وقت نہیں ہے آگے فرمایا کہ اس شکار کی ممانعت کے حکم کے بعد جو کوئی اسکی پابندی نہ کریگا اسکو عقبیٰ میں سخت عذاب بھگتنا پڑیگا صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابو قتادہ رضؓ کی حدیث ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ابو قتادہ رضؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سفر سے پہلے کسی

منزل ۲

جگہ کچھ کام کو بھیجا تھا جہان سے وہ بغیر احرام باندھنے کے آئے اور حدیبیہ کے لشکر بین آنکر اوترے اتنے میں اُنکو ایک گورخر جنگل
مین نظر آیا جسکو دیکھکر جلدی سے اپنے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور اپنا نیزہ اور کوڑا لینا بھول گئے اوسکے بعد اونھون نے
چند دفعہ اپنے جان پہچان صحابہ سے نیزا اور کوڑا پکڑا دینے کو کہا لیکن احرام کے لحاظ سے اون صحابہ نے ابو قتادہ کی مدد سے
صاف انکار کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس آیۃ میں جو جانچ تھی اوس میں صحابہ کرام اس قدر ثابت قدم رہے کہ خود شکار
کھیلنا تو درکنار دوسری شکاری کی مدد کی بھی اُنھون نے جرائت نکی شروع سورہ کی آیۃ غیر محلی الصید وانتم حرم کے موافق
اگرچہ آیندہ کی آیۃ کے نازل ہونے سے پہلے احرام کی حالت میں شکار منع تھا لیکن وہان شروع سورہ کی آیۃ میں یہ تفصیل
نہ تھی کہ اگر حالت احرام مین کوئی شخص شکار کھیل بیٹھے تو اُسکا کیا حکم ہی اسواسطے آیندہ کی آیۃ میں تاکید کے طور پر شکار کی مناہی
کو دوبارہ ذکر فرماکر حالت احرام میں جو شخص شکار کھیل بیٹھے اُسکا حکم بیان فرمایا اس حکم کا حاصل یہ ہی کہ احرام کی حالت مین
اول تو شکار کی مناہی ہی اسپر بھی احرام کی حالت کو یاد رکھہ کر کوئی شخص شکار کھیل بیٹھے تو اوسکی سزا یہ ہی کہ جس قسم کے جنگلی
جانور کا شکار کیا ہی اُسی قسم کے شہری چوپایون میں سے ایک جانور خرید کر حرم میں اُسکی قربانی کرے مشابہت کے لحاظ سے جنگلی اور شہری جانور
کی قسم دو منصف پنچ ٹھہرا دینگے یہ اُسوقت کا حکم تھا اب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ نے پنچ بنکر جو قسم واری ٹھہرا دی ہی اُسکے
موافق عمل ہوگا مثلاً ہرن کی مشابہت بکری سے ٹھہر چکی ہی تو اب اسمین جدید پنچ ٹھہرانیکی ضرورت نہین ہان جہان ایسا نہو وہان جدید
دو پنچ قرار دینے چاہئین یہ قسم واری جب ٹھہر جاوے تو اکثر سلف کا یہی قول ہی کہ شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ اُن دامون کا کوئی قربانی
کا جانور خرید کرکے حرم مین اُسکی قربانی کرے یا ان دامون میں جسقدر محتاج پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے ہون اُنکو کھانا کھلا دیوے
یا ہر مسکین کے کھانے کے معاوضے میں ایک روزہ قرار دیکر مسکینون کی تعداد کے موافق روزے رکھہ لیوے یہ جنگلی اور شہری
جانورون کی مشابہت اکثر سلف کے نزدیک پیدائشی صورت و سیرت میں دیکھی جاوے گی جس طرح مثلاً ہرن پیدائشی
صورت و سیرت میں بکری سے مشابہ ہے جہان یہ بات ممکن نہ ہو تو پھر قیمت کے اندازے سے کام لیا جاوے گا اس مسئلہ
میں سلف کا جو کچھہ اختلاف ہے اُسکی تفصیل بڑی کتابون میں ہے۔ آگے فرمایا احرام کی حالت میں شکار کھیلنے والے
شخص کی یہ سزا اس لئے قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے کئے کا خمیازہ بھگت لیوے اور پھر ایسا کام نکرے ہان اس مناہی
کے حکم سے پہلے جو کچھہ ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل معافی ہے لیکن حکم مناہی کے بعد جو کوئی مناہی کا کام کریگا اور
اس دنیوی سزا کا کچھہ اثر اُسپر نہ ہوگا اور ڈھیٹھ بنکر دنیوی سزا کے بعد بھی ایسا کریگا اور کرکے اُس سے توبہ نکریگا تو دنیوی سزا کے
علاوہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے اور بھی بدلہ لیویگا اور اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہی کہ اُسکے بدلہ لینے کو کوئی روک نہین
سکتا۔ ترجمہ میں انتقام کا ترجمہ جو کیا ہے اُس کا مطلب بدلہ لینے کا ہے۔ معتبر سند کی سہل بن سعد کی حدیث مسند امام احمد
کے حوالہ سے ایک جگہ گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چھوٹا گناہ مثل ایک سوکھی لکڑی کے
ہے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے گناہ مثل لکڑیون کے ڈھیر کے ہیں اور لکڑیوں کے ڈھیر مین آگ لگجانے کا خوف ہے

منزل ۲

اس مضمون کی نسائی میں عبداللہ بن مسعود کی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ کی بھی روایتیں ہیں۔ حضرت عائشہ کی روایۃ کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے یہ حدیثیں آیۃ ومن عاد فینتقم اللہ منہ کی گویا تفسیر ہیں۔ آیۃ اور ان حدیثون کو ملانے سے یہ مطلب پیدا ہوا کہ بے پروائی سے جو شخص گھڑی گھڑی حالت احرام میں شکار کھیلتا رہے گا اوس کو عقبے کے عذاب سے ڈرنا چاہیئے۔ ابو قتادہ کی حدیث جو اوپر گذری مسلم کی روایۃ میں یہ لفظ اس میں زیادہ ہیں کہ جب صحابہ نے اس ابو قتادہ کے بھیجے ہوئے گوشت کے کھانے کی اجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہی تو آپ نے اجازت دینے سے پہلے احرام والے صحابہ سے یہ بات دریافت کی کہ تم لوگوں نے شکار کے وقت شکار کے تبلانے کی یا اور کسی طرح کی مدد تو ابو قتادہ کو نہیں دی جب ان لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم نے کسی طرح کی کوئی مدد ابو قتادہ کو نہیں دی۔ اس جواب کے بعد آپ نے ان احرام والے صحابہ کو شکار کے گوشت کے کھانے کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح احرام کی حالت میں شکار کا کھیلنا منع ہے اسی طرح شکاری کی ہر طرح کی مدد بھی منع ہے۔ احرام والے شخص کی خاطر سے غیر احرام والا کوئی شخص شکار مارے تو وہ گوشت بھی احرام والے شخص کو منع ہے چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد اور ابن ماجہ میں ابو قتادہ کی جو روایتیں ہیں ان میں اس کا ذکر ہے۔

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اوس کا کھانا فائدے کو تمہارے اور مسافرون کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک ہو تم احرام میں

وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ

اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس جمع ہو گے اللہ نے کیا ہے کعبہ یہ گھر بزرگی کا ٹہراو لوگون کے واسطے اور مہینہ

الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ

بزرگی کا اور قربانی نیجانی اور گلے مین لٹکن والیان یہ اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین مین اور اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ مَّا عَلَى الرَّسُولِ

ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہین

إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ○

مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر مین کروگے اور جو چھپا کر

اوپر ذکر تھا کہ احرام کی حالت میں جنگلی جانورون کا شکار منع ہے ان آیتون مین فرمایا کہ دریائی جانورون کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے۔ دریا کے لفظ کے معنون میں یہان ندیان نالے تالاب سب داخل ہیں کیونکہ ان سب جگہ کا مچھلی کا شکار احرام کی حالت میں جائز ہے دریائی جانورون میں سے کون کون سے جانور حلال ہیں یہ بڑا اختلافی مسئلہ ہے جسکی تفصیل بڑی بڑی کتابون میں ہے۔ جو مچھلی کسی طرح کے شکار میں مری ہوئی ہاتھ آوے اسکے حلال ہونے میں علما کا اختلاف

نہیں ہے ہاں جو مچھلی خود مر کر پانی کے اوپر آجاتی ہے اسکے حلال ہونے میں اختلاف ہے جسکی تفصیل ہر ایک مذہب کی فقہ کی کتابوں میں ہے۔ مسند امام احمد سنن اربعہ موطا وغیرہ میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دریا کا پانی پاک ہے اور پانی میں کا مردار جانور مثلاً مچھلی حلال ہے۔ بخاری ترمذی ابن خزیمہ وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے ان علما کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جو از خود مری ہوئی مچھلی کو حلال کہتے ہیں۔ طعام کی تفسیر اکثر علما نے اسی از خود مری ہوئی مچھلی کو قرار دیا ہے اور بعضے علما نے طعام کی تفسیر اس مچھلی کو قرار دیا ہے جو نمک لگا کر سکھائی جاتی ہے۔ احرام میں جنگلی جانوروں کے شکار کی ممانعت تاکید کے طور پر اس سورہ میں تین جگہ آئی ہے۔ پہلی آیۃ غیر محلی الصید وانتم حرم میں پھر آیۃ یا ایہا الذین لا تقتلوا الصید وانتم حرم میں اور پھر ان آیتوں میں اور پھر فرمایا کہ اے مسلمانوں اللہ تعالے کے احکام کی نافرمانی سے ڈرو کیونکہ حشر کے دن ہر نیک و بد کی جوابدہی کے لئے تمہیں اللہ تعالے کے روبرو کھڑا ہونا پڑیگا مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار باتوں کی جوابدہی کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن اللہ تعالے کے روبرو دیر تک کھڑا رہنا پڑے گا ایک تو تمام عمر کن کاموں میں مصروف رہا دوسرے یہ کہ جوانی میں کیا کیا تیسرے یہ کہ روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں خرچ کیا چوتھے یہ کہ دین کی جو باتیں سیکھیں انپر کیا عمل کیا۔ یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے واتقوا اللہ الذی الیہ تحشرون کی گویا تفسیر ہے احرام حج یا عمرہ کی نیت سے کعبہ میں جانے کے لئے باندھا جاتا ہے اس لئے احرام کے اور احرام کے شکار کے ساتھ کعبہ کا ذکر بھی فرمایا۔ کعبہ کو بزرگی کا گھر اسلئے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکو طرح طرح کی بزرگی دی ہے مثلاً یہی ایک کتنی بڑی بزرگی ہے کہ وہاں کے جانوروں تک کو امن و امان میں رکھا گیا ہے اور کعبہ کی حدود میں شکار کی ممانعت فرمائی گئی ہے کعبہ سے مطلب تمام حرم ہے چنانچہ صحیح حدیثوں میں اسکی صراحت آئی ہے۔ کعبہ کو لوگوں کے قیام کی جگہ اسلئے فرمایا کہ وہاں کے قیام میں دین دنیا کا لوگوں کا فائدہ ہے۔ دین کا فائدہ حج و عمرہ ہے جن سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ موسم حج میں طرح طرح کی تجارت میں لوگوں کو نفع ہوتا ہے اسلام سے پہلے عرب میں لوٹ مار ہوتی رہتی تھی مگر رجب ذیقعدہ ذی الحج محرم یہ چار مہینے اس زمانہ میں بھی امن کے تھے اسی طرح جس قافلہ کے ساتھ قربانی کے جانور ہوں وہ قافلہ بھی امن سے رہتا تھا اسی واسطے امن کے ذکر میں امن کے مہینوں اور قربانی کے جانوروں کا ذکر بھی فرمایا۔ قلائد قربانی کے وہ جانور جنکے گلے میں نشان کے لئے پٹہ ڈالا جاوے۔ اب آگے فرمایا یہ سب انتظام دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالی نے اسلئے فرمائے تاکہ تم لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ زمین و آسمان میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے اسی واسطے ہر چیز کے موجود ہونے سے پہلے اُسنے اپنے علم کے موافق ہر چیز کا مناسب انتظام ٹھہرایا ہے۔ پھر فرمایا ظاہر پوشیدہ نیک و بد لوگوں کے سب عمل اللہ کو معلوم ہیں اور نیک و بد کی جزا و سزا کا حال اللہ کے رسول نے لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے اب ہر ایماندار شخص کو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ نافرمانی کے جرم میں جس کسی کی پکڑ ہو گئی تو اللہ تعالے

کا عذاب بھی بہت سخت ہے اور جس کسی پر فرمانبرداری کے سبب سے اسکی رحمت ہوگئی تو اسکی رحمت بھی بڑی وسیع ہے
صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اللہ تعالی کی بکڑ اور اسکے غضب کا
حال کسی فرمانبردار شخص کو اچھی طرح معلوم ہو جاوے تو اسکو جنت کی آرزو ایک دشوار چیز نظر آنے لگے اور اگر کسی نافرمان
شخص کو اللہ کی رحمت کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاوے تو اسکو اپنی نجات آسان نظر آنے لگے اللہ تعالی کے غصہ اور
عذاب کے سخت ہونے اور اسکی رحمت کے وسیع ہونے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ کی
دوسری حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی نے یہ بات لکھہ رکھی ہے کہ اسکی رحمت اسکے
غصہ پر غالب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گنہگار ایماندارون کو بہ نسبت اسکے غصہ کے اسکی رحمت میں سے زیادہ حصہ ملنے
والا ہے۔ یہ حدیث گنہگار ایماندارون کے حق میں ایک بڑی خوشخبری کی چیز ہے۔

قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا
تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگرچہ تجکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرو اللہ سے
اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اے عقلمندون شاید تمہارا بھلا ہو

شان نزول

تفسیر مقاتل بن سلیمان وغیرہ مین اس آیۃ کی شان نزول کی جو روایتین ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ ربیعہ مین کا ایک
شخص شریح بن ہند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ میں آیا اور آپکی نصیحت سنکر کہنے لگا کہ آپکی نصیحت تو اچھی ہے
لیکن میری قوم میں کچھہ سردار لوگ ہیں جنکے مشورہ کے بغیر میں کوئی کام نہین کرتا میں اپنے وطن پہونچکر انسے مشورہ لونگا
اور انکو بھی اسلام پر آمادہ کرونگا اور شاید تھوڑے دنون کے بعد ہم سب انکر داخل اسلام ہو جاوینگے۔ حدیث کی روایتہ
میں اگرچہ ان مقاتل بن سلیمان کو بعضے علمانے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ایک جگہ اس تفسیر میں یہ گذر چکا ہے کہ ان مقاتل
کی تفسیر کو امام شافعی رح نے معتبر ٹھہرایا ہے۔ یہہ شریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہوکر جب اپنے وطن کو جانے لگا
تو مدینہ کے جنگل میں سے مسلمانون کے کچھہ اونٹ ہانک کر اپنے ساتھہ لے گیا۔ اونٹون کے لیجانے کی خبر سنکر اگرچہ چند صحابہ
نے اسکا پیچھا کیا لیکن یہ ہاتھہ نہ لگا۔ اس قصہ کے ایک سال کے بعد اسنے حج کے ارادہ سے سفر کیا اسکے ساتھہ تجارت کا بہت سا
مال تھا اور قربانی کے جانور بھی تھے۔ یہ ایک جگہ گذر چکا ہے کہ اسلام سے پہلے حج کے مشرک لوگ بھی پابند تھے۔ شریح کے اس سفر
کا حال سنکر مسلمانون نے شریح پر حملہ کرنے اور اسکا مال لوٹ لینے کی درخواست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی
آپنے یہ جواب دیا کہ جبکہ شریح کا قصد حج کا ہے اور قربانی کے جانور بھی اسکے ساتھہ ہیں تو اوسپر حملہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالی
نے اپنے رسول کے اس جواب کی تائید میں یہ آیۃ نازل فرمائی۔ حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ یہ طریقہ مال کے ناجائز طور پر کمانے کا
ہے اور ناجائز بہت سا مال جائز طور کے تھوڑے سے مال کی بھی برابری نہین کر سکتا۔ صحیح بخاری مسلم نسائی ترمذی وغیرہ میں

ابوہریرہ رضؓ کی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ ناجایز طریقہ کے کمائے ہوئے مال میں سے جو شخص کچھ صدقہ خیرات کریگا وہ صدقہ بارگاہ الٰہی میں بالکل نامقبول ہے صحیح مسلم ترمذی وغیرہ میں ابوہریرہ رضؓ کی دوسری حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی ناجائز طور پر کسی کا کچھ مال دنیا میں لے لیویگا تو عقبیٰ میں اسکی اوسی قدر نیکیوں سے اس مال کا معاوضہ مالک مال کو دلوایا جاویگا - یہ حدیثیں گویا اس آیۃ کی تفسیر ہیں کیونکہ ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ بہت سا ناجایز طریقہ کا کمایا ہوا مال جائز طور کے کمائے ہوئے تھوڑے سے مال کی برابری اس سبب سے نہیں کرسکتا کہ دنیا میں یہ ناجائز مال کسی نیک کام میں کارآمد نہیں ہوسکتا اور عقبیٰ میں اسی مال کی بدولت بہت سی نیکیاں برباد ہوجاوینگی اسواسطے آگے فرمایا کہ ہر ایماندار شخص کو ناجائز کمائی سے بچنا اور خدا سے ڈرنا چاہیئے کہ ایماندار شخص کی نجات کی صورت یہی ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

اے ایمان والو مت پوچھو بہت چیزیں اگر تم پر کھولے تو تمکو بری لگیں

وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا

اور اگر پوچھوگے جسوقت قرآن اوترتا ہے تو کھول جاوینگی اللہ نے اونسے درگذر کی ہے

وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ

اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر سویرے اونسے منکر ہوئے

منزل ۲

اگرچہ بخاری ترمذی اور مستدرک حاکم اور مسند امام احمد بن حنبل اور مسند سعید بن منصور اور تفسیر ابن جریر میں جدا جدا شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اس اختلاف کا یہ فیصلہ کیا ہے کہ سب قصوں کی حالت مجموعی پر یہ آیۃ نازل ہوئی ہے حاصل ان قصوں کا یہ ہے کہ جب حج کی آیۃ اوتری تو بعض صحابہ نے آپ سے پوچھا کہ کیا ہر سال کے لیئے حج فرض ہوا ہے آپ نے فرمایا نہیں اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں تمہارے اس سوال کے جواب میں ہاں کہدیتا تو حج ہر سال کے لیئے فرض ہوجاتا اور ہرگز تم میں طاقت نہ تھی کہ ہر سال کے حج کو تم ادا کرسکتے اور باوجود فرض ہوجانے کے تم ہر سال حج ادا نکرتے تو تم تارک فرض ہوجاتے اور آپکو صحابہ کے اس تکلیف شرعی بڑھانے والے سوال پر غصہ آیا اس لیئے آپ نے منبر پر چڑھ کر اس طرح کا نصیحت آمیز خطبہ پڑھا کہ لوگوں کے روتے روتے ہچکی لگ گئی اور آپ نے منبر پر یہ بھی فرمایا کہ یہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم لوگ وہ جانتے ہوتے تو ہنستے کم اور روتے بہت اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ تم کو پوچھنا ہے پوچھو میں اسکا جواب دونگا مگر بعضے صحابہ آپکی غصہ کی حالت کو سمجھ نہ سکے اور فضول باتیں پوچھنے لگے ایک نے پوچھا میں مرکر کہاں جاؤنگا آپ نے فرمایا دوزخ میں دوسرے نے کہا میری ماں پر لوگ تہمت دھرتے ہیں آخر میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا حذیفہ حضرت عمر رضؓ آپکے غصہ کی حالت جھٹ پہچان گئے اور حضرت عمر رضؓ نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہمکو اللہ اور اللہ کا کلام اور اللہ کا رسول کافی ہے جس سے حضرت عمر کا مطلب یہ تھا کہ ہمکو فضول باتیں پوچھنے کی ضرورت نہیں حضرت عمر کے اس کلام سے آنحضرتؐ کا غصہ کم ہوا اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل

فرمایا کہ آیندہ کے لیئے لوگونکو اس طرح کے فضول سوالون سے روک دیا اور خود آنحضرت نے آیندہ اس طرح کے فضول سوالون سے لوگون کو پہلی امت کی ہلاکت کا حال جتلا کر روک دیا چنانچہ بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ پہلی امتیں اپنے انبیاء سے فضول سوال کرنے سے غارت ہوگئیں مثلاً یہود نے کہا تم کہلا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کیا اور بجلی گر کر ہلاک ہوگئے اس لیئے تم پوچھا کچھی چھوڑ دو اور جس کام کو میں کرنے کو کہوں وہ تا بمقدور کر لیا کرو اور جس سے منع کردوں اس سے باز رہو ابوداؤد اور دارقطنی میں جابر کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سفر کی حالت میں ایک زخمی صحابی کو نہانے کی حاجت ہوئی اونہوں نے اپنے ساتھ والے صحابہ سے تیمم کا مشورہ لیا ساتھ والون نے تیمم کا مشورہ نہیں دیا آخر وہ زخمی صحابی نہائے اور پانی سے زخم کو یہانتک ضرر پہونچا کہ اس صدمہ سے ان زخمی صحابی کا انتقال ہوگیا۔ ان لوگون کے مدینہ پہونچنے کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا تو آپ ان لوگوں پر بہت خفا ہوئے اور فرمایا انجانی کا علاج یہ ہے کہ آدمی بات پوچھ لیوے تم اگر پوچھتے تو یہی جواب ملتا کہ اس زخمی شخص کو تیمم کرنا پھر غسل کرنا اور زخم پر پٹی باندھ کر اوس پر مسح کر لینا کافی تھا یہ حدیث چند سند سے آئی ہے جسکے سبب ایک سند کو دوسری سے تقویت حاصل ہوکر روایتہ معتبر ہوجاتی ہے یہ حدیث گویا آیتہ کی تفسیر ہے آیتہ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب ہوا کہ جس طرح بلاضرورت پوچھ گچھ منع ہے اسی طرح ضرورت کے وقت خاموشی بھی منع ہے۔

منزل ۲

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ
نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝
کافر باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور ان میں بہتوں کو عقل نہین

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا
اور جب کہتے اونکو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف کہیں ہمکو کفایت ہے جسپر پایا ہمنے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْــــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝
اپنے باپ دادون کو بھلا اگر انکے باپ دادے علم نہ رکھتے ہون کچھ اور نہ راہ جانتے

مسند سعید بن منصور اور تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اوپر کی آیتہ میں یہ ذکر جو گذرا کہ لوگ طرح طرح کے سوال آنحضرت سے کرتے تھے ان سوالون میں ایک سوال بعضے لوگون نے ان جانورون کی بابت بھی کیا تھا جن جانورون کا اس آیتہ میں ذکر ہے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حاصل آیتہ کا یہ ہی کہ ملت ابراہیمی میں اللہ تعالیٰ نے ان جانورون کو حرام نہیں فرمایا قریش میں جو یہ رسم ہے کہ بکری یا اونٹنی پانچ جھول جب جن چکے تو اسکے کان چیر کر اسکو اور بتوں کے نام کے سانڈہ جانورون کو اور جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہوچکے ہوں اسکو ان لوگون نے حرام ٹھہرا رکھا ہے اور اس حرام ٹھہرانے کو اللہ کا حکم اور ملت ابراہیمی کا ایک مسئلہ جو یہ

لوگ گنتے ہیں یہ محض غلط اور اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے بلکہ عمرو بن عامر خزاعی کی ٹہرائی ہوئی یہ ایک رسم ہے۔ صحیح بخاری
میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ان جانوروں کے حرام کرنے کی رسم قریش میں عمرو بن عامر نے
جاری کی اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب میں نے اسکو دوزخ میں دیکھا کہ اسکی انتڑیاں دوزخ کی آگ میں نکلی ہوئی پڑی تھیں
اور وہ انکو کھینچتا ہوا پھر رہا تھا اور دوزخ میں جل رہا تھا مسند امام احمد اور طبرانی اور مغازی ابن اسحق اور تاریخ محمد بن
حبیب میں مرفوع اور موقوف روایتوں کا حاصل یہ ہے کہ ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر قریش میں بت پرستی کی رسم اسی عمرو بن
عامر نے ڈالی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانہ میں جو بت زمین میں دب گئے تھے شیطان کے بہکانے
سے اپنے وہ بت جدہ سے کھود کے لاکر مسجد حرام میں کعبہ کے گرد کھڑے کئے تھے اول اول اسی شخص نے دین ابراہیمی کو
بدلا۔ قوم جرہم کے بعد خزاعہ قوم کے حوالہ میں جب بیت اللہ آیا تو اسوقت یہ شخص قوم خزاعہ کا سردار تھا۔ بحیرہ وہ
اونٹنی جو پانچ جھول جنے ایسی اونٹنی کے کان چیر کر اسکو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو بیمار کے
صحت پانے کی یا کسی اور کام کی نذر میں بتوں کے نام پر چھوڑی جاتی تھی۔ وصیلہ وہ بکری جو سات جھول جن چکی ہو
ایسی بکری بھی بتوں کے نام پر چھوڑی جاتی تھی حام وہ اونٹ جسکے نطفہ سے دس بچے پیدا ہوتے ہوں۔ ان جانوروں کے
ذکر کے بعد فرمایا ان میں سے اکثر لوگوں کی یہ نادانی ہے کہ وہ اللہ تعالی کے پیدا کئے ہوئے جانوروں کو پتھر کی مورتوں کے نام پر
چھوڑ کر ان جانوروں کے گوشت کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیتے ہیں اور اپنی عقل سے اسکو اللہ کا حکم اور ملت ابراہیمی کا ایک مسئلہ
جانتے ہیں اللہ تعالی نے اس طرح کے شرک کا کوئی حکم کسی شریعت میں نازل نہیں فرمایا اس لئے ایسی شرک کی باتوں کو
اللہ کا حکم ٹھہرانا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے ان میں کے اکثر ان نادان پچھلے لوگوں کو فرمایا جو ناسمجھی سے اپنے بڑوں کی بے سند
باتوں پر چلتے تھے۔ آگے سورہ انعام میں آویگا لو انا انزل علینا الکتاب لکنا اہدی منہم جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی آخر الزمان
صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے اور قرآن کے نازل ہونے سے پہلے اہل مکہ یہ آرزو کیا کرتے تھے کہ اہل کتاب کی طرح ہم میں
سے بھی کوئی نبی ہوں اور انکی معرفت ہم پر کتاب آسمانی نازل ہو تو ہم اہل کتاب سے بڑھ کر راہ راست پر آویں۔ عرب کے
لوگ بہ نسبت اور قوموں کے اپنے آپ کو زیادہ عقلمند گنتے تھے اسلئے انکا یہ گمان تھا کہ اگر ان میں کوئی نبی ہوں اور کتاب
آسمانی نازل ہو تو ان میں اور قوموں سے بڑھ کر ہدایت پھیلے۔ آگے کی آیتہ میں اللہ تعالی نے یہی فرمایا کہ جب انکی یہ آرزو
پوری ہوئی کہ ان میں نبی بھی آئے اور کتاب آسمانی بھی اتری تو انکی عقل کا یہ حال ہے کہ اپنے بڑوں کی لکیر کے فقیر ایسے
ہیں کہ نصیحت قرآن کی ہدایت کا کچھ اثر انکے دل پر نہیں ہوتا۔ دنیا کی ہزاروں ایسی مثالیں انکی آنکھوں کے سامنے ہیں
کہ معاملات دنیا میں کسی نقصان کا سامنا بڑوں کی چال میں ہوتا ہو تو کوئی چھوٹا ایسے موقع پر بڑے کی چال ہرگز نہیں
چلتا پھر دین میں کیا ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ اگر انکے بڑے صاحب عقل اور دین کا رستہ جاننے والے ہوتے تو ایسی
بے سند باتوں کو ملت ابراہیمی کیوں ٹھہراتے صحیح بخاری و مسلم کی ابوموسی اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نصیحت کی مثال بارش کی اور لوگون کی مثال اچھی اور بری زمین کی فرمائی ہے یہہ
حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے آیتہ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اگرچہ جس طرح مینہ اچھی اور بری سب زمین پر
یکسان برستا ہے اوسی طرح اللہ کے رسول کی معرفت قرآن کی نصیحت نیک و بد سب لوگ سنتے ہیں مگر جس طرح مینہ کے
اثر سے بری زمین بے ثمر رہتی ہے اوسی طرح علم الٰہی میں جو لوگ بد قرار پاچکے ہیں وہ قرآن کی نصیحت سے یون ہی بےثمرہ
رہتے ہیں جس طرح قریش کے بے بہرہ رہنے کا ذکر اس آیت میں ہے کہ وہ نہ اچھی بری بات کو پہچانتے ہین نہ اچھے برے
باپ دادا کو۔ بلکہ بالکل اندھون کی طرح اپنے بڑون کے لکیر کے فقیر ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ
اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھہ نہیں بگاڑتا جو کوئی بہکا جب تم ہوئے راہ پر
إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو پھر وہ جتاوے گا جو کچھہ تم کرتے ہو

اوپر ذکر تھا کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو باوجود وعظ و نصیحت کے بھی راہ راست پر نہیں آتے اس آیتہ میں یہ ارشاد ہے
کہ جو لوگ اپنی ذات سے حلال و حرام کے پابند ہیں اور اپنے بس کے موافق دوسرون کو وعظ و نصیحت بھی کرتے رہتے
ہیں تو ایسے لوگون کو بد لوگون کی بدی سے کچھہ ضرر نہیں پہونچ سکتا ہان جو علما اور نیک لوگ بدکار لوگون سے میل جول
پیدا کر کے وعظ و نصیحت بالکل چھوڑ بیٹھین گے اُنسے اس بات کی پرسش ہوگی کہ اُنھون نے وعظ و نصیحت کے احکام
کی تعمیل میں بے پروائی کیون کی معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی و ابن ماجہ میں حذیفہ بن الیمان کی حدیث ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھاکر فرمایا ہے کہ جس بستی کے تمام علما وعظ نصیحت کو بالکل چھوڑ دین گے
تو اُس بستی کے سب لوگو پر کوئی آفت دینی یا دنیوی ضرور آویگی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خلاف شریعت بات کی اصلاح ایمان کی نشانی ہے مسند امام احمد و سنن اربعہ صحیح ابن حبان
وغیرہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے منبر پر کھڑے ہو کر سب لوگونکو
یہ بات سمجھائی ہے کہ اس آیتہ کی تفسیر میں وعظ و نصیحت کا حکم بھی شامل ہے یہ معنے آیتہ کے ہرگز نہیں ہیں کہ ایک بستی کے
تمام علما اپنی ذات سے حلال و حرام کے پابند رہین اور وعظ و نصیحت کی بالکل پروا نکرین ترمذی نے حضرت ابوبکر صدیق
کے اس قصہ کی روایتہ کو صحیح کہا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ان صحیح حدیثون کی بنا پر صحیح تفسیر آیتہ کی یہی ہے کہ
آیتہ کے ٹکڑے اذا اہتدیتم کے معنے میں وعظ نصیحت بھی شریک ہے اور مطلب آیتہ کا وہی ہے جو حضرت ابوبکر صدیق
نے منبر پر چڑھکر لوگون کو سمجھایا ہے اور سب صحابہ نے اس مطلب کو تسلیم کیا ہے سلف میں سے جن علما کا قول اس مطلب
صدیقی کے برخلاف ہے ظاہر اُنکا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وعظ و نصیحت فرض کفایہ ہے بستی کے ہر ایک عالم پر اُسکی

پابندی ضرور نہیں ہے بلکہ بستی کے بعضے عالمون کے اُسپر عمل کرنے سے باقی عالم بری الذمہ ہوجاوینگے یہ منشا تو مطلب صدیقی کے برخلاف نہین ہے لیکن اسکے علاوہ آیتہ کی تفسیر کسی اور ڈہنگ سے کیجاوے گی تو وہ تفسیران آیتون اور حدیثون کے برخلاف ٹہرے گی جن مین وعظ نصیحت کی تاکید ہے انہی وجوہات سے حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اور تفسیرون پر اس تفسیر کو ترجیح دی ہے جو مطلب صدیقی کے موافق ہے آخر آیتہ مین وعظ نصیحت کرنے والون اور وعظ نصیحت کے نہ ماننے والون سب کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ تم سبکو ایک دن اپنے عملون کی جوابدہی اور جزا و سزا کے لیئے اللہ تعالیٰ کے روبرو کہڑا ہونا پڑیگا اس کا خیال ہر ایک کو رکھنا چاہیے تاکہ عین وقت پر پچھتانا نہ پڑے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ
اے ایمان والو گواہ تمہارے اندر جب پہنچے تم مین کسی کو موت جب لگے وصیت کرنے

اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ
دو شخص معتبر چاہیئں تم مین سے یا دو اور ہون تمہارے سوا اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین

فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ
پہر پہنچے تم پر مصیبت موت کی دونوں کو کہڑا کرو بعد نماز کے پہر وہ قسم کہا دین اللہ کی اگر

ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا
تم کو شبہ پڑے کہ ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت ہو اور ہم نہین چہپاتے اللہ کی گواہی

إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ۝ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ
نہین تو ہم گنہگار ہین پہر اگر خبر ہوجاوے کہ وہ دونون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کہڑے ہون

مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ
اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے ان مین جو بہت نزدیک ہین پہر قسم کہاوین اللہ کی

لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الظَّالِمِينَ
کہ ہماری گواہی تحقیق ہے انکی گواہی سے اور ہمنے زیادہ نہین کیا اور کیا تو ہم بے انصاف ہین

ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن تُرَدَّ
اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اولٹی پڑے گی قسم

أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي
ہماری انکی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکہو اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝
بے حکم لوگون کو

ترمذی ابوداؤد تفسیر ابن جریر وغیرہ میں امام المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس سے جو روایتیں ہیں اُنکا حاصل یہ ہے کہ دو شخص نصرانی اور ایک شخص مسلمان ملک شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کو گئے اور وہ مسلمان شخص بیمار ہوکر جب قریب المرگ ہوگیا تو اسنے اپنے مال کی ایک فہرست لکھکر مال کی گٹھری میں رکھدی اور وہ گٹھری ان دونوں نصرانیوں کو دیکر یہ وصیت کی کہ تم یہ گٹھری میرے وارثوں کو دیدینا اس مال میں ایک چاندی کا کٹورا سونے کے ملمع کا بھی تھا وہ کٹورا ان نصرانیوں نے اس مال میں سے نکالکر باقی کا مال اُس مسلمان کے وارثوں کو دیدیا اس کٹورے کے نکالتے وقت ان نصرانیوں کی نظر اس فہرست پر نہیں پڑی اُس مسلمان شخص کے وارثوں نے جب مال کی گٹھری اچھی طرح کھولی تو وہ فہرست اُنکی نظر پڑی اور فہرست کے موافق وہ کٹورا مال میں نظر نہ آیا۔ مسلمان شخص کے وارثوں نے اُس کٹورے کا دعوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن نصرانیوں کو قسم دی۔ اونھوں نے قسم کھائی کہ جو مال اُس مسلمان شخص نے مرتے وقت ہم کو دیا تھا ہم نے وہ سب مال اُسکے وارثوں کے حوالہ کردیا پھر وہ کٹورا ایک سنار کے پاس سے نکلا اور اُس مسلمان شخص کے وارثوں نے قسم کھائی کہ وہ کٹورا اُنکے مورث کا تھا جس سے اُس کٹورے کی قیمت اُن نصرانیوں سے مسلمان شخص کے وارثوں کو دلائی گئی۔ اس قصہ پر اللہ تعالی نے یہ آیتہ نازل فرمائی اگرچہ ترمذی نے اس روایتہ کو حسن غریب کہا ہے لیکن ابن جریر کی سند معتبر ہے علاوہ اسکے یہہ روایتہ علی بن مدینی کے قول کے حوالہ سے صحیح بخاری میں بھی ہے۔ علی بن مدینی نے یہ جو کہا ہے کہ اس روایتہ کی سند میں ایک راوی ابن ابی القاسم نامعلوم الحال ہے۔ یہہ ابن ابی قاسم محمد بن ابی القاسم ہے جسکو یحیی بن معین اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے جس سے ابن ابی القاسم کے نامعلوم ہونے کا شبہ رفع ہوگیا۔ حاصل معنے آیتہ کے یہ ہیں کہ کوئی مسلمان قریب المرگ حالت سفر میں جب اپنے وارثوں سے دور ہو اور اسکے پاس کچھ مال بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ اُس مال کو وارثوں تک پہونچانے کے لئے دو مسلمانوں کو وصی اور وصیت کا گواہ کردیوے۔ اگر یہ سفر ایسی زمین کا ہو جہاں مسلمان وصی نہ ملیں تو وصی کے لیئے پھر اسلام کی شرط باقی نہ ہوے گی اسکے بعد وصی لوگوں کے بیان پر وارثوں کو کچھ اعتراض نہ ہوگا تو ان دونوں شخصوں کے بیان پر فیصلہ ہوجاویگا کیونکہ دونوں شخص وصی بھی ہیں اور وصیت کے گواہ بھی ہیں اور اگر میت کے وارثوں کو وصیت کے گواہوں کے حق میں کچھ بدظنی پیدا ہوجاوے تو ان وصیت کے گواہوں کو یہ حلف دیا جاویگا کہ وصیت کے باب میں اُنکا بیان صحیح ہے اس حلف کے بعد بھی میت کے وارث اگر اپنی حق تلفی بیان کرینگے تو اِن وارثوں سے گواہان وصیت کے خلاف بیانی کے ثبوت میں کچھ شہادت ہوگی تو وہ لیجاوے گی ورنہ گواہان وصیت کے خلاف بیانی پر میت کے وارثوں سے حلف لیا جاکر اوسی پر فیصلہ اخیر صادر ہوجاوے گا۔ جو علما مدعی اور گواہوں سے قسم لینے کے مخالف ہیں اونھوں نے وصی لوگوں سے قسم لینے میں طرح طرح کے شبہات کئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ فریقین کا حلف اُسی طرح کا ہے جس طرح لعان کے مسئلہ میں فریقین کو حلف دیا جاتا ہے۔ لعان کے

منزل ۲

مسئلہ کی تفصیل سورۂ النور مین آویگی جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی میان اپنی بی بی پر بدکاری کی تہمت لگاوے اور گواہ نہ ہون تو مرد پر ثبوت دعوا کی غرض سے اور عورت پر برارت کی غرض سے قسم آتی ہے۔ مِن بعد الصلوٰۃ کی تفسیر جن علمانے عصر کی نماز کے بعد کی لکھی ہے وہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہ کی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد کی جھوٹی قسم کو خوفناک اور اللہ تعالی کی نظر رحمت سے دور ہو جانیکا سبب فرمایا ہے۔ آگے فرمایا یہہ وارثون کی قسم کا حکم اسلیے ہے کہ وصیت کے گواہون کو یہہ خوف رہے کہ وارثون کی قسم کے آگے انکی قسم جھوٹی ٹھہر کر انکی رسوائی نہ ہو اور یہہ بھی فرمایا کہ عام مسلمانون کو جھوٹی قسم سے اور شریعت مین اور مناہی کی جو باتین ہین انسے بچنا اور اللہ تعالے کے عذاب سے ڈرنا اور احکام الٰہی کو فرمانبرداری کی نیت سے سننا چاہیے اس نصیحت کے بعد بھی جو کوئی نافرمانی کریگا تو اللہ تعالی ایسے نافرمان لوگون کو زبردستی راہ راست پر لانا نہین چاہتا کس لیے کہ دنیا انتظام الٰہی کے موافق امتحان کی جگہ ہے زبردستی کی جگہ نہیں ہے۔ معتبر سند سے ابو داؤد مین ابو موسی اشعری کا ایک قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کوفہ کا رہنے والا ایک مسلمان شخص حالت سفر مین جب مرنے لگا تو اس نے اہل کتاب مین سے دو شخصون کو اپنی وصیت کا گواہ قرار دیا۔ ابو موسی اشعری کوفہ کے حاکم تھے اس لیے یہ مقدمہ انکے روبرو پیش ہوا اور انہون نے اس آیتہ کے موافق گواہون سے قسم لیکر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعضے مفسرون نے اس آیتہ کو منسوخ العمل جو قرار دیا ہے یہہ صحیح نہیں ہے کیونکہ آیتہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین منسوخ ہو جاتی تو پھر صحابہ کے زمانہ تک اسکا عمل کیونکر باقی رہتا۔ اور ابو موسی اشعری کے فیصلہ کو سب صحابہ کیونکر تسلیم کرتے

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہیگا تمکو کیا جواب دیا بولین گے ہمکو خبر نہیں تو ہی چھپی بات جانتا

اوپر ذکر تھا کہ طرح طرح کی نصیحت کے بعد بھی جو لوگ اللہ کے رسولون کی فرمانبرداری نکرین گے اور انکی نصیحت کے موافق احکام الٰہی کو نہ مانین گے تو دنیا مین اللہ تعالی ایسے لوگون کو زبردستی راہ راست پر لانا نہین چاہتا۔ اس آیتہ مین ایسے لوگونکا عقبی کا حال یون ذکر فرمایا کہ انکی نافرمانی کے سبب سے اللہ کے رسول انکی فرمانبرداری کی شہادت ادا نکرینگے بلکہ اللہ عالم الغیب کے علم پر ایسے لوگون کی حالت کو اسلیے سونپ دیوین گے کہ ان نافرمانون مین زبانی فرمانبردار دلی نافرمان بھی ہونگے جنکو منافق کہتے ہین جنکے دل کا حال بجز اللہ تعالی کے کسی کو معلوم نہین۔ اور بعضے ایسے بھی ہون گے جو رسول کی وفات کے بعد دین سے پھر گئے غرض امت کے سب لوگون کا تفصیلی حال اللہ ہی کو معلوم ہے اسواسطے اللہ کے رسول امت کی فرمانبرداری کی حالت کو اللہ کے علم پر سونپ دیوین گے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک اور سہل بن سعد وغیرہ کی حدیثین گذر چکی ہین کہ بعضے لوگون کو حوض کوثر پر سے ہٹا دیا جاویگا یہ حالت دیکھکر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرشتون سے کہیں گے کہ یہ لوگ تو فرمانبردارون مین سے ہین تو فرشتے جواب دین گے کہ آپ کی وفات

کے بعد یہ لوگ فرمانبرداری پر قائم نہیں رہے یہ حدیثیں اور اس قسم کی اور حدیثیں آیت کی تفسیر ہیں جن سے ساری
امت کی حالت کو اللہ کے علم پر سونپنے جانے کا حال اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ
جب کہے گا اللہ اے عیسے مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب مدد کی میں نے

بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ
تجکو روح پاک سے تو کلام کرتا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب سکھائی میں نے تجکو کتاب

وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ
اور پکی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی مورت میرے حکم سے

بِإِذْنِي فَتَنفُخُ فِيهَا فَتَكُونُ طَيْرًا بِإِذْنِي ۖ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي ۖ
پھر دم مارتا اس میں تو ہو جاتا جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے

وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي ۖ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنكَ إِذْ جِئْتَهُم
اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا ان کے پاس نشانیاں

بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝
تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں سے اور کچھ نہیں ہے جادو ہے صریح

وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ ۝
اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

منزل ۲ الربع

اوپر ذکر تھا کہ ہر امت کے نافرمان لوگوں کو قائل کرنے کے لئے قیامت کے دن اللہ تعالی سب رسولوں سے پوچھے گا
کہ تم نے جو اپنی اپنی امتوں کو اللہ کی وحدانیت اور اسکے خالص عبادت کرنے کے احکام پہونچائے تو انھوں نے ان احکام
پر کیا عمل کیا۔ ان آیتوں میں یہود و نصاری کے قائل کرنے کے لئے خاص طور پر عیسے علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کا ذکر
فرمایا پیدا ہوتے ہی حضرت مریم کی گود میں عیسے علیہ السلام نے جو لوگوں سے باتیں کیں انکا ذکر سورہ مریم میں آویگا جس کا
حاصل یہ ہے کہ بغیر باپ کے حضرت عیسے علیہ السلام کی پیدائش کا حال دیکھکر جب لوگوں نے حضرت مریم کو طرح طرح
سے اولاہنا دینا شروع کیا تو حضرت مریم علیہا السلام نے اوس اولاہنے کا جواب دینے کا اشارہ حضرت عیسے علیہ السلام
کی طرف کیا اسپر وہ اولاہنا دینے والے لوگ بڑے تعجب سے کہنے لگے کہ گھڑی دو گھڑی کے پیدا ہوئے بچے سے ہم کیا بات
چیت کرینگے لیکن حضرت عیسے علیہ السلام نے معجزہ کے طور پر فوراً ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں
اور اسکا رسول ہونے کے سبب سے جس طرح اس نے اپنی قدرت سے مجھکو یہہ معجزہ دیا ہے کہ خلاف عادت پیدا ہوتے ہی
میں تم سے باتیں کر رہا ہوں اسی طرح یہہ بھی اسکی قدرت کا ایک نمونہ اور میرے نبی ہونے کا ایک معجزہ ہے کہ اوس نے
مجھکو بغیر باپ کے پیدا کر دیا اس قصہ کو یاد دلا کر نصاری کو یوں قائل کرنا منظور ہے کہ عیسے علیہ السلام کے مونہہ سے تو یہ بات

پہلے پہل نکلی وہ یہ تھی کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہون اور انکی امت کا یہ حال ہے کہ کچھ لوگ انکو اللہ کہتے ہیں اور کچھ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں روح القدس جبرئیل علیہ السلام کا نام ہے جبرئیل علیہ السلام حضرت عیسی علیہ السلام کی حفاظت اور ہر طرح کی مدد کے لیئے ہر وقت اُنکے ساتھ رہتے تھے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس چھوٹی سی عمر میں جنت کے میوون کے آنے کا اور انکو اس زمانہ کی عورتون میں افضل ٹھہرانے کا ذکر سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے اسی طرح کے اللہ تعالی کے بہت سے احسان حضرت مریم پر ہیں انہی احسانات کا ذکر مبہم طور پر ان آیتون میں ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ اس برگزیدہ بی بی کو یہود جو الزام لگاتے ہیں وہ بالکل غلط ہے انجیل کے ذکر اور حضرت عیسے علیہ السلام کے معجزات کے ذکر سے یہود کو یون قائل کرنا منظور ہے کہ جس طرح توراۃ موسے علیہ السلام پر نازل ہوئی جسمین عیسے علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کا ذکر ہے اسی طرح اور اسی کے موافق انجیل عیسے علیہ السلام پر نازل ہوئی اور جس طرح موسے علیہ السلام کے معجزات کا ظہور ہوا اسی طرح عیسے علیہ السلام سے ہوا باوجود اسکے یہود کی یہہ بڑی قابل سزا نافرمانی ہے کہ انھون نے عیسے علیہ السلام کی نبوت کو اور انجیل کو نہ مانا اور عیسے علیہ السلام کے معجزات کو جادو بتلایا حضرت عیسے علیہ السلام کے معجزات کی تفسیر اور حواریون کے حال کی تفسیر سورہ آل عمران میں گذر چکی ہے اور یہود نے عیسے علیہ السلام کے قتل کا جو ارادہ کیا اور انکے اس ارادہ کو اللہ تعالی نے روکا اسکا ذکر سورہ النساء میں گذر چکا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بہ نسبت اور انبیاء کے میرے پیرو لوگون کی تعداد زیادہ ہوگی یہ حدیث ان آیتون کی اور اوپر کی آیتہ کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت کے فرمانبردار اور نافرمان لوگون کی جانچ جو قیامت کے دن ہوگی اس جانچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فرمانبردار لوگون کی تعداد اور امتون کے فرمانبردار لوگون سے بڑھی ہوئی نکلے گی۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ
جب کہا حواریون نے اے عیسے مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اوتارے ہم پر خوان بھرا

السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا
آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہیں کہ کھاوین اس میں سے اور چین پاوین

وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ
ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہمکو سچ بتایا ہون ہم اسپر گواہ بولا عیسے مریم کا بیٹا اے اللہ ہمارے رب

اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ
اوتار ہمپر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہمکو اور تو بہتر

منزل ۲

الربع

الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝

روزی دینے والا ہے کہا اللہ نے میں اوتارونگا وہ خوان تمپر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے اس سے پیچھے تو میں اسکو عذاب کرونگا جو نکرونگا کسی جہان

اوپر ان احسانات کا ذکر تھا جو احسانات عیسے علیہ السلام اور انکی ماں مریم علیہا السلام پر اللہ تعالے نے فرمائے اونہی احسانات میں سے ایک احسان کا ذکر ان آیتون میں ہے جو احسان اللہ تعالی نے عیسے علیہ السلام پر فرمایا جسکا حاصل یہ ہے کہ عیسے علیہ السلام کے حواریون نے عیسے علیہ السلام سے یہہ خواہش کی کہ وہ کھانے کا بھرا ہوا ایک خوان آسمان سے اوترنے کی دعا اللہ تعالی کی جناب میں کریں۔ قرآن شریف میں جس قدر مطلب ہے وہ یہی ہے کہ عیسے علیہ السلام نے اس خوان کے آسمان سے اوترنے کی دعا کی اور اللہ تعالے نے اس شرط سے اس خوان کے اوتارنے کا وعدہ فرمایا کہ خوان کے اوترنے کے بعد اگر اللہ تعالی کے اس احسان کی شکر گزاری پورے طور پر ان لوگون سے ادا نہ ہو سکی تو ان لوگون پر سخت عذاب آجاوے گا۔ تابعیون میں سے مجاہد اور حسن بصری کا قول تو یہ ہے کہ اس شرط کو سخت جانکر پھر ان لوگون نے خوان کے اوترنے کی خواہش چھوڑ دی اس لئے وہ خوان نہیں اترا۔ باقی کے سب سلف کا یہ قول ہے کہ وہ خوان اوترا اس میں طرح طرح کے کھانے تھے اور یہہ حکم تھا کہ ان کھانون میں سے کوئی کھانا دوسرے دن کے لئے اوٹھاکر نرکھا جاوے جن لوگون نے اس حکم کی پابندی نہیں کی اونپر یہ عذاب آیا کہ انکی اصلی صورت بدل کر سور اور بندر کیسی صورت ہوگئی اور پھر تین دن کے بعد وہ سب ہلاک ہوگئے۔ صحابہ کے قول تو اس خوان کے اترنے کے باب میں بہت ہیں لیکن ترمذی میں عمار بن یاسر کی ایک حدیث بھی اسی مضمون کی ہے جسکو عمار بن یاسر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچایا ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کی روایت کے بعد کہا ہے کہ سوائے ایک راوی حسن بن قزعہ کے اور کسی راوی نے اس حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہونچایا۔ تقریب میں حسن بن قزعہ کو صدوق لکھا ہے اسلئے حسن بن قزعہ کی روایت کو بالکل نامعتبر نہیں کہا جاسکتا۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں یہہ بیان کیا جاچکا ہے کہ تفسیر کے باب میں صحابی کا قول بھی حدیث نبوی کے برابر ہے اس قرار داد کی بنا پر صحابہ کی ایک جماعت کے قول سے عمار بن یاسر کی حدیث کو اور بھی تقویت ہوجاتی ہے۔ اصلی انجیل کا تو پتا نہیں اور انجیل کے ترجمون میں اس قصہ کا کہیں ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجاہد اور حسن بصری کے قول کی طرح نصرانی سلف کا خیال بھی یہی تھا کہ وہ خوان نہیں اترا اسی واسطے ترجمون میں اونھون نے اسکا ذکر چھوڑ دیا۔ یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ عیسے علیہ السلام کے حواری پکے ایماندار تھے اس لئے انکی یہ خوان کی اوترنے کی خواہش اس سبب سے نہیں تھی کہ انکو اللہ کی قدرت میں یا عیسے علیہ السلام کی نبوت میں کچھہ شک شبہ تھا بلکہ حواریون کی یہ خواہش اس قسم کی تھی جس طرح مردے کے اپنی آنکھون کے سامنے زندہ ہونے کی خواہش حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالے سے کی تھی جس کا قصہ سورہ بقر میں گذر چکا ہے لیکن ظاہری اسباب کو چھوڑ کر خلاف عادت اللہ کی قدرت کو آزمانا بندہ کو نہیں پہونچتا اسی لیے عیسے علیہ السلام نے حواریون کو ہدایت کی کہ اس خواہش سے پرہیز کرنا

اور خدا کا خوف کرنا ایماندار آدمی کا شیوہ ہے حضرت ابراہیم کے قصہ میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حالت شک کا انکار فرمایا ہے وہی حدیث حواریوں کی حالت کی گویا تفسیر ہے کیونکہ ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے حواریوں کی خواہش کی کچھ مذمت نہیں فرمائی اب یہ ظاہر ہے کہ انکی خواہش قدرت الٰہی میں شک کے پیدا ہونے سے ہوتی تو بڑی مذمت کے قابل ایک حالت تھی۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسےٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھیراؤ مجکو اور میری ماں کو دو معبود سوائے اللہ کے کہا تو

سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا

پاک ہے مجکو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجکو نہیں پہنچتا اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور

أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي

میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بر حق تو ہے جانتا چھپی بات میں نے نہیں کہا انکو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے

وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ ۖ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۚ وَأَنْتَ

میرا اور تمہارا اور میں انسے خبردار تھا جب تک انمیں رہا پھر جب تو نے مجھے پھیر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا انکی اور تو ہر چیز سے

عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

خبردار ہے اگر تو انکو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا

منزل ٢

قَالَ اللَّهُ هَٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ۚ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچوں کو انکا سچ انکو ہیں باغ جنکے نیچے بہتی نہریں رہا

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ لِلَّهِ مُلْكُ

کریں ان میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا انسے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی اللہ کو ہے سلطنت

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

آسمان اور زمین کی اور جو انکے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

ع ١٦ ۶

یہاں سے آخر سورہ تک اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ کے الزام دینے اور قایل کرنے کو یہہ آیتیں نازل فرمائی ہیں جنکا حاصل یہہ ہے کہ جب تک حضرت عیسےٰ علیہ السلام دنیا میں رہے نصاریٰ کو توحید سکھاتے رہے اور نگرانی کرتے رہے کہ سوا توحید کے اور کوئی بدعت اور نئی بات انکی امت میں پیدا نہ ہو انکے آسمان پر چلے جانے کے بعد تثلیث اور شرک کی باتیں جو نصاریٰ نے اپنے دین میں پھیلائی ہیں اور ان باتوں کو اللہ کا حکم اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تعلیم خیال کرتے ہیں اور باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان کو دنیا میں اس قسم کی خرابیاں رفع کرنے کی غرض سے بھیجا اور نبی آخر الزمان نے نصاریٰ کے

علما اور بڑے بڑے پادریون سے بحث کی اور انکو قایل کیا اور باوجودیکہ حضرت عیسے علیہ السلام کی وصیت تھی کہ انکی
امت کے سب لوگ نبی آخر الزمان کی پوری اطاعت کرین لیکن نصارٰے نے اون کفر کی باتون کو چھوڑا جو حضرت عیسے
کے بعد انھون نے دین عیسوی مین ایجاد کر لی تھین اور نہ نبی آخر الزمان کی اطاعت قبول کی اس لیئے نصارٰی کی اس غلطی
کو تمام خلقت الٰہی پر ظاہر ہو جانے کی غرض سے تمام خلقت کے مجمع میں اللہ تعالی قیامت کے دن حضرت عیسے ؑ سے
پوچھیگا کہ اے عیسے کیا تم نے اپنی امت کے لوگون کو اس تثلیث کی تعلیم کی تھی حضرت عیسے ؑ صاف جواب دینگے
کہ مین نے تو انکو توحید کی تعلیم کی تھی اور جب تک مین دنیا میں رہا انکو توحید کی تاکید کرتا رہا میرے پیچھے انھون نے یہ تثلیث
ایجاد کر لی ہے اور بلاشک یہ فعل انکا لائق عذاب ہے اب یا اللہ تو مالک ہے کہ انپر عذاب کرے یا اپنی رحمت سے انکی
مغفرت کر دے اگرچہ اسمٰعیل سدی کبیر نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ جب اللہ تعالی نے حضرت عیسے ؑ کو زمین پر سے آسمان
پر اوٹھا لیا اور حضرت عیسے ؑ کے بعد انکی امت میں یہ تثلیث کا مسئلہ پھیلا اسوقت اللہ تعالے نے یہ سوال حضرت عیسے ؑ
سے کیا تھا قیامت کے دن کا یہ سوال نہیں ہے لیکن قتادہ نے اسکو رد کیا ہے اور کہا ہے کہ ان آیات میں آگے جو اللہ
تعالی نے فرمایا ہے کہ آج کے دن سچون کو انکا سچ نفع دیگا یہ قیامت کے دن کا حال ہے قتادہ اہل مدینہ سے ہیں اور
سعید بن جبیر کے واسطے سے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں اور سدی نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے
تفسیر مین روایت کی ہے اور سلف اہل تفسیر کے نزدیک یہہ بات قرار پا چکی ہے کہ صحابہ مین سے عبد اللہ بن
عباس کا قول تفسیر کے باب مین بہ نسبت دوسرون کے زیادہ مقبول ہے اسواسطے قتادہ کے قول کو زیادہ ترجیح ہے
مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ ایک رات آنحضرت صبح تک اس آیۃ کو نماز میں پڑھتے رہے
ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم ابوذر کہتے ہیں صبح کو مین نے آنحضرت سے ایک ہی آیۃ
کے نماز میں پڑھنے کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا اس آیۃ کو گھڑی گھڑی پڑھ کر مین نے اللہ سے شفاعت کی التجا کی تھی
اور اللہ تعالی نے میری التجا قبول کر لی ہے انشاء اللہ میری امت میں سے جو شخص بغیر شرک کی حالت کے مریگا اسکو
میری شفاعت نصیب ہوگی دوسری روایۃ میں ہے کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے میری التجا قبول کرنے میں مجھکو وہ
بشارت دی ہے کہ اگر لوگون کو وہ بشارت معلوم ہو جاوے تو لوگ نماز روزہ چھوڑ کر اسی بشارت کو اپنے حق مین اپنی
نجات کے لیئے کافی سمجھین صحیح مسلم میں اسی مضمون کی ایک روایۃ عبد اللہ بن عمر کی ہے جس سے ان روایتون کو پوری
تقویت ہو جاتی ہے بعضے نصرانی علما نے ان آیتون کے متعلق یہہ اعتراض کیا ہے کہ نصرانی لوگ مریم علیہا السلام کے
خدا ہونے کے قائل نہیں ہیں پھر معلوم نہیں کہ ان آیتون مین نصرانیون کا یہہ اعتقاد کیون بیان کیا گیا ہے علماء اسلام
نے اس کا جواب یون دیا ہے کہ یہہ اعتراض دو حال سے خالی نہیں یا تو اعتراض کرنے والے نصرانی علما نے اپنے مذہب کو
چھپایا ہے یا انکو اپنے مذہب کی کتابون سے ناواقفی ہے کیونکہ سنہ ۱۸۱۰ء تک عیسائی مذہب کی جو کتابین چھاپی گئی ہیں

منزل ۲

ان مین حضرت مریم علیہا السلام کی تصویر کو سجدہ کرنے کا ذکر موجود ہے اسی طرح مذہب عیسائی مین ایک نماز جواب تک
جاری ہے جس کا نام صلوۃ المریم ہے اسکے لفظ یہ ہین کہ آئی آسمان کی بادشاہ سب فرشتے تجھکو سجدہ کرتے اور تیرے
نام کی تسبیح پڑھتے ہین اس لیئے ہم تجھکو سجدہ کرکے اپنی نجات چاہتے ہین اب ان قرآن پر اعتراض کرنے والے عیسایون
سے یہہ بات دریافت طلب ہے کہ ان سب باتون کے بعد حضرت مریم کو خدا ٹھہرانے میں کسی اور بات کی کسر رہگئی ہو
تو وہ بیان کی جاوے انجیل متی کے تیسرے اور چوتھے باب کے حوالہ سے یہہ تو ایک جگہ اس تفسیر مین ذکر کیا گیا ہے
کہ جب شیطان نے عیسے علیہ السلام کو بہکایا اور اپنے آپ کو سجدہ کرانا چاہا تو عیسے علیہ السلام نے اس ملعون کو یہی جواب
دیا کہ سجدہ اور عبادت سوا اللہ تعالی کی ذات کے اور کسی کے لیئے جائز نہین ہے اب سمجھہ مین نہین آتا کہ عیسے علیہ السلام
کی اس ہدایت کے برخلاف مریم علیہا السلام کی تصویر کو سجدہ بھی کیا جاتا ہے اور پھر حضرت مریم علیہا السلام کو خدا ٹھہرانے
کا اعتقاد سنکر قرآن پر اعتراض بھی کیا جاتا ہی آخر یہ ماجرا ہی کیا ہے کسی عیسائی کو یہہ ماجرا تفصیل سے بیان کرنا چاہئے
جیسے عیسی علیہ السلام نے اللہ تعالے کے سوال کا یہہ سچا جواب دیا جس کا ذکر ان آیتون مین ہے تو اللہ تعالی نے
انکے اس سچے جواب کو پسند فرماکر یہ فرمایا کہ آج قیامت کا دن وہ دن ہے کہ دنیا میں جو لوگ احکام الہی کے سچے پابند
رہے اونکی راست بازی کی جزا آج کے روز جنت اور اللہ کی رضامندی ہے جسکے سبب سے وہ لوگ ہمیشہ جنت میں
خوشحالی سے رہیں گے پھر فرمایا آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے اور کوئی چیز آسمان و زمین میں اسکی قدرت
اور اسکے اختیار سے باہر نہیں اور یہہ ایسی باتین ہیں جو نہ عیسے بن مریم مین پائی جاتی ہین نہ انکی مان مریم مین پھر
باوجود اسکے جن لوگون نے ان دونون کو اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ بڑی غلطی پر ہین سورہ ابراہیم مین آوے گا
کہ قیامت کے دن شیطان بھی لوگونسے سچ بولے گا اور یون کہوے گا کہ مین نے تم لوگونکو جن بہکاوے کی
باتون مین ڈال رکھا تھا وہ سب جھوٹ تھین اور اللہ تعالی نے اپنے رسولون کی معرفت تم سے جنت اور
دوزخ کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایسا سچ تھا کہ آج تمہاری آنکھون کے سامنے آگیا مگر اس ملعون کا یہ سچ بولنا اسکے
کام نہ آویگا کیونکہ قیامت کا دن دنیا کے نیک و بد عمل کی جزا و سزا کا ہے نیک و بد عمل کرنے کا وہ دن نہین
اسواسطے ہذا یوم ینفع الصادقین صدقہم کی یہی تفسیر صحیح ہے کہ دنیا مین جو لوگ احکام الہی کے سچے پابند رہین
گے اونکی یہ راست بازی قیامت کے دن انکے کام آویگی۔ یہ مطلب آیتہ کا نہین ہے کہ دنیا کے جھوٹون
کو قیامت کے دن کی راست بازی فائدہ مند ہوگی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث
اوپر گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے سے بڑھ کر بردبار کون ہوگا کہ لوگ اسکی
نافرمانی کرتے ہین اور وہ انکی صحت اور انکے رزق کا انتظام فرماتا ہی صحیح بخاری وغیرہ مین حضرت عبد اللہ بن
عباس کی روایتہ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن امت محمدی مین سے بعضے

منزل ٢

نافرمان لوگون کو بائین ہاتھہ مین نامہ اعمال دینے کو فرشتے لیجاوینگے اسوقت مین ان لوگون کے حق مین یہی کہونگا جو عیسے علیہ السلام اپنی امت کے حق مین کہوین گے کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شئ شہید ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم یہ حدیثین ان آیتونکی گویا تفسیر ہین - کیونکہ ان آیتون اور حدیثون کے ملانے سے نافرمان لوگون کا دین و دنیا دونون جگہ کا حال کھلجاتا ہے

سورۃ الانعام مکیۃ وھی	بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا	مائۃ وخمس وستون اٰیۃ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝

سب تعریف اللہ کو جسنے بنائے آسمان اور زمین اور ٹھرائین اندھیریان اور اجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھہ کسکو برابر کرتے ہین

حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورہ مکی ہے - مستدرک حاکم مین جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہہ سورہ اتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ کہا اور یہ فرمایا کہ آسمان سے زمین تک ستر ہزار فرشتے اس سورہ کے نازل ہونے کے وقت اسکے ساتھہ تھے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے - اس سورہ مین توحید نبوت اور حشر کے ضروری احکام ہین اس لئے اُن احکام کی عظمت اور شیطان کی مداخلت ان احکام مین نہ ہونے کے لئے یہہ ستر ہزار فرشتون کی جماعت اس سورہ کے ساتھہ آئی - جو سورتین اللہ تعالے نے اپنی تعریف کے لفظون سے شروع کی ہین جیسے یہہ سورہ یا جیسے الحمد للہ رب العالمین ان سے یہ مطلب ہے کہ لوگ ان لفظون سے اللہ کی تعریف کیا کرین - اگرچہ اللہ کی مخلوقات بے گنتی ہے لیکن اس سورہ مین انسان کی ہدایت کے بہت سے احکام ہین اور آسمان و زمین کے عجائبات پر غور کرنے سے انسان کے دل مین اللہ کی قدرت کی بڑی عظمت پیدا ہو سکتی ہے جسکے سبب سے پھر اللہ کے احکام کو موافق ہدایت پانے کا موقع بھی او سکو مل سکتا ہے اسواسطے یہان اور مخلوقات مین سے فقط آسمان و زمین کا ذکر فرمایا سورہ بنی اسرائیل مین معراج کی حدیثین آوینگی جنمین سات آسمانون اور آنکے عجائبات کا ذکر ہے اسی طرح سورۃ النبا مین حدیثین آوین گی جن مین ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانسو برس کی راہ کے فاصلہ کا اور اسی قدر ہر ایک آسمان کی موٹائی کا ذکر ہے اور یہ بھی ذکر ہے کہ آسمانون کی طرح زمین بھی سات ہین اور ایک زمین سے دوسری زمین تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے - خیر یہ باتین تو علم دین کے جاننے پر منحصر ہین لیکن آسمان و زمین کی اتنی حالت تو سب کے آنکھون کے سامنے ہے کہ وقت مقررہ پر ایک سال بھی آسمانسے مینہہ نہ برسے یا مینہہ تو برسے مگر اللہ کے حکم سے زمین کی پیداوار پر کچھہ آفت آجاوے تو انسان کی ساری آسائش خاک مین ملجاوے - یہ بھی آسمان کی حالت کا ایک نتیجہ ہے

منزل ٢

کہ آسمان کی گردش سے رات کا اندھیرا دن کا اوجالا پیدا ہوتا ہے جس سے انسان کی راحت صحت طرح طرح کے کاروبار سب کچھ قائم ہے اہل مکہ نے سوا رات کے اندھیرے کے کفر و شرک و جہالت کا اندھیرا بھی پھیلا رکھا تھا سوائے اندھیرے کے لفظ کو جمع کر کے فرمایا مطلب یہ ہے کہ رات کے اندھیرے کے ساتھ جس طرح اللہ تعالے نے دن کا اوجالا پیدا کیا ہے اوسی طرح کفر و شرک کے مٹانے کے لئے نور ایمانی پیدا کیا ہے جسکی قسمت میں ہے وہ اُس کفر و شرک کے اندھیرے سے نکل کر ایمان کی روشنی پا سکتا ہے آخر کو فرمایا کہ جب یہ سارا کارخانہ اللہ تعالی کا پیدا کیا ہوا ہے جسمین کوئی اُس کا شریک نہین ہے تو پھیر یہ منکر شریعت لوگ دوسرون کو اللہ کا ہمسر ٹہرا کر اللہ کی تعظیم و عبادت مین جو اُن دوسرون کو شریک کرتے ہیں یہ اُن لوگون کی بڑی نادانی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ اپنی نادانی سے اللہ کی تعظیم اور عبادت میں دوسرون کو شریک کرتے ہیں لیکن اللہ تعالے نے اپنی بردباری سے ان لوگون کی زیست اور صحت کے کارخانے حسب دستور قائم رکھے ہیں ان لوگون کی نادانی کی سزا کے طور پر ان کارخانون میں کچھ ردوبدل نہین فرمایا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ انسان کو اور اُس کی راحت کے ہر طرح کے سامان کو تو بغیر کسی کی شراکت کے اللہ تعالی نے پیدا کیا لیکن بعضے نادان لوگ بلا استحقاق دوسرونکو اوسکی تعظیم اور عبادت مین شریک کرتے ہیں اسپر بھی وہ اپنی بردباری سے اُن لوگون کے راحت کے سامان مین کچھ خلل نہیں ڈالتا

منزل ۲

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا ۖ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ۖ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ ۝

وہی ہے جس نے بنایا تمکو مٹی سے پھر ٹہرا دیا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھیر رہا ہے اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝

اور وہی اللہ ہے آسمان اور زمین میں جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو

ابوداؤد اور ترمذی مین ابو موسے اشعری سے روایتہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم کو ایک مٹھی خاک سے جو تمام زمین سے لی گئی ہے بنایا ہے اسیواسطے انکی نسل میں طرح طرح کے لوگ ہیں ہر جگہ کی مٹی کے اثر سے کوئی گورا ہے کوئی بالکل کالا ہے کوئی سانولا کوئی بد مزاج سخت خو کوئی نیک مزاج نرم خو ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ کافر دو ہیریہ مزاج کے لوگ مرنے کے بعد پھر پیدا ہونے کی خبر قرآن میں سنکر بڑے تعجب سے کہتے تھے کہ من یحی العظام وہی رمیم جس کا مطلب یہ ہے کہ ہڈیون کی مٹی ہوجانے کے بعد پھر دوبارہ پیدائش کیونکر ہو گی اُنکے قائل کرنے کو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور اُنکو جتلایا کہ آخر وہ ہڈیان گل سڑ کر ایسی مٹی تو ہو نگی جس طرح کہ مٹی آدم کے بنی جس مٹی سے ایک پتلا ایسا

بنایا گیا جس مین کروڑ ہا پتلون کے بنجانے کی صلاحیت رکھہ دی گئی جس صلاحیت کے اثر سے آج تک اُس پتلے
کی نسل چلی آتی ہے جسمین یہ منکر حشر بھی داخل ہیں پہر جس قادر نے کروڑ ہا پتلے کا ایک پتلا ایک جا مٹی طور پر
ایک مٹھی خاک سے بنا دیا اور اُس پتلے سے کروڑ ہا روحون کا تعلق کر دیا اُس قادر کی قدرت سے یہ کیا دور ہے کہ
اُسی خاک سے الگ الگ پتلا بنا دیوے اور ہر ایک پتلے کے ساتھہ تعلق روح کا پیدا کر دیوے بلکہ پتلے میں پتلا جو
بن چکا ہے اور ایک جسم مین کروڑ ہا جسم اور ایک روح کے تعلق میں کروڑ ہا روحون کا تعلق ہے جسکے سبب سے
دادا سے لیکر پوتا پڑپوتا سب پیدا ہو جاتے ہیں اور پہر پڑپوتے کو دیکھو تو دادا بنجاتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جو
کچھہ ہو چکا ہے اور سب کی آنکھون کے سامنے ہر روز ایسا مشکل تھا جہان عقل کے پر جلتے ہیں اور باوجود اس بلند
پروازی کے وہان پر قینچ جانور کی طرح اڑنے سے عقل بے بس ہے اسکے بعد دوبارہ جو کچھہ ہوتا ہے وہ تو نہایت
سہل ہے جو صانع ایک مشکل صنعت کو کر چکا اسکو آسان صنعت کیا مشکل ہے مثلاً ایک گھڑی ساز ایسی گھڑی
بنا چکا ہے جس گھڑی مین تاریخ کی سوئی دن کی سوئی وقت کی سوئی گھنٹہ کی آواز بیداری سب کچھہ ہے پہر یہہ
کون عقل کا پورا انکار کر سکتا ہے کہ اُس گھڑی ساز کو الگ الگ پرزے بنانے مشکل ہیں اسی حکمت سے اللہ تعالے
نے پہلی پیدائش کو مشکل اور دوسری پیدائش کو آسان کہا ہے کہ مشکل کام کے طے ہو جانے کے بعد آسان کام
کے ہو جانے کی طرف لوگونکا قیاس دوڑ سکے اور قیاس دوڑانے کی ہدایت اپنے کلام پاک میں لوگون کو یون فرمائی
ہے ولقد علمتم النشاۃ الاولی فلولا تذکرون یعنی پہلی پیدائش کو تم جان چکے ہو پھر کیون نہیں پہلی پیدائش کے قیاس
پر تم دوسری پیدائش کو دہیان کرتے ایک عالم پابند شریعت اور ایک دہریہ منکر حشر کا ایک دفعہ مناظرہ ہوا دہریہ
نے بڑی بحث کے بعد دوبارہ پتلے کا بنجانا تو مان لیا مگر دوبارہ روح اور جسم کے تعلق مین تردد رہا عالم پابند
شریعت نے اس تردد کا جواب دیا کہ روح کی مثال پر دار جانور کی ہے اور جسم کی مثال پنجرہ کی ہے کیونکہ جسطرح
جانور کے اڑ جانے کے بعد پنجرہ خالی رہجاتا ہے اسی طرح روح کے نکل جانے کے بعد بدن خالی رہجاتا ہے اور پہلی تعلق
مین طائر روح اُس جسم کے پنجرہ سے اجنبی مثل طائر وحشی کو عمر طبعی کی مدت تک بدن کے پنجرے مین بند کر دیا جسکے
سبب سے عمر طبعی تک بدن کے پنجرہ میں رہکر وہ جانور ایک پلے ہوئے طوطے یا کبوتر و پنجرہ کے موافق ہو گیا تو یہہ تو
رات دن آنکھون دیکھنے کی بات ہے کہ پلے ہوئے جانور کبھی پنجرہ سے نکل جاتے ہیں تو اپنے پنجرہ مین خود چلے
جایا کرتے ہیں اس مین تردد کیا ہے اس جواب سے وہ دہریہ شخص بہت قائل ہوا اس آیت مین اجل کا ذکر
اللہ تعالے نے دو دفعہ جو فرمایا ہے اُسکے دو معنے ہیں جو شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے فائدے مین ذکر کئے ہین
کہ ایک اجل ہر ایک شخص کے پیدا ہونے کی تاریخ سے مرنے کی تاریخ تک کی ہے اور دوسری اجل تمام دنیا کی ہے
جو دنیا کی پیدائش کی تاریخ سے پہلے صور تک ہے دوسری اجل کے ساتھہ عندہ جو فرمایا اُسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے

منزل ۲

ختم ہونے و قیامت کے آنے کا وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں ہاں ہر ایک شخص کی اجل کا وقت
ملک الموت کو جتلا دیا جاتا ہے یہ معنے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور اُنکے شاگرد مجاہد اور سعید بن جبیر نے سلف
میں سے اختیار کئے ہیں دوسرے معنے ترجمان قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس نے اپنے دوسرے قول میں جو بیان
کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ ہر ایک انسان کے لئے دو مدتیں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں جنکا نام اجل ہے وہ دونوں اجلیں
لوح محفوظ میں لکھی ہیں ایک مدت روز پیدائش سے موت کے وقت تک کا زمانہ ہے دوسری مدت وقت موت
سے پھر جینے اور حساب و کتاب کے لئے اللہ کے روبرو کھڑے ہونے تک کا زمانہ ہے ابن ماجہ میں ثوبان سے جو روایت
ہے کہ نیکی سے آدمی کی عمر بڑھ جاتی ہے اُسکے معنے یہی ہیں کہ نیکی کرنے کے سبب سے کچھ مدت پچھلے زمانہ سے اگلے زمانہ
میں اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی نیکی نہیں کرتا اوسکی عمر کے گھٹنے کا یہی مطلب ہے کہ اُسکی اصلی عمر پوری
ہوتی ہی وہ مر جاتا ہے عالم برزخ کے زمانہ میں سے کچھ دن اُسکی عمر میں نہیں بڑھتے اور لوح محفوظ میں یہ تفصیل
بھی لکھی ہوئی ہے کہ زید کی اصلی عمر اتنی ہے لیکن فلاں نیکی کی جزا میں اس قدر مدت عالم برزخ کے زمانہ میں سے
اسکی اصلی عمر میں بڑھا دینے سے وہ اس مدت تک زندہ رہکر مرے گا اور خالد نے نیکی نہیں کی اسلئے اُسکی عمر میں عالم
برزخ کے زمانہ میں سے کچھ مدت نہیں بڑھی حاصل کلام یہ ہے کہ جس طرح پہلی اجل کا حال سب کی آنکھوں کے سامنے
ہے کہ جب اُسکا وقت آجاتا ہے تو پھر ٹل نہیں سکتا اسی طرح جب دوسرے وعدہ کے ظہور کا وقت آجاویگا
تو آج اسمیں شک و شبہ کرکے اُس سے غافل رہنے والے اُسوقت اُسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیوینگے اور
پھر سب شک و شبہ اُنکا جاتا رہے گا اسواسطے ہر عقلمند کو یہ سوچ لینا چاہئے کہ دنیا کا یہ اتنا بڑا انتظام بغیر کسی نتیجہ
کے کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے بلکہ اسکا نتیجہ وہی ہے جو ان لوگوں کو گھڑی گھڑی سمجھایا جاتا ہے کہ
اس جہان کے بعد دوسرا سزا و جزا کا جہان ضرور قائم ہونے والا ہے اور وہ اللہ جسکی بادشاہت و حکومت آسمان و
زمین پر ہے اپنی آسمانی بادشاہت میں سزا و جزا کا فیصلہ ضرور کرنے والا ہے جسکے فیصلہ کے وقت کوئی بات چھپی نہیں
رہ سکتی کیونکہ اسکو انسان کے دل کی نیت کا حال اور انسان کے ہاتھ پیروں کے کاموں کا حال ذرہ ذرہ سب
معلوم ہے دنیا میں جبتک انسان جیتا ہے اُسکو اختیار ہے کہ اس فیصلہ کے لئے اچھی بری جیسی روداد چاہے جمع کرے
روزنامچہ نویس ہر وقت اسکے ساتھ ہیں جو تاریخ پیشی کے لئے ہر طرح کی روداد لکھتے رہتے ہیں پیشی بھی وہ پیشی ہے
جس میں انسان کے ہاتھ پاؤں بھی گواہی دینے کو تیار ہو جاوینگے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی
حدیث اس گواہی کے باب میں ایک جگہ گذر چکی ہے اسلئے ہر صاحب عقل کا کام ہے کہ جہانتک ہو سکے اس
تاریخ پیشی کے لئے اچھی روداد جمع کرے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر ہو کر موت کے آنے سے پہلے موت کے

منزل ۲

بعد کے لئے کچھ نیک عمل کر لیوے، اور نادان وہ ہے جو عمر بھر نیک کاموں سے غافل اور برے کاموں میں مشغول رہے اور پھر عقبے میں راحت کی توقع رکھے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے قیامت کے دن نیک و بد کی جزا و سزا کا جو فیصلہ آخر ہو گا اسکے لئے روداد جمع کرنے کی گویا یہ حدیث تفسیر ہے۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ

اور نہیں پہنچتی انکو کوئی نشانی انکے رب کی نشانیوں میں مگر کرتے ہیں اس سے تغافل سو جھٹلا چکے حق بات کو جب ان تک پہنچی

فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّن قَرْنٍ

اب آگے آوے گی اونپر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہمنے پہلے اونسے سنگتیں

مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّن لَّكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ

انکو جمایا تھا ہمنے ملک میں جتنا تمکو نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہمنے اونپر آسمان برستا اور بنا دیں نہریں بہتی

تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ وَأَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ○

انکے نیچے پھر ہلاک کیا انکو انکے گناہوں پر اور کھڑی کی اون کے پیچھے اور سنگت

اوپر ذکر تھا کہ عقلمند وہی شخص ہے جو قیامت کے دن کے فیصلہ اخیر کے لئے کچھ اچھی روداد جمع کر لیوے اب ان آیتوں میں اہل مکہ کی اس نادانی اور کم عقلی کا ذکر ہے جسپر وہ لوگ اڑے ہوئے تھے۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ قیامت کے دن کے فیصلہ اخیر کے لئے اچھی روداد کا جمع کرنا تو درکنار اپنی ازلی کمبختی کے سبب سے یہ لوگ تو اسپر اڑے ہوئے ہیں کہ اس فیصلہ اخیر کی یاد دہانی کے باب میں جو آیات قرآنی نازل ہوتی ہیں اون ہی کو یہ لوگ جھٹلا کر ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں لیکن اسمیں کسی کا کچھ نہیں بگڑتا وقت مقررہ پر یہی لوگ اپنے کئے کا برا نتیجہ دیکھ لیویں گے کہ شام اور یمن کے سفر میں جس طرح پچھلی قوموں کی اجڑی ہوئی بستیاں انکو نظر آتی ہیں وہی حال انکا ہو گا کہ یا تو دنیا میں کوئی عذاب انپر آجاوے گا اور اگر مصلحت الہی کے موافق دنیوی عذاب سے یہ لوگ بچ بھی گئے تو عقبی کی خرابی سے نہیں بچ سکتے یہ انکو معلوم ہے کہ پچھلی قومیں طاقت ثروت درازی عمر سب باتوں میں انسے بڑھکر تھیں۔ پھر ان باتوں میں سے انکی کوئی بات جب عذاب الہی سے انکو نہ بچا سکی تو انکے پاس عذاب الہی سے بچنے کا ایسا کونسا سامان ہے جسکے بھروسہ پر یہ لوگ آیات قرآنی کے جھٹلانے میں ایک دوسرے سے بڑھکر ہیں۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ قریش میں جو لوگ آیات قرآنی کے زیادہ منکر تھے بدر کی لڑائی میں انپر دنیاوی آفات بھی آئی اور دنیا سے اوٹھتے ہی عذاب آخرت میں جا پھنسے۔ صحیح مسلم میں حضرت عمرؓ کی روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی کے شروع ہونے سے ایک رات پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے اون سب سرکش لوگوں کے نام بتلا دئے تھے جو بدر کی لڑائی میں قتل ہونے والے تھے اور قتل ہونے کے بعد

منزل ۲

جہان اُن لوگون کی لاشین پڑی تھین وہ مقامات بھی آپنے پہلے سے صحابہ کو دکھلا دیے تھے صحیح بخاری و مسلم مین انس ابوطلحہ وغیرہ کی روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے اُن سرکش لوگون کی لاشون پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اے لوگو تم نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا پایا یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہین جنسے آیات قرآنی کے جھٹلانے والے قریش کی دین و دنیا کی بد انجامی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا
اور اگر اوتارین ہم اوپر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُسکو اپنے ہاتھہ سے البتہ کہین گے منکر یہ کچھ نہین مگر
إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۖ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ
جادو ہے صریح — اور کہتے ہین کیون نہ اوترا اوسپر کوئی فرشتہ — اور اگر ہم فرشتہ اوتارین تو فیصل ہوچکے کام
ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ ۝
پھر اونکو فرصت نہ ملے — اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ تو وہ بھی صورت مین ایک مرد کرتے اور انپر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو ڈالتے ہین
وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ
اور ہنسی کرتے رہے رسولون سے تیرے پہلے پھر الٹ پڑے اُنسے ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے
يَسْتَهْزِئُونَ ۝ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝
تھے — تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا

ع منزل

مقاتل بن سلیمان اور کلبی نے اپنی تفسیر مین کہا ہے کہ نضر بن حارث اور عبداللہ بن امیہ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز کہا کہ ہم اُس صورت مین ایمان لا سکتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لکھا ہوا ایک کاغذ اس مضمون کا ہمارے پاس آوے کہ بلاشک آپ رسول برحق ہین اور چار فرشتے اُس کاغذ کے ساتھ آنکر اس کاغذ کی تصدیق کرین کہ یہ اللہ کی طرف کا نوشتہ ہے اور اسکا مضمون برحق ہے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنے آیت کے یہ ہین کہ جسم نوری ہونے کے سبب سے اصل فرشتون کو تو کوئی انسان دیکھہ نہین سکتا حضرت داؤد حضرت ابراہیم کے پاس جو فرشتے آئے آخر وہ انسان کی صورت مین آئے اسلیے اگر اُن کے کہنے کے موافق اُنکے آنکھون کے سامنے کوئی فرشتہ بھیجا بھی جاوے تو وہ ضرور بصورت بشر ہوگا پھر جس طرح اب نبی برحق کی نبوت پر انسان ہونے کے سبب سے یہ لوگ طرح طرح کے اعتراض اور مسخراپن کی باتین کر رہے ہین وہی حال باقی رہے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر یہ لوگ ہلاک ہو جاوینگے کیونکہ یہ عادت الٰہی ہے کہ کسی امت کی فرمائش کے موافق نبی کو معجزہ دیا جاوے اور وہ معجزہ دیکھکر بھی وہ امت نبی کو نہ مانے تو پھر وہ امت ہلاک ہو جاتی ہے جسطرح ثمود کی اونٹنی کا حال یہ لوگ سن چکے ہین اب آخر آیتہ مین حضرت کی تسکین فرمائی کہ اگر

یہ لوگ ایمان نہ لاوینگے اور اسی طرح مسخراپن کی باتین کرتے رہین گے تو انبیا سے ٹھٹھا کرنے والون کا سا حال جو آگے
ہوا ہے وہی انکا ہوگا اور قریش کو ہدایت فرمائی کہ ملک شام اور ملک یمن کے سفر مین پچھلی قومون کی اجڑی ہوئی
بستیان دیکھکر عبرت پکڑین روایۃ حدیث مین اگرچہ مقاتل بن سلیمان اور کلبی دونون کو ضعیف ٹھرایا گیا ہے
مگر تفسیر مین ان دونون کو مسلم اور معتبر قرار دیا ہے چنانچہ ابن عدی نے کلبی کی نسبت کہا ہے کہ سفیان بن عیینہ
اور شعبہ اور بہت سے لوگون نے کلبی سے تفسیر کے باب مین روایۃ کی ہے اور اس روایۃ کو معتبر قرار دیا ہے اور
مقاتل بن سلیمان کی نسبت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ فن تفسیر مین مفسر لوگ مقاتل کے بچون کے برابر
ہین بدر کی لڑائی کی حدیثین جو اوپر کی آیتون کی تفسیر مین گذرین وہی حدیثین ان آیتون کی بھی تفسیر ہین ۔

قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِلّٰهِ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین مین کہہ اللہ کا ہے اسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ جمع کریگا دن قیامت

لَا رَيْبَ فِيْهِ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ

اس مین شک نہیں جنہون نے ہاری اپنی جان وہی نہیں مانتے اور اسی کا ہے جو کچھ بستا ہے رات مین اور دن مین اور وہ

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْ

سب سنتا جانتا تو کہہ کیا کوئی اور پکڑون اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے والا ہے آسمان اور زمین کا اور وہ سبکو کھلاتا ہے اور

اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝

اپنے پروردگار کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اسدن اسپر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اور اگر پہنچاوے تجکو اللہ کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اوٹھا دے سوا اسکے اور اگر تجکو پہنچاوے بھلائی تو وہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝

قادر ہے اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندون پر اور وہی ہے حکمت والا خبردار

منزل ۲

اوپر ذکر تھا کہ آسمان زمین انسان اور اسکی ضرورت کی چیزین یہ سب کچھ اللہ تعالے نے اس طرح پیدا کیا ہے کہ
اس مین کوئی اوس کا شریک نہیں لیکن یہ مشرک لوگ بت پرستی سوا اللہ تعالے کے بلا استحقاق اورون کو
اللہ کا ہمسر ٹھراکر اونکی تعظیم اور عبادت مین انکو شریک کرتے ہیں ان آیتون مین ارشاد ہے کہ ملنے
رسول اللہ ﷺ تم ان لوگون سے ذرا دریافت تو کرو کہ آخر ان کے نزدیک آسمان و زمین مین کسکی بادشاہت ہے

مکہ کے قحط کے وقت یہ تو ان لوگون کو اچھی طرح سے تجربہ ہو چکا ہے کہ انھون نے اپنے بتون سے رات دن مینہ برسنے کی التجا کی اور ایک بوند نہ پڑی آخر اے رسول اللہ کے جب تمہاری دعا سے اللہ نے اپنا رحم کیا تو مینہ برسا اسواسطے یہ تو اونکا منہ نہین کہ یہ لوگ سوا اللہ تعالے کے آسمان اور زمین مین کسی اور کی بادشاہت تبلادین اسلیے اے رسول اللہ کے ان لوگون کو قائل کرنے کے طور پر تم ہی ان سے کہدو کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے جسمین تم لوگون کے بتون کی کچھہ شراکت نہین اسواسطے وہ بتت ضرورت کے وقت تمہارے کام نہین آتے رہی یہ بات کہ جب آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے تو پھر اس بادشاہت مین اور دن کو شریک ٹھرانے کے سبب سے ان لوگون پر کوئی ناگہانی آفت جلد ہی سے کیون نہیں آتی اسکا سبب یہی ہے کہ اللہ کی رحمت اسکے غصہ پر غالب ہے اسواسطے وہ فورًا کسی کو نہین پکڑتا لیکن جس طرح اسکی شان رحمت کی ہے اوسی طرح اسکی شان مین انصاف بھی ہے جسکے سبب سے اس نے یہ انتظام فرمایا ہے کہ قیامت تک سب جاندار بیجان ہوکر زمین کے اوپر سے زمین کے اندر جمع ہوجاوینگے اور پھر وقت مقررہ پر انکو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا اور نیک و بد کی جزا و سزا ہوگی۔ اگرچہ یہ انتظام شک و شبہ سے اس قدر دور ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک کی قسم کہا کر یہ انتظام ان لوگون کو جتلایا ہے لیکن علم ازلی الہی کے موافق جو لوگ عقبی مین نقصان اٹھانے والے ہین وہ اس انتظام کو نہیں مانتے اور اس انتظام کی خبر کو جھٹلاتے ہین مگر ان لوگون کے جھٹلانے سے انتظام الہی کچھہ پلٹنے والا نہین دنیا مین سب رات دن کے رہنے سہنے والے اسکے انتظام کے تابع ہین اور وہ سب کے منہ سے نکلی ہوئی بات کو اور سب کے ہاتھہ پیرون کے کام کو سنتا جانتا ہے ہر ایک کے قول و فعل کے موافق ایک دن جزا و سزا کا موقع پیش آنے والا ہے۔ مشرکین مکہ جس طرح خود اپنے بڑون کے راستہ پر چلکر بت پرستی مین پھنسے ہوے تھے اسی راستہ پر چلنے کی فرمائش اللہ کے رسول سے بھی وہ لوگ کبھی کبھی کیا کرتے تھے انکی اس فرمائش کا جواب اپنے رسول کی زبانی اللہ تعالے نے جو ان آگے کی آیتون مین دیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آسمان و زمین سب کچھہ پیدا کیا۔ سب اوسکے رزق کے محتاج ہین اور وہ کسی بات مین کسی کا محتاج نہین۔ اسنے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ امت کے سب لوگون کے پہلے وہ احکام الہی کا پابند ہوکر امت کے لوگون کو بھی اسکے موافق ہر وقت نصیحت کرین۔ شرک کی باتون سے خود بھی بچیں اور امت کے لوگون کو بھی بچا دین اس نے اپنے رسول کے دل مین یہ خوف پیدا کر دیا ہے کہ اللہ تعالی کے نافرمان لوگو نکو بڑا عذاب بھگتنا پڑے گا اسلیے اللہ کی فرمانبرداری کے سبب سے جو اس عذاب سے بچ گیا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی اللہ تعالی اگر کسی شخص کو بیماری تنگدستی وغیرہ کی تکلیف مین کبھی پھنسا دیوے تو سوا اسکے اور کوئی اس تکلیف کو رفع نہین کر سکتا اور اگر وہ کسی کو کچھہ راحت پہونچا دے تو اسکی راحت کو کوئی تکلیف سے بدل نہین سکتا

منزل ۲

کیونکہ ہر چیز اسکی قدرت اور اسکے اختیار مین ہے کسی دوسرے کا اسمین دخل نہین ہی ساری مخلوق اسکی
بس مین ہے اپنی حکمت اور اپنی خبرداری کے موافق جس طرح وہ چاہتا ہے اپنی مخلوق پر حکومت کرتا ہے
بھلا تم ہی لوگ سوچو کہ باوجود ان سب باتون کے کوئی شخص سوا اللہ کے کسی دوسرے کو اپنا حامی و مددگار
ٹھہرا کر کیا پھل پا سکتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ رض کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا جسوقت اللہ تعالی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا تو ارحم الرحمین نے یہ بات پہلے ہی لکھ لی ہی کہ مخلوقات
کی سزا کے باب مین اللہ تعالی کی رحمت اسکے غصہ پر غالب رہیگی۔ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن العاص
کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخلوقات کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے
اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق مخلوقات کی سب حالت لکھ لی ہے۔ صحیح بخاری مین عمران بن
حصین کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق جو شخص
جنت مین جانے کے قابل پیدا ہوا ہے وہ دنیا مین نیک کام کرتا ہے اور جو شخص دوزخ مین جانے کے قابل
پیدا ہوا ہے وہ ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ مشرک
لوگون پر کوئی فوری آفت اسلیے نہین آتی کہ اللہ تعالی نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے یہ بات لکھ لی ہے
کہ مخلوقات کے پیدا ہونے کے بعد انکے معاملات مین اللہ کی رحمت اللہ کے غصہ پر غالب رہے گی یہ نافرمان
لوگ باوجود فہمائش کے اپنی نافرمانی سے اسلیے باز نہین آتے کہ علم الٰہی مین جو لوگ دوزخ کے قابل قرار
پاچکے وہ اپنی نافرمانی سے ہرگز کبھی باز نہ آوین گے کیونکہ وہ نافرمانی بھی انکو عین فرمانبرداری نظر آتی
ہے اسی واسطے انکی جرارت یہان تک بڑھ گئی ہے کہ اونھون نے اللہ کے رسول سے بھی اوسی ڈھنگ پر اجابے
کی فرمائش کی جسکا جواب دیکر اللہ تعالے نے اون لوگون کو قائل کیا۔

منزل ۲

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَہَادَۃً ؕ قُلِ اللّٰہُ شَہِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا

تو کہہ کس چیز کی بڑی گواہی — تو کہہ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے — بیچ اور اوترا ہے مجکو یہ قرآن

الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّکُمْ لَتَشْہَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰہِ اٰلِہَۃً اُخْرٰی ؕ قُلْ

کہ تمکو خبردار کر دون — اور جسکو یہ پہنچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں — تو کہہ

لَّاۤ اَشْہَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۘ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰہُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا

مین نہ گواہی دون گا تو کہہ وہی ہے معبود ایک اور مین قبول نہین رکھتا جو تم شریک کرتے ہو جنکو ہم نے دی ہی کتاب اسکو

یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَہُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَہُمْ فَہُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۠ وَ مَنْ اَظْلَمُ

پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹونکو — جنہون نے ہاری اپنی جان — وہی نہیں مانتے — اور اس سے ظالم

ع ۲ ۵

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

کون جو جھوٹھ باندہے اللہ پر یا جھٹلاوے اسکی آیتین مقرر بھلائی نہیں پاتے گنہگار

معتبر سند سے ابن جریر ابن اسحق اور کلبی نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ چند مشرکین جمع ہو کر آنحضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کونسی گواہی پر ہم آپکو اللہ کا رسول جانین ہم نے یہود نصاریٰ سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ انکی کتابون میں بھی آپکی نبوت کی کوئی تصدیق نہیں ہے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ ان منکرین نبوت سے پوچھا جاوے کہ کونسی گواہی تمکو تصدیق نبوت کی درکار ہے اگر وہ کچھ جواب دیوین تو خیر ورنہ اللہ سے بڑھکر کوئی گواہی نہیں ہے اللہ اپنے نبی کی نبوت کا گواہ ہے اور اللہ کی گواہی کی نشانی یہ ہے کہ اسنے اپنے نبی پر اپنا کلام اوتارا ہے اور اس بات کا ثبوت کہ یہہ کلام اللہ کا ہے یہ ہے کہ باوجود دعوے فصاحت اور بلاغت کے تم لوگون سے ایسا کلام نہیں بن سکتا اور یہ کلام اللہ نے اسواسطے اپنے نبی پر اوتارا ہے کہ اس زمانہ کے حاضرین اور قیامت تک جو لوگ پیدا ہون یہ کلام انکو پہونچ جاوے اور وہ اس سے نصیحت پکڑین تفسیر ابن حاتم مین محمد بن کعب سے روایۃ ہے کہ قیامت تک جس کسی کو قرآن شریف کا کوئی حکم پہونچا وہ ایسا ہے کہ اس شخص نے گویا آنحضرت سے بالمشافہ وہ حکم حاصل کیا اور تفسیر عبدالرزاق مین قتادہ سے روایۃ ہے کہ قرآن شریف کا جو حکم جسکو پہونچا وہ گویا اللہ تعالیٰ نے اسکو پہونچا اسواسطے آپ نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی بخاری کی روایۃ مین تاکید فرمائی ہے کہ اگر قرآن کی ایک آیۃ بھی کسی کو پہونچی تو وہ دوسرون کو پہونچا دیوی اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکون سے پوچھو کہ تم لوگ اللہ کے رسول کی نبوت پر تو گواہی چاہتے ہو لیکن تم نے جو بتون کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے تمہارے پاس اسکی کیا گواہی ہے وہ پیش کرو اسپر یہہ لوگ گواہی کے پیش کرنے سے عاجز ہو جاوین گے تو تم ان لوگون سے کہدو کہ مین تمہارے ان شرک کی باتون کی غلط ہونے کی گواہی دیتا ہون اور یہ کہتا ہون کہ ملت ابراہیمی کے موافق اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور تم لوگ ملت ابراہیمی کے برخلاف ان شرک کی باتون پر اڑے ہوئے ہو تو مین تمہاری ان شرک کی باتون سے بیزار ہون۔ آدمی کی گواہی مین بھول چوک جھوٹ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی مین ان باتون میں سے کسی بات کا شبہ نہیں ہو سکتا اسلئے اللہ کی گواہی بڑی گواہی ہے۔ پھر فرمایا اہل کتاب کی کتابون میں تو نبی آخر الزمان کی ایسی نشانیان ہین جنکے سبب سے وہ لوگ نبی آخر الزمان کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح ہر ایک شخص اپنی اولاد کو پہچانتا ہے لیکن علم الٰہی کے موافق ان لوگون کی قسمت مین عقبیٰ کا ٹوٹا لکھا ہے اسواسطے ان لوگون نے اپنی کتابون کو بدل ڈالا اور خود بھی نبی آخر الزمان کی نبوت کے منکر ہو گئے اور انجان سمجھکر تم لوگون کو بھی یہ دہوکا دیا کہ انکی کتابون میں ان نبی آخر الزمان کی نبوت کا کہین پتا نہین ہے آخر کو فرمایا مشرکون کا یہ شرک اور اہل کتاب کا یہ نبی آخر الزمان کی نبوت کا انکار اللہ پر ایک جھوٹ باندھنا ہے جو لوگ یہہ کام کر کے

منزل ۲

ہیں وہ اپنی جان پر ایسا ظلم کر رہے ہیں جسکے سبب سے وہ دین و دنیا میں کبھی فلاح کو نہ پہونچیں گے صحیح بخاری کے حوالہ سے عمران بن حصین کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہی ہے کہ علم ازلی کے موافق جو شخص دوزخ میں جانے کے قابل پیدا ہوا ہے باوجود ہر طرح کی فہمائش کے وہ اپنی نافرمانی سے کبھی باز نہ آویگا یہ حدیث گویا ان آیتوں کی تفسیر ہے جس سے اون لوگون کے راہ راست پر نہ آنے کا سبب معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر ان آیتون میں ہے اسی واسطے فرمایا کہ ایسے لوگ کبھی فلاح کو نہیں پہونچ سکتے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ

اور جسدن ہم جمع کرینگے ان سب کو پھر کہیں گے شریک والون کو کہان ہیں شریک تمہارے جن کا تم دعوی

تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ انْظُرْ كَيْفَ

کرتے تھے پھر نہ رہے گی انکی شرارت مگر یہی کہیں گے قسم اللہ اپنے رب کی ہم شریک نہ کرتے تھے دیکھ تو کیسا

كَذَبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئے گئے انسے جو باتین بناتے تھے

اوپر جن لوگون کے حق مین یہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ کبھی فلاح کو نہ پہونچین گے ان ہی لوگون کی تنبیہ کے لئے اللہ تعالی نے یہ آیتہ اس غرض سے نازل فرمائی ہے کہ دنیا مین ان لوگون نے بتوں کو خدا کا شریک جو ٹھہرا رکھا ہے اس آیتہ کا مضمون سمجھ کر اس سے یہ لوگ باز آوین حاصل مطلب آیتہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالے سب خلائق کو اپنے سامنے سوال جواب اور حساب کتاب کے لئے کھڑا کریگا تو مشرکون سے پوچھے گا کہ وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جنکو تم نے اپنے گمان میں اللہ کا شریک اور اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا انکو بلاؤ تاکہ جس طرح موحدون کی توحید اور نماز روزہ نے انکا چھٹکارہ کرایا ہو وہ تمہارے معبود بھی تمہارے چھٹکارے کی کوئی صورت نکالین اس سوال کے وقت جب مشرکین دیکھین گے کہ اہل توحید کا چھٹکارہ معمولی حساب و کتاب کے بعد جھٹ پٹ ہوتا چلا جاتا ہے تو یہ جھوٹا بہانہ قسمین کھا کر کرینگے کہ ہمارے گمان مین نہ اللہ کا کوئی شریک تھا نہ ہم مشرک تھے بلکہ ہم بھی دنیا میں ان اہل توحید مین سے تھے جنکا چھٹکارہ ہو رہا ہے اسوقت اللہ تعالی انکے منہ پر مہر لگا دیویگا اور انکے ہاتھ پیرون کو بولنے کا حکم دیویگا انکے ہاتھ پیر سارا اصلی حال ظاہر کردین گے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین ہاتھ پیر کی گواہی کا ذکر ہے یہ آیتہ بھی ان آیتون میں کی ایک آیتہ ہے جن آیتونکا مطلب دوسری اور آیتونکے مخالف ٹھہرا کر لوگون نے احسن المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے سوالات کئے ہیں اور آپ نے جوابات دیے ہین جو سوال جواب اتقان اور اور تفسیرون میں بالتفصیل مذکور ہین چنانچہ اس آیتہ کا مضمون آیتہ ولا یکتمون اللہ حدیثا کے مخالف ٹھہرا کر ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ سوال کیا ہے کہ ایک آیتہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے

منزل ۲

کہ مشرکین اپنے شرک کو اللہ تعالی سے چھپا کر اپنے آپکو اہل توحید بتلا وینگے اور دوسری آیۃ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے کوئی بات نہ چھپا وینگے اس اختلاف کا رفع کیونکر ہے حضرت عبداللہ بن عباس نے جواب دیا ہے کہ ایک حالت مشرکون کے مونہہ پر مہر لگنے سے پہلی کی ہے اُسوقت اُنکو جھوٹے بہانہ کا موقع حاصل رہیگا اور دوسری حالت مونہہ پر مہر لگ جانے اور ہاتھ پیرون کے بولنے کی ہے اُسوقت وہ کوئی بات نہ چھپا سکینگے فتنہ کے معنے جانچ اور آزمائش کے ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ جب ان مشرک لوگون کی جانچ اُس سوال سے ہوگی جس کا ذکر آیتہ میں ہے تو وہ لوگ سوا اسکے اور کچھ جواب نہ دینگے کہ وہ لوگ دنیا میں مشرک نہیں تھے جب یہ لوگ قسمین کھا کر اللہ تعالی کے روبرو شرک کا انکار کرینگے اُسوقت کا ان لوگون کا حال اللہ تعالی نے اپنے رسول کو یون جتلایا ہے کہ اے رسول اللہ کے ذرا ان لوگون کا حال تو دیکھو کہ اب یہ لوگ شرک کی باتون پر کیسے اڑے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن سب شرک کی باتین بھول کر شرک سے کسطرح صاف انکار کرینگے اور اس جھوٹے انکار پر کیسی جھوٹی قسمین کھاوینگے یہ تو ان لوگون کے عقبی میں فلاح کو نہ پہونچنے کا حال ہوا دنیا کا یہی حال مکہ کے قحط کے وقت کا اوپر گذر چکا ہے کہ رفع قحط اور مینہہ کے برسنے کی التجاات دن ان لوگون نے بتون سے کی اور کچھ نہ ہوا آخر اللہ کے رسول سے دعا کی خواہش کی گئی اور اللہ تعالے نے اپنے رسول کی دعا پر جب رحم فرمایا تو مینہہ برسا صحیح بخاری کے حوالہ سے عمران بن حصین کی حدیث جو اوپر ابھی گذری وہی حدیث ان آیتون کی بھی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ باوجود دنیا کے تجربہ اور عقبی کے حال کی تنبیہ کے جو یہ لوگ اپنی شرک کی باتون پر اڑے ہوئے ہیں اسکا سبب وہی انکی ازلی کمبختی ہے۔

وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَن يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۚ وَإِن يَرَوْا

اور بعضے انمین کان رکھتے ہیں تیری طرف اور ہمنے اُنکے دلون پر غلاف رکھے ہیں کہ اسکو نہ سمجھین اور اُنکے کانون مین بوجہہ اور اگر دیکھین

كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

ساری نشانیان یقین نہ لاوین اور جب تک نہ آوین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھسے کہتے ہیں وہ منکر یہ کچھہ نہیں مگر نقلین ہیں اگلون کی

کلبی نے اور ابن جریر نے مجاہد کے قول کے موافق اپنی تفسیر مین جو شان نزول اس آیتہ کی بیان کی اوس کا حاصل یہ ہے کہ ابوسفیان ابوجہل ولید بن مغیرہ نضر بن حارث عتبہ بن شیبہ ایکدن ان سب نے اکٹھے ہو کر چند آیتین قرآن شریف کی سنین انمین نضر بن حارث پچھلے زمانہ کے قصے بہت جانتا تھا اسلئے ان سب نے نضر بن حارث سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے سنا محمد نے کیا پڑھا نضر بن حارث نے کہا جسطرح مین تمکو پچھلی کہانیان سنا تا رہتا ہون اسیطرح یہ بھی ایک کہانی ہے ابوسفیان نے کہا باتین تو اسکا کلام کی حق معلوم ہوتی ہیں ابوجہل نے کہا ایسی باتون کے ماننے سے ہمکو موت بہتر ہے اس سب قصہ پر اللہ تعالے نے یہ آیتہ نازل فرمائی حاصل معنے آیتہ کے یہہ ہیں کہ اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالی کو جسکی ہدایت منظور ہوتی ہے وہ خود اس شخص کا دل حق بات کے ماننے

کی طرف مائل کر دیتا ہے اور علم ازلی الٰہی مین جو شخص گمراہ ٹھہر چکا ہے اُسکے دل پر حق بات کی طرف سے پردہ پڑ جاتا ہے چنانچہ اُن لوگون
مین سے ابو جہل کے دل پر پردہ پڑ جانے کے سبب سے جو بات اُس نے اپنے مونہہ سے نکالی تھی کہ ایسی حق باتون سے موت بہتر ہے
شقاوت ازلی نے اُسکے حق مین وہی کیا کہ حالت کفر میں بدر کی لڑائی کے دن مارا گیا اور ابو سفیان نے سعادت ازلی کے سبب سے
جو بات مونہہ سے نکالی تھی آخر کو اونہین اسلام نصیب ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ ابو جہل اور نضر بن حارث جیسے لوگون کی شان
مین فرمایا کہ ایسے لوگون کو ہزارہا معجزے دکھلائے جائین گے سارے قرآن کی آیتین اُنکو سنائی جاوین گی جب بھی یہ سخت دل
اور بہرے بنے رہوین گے نہ کسی معجزہ کے دیکھنے سے انکے دل پر کا غفلت کا پردہ اوٹھے گا نہ کسی آیۃ قرآنی کو کان کھول کر
سنین گے بلکہ بجائے راہ راست پر آنے کے ایسے لوگ جب بات کرین گے تو ایسی جاہلون کی سی بات جس طرح نضر بن حارث
نے یہہ ایک بے ٹھکانے بات کہدی کہ سارے قرآن میں اگلے لوگون کی نقلین اور کہانیان ہیں اور ابو جہل نے یہہ بات
کہدی کہ ایسی باتون کے مان لینے سے ہمکو موت بہتر ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عمران بن حصین کی حدیث جو اوپر گذری وہی
حدیث اِس آیۃ کی بھی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ لوگ اُسی ازلی کمبختی کے سبب سے ایسی باتین کرتے تھے۔

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَإِن يُهْلِكُونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ○

اور وہ اِس سے منع کرتے ہیں اور اس سے بھاگتے ہیں اور ہلاک کرتے ہین مگر آپ کو اور نہیں سمجھتے

طبرانی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی سے روایۃ ہے کہ ابو طالب یون تو ہر وقت حضرت کی حمایت کرتے
رہتے تھے کہ قریش مین سے کوئی شخص آنحضرت کو ایذا نہ دیوے مگر آنحضرت جب ابو طالب کو کوئی بات ہدایت کی کہتے تو
اوس سے ابو طالب دور بھاگ گئے تھے اُسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی طبرانی کی سند مین اگرچہ ایک راوی قیس بن ربیع
کو بعضے علما نے ضعیف کہا ہے لیکن شعبہ نے اُسکو ثقہ کہا ہے اِسلئے یہ شان نزول کی روایۃ معتبر ہے بخاری میں ابو سعید
خدری سے روایۃ ہے کہ ایک روز آنحضرت کے روبرو ابو طالب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا شاید ابو طالب کو میری شفاعت
کچھ نفع تخفیف عذاب پہونچا دے اسی طرح بخاری میں عروہ سے مرسل طور پر روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت
عباس نے ابو لہب کو خواب مین دیکھا کہ بری حالت میں ہے جب حضرت عباس نے ابو لہب سے حال پوچھا تو ابو لہب نے
کہا جب سے میں مرا ہون ہمیشہ بُری حالت میں رہتا ہون لیکن پیر کے دن محمد کی پیدائش کی خبر سنکر جو میں نے اُس خوشی
مین اپنی لونڈی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا اِسلئے اُس روز مجھکو ذرا اِس تکلیف سے کچھ راحت ہو جاتی ہے علمائے اسلام کو
اِس شفاعت کی نسبت جسکا ذکر آپ نے ابو طالب کے حق میں فرمایا ہے اور تخفیف عذاب ابو لہب کی نسبت بڑی بحث
ہے حاصل اوس بحث کا یہ ہے کہ آیۃ قرآنی فما تنفعہم شفاعۃ الشافعین اور لا یخفف عنہم العذاب سے کافرون کے حق مین
نہ شفاعت ہو سکتی ہے نہ انکا عذاب کچھ کم ہو سکتا ہے پھر یہ شفاعت اور تخفیف عذاب کس معنے کی ہے حاصل
جواب یہ ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ مشرک کی بخشش نہیں ہے اُسکے سب عمل بیکار ہیں اِسلئے نہ یہ شفاعت

دخول جنت کی ہے نہ یہ تخفیف عذاب کسی عمل کی وجہ سے ہے بلکہ اپنی نبی کی عزت بڑھانے کی غرض سے یہ تخفیف عذاب کی شفاعت ابوطالب کے حق مین اور ایک روز کی تخفیف عذاب ابولہب کے لئے خود اللہ کی طرف سے محض اللہ کے فضل سے ہے اور یہ اللہ کا فضل کسی آیۃ قرآن کے مخالف نہین ہے اور یہ خاص فضل اللہ کا ایسا ہی ہے جسطرح اللہ تعالی بغیر کسی عمل نیک کے بہت سی مخلوق کو محض اپنے فضل سے جنت مین داخل کردیگا چنانچہ اسکی تصریح ابوسعید خدری کی متفق علیہ روایۃ مین ہے آخر کو فرمایا کہ ایسی باتون سے کسی کا کچھ نہیں بگڑتا بلکہ ایسی باتونکا خمیازہ خودان ہی لوگون کو قیامت کے دن بھگتنا پڑیگا لیکن یہ انکی نادانی ہے کہ یہ لوگ عقبے کے اپنے بھلے برے کو نہیں سمجھتے اور اتنا نہین جانتے کہ دنیا مین یہ لوگ جو کام کرتے ہیں اسکا کچھ نہ کچھ نتیجہ اپنے دل مین سوچ لیتے ہیں اسی سے ان لوگون کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا کے پیدا کرنے کا اتنا بڑا کام بغیر نتیجہ کے نہین کیا ہے بلکہ اسکا نتیجہ وہی ہے جو گھڑی گھڑی ان لوگون کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس جہان کے بعد دوسرا جہان اور قائم ہوگا جسمین دنیا کی نیکی بدی کی جزا سزا کا فیصلہ ہوگا پھر باوجود گھڑی گھڑی سمجھانے کے ایسے ظاہری نتیجہ کو جھٹلانا اور اس سے غافل رہنا بڑی نادانی ہے۔ معتبر سند کی شداد بن اوس کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے عقبے کا کچھ سامان کرلیوے اور نادان وہ ہی جو عمر بھر عقبی سے غافل رہی اور پھر عقبے مین راحت کی توقع رکھے۔ قریش کی نادانی کا ذکر جو آیۃ میں ہے اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

منزل ۲

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت انکو ٹھیرایا ہے آگ پر تو کہتے ہیں اے کاشکے ہمکو پھر بھیجین اور ہم نہ جھٹلاوین اپنے رب کی آیتین اور

نَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ○ بَلْ بَدَا لَهُم مَّا كَانُوا يُخْفُونَ مِن قَبْلُ ۖ وَلَوْ رُدُّوا

رہیں ایمان والون میں کوئی نہیں بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر پھر بھیجے

لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا

تو پھر کرین وہی جو منع ہوا تھا انکو اور وہ جھوٹ بولتے ہیں اور کہتے ہیں زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی

وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ○ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۚ قَالَ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۚ

اور ہمکو پھر نہیں اوٹھنا اور کبھی تو دیکھے کہ جسوقت انکو کھڑا کیا ہے آنکے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہین

قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ○

بولے کیون نہین قسم ہمارے رب کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلہ اپنے کفر کا

اوپر سے جن منکر حشر مشرک لوگون کا ذکر چلا آتا ہے ان آیتون میں بھی اونہیں لوگون کا قیامت کے دن کا ایک حال اللہ تعالی نے اپنے رسول کو جتلایا ہے کہ اے رسول اللہ کے اب تو دنیا میں یہ لوگ سرکشی سے جنت دوزخ اور عقبے

کی باتونکو جھٹلا رہے ہیں لیکن جب دوزخ مین ڈالنے کے لئے اللہ کے فرشتے انکو گھیر کر دوزخ کے کنارہ پر لیجاوینگے اور دوزخ
کی آگ انکو نظر آویگی اسوقت کا انکا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ یہ اپنے کئے پر کس قدر پچتاوینگے اور پھر دوبارہ دنیا مین آنے
اور ایماندار بنکر دنیا سے اوٹھنے کی کیسے آرزو کرینگے۔ پھر فرمایا کہ یہ آرزو انکی کچھ دل سے نہ ہوگی بلکہ دوزخ کی آگ سے بدحواس
ہوکر ایسی باتین اسی طرح انکے مونہہ سے نکلین گی جس طرح دریا کے سفر مین ڈوبنے کے خوف سے یہ لوگ دنیا مین ایماندار
بنجاتے تھے اور خشکی مین اوتر کر پھر وہی مشرک کے مشرک ہوجاتے تھے۔ یہ ذکر سورہ عنکبوت مین تفصیل سے آویگا
حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کو انکے جھوٹ کی عادت خوب معلوم ہی کہ یہ لوگ اپنی عادت کے موافق دنیا مین دوبارہ جانے اور
ایماندار بننے کی جھوٹی آرزو کررہے ہیں اگر دنیا مین انکو دوبارہ بہیجا جاوے تو انکا یہ جھوٹ فوراً کھل جاویگا جسطرح یہاں ایک
یہ جھوٹ کھل گیا کہ دوزخ کے کنارہ پر آنے سے پہلے تو یہ لوگ قسمین کھا کر اپنے شرک کا انکار کررہے تھے جب دوزخ کی آگ ان کو
نظر آئی اور اسمین جھونکے جانے کا انکو یقین ہوگیا تو اپنی سب وہ جھوٹی قسمین بھولکر بدحواسی میں یہ اقرار کرنے لگے کہ پہلے دفعہ
تو دنیا مین ہم نے سب کچھہ کیا لیکن دوبارہ دنیا میں اگر ہمکو بہیجا جاویگا تو ہم ایسا نکرین گے بلکہ پورے ایماندار بنکر دنیا سے اٹھین گے
آخر یہی لوگ تھے جو دنیا مین کھلے خزانہ یہ کہا کرتے تھے کہ حشر قیامت سب جھوٹ ہے انسان کی فقط یہی دنیا کی زندگی ہی کہ
جب وہ مرکر خاک ہوگیا تو پھر دوبارہ کیا جینا ہے۔ اب آگے ان لوگون کی ایک اور حالت کا ذکر فرمایا کہ جب یہہ لوگ اللہ تعالی
کے روبرو حاضر کئے جاوینگے تو اللہ تعالی انسے پوچھے گا کہ عقبی کی جن باتون کو دنیا مین تم لوگ جھٹلاتے تھے آج وہ سب باتین
تمہاری آنکھون کے سامنے آگئین اسکے جواب مین قسمین کھا کر یہ لوگ کہوینگے کہ ہان اے ہمارے رب وہ سب باتین
حق ہیں اور ہم نے ان سبکو اپنی آنکھون سے دیکھہ لیا لیکن بے وقت انکا یہہ اقرار کچھہ کام نہ آویگا اور حکم ہوگا کہ جس دوزخ
کے عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اس جھٹلانے کی اب یہی سزا ہے کہ جاؤ اسی عذاب کا مزہ چکھو۔ اسی سورہ کے آخر مین اور سورہ
المومن کے آخر میں جو آیتین آوین گی انسے شرع کا یہہ قاعدہ قرار پایا ہے کہ انسان کا ایمان اور اسکی توبہ اسی وقت کا سب کچھہ
مقبول ہی جبتک موت یا عذاب آلہی کی کچھہ نشانیان انسان کی آنکھون کے سامنے نہ آجاوین کیونکہ خالص فرمانبرداری
اسی وقت تک ہی جبتک کوئی بے بسی انسان کو نہین ہے جب موت یا عذاب آلہی کی نشانیان آنکھونکے سامنے
آگئین تو پھر ایک حالت بے بسی کی ہوگئی جسمین نہ خالص فرمانبرداری کا موقع باقی رہتا ہے نہ اس بیموقع وقت
کی کوئی بات مقبول ہونے کے قابل رہتی ہے جسطرح مثلاً سورہ یونس میں آویگا کہ ڈوبتے وقت فرعون ایمان
لایا اور وہ مقبول نہ ہوا اس قاعدہ شرعی کے موافق منکر حشر مشرک لوگون کی وہ بے وقت کی ندامت کام
نہ آئی جسکا ذکر ان آیتون میں ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی روایت ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہی کہ جس شخص نے
پہلے سے ایمان اسلام کی باتون کی پرواہ نہ کی سورج کے مغرب سے نکلنے کے بعد ایسے شخص کا ایمان و اسلام مقبول نہ ہوگا
ترمذی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر کی حدیث ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ موت کے قریب جب آدمی کا سانس ادھڑ کر

منزل ۲

غرغرا لگجاتا ہی تو اسوقت اسکی توبہ قبول نہیں ہوتی ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہی یہ حدیثیں ان آیتوں کی گویا تفسیر ہین جن سے معلوم ہوتا ہی کہ خالص فرمانبرداری کا وقت ہاتھ سے نکل جانیکے بعد پھر عقبےٰ کی بہبودی کا کوئی کام آدمی سے بن نہیں آتا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا

خراب ہوئے جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آپہنچے انپر قیامت بے خبر کہنے لگے اے افسوس کہ ہمنے

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا ۙ وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۝

قصور کیا اسمین اور وہ اوٹھاتے ہیں اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں

وَ مَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

اور کچھ نہیں دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر سو بہتر ہے ڈر والوں کو کیا تمکو سمجھ نہیں

جن منکر حشر لوگوں کا ذکر اوپر سے چلا آتا ہے یہ آیتین بھی ان ہی کی شان میں ہیں حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہی کہ جن لوگوں نے جزا و سزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کو جھٹلایا جسکے سبب سے عقبیٰ کی بہبودی کے کچھ کام ان سے نہ ہو سکے ایسے لوگ بڑے ٹوٹے مین ہیں ابھی تو اس ٹوٹے کا حال ان لوگوں کو نہیں معلوم ہوتا لیکن جب ناگہانی طور پر قیامت کی گھڑی ان لوگوں کے سر پر آن کھڑی ہوگی اور عقبیٰ کے احوال انکی آنکھوں کے سامنے آجاوینگے کہ عقبیٰ کی بہبودی کے کام کرنے والے لوگ طرح طرح کے عیش و آرام میں ہونگے اور یہ لوگ طرح طرح کے عذاب میں پھنس جاوینگے تو اسوقت یہ لوگ اپنے قصور پر نادم ہوکر بہت حسرت اور افسوس کرینگے لیکن بے وقت کی ندامت انکے کچھ کام نہ آویگی قتادہ کے قول کے موافق ایسے لوگوں کی پیٹھ پر بوجھ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جب ایسے بد لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو انکے بد عمل ایک بد صورت آدمی کی شکل بن جاوینگے اور وہ بد شکل آدمی ان بد لوگوں کی چٹھی پر چڑھ کر انکو میدان محشر تک گھیر کر لیجاوینگے معتبر سند سے مسند امام احمد اور ابو داؤد مین براء بن عازب کی بڑی حدیث ہے جسمین یہ ہے کہ بد لوگوں کا عمل ایک بد شکل آدمی کی صورت بنکر وہ بد شکل آدمی ایسے لوگوں کی قبر مین آتا ہے اور صاحب قبر کو لعنت ملامت کرتا ہے۔ اس حدیث سے قتادہ کے قول کی تائید ہوتی ہے یہ لوگ ان ہی الا حیاتنا الدنیا جو کہا کرتے تھے اسکا جواب فرمایا کہ جس طرح بچے ایک کھلونے سے گھڑی دو گھڑی کھیلتے ہیں اور پھر اوسے توڑ کر پھینک دیتے ہیں دنیا کی زندگی کا حال تو بالکل ویسا ہی ہے کہ صبح کچھ ہے تو شام کچھ اللہ سے ڈر کر عقبیٰ کی بہبودی کے کام کرنے والوں کی ہمیشہ کے عیش و عشرت کی جو زندگی عقبےٰ مین ہوگی اوسکے آگے عقلمند کے نزدیک دنیا کے ناپائدار عیش اور دنیا کی چند روزہ زندگی کی کیا حقیقت ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی جگہ میں گھوڑے کا سوار اپنا کوڑا رکھ دیتا ہے جنت کی اتنی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے۔ ان آیتوں مین دنیا کی زندگی اور دنیا کے عیش کو

عقبےٰ کی زندگی اور عیش کے آگے بے حقیقت جو فرمایا یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

ہم جانتے ہیں کہ تجکو غم دلاتی ہیں اُنکی باتیں سو وہ تجکو نہیں جھٹلاتے لیکن بے انصاف اللہ کے حکموں سے

يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰى

منکر ہو جاتے ہیں اور جھٹلایا ہے بہت رسولوں کو تجسے پہلے پھر صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی انکو

اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝

مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہیں اللہ کی باتیں اور تجکو پہنچ چکا ہے کچھہ احوال رسولوں کا

ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس روایۃ کو صحیح بتلایا ہے اور حاکم نے اسکو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے کہ ابو جہل نے آنحضرتؐ سے کہا کہ معاملات دنیا میں ہم تمکو سچا اور امانت دار جانتے ہیں لیکن جس کلام کو تم اپنے اوپر خدا کی طرف سے اوترا بتلاتے ہو اسکی تصدیق ہم نہیں کر سکتے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور آنحضرتؐ جو مشرکین کے جھٹلانے پر رنجیدہ ہوتے تھے اس آیۃ سے اللہ تعالیٰ نے آپکو یوں تسکین دی کہ تمہاری ذات خاص سے ان مشرکین کو کچھہ بحث نہیں ہے بلکہ وہ ذات سے تمکو اچھا گنتے ہیں وہ تو اس سبب سے تمکو جھٹلاتے ہیں کہ تم انکو خدا کے احکام سنا کر انکا قدیم کا رواج بت پرستی اُن سے چھڑانا چاہتے ہو سو اس طرح کا جھٹلانا کچھہ رنج کرنے کے اور غم کھانے کے لائق نہیں ہے اب آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی یہ تسلی فرمائی کہ اے رسول اللہ کے قرآن میں تمکو پچھلے انبیا اور انکی امتوں کے حالات جو سنائے گئے ہیں اُنسے تم کو یہہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان لوگوں کا تمہیں جھٹلانا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پچھلی امتیں بھی اسی طرح رسولوں کو جھٹلاتی اور طرح طرح کی ایذا دیتی رہی ہیں جسپر انھوں نے صبر کیا اور اس صبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اپنے رسولوں کی مدد کی جس سے وہ سرکش قومیں غارت ہو گئیں اور آخری غلبہ اللہ کے رسولوں کو ہی ہوا تم بھی ذرا صبر کرو یہی انجام تمہارا ہونیوالا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے ہجرت کے بعد رفتہ رفتہ اس وعدہ کا جو کچھہ ظہور ہوا اسکے ثبوت کے لیے فقط ایک مکہ کی نظیر کافی ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت مکہ کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے صحیح بخاری میں خباب بن الارت کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ہجرت سے پہلے ایک دن صحابہ نے مشرکین مکہ کے ظلم و زیادتی کی شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کی جسپر آپنے فرمایا کہ تم سے پہلے ایماندار لوگ اس سے زیادہ ظلم و زیادتی اوٹھا چکے ہیں انمیں سے بعضوں کو جیتا زمین میں گاڑ دیا گیا ہے اور بعضوں کو آرے سے چیر اگیا ہے اور پھر بھی وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے جلدی نکرو رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو پورا کریگا اور اس ظلم اور زیادتی کا نام بھی باقی نرہے گا یہ حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی تسلی کی آیتوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

منزل ۲

ایسی کامل تسلی ہجرت سے پہلے ہی ہوگئی تھی کہ جس سے آپ صحابہ کی بھی تسلی فرمایا کرتے تھے ۔

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا
اور اگر تجھپر بھاری ہے انکا تغافل کرنا تو اگر تجھسے ہوسکے تو ڈہونڈہ نکالے کوئی سرنگ زمین مین یا کوئی سیڑہی
فِي السَّمَاۗءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَي الْهُدٰي فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ؀
آسمان مین پہر انکو لادے ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کرلاتا سب کو راہ پر سو مت ہو نادانون مین
اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ڼ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ؀
ماننے وہ ہین جو سنتے ہین اور مردون کو اٹھا دیگا اللہ پہر اسکی طرف جاوینگے

ابو صالح کی روایت سے ابن جوزی نے اپنی تفسیر مین حضرت عبداللہ بن عباس رضہ سے جو شان نزول ان آیۃ کی بیان کی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت کے دل مین اس بات کی بڑی آرزو تھی کہ آپکی ہجرت سے پہلے مکہ مین تشریف رکھنے کے زمانہ مین ہی سب قریش ایمان لے آوین اس آرزو کے سبب سے جو معجزے قریش چاہتے تھے آپکا دل چاہتا تھا کہ فوراً اس معجزہ کا ظہور خدا تعالی کی طرف سے ہوجاوے لیکن علم الٰہی میں ہر کام کا وقت مقرر ہے وقت سے پہلے کوئی کام نہیں ہوتا ازلی قرارداد یون تھی کہ فتح مکہ کے بعد مکہ میں اسلام عام طور پر پھیلے اور ان بائیس برس کے عرصہ میں جو زمانہ آپکی نبوت اور فتح مکہ کا ہے قریش میں سے جتنے آدمی علم ازلی میں شقی ٹھر چکے ہیں وہ مکہ میں عام اسلام پھیلنے سے پہلے بدر کی لڑائی مین کفر کی حالت مین مارے جاوین اسلیے بعض معجزون کا ظہور اسوقت خلاف مصلحت الٰہی تھا چنانچہ حارث بن عامر اور چند قریش نے ایک روز اکٹھے ہوکر آپ سے چند معجزون کا ظہور چاہا اور آپکے دل میں شوق پیدا ہوا کہ اللہ تعالی کی طرف سے فوراً ان معجزون کا ظہور ہوجاوے تو شاید یہ لوگ اسلام لے آوین اسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ وقت سے پہلے اگر تم سے ہوسکے اور تم انکے ایمان لانے کے لیے زمین آسمان کو ایک کردو اور زمین کے اندر کی اور آسمان کے اوپر کی سب نشانیان معجزہ کے طور پر لے آؤ تو ہوگا وہی کہ ازلی مین جن لوگونکا حق بات کی طرف کان لگانا اور اسلام لانا ٹہر چکا ہے وہی اسلام لاوینگے اور جن کا حالت کفر مین مرنا ٹہر چکا ہے وہ اسی حال مین مرکر قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اللہ کے روبرو آوینگے ہان اگر اللہ چاہے تو ان سبکو بھی ہدایت ہوسکتی ہے مگر قرارداد ازلی کے موافق نہ اللہ چاہے گا نہ ایسا ہوگا صحیح مسلم مین حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایۃ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا مین ہونے والا ہے ان سب کا اندازہ کرکے اللہ تعالی نے وہ سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے سب چیزون کا اندازہ اللہ تعالی نے کیا ہے اسکو علم الٰہی کا نتیجہ کہتے ہین اور یہ علم الٰہی کے موافق دنیا کا حال لوح محفوظ میں جو لکھا گیا ہے اسکو قضا و قدر کہتے ہیں اسی قضا و قدر کے موافق دنیا بھر کے قیامت تک کے کام چلتے ہیں اور قیامت کے قائم ہونے

النصف　وقف لازم　وقف غفران　منزل ۲

ہے اسی کے موافق جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جاوینگے اسکے مخالف اب کچھ نہیں ہو سکتا اسی واسطے صحیح
بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رض کی روایۃ میں حضرت نے فرمایا ہے کہ جو لکھا جانا تھا وہ لکھا جا کر اب تو قلم خشک بھی
ہو چکا اس قضا و قدر کے مسئلہ میں صحابہ کو شبہ بھی پڑا ہے چنانچہ موطا ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت عمر کی روایۃ
ہے کہ آنحضرت نے جب یوم میثاق کا ذکر فرما کر یہ فرمایا کہ اسی روز اہل جنت اور اہل دوزخ کی ارواحین قضا و قدر کے
موافق چھٹ چکی ہیں تو بعض صحابہ نے کہا کہ حضرت پھر ہم عمل کس لئے کریں قضا و قدر میں ہمارا جنت میں جانا لکھا ہوگا
تو بغیر عمل کے ہم جنت میں جا سکتے ہیں آپ نے فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالی نے اہل جنت پیدا کیا ہے اون سے خود اللہ تعالی
اوسی طرح کے کام کرا لیتا ہے اتنی بات اور جان لینے کے قابل ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے جو اللہ تعالی نے مثلاً ابوجہل
کے کفر اور ابوسفیان کے اسلام کا اندازہ کیا ہے اسوقت ان دونوں روحوں کو کچھ مجبور کر کے اندازہ نہیں کیا تھا یہ اندازہ تھا
کہ دنیا جب پیدا کی جاویگی اجسام بنینگے اور روحوں کا تعلق اجسام سے ہوگا اور انکو ہر طرح کے نیک و بد عمل کرنے کا
اختیار دیا جاویگا تو ابوجہل سے کفر کے کام ہونگے اور ابوسفیان سے کچھ دنوں کفر کے اور کچھ دنوں اسلام کے کام ہونگے
اسی کے موافق لوح محفوظ میں لکھا گیا ہے غرض لکھنے سے پہلے کچھ مجبوری نہ تھی اور اب لکھنے کے مخالف کچھ ہو نہیں
سکتا امور تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس سے چند روایتیں ہیں اور انمیں بعض ضعیف بھی ہیں اسلئے ابن الجوزی
نے یہ شان نزول کی روایۃ جو لی گئی ہے اس میں ابوصالح کا پتا دیدیا ہے تاکہ ضعیف روایۃ کا شبہ نہ پڑے کیونکہ ابوصالح
کے سلسلہ میں جب تک محمد بن مروان سدی صغیر شریک نہو ابوصالح کی روایۃ مقبول ہے اور اس میں محمد بن مروان
شریک نہیں ہے – ولو شاء اللہ لجمعہم علی الھدی فلا تکونن من الجاہلین – اس کا مطلب یہ ہے کہ ارادہ علم کا تابع ہے
کیونکہ ہر کام کے کرنے نہ کرنے کا خیال پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اس کام کے کرنے نہ کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اسلئے علم
ازلی الہی میں جو لوگ دوزخ کے قابل قرار پا چکے ہیں انکو مجبور کر کے راہ راست پر لانے کا اللہ تعالی کا ارادہ نہیں ہے
کس لئے کہ یہ بات اللہ کے علم ازلی کے برخلاف ہے اسواسطے اے رسول اللہ کے بعضے اہل مکہ تمہاری نصیحت کو نہ مانیں
تو اس کا کچھ رنج کرنا چاہیے نہ سارے اہل مکہ کو انکی خواہش کے موافق معجزات دکھا کر راہ راست پر لانے کی کوشش
کیجاوے کہ یہ امر علم اور ارادہ الہی کے برخلاف ہے غرض اس طرح کی کوشش نادانوں کا کام ہے اس سے اے رسول اللہ
کے تم کو بچنا چاہیے بعضے علماء نے اللہ تعالی کے ارادہ کی دو قسمیں ٹھرائی ہیں ایک ارادہ شرعی ہے دوسرا ارادہ تقدیری
ارادہ شرعی فقط خلقت کی فرمانبرداری اور نافرمانی سے متعلق ہے اور ارادہ تقدیری خلقت کی ہر حالت سے متعلق
اس قول کے موافق معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ علم ازلی الہی کے موافق جو لوگ اللہ تعالی کے ارادہ تقدیری میں نیک نہیں قرار
پائے وہ ارادہ شرعی کی فرمانبرداری کے راستہ سے ہمیشہ دور بھاگتے رہیں گے انکے حق میں راہ راست پر لانے کی کوشش
بے سود ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ

ف اپنی نصیحت کی مثال مینہ کی اور اچھے برے لوگون کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے۔ یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح بری زمین مین مینہ رائگان ہے اسی طرح ازلی بدلوگون کے حق میں نصیحت رائگان ہے۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ

اور کہتے ہین اسپر کیون نہیں اتری نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اتارے کچھ نشانی ولیکن

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ

ان بہتون کو سمجھ نہین اور کوئی ہلتا نہین زمین مین نہ جانور ہے کہ اڑتا ہے دو پرسے مگر ایک

أَمْثَالُكُم ۚ مَّا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا

ایک امت ہے تمہاری طرح چھوڑی نہیں ہمنے لکھنے مین کوئی چیز پھر اپنے رب کی طرف اکٹھے ہونگے اور وہ جو جھٹلاتے ہین

بِآيَاتِنَا صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَن يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَمَن يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

ہماری آیتین بہرے اور گونگے ہین اندھیرون مین جسکو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جسکو چاہے ڈالدے راہ سیدھی پر

اوپر ذکر تھا کہ اہل مکہ میں سے جو لوگ علم ازلی مین گمراہ ٹھہر چکے ہیں اُنکے حق مین کوئی معجزہ مفید نہین ان آیتون میں فرمایا کہ ان مین کے بعض جلدی باز سرکش لوگ گھڑی گھڑی معجزہ کا تقاضا جو کرتے ہیں اُنکو جواب دیا جاوے کہ اللہ کی قدرت سے تو کوئی معجزہ بعید نہین ہے لیکن عادت الٰہی یون جاری ہے کہ کسی قوم کی خواہش کے موافق اللہ کے رسول سے کوئی معجزہ ظاہر ہو اور پھر وہ قوم راہ راست پر نہ آوے تو قوم ثمود کی طرح وہ قوم غارت ہوجاتی ہے۔ یہ لوگ اس عادت الٰہی سے واقف نہین اس لیے یہ گھڑی گھڑی معجزہ کا تقاضا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ قدرت الٰہی کا نمونہ دیکھنے کے لیے معجزہ چاہتے ہین تو آسمان کی مخلوقات تو اُنکی نگاہ سے دور ہے لیکن زمین پر چلنے پھرنے والی مخلوقات اور ہوا پر اوڑنے والے پردار جانور اُنکو اللہ کی قدرت کا نمونہ ٹھہرانے کے لیے کافی ہیں جنمین ہر ایک کی حالت کو اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھ رکھا ہے۔ جانورون پر شرع کی تو کچھ تکلیف نہین ہے اسلیے عذاب و ثواب کے واسطے تو اُنکو دوبارہ زندہ نہین کیا جاویگا ہان کسی زور آور جانور نے کسی کمزور جانور پر کچھ زیادتی کی ہوگی تو اُسکے انصاف کے لیے اُنکو بھی دوبارہ زندہ کیا جاویگا اسمین منکر حشر انسان کو یہہ تنبیہ ہے کہ انصاف کے لیے جب جانورون تک کو دوبارہ زندہ کیا جاویگا تو باوجود حرام حلال کی تکلیف شرعی کے حشر کا جو لوگ انکار کرتے ہیں وہ بڑے نادان ہیں اسی واسطے فرمایا کہ ایسے لوگ حق بات کے سننے سے گویا بہرے اور کلمہ توحید زبان پر لانے سے گونگے اور کفر کے طرح طرح کے اندھیرے مین نور ایمانی سے دور پڑے ہوئے ہین جس کا سبب یہ ہے کہ علم ازلی کے موافق ہر ایک کا راہ راست پر آنا اور نہ آنا اللہ کے ہاتھ ہے صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کوئی سینگ والی بکری بغیر سینگ والی بکری کے سینگ ماردیوگی تو اُسکا بدلہ بھی قیامت کے دن لیا جاوے گا۔ یہ حدیث انصاف کے لیے جانورون کے

منزل ۲

دوبارہ زندہ ہونے کی گویا تفسیر ہے حضرت عبداللہ بن عباس رض کا یہ قول جو مشہور ہے کہ جانوروں کا مر کر اللہ تعالی کے پاس اکٹھے ہوجانا یہی انکا حشر ہے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ جن جانوروں کے ذمہ کچھ مواخذہ نہیں ہے وہ دوبارہ زندہ نہوں گے ورنہ جن جانوروں کے ذمہ کچھ مواخذہ ہے اونکا دوبارہ زندہ ہونا صحیح حدیث سے ثابت ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث اوپر گذری جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نصیحت کی مثال مینہ کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی وہ حدیث بھی گویا ان آیتوں کی تفسیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بری زمین کو جس طرح مینہ برسنے سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا اسی طرح ازلی بدلوگوں کو بڑے سے بڑا معجزہ دیکھنے سے کچھ فائدہ نہیں پہونچتا چنانچہ اہل مکہ نے شق القمر جیسا معجزہ دیکھا اور اسکو جادو بتلایا

قُلْ أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوا کسی کو پکاروگے بتاؤ اگر تم

صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا

سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر کھولدیتا ہے جسپر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور بھول جاتے ہو جنکو

تُشْرِكُوْنَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلٰى أُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَخَذْنٰهُمْ بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ

شریک کرتے تھے اور ہمنے رسول بھیجے تھے بہت امتوں پر تجھ سے پہلے پھر انکو پکڑا سختی مین اور تکلیف مین شاید

يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ

گڑگڑاویں پھر کیوں نہ جب پہنچا انپر عذاب ہمارا گڑگڑاتے ہوتے ولیکن سخت ہوگئے دل انکے اور انکو بھلی دکھائی

الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰى

شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی انکو کھولدیے ہمنے اونپر دروازے ہر چیز کے یہانتک

إِذَا فَرِحُوْا بِمَا أُوْتُوْا أَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ

کہ جب خوش ہوگئے پائی ہوئی چیزوں پر پکڑا ہمنے اونکو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے نا امید پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی

ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ

اور سراہے کلام اللہ کے جو رب ہی سارے جہان کا تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان اور آنکھین اور مہر کر دی

عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيْكُمْ بِهٖ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝ قُلْ

تمہارے دلوں پر کون وہ رب ہے اللہ کے سوا جو تمکو یہ لادیوے دیکھ ہم کیسی پھیرتے ہیں باتیں پھر وہ کنارہ کرتے ہیں تو کہہ

أَرَءَيْتَكُمْ إِنْ أَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَ

دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہوگا مگر وہی لوگ جو گنہگار ہیں اور

ع منزل ۲

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ ۚ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں نہیں مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے انپر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○

اور نہ وہ غم کھاوین اور جنہون نے جھٹلائین ہماری آیتین انکو لگے گا عذاب اسپر کہ بے حکمی کرتے تھے

اوپر ذکر تھا کہ مکہ کے بت پرست لوگ مصیبت کے وقت بتون کو چھوڑ کر خالص دل سے اللہ تعالی کی بارگاہ میں رفع مصیبت کی التجائیں کیا کرتے تھے ان آیتون میں اللہ تعالی نے ان مشرک بت پرستون کو یون سمجھایا ہے کہ وہ کبھی کبھی کی اوپری مصیبتین تو درکنار جس وحدہ لاشریک نے تم لوگون کو کان سننے کے لئے آنکھین دیکھنے کے لیئے دل بھلی بری بات سمجھنے کے لئے یہ سب اپنی نعمتین عنایت فرمائی ہین اگر وہ وحدہ لاشریک تم لوگون کو پھر اندھا کر دیوے یا تمہارا دل الٹ کر تمہیں دیوانہ بنا دیوے تو کیا تمہارے بتون میں اتنی قدرت ہے کہ وہ تمکو پھر اصلی حالت پر کر دیوین مکہ کے قحط کی اوپری مصیبت مین تو تم اپنے بتون کو خوب آزما چکے کہ انسے کچھ بھی نہ ہو سکا اب تم مین آخر کچھ لوگ بہرے اندھے دیوانے موجود ہین انکو اچھا کر دینے میں اپنے بتون سے مدد لی جاوے نتیجہ آخر وہی ہوگا جو مکہ کے قحط کے وقت میں ہوا۔ باوجود اس پوری فہمائش کے جو تم حق سے پھرے جاتے ہو تو یہ تمہارا قابل سزا ایک جرم ہے وقت مقررہ آنے پر رات کو غفلت کی حالت میں یا دن کو کھلم کھلا اس جرم کی سزا مین اگر تم پر کوئی عذاب الٰہی آگیا تو اس سے تمہارا بچنا مشکل ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا بڑا شق القمر کا معجزہ دیکھنے اور اسکو جادو بتانے کے بعد تم لوگ ہر گھڑی اپنی خواہش کے موافق اللہ کے رسول سے معجزے چاہتے ہو تو اللہ تعالی نے رسولون کو اسلئے نہیں بھیجا کہ وہ ہر گھڑی منکر شریعت لوگون کو طرح طرح کے معجزے دکھاوین اور وہ منکر شریعت لوگ ان معجزون کو جادو بتلاوین بلکہ اللہ کے رسول تو اسلئے آئے ہین کہ وہ فرمانبردار لوگون کو عقبی کی بہبودی کی خوشخبری سنا دیوین اور نافرمان لوگون کو عقبے کے عذاب سے ڈرا دیوین اب جو کوئی اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر راہ راست پر آجاویگا اسکو عقبے کے عذاب سے بے خوف رہنا چاہیئے ہان نافرمان لوگونکو نافرمانی کی سزا مین عقبے کا سخت عذاب بھگتنا پڑیگا جس خوشحالی اور اس خوشحالی کے عیش و عشرت کے گھمنڈ میں تم لوگ عقبے کے عذاب سے غافل ہو کر تنگدست مسلمانون سے طرح طرح کا مسخراپن کرتے ہو جب عقبی کے عذاب سے پالا پڑیگا تو اس عذاب کے آگے یہہ دنیا کا عیش تمہیں یاد بھی نرہے گا اسی طرح جس تنگدست مسلمانون سے تم لوگ یہان دنیا مین مسخراپن کرتے ہو جب عقبے مین یہ لوگ اپنی تنگدستی کی تکلیف پر صبر کرنے کے اجر مین جنت کی بڑی بڑی نعمتین پاوینگے تو انکو یہ دنیا کی تنگدستی قابل قدر چیز معلوم ہوگی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بڑے نافرمان خوشحال لوگ دوزخ کے عذاب کے آگے قسم کھا کر دنیا کے عیش و آرام کا انکار کرینگے اسیطرح تنگدست فرمانبردار لوگ جنت کی نعمتون کے آگے

منزل ۲

دنیا کی تنگدستی کو بالکل بھول جاوینگے - یہ حدیث دنیا کے نافرمان خوشحال اور فرمانبردار تنگدست لوگونکی عقبے کے حال کی تفسیر ہے -

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ
تو کہہ مین نہین کہتا کہ مجھہ پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین جانون غیب کی بات اور نہ مین کہون تمسے کہ مین فرشتہ ہون

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ؕ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَ
مین اسی پر چلتا ہون جو مجکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہین کرتے اور

اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝
خبردار کردے اس قرآن سے جنکو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس انکا کوئی نہین اسکے سوا حمایتی نہ سفارشی شاید وہ بچتے رہین

اوپر ذکر تھا کہ مکہ کے مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گھڑی گھڑی طرح طرح کے معجزون کی خواہش کرتے تھے
کبھی تو وہ یہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہین تو اللہ سے دعا کر کے معجزہ کے طور پر ہم لوگون کو ایسا مالدار بنا دیجیے
کہ پھر ہمکو کسی چیز کی کمی نہ رہے - کبھی یہ کہتے تھے کہ معجزہ کے طور پر ہمین معاملات دنیا کی سب نفع نقصان کی باتین
اس طرح سمجھا دیجیے کہ جس سے ہم آیندہ نفع کے حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کا انتظام کر لیوین - کبھی طعن کے
طور پر یہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہین تو عام آدمیون کی طرح آپ کھانا کیون کھاتے ہین اور عورتون سے
واسطہ کیون رکھتے ہین - ان لوگون کی ایسی باتون پر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے
تم ان لوگون سے کہدو کہ نہ تو اللہ کے غیب کے خزانے میرے اختیار مین ہین کہ مین تمکو مالدار بنا دون اور نہ مجکو
سب غیب کی باتین معلوم ہین کہ مین سب معاملات دنیا کے نفع نقصان کی آیندہ کی باتین تمکو سمجھا دون مین
نے تم لوگون سے یہ دعوے کیا ہے کہ مین انسان نہین فرشتہ ہون تاکہ میرے اس کھانا کھانے اور عورتون سے
واسطہ رکھنے کا تمہارا اعتراض مجپر قائم ہو سکے بات فقط اتنی ہے کہ تم لوگ دین کی باتون سے ناواقف اور دین
بالکل اندھے ہو کیونکہ اللہ کی مرضی کے کامون کو کرنے اور اسکی مرضی کے مخالف کامون سے بچنے کو دین کہتے ہین
اور یہ باتین محض عقل سے انسان نہین جان سکتا کہ مثلاً احرام والے شخص کو جنگل کے جانورون کا شکار حرام
ہے اور دریائی جانورون کا شکار حلال ہے اسلیے تمہارا یہ اندھاپن رفع کرنے کے لیے جو دین کے احکام آسمانی وحی
کے ذریعہ سے میرے اوپر نازل ہوتے ہین مین خود بھی انکی پیروی کرتا ہون اور تم لوگون کو بھی اون ہی کی پیروی
کی ہر وقت نصیحت کرتا ہون جو کوئی اس نصیحت پر عمل کریگا اسکو دین کی باتون کی دیکھہ بھال کی آنکھین ہو جاوینگی
جس سے اوسکی عقبے درست ہو جاویگی اور جو کوئی اس نصیحت کو نہ مانیگا وہ ویسا ہی اندھا کا اندھا رہکر اپنے
اندھے پن کے سبب سے ضرور دوزخ کے گڑھے مین گریگا کس لیے کہ یہ سب کو سوچ فکر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے
کہ اندھے کو آنکھون والے جیسے سوجھ نہین ہوتی فقط اٹکل پر اندھون کا کام چلتا ہے اور اٹکل دین کے کام

ع ۵

منزل ۲

مین کار آمد نہین — اب آگے فرمایا کہ جن لوگو نکو ایکدن اللہ تعالی کے روبرو کھڑے ہونیکا خوف ہے اسے رسول اللہ کے تم ان لوگون کو قرآن کی آیتون کے موافق نصیحت کرتے رہو تا کہ وہ لوگ اُسدن کے عذاب الٰہی سے ڈر کر نیک کامونکے کرنے اور برے کامونسے بچنے کی کوشش کرتے رہین جس سے اللہ اُنسے رضامند ہو جاوے کیونکہ وہ دن ایسا ہے کہ بدون رضامندی اللہ کے اُسدن خلاف مرضی الٰہی نہ کوئی کسی کا حمایتی بن سکتا ہے نہ سفارشی - صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ ابو سعید خدری کی حدیث گذر چکی ہے جسمین یہ ہے کہ جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ بھی شفاعت کے سبب سے آخر کو جنت مین جاویگا اُس حدیث کا مضمون اس آیۃ کے مضمون کے کچھ مخالف نہیں ہے اس لیے کہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ ذرہ برابر توحید سے بھی اللہ تعالی کی آخری رضامندی آدمی کو حاصل ہو جاتی ہے اسواسطے ایسے شخص کے حق مین جو شفاعت کی جاویگی وہ مرضی الٰہی کے برخلاف نہوگی برخلاف مشرک شخص کے کہ اوسکے دل مین ذرہ برابر بھی خالص توحید نہیں ہے جسکے سبب سے ایسے شخص کو اللہ تعالے کی آخری رضامندی بھی حاصل نہین ہوئی اور جب یہ حالت ہے تو بغیر مرضی الٰہی کے قیامت کے دن ایسے شخص کا نہ کوئی حمایتی بن سکتا ہے نہ سفارشی - صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کی اور امت کے لوگون کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے - یہ حدیث ان آیتونکی گویا تفسیر ہے کیونکہ قرآن کی نصیحت تو سب کو یکسان کیجاتی ہے لیکن اُسکا اثر لوگون کے اچھے برے پنے کے سبب سے یکسان نہیں ہے -

منزل ۲

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ

اور نہ ہانک انکو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اوسکا منہ تجھپر نہین انکے حساب مین سے کچھ

مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ

اور نہ تیرے حساب مین سے انپر کچھ کہ تو انکو ہانک دے پھر ہو دے تو بے انصافون مین اور اسی طرح

فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝

ہمنے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہین کیا یہی لوگ ہیں جنپر اللہ نے فضل کیا ہم سب مین سے کیا اللہ کو معلوم نہین حق ماننے والے

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ

اور جب آوین تیرے پاس ہماری آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تمپر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی

اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کہ جو کوئی کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اسکے بعد توبہ کرے اور سنوار پکڑے تو یون ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان

صحیح مسلم صحیح ابن حبان مسند امام احمد بن حنبل مستدرک حاکم مین چند صحابہ کی روایتون سے جو شان نزول

اس آیۃ کی بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور مطعم بن عدی اور حارث بن نوفل یان قریش
کے شریف لوگون نے آنحضرت سے درخواست کی کہ بلال عمار بن یاسر سالم ابی حذیفہ کا پروردہ یہ چھوٹے لوگ آپکے پاس
ہمارے آنیکے وقت آپکی مجلس مین نہوا کرین تو مناسب ہے کیونکہ ہم ایسے چھوٹے لوگون کے ساتھ شریک مجلس ہونے کو اپنی
کسر شان جانتے ہیں اللہ تعالی کے نزدیک شرافت امارت سے زیادہ خلوص نیت مقبول ہے اور یہ غریب لوگ خلوص نیت
سے آنحضرت کے پاس ہر وقت حاضر رہتے تھے اسواسطے اللہ تعالی نے اُن اشراف قریش کا کہنا ماننے سے اپنے رسول کو
منع فرمایا اور یہ آیۃ نازل فرمائی بعضی روایتون میں بجائے عتبہ وغیرہ کے اقرع وعیینہ کا نام جو ہے وہ شاید راوی کا
سہو ہی کیونکہ یہ آیۃ ابتدائے اسلام کے زمانہ کی ہی اور اقرع وعیینہ کا اسلام ہجرت کی بہت بعد ہی اسلئے کسی صحیح روایت میں انکا نام نہین ہے
بالغداۃ والعشی کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے پنجگانہ فرض نماز کی فرمائی ہے حاصل مطلب یہ ہی کہ جب آپ
یہ حکم ہو چکا ہے کہ جو لوگ ایکدن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرتے ہیں انکو قرآن کے موافق نصیحت کرنی چاہیے
اور اسی حکم کی تعمیل مین پنجگانہ نماز اور قرآن کی نصیحت سننے کے لئے اے رسول اللہ کے یہ تنگدست مسلمان تمہاری
مجلس مین آتے ہیں تو مالدار مشرکون کے کہنے سے ان تنگدست مسلمانون کو وعظ کی مجلس سے روکنا بڑی ناانصافی
ہے۔ مشرک لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ یہ غریب مسلمان اپنی عزت بڑھانے کے لئے وعظ کی مجلس مین آتے ہیں عقبی کی ثواب
کی غرض سے نہین آتے تو اسکا محاسبہ اللہ کے ہاتھ ہے کہ وہ سب کی نیت کا حال اور دل کا بھید جانتا ہے ایسی غیب
کی بات میں کسی کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ رہی خوشحالی اور تنگدستی یہ تو اللہ کی ایک آزمائش ہے کہ تنگدست
لوگون کو جو کچھ اللہ تعالے نے دیا ہے وہ اسپر قناعت کرکے کہان تک اللہ کا شکر کرتے ہین اور مالدار لوگ کہان تک مال
اترانے اور غریبون کے ساتھ حقارت سے پیش آتے ہیں کیونکہ اللہ تعالے کو شکر گذارون اور ناشکر گذارون کا دلی حال
خوب معلوم ہے۔ مالدار مشرکون نے غریب مسلمانون کے حق مین طعن کے طور پر اھولاء من اللہ علیہم من بیننا جو کہا تھا اللہ تعالی
نے یہ اسکا جواب دیا ہے آگے فرمایا اے رسول اللہ کے ان تنگدست ایماندارون کے دل بہت چھوٹے چھوٹے ہین
کیونکہ انکی تنگدستی کے سبب سے لوگ انکی قدر منزلت بہت کم کرتے ہیں تم انکا دل بڑھانے کے لئے ان سے سلام علیکم کی
ابتدا کیا کرو اور ان سے کہدو کہ تم لوگون کو دنیا میں ہر طرح کی تکلیف ہے اس لئے عقبےٰ مین ایسے لوگون پر اللہ کی رحمت
اور مہربانی ضرور ہوگی اور دنیا میں ایسے لوگونسے باقتضائے بشریت کوئی گناہ ہو جاویگا تو آیندہ توبہ کرنے اور نیک
کامون مین مصروف ہو جانے سے اللہ غفور الرحیم انکا وہ گناہ معاف فرماویگا۔ صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمرو سے
روایۃ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تنگدست مسلمان کے دنیا میں طرح طرح کی
تکلیفین اوٹھانے کے سبب سے قیامت کے دن اللہ کا حکم ہوگا کہ ایسے لوگ کھاتے پیتے مسلمانون سے چالیس
برس پہلے جنت مین داخل کئے جاوینگے۔ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رض کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

منزل ۲

نے فرمایا بہت سے تنگدست مسلمان دنیا میں ایسے ہیں کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ انکی قسم پوری کر دیتا ہے
اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں ان آیتوں میں دین و دنیا میں اللہ تعالیٰ نے تنگدست مسلمانوں پر نظر رحمت رکھنے
کا جو وعدہ فرمایا ہے یہ حدیثیں گویا اسکی تفسیر ہیں مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث
ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب شیطان مردود ٹھہرایا جاکر آسمان پر سے اوتارا جانے لگا تو اسنے انسان کے
ہر طرح سے بہکانے کی اللہ تعالیٰ کے روبرو قسم کھائی اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے جاہ و جلال کی قسم کھاکر اسکو جواب دیا کہ گناہ کرکے
جو شخص توبہ استغفار کریگا میں بھی اسکے گناہ ضرور بخشدونگا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ گنہگاروں کے گناہ بخشنے
کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کیا ہے یہ حدیث اسکی گویا تفسیر ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہیں آیتیں اور تو کھل جاوے راہ گنہگاروں کی — کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجوں

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ

جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوا — تو کہہ میں نہیں چلتا تمہاری خوشی پر اگر ایسا کروں تو میں بہک چکا اور نہ ہوا راہ

الْمُهْتَدِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ

پانے والا — تو کہہ مجکو شہادت پہنچی میرے رب کی اور تم نے اسکو جھٹلایا میرے پاس نہیں جسکی شتابی کرتے ہو

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ

حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات اور وہ ہی بہتر ہے چکانے والا تو کہہ اگر میرے پاس ہو جسکی شتابی کرتے ہو

بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝

تو فیصل ہو چکے کام میرے تمہارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں بے انصاف

منزل ۲

شروع سورۃ سے یہانتک توحید کی خوبی اور شرک کی خرابی کا ذکر جو تفصیل سے گذرا اسیکو فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں ہر طرح کا مطلب
کھول کر سمجھا دیا جاتا ہے تاکہ اسپر بھی ہٹ دھرمی سے جو کوئی قرآن کی آیتوں کو جھٹلاوے تو معلوم ہو جاوے کہ علم ازلی کے موافق
وہ مجرموں کا راستہ چلا جس سے اسنے اپنی عاقبت برباد کی۔ قل یا ایہا الکافرون کی شان نزول میں آویگا کہ مشرک لوگ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمائش کیا کرتے تھے کہ ایک سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان ان مشرکوں کے
بتوں کی پوجا کر لیا کریں اور ایک سال یہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر لیا کریں اسی پر گویا آپس کی صلح ٹھہر جاوے
اسی کو فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہدو کہ تم لوگوں نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر بت پرستی کو رواج دیدیا ہے
میں اصل ملت ابراہیمی پر ہوں اسلئے مجھکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بت پرستی کی مناہی ہے کیونکہ اگر میں ایسا کرونگا تو ملت
ابراہیمی سے تمہاری طرح بہک جاؤنگا۔ اور میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں میرے پاس تو قرآن میں اس بات کی شہادت

موجود ہے کہ ملت ابراہیمی مین بت پرستی کا کہین پتا نہین تم لوگ بے سند ملت ابراہیمی کو بگاڑ چکے اب قرآن کی آیتون کو بھی جھٹلاتے ہو اور پہر تم کو عذاب آلہی سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹھ بنکر اوس عذاب کی جلدی کرتے ہو۔ وہ عذاب کچھ میرے اختیار مین نہین ہے جو تم مجھ سے اسکی جلدی کرتے ہو وہ عذاب تو اللہ ہی کے حکم اور اختیار مین ہے اُسنے منکر شریعت لوگون کے حق مین عذاب کا وعدہ جو فرمایا ہے وہ برحق ہے وقت مقررہ آنے پر اس عذاب کا وہ خود فیصلہ فرما دیوے گا کیونکہ اسکو اس طرح کے ناانصاف لوگون کا حال خوب معلوم ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے دنیا مین تو اس عذاب کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہو چکا کہ ان مشرکون میں کے بڑے بڑے سرکش عذاب آلہی کی جلدی کرنے والے ستر آدمی بڑی ذلت سے مارے گئے اور ستر قید ہوئے رہا عقبےٰ کا عذاب وہ بھی وقت مقررہ پر اللہ تعالےٰ کے وعدہ کے موافق سب کی آنکھون کے سامنے آجاویگا۔ اللہ تعالی کے اس وعدہ کی تفصیل آیۃ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ کی تفسیر مین گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں بغیر توبہ کے مرگیا اُسکی نجات کی کوئی صورت نہیں اس باب میں بہت سی صحیح حدیثین ہیں جو مشرک لوگون کے عذاب آخرت کی گویا تفسیر ہیں۔

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

اور اسی کے پاس ہیں کنجیان غیب کی انکو کوئی نہین جانتا اسکے سوا اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا میں ہے اور نہین جھڑتا کوئی پات

اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝

جو وہ نہیں جانتا اور نہ دوبے دانے زمین کے اندھیرون میں اور نہ ہرا نہ سوکھا جو نہین کھلی کتاب میں

منزل ۲

بخاری کی روایۃ میں خود آنحضرت نے ان غیب کی کنجیون کی تفسیر ان پانچ چیزونسے فرمائی ہے جنکا ذکر صراحت سے سورۂ لقمان مین آویگا وہ پانچ چیزین ایک قیامت کا وقت ہے کہ کب آویگی دوسرے مینہ کا حال کہ کب برسے گا تیسرے یہ کہ حاملہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا ہے یا لڑکی چوتھے یہ کہ کل کیا ہوگا پانچوین یہ کہ کون شخص کس سرزمین پر مریگا شارحین کتب حدیث نے اور مفسرین نے لکھا ہے کہ اور علم غیب کی باتین اللہ تعالی انبیا کو بذریعہ وحی کے اور اولیا کو بذریعہ الہام یا خواب کے ظاہر فرما دیتا ہے چنانچہ انبیانے عذاب قبر عذاب حشر کا احوال دوزخ و جنت کا حال جو علم غیب مین سے ہے صراحت سے بیان کیا ہے حضرت عیسےٰ لوگون کی گہر کی رکھی ہوئی چیزین بغیر دیکھے اور لوگونکا کھایا پیا بتلا دیا کرتے تھے اور حضرت یوسف نے ایک قیدی کا رہا ہو جانا اور دوسرے کا سولی پر چڑھایا جانا تبلا دیا تھا اور بعض اولیا بھی بعضی آیندہ کی باتون کو کرامت کے طور پر بیان کر دیتے ہیں فرق اسی قدر ہے کہ نبی کو جو غیب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ وحی سے معلوم ہوتا ہے جو یقینی علم ہے اور اولیا کو جو کچھ غیب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ الہام یا خواب کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے جس مین مجتہد کے اجتہاد کی طرح غلطی کا احتمال ہے کسلئے کہ نبی کی وحی مین اسبات کی حفاظت کیلیئے کہ اس مین شیطان کا کچھ تصرف نہ ہونے پاوے خدا کی طرفسے فرشتے ہمیشہ خبرداری کیا کرتے ہیں جسکا ذکر سورہ جن مین آویگا اور کبھی موقع پاکر نبی کی

وحی میں اگر شیطان کچھہ تصرف کرتا ہے تو خدا کی طرف سے فوراً اُسکی اصلاح ہو جاتی ہے چنانچہ اس کا ذکر سورہ حج اور سورہ نجم میں آویگا ولی کے الہام اور خواب میں یہ حفاظت اور اصلاح نہیں ہے غرض یہ پانچ باتیں اللہ تعالی نے اپنے علم خاص میں رکھی ہیں اسی واسطے یہ پانچ باتیں غیب کی کنجیاں کہلاتی ہیں چنانچہ اُسی بخاری کی روایۃ میں ہے کہ حضرت جبرئیل نے اجنبی شخص کی صورت میں آنحضرت کے پاس آنکر ایمان و اسلام کی چند باتیں پوچھیں آپ نے سب کے جواب دیے جب حضرت جبرئیل نے قیامت کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ پوچھنے والا اور بتلانے والا دونوں اس سے بے خبر ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے علم غیب کا ذکر اور دنیا کے ذرہ ذرہ کا حال لوح محفوظ میں لکھے ہونے کا ذکر فرماکر یہہ آیۃ اس تنبیہ کے لیے نازل فرمائی ہے کہ وہ غیب دان بھی ہے اور اُسکے دفتر میں ذرہ ذرہ کا حساب بھی ہے ایکدن اس حساب کی جانچ ہونے والی ہے ہر شخص کو چاہیئے جو کچھہ دنیا میں کرے ذرا حساب کا انجام یاد رکھہ کر کرے حاصل مطلب یہ ہے کہ جنگل اور دریا میں جو کچھہ ہو چکا اور جو کچھہ ہونے والا ہے وہ سب اللہ تعالی کے علم اور ارادہ کے موافق ہے اور بستی یا جنگل میں چھوٹے بڑے جو پیڑ ہیں اُنکے ایک ایک پتے اور گٹھلی یا دانہ کا حال اور دنیا کی ہر ایک خشک و تر سب چیزوں کا حال یہ سب کچھہ اُسکے علم سے باہر نہیں ہے اور یہ سب کچھہ اللہ تعالی کے علم کے موافق لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس آیۃ سے ارسطو وغیرہ کا یہ قول غلط قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالی کو سوا اپنی ذات کے اور دوسری چیزوں کا علم نہیں ہے اسی طرح وہ قول بھی غلط قرار پاتا ہے جو ارسطو کے بعد شیخ ابو علی بن سینا نے قرار دیا ہے کہ اللہ تعالی کو اپنی ذات اور کلیات کا علم ہے جزئیات کا علم نہیں ہے۔ یہ دونوں قول اسلیئے غلط قرار پاتے ہیں کہ اس آیۃ کے موافق ایک ذرہ بھی اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے بعضے علما کو یہ شبہ جو پیدا ہوا ہے کہ جب اللہ تعالی کو ذرہ ذرہ معلوم ہے اور اللہ تعالے کے علم میں بھول چوک بھی ممکن نہیں ہے تو پھر معلوم نہیں لوح محفوظ میں سب چیزوں کا حال لکھنے میں کیا حکمت ہے اسکا جواب علما نے یہ دیا ہے کہ لوح محفوظ میں سب چیزوں کا حال لکھنے میں بڑی بڑی حکمتیں ہیں مثلا یہ ایک کتنی بڑی حکمت ہے کہ جو فرشتے لوگوں کا نامہ اعمال لکھنے پر تعینات ہیں جب یہ فرشتے اُس نامہ اعمال کو آسمان پر لیجاتے ہیں اور اُسکا مقابلہ لوح محفوظ کے نوشتہ سے کرتے ہیں اور دونوں تحریروں میں مطابقت پاتے ہیں تو اللہ تعالی کے علم غیب کی تصدیق اونہیں زیادہ ہو جاتی ہے علاوہ اسکے اس میں اور بھی حکمتیں ہیں جو بڑی کتابوں میں ہیں۔ کھلی کتاب جو لوح محفوظ کو فرمایا اسکا مطلب یہ ہے کہ علم الہی کے موافق اوس میں ہر چیز کی کھلی کھلی تفصیل لکھی ہوئی ہے۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم ازلی کے موافق دنیا کا تمام حال اللہ تعالے نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ یہہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز اللہ تعالے کے علم ازلی سے باہر نہیں ہے کیونکہ لوح محفوظ میں جو کچھہ لکھا گیا ہے وہ اللہ کے علم کا نتیجہ ہے۔

منزل ۲

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہی ہے کہ تمکو پھر لیتا ہے رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تمکو اٹھاتا ہے اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَ

ٹھیرا دیا پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتاویگا تمکو جو کرتے تھے اور اسی کا حکم غالب ہے اپنے بندو نپر اور

يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝

بھیجتا ہے تمپر نگہبان یہان تک کہ جب پہنچے تم میں کسی کو موت اسکو پھر لیوین ہمارے بھیجے لوگ اور وہ قصور نہیں کرتے

ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝ قُلْ مَن يُنَجِّيكُم

پھر پہنچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک انکا ہے تحقیق سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ شتاب لیتا ہے حساب تو کہہ کون بچا لاتا ہے

مِّن ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَّئِنْ أَنجَانَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ

جنگل کے اندھیرون سے اور دریا کے جسکو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چپکے اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے تو البتہ ہم احسان

مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ ۝

مانین تو کہہ اللہ تمکو بچاتا ہے اس سے اور گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھیراتے ہو

منزل ۲

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے ہر انسان کے سونے اور جاگنے کا ذکر فرمایا ہے اور پھر مرنے اور پھر مر کر جینے کا ذکر فرمایا ہے تاکہ روز کے سونے اور جاگنے سے ہر عقلمند آدمی مرنے اور مر کر جینے کو قیاس کرے کیونکہ غور کیا جاوے تو روز کا سونا چھوٹی موت اور روز کا پھر جاگنا روز کا ایک چھوٹا حشر ہے کس لیے کہ جس طرح موت کے بعد آدمی کے مثلاً کان آنکھیں بیکار ہو جاتے ہیں وہی حال آدمی کا سونے میں ہو جاتا ہے پھر جس طرح جاگنے کے بعد آدمی کے حواس قائم ہو جاتے ہیں وہی حالت اسکی حشر میں ہوگی۔ تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر سوتے آدمی پر اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو سانس کی آمد و رفت کی خبر رکھتا ہے اور اگر اسی نیند کی حالت میں قبض روح کا حکم اللہ کا ہو جاتا ہے تو وہ فرشتہ باہر کا آیا ہوا سانس پھر اندر نہیں جانے دیتا جس سے روح قبض ہو جاتی ہے مسلمان اور کافر کی قبض روح کی حالت کے بیان میں بہت سی حدیثیں ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کی قبض روح کے لئے رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور مرنے والے شخص کو یہیں دنیا میں سے آثار رحمت الٰہی معلوم ہونے لگتے ہیں اسلیے وہ تمنا کرنے لگتا ہے کہ جلدی سے اسکی جان نکل جاوے تاکہ اللہ تعالیٰ اور ارواح مومنین سے ملاقات نصیب ہو اور ملک الموت اور انکے ساتھ کے فرشتے اس روح کو خوشخبری دیتے ہیں کہ اے پاکیزہ روح جلدی نکل اللہ تجھسے راضی ہے اس حالت میں روح اس طرح جسم سے نکل جاتی ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے میں سے بال یا بھری مشک میں سے پانی نکل جاتا ہے اور کافر اور منافق کی قبض روح کا معاملہ اسکے برعکس ہے اور دونوں طرح کی روحوں کی قبر و حشر کا حال ہر ایک کے نیچے آگے آویگا تفسیر

ابن منذر اور تفسیر ابن حاتم مین حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ آدمی کے جسم مین ایک نفس ہے اور ایک روح سونے کی حالت مین نفس آدمی کے جسم سے نکل جاتا ہے اور روح قائم رہتی ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ رض کی سونے کے وقت دعا پڑھنے کی ایک بڑی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ سونے کی حالت مین جان جو جسم سے الگ ہوئی ہے اگر اسکو تو روک رکھے تو اسپر تو رحم کر اور اگر وہ جان سونے کی حالت کے بعد پھر جسم مین آوے تو اسکو نیک کام کے ارادہ کی توفیق عنایت فرما۔ اسی طرح نسائی مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا سوتے وقت یون کہنا چاہیے کہ یا اللہ تو نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے اور تو ہی اسکو کھینچتا ہے اور تیرے ہی حکم مین موت و حیات ہے سونے کے بعد اگر تو اس جان کو زندون مین رکھے تو اسکو اپنی حفاظت مین رکھ اور اگر تو اسکو مردون مین رکھے تو اسپر اپنی رحمت کر۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ان حدیثون کے موافق اکثر مفسرین نے اس قول کو قوی قرار دیا ہے کہ آدمی کے جسم مین فقط ایک روح ہی جو سونے کی حالت مین جسم سے الگ ہو جاتی ہے پھر اگر اس سونے کی حالت مین اللہ تعالی نے اس روح کو روک رکھا تو آدمی سوتے مین مر جاتا ہے اور اگر سونے کی حالت کے بعد اللہ کے حکم سے وہ روح پھر انسان کے جسم مین آگئی تو وہ زندہ جاگ اٹھتا ہے رہی یہ بات کہ سوتے آدمی اور مردہ مین تو فرق ہے سوتے آدمی کی نبض چلتی رہتی ہے سانس چلتا رہتا ہے کھانا ہضم ہوتا ہے سوتے وقت جان کنی کی تکلیف آدمی کو نہیں ہوتی پھر موت اور نیند کی ایک سی حالت کیونکر ہو سکتی ہے [illegible] خازن وغیرہ مین حضرت علی رض کا قول ہے جس مین حضرت علی نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ سونے کی حالت مین روح کا تعلق جسم سے اس طرح باقی رہتا ہے جسطرح آفتاب آسمان پر ہے اور اسکی شعاع زمین پر پڑتی ہے اور موت کے وقت یہ تعلق اس طرح باقی نہیں رہتا جسطرح قیامت کے دن آفتاب کا نور آفتاب سے بالکل الگ کر دیا جاویگا۔ اس سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورہ زمر مین آویگی حاصل مطلب ان آیتون کا یہ ہے کہ اللہ تعالی نے منکر حشر مشرک لوگون کو ان آیتون مین یون قائل کیا ہے کہ جس صاحب قدرت نے سونے اور جاگنے کی حالت کو سب کی آنکھون کے سامنے مرنے اور حشر کے نمونے کے طور پر پیدا کیا ہے وہی ان حشر کے منکرون کو وقت مقررہ پر مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کریگا اور فوری حساب کتاب کے بعد انکے اعمال کی انکو سزا ہویگا اسلیے اوسنے دور دور تک پہرہ لوگون [illegible] اعمال کی حفاظت کے لیے اپنے زبردست حکم سے ہر شخص کے پیچھے لگا رکھے ہیں اور جسطرح اب انکی خلاف مرضی اللہ کے فرشتے موت کے وقت انکی جان نکال لیتے ہیں اسی طرح انکی خلاف مرضی دوبارہ انکے جسم تیار ہو کر انمین جان پڑ جاویگی پھر فرمایا کہ جسطرح جنگل اور دریا کے سفر کی مصیبت کے وقت اب انکے بت کچھ انکی مدد نہین کرتے اسی طرح عقبی کی مصیبتون کے وقت بہت انکے کچھ کام نہ آوین گے پھر مصیبت کے وقت خالص اللہ سے مدد مانگنے اور راحت کے وقت ان بتون کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھرانے کا شیوہ جو ان لوگون نے اختیار کیا ہے انکا یہ شیوہ عقبی کی مصیبتون کے وقت کچھ کام نہ آویگا کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ [illegible]

مشرک کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ اللہ کے حکم سے آدمی کی روح قبض کیجاتی ہے۔ ملک الموت کو یہ کام اللہ تعالیٰ نے سونپا ہے۔ ملک الموت
کی مدد کے لئے اور فرشتے بھی مقرر ہیں ان ہی حالتوں کے سبب سے قرآن شریف کی آیتوں میں قبض روح کا ذکر کئی طرح سے آیا ہے
لیکن درحقیقت ان آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ کسی آیۃ میں ایک حالت کا ذکر ہے اور کسی میں دوسری حالت کا۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

تو کہہ اسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا بھڑادے تم کو کئی فرقے کرکر

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ

اور چکھادے ایک کو برائی ایک کی دیکھہ کس پھیر سے ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں

معتبر سند سے مسند امام احمد نسائی تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں ابی بن کعب وغیرہ سے روایۃ ہے کہ اوپر کے
عذاب سے مراد آسمان سے پتھر برسنا ہے جس طرح مثلاً اصحاب فیل پر برسے اور نیچے کے عذاب سے مراد زمین کا دھنس
جانا ہے جسطرح مثلاً قارون دھنس گیا اور ابن مردویہ نے اس آیۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس کے بیہ روایۃ نقل
کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی کہ میری امت سے یہ تینوں قسم کے عذاب جنکا ذکر اس آیۃ میں ہے
اوٹھہ جاویں تو اللہ تعالیٰ نے پتھروں کے برسنے کا عذاب اور زمین میں دھنسنے کا عذاب تو اوٹھالیا مگر آپس کی پھوٹ
اور آپس کی خانہ جنگی یہ عذاب باقی ہے اس حدیث سے بعضے بعضے علما نے یہ مطلب نکالا ہے کہ اس امت میں
پتھر برسنے کا عذاب اور زمین کے دھسنے کا عذاب قیامت تک واقع نہ ہوگا مگر علامہ حافظ ابن حجر نے اس
مطلب پر اعتراض کیا ہے اور اپنی اعتراض کی تائید میں مسند امام احمد کی وہ حدیثیں ذکر کی ہیں جنمیں قیامت سے پہلے
زمین کے دھسنے کا ذکر ہے اور رفع اس اختلاف کا وہی ہے جسکی صراحت طبرانی کی حسن بصری کی مرسل روایۃ میں
ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب یہ آیۃ اوتری اور آنحضرت نے آیۃ میں کے تینوں عذابوں کے امت محمدیہ پر سے
اوٹھہ جانے کی دعا کی تو حضرت جبرئیل آئے اور فرمایا کہ پہلی امتوں کی طرح عام طور سے اس امت کی ہلاکت
پتھر برسنے اور زمین دھسنے سے نہ ہوگی ان دونو باتوں میں اللہ تعالیٰ نے آپکی دعا قبول فرمائی اب حاصل کلام
یہ ٹھہرا کہ پچھلی امتوں کی طرح ساری امت ان دونو عذابوں سے ہلاک نہ ہوگی علامت قیامت کے طور پر بعضی
بستیوں میں پتھر برسیں یا زمین دھسے اور اوس سے کچھہ لوگ ہلاک ہوں تو وہ عام عذاب نہیں ہے اوپر کی
آیتوں میں آخرت کے عذاب کا ذکر فرماکر اس آیۃ میں ارشاد ہے کہ آخرت کے عذاب کا موقع تو وقت مقررہ پر
آویگا لیکن اللہ کی قدرت سے کچھہ یہ بھی بعید نہیں کہ ایسے سرکش لوگوں پر دنیا میں بھی کوئی عذاب آجاوے ملک
شام اور یمن کے سفر میں ان لوگوں کو ایسے سرکش لوگوں کی اوجڑی ہوئی بستیاں نظر آئی ہونگی جو عذاب دنیوی
سے ہلاک ہوچکی ہیں اوس سے ان لوگونکو عبرت پکڑنی چاہیے ورنہ وہی انجام انکا ہوگا جو ان لوگوں کا ہوا

منزل ۲

اس نصیحت کے بعد فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں طرح طرح کی تنبیہ ہیر پہیر کے اس لئے اون لوگون کو کیجاتی ہے کہ یہ لوگ
شرک سے باز آوین اور اپنے بھلے برے کو سمجھین۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی
ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین کونی بھر بھر کے لوگون کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہون
مگر لوگ اسطرح دوزخ کی آگ مین گرنے کا کام کرتے ہیں جس طرح کیڑے پتنگے روشنی پر گرنے اور مرجانے کی جرارت کرتے
ہیں۔ یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن
کی آیتون میں ہیر پھیر کر طرح طرح سے ان لوگون کو سمجھایا تاکہ یہ لوگ دوزخ کی آگ سے بچنے کا رستہ چلیں اور اللہ کے
رسول بھی اسی کوشش مین لگے رہے لیکن جو لوگ انمین سے اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق دوزخ کا ایندھن
ٹھہر چکے تھے انکو کسی نصیحت سے کچھ فائدہ نہ ہوا اور آخر اسی حالت کفر و شرک مین بدر کی لڑائی کے وقت وہ لوگ یہاں سے
اٹھکر سیدھے جہنم کو چلے گئے بغیر ذکر صحابہ کے کوئی تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی حدیث کی روایۃ کرے تو اس حدیث
کو مرسل کہتے ہیں۔ مرسل روایۃ کو کسی اور روایۃ سے تقویت ہوجاوے تو یہ مرسل روایۃ بالاتفاق قابل عتبار ہوجاتی ہی حسن بصری
کی جس مرسل روایۃ کا ذکر اوپر گذرا اسکو اور روایتون سے تقویت حاصل ہوگئی ہی اسلئے یہ مرسل روایۃ قابل اعتبار ہے

وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۚ قُل لَّسْتُ عَلَيْكُم بِوَكِيلٍ ۝ لِّكُلِّ نَبَإٍ مُّسْتَقَرٌّ ۚ وَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

اور اسکو جھوٹ بتایا تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ کہ میں نہیں تمپر داروغہ ہر خبر کا ایک وقت ہے ٹھہرا اور آگے جان لوگے

اوپر کی آیۃ مین ذکر تھا کہ قرآن کی آیتون میں طرح طرح کی تنبیہ اسلئے ان لوگون کو کیجاتی ہے کہ یہ لوگ شرک سے باز آدین
اور اپنے بھلے برے کو سمجھین اس آیت میں ارشاد ہے کہ ان لوگون کے سر پر تو وہ ازلی کمبختی سوار ہے کہ جن آیتون مین
انکے خلاف مرضی کوئی مضمون ہوتا ہے تو یہ لوگ فوراً ان آیتونکے جھٹلانے پر مستعد ہوجاتے ہیں حالانکہ قرآن کی آیتون
میں وہ سیدھے سچے مضمون ہیں کہ کوئی صاحب عقل انکو جھٹلا نہیں سکتا۔ مثلاً ان لوگون کے شرک سے باز آنے کے لیے
انکو یون سمجھایا گیا ہے کہ جب آسمان زمین انسان اور اوسکی سب ضرورت کی چیزون کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر کسی دوسرے
کو اللہ کی تعظیم اور عبادت میں شریک ٹھہرانے کا کوئی حق نہین ہے۔ یا مثلاً شرک کے وبال میں پچھلی قومون پر جو عذاب
آیا ہے شام اور یمن کے سفر مین ان لوگون کو اون اجڑی ہوئی بستیون کو دیکھکر عبرت پکڑنے کی فہمائش کی گئی ہے
یہ باتین ہر صاحب عقل کے ماننے کے قابل ہیں اسپر ازلی کمبختی کے سبب سے جب یہ لوگ کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں اور
کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام ہے تو اسکے جھٹلانے کی سزا میں ہم پر کوئی عذاب کیون نہین آتا تو انکی اس بات کے
جواب مین اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ مین اللہ کی طرف سے تمہاری سزا کے لئے داروغہ مقرر ہوکر
نہین آیا بلکہ مین وقت مقررہ کی سزا سے تمہین ڈرانے آیا ہون اگر اس ڈر کو تم لوگ نہ مانوگے تو بہت جلد وقت مقررہ
آنے پر خود تمہین اس سزا کا حال معلوم ہوجاوے گا اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالی کی بارگاہ مین ہر کام کا وقت مقرر ہے

منزل ۲

وقت مقررہ کے آنے پر پھر اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے وقت مقررہ آتے ہی بدر کی لڑائی کے زمانہ میں یہ بڑے بڑے آیات قرآنی کے جھٹلانے والے بڑی ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی عذاب میں گرفتار ہوگئے اسی عذاب کے جھٹلانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پایا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں یہ پورا قصہ ہے مشرکوں کی سزا کا وعدہ جو اس آیۃ میں ہے یہ حدیث اس وعدہ کے ظہور کی گویا تفسیر ہے۔

وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ

اور جب تو دیکھے وہ لوگ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر جب تک کہ لگیں کسی اور بات میں

وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ

اور کبھی بھلا دے تجھ کو شیطان تو نہ بیٹھ بعد نصیحت بے انصاف قوم کے ساتھ اور پرہیزگاروں پر نہیں

یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ۝

کچھ ان کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈریں

بعضے مفسروں نے اس آیت کو سورہ نساء سے منسوخ کہا ہے کیونکہ سورہ نساء کی آیۃ میں اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ کا حوالہ دیا ہے اور فرمایا ہے وقد نزل علیکم فی الکتاب اس سے معلوم ہوا کہ سورہ نساء کی آیۃ پیچھے نازل ہوئی ہے اور جب آخر کی آیۃ میں یہ حکم ہے کہ قرآن سے ٹھٹھا کرنے والوں میں جو شخص بیٹھے گا وہ بھی انہیں سے ہو جاویگا تو پھر یہ حکم کہ جو شخص نصیحت کی راہ سے ایسے لوگوں میں بیٹھے گا اس پر کچھ گناہ نہیں ہے منسوخ ٹھہرا لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیۃ منسوخ نہیں ہے نصیحت کی راہ سے ایسے لوگوں میں بیٹھا دونوں آیتوں سے جائز ہے دین کا بڑا جز جو نصیحت ہے جس پر صحیح حدیثوں میں آنحضرت نے بیعت لی ہے منسوخ ہو جاویگا ہاں خالی میل جول کے طور پر بیٹھنا حرام ہے غرض عام مفسرین کے قول پر دونوں آیتوں سے یہ مطلب نکلا کہ جن بعضے لوگ جو آیۃ قرآنی اور احادیث نبوی کو پروا کی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں ایسے لوگوں میں یا تو متقی شخص نہ بیٹھے یا بیٹھے تو ان لوگوں کو نصیحت کرتا رہے اگر بیٹھے گا اور نصیحت نہ کریگا تو ایسا شخص سخت گنہگار ہوگا۔ بعضے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی کہ یہ مشرک لوگ تو ہر وقت قرآن کی مذمت میں لگے رہتے ہیں اس صورت میں اگر ہم حرم میں مثلاً طواف کو جاویں اور وہاں مشرک لوگ بھی موجود ہوں اور ہم انکے منہ سے قرآن کی مذمت کی کوئی بات سن لیویں تو اس گناہ سے ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے وما علی الذین یتقون من حسابهم من شیء سے آخر آیۃ تک حکم نازل فرما کر ان مسلمانوں کو جتلا دیا کہ جب میل جول کے طور پر تم ان لوگوں میں نہیں بیٹھتے تو اس طرح کی اتفاقی ملاقات میں انکی بداعمالی کا محاسبہ تم لوگوں سے نہ ہوگا لیکن ایسی ملاقات کے وقت ان لوگوں کو کچھ مناسب نصیحت کر دی جاوے تاکہ ہر وقت کی نصیحت سے شاید وہ لوگ بھی راہ راست پر آجاویں صحیح مسلم کے حوالہ سے

مہمل

ابوہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ خلاف شریعت کوئی بات دیکھکر ہاتھ سے زبان سے جس طرح
ممکن ہو اُسکی اصلاح ایماندار آدمی کے ایمان کی علامت ہے پھر اگر یہ طاقت کسی ایماندار شخص میں نہ ہو تو اُس خلاف شریعت
بات کو دل سے برا جاننا یہ ایمان کا ضعیف درجہ ہے۔ مسند امام احمد ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے حذیفہ بن الیمان کی
حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آپس کی نصیحت کا طریقہ جب لوگوں سے اوٹھہ جائیگا تو ایسی بستی
کے سب لوگوں پر کوئی عذاب آجاویگا اور پھر کسی نیک آدمی کی دعا عذاب کے ٹلنے کے باب میں قبول نہ ہوگی ترمذی نے
اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ ان آیتوں میں آپس کی نصیحت کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اُسکی تفسیر ہیں

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا ۚ وَذَكِّرْ بِهِ أَنْ تُبْسَلَ
اور چھوڑ دے جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین کھیل اور تماشا اور بہکے دنیا کی زندگی پر اور اس سے نصیحت دے انکو
نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ
کہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے کئے میں کہ نہیں اسکو اللہ کے سوا حمایتی اور نہ سفارش والا اور اگر بدلا دے سارے بدلے قبول
لَا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ۖ لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ
نہ ہوں اس سے وہی ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے کئے میں انکو پینا ہے گرم پانی اور مار ہے دکھہ والی بدلا کفر کرنے کا

منزل ٢

اوپر ذکر تھا کہ اہل مکہ کو آیات قرآنی کے مضمون کے موافق جس قدر سمجھایا جاتا تھا وہ اُسی قدر اُن آیتوں کو مسخرا پن
میں اڑاتے اور جھٹلاتے تھے اس آیہ میں ارشاد ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی زندگی کھانے پینے شراب خوری
گانا اور باجا سنے کو اپنا دین ٹھہرا رکھا ہے اور اصل دین کی باتوں کے اور اُن باتوں کی سزا و جزا کے لئے دوبارہ زندگی
کے یہ لوگ منکر ہیں۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جسکے دل میں عقبے کا یقین نہیں وہ عقبے کی باتوں کو جلدی سے کیونکر مان
سکتا ہے اس لئے رسول اللہ کے ان منکر قیامت لوگوں کو چند روز انکے حال پر چھوڑ دیا جاوئے مگر اتنی بات انکو
سمجھا دی جاوے کہ جس طرح کے مسخرا پن اور کھیل تماشے کو ان لوگوں نے اپنا دین ٹھہرا رکھا ہے اللہ تعالی نے
اس طرح کے کھیل تماشے کے طور پر دنیا کو نہیں پیدا کیا بلکہ دنیا کے پیدا کرنے کا نتیجہ وہی ہے جو گھڑی گھڑی
ان لوگوں کو جتلایا جاتا ہے کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کے لئے دوسرا جہان ضرور
قائم ہوگا تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے سے لگے وہ دوسرا جہان ایسا ہوگا کہ جہاں ہر شخص اپنے عمل کے نتیجہ کا پابند کر لیا
جاویگا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کا وہاں کوئی حامی و مددگار نہیں ہے تمام دنیا کا مال و متاع یہ لوگ سزا
کے معاوضہ میں دینا چاہیں گے تو یہ معاوضہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ کھولتا ہوا پانی پینا۔ سینڈھ کھانا۔ ہمیشہ آگ میں جلنا یہی
ایسی لوگوں کی سزا ہے۔ مسند امام احمد ترمذی مستدرک حاکم میں ابوامامہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا دوزخ کا وہ پانی ایسا کھولتا ہوگا کہ جب وہ پانی دوزخیوں کو بلایا جاوے گا تو اُسکی گرمی سے پیتے وقت

آنکے موںہہ کی کھال جالکر گر پڑے گی اور پینے کے بعد آنکی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑینگی حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ ترمذی نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان مین عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخیون کے کہانے کا تھوڑا سا نیٹذ زمین پر آن پڑے تو اہل دنیا کی زندگی مشکل ہو جاوے۔ ترمذی اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیر کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ادنے درجہ کا دوزخ کا عذاب یہ ہوگا کہ دوزخیون کے پاؤن مین آگ کی جوتیان پہنادی جاوینگی جسکی گرمی سے آنکے سر کا بہیجا پگھل کر نکل پڑیگا۔ یہ تو دوزخ کا ادنے درجہ کا عذاب ہوا رہا دوزخ کے اعلی درجہ کے عذاب کا حال وہ دنیا کا کاروبار قائم رہنے کے لئے اللہ کے رسول نے نہ صحابہ کو بتلایا نہ اسکی روایت ہم لوگون تک آئی چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اگر دوزخ کے عذاب کی پوری تفصیل تم کو معلوم ہو جاوے تو ساری رات دن رونے کے اور تم سے کچھ بھی نہ ہو سکیگا یہ حدیثین دوزخ کے کہانے پینے اور آسکے عذاب کی گویا مختصر تفسیر ہے۔

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدٰنَا اللّٰهُ

تو کہہ کیا ہم پکارین اللہ کے سوا جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پہیرے جاوین اُلٹے پاؤن جب اللہ ہمکو راہ دے چکا جیسے ایک

كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِينُ فِي الْأَرْضِ حَيْرَانَ لَهُ أَصْحٰبٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا

شخص کو بہلا دیا جنات نے جنگل مین بہکتا اس کے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس

قُلْ إِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوهُ

تو کہہ اللہ نے راہ بتائی سو ہی راہ ہے اور ہمکو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کہڑی رکھو نماز اور اس سے ڈرتے

وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَيَوْمَ يَقُولُ

رہو اور وہی ہے جس پاس اکٹھے ہوگے اور وہی ہے جسنے ٹھیک بنائے آسمان اور زمین اور جس دن کہیگا

كُنْ فَيَكُونُ ۝ قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهٰدَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ

ہو تو پس ہو جاویگا اسی کی بات سچ ہے اور اسی کی سلطنت ہے جسدن پہونکا جاویگا صور جہپا اور کہلا جاننے والا اور وہی تدبیر والا خبردار

اسمعیل سدی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ بعض مشرکین جدید مسلمانون سے مکہ میں موقع پاکر فہمائش کے طور پر کہتے تھے کہ تم نے اپنا قدیمی دین کیون چھوڑ دیا اب بھی اپنے قدیمی دین پر آجاؤ اوسپر اللہ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ باوجود قرآن کی ہدایت کے مشرکون کے بہکانے سے پچھلے پاؤن راہ اسلام سے ہٹنا ایسا ہی جس طرح کوئی راہ گیر باوجود اسکے ساتھیون کے راستہ بتانے کے ٹیڑھے راستہ پر چلا جاوے اور منزل مقصود سے بہک جاوے اور بت پرستی اور دین اسلام دونو نکا خلاصہ بھی آیۃ مین اللہ تعالی نے یون فرمادیا کہ دین اسلام مین آسمان خالق اور بادشاہ

منزل ۲

حقیقی کی اطاعت ہے جسنے زمین و آسمان پیدا کیا ہے اور دنیا کی عارضی مالکون کے ہلاکت کے بعد پھر اُس کا ملک اسی کے حوالہ میں رہے گا اور بت پرستی وہ طریقہ ہے جس میں خدا کی ناخوشنودی سے ضرر یقینی ہونا تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی بہت سی قومیں اللہ تعالیٰ کی ناخوشنودی کے سبب سے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئیں اور پتھر وں سے نفع کی توقع کسی عقلمند کا کام نہیں ہے اسلئے یہ توقع خلاف عقل ہے علاوہ اسکے جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور سب ملک اوسی کا ہے تو پھر ان مشرکوں نے بتوں کو کونسے استحقاق سے اپنا معبود قرار دیا ہے یہ ان سے پوچھا جاوے بعض مفسرین نے کہا ہے کہ صور کے معنے یہاں صورتوں کے ہیں اور معنے آیۃ کے یوں بتلاتے ہیں کہ جب صورتوں میں روح پھونکی جاویگی مگر یہ معنے صحیح حدیثوں کے مخالف ہیں اصلی معنے صور کے وہی نرسنگے کے ہیں جس کی صراحت صحیح احادیث میں آچکی ہے کہ حضرت اسرافیل اسکو مونہہ میں لئے کھڑے اور ہر وقت اسکے پھونکنے کے حکم کے منتظر ہیں چنانچہ ابوداؤد ترمذی اور صحیح ابن حبان کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی صور کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور ابن حبان کی سند بھی صحیح ہے اس سے اوپر کی آیۃ وذر الذین اتخذوا دینہم لہوا ولعبا کو اگرچہ بعض علما نے آیۃ جہاد سے منسوخ کہا ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ اس طرح کی درگذر کی آیتوں کیلئے ایک مدت مقرر تھی جس مدت کا حکم اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا تھا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ وہ امر الٰہی یعنی جہاد کا حکم جب آیا تو سب درگذر کی آیتوں کی مدت پوری ہو گئی غرض یہ سب آیتیں منقضی المدت ہیں منسوخ نہیں ہیں اور منسوخ آیۃ اور منقضی المدت آیۃ میں بڑا فرق ہے منسوخ پر عمل بالکل منع ہو جاتا ہے اور منقضی المدت آیۃ پر عمل اسوقت تک ناجائز نہیں جبتک وہ سبب نہ پایا جاوے جس سبب کی ضرورت سے وہ مدت قرار دی گئی تھی حاصل یہ ہے کہ جس زمانہ میں وہ سبب پایا جاویگا پھر سبب کے زمانہ تک درگذر کی آیتوں کے موافق عمل کرنا ضرور ہے مثلاً اب کسی شہر یا ملک میں مسلمانوں کی حالت اسی طرح ضعیف ہو جاوے جس طرح ہجرت سے پہلے اسوقت کے مسلمانوں کی حالت مکہ میں تھی تو زمانہ ضعف تک وہی درگذر کا عمل حال کے مسلمانوں کے لیے واجب اور ضروری ہے رمضان کے روزے حج زکوۃ یہ سب چیزیں ہجرت کے بعد مدینہ میں فرض ہوئی ہیں اس لئے ان مکی آیتوں میں فقط نماز کا ذکر فرمایا کیونکہ نماز مکہ میں معراج کی رات فرض ہوئی ہے۔ آگے فرمایا کہ اُس صاحب قدرت کے فقط ایک کن کے کلمہ کے فرمانے سے جس طرح یہ سب کچھ پیدا ہو گیا جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اسی طرح وقت مقررہ پر اسکے حکم سے فوراً قیامت قائم ہو جاوے گی اور نیک و بد سب اُسکے روبرو حاضر ہو جاوینگے۔ وہ ایسا صاحب تدبیر اور خبردار ہے کہ اوسکا کوئی کام بے فائدہ کھیل تماشے کے طور پر نہیں ہے اسلئے اسنے نیک و بد کے نتیجہ کے لئے دنیا کو پیدا کیا ہے اور اس نتیجہ کے دن کا نام قیامت ہے اور قیامت کے آنے کی خبر جو قرآن میں دی گئی ہے وہ ایسی برحق ہے کہ دنیا کے انتظام پر غور کرنے کے بعد کوئی عقلمند اسکا انکار نہیں کر سکتا کیونکہ جس کی عقل ٹھکانے ہے نہ وہ خود کوئی بے ٹھکانے کام کرتا ہے

منزل ۲

نہ وہ اللہ تعالی کی شان میں ایسا کلمہ منہ سے نکال سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے دنیا کو بغیر کسی نتیجہ کے کھیل تماشے کے طور پر پیدا کیا ہے
صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رض کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد
اللہ تعالی فرماویگا آج وہ لوگ کہاں گئے جنکو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعوی تھا پھر فرماویگا اصل
بادشاہت اللہ کی ذات کے لئے ہی زیبا ہے وله الملك يوم ينفخ في الصور کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جسکا مطلب یہ ہے
کہ دنیا مین تو عارضی طور پر لوگ اپنی بادشاہت اور حکومت کا دعوی بھی کرتے ہین مگر اس دن سوا اللہ کی ذات کے
اور کوئی نہ ہوگا۔ عالم الغيب والشهادة - اسکا مطلب یہ ہے کہ سزا و جزا کے وقت کوئی ظاہری یا باطنی عمل اس سے چھپا نہ رہیگا

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ آزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً إِنِّي أَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝
اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آذر کو کہ تو کیا پکڑتا ہے مورتوں کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم صریح بہکے ہوئے

وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ
اور اسی طرح ہم دکھلانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تاکہ اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری

عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ
آئی اسپر رات دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہیں آتے چھپنے والے پھر جب دیکھا چاند چمکتا

بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝
بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا کہ اگر راہ نہ دکھاوے مجکو میرا رب تو بیشک میں رہون بہکتے لوگون میں

فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا
پھر جب دیکھا سورج جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ رب سب سے بڑا پھر جب غائب ہوا بولا اے قوم مین بیزار ہون ان سے جنکو

تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝
تم شریک کرتے ہو مینے اپنا منہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان و زمین ایک طرف کا ہو کر اور میں نہیں شریک کرنے والا

مکہ کے مشرک لوگ اپنے آپکو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے اسواسطے اللہ تعالی نے ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ ذکر فرما کر ان لوگون
کو یون قائل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو بت پرستی سے جس قدر بیزار تھے اسکا حال ان لوگون کو اس قصہ سے معلوم ہوگا
پھر یہ لوگ بت پرستی مین گرفتار رہ کر اپنے آپکو ملت ابراہیمی پر کیونکر تبلا سکتے ہیں۔ اس میں سلف کا اختلاف ہے کہ
کہ ابراہیم علیہ السلام نے پہلے چمکدار تارے مشتری یا زہرہ کو اور پھر چاند سورج کو دیکھکر ہذا ربی جو کہا یہ قول انکا اوس
بچپنے کے زمانہ کا ہے جبوقت تک انکو توحید اور احکام شرع معلوم نہ تھے یا بڑی عمر مین اپنے باپ اور قوم کے
لوگون کو قائل کرنے کے لیے اونھون نے یہ بات کہی تھی۔ جو مفسر اس قول کو ابراہیم علیہ السلام کے بچہ پنے کے زمانہ
کا قول قرار دیتے ہیں انکے نزدیک اس قول کا جو قصہ ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش

منزل ۲

ایسے سال اسوقت کے نجومیون نے نمرود بن کنعان ملک عراق کے بادشاہ سے یہ کہا تھا کہ اس سال ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جسکے سبب سے سلطنت نمرودی کو بڑا صدمہ پہونچے گا۔ یہ خبر سنکر اگرچہ نمرود نے اس سال جو لڑکے پیدا ہون اُنکے قتل کا بڑا انتظام کیا لیکن اللہ تعالی کے انتظام کے آگے نہ انتظام نمرودی چل سکتا ہے نہ انتظام فرعونی آخر حضرت ابراہیم پیدا ہوئے ہان انتظام نمرودی کے خوف سے اتنا ہوا کہ حضرت ابراہیم ایک تہ خانہ مین پیدا ہوئے اور چند سال کی عمر تک اُنکو اوسی تہ خانہ مین رکھا گیا۔ جب حضرت ابراہیم کو اُس تہ خانہ سے باہر نکالا اور پہلے پہل اونھون نے تارون اور چاند سورج کو دیکھا تو اوسی وقت کی اونکی یہ باتین ہین جنکا ذکر ان آیتون مین ہے لیکن اکثر سلف کا قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی عمر مین اپنے باپ اور تمام قوم کے الزام دینے کے لئے یہ باتین منہہ سے نکالی ہین کیونکہ بچہ پنے مین بھی سوا اللہ تعالی کے ہذا ربی کا لفظ دوسرے کی شان مین نبی کی زبان سے ہرگز نہیں نکل سکتا کنعانی قوم ستارہ پرست لوگ تھے ستارون کی پرستش کی غرض سے ان لوگون نے ستارون کی مورتین زمین پر بھی بنا رکھی تھین جنکی پوجا یہ لوگ کیا کرتے تھے اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم کے روبرو بت پرستی اور ستارہ پرستی دونو باتون کی مذمت بیان کی۔ صحیح قول یہی ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کے باپ کا نام ہے اور تارخ ان ہی آزر کا لقب ہے۔ ملکوت کے معنے ملک کے ہین ملک کے آخر مین (ت) مبالغہ کے لئے بڑہائی گئی ہے ملکوت السموات سے مقصد سورج چاند اور تارے ہین اور ملکوت الارض سے مقصد پہاڑ پیڑ اور دریا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سمجھ دی کہ وہ ان چیزون کو دیکھکر اللہ تعالی کی قدرت کے یقین مین ترقی حاصل کرین۔ حنیف کے معنے ایک طرف کو مائل ہونا حاصل مطلب یہ ہے کہ قوم کی ستارہ پرستی اور بت پرستی کے شرک کو چھوڑکر مین تو توحید اور اللہ کی عبادت کی طرف مائل ہوا کیونکہ جسنے آسمان زمین سب کچھ پیدا کیا تعظیم کے قابل وہی ہے اُسکی تعظیم مین کسی کو شریک ٹھہرنے کا کوئی حق نہین ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی شفاعت کی بڑی حدیث کا ذکر ایک جگہ گذر چکا ہے جسمین یہ ہے کہ جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بھی توحید ہوگی وہ آخر کو دوزخ سے نکلکر جنت مین جاویگا۔ معتبر سند سے ابن ماجہ اور صحیح ابن خزیمہ مین ابوہریرہ رض سے حدیث قدسی کی روایت ہے جس مین اللہ تعالی نے فرمایا مشرک کا کوئی نیک عمل اللہ کی بارگاہ مین مقبول نہیں۔ یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید ذرہ برابر بھی قیامت کے دن فائدہ کی چیز ہے اور شرک ذرہ برابر بھی اُس دن ضرر پہونچانے کی چیز ہے۔

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ ۚ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ ۚ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَن يَشَاءَ

اور اس سے جھگڑے اسکی قوم بولا تم مجھسے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجکو سمجھا چکا اور مین ڈرتا نہین انسے جنکو شریک ٹھہراتے ہو مگر یہ کہ میرا

منزل ۲

رَبِّىْ شَيْـًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ

رب کچھہ چاہے سمائی ہے میرے رب کے علم مین سب چیز کو کیا تم دھیان نہیں کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمہارے شریکون سے اور تم نہیں

اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

کہ شریک ٹھہراتے ہو اللہ کے ساتھہ جسپر نہیں اُتاری اُسنے تمکو کچھہ سند اب دونون فریق مین کسکو چاہیئے خاطر جمع اگر سمجھہ رکھتے ہو

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کے روبرو ستارہ پرستی اور بت پرستی کی مذمت کی تو ان لوگون کو یہ بات بری لگی اور اون لوگون نے اس بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنا شروع کیا کیونکہ اُن ستارہ پرست بت پرستون کا یہ اعتقاد ہے کہ جسطرح انسان مین جسم اور روح دو چیزین ہین اسی طرح زحل مشتری مریخ عطارد زہرہ سورج چاند مین بھی روح اور جسم دو چیزین ہین تمام دنیا کا انتظام ان ہی روحون کی تدبیر سے اللہ تعالی کے حکم کے موافق چلتا ہے لیکن ہم لوگون کی رسائی ان روحون تک نہین ہے اسلئے ان ستارون کی مورتین بناکر اون روحون سے مدد لینے کے لئے ان مورتون کی ہم تعظیم اور پوجا کرتے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگون کے اس اعتقاد کو یون غلط ٹھہرایا کہ جسنے آسمان اور زمین سب کچھہ پیدا کیا ہے تمام دنیا کا انتظام بھی اسی کے اختیار مین ہے ستارونکی روحون کو آسمان پر اپنا اختیار بھی نہیں کہ وہ ستارون کو روز کے طلوع غروب کے تغیر سے بچالیوین تو پھر اون روحون سے تمام دنیا کا انتظام کیونکر متعلق ہو سکتا ہے اور وہ روحین زمین پر ستارہ پرستون کی کیا مدد کر سکتی ہین اسپر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان لوگون نے یہ سمجھایا کہ باپ دادا کے دین کو چھوڑنا اچھا نہین اور حضرت ابراہیم کو ان لوگون نے اس فہمائش مین یون ڈرایا کہ تم جو ہمارے ٹھاکرون کی مذمت کرتے ہو تو کیا عجب ہے کہ اسکے بدلہ مین ہمارا کوئی ٹھاکر تمکو کچھہ صدمہ پہونچا دیوے ۔ ان لوگون کی ان باتون کا جواب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیا جسکا ذکر ان آیتون مین ہے حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اے لوگو اللہ تعالی نے غیب سے مجھکو جن باتون کی ہدایت کی ہے اون کے چھوڑ دینے مین تم لوگ مجھہ سے جھگڑتے اور اپنے ٹھاکرون سے مجھکو ڈراتے ہو تو مین تمہارے ٹھاکرون سے کچھہ نہیں ڈرتا کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ جبتک میرا اللہ مجھکو کوئی نقصان پہونچانا نہ چاہے اوسوقت تک تمہارے ٹھاکر میرا کچھہ نہین بگاڑ سکتے اور اگر تم لوگ ذرا دھیان کرو تو تمہاری سمجھہ مین یہ بات خود آسکتی ہے کہ جس اللہ نے اپنے علم اور ارادہ کے موافق یہ سارا جہان پیدا کیا اوسکا علم کیسا وسیع ہے پھر اُس اللہ نے اپنے علم غیب کے موافق جو باتین میرے دل مین ڈالی ہین وہ اچھی ہین یا تمہاری بے ٹھکانے باتین اچھی ہین کہ سارے جہان کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر پتھر کی مورتون کو تم نے اپنا معبود بنا لیا ہے غرض مین تو ان پتھر کی مورتون سے کیون ڈرنے لگا اصل ڈر تو تمکو چاہیئے کہ تم اللہ کی تعظیم مین دوسرون کو شریک کیا کرتے ہو کیا تمکو معلوم نہیں کہ نوح علیہ السلام سے لیکر اب تک اللہ کی تعظیم کرنے والے لوگ عذاب آسمانی سے کس طرح امن امان مین رہے ہین اور اللہ کی تعظیم مین فرق ڈالنے والو

آخر کیا گت ہوئی اور وقت پڑے پر انکے بتوں نے کبہی بہی اونکی مدد نہ کی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت آسمانی کی مثال مینہ کی اور اچہے برے لوگون کی مثال اچہی بری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث ان آیتون کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کنعانی قوم کے لوگ بری زمین کی طرح علم الٰہی مین سہر چکے تھے اسلئے انکے دل پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس نصیحت کا کچہہ اثر نہین ہوا بلکہ انکے حق مین یہ نصیحت ایسی ہی رائگان گئی جس طرح بری زمین مین مینہہ کا پانی رائگان جاتا ہے

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ○

جو لوگ ایمان لاسے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچہہ تقصیر انہیں کو خاطرجمع اور وہی ہین راہ پائے

اس آیۃ مین ظلم کی تفسیر خود آنحضرت نے فرما دی ہے کہ ظلم سے مطلب یہان شرک ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ جب یہ آیۃ نازل ہوئی تو صحابہ نے ظلم کے معنے عام گناہ کے سمجہے اور صحابہ پر یہ آیت بہت شاق گذری اور انہون نے آنحضرت سے عرض کیا کہ جب امن اون ایمانداروں کو قیامت کے روز ملیگا جنہون نے اپنے ایمان مین گناہ کی امیزش نہ کی ہو تو ہم مین تو کوئی ایسا نہیں ہے جو گنہگار نہو آپنے فرمایا جو تم لوگون نے گمان کیا ہے آیۃ کا وہ مطلب نہین ہے بلکہ آیۃ مین ظلم سے مطلب شرک ہے کیا تم نے لقمان کا یہ قول نہیں سنا کہ سب سے بڑا ظلم شرک ہے غرض خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے حاصل معنے آیۃ کے یہ ہوسے کہ سوائے شرک کے کسیطرح کے گناہ کرکے کوئی شخص اگر بلا توبہ مرجاسے گا تو آخرکار قیامت مین یہ امن ملیگا کہ اسکی مغفرت کی توقع ہے یہ تفسیر تو متفق علیہ حدیث کی رو سے ہی اور بخاری کی روایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب صحابہ پر یہ آیۃ شاق گذری تو خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی اور آیۃ ان الشرک لظلم عظیم نازل فرمائی یہانتک تو خدا تعالیٰ نے اور رسول خدا نے ایک تفسیر جو اس آیۃ کی فرمائی تہی اسکا ذکر ہو چکا لیکن قول نبوی کے موافق ایک دوسری تفسیر کا ذکر کرنا بہی برکت سے خالی نہیں اسلئے آنحضرت نے دوسری تفسیر جو اس آیۃ کی فرمائی ہے وہ بہی ذکر کیجاتی ہے معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم اور مسند امام احمد مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے کہ ایک اعرابی اونٹ پر چڑہکر آتا تہا اور ہم چند صحابہ آنحضرت کیساتہہ مدینہ کے باہر کہین جا رہے تہے آپنے فرمایا شاید یہ اونٹ سوار ہم لوگون ہی کی تلاش مین آرہا ہے اتنے مین وہ اونٹ سوار پاس آیا اور اس نے کہا کہ مین جنگل کی طرف سے چلا آتا ہوا دور سے آیا ہون اور اللہ کے رسول کو ڈہونڈہتا ہون لوگون نے آنحضرت کو بتلایا اور اس نے آنحضرت سے کہا آنحضرت مجہکو اسلام سکہا دو آپنے ارکان اسلام اسکو سکہائے اتنے مین وہ سوار اونٹ سے الجہکر گرا اور اسکی گردن ٹوٹ گئی اور فوراً وہ مرگیا آپنے فرمایا جس وقت اس سوار کی جان نکلی مین نے دیکہا کہ فرشتے اسکے منہہ مین جنت کا میوہ دے رہے تہے وہ بیچ کہتا تہا کہ جنگل کے پتے کہا کر آتا ہون اور بہوکا ہون یہ کہکر پہر آپنے فرمایا ایسے لوگون کی شان مین یہ آیۃ اتری ہے پہلی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جس کے ایمان مین شرک کی آمیزش نہ ہو تو وہ گنہگار بہی بخشا جاویگا دوسری

منزل ۲

تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جسکے ایمان مین شرک کی آمیزش نہ ہو اسکو نیک عمل کرنے کا موقع نہ ملا تو صرف ایمان بھی اسکی بخشش کا موجب ہو سکتا ہے ابو سعید خدری کی شفاعت کی بڑی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین یہ ہے کہ ملائکہ انبیا اور نیک لوگون کی شفاعت کے بعد خود اللہ تعالی اپنی رحمت سے ایسے لوگونکو دوزخ سے نکالکر جنت مین داخل کریگا جنکے دل مین کسی قدر توحید تو تھی لیکن اونھون نے عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔ اس حدیث سے عبد اللہ بن عباس کی اوپر کی حدیث کی پوری تائید ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جواب میں فای الفریقین احق بالامن ان کنتم تعلمون مبہم طور پر کہا تھا اس لئے اللہ تعالے نے اسکو کھولکر فرمایا کہ دنیا مین سیدھے راستہ پر ہونا اور عقبے میں امن امان سے رہنا ونہین لوگون کے حصہ میں ہے جو ایماندار اور شرک سے بچے ہوئے ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے جابرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص سوائے اللہ تعالے کے دوسرے کو معبود جاننے کی حالت مین بغیر توبہ کے مرگیا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہے اور جو شخص اس حال میں مرا کہ اسکے اعمال نامہ مین شرک نہین ہے اگر ایسا شخص شرک کے سوا اور گناہون کی سزا بھگتنے کے لیئے دوزخ مین گیا بھی تو آخر کو ایسا شخص جنت میں جاوے گا۔ یہ حدیث اور ابو سعید خدری کی اوپر کی حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جس سے اہل توحید کے آخری درجہ تک کے اوس امن کا حال معلوم ہوا جو امن ان لوگون کو عقبے مین ملے گا۔

منزل ۲

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰي قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭاِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اور یہ ہماری دلیل ہو کہ دی ہمنے ابراہیم کو اسکی قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہیں جسکو چاہیں تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

اور اسکو بخشا ہمنے اسحق اور یعقوب سبکو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ہمنے ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں داود

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰي وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا

اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسی کو اور ہارون کو اور ہم یون بدلہ دیتے ہین نیک کام والونکو اور زکریا

وَيَحْيٰى وَعِيْسٰي وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ

اور یحیے اور عیسے اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں اور اسمعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو

وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ

اور سب کو ہمنے بزرگی دی سارے جہان والو پر اور بعضونکو اسکے باپ دادون میں اور اولاد میں اور بھائیون میں اور انکو ہمنے پسند کیا اور راہ

اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

سیدھی چلائی یہ اللہ کی ہدایت ہے اسپر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندون مین اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو البتہ

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ
ضائع ہوتا جو کیا تھا — وہ لوگ تھے جن کو دی ہمنے کتاب — اور شریعت اور نبوت — پھر اگر ان باتون
بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ○
کو نہ مانین یہ لوگ تو ہمنے — اونپر مقرر کئے ہین — وہ شخص کہ وہ نہین انسے منکر

اوپر کی آیتون میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو جن دلیلون سے قائل کیا اونہی کو فرمایا کہ وہ دلیلین الہام کے طور پر اللہ تعالی نے ابراہیم خلیل اللہ کے دل میں ڈالی تھین پھر فرمایا کہ اللہ تعالی نے جس طرح ابراہیم خلیل اللہ کا رتبہ بڑھایا کہ اونھون نے نمرود جیسے بادشاہ اور اپنے باپ اور قوم سب کو قائل کیا اسی طرح اے رسول اللہ کے اللہ اپنی حکمت اور اپنے علم سے جسکا چاہے مرتبہ بڑھا دیوے اُسکی حکمت اور علم کے آگے کسی کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گویا یہ تسلی فرمائی گئی ہے کہ اگرچہ یہ اہل مکہ اسلام کے کمزور کرنے کی تدبیرین کر رہے ہیں لیکن اللہ کی حکمت اور اُسکے علم کے آگے اُنکی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی اور آخر کار ہوگا وہی جو اللہ تعالی کی حکمت اور اُسکے علم کے موافق ہونے والا ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی سے لیکر فتح مکہ تک اللہ تعالی کو اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق جو کچھ منظور تھا وہ سب ہوگیا اور کسی مخالف اسلام کی کوئی تدبیر کارگر نہین ہوئی۔ اب آگے اللہ تعالی نے اپنے رسول کو سمجھایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کی مخالفت پر صبر کیا تو اللہ تعالی نے اُس صبر کے اجر میں اپنی حکمت کے موافق اُنکو ملک عراق سے نکالکر ملک شام میں پہونچایا اور وہان اُنکو ایسی اولاد اور اولاد الاولاد عنایت فرمائی جنکی نسل میں قیامت تک نبوت قائم رہے گی تم بھی اگر اپنی قوم کی مخالفت پر کچھ دنون صبر کروگے تو اُسکا انجام اچھا ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے اللہ تعالے نے اپنی حکمت سے جس طرح ابراہیم خلیل اللہ کو عراق سے شام پہونچا کر اُنکے صبر کا اجر دنیا میں دکھا دیا ہجرت کے بعد وہی انجام نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کا ہوا۔ طوفان کے بعد جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے دنیا کا سلسلہ قائم ہے اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے قیامت تک نبوت کا سلسلہ قائم ہے اسی واسطے قرآن شریف میں کئی جگہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کی اولاد کا ذکر ساتھ ہی ساتھ آیا ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ بن مسعود کا اور تفسیر ضحاک میں عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ الیاس اور ادریس ایک ہی نبی کا نام ہے لیکن اور علما نے اس قول پر یہہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالی نے ان آیتون میں الیاس کو حضرت نوح کی اولاد مین ذکر کیا ہے اور ادریس تو حضرت نوح کے دادا ان میں ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام سے ہزار برس پہلے نبی ہوئے ہیں پھر دونون نبی الیاس اور ادریس ایک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ الیسع انبیاء بنی اسرائیل مین سے ایک نبی کا نام ہے جو حضرت عیسے اور یحیٰی سے پہلے ہوئے ہین بعضے علما نے الیسع حضرت خضر کو قرار دیا ہے من اٰبائهم کی مثال جیسے مثلا حضرت ابراہیم اور اسحاق اخوانهم کی مثال

منزل ۲

جیسے حضرت موسے و ہارون اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کو نبوت کے لئے پسند کر کے انکو نبی بنایا ہے لیکن شرک ایسی
بری چیز ہے کہ بالفرض اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو انکی سب نیکیان اکارت ہو جاتین اور انکی نبوت کا کچھ پاس بارگاہ الٰہی مین
نہ ہوتا کیونکہ بارگاہ الٰہی مین خالص نیت کا نیک کام مقبول ہوتا ہے شرک کے میل جول کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں
مکہ کے مشرکون کو اس فرضی مثال سے یہ سمجھایا گیا ہے کہ جب شرک کی حالت مین انبیا کی نیکیان اکارت ہین تو شرک پر اڑے
رہنے کے بعد ان لوگون سے اگر کچھ نیکی ہوئی تو اسکا کیا ٹھکانا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگونکا ذکر نوح علیہ السلام سے لیکر آخر تک
ہوا یہ وہ لوگ ہین جنکو اللہ تعالےٰ نے شریعت اور نبوت عطا کی ہے جنکا ذکر قرآن مین ہے اگر یہ اہل مکہ ان باتون کے سنکر
منکر رہین گے تو اللہ تعالےٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق اور ایسے لوگ ٹھہرا رکھے ہین جو ان باتون کو اچھی طرح مان لیوین گے مکہ کے مشرک
لوگون نے اسلام کی مخالفت پر اور قرآن کے کلام الٰہی نہ ہونے پر جب کمر باندھ لی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسم حج
مین باہر کے لوگون کو قرآن شریف کی آیتین سنا کر انکو اسلام کی امداد پر آمادہ کیا کرتے تھے ایک سال اہل مدینہ مین سے
قبیلہ خزرج کے بارہ شخص حج کو آئے اور قرآن شریف کی آیتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت منی کی گھاٹی کے
پاس سنکر انھون نے اسلام کی اور اسلام کی امداد کی بیعت کی اسی کو عقبہ اولے کی بیعت کہتے ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ
مقام منے کے پہاڑ کی گھاٹی کی یہ پہلی بیعت ہے۔ منے مین عقبہ اُس گھاٹی کا نام ہے جہان شیطانون کو کنکریان مارتے
ہین اس سال کے بعد پھر اسی قبیلہ کے بہت سے لوگ حج کو آئے اور اسی گھاٹی مین پہلے بارہ شخصونکی طرح انھون نے
بھی بیعت کی اسکو ثانی بیعت کہتے ہین۔ اسی بیعت مین اسلام کے پھیلانے کی غرض سے بارہ چودھری مدینہ اور گرد
نواح مدینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کئے اور اسی بیعت کے بعد اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا جسکا مطلب
یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہین۔ صحیح بخاری و مسلم کی عبادہ بن الصامت کی حدیث مین اور بعضے صحابہ کی اور حدیثون
مین اس بیعت کا تذکرہ تفصیل وار ہے یہ حدیثین ان آیتون کی تفسیر ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیتون مین اللہ تعالےٰ
نے یہ جو فرمایا تھا کہ اگر یہ مکہ والے قرآن کو نہ مانین گے تو اللہ تعالیٰ قرآن کے ماننے والے اور لوگ کھڑے کر دے گا وہ لوگ یہی
انصار تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی عین مخالفت کے وقت اسلام کی امداد کے لئے کھڑا کر دیا جس سے اہل مکہ کی
مخالفت کی جڑ اوکھڑ گئی کیونکہ انمین کے بڑے بڑے مخالف تو بدر کی لڑائی مین مارے گئے اور پھر آخر کو تمام مکہ اسلام
کا تابع ہو گیا۔ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے ابوذر رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہین جنمین تین سو تیرہ اور بعضی روایتون مین تین سو پندرہ رسول ہین۔ ابن
حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ان نبیون مین سے قرآن شریف مین پچیس نبیون کا ذکر آیا ہے اٹھارہ کا ان
آیتون مین ہے باقی کے سات کا ذکر اور آیتون مین ہے جنکے نام یہ ہین۔ آدم۔ ادریس۔ شعیب۔ صالح۔ ہود۔ ذوالکفل
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نبیون کے نبی ہونے کا یقین شریعت مین تفصیلی طور پر ہے باقی کا بغیر نام کے مبہم طور پر ہے

منزل ۲

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ۝

وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل انکی راہ تو کہہ مین نہین مانگتا اسپر تمسے کچھہ مزدوری یہ تو محض نصیحت ہی جہان کے لوگون کو

اس آیۃ کے متعلق علماء اہل اصول کے دو مذہب ہیں ایک مذہب تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیائے سابق کی شریعت کے موافق عمل کرنے کا حکم ہے۔ جبتک کہ اس شریعت سابقہ کی منسوخی کا حکم شریعت محمدی مین نہ آجاوے اس مذہب کو ابن حاجب نے اختیار کیا ہے دوسرا مذہب یہ ہے کہ شریعت محمدی میں جبتک پچھلی کسی شریعت کے موافق حکم نہ آوے تو آنحضرت کو پچھلی شریعت کے موافق عمل کرنا ضرور نہیں ہے اور اس پچھلے مذہب کو علماء اصول نے زیادہ واضح ٹھرایا ہے اور اسی مذہب کی تائید قرآن شریف سے نکلتی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے دین محمدی کی نسبت فرمایا ہی لیظہرہ علی الدین کلہ یعنے دین محمدی کو اللہ تعالی نے سب دینون پر غالب کیا ہی پھر دین غالب کا نبی مغلوب دین کے مسئلہ پر اوسوقت تک کیونکر عمل کر سکتا ہے جبتک وہ دین مغلوب کا مسئلہ دین غالب کا مسئلہ نہ ٹھر جاوے صحیح بخاری ومسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب نبی گویا ایک باپ کی اولاد علاتی بھائی ہیں ماں ماین اونکی جدا جدا ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ مصلحت وقت کے موافق حلال وحرام کے احکام ہر ایک شریعت کے جدا جدا ہین لیکن اصل دین جو توحید ہے اوس مین سب ایک ہیں۔ یہ حدیث گویا آیۃ کی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب ٹھرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توحید مین تو انبیائے سابق کی چال چلنے کا حکم ہے رہے حلال وحرام کے احکام اون مین جہانتک شریعت محمدی اور پچھلی شریعتون میں مطابقت پائی جاوے گی وہان تک تو پچھلی شریعتون کے احکام کو حال کی مصلحت کے موافق قرار دیا جاکر انپر عمل کیا جانا عین شریعت محمدی کے کا عمل شمار کیا جاویگا ورنہ اس حدیث کے موافق یہ کہا جاویگا کہ دقیقہ مصلحت کے لحاظ سے پچھلی شریعت کا حکم جدا ہے اور شریعت محمدی کا حکم جدا ہے اس تفسیر کے بعد اہل اصول مین جو اختلاف تھا وہ بھی رفع ہو جاتا ہے اور آیۃ کی تفسیر بھی صحیح حدیث کے موافق ہو جاتی ہے مثال اس تفسیر کی یہ ہے کہ بنی اسرائیل مین سے جو لوگ مثلاً بچھڑا پوج کر مرتد ہو گئے تھے شریعت موسوی مین انکی توبہ قتل قرار پائی اب شریعت محمدی میں مرتد شخص کی توبہ بغیر قتل کے مقبول ہے اسلئے ہر وقت کی مصلحت کے موافق یہ دونو شریعتون کے حکم جدا جدا ہیں ایک شریعت مین دوسری شریعت کے موافق عمل نہین ہے۔ اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مکہ کے مشرکون سے کہدو کہ تم لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے جو بھاگتے ہو تو مین تم لوگون سے کچھہ اجرت اس نصیحت پر نہیں مانگتا جسکے بوجھہ سے تم گھبراتے ہو بلکہ بغیر معاوضہ اور اجرت کے یہ قرآن تو جن وانس سب کے حق مین ایک عام نصیحت ہے جو کوئی اسکو سنے گا اسکے دلپر اسکا اثر ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے سنہ ہجری سے پہلے تک اہل مکہ قرآن کی نصیحت کے سننے سے گھبراتے رہے تو انکے دل مین قرآن کی نصیحت کا اثر کچھہ نہین ہوا۔ ... یہ سلسلہ تو صلح حدیبیہ ہو کر خالد بن ولید اور عمرو بن العاص اور مکہ کے

منزل ٢

نامور اور روادار لوگون کی آمد و رفت مکہ سے مدینہ کو جب کھل گئی اور صلح کے سبب سے مشرکون اور اہل اسلام کی بات چیت اچھی طرح ہونے لگی جسمین قرآن کی نصیحت سنے بھی مشرکون کے کان کچھ آشنا ہو گئے تو تھوڑے سے ہی عرصہ میں اہل مکہ کی ایک بڑی جماعت تابع اسلام ہو گئی۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہ نسبت اور انبیا کے مجھکو قرآن ایک ایسا بڑا معجزہ دیا گیا ہے جسکے سبب سے قیامت کے دن میری امت کی تعداد اور انبیا کی امتون سے زیادہ ہوگی۔ قرآن کی نصیحت کے مفید ہونے اور قیامت تک اس نصیحت کے اثر کے باقی رہنے کی یہہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ اس حدیث میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا یہہ ایک معجزہ بھی ہے جسکا یہ ظہور سب کی آنکھون کے سامنے ہے کہ اس ضعف اسلام کے زمانہ مین بھی فقط قرآن کی نصیحت کے اثر سے ہر سال اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ مَنْ

اور اُنھون نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اوتارا نہین کسی انسان پر کچھ پوچھ تو کس نے

اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ

اتاری وہ کتاب جو موسی لایا روشنی اور ہدایت لوگون کے واسطے جسکو تم نے ورق ورق کر کے دکھا

تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ

اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اس مین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمھارے باپ دادے کہہ اللہ نے اتاری

ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ

پھر چھوڑ دے انکو بکبک مین کھیلا کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہمنے اوتاری برکت کی سچ بتاتی اپنے اگلے کو اور تا تو ڈرا دے

لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝

اصل بستی کو اور آس پاس والون کو اور جنکو یقین ہے آخرت کا اور وہ اسکو مانتے ہین اور وہ ہین اپنی نماز سے خبردار

منزل ۲

اس آیت کی شان نزول مین علمائے مفسرین کا بڑا اختلاف ہے بعضے مفسرین کا یہ قول ہے کہ یہ آیۃ مشرکین مکہ کے حق مین اوتری ہے کیونکہ وہ کسی بشر کی نبوت کے اور کسی بشر پر کلام الٰہی کے اوترنے کے قائل نہین تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کو نبی بھیجنا ہوتا تو آسمان سے کوئی فرشتہ آکر ہمکو اللہ کے احکام پہونچا جاتا لیکن اس شان نزول پر امام فخر الدین رازی اور اور مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ آیہ مشرکین مکہ کی شان مین نازل ہوتی تو آنکے مقابلہ میں حضرت موسے کی نبوت بطور الزام کے اس آیۃ مین کیون ذکر کیجاتی کس لئے کہ مشرکین مکہ تو حضرت موسے کو اور کسی نبی کو نہیں مانتے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ یہود کے حق مین یہ آیۃ اوتری ہے اون مفسرین پر یہہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ساری سورہ انعام مکی ہے اور یہود کا جھگڑا مدینہ مین آنحضرت کے آنے کے [illegible] شروع ہوا ہے پھر مکی آیۃ یہود کے حق مین

کیونکر نازل ہو سکتی ہے رفع اس اختلاف کا یہ ہے کہ یہود اور مشرکین مکہ کی حالت ملکر ایک مجموعی حالت پیدا ہوئی تھی جسپر یہ آیۃ اتری ہے مشرکین مکہ کی حالت تو یہ تھی کہ ہجرت سے پہلے اونھوں نے یہود کو اہل کتاب جانکر اون سے آنحضرت کا حال پوچھا تھا اونھوں نے دنیا کے لالچ سے یہ کہدیا کہ اس دین جدید سے تمہارا قدیم دین اچھا ہے اس سے مشرکین مکہ کا انکار زیادہ بڑھ گیا اور یہود کی حالت یہ تھی کہ مالک بن صیف یہودی نے آنحضرت سے بحث کرتے وقت ایک روز کل انبیا کی نبوت کا انکار کر دیا تھا اس لئے اس حالت مجموعی پر اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی آیۃ میں دونو فرقون کو قائل کیا گیا ہے مشرکین مکہ کو تو یون قائل کیا گیا ہے کہ جن یہود کے بھروسہ پر تمہارا انکار نبوت کی قبول کرنے مین بڑھا ہے وہ تو حضرت موسے کو نبی کہتے ہیں اور حضرت موسے بشر تھے پھر تم کہان سے کہتے ہو کہ کوئی بشر نبی نہین ہو سکتا اور مالک بن صیف یہودی نے باوجود یہودی ہونے کے غصہ مین سب انبیا کا جو انکار کر دیا تھا حضرت موسے کی نبوت سے اوسکا قائل کرنا تو ایک ظاہر بات ہے ابن جریر ابن ابی حاتم معالم التنزیل ان تینون تفسیرون کی روایات کو جمع کیا جاوے تو اس حالت مجموعی کے شان نزول ہونے کی پوری تصدیق نکل آتی ہے اور یہ سب اختلاف شان نزول کا رفع ہو جاتا ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے علم ازلی کے موافق دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے یہہ جان لیا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے کے بعد اس قدر مخلوق دوزخیون کے سے کام کر کے دوزخ میں جاویگی اور اس قدر مخلوق جنتیون کے سے کام کر کے جنت مین جاویگی لیکن اللہ تعالے نے اپنے انصاف سے لوگون کے دوزخ اور جنت مین جانیکا مدار اپنے اس علم ازلی پر نہیں رکھا بلکہ ہر ایک کا عذر پورا ہو جانے کے لئے دنیا کے پیدا کرنے کے بعد لوگونکی ہدایت کے واسطے انبیا بھیجے کتابیں نازل فرمائین باوجود اسکے جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے کسی بشر پر کوئی کتاب آسمانی نازل نہ کی یہ بڑے ناشکر ہیں کہ انھون نے اللہ تعالی کی اس نعمت کی کچھہ قدر نہین کی پھر فرمایا کہ ان یہود نے کتاب آسمانی کی ایک یہ بھی ناقدری کی کہ اصل پوری کتاب کو چھپا کر کچھ الگ ورقون پر توراۃ کو جابجا سے نقل کر لیا ہے اور ان ورقون میں جب چاہتے ہیں اپنی مرضی کے موافق تغیر تبدل کر دیتے ہیں پھر فرمایا کہ قرآن مین بعضی وہ باتین انکو بتلائی گئین ہیں کہ اب تک اہل کتاب مشرکون اور انکے بڑون کو معلوم نہ تھین مگر قرآن کو کتاب آسمانی نہ ماننے کے سبب سے یہ لوگ اون باتون کے جاننے سے محروم رہے پھر فرمایا کہ جب ان لوگون سے پوچھا جاویگا کہ موسے پر توراۃ کسنے نازل کی تو اسکا جواب یہی ہوگا کہ اللہ نے نازل کی پھر باوجود اسکے جو یہہ بکواس ہے کہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب آسمانی نازل نہیں فرمائی تو ایسے ہٹ دھرمی کرنے والون کو بجھو انکی طرح کھیل مین لگے رہنے دو وقت مقررہ آنے پر اسکا بھگت لیا جاویگا اب آگے فرمایا کہ جسطرح اللہ تعالے نے موسے پر توراۃ نازل فرمائی اسی طرح اسے نبی آخر الزمان تم پر اللہ تعالی نے قرآن نازل فرمایا ہے جس سے قیامت تک لوگ نفع اوٹھاوینگے اور وہ قرآن ایسا ہے کہ توحید الٰہی نیکون کی جزا بدون کی سزا کے بیان کرنے میں پچھلی کتابون کی

صداقت کرتا ہے اے نبی آخر الزمان یہ قرآن اللہ تعالی نے تم پر اس لئے نازل فرمایا ہے کہ تم مکہ اور نواح مکہ کے رہنے والے
بے راہ لوگون کو عذاب الٰہی سے ڈراکر نیک راستہ پر لاؤ جو لوگ مرنے کے بعد پھر جینے اور سزا و جزا کے منکر ہین اونکا حال
تو اوپر گذر چکا کہ وہ کسی بشر پر کتاب آسمانی کے نازل ہونے کو نہین مانتے ہان جو لوگ دنیا کے انتظام آلہی پر غور کر کے
یہ سمجھ گئے ہیں کہ دنیا کا اتنا بڑا انتظام بغیر کسی نتیجہ کے بے ٹھکانے نہین ہے بلکہ اس انتظام کا نتیجہ وہی ہے جسکی خبر اللہ کے
رسول نے دی ہے کہ دنیا کے تمام نیک و بد کا ایک دن بدلہ ملنے والا ہے وہ اس قرآن کی نصیحتون کا یقین کرین گے
اور نماز کا جو اونکو حکم ہوا ہے اسکے پورے پابند رہین گے۔ مکہ کے قیام تک فقط نماز فرض تھی اس لئے اس مکی سورہ
مین فقط نماز کا ذکر فرمایا سلف مین سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس مکی سورہ مین یہ آیۃ مدنی ہے وہ یہ کہتے
ہین کہ شریعت مین نماز ایک بڑی چیز ہے اس لئے یہان فقط نماز کا ذکر فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی
اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ اور سب اچھے
برے لوگون کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے اسی طرح صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث
گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہ قرآن ایک ایسا معجزہ مجھکو دیا ہے جسکے سبب سے
میری امت کی تعداد قیامت کے دن اور امتون سے بڑھ جاویگی۔ یہ دونون حدیثین ان دونون آیتون کی تفسیر ہین
جنسے معلوم ہوتا ہے کہ قریش مین جو لوگ بری زمین کی طرح ازلی بد تھے اونکے دل پر قرآن کی نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ
وہ یہی کہتے رہے بدر کی لڑائی مین مارے گئے کہ یہ قرآن کلام آلہی نہین ہے کیونکہ اللہ نے کسی بشر پر کوئی کتاب آسمانی
نازل نہین فرمائی ہان جو لوگ اچھی زمین کی طرح ازلی نیک تھے اونکے دل پر قرآن کے نازل ہونے کے زمانہ مین بھی اثر
ہوا اور قیامت تک اثر ہو کر اس قدر لوگ تابع اسلام ہونگے کہ جسکے سبب سے قیامت کے دن نبی آخر الزمان صلی اللہ
علیہ وسلم کی امت کی تعداد اور امتون سے بڑھ جاویگی اسی واسطے ان آیتون مین قرآن کو برکت کی کتاب فرمایا کیونکہ
برکت کی چیز وہ ہے جو ہمیشہ بڑھتی رہے اور یہی بات قرآن کی نصیحت مین اس صحیح حدیث سے پائی جاتی ہے۔

منزل ۲

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ
اور اس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجھکو وحی آئی اور اسکو وحی کچھ نہین آئی اور

قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ ۗ
جو کہے مین اتارتا ہون برابر اسکے جو اللہ نے اتارا

اوپر کی آیۃ مین اون لوگون کا ذکر تھا جو باوجود معجزون کے دیکھنے اور کلام آلہی کے اوترنے کے آنحضرت کو نبی نہین
مانتے تھے اسکے قریب قریب وہ لوگ ہین جو بغیر معجزہ اور بغیر شہادۃ کلام آلہی کے اپنے آپکو نبی مشہور کرتے تھے
جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جن دونون کے وحشی اور فیروز کے ہاتھ سے مارے جانے کا قصہ اوپر گذر چکا ہے

ان دونوں کے قریب قریب عبداللہ بن سرح کا قصہ ہے اس قسم کے وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں
کہ اللہ کا بیٹا ہے یا اللہ نے سانڈھ یا کان پھٹے جانور حرام کئے ہیں اس طرح کے سب لوگوں کی شان میں یہ آیۃ اللہ تعالی نے
نازل فرمائی ہے تفسیر ابن جریر اور تفسیر سدی میں جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل ابھی قدرے ہے
جو بیان کیا گیا لیکن اور علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اب بھی عقلی بات کو دین کی بات مشہور کرے وہ اس
حکم میں داخل ہے ترمذی ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا بغیر علم نقلی کے محض عقل سے قرآن کی تفسیر کے باب میں جو شخص کچھ کہویگا تو اسکو اپنا ٹھکانا دوزخ
میں ٹھہرا لینا چاہیئے۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی سہل بن عبداللہ کو اگرچہ بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن
ابن معین نے اسکو معتبر قرار دیا ہے۔ اس باب میں اور بھی روایتیں ہیں جنکے سبب سے ایک روایۃ کو دوسری روایۃ سے
تقویت ہو جاتی ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ شان نزول۔ ناسخ منسوخ۔ معنے آیۃ قرآنی یہ ایسی باتیں ہیں جنمیں محض
عقل سے مفسر کو کچھ نہیں کہنا چاہیئے بلکہ اسمیں تابعین تک کی روایۃ ضرور ہے۔ ہاں علم لغت اور صرف و نحو
میں اوس فن کی کتابوں کی مدد سے کوئی عقلی بات بھی ممکن ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رض سے روایۃ ہے
جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میرے ذمہ کوئی جھوٹی بات لگادے گا تو اسکا ٹھکانا دوزخ ہے
اس باب میں اور بھی صحیح حدیثیں ہیں یہ حدیثیں اس آیت کی تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی جن باتوں میں
عقل کو دخل نہیں ہے انکی تفسیر عقل سے کرنا یا جان بوجھکر حدیث کی غلط سلط روایۃ کرنا اسی طرح کے وبال کی
بات ہے جسطرح کی وبال کی باتوں کا آیۃ میں ذکر ہے۔ ان حدیثوں سے علمائے مفسرین کے اس قول کی پوری تائید
ہوتی ہے کہ عقلی بات کو دینی بات قرار دینے والا شخص اس آیۃ کے حکم میں داخل ہے۔ سورہ انفال میں آویگا کہ عبداللہ
بن سرح کی طرح قریش میں اور لوگ بھی تھے جو کہتے تھے لونشاء لقلنا مثل ہذا جن کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم بھی چاہیں
تو قرآن جیسا کلام بنا سکتے ہیں لیکن ان لوگوں کا یہ دعوا جھوٹا تھا کیونکہ اسوقت کے تاریخی قصوں سے معلوم ہوتا ہے
کہ باوجود تقاضے کے قرآن کے مانند ایک چھوٹی سی سورۃ بنا کر بھی یہ لوگ پیش نہ کر سکے۔ سورہ مدثر میں ولید بن مغیرہ
کا قصہ آویگا جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑا شاعر اور فصیح البیان جانکر ابوجہل وغیرہ نے اسکو قرآن کے مقابلہ میں کچھ
عبارت بنا کر پیش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تھا وہ قرآن کی چند آیتیں سنکر حیران
رہ گیا اور قرآن کے مقابلہ میں کچھ عبارت بنا کر نہ پیش کر سکا اور قرآن کو جادو بتلایا اس قسم کے اور بھی چند قصے ہیں
حاصل یہ ہے کہ قرآن کے لفظ وہی ہیں جنکو رات دن اہل مکہ بولتے تھے اسی خیال سے وہ لوگ لونشاء لقلنا مثل ہذا
کہدیتے تھے لیکن انہیں معمولی لفظوں میں طرز بیان قرآن شریف کا ایسا ہے جسکے مقابلہ سے وہ لوگ گھبرائے اور دین کی
لڑائی کے حکم سے پہلے اس طرز بیان کے اثر سے ان میں کے صدہا آدمی مسلمان ہو گئے کیونکہ طرز بیان کی خوبی کی باتیں

منزل ۲

اور غیب کی باتین قرآن میں سینکڑون ایسی ہیں جنکو سوا اللہ کے نہ کوئی جان سکتا تھا نہ کسی کے کلام مین وہ باتین لی جا سکتی تھین اس لئے اِن باتون کا اثر بھی اون لوگون کے دل پر زیادہ پڑتا تھا اور وہ یہ بھی سمجتے تھے کہ ان سب باتونکا مقابلہ ناممکن ہے اسواسطے بلاشک یہ قرآن کلام الٰہی ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت ظالم ہیں موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۝

آج تمکو بدلا ملے گی ذلت کی مار اسپر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹ باتین اور اسکی آیتون سے تکبر کرتے تھے

جن لوگون کو اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیۃ مین ظالم فرمایا وہ یا انکے سے عمل کرنے والے اور جو لوگ ہون انکے عذاب قبر اور عذاب حشر کا ذکر تو آگے آویگا اس آیۃ مین انکی موت کے وقت کی شدت اور سختی کا ذکر ہے حدیث کی کتابون مین اس شدت اور سختی کی تفصیل بہت صراحت سے صحیح بخاری مسلم ترمذی نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ انس ابوہریرہ رض وعبادہ بن صامت براء بن عازب کی روایتین ہیں مختصر طور پر جنکا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی مین جو لوگ لائق عذاب کے ہیں انکی قبض روح کے وقت بڑے ہیبت ناک صورت کے فرشتے آتے ہیں اور اس لائق عذاب شخص کی روح کو خبر سناتے ہیں کہ جسم سے الگ ہوتے ہی سخت عذاب قبر اسپر ہونے والا ہے اس عذاب کے خوف سے روح جسم میں جگہ جگہ چھپتی ہے اور فرشتے بڑی سختی سے اوس روح کو نکالتے ہین اور روح کے نکالتے وقت یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے ناپاک روح اللہ کے عذاب میں پھنسنے کے لئے جلدی نکل اور اوس شخص کے مونہہ اور پیٹھ پر طرح طرح کی بار مارتے ہیں جب اس خرابی سے روح نکلتی ہے تو ایک طرح کی بدبو روئے زمین پر پھیل جاتی ہے جس سے اون فرشتون کو جو اپنے کام کے لئے روئے زمین پر ہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی ناپاک روح کسی جسم سے جدا ہوئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس بدبو کا ذکر فرماتے وقت اپنی ناک پر کپڑا ڈھاک لیا کرتے تھے کیونکہ برکت نبوت کے سبب سے بدبو کے ذکر کے وقت اصلی بدبو آپکے دماغ مین اثر کرنے لگتی تھی اس روح کو فرشتے آسمان پر لیجانا چاہتے ہین لیکن آسمان کے دروازے نہین کھلتے اس بیان کے وقت آنحضرت یہ آیۃ پڑھا کرتے تھے لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر اونٹ سوئی کے ناکے مین گھس جائے تو گھس جائے مگر یہ نافرمان لوگ جنت مین جا سکتے ہیں نہ انکی روح کے لئے آسمان کے دروازے کھلسکتے ہیں الحاصل ناپاک روح کے لئے جب آسمان کے دروازے نہین کھلتے تو روح پھر جسم میں لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کا سوال قبر ہو کر قیامت کے قائم ہونے تک طرح طرح کے قبر کے عذاب مین وہ روح گرفتار رہتی ہے جسکی تفصیل عذاب قبر کے ذکر مین آویگی بعضے علما کا یہہ مذہب ہے کہ منکر نکیر صرف اہل قبلہ کی میت کے پاس آتے ہیں تاکہ خالص مسلمان اور منافق میں فرق پیدا ہو جاوے محض کافر کی میت

منزل ۲

پر منکر نکیر نہین آتے لیکن اور علمانے اکثر آیات اور احادیث سے اس مذہب کو غلط ثابت کیا ہے مسند امام احمد اور ابو داؤد
کی براء بن عازب کی صحیح روایۃ میں کافرون اور منافقون کی میت پر جبکہ منکر نکیر کے آنے اور سوال کرنے کا اور میت کے
لاعلمی کے جواب کا صراحت سے ذکر آچکا ہے تو یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اہل قبلہ غیر اہل قبلہ سب کی میت پر منکر نکیر
آتے اور سوال کرتے ہیں حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ اے رسول اللہ کے اب تو یہ لوگ طرح طرح کی باتین کرتے ہیں کوئی
غیرون کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے کوئی اپنے آپ کو نبی بتلاتا ہے لیکن عذاب قبر اور عذاب قیامت کے علاوہ ان لوگون کا جان
کنی کا وقت بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ اللہ کے فرشتے بڑی دست درازی سے ان کی جان قبض کرتے ہیں اور
یہ کہتے جاتے ہیں کہ اے نافرمان لوگو عذاب الٰہی میں گرفتار ہوجانے کے لئے جلد اپنی جانین ہمارے حوالہ کرد
کہ تم لوگ اللہ کی شان مین جھوٹی باتین جو کہا کرتے تھے اور قرآن کی آیتون کو بڑی نخوت سے پچھلے لوگون کی
کھانیان جو بتلایا کرتے تھے آج اوسکا خمیازہ بھگتنے کا دن ہے۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ

اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہمنے بنائے تھے پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہمنے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے

وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ

اور ہم دیکھتے نہین تمہارے سفارش والے جنکو تم بتاتے تھے کہ انکا تم میں ساجھا ہے ٹوٹ گئے تم آپس میں

منزل ۲

وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

اور جاتے رہے جو دعوے کرتے تھے

تفسیر ابن جریر مین عکرمہ سے روایۃ ہے کہ نضر بن حارث ایک شخص مشرک نے ایک روز کہا کہ مجھکو کیا پروا ہے
لات و منات خدا کے روبرو میری شفاعت کو کافی ہیں اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے
یہ ہیں کہ بت پرستون کے بت جنکو وہ اپنے حمایتی خیال کرتے ہیں اور مالدارون کا مال اولاد والون کی اولاد جس کے
پیچھے لوگ اپنی عمر صرف کرتے ہیں یہ سب یہیں دنیا میں چھوڑ جانے کی چیزین ہیں اللہ کے پاس ہر انسان ویسا ہی
اکیلا جانے والا ہے جس طرح اکیلا دنیا مین آیا تھا صحیح بخاری و مسلم مین حضرت انس رضی سے روایۃ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
قبر تک ہر انسان کے ساتھ تین چیزین جاتی ہیں اولاد مال اور عمل سو اولاد اور مال تو اوسکو قبر مین اکیلا چھوڑ کر
پلٹ آنے والی چیزین ہیں اکیلا عمل اوسکے ساتھ رہنے کی چیز ہے صحیح مسلم ترمذی اور نسائی میں عبد اللہ بن شخیر وغیرہ
سے روایۃ ہے کہ ہر آدمی آٹھ پہر میرا مال میرا مال جھینکتا رہتا ہے اوسکا مال کیا ہے کھایا سو گنوایا پہنا سو پھاڑا ہان جو اللہ
کے نام پر دیا سو رہا ترمذی اور مسند امام احمد اور دارمی میں حضرت انس اور زید بن ثابت سے روایۃ ہے کہ دنیا میں جو
شخص دین کے کام مین لگا رہتا ہے اوسکا دل دنیا سے غنی رہتا ہے اور بغیر کوشش کے بقدر ضرورت دنیا بھی

اُسکے ہاتھہ آتی ہے اور جو شخص بالکل دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہی وہ ہمیشہ پریشان حال رہتا ہے اور تقدیر سے زیادہ کچھہ اُسکو نہیں ملتا اسی مضمون کی ابو ہریرہ رض کی حدیث ترمذی مین ہے جسکو ترمذی نے حسن کہا ہے اور معقل بن یسار کی حدیث مستدرک حاکم مین ہے جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے غرض اس باب مین جو روایتین ہین اُنمین ایک کو دوسری سے تقویت ہو جاتی ہے ان حدیثون کا حاصل یہ ہے کہ دنیا سے کچھہ ساتھہ لیجانے کی چیز ہے تو نیک عمل ہے باقی دنیا مین پہنسے رہنے دین دنیا کی پریشانی کے سوا سب چھوڑ جانے کی چیزین ہین جنکو چھوڑ جانے سے پہلے چھوڑ دینا موجب نجات ہے حاصل کلام یہ ہے کہ نضر بن حارث جیسے لوگون کی زندگی کا دار و مدار دو ہی چیزون پر تھا ایک مال اور اولاد کی ترقی کی کوشش دوسرے بتون کی پوجا کرکے اُنکو قیامت کے دن اپنا سفارشی قرار دینا۔ انکی اس زندگی کو لاحاصل ٹھہرانے کے لئے اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مال اور اولاد تو قبر تک کے ساتھی ہین اور جن لوگون کے بہکانے سے اُنھون نے بتون کو اپنا سفارشی ٹھہرایا ہے قیامت کے دن وہ بہکانے والے انسے اس طرح کی بیزاری ظاہر کرین گے کہ ان بہکنے والون کو یہ تمنا کرنی پڑے گی کہ دنیا مین انکا دو بارہ جانا ہوتا تو یہہ بھی انسے ایسی بیزاری ظاہر کرتے۔ ان بہکانے والون اور بہکنے والون کی بیزاری کا ذکر سورہ بقر مین گذر چکا ہے علاوہ سورہ بقر کے یہ ذکر سورہ ابراہیم مین بھی آویگا جسمین شیطان بھی بہکنے والے لوگون سے اپنی بیزاری ظاہر کریگا۔ ناقابل اعتراض سند سے تفسیر قرطبی مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیث بن آدم کی اولاد حضرت آدم علیہ السلام کی قبر پر جاکر دعا اور قبر کی تعظیم کیا کرتے تھے یہ حال دیکھکر شیطان کے بہکانے سے قابیل بن آدم کی اولاد مین سے ایک شخص نے اپنی قوم کے لوگون سے کہا اگر تم کہو تو مین حضرت آدم کے نام کی ایک مورت بنا دیتا ہون تم لوگ گھر بیٹھے اُس مورت کی تعظیم کیا کرو۔ اولاد قابیل نے اس بات کو مان لیا اور یہ پہلی مورت تھی جو دنیا مین بنائی گئی اور رفتہ رفتہ اس مورت کی پوجا ہونے لگی ان بت پرستون کا اعتقاد یہ ہے کہ جن لوگون کی مورتون کو یہ پوجتے ہین وہ لوگ قیامت کے دن اللہ سے ان بت پرستون کی سفارش کرکے اونکو عذاب الٰہی سے بچا دینگے حضرت ادریس اسی قوم کی ہدایت اور اسی کی بت پرستی مٹانے کے لئے نبی ہو کر آئے لیکن ان لوگون نے حضرت ادریس کو جھٹلایا اور بت پرستی سے باز نہ آئے پھر اس قوم مین کے پانچ نیک شخص مر گئے جنکے نام۔ ود۔ سواع۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر تھے شیطان نے اس قوم کے دل مین یہ بات ڈالی کہ برکت کے لئے ان پانچون شخصونکی مورتین بنالی جاوین اب رفتہ رفتہ اُس پہلی مورت کے علاوہ ان پانچون مورتون کی بھی پوجا ہونے لگی حضرت نوح اسی بت پرستی کے مٹانے کے لئے نبی ہو کر آئے اور جب اُسوقت کے لوگون نے حضرت نوح کی نبوت کو نہ مانا تو طوفان آیا جس سے اوس زمانے کے سب بت پرست ہلاک ہو گئے۔ طوفان مین یہ پانچون بت بہ کر جدہ مین آگئے اور مٹی کے نیچے دب گئے۔ ایک عرصہ کے بعد شیطان کے بہکانے سے عمرو بن لحی مکہ کا ایک شخص ان بتون کو مکہ مین لایا اور یہان بھی بت پرستی پھیل گئی۔ سورہ مائدہ مین گذر چکا ہی کہ یہ عمرو بن لحی قبیلہ خزاعہ کا ایک سردار تھا اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ دین ابراہیمی کو اسی شخص نے بگاڑا۔ اور آنحضرت

منزل ۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دوزخ میں جلتے ہوئے دیکھا الغرض بت پرستی کے جاری کرنے میں شیطان اور انسان دونوں کی شرکت ہے اسلئے قیامت کے دن یہ دونوں بت پرست لوگوں سے اپنی بیزاری ظاہر کرینگے ان پانچ بتوں کے باب میں حضرت عبد اللہ ابن عباس کی روایۃ صحیح بخاری میں ہے جسکا ذکر سورہ نوح میں آئے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

یہ ہے اللہ پھر کہاں پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور رات بنائی آرام اور سورج اور چاند

حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا

حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے اور اسی نے بنادئے تمکو تارے کہ انسے راہ پاؤ

فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ○

اندھیروں میں جنگل اور دریا کی ہمنے کھول سنائے پتے ان لوگوں کو جو جانتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے توحید اور نبوت کا ذکر فرمایا تھا اب اس ڈیڑھ رکوع میں اون عجائبات موجودات دنیا کا ذکر فرمایا ہے جنکے پیدا کرنے میں وہ وحدہ لاشریک منفرد ہے مقصد ان موجودات کے ذکر فرمانے سے یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں دو سخت عیب جو تھے اسکی اصلاح ہو جائے بڑا عیب تو بت پرستی کا تھا اوسکی اصلاح موجودات پر غور کرنے سے یوں ہو سکتی ہے کہ دیکھنے میں تو وہ موجودات روزمرہ کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں لیکن ہر شے کے پیدا کرنے میں وہ قدرت اور حکمت ہے کہ جہان بھر کے بادشاہان اولوالعزم حکمائے اہل فطرت جمع ہو جاویں تو وہ قدرت اور حکمت نہیں حاصل ہو سکتی مثلاً علاوہ روایات شرعی کے عقل سے بھی یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ زمین پانی پر پھیلائی گئی ہے کیونکہ جہاں زمین کو کھودا جاتا ہے وہاں پانی نکلتا ہے اب اون بادشاہوں اولوالعزم سے جو ملک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو قبضہ میں لانے کے لئے اپنی اور اپنی فوج کی ہزارہا آدمیوں کی جانیں کھوتے ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے منفرد اپنی ذات سے پانی پر زمین بچھادی ہے۔ تم کئی بادشاہ ملکر اور اپنی اپنی فوج ساتھ لیکر سمندر پر زمین بچھادو کہ دنیا سے کئی حصہ زیادہ ملک کے بادشاہ بن جاؤگے یا انار کی یا آم کی کچھ گٹھلیاں پرانی سوکھی ہوئی لیکر دنیا بھر کے حکیموں سے پوچھا جائے کہ ان سب گٹھلیوں کا ایک سان سوکھی لکڑی کا مزہ ہے پھر ذرا عقل تو لگاؤ کہ ایک گٹھلی سے میٹھا انار اور آم اور دوسری سے کھٹا کیونکر پیدا ہوتا ہے ان دونوں سوالوں کے جواب میں دونوں فریق سوا حیران رہنے کے کچھ جواب نہ دینگے اس سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات میں سے کوئی فرد بشر اوس وحدہ لاشریک کی قدرت کا شریک نہیں پھر معبود بننے کا شریک کوئی کس استحقاق اور برتے پر بن سکتا ہے دوسرا عیب تھا کہ وہ مرکر پھر جینے کے حکم

کو جب سنتے تھے تو کبھی کہتے تھے ہذا شی عجیب اور کبھی کہتے تھے من یحی العظام وہی رمیم موجودات پر غور کرنے سے اس عجیب
کی اصلاح یون ہو سکتی ہے کہ جب منی جیسی رقیق چیز سے ایسی سخت ہڈیاں بنیں اور باوجود سرد تر مزاج منی کے اسطرح
مختلف مزاج کے پتلے اور جسم وحم جیسے تنگ جائے میں اسی منی سے بن چکے ہیں اور اندہیرے میں گھبرانے والی شی روح
تعلق اوس جسم کے ساتھ پیٹ کے اندر اندہیرے مین ہو چکا ہے تو زمین کی مٹی سے جیسین مردون کی مٹی مل چکی ہو جسکو
چاروں کیفیتوں گرم سرد تر اور خشک کا خمیر کہنا چاہیئے دوبارہ جسمون کا بنجانا اور کھلے روشن میدان مین روح کا تعلق
اون جسمون سے ہو جانا کیا ایسا مشکل ہے جسطرح پہلی دفعہ جسم کا بنا اور روح کا تعلق مشکل تھا نہیں نہیں ہرگز نہیں شیطان
نے آسمان سے اوتارے جانے کے وقت اللہ تعالے سے یہ کہا تھا لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا اور حضرت نوح کی
امت سے لیکر ابتک بت پرستی اور سب برے کام جو روے زمین پر ہوتے ہیں شیطان اور اسکے شیاطینون کے بہکانے سے
ہوتے ہیں اور برے کامون کے کرنے میں وہ شیطان کی اطاعت نکلتی ہے جو اچھے کامون کے کرنے میں خدا کو زیبا تھی
اسی واسطے ان آیات میں خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ جس خدا نے انکو پیدا کیا ہی اسکی عبادت میں لوگوں نے شیطانوں کو شریک
ٹھہرا رکھا ہے حاصل یہ ہے کہ زمین مین لوہے کی کوئی چیز دبائی جاوے تو وہ خاک ہو جاتی ہے یہ اللہ کی قدرت ہی کہ بجائے
خاک ہو جانے کے سوکھا دانا اور خشک گٹھلی بوئی جاکر پھر اون میں سے سبز پیڑ نکلتا ہے اور اوس پیڑ میں ایک دانہ
بہت سے اناج کے دانے اور گٹھلی سے بہت سے میوے کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ بے جان انڈے سے جاندار مرغی کا بچہ
پیدا ہوتا ہے اور جاندار مرغی کے پیٹ سے بیجان انڈا نکلتا ہے اللہ کی یہ قدرت دیکھکر جو لوگ اللہ کی تعظیم میں دوسرونکو
شریک کرتے ہیں اونکو فرمایا کہ وہ سیدھے راستے سے پھرے ہوئے ہیں یہ ایک اور اسکی قدرت کا نمونہ ہے کہ وہ قادر مطلق
رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر آسمان سے صبح کے اجالے کو نکالتا ہے تاکہ صبح کے اجالے مین ہر ایک آدمی اپنا کام دھندا کرے
اور دن بھر کے کام دھندے سے انسان تھک جاتا ہے اس لئے اوس خالق نے انسان کے آرام کے لئے رات کو پیدا کیا
تاکہ رات کو انسان آرام پاکر دوسرے دن پھر کام دھندے کے قابل ہو جاوے۔ سورج اور چاند کی منزلیں اور چال اس
زبردست صاحب قدرت اور صاحب علم نے اس حساب سے رکھے ہیں جس سے دن مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہی
جسپر دین کا نماز روزہ حج زکوۃ کا حساب اور دنیا کے بے گنتی معاملات کا حساب منحصر ہے جو لوگ دین کے کامون کا وقت
ٹھہرانے کا کام سورج اور چاند سے لیتے ہیں انکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے اچھے بندے فرمایا آسمان پر تارے
اسکی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہی جس سے جنگل اور دریا کی مسافر ونکو اندھیری رات مین سیدھا رستہ معلوم ہو جاتا ہی بخاری مین بغیر سند اور تفسیر
عبد بن حمید میں مع معتبر سند کے قتادہ کا قول ہی کہ تارے آسمان کی زینت شیطانونکی مار اور اندھیری رات میں مسافرونکو سیدھا رستہ معلوم
ہو جانیکی لئے پیدا ہوئے ہیں جس کسی نے سوا اسکی تارونسے اور کوئی کام لیا وہ غلطی پر ہے آخر کو فرمایا کہ یہ نشانیاں ان لوگونکی لئے ہیں جنمین کچھ ہوشیاری اور جنکو
کچھ سمجھ ہی جو لوگ رات دن غفلت کے پردے میں پھنسے ہوئے ہیں وہ ان نشانیونسے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتے اسی واسطے ایسے لوگ ان نشانیونکے پیدا کرنیوالے کی

منزل ۲

تعظیم کو چھوڑ کر اونکی تعظیم مین لگے ہوئے ہین صحیح بخاری میں زید بن خالد جہنی کی روایۃ سے حدیث قدسی ہے جسمین یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جو لوگ مینہہ کا برسنا اللہ کے فضل سے جانتے ہیں وہ ایماندار ہیں اور جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ تارون کی تاثیر سے مینہہ برسا کرتا ہے وہ کافر ہین۔ حاصل معنے حدیث کے یہ ہیں کہ جو لوگ تارون میں مستقل تاثیر مینہہ برسانے کی جانتے ہیں وہ مشرک ہین کیونکہ اللہ کی قدرت مین وہ تارون کو شریک ٹھہراتے ہیں ہان جو لوگ یہ کہتے ہین کہ تارون کی تاثیر کا یہ ایک تجربہ ہوا ہے کہ تارون کے خاص خاص طلوع وغروب کے وقت مینہہ برستا ہے وہ لوگ مشرک تو نہین مگر غلطی پر ضرور ہیں کیونکہ بارہا انکا تجربہ غلط ٹھہرتا ہے اسلئے سچے ایماندار وہی ہیں جو مینہہ کا برسنا اللہ کے فضل سے جانتے ہین اس باب میں اور بھی صحیح حدیثین ہیں ان صحیح حدیثون کے موافق قتادہ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ جس نے سوا ان تین باتون کے تارون سے اور کوئی کام لیا اور یہ اعتقاد رکھا کہ تارون مین اس کام کی مستقل تاثیر ہے تو وہ مشرک ہے ورنہ غلطی پر ہے سورہ والصافات مین آویگا کہ جب شیاطین غیب کی باتین سننے کو آسمان تک جا پونہچتے ہیں تو فرشتے تارون کی روشنی مین سے شعلے لیکر انکو مارتے ہیں قتادہ کے قول میں شیاطینون کی مار کا یہی مطلب ہے۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

اور اسنے تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہین تمکو ٹھیراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا ہمنے کھول سنائی ہوا اس

لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ

قوم کو جو بوجھتے ہیں اور اوسی نے اوتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہمنے اس سے اُگنے والی ہر چیز

فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِن طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ

پھر اس میں سے نکالی سبزہ جس سے نکالتے رہیں دانے جڑے ہوئے اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے لٹکتے ہیں

وَجَنَّاتٍ مِّنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ انظُرُوا إِلَىٰ ثَمَرِهِ إِذَا

اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس میں ملتے اور جدے دیکھو اسکا پھل جب

أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكُمْ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

پھل آتا ہے اور انکا پکنا اون چیزون مین سب پتے ہین یقین لانیوالونکو

منزل ۲

کہیں باغ سورج چاند تارے اوپر انسان کی ان ضرورت کی چیزون کے پیدا کرنے کا ذکر تھا اور آگے بھی اس قسم کی چیزون کا ذکر آویگا۔ اون چیزون کے ذکر کے بیچ میں یہ انسان کے پیدا کرنے کا ذکر اسلئے فرمایا کہ جو غافل لوگ اپنی ضرورت کی چیزون کی حالت پر غور کر کے اون چیزون کے پیدا کرنے والے کو نہ پہچان سکے وہ خود اپنی پیدائش کی حالت پر غور کر کے اپنے خالق کو پہچانین اور شرک سے باز آوین نفس واحد سے مقصود حضرت آدم ہیں کیونکہ بنی آدم کی پیدائش کا سلسلہ اونھی سے شروع ہوا ہے حضرت حوا حضرت آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین حضرت عیسے علیہ السلام

حضرت مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضرت مریم حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد الاولاد مین ہین غرض بنی آدم
مین سے کوئی شخص حضرت آدم کے سلسلہ سے باہر نہین ہے ترمذی ابو داؤد اور صحیح ابن حبان مین ابو موسی اشعری رض سے
روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے حضرت آدم کے پتلے کی مٹی تمام روئے زمین کی مٹی
کو ملاکر لی ہے اسواسطے انکی اولاد کے رنگ اور مزاج مختلف ہین ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ حدیث آیۃ
کے ٹکڑے وہو الذی انشاکم من نفس واحدۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے بنی آدم کے رنگ و روپ اور مزاجون کے مختلف ہونے
کا سبب سمجھ مین آتا ہے ترمذی مین ابو ہریرہ رض سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت آدم کو
پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالی نے حضرت آدم کی پشت سے اون روحون کو نکالا جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہین اور وہ
روحین حضرت آدم کو دکھا کر یہہ فرمایا کہ یہہ تمھاری وہ اولاد ہے جو سلسلہ بہ سلسلہ قیامت تک پیدا ہو گی ترمذی نے
اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین چند صحابہ سے روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہے کہ مان کے رحم مین
بچہ کا پتلا چار مہینے کے عرصہ مین بنکر تیار ہو جاتا ہے تو پھر اُس پتلے مین اللہ کے حکم سے روح پھونکی جاتی ہے یہہ حدیثین
بھی آیۃ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ روحین جسمون سے پہلے پیدا کیجا کر حضرت آدم کی پشت
مین رکھی گئین اور پھر وہ روحین حضرت آدم کی پشت سے نکالی جا کر حضرت آدم کو دکھلائی گئین اور تفسیر سدی کی
روایۃ کے موافق پھر وہ روحین حضرت آدم کی پشت مین سونپ دی گئین اور یہی سونپنے کی حالت پشت بہ پشت
جاری رکھی اسکے بعد چار مہینے کے عرصہ مین جب بچہ کا پتلا تیار ہو جاتا ہے تو اونہی سونپی ہوئی روحون مین سے ایک روح
اس پتلے مین پھونک دی جاتی ہے۔ قد افلح المومنون مین آویگا کہ نافرمان لوگ عذاب قبر سے تنگ آکر دنیا مین دوبارہ
آنے اور نیک عمل کرنے کی خواہش کرینگے تو اونکی یہ خواہش بارگاہ الٰہی مین منظور نہ ہو گی بلکہ اونکو یہ جواب ملے گا
کہ اب یہ خواہش بے فائدہ اور ناممکن ہے معتبر سند سے مسند امام احمد مین حضرت عائشہ اور براء بن عازب سے جو روایتین
ہین اونکا حاصل یہ ہے کہ نافرمان لوگ جب مرتے ہین تو فرشتے اونکا دوزخ کا ٹھکانا انکو دکھا کر یہ کہدیتے ہین کہ قیامت
کے دن تم لوگونکو اس ٹھکانے مین جانا پڑیگا اور پھر ایسے لوگونپر طرح طرح کا عذاب قبر شروع ہو جاتا ہے جو قیامت تک
باقی رہے گا۔ اس سے فرقہ آریہ کا آواگون کا مسئلہ غلط قرار پاتا ہے کیونکہ اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ بداعمال آدمیونکی
روحونکو دنیا مین حیوانونکی صورت دیجاتی ہے تاکہ اس تبدیل صورت سے وہ اپنے اعمال کی سزا بھگتین اور اوپر آیۃ اور
حدیثون کا جو مطلب بیان کیا گیا اسکے موافق روحون کا دوبارہ دنیا مین آنا ممکن نہین علاوہ اسکے اس آواگون کے مسئلہ
کو علماء اسلام نے عقلی طور پر یون غلط ٹھہرایا ہے کہ بہ نسبت انسان کے حیوانات کی زندگی بڑی بیفکری سے بسر ہوتی
ہے اسلئے گرفتار فکر جسم کی روح کو بے فکر جسم مین بدل دینا اور اوسکو سزا قرار دینا عقل سلیم کے برخلاف ہے بلکہ
آریہ لوگ اگر یون کہتے کہ مثلاً سانڈھ مرکر انسانی جون مین پھر دوبارہ پیدا ہوتے ہین تاکہ بے فکر زندگی کی سزا فکر مند

منزل ۲

زندگی میں بھگتی جاوے تو یہ صورت شاید کچھ سمجھ میں آجاتی لیکن پھر بھی آریہ لوگوں کا یہ کورا دعوا دلیل کا محتاج رہتا حاصل یہ ہی کہ اس اواگون کے مسئلہ کی بنیاد تو ایسی ضعیف ہے جس کا حال بیان کیا گیا باوجود اسکے فرقہ آریہ کا یہ اعتراض ہے کہ اسلام میں یہ مسئلہ نہیں ہے اسلئے صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کے کوئی معنے صحیح نہیں قرار پا سکتے کیونکہ بغیر اواگون کے مسئلہ کے صحیح ہونے کے اللہ کی مہربانی اور غصے کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا اہل اسلام نے اس اعتراض کا جواب دیا ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ خود اواگون کے مسئلہ کی بنیاد صحیح نہیں ہے پہلے کسی مضبوط دلیل سے اس مسئلہ کی صحیح بنیاد قائم کیجاوے پھر کچھ بات چیت کیجاوے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق مستقر سے مقصود عورت کا رحم ہے جہاں نطفہ قرار پا کر مدت مقررہ کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے اور مستودع سے مقصود مرد کی پشت ہے جہاں نطفہ فقط سپردگی کے طور پر رہتا ہے کچھ تبدل تغیر نطفہ میں وہاں نہیں ہوتا اب آخر آیۃ میں فرمایا کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں اون لوگوں کو مفید ہیں جو ان قدرت کی نشانیوں سے صاحب قدرت کے پہچاننے میں سمجھ دوڑاتے ہیں جو لوگ دہریہ فرقہ کی طرح ان قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے کے بعد بھی صاحب قدرت کی ہستی کے منکر ہیں یا اوسکی قدرت کے کارخانہ میں اوروں کو شریک کرتے ہیں اونکو ان نشانیوں سے کچھ فائدہ نہیں معتبر سند سے تفسیر ابن جریر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے جو روایتیں ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ مینہ برسنے سے پہلے اللہ تعالے کے حکم کے موافق ہوا آسمان پر کے دریاؤں میں سے پانی اوٹھاتی ہے اور پھر وہ پانی بادلوں میں پہونچاتی ہے اوسی پانی سے مینہ برستا ہے یہ عبد اللہ بن مسعود کا قول گویا آیۃ کے ٹکڑے وہو الذی انزل من السماء ماء کی تفسیر ہے اس سے حکما کا یہ قول غلط قرار پاتا ہے کہ دھوپ کی گرمی سے زمین پر کے دریاؤں کی بھاپ اوپر جاتی ہے اور ہوا کی سردی سے کثیف ہو جسمیں زیادہ کثافت ہوتی ہے وہ جم کر اوسکا ابر بنجاتا ہے اور جسمیں کم کثافت ہوتی ہے وہ قطرہ قطرہ ہو کر زمین پر ٹپکتی ہے اسی کا نام مینہ ہے اب آگے فرمایا کہ اس مینہ کے پانی سے طرح طرح کا اناج اور میوہ انسان کی ضرورت کے لیے اور چارہ جانوروں کے لیے یہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ گیہوں اور جو کی بالیں مکئی اور جوار کے بھٹے بھی قدرت کا ایک نمونہ ہیں کہ اونمیں اوپر تلے کس خوبصورتی اور حکمت سے دانے جڑے ہوئے ہوتے ہیں اسی طرح کھجور کے گچھے اوسکا گابھا انگور کے خوشے زیتون انار یہ سب اوسکی قدرت کے نمونے ہیں کہ لکڑی ہی سے یہ پھل کیونکر پیدا ہوتے اور پکتے ہیں لیکن یہ قدرت کی نشانیاں اونہیں لوگوں کے لئے ہیں جن کو اللہ کی قدرت کے کارخانوں کا یقین ہے طبیعات والوں کی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ طبیعت کی خاصیت سے ہوجاتا ہے قدرت الٰہی کو اوسمیں کچھ دخل نہیں اونکو ان قدرت کی نشانیوں سے کچھ فائدہ نہیں مگر طبیعات والوں کی یہ غلطی ہے کہ جو وہ ایسی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ کے کارخانہ قدرت میں طبیعت کی خاصیت کے برخلاف بھی بہت سی چیزیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ طبیعتیں بھی کسی کی پیدا کی ہوئی ہیں جسکے حکم کے وہ تابع ہیں اور وہ جب اور جس موقع پر چاہتا ہے کسی طبیعت

منزل ۲

ہے اس طبیعت کی خاصیت کے برخلاف کام لیتا ہے چنانچہ زمین کی طبعی خاصیت یہ ہی کہ جو چیز اُسمین دبائی جاوے وہ آخر کو خاک ہوجاتی ہی لیکن اناج کے بیج اور میوے کی گٹھلی مین اُس قادر مطلق نے طبعی خاصیت کے برخلاف زمین سے جو کام لیا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اسی طرح سورج کی طبعی خاصیت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو خشک کرتا ہے لیکن اوس قادر مطلق نے مثلاً گیہون اور جو مین تو سورج کی طبعی خاصیت کیموافق سورج سے کام لیا اور انگور آم میں طبعی خاصیت کے برخلاف سورج سے کام لیا گیا کہ بجائے انگور اور آم کے سوکھا دینے کے سورج کی حرارت نے ان چیزون کو اور اولٹا تر و تازہ کر دیا کچے انگور اور آم کی کچی کیری کی جو حالت تھی پکنے کے بعد جو انکی حالت ہے وہ سب کی آنکھون کے سامنے ہے علاوہ اسکے طبیعت کوئی ذی شعور چیز نہین ہے جو مثلاً گیہونکی بالونمین اسطرح خوبصورتی سے دانہ جڑے پانی کی ایک طبعی خاصیت مین یہ شعور کہان ہے کہ کسی آم کے دانہ کو میٹھا کر دے اور کسی کو کھٹا۔ غرض طبیعات والے طرح طرح کی طبعی خاصیتین دریافت کر کے اللہ کی قدرت کا انکار نہین کر سکتے بلکہ انکو اُسکی قدرت کا زیادہ یقین کرنا چاہیے کہ جسنے طرح طرح کی طبعی خاصیتین پیدا کین اور جسطرح چاہا اون خاصیتون سے کام لیا پابند طبیعات دہری لوگ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمنے اللہ تعالی کو آنکھ سے نہین دیکھا اس لئے بغیر دیکھے ہم اُسکی ہستی کا اقرار نہین کر سکتے اسکا جواب علمائے پابند شریعت نے یہ دیا ہی کہ اُن لوگون نے روح اور عقل کو بھی آنکھ سے نہین دیکھا فقط آثار روحانی او عقلی سے یہ لوگ روح اور عقل کی ہستی کے قائل ہین

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

اور جب ٹہیراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اُسنے انکو بنایا تراشتے ہیں اُسکے واسطے بیٹے اور بیٹیان بن سمجھے اور وہ اس لائق نہین اور

منزل ۲

دنیا میں بت پرستی جس طرح شیطان کے بہکانے سے پہیلی ہے اوسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بت پرستی کا شرک شیطان نے ان بت پرست لوگون کی نظرون مین اچھا کر کے دکھایا جس سے یہ لوگ شیطان کا کہنا مانکر بتون کو اللہ کا شریک ٹھہرانے لگے جسکے سبب سے گویا دراصل انھون نے اس بانی شرک شیطان کو اللہ کا شریک ٹھہرایا اسواسطے فرمایا کہ ان لوگون نے جن یعنی شیطان کو اللہ کی عبادت مین شریک قرار دیا پھر فرمایا دوسرا شرک ان اہل مکہ کا یہ ہے کہ اللہ کے فرشتون کو اللہ کی بیٹیان بتلاتے ہیں اور اہل کتاب کا یہ شرک ہے کہ یہود نے عزیر کو اور نصاریٰ نے عیسے کو اللہ کا بیٹا قرار دیا لیکن جب فرشتون کو عزیر اور عیسے سب کو اللہ تعالے نے نیست سے ہست کیا تو اس طرح کی نیست سے ہست ہونے والی چیزون کو اللہ تعالے کے قائم و دائم ذات کے ساتھ کیا مناسبت ہے کہ وہ اللہ کی اولاد قرار پاوین اس لئے جو لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں وہ نا سمجھی سے کرتے ہیں اللہ کی شان ایسی باتون سے پاک اور بالاتر ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث قدسی اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالی نے فرمایا بنی آدم نے بڑی گستاخی کی جو اللہ کو صاحب اولاد قرار دیا اسی طرح ابو موسے اشعری کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا اللہ تعالی بڑا بردبار ہے کہ لوگ شرک کرتے ہیں اللہ کو صاحب اولاد ٹھہراتے ہیں اور وہ اونکو صحت و عافیت سے رکھتا ہی

انکے رزق کا انتظام فرماتا ہے۔ یہ حدیثیں اس آیت کی گویا تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے باتیں یہ لوگ اللہ کی شان
میں کرتے ہیں وہ باتیں اگرچہ اللہ کی شان میں بڑی گستاخی ہے لیکن اللہ تعالے نے اپنی بردباری سے اس گستاخی کی سزا
میں جلدی نہیں فرمائی۔ سورہ مریم میں آویگا کہ سوا جن و انسان کے اللہ تعالی کی اور مخلوقات کو اس گستاخی کا اتنا بڑا قلق
ہے کہ اس گستاخی کے صدمہ سے آسمان و زمین پھٹ جاویں پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں جس سے یہ سب گستاخی کرنے
والے فنا ہو جاویں تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالی نے اپنی بردباری سے ان سب بلاؤں کو ٹال رکھا ہے۔

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ وَهُوَ
نئی طرح بنانے والا آسمان اور زمین کا کہاں سے ہو اوسکے بیٹا نہیں اسکے کوئی عورت اور اسنے بنائی ہر چیز اور وہ
بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ
ہر چیز سے واقف ہے یہ اللہ ہے رب تمہارا اسکے سوا کسی کو بندگی نہیں بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور وہی ہر چیز پر

اللہ تعالی نے اپنی قدرت کے ایک اور نمونہ کا یہ ذکر فرمایا کہ جس طرح دنیا میں لوگ کسی چیز کا نمونہ دیکھکر اس کے موافق
کوئی چیز بنالیا کرتے ہیں اللہ تعالی نے آسمان و زمین کو اس طرح نہیں پیدا کیا بلکہ اس قادر مطلق نے بغیر کسی نمونے اور
مثال کے اپنی قدرت سے آسمان زمین کو نیست سے ہست کیا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص
کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں یہ ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ قیامت تک
پیدا ہونے والا تھا اوس سب کا اندازہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں لکھا ہے اور اس اندازہ کے لکھنے کے وقت اللہ تعالے
کا عرش پانی پر تھا اس سے معلوم ہوا کہ پانی۔ عرش۔ لوح محفوظ۔ قلم۔ ان چیزوں کی پیدائش آسمان اور زمین کی
پیدائش سے پہلے ہے مسند امام احمد اور ترمذی میں عبادہ بن صامت کی حدیث ہے جسکو ترمذی نے صحیح کہا ہے اسکا
حاصل یہ ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالے نے قلم اور لوح محفوظ کو پیدا کیا ہے اس حدیث کا مطلب علما نے یہ بیان کیا
ہے کہ پانی اور عرش کے بعد اور سب چیزوں سے پہلے اللہ تعالے نے لوح محفوظ اور قلم کو پیدا کیا ہے یہ مطلب بالکل صحیح
اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی صحیح حدیث کے موافق ہے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کی ذات قدیم ہے جسکے یہ معنی ہیں
کہ سب کچھ سلسلہ بہ سلسلہ اوسی قدیم ذات کا پیدا کیا ہوا ہے اس سلسلہ سے پہلے سوا اسکی ذات کے اور کچھ نہ تھا پھر
ان نیست سے ہست ہونے والی چیزوں کو نہ اوسکی ذات کے ساتھ کچھ مناسبت ہے نہ اس نامناسبتی کے سبب سے
کسی کو اوسکی بی بی یا اولاد کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جس نے سب کچھ پیدا کیا عبادت کے قابل وہی ایک
معبود ہے۔ جسکو ہر ایک کی فرمانبرداری اور نافرمانی کا ذرا ذرا حال معلوم ہے اور تمام عالم کی نگہبانی اوسی کے ہاتھ ہے
نہ آسمان کی مجال ہے کہ اوسکے حکم کے بغیر زمین پر گر پڑے اور اہل زمین کو ہلاک کر دیوے نہ سمندر کو یہ طاقت کہ اپنی حد سے
بڑھکر دنیا کو ڈبو دیوے۔ غور کرنے سے بے گنتی مثالیں دنیا میں اس طرح کی موجود ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ عالم کے

منزل ۲

پیدا کرنے کے بعد عالم کی ہر ایک چیز کی نگہبانی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے دنیا میں کسی کام کا انتظام کسی شخص کو سونپا جاوے تو اپنے سونے کے وقت وہ شخص اُس انتظام کی نگہبانی سے بے خبر ہو جاتا ہے اس لیے ہر وقت کی نگہبانی کے ثبوت کی غرض سے صحیح مسلم کی ابو موسیٰ اشعری کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سوتا نہین ہے اور سونا اُسکو سزاوار بھی نہین ہے کیونکہ رات دن کے تمام عالم کے انتظام کی نگہبانی اُسکے ہاتھ ہے رات کے لوگون کے سب عمل دن سے پہلے اور دن کے رات سے پہلے اُسکے روبرو پیش ہو کر اونکی سزا و جزا کی حد قائم ہو جاتی ہے اسی طرح لوگون کے رات دن کے رزق اور روزی وغیرہ کا انتظام اُسکے روبرو پیش رہتا ہے اس قسم کی اور بھی صحیح حدیثین ہین جسمین انسان کی پیدائش موت و حیات کے طرح طرح کے انتظام کا ذکر ہے یہ حدیثین آیۃ کے ٹکڑے وھو علیٰ کل شئ وکیل کی گویا تفسیر ہیں ٭

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝

اسکو نہیں پا سکتین آنکھین اور وہ پا سکتا ہے آنکھونکو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

جن آیات متشابہات میں اہل سنت خارجی معتزلی اور مرجیہ فرقون میں بڑی بحث ہے اون آیتون میں کی یہہ ایک آیۃ بھی ہے وہ فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ آخرت میں بھی خدا کا دیدار کسی کو نہین ہو سکتا لیکن اہل سنت نے آیتون اور حدیثون سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ اہل جنت کو جنت میں ضرور خدا کا دیدار ہوگا ہان دنیا کی آنکھون سے کوئی خدا کو نہین دیکھہ سکتا آخرت کی بینائی آخرت کی قوت سب دنیا سے نرالی ہے اب رہی یہہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا کی آنکھون سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہین اکثر سلف کا یہ قول ہے کہ آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کو دنیا میں دو دفعہ فقط خواب میں دیکھا ہے زیادہ تفصیل اسکی سورہ نجم میں آویگی جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف میں تو یہہ ذکر ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام کو انکی اصلی صورت میں دیکھا لیکن معراج کی حدیثون میں یہ ذکر ہے کہ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھا ہے یہہ معراج کی حدیثین سورہ نبی اسرائیل مین آوینگی اس آیۃ اور سورہ قیامۃ کی آیۃ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ میں کچھہ اختلاف نہین ہے کیونکہ سورہ قیامۃ کی آیۃ مین لفظ یومئذ موجود ہے جسکے معنے قیامت کے دن کے ہیں اور اس آیۃ مین وہ لفظ نہین ہے اسلیئے یہ آیۃ دنیا کے حال سے متعلق ہے اور سورہ قیامۃ کی آیۃ آخرت کے حال سے متعلق ہے اور ان دونون آیتون کو ملا کر پڑھنے سے وہی معنے ہوئے جو اوپر بیان کئے گئے کہ دنیا کی آنکھون سے کوئی اللہ تعالیٰ کو نہین دیکھہ سکتا ہان حساب و کتاب کے وقت نیک و بد سب کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا رہنا پڑیگا پھر اہل جنت کو آخرت میں اللہ کا دیدار نصیب ہوگا صحیح مسلم مین ابو امامہ کی بڑی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت سے پہلے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھہ سکتا اسی طرح صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری اور ابوہریرہ

منزل ٢

کی روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخرت مین نیک لوگ اللہ تعالی کو اس طرح دیکھین گے جس طرح اب دنیا مین سورج اور چاند کو دیکھتے ہین - یہ حدیثین اس آیہ اور سورہ قیامۃ کی آیہ دونون کی گویا تفسیر ہین کیونکہ ان حدیثون کو ملاکر پڑھنے سے وہی مطلب حاصل ہوتا ہے جو دونون آیتون کو ملاکر پڑھنے سے اوپر حاصل ہوا تھا - دیدار الٰہی کے منکر فرقون نے ان آیتون اور حدیثون کے معنے مین سلف کے برخلاف طرح طرح کی جدید شاخین نکالی ہین اور اہل سنت نے طرح طرح سے اون شاخون کو قطع کیا ہے جسکی تفصیل بڑی تفسیرون مین ہے - ہو اللطیف الخبیر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کو سب نیک و بدعملون کی خبر ہے جس دن دیدار الٰہی اور اللہ تعالی کے روبرو کھڑے ہونے کا موقع پیش آویگا تو اللہ ہر ایک شخص کے ساتھ اس شخص کی نیت اور عملون کے موافق برتاؤ کریگا صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ بن عمرؓ سے روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے ایماندار گنہگار قیامت کے دن جب اللہ تعالے کے روبرو جاوین گے تو اللہ تعالی اُنسے قریب ہوکر راز کے طور پر اُنکے گناہ اونہین یاد دلاویگا جب وہ لوگ اپنے گناہون کا اقرار کرین گے تو اللہ تعالی فرماویگا جس طرح دنیا مین تمہارے یہ گناہ لوگون پر ظاہر کرکے مین نے تمہین رسوا نہیں کیا اسی طرح آج بھی مین تمہارے ان گناہون کو معاف کرتا ہون اسی حدیث کے آخر مین ہے کہ منکرین قیامت اور منافقون کے سارے گناہ تمام اہل محشر کو جتلائے جاکر اونکو رسوا کیا جاویگا کہ یہ لوگ اللہ تعالی کی لعنت کے قابل ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور اور دوزخ مین جانے کے قابل ہین صحیح مسلم مین صہیبؓ سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اہل جنت کو بلا حجاب اللہ تعالی کا دیدار نصیب ہوگا یہ حدیثیں آیۃ کی گویا تفسیر ہین جنسے اللہ تعالے کے ہر ایک حال کی خبر رکھنے اور اسکے نتیجہ کی یہ تفصیل معلوم ہو سکتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالی کے لطف و کرم اور مواخذہ کا برتاؤ کیونکر ہوگا اور اہل جنت کو جنت میں اللہ تعالی کا دیدار کس طرح ہوگا

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

تمکو پہونچ چکین سوجھہ کی باتین تمہارے رب سے پھر جسنے دیکھہ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو اور مین نہین

بِحَفِيْظٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

تمپر نگہبان اور یون پھیر پھیر سمجھاتے ہین آیتین اور تا کہین کہ تو پڑھا ہے اور تا واضح کرین ہم اسکو واسطے سمجھہ والونکے

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ

تو چل اوسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اور جانے دے شریک والونکو اور اگر اللہ چاہتا

مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

تو شریک کرتے اور تجکو ہمنے نہیں کیا اونکا نگہبان اور تجھپر نہین اونکا حوالہ

آنکھون مین ہر چیز کے دیکھنے کی جو قوت ہے اسکو بصارت کہتے ہین اور دل مین ہر چیز کے سمجھنے کی جو قوت ہے

منزل ۲

اسکو بصیرت کہتے ہیں بصائر بصیرت کی جمع ہے۔ شروع سورۃ سے توحید الٰہی اور قدرت الٰہی کی جو آیات قرآنی
گذریں اونکو بصائر فرمایا مطلب یہ ہے کہ شروع سورۃ سے یہان تک جو آیتیں گذریں وہ سمجھہ دار آدمی کے دل
میں قدرت الٰہی کا اثر ڈالنے کے لئے اور اوس اثر سے توحید الٰہی اسکے دل میں پیدا ہو جانے کے لئے کافی ہیں اب جو
کوئی ان آیتوں کو سنکر انکی نصیحتوں کے موافق عمل کریگا اوسکی عقبے درست ہو جاویگی اور جو کوئی ان نصیحتوں کے
بعد بھی کور باطن رہے گا اوس کا خمیازہ اوسی کو بھگتنا پڑے گا پھر فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہدو
کہ میں فقط اللہ کا حکم پہونچانے والا ہون تمہاری بداعمالی کی گرفت میرے ہاتھ میں نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے
اختیار میں ہے وہ جب چاہے گا تمہاری بداعمالی کا مواخذہ فرماویگا۔ سورۃ انفال میں آویگا کہ مشرکین مکہ قرآن کی
آیتوں کو جھٹلاتے اور یہ کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن کلام الٰہی ہے تو اسکے جھٹلانے کے وبال میں ہم پر کوئی آسمانی عذاب
کیون نہیں آتا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت قرآن میں جگہ جگہ یہہ دیا ہے کہ عذاب کا بھیجنا اللہ کے
اختیار میں ہے اللہ کے رسول کے اختیار میں نہیں ہے یہ لوگ ناحق عذاب کی جلدی کرتے ہیں وقت مقررہ پر عذاب کا
آجانا بھی اللہ کی قدرت سے کچھ دور نہیں ہے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت اس وعدہ کا
ظہور ہوا کہ عذاب کی جلدی کرنے والے ابوجہل وغیرہ اس لڑائی میں بے گور و کفن بڑی ذلت سے مارے گئے آگے
فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں ہر طرح کی نصیحت۔ مشرکین کے ہر ایک اعتراض کا جواب۔ سچی پیشین گوئی یہ سب کچھ تفصیل
سے اسلئے بیان کیا جاتا ہے کہ جو لوگ علم ازلی میں نیک قرار پا چکے ہیں وہ جان لیویں کہ یہ باتیں ان پڑھ شخص سے بغیر
غیب کی مدد کے ہرگز نہیں ہو سکتیں اور جو لوگ علم الٰہی میں بد ٹھہر چکے ہیں وہ قرآن کی آیتیں سنکر طرح طرح کی باتیں بناویں
کبھی کہویں یہ قرآن پچھلے لوگوں کی کہانی ہے کبھی کہویں محمد خود تو ان پڑھ ہیں اہل کتاب سے کچھ باتیں سیکھ کر وہ ہمارے
روبرو بیان کرتے ہیں اور اوسکو کلام الٰہی مشہور کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان لوگوں کی بے ٹھکانے
باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئے بلکہ تم کو یہی چاہئے کہ تم قرآن کی ہدایت کے موافق ان لوگوں کو توحید کے احکام سناتے
جاؤ تاکہ توحید سے ان کے کان آشنا رہیں اسکے بعد علم الٰہی کے موافق ان میں سے جو لوگ شرک پر اڑے ہیں نہ اللہ
تعالیٰ اون کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا چاہتا ہے نہ اوس نے تم کو اس بات پر مامور اور وکیل کیا ہے کہ ہر ایک مشرک
کی حالت کی نگہبانی کرکے اوسکو اسلام پر مجبور کیا جاوے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک
جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن شریف ایک ایسا بڑا معجزہ مجھکو دیا گیا ہے
جس کے سبب سے قیامت کے دن سب نبیوں کی امتوں سے میری امت کی تعداد زیادہ ہوگی عبد اللہ بن عمرو بن
العاص کی صحیح مسلم کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا کرنے سے
پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق وہ سب

لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ماں کے پیٹ میں جب بچہ کا پتلا بنکر تیار ہو جاتا ہے تو اوس میں روح پھونکنے سے پہلے اللہ کے حکم
کے موافق فرشتہ یہ لکھ لیتا ہے کہ بڑا ہو کر یہ بچہ نیک اوٹھے گا یا بد صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری رضی کی حدیث
بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی شال مینہہ کی اور اچھے برے لوگوں کی شال اچھی بری
زمین کی فرمائی ہے یہ حدیثیں ان آیتوں کی گویا تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ایسی کامل نصیحت
موجود ہے جس سے بہ نسبت اور امتوں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تعداد قیامت کے دن بڑھ جاوے گی
لیکن علم الٰہی کے موافق پہلے لوح محفوظ میں اور پھر ماں کے پیٹ میں جو لوگ بد لکھے جا چکے ہیں انکے دل میں قرآن
کی نصیحت کا اسی طرح کچھ نیک اثر پیدا نہیں ہوگا جس طرح بری زمین میں مینہہ کا کچھ نیک اثر نہیں پیدا ہوتا اور مجبور
کر کے ایسے بد لوگوں کو راہ راست پر لانا اللہ تعالے کو منظور نہیں ہے کیونکہ یہ مجبوری اُس انتظام الٰہی کے برخلاف ہی
جسکی بنیاد پر دنیا پیدا کی گئی ہے کہ بغیر کسی مجبوری کے دنیا میں نیک و بد کو جانچا جاوے دنیا میں پیدا ہونے کے
بعد اپنے قصد اور ارادہ سے ہر شخص عمر بھر جو کچھ کریگا لوح محفوظ میں) اور ماں کے پیٹ میں بچہ کے ہونے کے وقت
میں اللہ تعالے کے علم ازلی کے موافق ہر شخص کی وہ حالت لکھی گئی ہے اُس حالت کے لکھے جانے سے جن لوگوں
نے انسان کے مجبور ہونے کا مطلب نکالا ہے اون کی بڑی غلطی ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا
اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے نہ سمجھکر اسی طرح ہمنے پہلے دکھا رکھے ہیں
لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝
ہر فرقے کو اُنکے کام پھر اُنکو اپنے رب تک پہنچنا ہی تب وہ جتا دیگا جو کچھ کرتے تھے

تفسیر عبد الرزاق تفسیر سدی تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہی
اوس کا حاصل یہ ہے کہ اسلام کی قوت سے پہلے مسلمان جب مشرکوں کے بتوں کو برا کہتے تھے تو وہ خدا کو برا
کہنے پر آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے اوسپر خدا تعالے نے یہ آیۃ نازل فرما کر مسلمانوں کو بتوں کے برا کہنے سے منع
فرمایا جب مسلمانوں کا زور ہو گیا تو بتوں کو برا کہنا تو درکنار فتح مکہ کے وقت مسلمانوں نے اون بتوں کو توڑ ڈالا
اس آیت کے حکم سے یہ مسئلہ نکلا کہ ضعف اسلام کے وقت کسی مباح کام سے کوئی بڑا فتنہ پیدا ہوتا ہو تو اُس
مباح کام کو نہیں کرنا چاہیے آیۃ جہاد سے اس آیۃ اور اسکی اوپر کی دو آیتوں کو بعض مفسرین نے جو منسوخ کہا ہی
اسکی تفصیل اوپر گذر چکی ہے کہ جہاد کی آیۃ سے درگذر کی آیتیں منسوخ نہیں ہیں۔ یہ عبد الرزاق بن ہمام صنعانی
بخاری کے استاد ہیں بخاری نے کہا ہے کہ انکی کتابوں کی روایۃ صحیح ہے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اُس زمانہ کی

منزل ۲

ان کی زبانی روایۃ میں محدثین کو تردد ہے ان کی تفسیر اون کی نابینا ہونے سے پہلے کی ہے اس واسطے معتبر ہے انکا
شمار متقدمین مفسرین مین ہے اور آنکی تفسیر اہل حدیث کے طور کی منقول تفسیر ہے ابن ماجہ اور حاکم سے تفسیر
کے باب میں انکا طبقہ مقدم ہے آگے فرمایا کہ جو حال ان مکہ کے مشرکون کا ہے کہ باوجود طرح طرح کی نصیحت کے
یہ اپنا بھلا برا نہین سمجھتے اور اپنے شرک کی برائی کو یہ لوگ یہان تک اچھا جانتے ہین کہ ان کے پتھر کے بتون کو اگر
کوئی برا کہوے تو اوسکے مقابلہ مین یہ اپنے پیدا کرنے والے کی مذمت پر آمادہ ہوجاتے ہیں قوم نوح سے لیکر
فرعون اور اوس کی قوم تک یہی حال سب پچھلی امتون کا تھا کہ وہ لوگ شرک کو اچھا اور شرک کے چھوڑ دینے
کی نصیحت کو برا جانتے تھے آخر نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ دنیا مین تو وہ لوگ طرح طرح کے عذاب سے ہلاک ہوگئے اور عقبے
مین ایسے لوگون کو اللہ تعالے کے روبرو کھڑے ہوکر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی اور جوابدہی مین قائل ہوکر ان
اعمال کی سزا بھگتنی پڑیگی معتبر سند سے ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث گذر چکی
ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے پھندے میں پھنسکر جب آدمی گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا ہے تو اسکے دل پر زنگ
لگ جاتا ہے جس سے اوس کا دل مرجاتا ہے اور وہ مردہ دل نصیحت کے سمجھنے سے غافل ہوکر برے کامون کو اچھا
جاننے لگتا ہے اس سبب سے برے کامون سے باز آنے کی اسکو توفیق نہیں ہوتی اور مجبور کرکے کسی کو راہ راست
پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اسلئے اللہ تعالے ایسے شخص کو اوسکے حال پر چھوڑ دیتا ہے اور اوسکا عقبے کا انجام برا
ہونے والا ہے جسکا ذکر آیۃ مین ہے حاصل یہ ہے کہ یہ حدیث آیۃ کی تفسیر ہے جس سے برے کامون کو اچھا جاننے
کا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے مسند امام احمد کے حوالہ سے معتبر سند کی ابو سعید خدری کی حدیث گذر چکی ہے جس کے ایک ٹکڑے کا
حاصل یہ ہے کہ شیطان اللہ کے روبرو اس بات پر قسم کھا چکا ہے کہ اوس سے جہانتک ہوسکے گا وہ بنی آدم
کو بہکاوے گا صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ شیطان نے اپنا تخت سمندر مین بچھا رکھا
ہے جسپر خود تو وہ بیٹھ جاتا ہے اور اپنے شیاطینون کو طرح طرح سے بہکانے کی پٹی پڑھا کر لوگون کے بہکانے کو بھیجتا ہے
شیطان کے بہکانے کا مطلب یہی ہے کہ وہ حق بات کے مقابلہ میں ناحق بات کو ایسے اچھے ڈھنگ سے لوگون کو دکھاتا
ہے جس سے بڑے بڑے عقلمند دھوکھا کھا جاتے ہیں اور آنکے شرعی صحیح عقیدہ یا عمل مین فتور پڑ جاتا ہے مثلاً
فلسفی لوگ باوجودیکہ بڑے عقلمند کہلاتے ہیں لیکن اس ملعون نے انکو عقلی دلیلون کے پھندے میں پھنسا کر اس
عقیدہ پر انہیں جمادیا کہ حشر مین جسم پھر دوبارہ پیدا نہ ہوگا بلکہ آدمی کے مرنے کے بعد فقط روح باقی رہے گی
اور اچھے لوگون کی روح کو اچھی باتون کے تصور سے ایک طرح کی خوشی ہوگی اور برے لوگون کی روح کو بری باتونکے
تصور سے ایک طرح کا رنج ہوگا اس کا نام جنت دوزخ ہے اسکے سوا اور بھی اسی طرح کے غلط عقیدے ہیں جن پر
یہ لوگ جمے ہوئے ہیں اور اون عقیدون کو ایسا اچھا جانتے ہیں کہ آنکے مقابلہ مین انبیا کی آسمانی ہدایت کو اپنی حق

منزل ۲

ین ضروری نہین خیال کرتے چنانچہ سقراط کو اوس وقت کے بعض نیک لوگون نے حضرت موسے علیہ السلام کے پاس جانے اور شریعت موسوی کی باتین سیکھنے کی صلاح دی تو سقراط نے اسکا جواب یہ دیا کہ انبیا عام لوگونکی ہدایت کے لئے آتے ہین ہم لوگون کو انبیا کی ہدایت کی ضرورت نہین حالانکہ سقراط اور اُسکے ہم عقیدہ فلسفیون کا یہ قول کہ اُنکو انبیا کی ہدایت کی ضرورت نہیں بالکل ایک غلط اور شیطانی بہکاوے کا قول ہے کیونکہ عقبے کی غیب کی باتین حواس اور عقل سے نہیں معلوم ہو سکتین اس لئے اون کے سیکھنے مین انبیا کی تعلیم کی ضرورت ہے ان لوگون نے اس ضرورت کا انکار کیا اسی واسطے ایسی غیب کی باتون مین اون کے اکثر قول غلط ہین مثلاً شیخ بو علی بن سینا سے پہلے کے فلسفیون کا یہ عقیدہ تھا کہ سوا اپنی ذات کے اللہ تعالے کو کسی اور چیز کا علم نہین ہے شیخ ابو علی بن سینا نے یہ قول تراشا کہ اللہ تعالے کو سوا اپنی ذات کے کلیات کا علم ہے جزئی باتون کا علم نہین ہے پہلا قول تو اس لئے غلط ہے کہ مخلوقات مین ہر شخص اپنی ذات کو اور اپنے پیدا کرنے والے کو جانتا ہے تو گویا نعوذ باللہ مخلوقات کا علم اس صورت مین اللہ تعالے کے علم سے بڑھا ہوا ہے۔ اس بات کا منہہ سے نکالنا دیوانہ پن نہین تو اور کیا ہے۔ دوسرا قول اس سبب سے غلط ہے کہ جو بادشاہ اپنی بادشاہت کا حال نہ جانے اُسکی بادشاہت کیونکر چل سکتی ہے کیونکہ سلطنت کے جزئی امور مین کار پرداز جو چاہین گے وہ اُس انجان بادشاہ سے کرالیوینگے جس سے رفتہ رفتہ سلطنت کا انتظام خراب ہو جاویگا حالانکہ اللہ تعالے کی بادشاہت کا انتظام اس عیب سے بالکل پاک ہے اسواسطے انبیا کی تعلیم یہی ہے کہ اللہ تعالی کو تمام عالم کے ذرہ ذرہ کا علم ہے اور اسی علم کے موافق قیامت کے دن جزا و سزا ہوگی انبیا کی تعلیم کے موافق جب ذرہ ذرہ برابر عمل کی جزا و سزا ہوگی تو اوس وقت شیخ کو اپنے قول کی غلطی معلوم ہو جاوے گی اور اپنے غلط قول کا اوسے اُسوقت پچھتاوا ہوگا جسوقت کا پچھتاوا کچھ کام نہ آویگا جس طرح اس عقیدہ کا فتور بیان کیا گیا ہے اسی طرح شیطان بدعت اور ریاکاری مین پھنسا کر لوگونکے عملون میں طرح طرح کے فتور ڈالدیتا ہے جس کی مثالین شریعت کی کتابون میں کثرت سے ہین غرض اسی طرح کی باتون کو کذلک زینا لکل امۃ عملہم۔ فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کے بہکاوے سے بعضے لوگونکی نظرون میں برے کام یہان تک اچھے لگنے لگتے ہین کہ باوجود نصیحت کے وہ لوگ اون برے کامون سے باز نہین آتے ایسے لوگون کو اللہ تعالے اون کے حال پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ یہہ اوپر گذر چکا ہے کہ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے ✤ ۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ

اور قسمین کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر انکو ایک نشانی پہنچے البتہ اوسکو مانین تو کہہ نشانیان تو

منزل ۲

عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ

اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوین گے تو یہ نہ مانین گے اور ہم الٹ دین گے انکے دل اور آنکھین

كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

جیسے منکر ہوئے ہیں اُس سے پہلے بار اور چھوڑ رکھین گے انکو اپنے جوش میں بہکتے

تفسیر ابن جریر وغیرہ میں مجاہد اور بعضے اور سلف کے قول کے موافق ان آیتون کی شان نزول جو بیان کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ قریش طرح طرح کے معجزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہتے تھے اور قسمین کھا کر یہ کہتے تھے کہ ان معجزون کے دیکھہ لینے کے بعد وہ اسلام کے تابع ہو جاوین گے۔ مشرکون کی قسما قسمین دیکھکر مسلمان لوگون کی بھی یہ خواہش تھی کہ ان معجزون کا ظہور ہو جاوے تو خوب ہے تاکہ اون معجزون کے دیکھنے کے بعد اپنی قسما قسمی کے موافق شاید ان مشرکون میں سے کچھہ لوگ اسلام کے تابع ہو جاوین اسپر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین حاصل معنے ان آیتون کے یہ ہیں کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کی معرفت مشرکون کی خواہش کا تو یہہ جواب دیا کہ معجزہ اللہ کے اختیار میں ہے جب اوس کی حکمت مقتضی ہوگی کسی معجزہ کا ظہور ہو جاویگا کسی کی خواہش اور قسما قسمی پر معجزات کا ظہور منحصر نہین ہے کیونکہ یہ عادت الٰہی ہے کہ جس قوم کی خواہش پر کسی معجزہ کا ظہور ہو اور اُس معجزے کے دیکھنے کے بعد بھی وہ قوم راہ راست پر نہ آوے تو اکثر ایسی قوم کسی عذاب مین گرفتار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہے۔ مسلمانون کی خواہش کا یہ جواب دیا کہ جو لوگ اللہ کے علم مین دوزخی ٹھہر چکے ہیں اون کا حال تم کو معلوم نہیں اللہ تعالے کو اون کا حال خوب معلوم ہے کہ اس خواہش اور قسما قسمی سے پہلے جس طرح معراج شق القمر وغیرہ معجزات کا اونکے دل پر کچھہ اثر نہیں ہوا اسی طرح وہ اپنے کفر میں سرگردان رہین گے۔

منزل ۲

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا

اور اگر ہم اونپر اتارین فرشتے اور اُنسے بولین مردے اور جلاوین ہم ہر چیز کو اونکے سامنے ہرگز

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝

ماننے والے نہین مگر جو چاہے اللہ پر یہ اکثر نادان ہین

اوپر کی آیتون کے سلسلہ میں فرمایا کہ اگر ان مشرکون کے روبرو فرشتے مرے ہوئے مردے اور جہان بھر کی ایک ایک چیز اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام کی گواہی دیدے تو بھی جبتک اللہ نہ چاہے اُسوقت تک یہ لوگ راہ راست پر نہ آوین گے لیکن اللہ یہ نہیں چاہتا کہ اپنے علم ازلی کے برخلاف کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لاوے اسلئے ایسے لوگون کی قسما قسمی پر مسلمانون کے معجزہ کی خواہش ایک انجان پنے کی خواہش ہے جو مسلمانون کے حق میں مناسب نہیں ہے بلکہ اُنکے حق میں یہ مناسب ہے کہ وہ ایسے انجان معاملہ کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دین اُسکے علم ازلی کے موافق جو مناسب ہوگا وہ وقت مقررہ پر خود ظہور مین آجاویگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے اُسکے علم ازلی مین جو اہل مکہ دوزخی ٹھہر چکے تھے وہ فتح مکہ تک شرک کی حالت مین مر گئے اور جو لوگ راہ راست پر آنے والے تھے فقط فتح مکہ نے اونکو بڑے سے بڑے معجزہ کا اثر دکھایا جس سے وہ سب تابع اسلام ہو گئے ان آیتون میں قرآن شریف کا ایک بڑا یہ معجزہ ہے کہ اہل مکہ کا جو حال اللہ تعالےٰ نے ان آیتون میں فرمایا تھا آخر کو کچھ عرصہ کے بعد ویسا ہی ظہور رہوا جن لوگون کا راہ راست پر آنا اللہ تعالیٰ کے علم مین اور اوس علم کے موافق اُسکے ارادہ ازلی مین ٹھہر چکا تھا وہی لوگ اہل مکہ میں سے راہ راست پر آئے اور باقی کے لوگ اوسی گمراہی کی حالت مین دنیا سے اوٹھ گئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک سو بیس دن کے عرصہ میں جب بچہ کا پتلا ماں کے پیٹ میں تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق فرشتہ یہ لکھ لیتا ہے کہ بڑا ہو کر یہ بچہ نیک ہوگا یا بد اِسکے بعد اُس پتلے میں روح پھونکی جاتی ہے اسی طرح صحیح بخاری و مسلم مین حضرت علی کی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی مین نیک ٹھہر چکے ہیں اونکے دل میں ہمیشہ نیک کامون کا ارادہ اللہ کی طرف سے پیدا ہوتا رہتا ہے جس سے ہر ایک نیک کام کا کرنا اُنکو آسان ہو جاتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے علم مین بد ٹھہر چکے ہیں اونکا دل نیک کام کی طرف مائل نہیں ہوتا اسواسطے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُنکے دل میں نیک کامون کا ارادہ پیدا نہیں ہوتا جس سے ایسے لوگ ہمیشہ بد کامون میں لگے رہتے ہیں۔ یہ حدیثین اس آیۃ اور اس سے اوپر کی آیتون کی گویا تفسیر ہیں کیونکہ آیتون اور حدیثون کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ اہل مکہ میں سے جو لوگ عمر بھر کفر میں سرگردان رہے اور پھر اُسی حالت پر مر گئے نہ قرآن کی نصیحت نے اُنکے دل مین کچھ اثر پیدا کیا نہ معراج اور شق القمر جیسے معجزات کو اونھون نے عبرت کی نگاہ سے دیکھا یہ وہی لوگ تھے جو اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق ماں کے پیٹ میں بد لکھے گئے تھے جسکے سبب سے عمر بھر اسلام کی طرف اونکا دل مائل نہین ہوا اسی واسطے

عزل ۲

ان آیتون مین فرمایا کہ فرشتے مرے ہوئے مردے اور جہان بھر کی سب چیزین انکے روبرو اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام کے سچے ہونے کی گواہی دیوین جب بھی اللہ تعالی کے علم کے برخلاف ان لوگونکی قسمون کا کچھ ظہور نہ ہوگا نقلب افئدتہم وابصارہم - اسکا مطلب وہی ہے جو حضرت علیؓ کی حدیث میں گذرا کہ یہ لوگ علم الٰہی میں بد ٹھہر چکے ہیں اسلیے جو معجزات یہ لوگ چاہتے ہیں وہ اوپر کے دل سے ہیں اون معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی انکا دل حق بات کی طرف مائل ہوگا نہ اللہ تعالی کی جانب سے کوئی نیک ارادہ انکے جی مین پیدا ہوگا اسواسطے حق بات کی طرف سے اون کا دل جیسا پھرا ہوا تھا ویسا ہی رہے گا اور ان کی آنکھون پران معجزات کے دیکھنے کے بعد بھی وہی پردہ پڑا رہے گا جو معراج اور شق القمر کے بعد تھا ÷-

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

اور اسی طرح رکھے ہیں ہمنے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکہلاتے ہیں ایک دوسرے کو

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰٓى

ملمع باتین فریب کی اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے سو چھوڑدے وہ جانین اور انکا جھوٹ اور تا جھکیں

اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

اس طرف دل اونکے جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا اور وہ اسکو پسند کرین اور تا کیے جاوین جو غلط کام کر رہے ہیں

منزل ۲

شروع سورہ سے یہانتک مشرکین مکہ کی ایسی چند باتون کا ذکر گذرا جو باتین یہ لوگ عداوت دینی کے سبب سے کرتے تھے کبھی کہتے تھے اللہ تعالی کی طرف سے ایک نوشتہ خاص ہم لوگون کے نام اسلام کی تصدیق کا آویگا جب ہم دین اسلام کو سچا جانین گے کبھی کہتے تھے آسمان پر سے ایک فرشتہ آنکر ہمارے روبرو اسلام کی تصدیق کیون نہیں کرتا کبھی قرآن کو پچھلے لوگون کی کہانیان بتلاتے تھے کبھی کہتے تھے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں تو اللہ سے دعا کرکے ہمکو اتنا خزانہ دلواوین کہ ہم مالامال ہوجاوین کبھی کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایسے غریب لوگ ہر وقت گھسے رہتے ہیں جنکے سبب سے ہم انکی مجلس مین جانا اپنی کسر شان سمجھتے ہیں کبھی قرآن کی شان نزول میں اور اللہ تعالی کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہہ سے نکالنے کو مستعد ہوجاتے تھے کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود تو ان پڑہ ہیں اہل کتاب سے کچھہ باتین سیکھہ آتے ہیں اور پھر اونہیں کو کلام الٰہی مشہور کرتے ہیں ان لوگون کی ایسی باتونسے گھڑی گھڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا کرتا تھا اللہ تعالے نے اپنے رسول کا رنج دفع کرنے کے لئے یہ آیتین نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان دشمن دین لوگون کی یہ دشمنی کی باتین تمہارے ساتھہ کچھہ انوکھی نہیں ہیں بلکہ پچھلے انبیاء سے بھی اسوقت کے مخالف لوگ ایسی ہی باتین کرتے رہے ہیں شیاطین الانس والجن کی تفسیر میں سلف کا اختلاف ہے لیکن صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر کی

حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان خود تو اپنا تخت سمندر میں بچھا کر بیٹھ جاتا
ہی اور اپنے شیاطینوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے یہ حدیث تو شیاطین الجن کی تفسیر ہوئی جسکا مطلب
یہ ہی کہ جن تو خود شیطان ہے اور وہ شیاطین جنکو شیطان لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیجتا ہے وہ شیاطین الجن ہیں
اب ان شیاطین کے بہکا دینے میں جو لوگ آتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں ایک تو اس بہکا دیے میں آنکر خود برے کام کرنے
لگتے ہیں دوسرے وہ کہ خود بھی برے کام کرتے ہیں اور شیاطینوں کی طرح دوسرے آدمیوں کو بھی برے کام کی رغبت
دلاتے ہیں مثلاً جسطرح عمرو بن لحی قبیلہ خزاعہ کا سردار کہ شیاطینوں کے بہکانے سے خود بھی بت پرست ہوا اور جدے
سے مکہ میں بت لاکر اہل مکہ کو بھی بت پرستی کی رغبت دلائی اور مکہ میں بت پرستی پھیلائی عمرو بن لحی کا یہ قصہ صحیح حوالے سے
اوپر گذر چکا ہی صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایسا برا طریقہ نکالے
کہ جس سے لوگ برے کاموں میں لگ جاویں تو اسکو اسکے ذاتی بدعملوں کی سزا کے علاوہ لوگوں کے بہکانے کی سزا بھی ملیگی
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو انسان لوگوں کے بہکانے میں شیاطینوں کا سا کام کرے وہی شیاطین الانس ہے حضرت
عبداللہ بن مسعود نے شیاطین الانس کی تفسیر کاہن لوگوں کو قرار دیا ہے لیکن یہ تفسیر جریر بن عبداللہ کی حدیث کی مخالف
نہیں ہے کیونکہ جریر بن عبداللہ کی حدیث کے حکم میں کاہن لوگ اور غیروں کے بہکانے والے سب لوگ داخل ہیں
اور ان سب لوگوں کو شیاطین الجن کی سی سزا دیجاویگی مسند امام احمد وغیرہ میں ابوذر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے شیاطین الجن سے جدا اور شیاطین الانس سے جدا اللہ تعالی سے پناہ مانگنے کا ارشاد فرمایا ہے اس حدیث سے
بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین الجن کے علاوہ بنی آدم میں سے شیاطینوں کی طرح بہکانے والے آدمیوں کو آپ نے
شیاطین الانس فرمایا ہے کیونکہ ابوذر کی اس حدیث کی بعضی روایتوں میں یہ لفظ بھی ہیں کہ شیاطین الانس اصل
شیاطینوں سے زیادہ بہکاتے ہیں مالک بن دینار نے اپنا یہ ایک تجربہ بیان کیا ہے کہ اصل شیاطین ذکر الہی کے
وقت بھاگ جاتے ہیں لیکن شیاطین الانس کسی وقت بہکانے سے باز نہیں آتے یہ مالک بن دینار معتبر تابعی ہیں
بخاری میں بغیر سند کے اور سوا مسلم کے صحاح میں مع سند کے ان مالک بن دینار سے روایتیں ہیں ابوذر کی اس حدیث
کی روایت کے چند طریق ہیں جنمیں بعضے معتبر ہیں اسلئے یہ حدیث معتبر ہے۔ یہ عمرو بن لحی بھی کاہن تھا۔ کاہن وہ
لوگ تھے جو شیاطین کی نیاز نذر کرتے رہتے تھے جسکے سبب سے شیاطین ایسے لوگوں کو اپنا معتقد سمجھتے تھے اور چوری سے
آسمان پر کی باتیں جو سن آیا کرتے تھے وہ ان لوگوں سے کہدیا کرتے تھے اور اپنی طرف سے اونمیں اکثر جھوٹ بھی ملا دیا
کرتے تھے اور یہ کاہن اپنے معتقدوں کو پیشین گوئی کے طور پر آیندہ کی کچھ جھوٹ سچ باتیں بتلا دیا کرتے تھے ان ہی باتوں کو
آپس کی فریب اور ملمع کی باتیں فرمایا صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کاہن کی ایک بات سچی ہوتی ہے تو سو جھوٹی ہوتی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ سچی وہ بات ہوتی ہے جو شیاطین

منزل ٢

چوری سے آسمان پر سے سن لیتے ہیں یہ حدیث فریب اور ملمع کی باتون کی تفسیر ہے آگے فرمایا کہ اگر اللہ چاہے تو ان بناوٹ کی باتون سے لوگون کا بہکانا بند ہو جاوے لیکن امتحان کے طور پر جس طرح شیطان کو دنیا مین چھوڑ دیا گیا ہے اوسی طرح یہ بھی ایک امتحان کا طریقہ ہے اسکو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاوے کیونکہ جو لوگ ایسی باتون کے قائل ہیں وہی ایسی بناوٹ کی باتون کی طرف اپنے دلون کو مائل کرتے ہیں اور وہی ایسی باتون کو پسند کرتے ہیں اور جو وحی کے احکام کے پابند ہین وہ ایسی بناوٹ کی باتون کی پروا نہین کرتے ۔ پھر فرمایا یہ وحی کے منکر جو کچھ کر رہے ہیں انکو انکے حال پر چھوڑ دیا جاوے وقت مقررہ پر انکا کیا انکے آگے آجاویگا ۔

أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا ۚ وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ

کیا اب سوا اللہ کے کسی اور کو منصف کرون اور اسی نے اتاری تمکو کتاب واضح اور جنکو ہمنے کتاب دی ہے وہ

الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ○ وَتَمَّتْ

سمجھتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے تیرے رب کے پاس سے تحقیق سو تو مت ہو شک لانیوالا اور تیرے

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

رب کی بات پوری سچ ہے انصاف کی کوئی بدلنے والا نہیں اسکے کلام کو اور وہ ہے سنتا جانتا

منزل ۲

مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ اہل کتاب میں سے کوئی شخص منصف قرار دیا جاوے کہ وہ وہ قرآن کو کلام الہی کہدیوے تو پھر ہم لوگ آپکے نبی برحق اور قرآن کے کلام آلہی ہونے کے قائل ہو جاوینگے اسپر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین اور فرمایا اے رسول اللہ کے ان مشرکون سے کہدیا جاوے کہ میرے اور تمہارے مابین مین اللہ تعالی سے بڑھکر کون اس بات کا منصف قرار پا سکتا ہے کہ مین اللہ کا رسول ہون اور قرآن کلام آلہی ہے اور اللہ تعالے کے منصف ہونے کی یہ نشانی ہے کہ قرآن میں جہان اور باتون کی تفصیل ہے وہان یہ بات بھی مین تمکو سنا چکا ہون کہ جو شخص اللہ پر کوئی جھوٹ بناوے تو اللہ تعالی فوراً اسکو ہلاک کر دیتا ہے اور یہ بھی تمکو سنا چکا ہون کہ اگر تم قرآن کو اللہ تعالی کا کلام نہین مانتے بلکہ یہ کہتے ہو کہ مین نے اپنی طرف سے یہ کلام بنا لیا ہے تو تم بھی ایسا کچھ کلام بنا کر پیش کرو کیونکہ بشر ہونے مین تم اور مین دونون برابر ہیں جب ان باتون مین سے کسی بات کا ظہور نہین ہوا تو اللہ تعالی کی طرف سے خود یہ منصفی ہو گئی کہ مین اللہ کا رسول ہون اور قرآن کلام آلہی ہے رہی یہ بات کہ اہل کتاب مین سے کسی کو اس باب میں منصف قرار دیا جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ موسے علیہ السلام عیسے علیہ السلام دونون کی نبوت کی تصدیق توراۃ اور انجیل دونون کتابون کی تصدیق سب کچھ اس قرآن مین موجود ہے اسواسطے جہانتک تو اس باب مین کوئی شک وشبہ نہین کہ اہل کتاب کے دل اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ یہ قرآن کلام آلہی ہے اب زبانی اسکے برخلاف جو کچھ وہ کہتے ہین تو گویا اپنی کتاب اور اپنے نبی کے وہ لوگ منکر ہیں ۔ قرآن کے کلام آلہی

ہونے کی یہ بھی ایک نشانی ہے کہ اسمین پچھلی اور آیندہ کی جو خبرین ہین وہ سب سچی ہین اور اس مین جتنے حکم ہین وہ سب منصفانہ ہین۔ توراۃ اور انجیل مین جسطرح ردوبدل ہوگیا اسمین وہ ردوبدل ممکن نہین پچھلی شریعتون کے اکثر احکام اس سے منسوخ ہوگئے اسکے احکام قیامت تک باقی رہوین گے۔ آخر کو فرمایا اسکے برخلاف جو کوئی کچھ کہتا ہی وہ سب اللہ تعالی سنتا ہے اور جو کوئی اسکے برخلاف دل مین کچھ عقیدہ رکھتا ہی وہ بھی اسکو خوب معلوم ہے قیامت کے دن ایسی زبانی باتون اور دل کے بھیدون کا پورا فیصلہ ہوجاویگا۔ سورہ آل عمران مین اوس معاہدہ کا ذکر گذر چکا ہے جسکے موافق اہل مکہ کو ملت ابراہیمی کے سلسلہ سے اور اہل کتاب کو توراۃ اور انجیل کے سلسلہ سے نبی آخرالزمان اور قرآن کی پیروی ضرور تھی ان لوگون نے دلی عقیدہ اور زبانی اقرار مین اوسی معاہدہ کی پابندی نہین کی اسواسطے فرمایا اللہ تعالی ان لوگون کی دلی اور زبانی بدعہدی کو سنتا اور جانتا ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین اس معاہدہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری پیروی سے انکار کیا اسنے گویا جنت مین جانے سے انکار کیا۔ معاہدہ کی آیۃ اور یہ حدیث گویا ان آیتون کی تفسیر ہین۔

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ

اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگونکا جو دنیا مین ہین تجکو بہلاوین اللہ کی راہ سے سب یہی چلتے ہین خیال پر سب

اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

اٹکل دوڑاتے ہین تیرا رب ہی خوب جانتا ہے جو بہکتا ہے اوس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہی جو اسکی راہ پر ہین

منزل ۲

سورہ مائدہ مین گذر چکا ہی کہ قبیلہ خزاعہ کے ایک سردار عمرو بن لحی بن قمعہ نے مکہ مین بت پرستی اور بتون کے نام پر جانور چھوڑ کر اونکو حرام ٹھرانیکی رسم پھیلائی اس رسم مین یہ بھی ایک بات تھی کہ مردار جانور کو اہل مکہ حلال جانتے تھے غرض ان حرام حلال ٹھرائے ہوئے جانورون کے باب مین مشرکین مکہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کا جھگڑا کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر مردار جانور کا جھگڑا تو آگے کی آیتون مین آتا ہے ان آیتون مین مشرکین مکہ کے تمام جھگڑون کے متعلق یہ فرمایا ملت ابراہیمی شریعت موسوی شریعت عیسوی کو بگاڑ کر آج کل اوس زمین پر یہی لوگ ہین جنکی یہ اٹکل اونکا دین ایمان ہے کہ جو رسمین اونکے لئے انکے بڑے بوڑھے ٹھرا گئے ہین وہی انکا اصل دین ہے اسلئے ان لوگون کے جھگڑون میں سے کوئی بات نہ سنی جاوے کیونکہ ان جھگڑون سے اصل مقصد ان لوگون کا یہ ہے کہ دین الہی کی باتون کو یہ لوگ مٹا دیوین اور اپنی قدیمی رسمون کو قائم رکھین لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالی اپنے دین کا خود حامی اور مددگار ہے۔ ان لوگونکا یہ جو خیال ہے کہ انکے بڑے بوڑھے جو رسمین ٹھرا گئے ہین وہی اصل دین ہے یہ خیال انکا بالکل غلط ہے اصل دین سے برگشتہ لوگون کا اور اصل دین کے پابند لوگونکا حال اللہ تعالی کو خوب معلوم ہے جس دن اللہ تعالی کے علم کے موافق نیک و بد کا

فیصلہ ہوگا اس دن ان لوگونکو معلوم ہو جاویگا کہ اصل دین کی باتین وہی تھین جسکے یہ لوگ منکر تھے - صحیح بخاری
و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگون کی
کولی بھر کر اونہیں آگ میں گرنے سے روکتا ہون لیکن لوگ آگ میں گرنے کی ایسی جرأت کر رہے ہیں جس طرح کیڑے
پتنگے روشنی پر گرتے ہیں - یہ حدیث ان آیتون کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ دین الٰہی کی باتون کا
پابند کر کے اللہ کے رسول لوگون کو دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں لیکن لوگ اپنی قدیمی رسمون کے پابند ہوکر
خود بھی دوزخ کی آگ میں گرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسرونکو بھی اپنی رسمیں سکھا کر دوزخ میں لیجانا چاہتے ہیں

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كُنتُم بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ
سو تم کھاؤ اس میں سے جسپر نام لیا اللہ کا اگر تم کو اسکے حکم پر یقین ہے اور کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ اسمین سے جسپر نام لیا
اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا
اللہ کا اور وہ کھول چکا جو کچھ تمپر حرام کیا ہے مگر جب وقت ناچار ہو اسکی طرف اور بہت لوگ
لَّيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ
بہکاتے ہیں اپنے خیال پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہے جو لوگ حد سے بڑھتے ہیں اور چھوڑ دو کھلا گناہ
وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ
اور چھپا جو لوگ گناہ کرتے ہیں سزا پاوینگے اپنے کیے کی اور اوسمیں سے نہ کھاؤ جسپر
اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ
نام لیا اللہ کا اور یہ گناہ ہے اور شیطان دلمین ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے کہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے انکا کہا مانا مشرک ہوئے

منزل ۲

ع ۱۴

یہان سے آخر رکوع تک کی آیتونکی جو کچھ شان نزول ترمذی ابو داود مستدرک حاکم طبرانی ابن ماجہ مسند بزار تفسیر ابن
جریر اور ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس اور عکرمہ کے قول کے موافق بیان کی گئی ہو اسکا حاصل یہ ہے
کہ قریش اور فارس کے لوگون میں دوستی تھی اُس دوستی کے سبب فارس کے مجوس نے قریش سے یہ کہلا بھیجا
کہ تم ان نبی پر یہ اعتراض کرو کہ اپنا ذبح کیا ہوا جانور کھانا اور خدا کا مارا ہوا جانور نہ کھانا یہ کونسا دین ہے اسپر اللہ تعالیٰ
نے یہ آیتین نازل فرمائین قریش کا جواب جو ان آیتون میں ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ ذبح شدہ جانور پر اللہ کا نام
لیا جاتا ہے اسواسطے وہ پاک اور حلال ہے بتون کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاوے یا جو جانور اپنی موت سے
مر جاوے بہ سبب اسکے کہ اللہ کا نام اوسپر نہین لیا گیا وہ حرام اور نجس ہے ان آیتون میں شیطان مجوس کو فرمایا
اور شیطان کے دوست قریش کو فرمایا قریش کی جگہ بعض روایتون میں یہود کا نام جو بعضے مفسرون نے ذکر
کیا ہے وہ شاید کسی راوی کے سہو سے ہے کیونکہ اول تو یہود مردار جانور کے حلال ہونے کے قائل نہیں جو

انکو اس جھگڑے کی ضرورت ہو دوسرے یہ آیتیں مکی ہیں اور یہود سے اور آنحضرت سے جھگڑا آنحضرت کے مدینہ
میں آنے کے بعد پیدا ہوا ہی حضرت عبداللہ بن عباس کی بعض روایتوں میں اصل شیاطین کا ذکر جو کیا گیا ہے اسکا
مطلب یہ ہے کہ اصل شیاطین نے مجوس کو بہکایا اور مجوس نے قریش کو بہکایا اس صورت میں حضرت عبداللہ
بن عباس اور انکے شاگرد عکرمہ کے قول میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا بعضے مفسرین نے آیۃ ولاتاکلوا مما
لم یذکر اسم اللہ کو آیۃ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم سے منسوخ ہو قرار دیا ہے اوسکا فیصلہ حافظ ابوجعفر ابن جریر
نے اپنی تفسیر میں کر دیا ہے کہ کوئی آیۃ انمیں منسوخ نہیں ہے بلکہ پہلی آیۃ کے عام حکم میں سے مستثنیٰ کے طور پر اللہ تعالی
نے اہل کتاب کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کو مسلمانوں کے لئے حلال فرما دیا ہے اہل کتاب کے ذبح کئے ہوئے جانورون
کا ذکر مفصل سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ میں گذر چکا ہے ان آیتوں میں یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے حرام چیزوں کو تفصیل
وار پہلے بیان کر دیا ہے جمہور مفسرین کا یہ قول ہو کہ اس تفصیل سے وہ تفصیل مقصود ہے جو اللہ تعالی نے سورہ
مائدہ کی آیۃ حرمت علیکم المیتۃ میں فرمائی ہے مگر امام فخر الدین رازی نے اس قول پر یہ اعتراض کیا ہے کہ سورہ مائدہ سب
سورتوں سے آخر میں اوتری ہے یہ تفصیل تو ایسی کسی آیۃ میں چاہیے جو سورہ انعام سے پہلے اوتری ہو کیونکہ اللہ تعالے
نے یہ فرمایا ہے کہ وہ تفصیل پہلے گذر چکی ہے جواب اس اعتراض کا علمائے مفسرین نے یہ دیا ہے کہ جب ترتیب قرآنی
میں سورہ مائدہ سورہ انعام سے پہلے ہے تو سورہ انعام میں خدا تعالی کا یہ حوالہ دینا کہ حرام چیزوں کی تفصیل سورہ مائدہ
میں گذر چکی ہے وہ حوالہ ترتیب کے موافق ہے کیونکہ صحیح روایتوں سے ثابت ہوا ہے کہ یہ ترتیب وہی ترتیب ہے جو
ترتیب صحابہ نے آنحضرت سے سنی ہے اور اسی ترتیب کے موافق آنحضرت ہر سال حضرت جبرئیل کو قرآن سنایا
کرتے تھے اور حضرت جبرئیل لوح محفوظ کی ترتیب کے موافق آنحضرت سے قرآن سنا کرتے تھے غرض جب لوح محفوظ کی
ترتیب میں سورہ مائدہ سورہ انعام سے مقدم ہے تو فقط نزول کے خیال سے کوئی اعتراض کا موقع نہیں ہے ہاں ناسخ
منسوخ میں نزول کا مقدم موخر ہونا معتبر ہے ناسخ منسوخ کی یہاں بحث نہیں ہے اگرچہ ترمذی نے اس شان نزول کی روایۃ
کو حسن غریب کہا ہی لیکن اس روایۃ کی کئی سندیں ہیں جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہی حاصل
مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ حرام حلال کی تفصیل جب سورہ مائدہ میں معلوم ہو چکی ہے تو پھر ہر ایماندار آدمی کو چاہیے
کہ اسکی پابندی کرے اور مردار کھانے والے لوگ جو حد شرع کے خود بھی پابند نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی بہکانا چاہتے
ہیں انکی پیروی سے بچے کیونکہ ایسے لوگوں کا حال اللہ تعالی کو خوب معلوم ہے وقت مقررہ پر علم الہی کے موافق
وہ لوگ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے پھر فرمایا کچھ حرام حلال جانوروں پر ان لوگوں کا حد سے بڑھ جانا منحصر نہیں
بلکہ سوا شرک کے ان لوگوں میں کھلی اور چھپی اور باتیں بھی حد سے بڑھ جانے کی ہیں مثلاً کھلم کھلا زنا اور زنا کے
وقت ننگے ہو جانے کو اور چھپا کر بدکاری کرنے کو یہ لوگ کچھ گناہ نہیں سمجھتے اسلئے ہر ایماندار کو چاہیے کہ ان

منزل ٢

مسلمان مشرکون کے کھلے اور چھپے اور گناہون سے بھی پرہیز کرے تاکہ قیامت کے دن انکی طرح اون گناہون کی سزا شخص کو نہ بھگتنی پڑے۔ پھر فرمایا جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا جاوے ہر ایماندار کو چاہیے کہ ایسے جانور کا گوشت نہ کھاوے کیونکہ ایسے جانور کا گوشت کھانا گناہ ہے۔ پھر فرمایا جو کوئی اللہ تعالے کے اس حکم کو نہ مانے گا اور بہکانے والون کے بہکاوے میں آنکر مردار جانور کا گوشت حلال کے طور پر کھانے میں ان مشرکون کا شریک حال بن جاویگا وہ بھی مشرکون کا ساتھی کہلاویگا کس لئے کہ وہ ایسا شخص ہے جسنے اللہ تعالی کے حکم کو چھوڑ کر مشرکون کا کہنا مانا۔ یہ ذکر مردار جانور کے حلال کے طور پر بغیر لاچاری کی حالت کے کھانے کا ہے لاچاری کی حالت کا حکم سورہ بقر اور سورہ مائدہ مین گذر چکا ہے اسلئے ان آیتون مین لاچاری کی حالت کو الا ما اضطررتم الیہ فرما کر مستثنے کر دیا۔ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس نے مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کی تفسیر مردار جانور کی فرمائی ہے آیتون کی شان نزول کی روایۃ جو اوپر گذری اوس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مردار جانور کے جھگڑے پر یہ آیتین نازل ہوئی ہین اسواسطے حضرت عبد اللہ بن عباس رض کی یہ تفسیر شان نزول کے موافق اور نہایت صحیح ہے۔ بعضے مفسرین نے مسلمانون کے ذبح کئے ہوئے اون جانورون کو بھی آیۃ کی تفسیر ٹھرایا ہے جن جانورون کے ذبح کے وقت عمداً یا سہواً بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہا ہو مگر حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اس تفسیر کو صحیح نہین قرار دیا۔ مسلمان شخص کا ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کا کہنا فرض ہے یا سنت اسمین سلف کا اختلاف ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابون مین ہے صحیح بخاری نسائی اور ابن ماجہ مین حضرت عائشہ کی روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے نو مسلم لوگون نے کچھ گوشت تحفہ کے طور کا صحابہ کے پاس بھیجا اون صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا کہ ان نو مسلم لوگون کی حالت سے ہمکو شبہ پڑتا ہے کہ اونھون نے ذبح کیوقت اللہ کا نام لیا یا نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس گوشت کے کھاتے وقت تم بسم اللہ کہکر اسکو کھالو۔ اب اسمین تو سب علما متفق ہیں کہ کھانے کے وقت بسم اللہ کا کہنا سنت ہے اسلئے ذبح کے وقت کی بسم اللہ بھی سنت ٹھرے گی کیونکہ سنت فرض کے قائم مقام نہین ہو سکتی اسلئے حدیث اور آیۃ کے متعلق اس تقریر کو پیش کر کے بعضے علما نے ذبح کیوقت بسم اللہ کے سنت ہونیکے مذہب کو ترجیح دی ہے

منزل ۲

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي

بھلا ایک شخص کہ مردہ تھا پھر ہمنے اوسکو زندہ کیا اور دی اوسکو روشنی کہ لیے پھرتا ہے لوگون مین برابر اسکے کہ جسکا

الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

حال یہ ہے اندھیرون مین پڑا وہان سے نکل نہین سکتا اسی طرح بھلا دکھایا ہے کافرون کو جو کام کر رہے ہیں

اگرچہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیۃ حضرت عمر اور ابو جہل کی شان میں اور بعضون نے کہا ہے کہ حضرت امیر حمزہ اور ابو جہل کی شان میں اوتری ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ زمانہ شروع اسلام سے قیامت تک ہر مسلمان اور کافر کی شان میں یہ آیۃ نازل ہوئی ہے جسمین اللہ تعالی نے مسلمان کی مثال ایک ایسے شخص زندہ کی دی ہے

کہ زندہ ہونے کے سبب سے جسکے حواس قائم ہیں اور اندہیرے سے بچنے کے لئے اُسکے پاس روشنی ایمان کی ہے ضرر کی
چیز کو وہ جانے کے وقت آنکھون سے اور اندہیرے کے وقت روشنی سے دیکھتا اور ضرر سے بچتا ہے اور کافر کی مثال
ایسے شخص کی دی ہے کہ مردہ ہونے کے سبب سے نہ اُسکی آنکھین ہین اور نہ اُسکے پاس کسی طرح کی روشنی ہے اس لئے
دنیا مین تو وہ اپنے آپکو سمجھتا ہے کہ وہ اچھے کام کر رہا ہے لیکن آخرت کے ضرر سے بچاؤ کا اُسکے پاس ذریعہ نہین ہے
حاصل یہ ہے کہ اس حالت مین تو مومن کافر سب یکسان ہین کہ ان سب کو اللہ تعالی نے نیست سے ہست کیا
اب ان سب کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے موافق اگرچہ جان لیا تھا کہ دنیا مین پیدا ہونے اور نیک و بد
کا اختیار دئے جانے کے بعد کس قدر لوگون کا انجام نیک ہوگا اور کس قدر کا بد چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے
حضرت علی کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک و بد کے لحاظ سے ہر ایک شخص کا
ٹھکانہ بھی جنت یا دوزخ مین لکھا جا چکا ہے اسکے بعد یہ ہوا کہ اللہ تعالے نے انصاف کی راہ سے جزا اور سزا کا
مدار اپنے اُس علم ازلی پر نہین رکھا بلکہ سب کو ایک حالت پر پیدا کیا چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ہر بچہ کی فطرت
اسلام پر پیدا ہونے کی ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے اس فطرۃ اسلام پر پیدا کرنے سے پہلے عالم ارواح مین سبکی
روحون پر ہدایت کا نور چھڑکا لیکن جو لوگ پیدا ہونیکے بعد بد انجام رہنے والے تھے اُنکی روحون پر اس نور کا اثر عالم
ارواح مین کچھہ نہ ہوا چنانچہ مسند امام احمد ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی
ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت اللہ تعالی نے مخلوقات کو عالم ارواح مین پیدا کیا تو سب مخلوقات
جہالت اور خواہشات نفسانی کے اندہیرے مین تھی اللہ تعالی نے ان سب پر ہدایت کا نور چھڑکا جن روحون پر اس نور
کا اثر ہوا وہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد نیک راستہ سے لگ گئے اور جن روحون پر اوس نور کا کچھہ اثر نہوا وہ دنیا مین
پیدا ہونے کے بعد انبیا کی نصیحت کے منکر اور گمراہی کے کامون مین عمر بھر گرفتار اور اونہی کامون کو اچھا جانتے رہے
ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔ مسند امام احمد کی سند بھی معتبر ہے۔ صحیح بخاری مسلم ترمذی
ابوداؤد نسائی صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم مین ابو ہریرہ کی روایتین ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا دوزخ طرح طرح کی خواہشات نفسانی سے گھرا ہوا ہے اور جنت طرح طرح کی تکلیفات شرعیہ سے گھری ہوئی ہے
خواہشات نفسانی سے مقصود دنیا کی وہ راحت اور آرام کی چیزین ہین جنکی شریعت مین مناہی ہے اور تکلیفات
شرعیہ سے مقصود ان خواہشات سے بچکر اون باتون کو بجا لانا ہے جنکے بجا لانے کا شریعت مین حکم ہے۔ مطلب
یہ ہے کہ خواہش نفسانی کی پابندی گویا دوزخ مین جلنے کا راستہ ہے اور تکلیفات شرعیہ کی پابندی جنت کا راستہ
ہے۔ یہ سب حدیثین آیۃ کی گویا تفسیر ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیک و بد دو طرح کے لوگ دنیوی حالت کے
موافق جو آیۃ مین ذکر کئے گئے ہین اگرچہ یہ سب فطرۃ اسلام پر پیدا ہوئے لیکن عالم ارواح مین جن روحون پر

منزل ٢

خواہش نفسانی کا اندھیرا چھایا رہا وہ روحین جسمون میں آنے کے بعد بھی عمر بھر اوس اندھیرے میں پھنسی رہیں اور
دوزخ کا راستہ انکے گلے کا ہار رہا اور اس عالم ارواح کے اندھیرے کے سبب سے اونکو اس راستہ کی برائی کچھ نظر نہ آئی
اور جن روحون کو علم ازلی کے موافق عالم ارواح میں نور ہدایت کا حصہ مل گیا تھا اونھون نے اپنی عمر کے آخری حصہ
تک اوس نور کے طفیل سے کبھی نہ کبھی جنت کا راستہ ڈھونڈ کر نکال لیا۔ صحیح بخاری مسلم ابوداود نسائی وغیرہ میں
ابوہریرہ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سوتے ہوئے آدمی کو صبح کی نماز کے اول وقت شیطان یون بہکاتا
ہے کہ ابھی رات بہت باقی ہے ذرا اور سو جا اسپر اگر آدمی نے شیطان کا کہا مان لیا تو اول وقت کی فضیلت ہاتھ
سے جاتی رہی اور اگر اول وقت کی فضیلت کا شرعی حکم اوس نے مانلیا تو اوس فضیلت کا اجر ہاتھ آگیا۔ اس تفسیر
میں رات نیند نماز کا اول اور آخر وقت یہ سب چیزین اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی ہیں شیطان نے فقط اتنا ہی کیا کہ
نماز کے آخری وقت کی برائی کو رات کے باقی ہونے کی زیب وزینت کا برقعہ اوڑھا کر اوس سونے والے شخص
کو یون بہکا دیا کہ ابھی نماز کا آخری وقت دور ہے غرض ہر ایک چیز کی پیدائش کے لحاظ سے بعض آیتون میں اللہ تعالے
نے برے کامون کی زیب وزینت کی نسبت اپنی ذات پاک کی طرف فرمائی ہے جیسے اس سورہ میں ہے کذلک
زینا لکل امۃ عملہم اور بعضی آیتون میں اس زیب وزینت کے ظہور کا سبب شیطان کو ٹھہرا کر یہ نسبت شیطان کی
طرف فرمائی ہے جیسے سورۃ النحل میں ہے وزین لہم الشیطان اعمالہم لیکن جو تفصیل اوپر بیان کی گئی اوسکے
موافق ان آیتون میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ کذلک زین للکافرین ما کانو یعملون۔ اس آیۃ میں اگرچہ اللہ تعالے
نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ ان کافرون کے برے کامون پر ملمع کر کے انکو اچھا دکھانے والا کون ہے لیکن اوپر
کی تفصیل کے موافق حاصل مطلب یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے طور پر جس طرح نیک لوگون کو نیک کام اچھے معلوم
ہوتے ہیں اسیطرح اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزون کو کام میں لا کر شیطان نے انکے برے کامون پر اسطرح کا ملمع
کر دیا ہے کہ جال میں پھنسنے والے جانورون کی طرح انکو جال میں کا دانہ تو نظر آتا ہے مگر جال نہیں نظر آتا۔

منزل ۲

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ
اور یون ہی رکھے ہیں ہمنے ہر بستی میں گنہگارون کے سردار کہ حیلہ لایا کریں وہان اور جو حیلہ کرتے ہیں سو اپنے اوپر اور نہیں بوجھتے
وَاِذَا جَاۗءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ
اور جب پہنچی اونکو ایک آیت کہیں ہم ہرگز نہ مانینگے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہیں اللہ کے رسول اللہ بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے
يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ
اپنے پیام اب پہنچیگی گنہگارونکو ذلت اللہ کے ہان اور عذاب سخت بدلہ حیلہ بنانے کا

وقف لازم

معتبر مفسرین سلف مثل مجاہد اور مقاتل نے ان آیتون کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ولید بن مغیرہ اور ابوجہل نے

مکہ کے ناکون اور راستون پر کئی آدمی اس غرض سے بٹھا رکھے تھے کہ وہ مکہ کے لوگون سے اور موسم حج میں جو باہر کے
لوگ مکہ کو آتے تھے اون سے آنحضرت کی مذمت کرین اور کہیں کہ یہ شخص جادوگر ہے جھوٹا ہے نبی نہیں ہے اور اسی قدر
شرارت پر ولید بن مغیرہ نے کفایت نہیں کی بلکہ ایک روز آنحضرت سے آنکر بڑی بحث کی اور کہا کہ اگر نبوت سچی چیز
ہوتی تو مجھکو ہونی چاہیئے تھی کہ محمد سے عمر میں بڑا ہون اور مالدار بھی ہون اور عرب میں میرا کہنا سننا بھی زیادہ ہے
اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر دو مطلب بیان فرمائے ایک تو آنحضرت کی یہ تسلی اور تسکین فرمائی کہ ہر نبی کے
ساتھ ہر بستی میں پہلے بھی اسی طرح شریر لوگ ہتنے پیدا کئے ہیں تاکہ اونکی شرارت پر کمزوری کے زمانہ تک نبی وقت
کو صبر کرنے سے اجر ملے اور آخر کو وہ شریر سرکش غارت ہو جاوین اور انکا غارت ہو جانا اور لوگونکو عبرت کا سبب ہو
اور لوگ دین الٰہی کی طرف رجوع ہوون دوسرے ولید بن مغیرہ نے جو آنحضرت سے بحث کی تھی کہ بجائے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے نبوت اوسکو ہونی چاہیئے تھی اُسکا جواب یہ دیا کہ جو شخص اللہ کی پیغمبری ادا کرنے کے لائق ہے وہ اللہ کو ہی
خوب معلوم ہے معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل مین حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایۃ ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے عالم مثال میں سب خلقت کے دلون پر نظر فرمائی آنحضرت کے دل کو سزاوار اس خدمت کا پاکر اس خدمت سے
سرفراز فرمایا اور جن دلون کو صحابہ ہونے کا سزاوار پایا اونکو صحابہ بنایا عبد اللہ بن مسعود کی اس روایۃ کی سند کے ابوبکر
بن عیاش اور عاصم بن بہدلہ دو راویون مین اگرچہ بعضے علما نے کلام کیا ہے لیکن امام احمد نے ان دونون کو ثقہ کہا ہے
حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے نبوت اور صحابیت کی قرارداد اللہ کے نزدیک ٹھہر چکی ہے اب ولید بن
مغیرہ یا ابوجہل حسد کے طور پر کچھہ جدید تمنا کرین تو کیا ہو سکتا ہے اور ان آیات مکیہ میں اخبار غیب کے طور پر جو کچھہ فرمایا تھا
تھوڑے عرصہ میں وہی ہوا کہ بدر کی لڑائی مین اکثر مکہ کے سرکش غارت ہو گئے اور انکے غارت ہونے سے بڑی عبرت
مکہ میں پھیلی اور فتح مکہ کے بعد کوئی مخالف دین الٰہی مکہ میں باقی نہ رہا علمائے مفسرین نے یہ بھی ان آیتون کی تفسیر
مین لکھا ہے کہ پہلے نبی صاحب شریعت نوح سے لیکر آنحضرت تک انبیا کے حال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت
سے پہلے قوم میں جو شخص سربرآوردہ تھا اُسکو نبوت اللہ تعالیٰ نے نہین دی اور ہر نبی کی امت کے لوگ ابتدا مین
بلا ثروت لوگ قرار پائے تاکہ یہ دہوکہ لوگونکو نہ ہو کہ یہ دین الٰہی نہیں ہے بلکہ ثروت دنیاوی کے سبب سے یہ دین
پھیل گیا ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بڑے بڑے مالدار اور صاحب ثروت دوزخیون کو جب دوزخ مین ڈالا جاویگا تو دوزخ کے پہلے ہی جھونکے کے بعد
اللہ کے حکم سے اللہ کے فرشتے اون لوگون سے پوچھین گے کہ جس مالداری اور ثروت کے سبب سے تم لوگ دنیا میں عقبے
سے غافل رہے اور انبیا کی نصیحت کو تم نے نہ مانا آج اس عذاب کے آگے تمہین دنیا کی وہ مالداری اور ثروت کچھہ یاد ہے
وہ لوگ قسم کھا کر جواب دیوین گے کہ ہمکو دنیا کی وہ مالداری اور ثروت کچھہ یاد نہیں - یہ حدیث ان آیتون کی گویا

تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولید بن مغیرہ ابو جہل وغیرہ اپنی دنیا کی جس مالداری اور ثروت کے غرور میں اللہ کے
رسول سے طرح طرح کی مخالفت دنیا میں کرتے رہے اس مخالفت کی سزا میں قیامت کے دن ایسے لوگوں پر جو عذاب
ہوگا اس عذاب کے آگے اپنی وہ مالداری اور ثروت اون لوگونکو بالکل یاد بھی نہ رہے گی اور ان لوگونکو بڑا پچتاوا ہوگا
کہ ایسی بھولی ہوئی چیز کے غرور میں اس طرح کا سخت عذاب ہمنے اپنے سر کیون لیا اسیلئے فرمایا وما یمکرون الا بانفسہم
وما یشعرون جسکا مطلب یہ ہے کہ ان لوگونکو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ یہ لوگ اللہ کے رسول کے ساتھ جو حیلہ بازیاں
کرتے ہیں اسکا وبال ایک دن ان ہی کی جان پر پڑنے والا ہے غرض صغار عند اللہ کی بدر کی ان لوگون کی حالت اور
عذاب شدید بما کانو یمکرون کی یہ حدیث ان لوگون کی دنیوی اور آخری حال کی پوری تفسیر ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ
سو جسکو اللہ چاہے کہ راہ دے سو کھولدے اوسکا سینہ حکم برداری کو اور جسکو چاہے کہ راہ سے بہلادے اسکا سینہ
ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
کردے تنگ خفہ گویا زور سے چڑھتا ہے آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب یقین نہ لانے والون پر

حاصل معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ مکہ کے سرکش لوگون نے اسلام سے روکنے کی تدبیرین جو نکالین ہیں وہ تقدیر اور ارادہ الٰہی
کے مقابلہ مین کچھ کارگر نہ ہونگی اسی طرح اون سرکشون کے طرح طرح کے معجزے چاہنے سے مسلمانون کے دل مین جو یہ تمنا
پیدا ہوتی ہے کہ کاش خدا تعالیٰ کی طرف سے جلدی ان معجزون کا ظہور ہو جاوے تاکہ یہ سرکش لوگ ایمان لے آوین
انکی یہ تمنا بھی کارآمد نہیں کسواسطے کہ یہ دونو باتین تدبیرات میں سے ہیں اور کوئی تدبیر تقدیر اور ارادہ ازلی کے مخالف
کارگر نہین ہوسکتی علم ازلی میں جس شخص کو اللہ تعالے نے مشرف باسلام ہونے کے لائق جانکر اوسکی تقدیر مین
مسلمان ہونا لکھدیا ہے اس دنیا عالم اسباب مین خود اسکے سبب یون پیدا ہو جاتے ہیں کہ اللہ کا ارادہ ازلی اوسکے اسلام
لانے پر قائم ہو جاتا ہے جس کے سبب سے اس شخص کے دلمین ایک نور پیدا ہو جاتا ہے اور نیک باتون کے اختیار کرنے پر
اوسکا دل کھول دیا جاتا ہے اسی طرح علم ازلی میں جو شخص اللہ تعالے کے نزدیک نافرمان ٹھہر چکا ہے اسکے راہ راست
پر لانے کے لئے ارادہ ازلی قائم نہیں ہوتا اسواسطے اسکے حق میں اس عالم اسباب میں ویسے ہی اسباب پیش آتے
ہیں کہ نیک باتون سے اسکا دل نفرت کرتا ہے اور نیک باتون کا ماننا اوسکو ایسا دشوار ہو جاتا ہے جسطرح ہر انسان
کو آسمان پر چڑھنا مشکل ہے اس قسم کی آیتون سے فرقہ جبریہ نے آدمی کو قضا و قدر کے موافق عمل کرنے پر مجبور
خیال کر لیا ہے اور اصل مین انسان قضا و قدر کے سبب سے مجبور نہین ہے بلکہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جو کچھ قیامت
تک ہوگا دنیا کے پیدا ہونے سے ہزارہا برس پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے اوس سب کو معلوم کرکے لوح محفوظ مین
لکھ لیا ہے اوسی کا نام قضا و قدر ہے ایک واقعہ کے ظاہر ہونے سے پہلے علم اور تجربہ سے اس واقعہ کا نتیجہ لکھ لینا

منزل ۲

اور بات ہے اور ایک واقعہ کے ظاہر ہونے سے پہلے کسی کو اوس واقعہ کے کرنے پر مجبور کرنا اور بات ہے اگر یہ شبہ پڑے کہ جب اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں دنیا کے پیدا ہونے کی حالت میں بعضے لوگ گمراہ معلوم ہوئے تھے تو یہہ امر کیا اللہ کے اختیار مین نہ تھا کہ اونکو اللہ تعالیٰ نیک خصلت کر کے پیدا کرتا تو اوسکا جواب یہ ہے کہ یہ صورت مجبوری کا ایمان لانے کی ہے جس طرح مغرب کی طرف سے سورج نکلنے کے بعد کوئی ایمان لاوے اسی سورۃ میں آگے آتا ہے کہ اسطرح کا ایمان اللہ کی درگاہ مین مقبول نہین ہے اسواسطے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی مین جسکی جیسی صلاحیت دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے معلوم کی ویسا ہی اوسکو پیدا کیا جن آیتون میں آگے قضا و قدر اور لوح محفوظ کا ذکر آویگا وہان اس بات کی زیادہ صراحت آویگی چند طریق سے تفسیر عبد الرزاق تفسیر ابن جریر وغیرہ مین روایتین ہیں جنکا حاصل یہ ہے کہ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سینہ کے کھولدئے جانے کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک روشنی آدمی کے دل میں پیدا ہوتی ہے جس سے آدمی دنیا سے متنفر اور عقبیٰ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور عقبے کی طرف مائل ہو جانے سے شرع کی تکلیفات کی برداشت اوسپر آسان ہو جاتی ہے۔ عالم ارواح کی نور کی حدیث جو اوپر گذر چکی ہے اوس سے بھی تفسیر عبد الرزاق وغیرہ کی روایتون کی پوری تائید ہوتی ہے اور حاصل معنے آیت کے یہ قرار پاتے ہیں کہ اس عالم ارواح کے نور کا ظہور آدمی کے دل میں ہو جاتا ہے جس سے عقبے کے کامون کی گنجایش ایسے شخص کے دل مین پیدا ہو جاتی ہے یہی مطلب سینہ کے کھولے جانے کا ہے اوسی حدیث کے موافق جو روحین جہالت اور خواہشات نفسانی کے اندھیرے میں رہیں اونکے دل مین عقبے کا یقین نہین اسلئے اونکے دل مین عقبے کے کامون کی گنجایش بھی نہیں یہی مطلب سینہ کی تنگی کا ہے جن لوگون کے دل مین عقبے کا یقین نہیں وہ ذکر الٰہی سے غافل اور دنیا کے کامون میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں اسواسطے اونپر شیطان کا تسلط بھی زیادہ رہتا ہے کیونکہ شیطان تو ذکر الٰہی سے بھاگتا ہے۔ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس نے یہان رجس کے معنے شیطان کے کئے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہ کی اور اچھے برے لوگون کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جس شخص کے راہ راست پر لانے کے لئے ارادہ ازلی قائم ہو چکا ہے اوسکے دل پر قرآن کی نصیحت کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جسطرح اچھی زمین میں مینہ کے پانی کا اثر ہوتا ہے اور جس شخص کے راہ راست پر لانے کے لئے ارادہ ازلی قائم نہیں ہوا اوسکے دلپر قرآن کی نصیحت کا اسطرح کچھہ اثر پیدا نہین ہوتا جسطرح ناکارہ زمین میں مینہ کا پانی رائگان جاتا ہے۔ بعضے مفسرین سلف نے اس آیۃ کی تفسیر مین لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ دو قسم کا ہے ایک ارادہ تقدیری ہے جسکے موافق نیکی بدی نیک و بد سب کچھہ دنیا مین پیدا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارادہ سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی مطلب اس ارادہ کا یہ ہے

منزل ۲

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کی رو سے ہر شخص کے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اوسکو نیک و بد جیسا جان لیا تھا ویسا ہی پیدا کیا۔ دوسرا ارادہ شرعی ہے جسکے موافق ہر ایک شریعت مین ہر شخص کو نیکی کرنیکا اور بدی سے بچنے کا حکم ہے اب علم الٰہی مین یہ کھل چکا تھا کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد بعضے لوگ احکام شرعی کے پابند نہ ہونگے بلکہ ارادہ تقدیری کے موافق وہ جیسے بد پیدا ہوئے ہین عمر بھر ویسے ہی رہین گے اور اوسی حالت پر مر جاوینگے ایسے ہی لوگونکی گمراہی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین کی اکثر آیتون میں اپنے ارادہ تقدیری کے نتیجہ کے طور پر ذکر فرمایا ہے لیکن اس مین کچھ کسی کو مجبور نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ تقدیری ان لوگون کے اون ارادون کا نتیجہ ہے جن ارادون پر یہ لوگ اپنے اختیار سے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد قائم رہنے والے تھے۔

پہلے یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کسی واقعہ کے ظاہر ہونے کے پہلے تجربہ کی رو سے اوس واقعہ کے انجام اور نتیجہ کو لکھ لینا اور بات ہے

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ

اور یہ ہے راہ تیرے رب کی سیدھی ہمنے کھول دیئے نشان دھیان کرنے والون کو انکو ہے سلامتی

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

کا گھر اپنے رب کے ہان اور وہ اونکا مددگار ہے بدلہ اونکے کئے کا

منزل ۲

حضرت عبداللہ بن عباس نے صراط مستقیم کی تفسیر اسلام کی فرمائی ہے اور عبداللہ بن مسعود نے قرآن کی حاصل مطلب دونون تفسیرون کا ایک ہی ہوتا ہے۔ مشرکین مکہ قرآن کو پچھلے لوگونکی کہانیان جو کہتے تھے اور بت پرستی کو اسلام سے بہتر جو بتلاتے تھے اونکے جھٹلانے کو فرمایا ہے کہ اے رسول اللہ کے قرآن کی اس سورہ اور اور سورتون کے ذریعہ سے جو احکام دین اسلام کے تم پر نازل کئے گئے یہ وہ دین ہے جسکو آخری زمانہ مین اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا سیدھا راستہ ٹھہرایا ہے اور جن لوگونکے دل پر اس قرآن کی نصیحت کا اثر پڑتا ہے اونکے لئے اس قرآن کی آیتون مین حرام حلال عذاب ثواب سب باتون کی تفصیل موجود ہے پھر فرمایا جو لوگ ان احکام قرآنی کے موافق عمل کرینگے اوس عمل کے اجر مین اونہیں جنت کے عطا کرنے کا اللہ کفیل اور ضامن ہے۔ قد فصلنا الآیات لقوم یذکرون ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اسلامی احکام کی اکثر تفصیل تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی آیتون مین فرمادی ہے اور کچھ تفصیل اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ کر دی ہے مثلاً احکام نکاح میں اتنی تفصیل تو قرآن مین ہے کہ ساتھ کے ساتھ دو بہنون سے نکاح حرام ہے باقی کی یہ تفصیل اللہ کے رسول نے اللہ کے حکم سے فرمادی ہے کہ جسطرح ساتھ کے ساتھ دو بہنون سے نکاح حرام ہے اسی طرح ایک عورت اور اوسکی پھوپی سے یا عورت اور اوسکی خالہ سے ساتھ کے ساتھ نکاح حرام ہے صحیح بخاری مسلم وغیرہ مین ابوہریرہ

کی حدیث ہے جسمین اس طرح کے نکاح کے حرام ہونے کا ذکر ہے سورہ نحل مین آویگا وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم
جسکا مطلب یہ ہے کہ اے رسول کے اکثر تفصیل احکام اسلام کی تو قرآن مین موجود ہے رہی باقی کی کچھ تفصیل آسکے
لئے اللہ تعالے نے تمکو یہ اجازت دی ہے کہ تم بقدر ضرورت اور تفصیل کرکے ان لوگون کو قرآن کا مطلب سمجھا دو جو لوگ
یہ کہتے ہیں کہ پورے طور پر احکام اسلامی سمجھنے اور عمل کرنے کے لئے بغیر مدد حدیث نبوی کے اونکو فقط قرآن کافی ہے
وہ لوگ گویا نصف وحی کے منکر ہیں کیونکہ معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد وغیرہ مین مقدام بن معدی کرب کی
حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے نے مجھکو قرآن دیا اور اوسکے ساتھ اوسی کی مثل حدیث
دی ہے۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی طرف سے دو طرح کی وحی آئی ہے ایک
قرآن کی وحی جسمین احکام اسلام بھی ہیں اور آسکی تلاوت اور نماز مین آسکی قرأت کا بھی حکم ہے اوسی قدر دوسری
وحی حدیث کی ہے جسمین فقط احکام اسلامی قرآن کی تفصیل اور تفسیر کے طور پر ہیں اب حدیث سے بے پروائی جتلانے
والے لوگ اس دونون قسم کی وحی کے گویا منکر ہیں کیونکہ جب اللہ تعالے نے اپنے رسول کو قرآن کی تفصیل اور
تفسیر کی اجازت سورۃ النحل کی آیۃ مین عطا فرماکر سورہ حشر میں یہ بھی فرمادیا وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ
فانتہوا تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ حدیث نبوی سے بے پروائی کرنے والے لوگ پورے قرآن کے بھی قائل نہیں ہین ایسوالے
مقدام بن معدی کرب کی حدیث مین پیشین گوئی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگون کی بڑی مذمت
فرمائی ہے کہ یہ لوگ اپنے گھرون مین تکیہ لگا کر بیٹھنے والے لوگ ہیں کہین پھر چلکر انھون نے پورا علم دین حاصل
نہین کیا اسلئے یہ ایسے نادانی کی باتین کرتے ہیں۔

منزل ۲

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُمْ

اور جسدن جمع کریگا ان کو اے جماعت جنون کی تم نے بہت کچھ لیا انسانو نسے اور بولے اونکے دوستدار

مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا قَالَ

انسان اے رب ہمارے کام نکالا ہم مین ایک نے دوسرے سے اور پہنچے اپنے وعدے کو جو تو نے ہمارا ٹھیرایا تھا فرمایا

النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو اوس مین مگر جو چاہے اللہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہی

جن شیاطینون کے بہکانے سے بت پرست لوگ دنیا میں بت پرستی کرتے تھے اور جو شیاطین الجن شیاطین الانس کے
دل مین طمع کی باتین لوگون کے بہکانے کے لئے ڈالتے تھے قیامت کے دن ان سب کو ساتھ کھڑا کیا جاکر جسطرح
ذلیل کیا جاویگا مکہ کے بت پرستون کی تنبیہ کے لئے اس آیۃ میں اوسکا ذکر فرمایا ہے قد استکثرتم من الانس اسکا
مطلب یہ ہے کہ بنی آدم کے بہکانے والے شیاطینون سے قائل کرنے کے طور پر اللہ تعالی یہ پوچھیگا کہ تم نے بہت

سے بنی آدم کے بہکانے کا وبال اپنے سر لیا یا نہین - شیاطین تو اُسکا کچہہ جواب ندے سکین گے بہکنے والے بنی آدم فقط
یہ کہوین گے کہ ہم اور شیاطین مل جل کر ایک دوسرے سے جیتے جی فائدہ اوٹھاتے رہے - ہم شیاطین کو مانتے اور اون کی
نذر و نیاز کرتے رہے اور یہ ہمکو طمع اور بناوٹ کی باتون سے بہکاتے اور عقبے سے غافل بناتے رہے جس سے ہم
ہمیشہ اہل اسلام کے ساتھہ جھگڑے کرتے رہے اسکے جواب مین اللہ تعالی فرماویگا اب تم دونون کی سزا یہ ہے کہ تمہارا
ٹھکانا ہمیشہ کے لئے جہنم ہے تفسیر سدی وغیرہ مین اجل کے معنے یہان موت کے لئے ہین جسکا مطلب یہ ہے کہ
جیتے جی ہمارا اور شیاطینون کا وہ معاملہ رہا جو ہم نے بیان کیا - مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید
خدری کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان نے اللہ تعالی کے روبرو یہ قسم
کھائی ہے کہ بنی آدم کے جیتے جی مین اونکو ہر طرح بہکاونگا اس سے معلوم ہوا کہ جن مفسرین نے اجل کے معنے
یہان موت کے کئے ہین وہ اس صحیح حدیث کے موافق ہین - الا ما شاء اللہ - اسکا مطلب حضرت ابی بن کعب
اور قتادہ کے قول کے موافق یہ ہے کہ مرنے کی تاریخ سے عذاب قبر ہے اور پہر دوزخ ہے غرض نافرمان لوگونکے لئے
یہ ہمیشہ کا عذاب ہے لیکن دونون صورکے مابین مین انکا عذاب قبر موقوف ہوجاویگا جس سے اُنکو کچہہ نیند
سی آجاویگی اسی واسطے ہمیشہ کے عذاب میں سے اس مدت کو مستثنے فرمادیا ہے - اسکی زیادہ تفصیل سورہ یسین
مین من بعثنا من مرقدنا کی تفسیر مین آویگی - حکیم علیم اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے کو ہر ایک کی نیت کا ہر ایک
کے عمل کا خوب حال معلوم ہے اسواسطے اوس نے اپنے علم کے موافق اپنی حکمت اور تدبیر سے ہر ایک کی سزا
وجزا مقرر کی ہے جسکو کوئی ٹال نہیں سکتا -

منزل ۲

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞

اور اسی طرح ہم ساتہ ملا دینگے گنہگارون کو ایک دوسرے کا بدلہ اونکی کمائی کا

ع ۱۵ ۸ ۲

قتادہ کے قول کے موافق آیتہ کا حاصل مطلب یہ ہے کہ بہکانے والے شیاطین اور بہکنے والے بنی آدم کا جس طرح
عام گروہ اوپر آیتہ کے موافق جہنمی قرار پاویگا اوسی طرح پر اس عام گروہ میں سے خاص خاص ٹکڑیان اس آیتہ کی موافق
چھانٹی جاکر جہنم مین ڈالی جاوینگی مثلاً بت پرستون کی ایک ٹکڑی ہوگی تو سورج پرستون کی دوسری ٹکڑی - صحیح
بخاری وغیرہ مین ابو سعید خدری کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ کے حکم سے
فرشتے یہ پکار کر کہدیوینگے کہ ہر طرح کے مشرکونکی ایک ایک ٹکڑی الگ الگ ہوجاوے اسپر بت پرستون کی ٹکڑی
الگ ہوجاویگی اور سورج پرستون وغیرہ کی الگ اس حدیث سے قتادہ کی تفسیر کی پوری تائید ہوتی ہے -

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۤءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا

اے جماعت جن اور انسان کی کیا تمکو نہیں پہونچے تھے رسول تمہارے اندر کے سناتے تمکو حکم میرے اور ڈرتے اُس دن کے سامنے آنیسے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

بولے ہم نے مان لیا اپنا گناہ اور انکو بہکایا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوئے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر

علمائے مفسرین نے اس بات میں بڑا اختلاف کیا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے ظاہر مضمون آیۃ کے موافق جن اور انسان دونوں قسم کے رسول آئے ہیں یا رسول فقط انسان ہی آئے ہیں اور ہدایت جن اور انسان دونو فرقوں کی اون رسولوں کے ذمہ پر رہی ہے رفع اس اختلاف کا یہ ہے کہ پہلے قول کی روایۃ ضحاک بن مزاحم پر ختم ہوتی ہے اور ضحاک بن مزاحم اگرچہ متقدمین مفسرین میں سے ہیں اور اکثر متاخرین کی تفسیروں میں حضرت عبداللہ بن عباس سے بواسطہ ضحاک کی روایۃ کیجاتی ہے لیکن دراصل یہ سلسلہ روایۃ کا منقطع ہے کس لئے کہ ضحاک بن مزاحم کی ملاقات امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے نہیں ہوئی اور دوسرے قول کی روایۃ مجاہد بن جبیر بن المقری پر ختم ہوتی ہے مجاہد کی ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس سے ہوئی اور مجاہد نے تیس دفعہ قرآن شریف کے سب احکام کی تفصیل سمجھ کر تمام قرآن شریف حضرت عبداللہ بن عباس سے پڑھا اسی واسطے امام شافعی اور امام بخاری اور ائمہ تفسیر کو مجاہد کی تفسیر پر زیادہ اعتماد ہے اور مجاہد کا ہی قول اس باب میں صحیح ہے ابن حبان نے مجاہد کو ضعفا میں لکھ دیا ہے لیکن علما نے کہا ہے کہ ابن حبان کے سوا اور کسی کی کتاب الضعفا میں مجاہد کا نام شریک نہیں ہے اور یحیٰ القطان نے کہا ہے اجمعت الامۃ علی امامۃ مجاہد والاحتجاج بہ جسکا مطلب یہ ہے کہ علما کے مجمع عام نے مجاہد کو امام اور لائق حجت پکڑنے کے قرار دیا ہے حافظ عماد الدین ابن کثیر نے چند قرآن کی آیتیں اس بات کے ثبوت میں پیش کی ہیں کہ رسول سب انسان ہی ہوئے اور جنات کی ہدایت بھی انہی کے ذمہ پر رہی ہے آخر فیصلہ اس آیۃ پر کیا ہے کہ وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب کا وعدہ جو اللہ تعالے نے حضرت ابراہیم سے کیا ہے اوس سے یہ امر تو یقینی ہے کہ حضرت ابراہیم سے لیکر آنحضرت تک انسان ہی حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے اللہ تعالے کے وعدہ کے موافق نبی ہوئے اور حضرت ابراہیم سے پہلے کسی مفسر نے کسی جن کا نبی ہونا نقل نہیں کیا ایک ڈہنگ کی جماعت کو عربی میں معشر کہتے ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیۃ کے موافق بت پرست سورج پرست جن وانس کی جب ٹکڑیاں بن جاوینگی تو اونہیں قائل کرنے کے لئے اللہ تعالی اون سے پوچھے گا کہ کیا اللہ کے رسولوں کی معرفت تمہیں اللہ کا وہ کلام نہیں پہونچا جسمیں قیامت کا اور اوسدن نافرمان لوگوں کے عذاب میں پکڑے جانے کا ذکر تھا۔ یہ ہر ایک ٹکڑی کے جنات اور انسان اس بات کا اقرار کرینگے کہ اللہ کے رسولوں کی معرفت یا اللہ تیرا ایسا کلام ہمکو بلاشک پہونچا لیکن دنیا کے مال و متاع نے ہمکو ایسا مغرور کردیا کہ ہمنے رسولوں کی نصیحت کو نہیں مانا بلکہ ہم اونکی نصیحت کو جھٹلاتے رہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضی کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نافرمان لوگ قیامت کے دن اپنی بداعمالی کا انکار کرینگے اونکے مونہہ پر مہر لگائی جاکر اونکے ہاتھ پیروں سے اونکی بداعمالی کی گواہی ادا کرائی جاویگی۔ حاصل یہ ہے کہ جن آیتوں میں بدعمل لوگوں کے

منزل ۲

بدعملی سے انکار کرنے کا ذکر ہے وہ اس گواہی سے پہلے کا ہے اور یہ اقرار کا ذکر گواہی کے بعد کا ہے دونوں طرح کی
آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ
یہ اسواسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنیوالا نہیں بستیون کو ظلم سے اور وہان کے لوگ بیخبر ہون اور ہر کسی کو درجے ہیں

مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ
اپنے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہیں اُنکے کام سے اور تیرا رب بے پروا ہے رحم والا اگر چاہے تمکو لیجاوے اور پیچھے

مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝
تمہارے قائم کرے جسکو چاہے جیسا تمکو کھڑا کیا اوروں کی اولاد سے جو تمکو وعدہ کیا سو آنیوالا ہے اور تم تھکا نہ سکوگے

اوپر ذکر تھا کہ قیامت کے دن اللہ نافرمان جن وانس سے پوچھے گا کہ کیا اللہ کے رسولون کی معرفت تمہین اللہ کا کلام نہیں
پہونچا جسمین قیامت کے آنے کا اور اوس دن نافرمان لوگون کے عذاب میں پکڑے جانے کا ذکر تھا ان آیتون مین
فرمایا اے رسول اللہ کے یہ آسمانی کتابین اور رسول اللہ تعالی نے ہمیشہ سے اسلئے بھیجے ہیں کہ اللہ تعالی کو ناانصافی
کے طور پر کسی بستی کے لوگون کو غفلت اور بے خبری کی حالت میں غارت کرنا منظور نہین اسی واسطے اول صاحب
شریعت نبی نوح علیہ السلام کی قوم سے لیکر فرعون اور اوسکی قوم تک کے لوگون کو اللہ کے رسولون کی معرفت
اللہ کا کلام پہونچایا گیا جسمین ہر طرح کی نصیحتین تھین اور ان نصیحتون کے سمجھنے کے لیے پوری مہلت دی گئی باوجود
اسکے جو لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو دنیا میں طرح طرح کے عذابونسے ہلاک ہوگئے اور عقبیٰ مین اپنے عملونکے موافق جو سزا پاوینگے
کیونکہ اللہ تعالی نے ہر ایک کے عملونکے موافق جزا سزا کے درجے ٹھہر رکھے ہیں اور کوئی چھوٹا یا بڑا عمل اسکے علم سے باہر نہیں ہے پھر فرمایا کہ عملون کی
شریعت میں تاکید جو کی گئی ہے تو کچھ اسواسطے نہیں کی گئی کہ اللہ کو کسی کے نیک عملون کی کچھ پروا ہے اوسکی ذات
تو سب ضرورتون سے بے پروا ہے لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ جس طرح اوس کی صفتون میں بے پروائی کی صفت ہے
اوسی طرح رحم کی صفت بھی ہے اسی رحم کی صفت کے موافق اوسنے ایک نیکی کا اجر دس سے لیکر سات سو تک اور
کبھی اس سے بھی زیادہ ٹھہرایا ہے اس صفت کے موافق اوس نے جسطرح پچھلی قوموں کو نصیحت کے سمجھنے کی مہلت دی
تھی اس طرح اوس نے قریش کو مہلت دے رکھی ہے ورنہ انکی سرکشی کے لحاظ سے اگر اللہ چاہتا تو اب تک پچھلی قومون
کی طرح اونکو ہلاک کرکے دوسری کسی فرمانبردار قوم کو انکی جگہ اسی طرح پیدا کر دیتا جس طرح پچھلی قومون کی ہلاکت کے
بعد انکو پیدا کر دیا مگر انکو یہ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ مہلت قیامت کے وعدہ کو نہین ٹال سکتی اس مہلت مین اگر
یہ لوگ کچھ سامان اوس دن کے عذاب سے بچنے کا نکرینگے تو وہ عذاب دنیا کی آفتون کی طرح نہین ہے جس سے آدمی
کہیں بھاگ کر بچ جاتا ہے اوس عذاب سے بھاگنے کی جگہ بھی انکو کہین نہ ملے گی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث

منزل ۲

کی حدیث قدسی اوپر گذر چکی ہی جسمین اللہ تعالی نے فرمایا تمام دنیا کے جنات اور انسان نیک ہو جاوین تو اون کی نیکی سے اللہ کی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہیں سکتا اور یہ سب بد ہو جاوین تو کچھ گھٹ نہیں سکتا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالے کو اپنی رحمت کی صفت ایسی پیاری ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اگر گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے اونکو دنیا سے اوٹھا کر انکی جگہ اور گنہ کرنے والی مخلوقات پیدا کرتا اور جب یہ لوگ گناہ کر کے توبہ استغفار کرتے تو اللہ تعالی اپنی رحمت کی صفت کو کام میں لا کر اون کے گناہون کو بخشدیتا ہے پہلی حدیث اللہ تعالی کی بے پروائی کی گویا تفسیر ہے اور دوسری اوسکی رحمت کی۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ
تو کہہ لوگو کام کرتے رہو اپنی جگہ پر مین بھی کام کرتا ہون اب آگے جان لوگے کہ کس کو ملتا ہی آخر کا

عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝
گھر مقرر بھلا نہ ہوگا بے انصافون کا

بعضے مفسرین نے اس آیۃ کو درگذر کی آیتون مین شمار کیا ہے اور جہاد کی آیۃ سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہے لیکن درگذر کی آیتون کی یہ شان نہین ہے جس طرح اس آیۃ کی شان ہے کیونکہ درگذر کی آیتون میں اس طرح کی تنبیہ کہان ہے جیسے اس آیۃ میں کافرون کو خطاب کر کے آخر کو فرمایا ہے فسوف تعلمون اس لیے صحیح قول یہی ہے کہ یہ آیۃ تنبیہ عذاب کی ہے جسکا دنیوی ظہور بدر کی لڑائی میں ہوا اور عقبے کے عذاب کا ظہور وقت مقررہ پر ہوگا غرض جہاد کی آیۃ سے یہ آیۃ منسوخ نہین ہے علاوہ اسکے اوپر گذر چکا ہے کہ جہاد کی آیۃ سے کوئی درگذر کی آیۃ منسوخ نہیں ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ اوپر کی آیتون مین پچھلی قومون کی بربادی کا حال قریش کی مہلت کا حال ان سب باتون کا حال ذکر فرما کر اس آیۃ میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ ان سب باتون کا حال سننے کے بعد بھی تم لوگ اگر اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو اچھا تم اپنی حالت پر رہو مین اپنی حالت پر رہتا ہون تھوڑے دنون میں انجام ہر ایک کا تمکو معلوم ہو جاویگا مگر اتنی بات یاد رہی کہ جس اللہ نے تمکو تمہاری سب ضرورت کی چیزون کو پیدا کیا اوسکی تعظیم مین تم دوسرون کو جو شریک کرتے ہو یہ بڑے ظلم اور بڑی ناانصافی کی بات ہے اللہ تعالے نے جب تک اپنی بردباری سے تمکو چھوڑ رکھا ہے اس مہلت کو غنیمت جانو ورنہ آخر کو ایسے ناانصافون کا کبھی کچھ بھلا نہ ہوگا اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے آیۃ کے نازل ہونے کے تھوڑے عرصہ کے بعد بدر کی لڑائی کا موقع پیش آیا۔ بدر کی لڑائی سے پہلے ہی اللہ تعالے نے اپنے رسول کو جتلا دیا تھا کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے سرکش قریش میں کے مارے جاوینگے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی کے شروع ہونے سے ایک رات پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں کے ان سرکشون کے نام تبلا دیے تھے جو اس

منزل ۲

لڑائی مین مارے جانے والے تھے بلکہ مارے جانے کے بعد جہان جہان اونکی لاشین پڑی تھین وہ مقامات بھی بتلا دیے تھے۔ انس بن مالک قسم کھاکر کہتے ہیں کہ ان لوگونکے مارے جانے کے بعد انکی لاشون کو اونہین مقامات پر ہم لوگون نے پایا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ایک بڑے وبال کے ٹل جانے کی طرح یہ توان لوگون کی دنیا کی موت کا حال ہے جسکی خوشخبری اللہ تعالے نے پہلے سے اپنے رسول کو سنادی تھی عقبے کا حال ان لوگون کا یہ ہوا کہ انکے مرتے ہی سخت عذاب نے اونکو آن گھیرا اور وہ عذاب اللہ کے رسول کو نظر آگیا اسی واسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون کی لاشون پر کھڑے ہوکر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگون نے اللہ کے عذاب کا وعدہ سچا پایا چنانچہ مسند امام احمد صحیح بخاری ومسلم مین انس بن مالک وغیرہ سے جو روایتین ہیں ان مین اس قصہ کا ذکر ہے یہ حدیثین آیہ کے ٹکڑے انہ لا یفلح الظالمون کی گویا تفسیر ہیں جن سے مکہ کے ناانصاف مشرکون کا دین ودنیا کا انجام معلوم ہوتا ہے جو اور مشرکون کے لیے عبرت کا مقام ہے +

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا

اور ٹہیراتے ہیں اللہ کا اوسکے پیدا کئے کہیتی اور مواشی میں ایک حصہ پہر کہتے یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکونکا

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ

سو جو اونکے شریکون کا ہے سو نہ پہنچے اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہے سو پہنچے انکے شریکونکی طرف کیا برا انصاف کرتے ہیں

منزل ۲

مشرکین اللہ تعالے کے خالق ہونے کے تو قائل تھے لیکن رسولون کے اور مرنے کے بعد پہر جینے کے اور قیامت کے دن کی سزا وجزا کے قائل نہیں تھے اب تو یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ تعالے کو خالق مانے گا اوسکو یہ ضرور ماننا پڑیگا کہ اللہ تعالی بڑا صاحب حکمت ہے کیونکہ سب کی آنکھون کے سامنے اللہ تعالی کی مخلوقات مین بہت سی چیزین ایسی ہین کہ جنکی حکمت کے سمجھنے سے بڑے بڑے صاحب حکمت انسان عاجز ہین مثلاً بڑے سے بڑا صاحب حکمت انسان خود اپنی پیدائش پر غور کرے کہ ایک قطرہ پانی سے اوسکی پیدائش کس حکمت سے ہوئی ہے تو اوسکی سمجھ سے باہر ایک کارخانہ نظر آویگا پہر اللہ کی قدرت اور حکمت کچہ اسی ایک کارخانہ پر منحصر نہین ہے اوسکی قدرت اور حکمت کے دنیا مین ایسے لاکھون کارخانے سب کی آنکھون کے سامنے موجود ہیں باوجود ان سب باتون کے مشرکین مکہ قیامت کے دن کی سزا وجزا کے جو منکر تھے تو گویا نادانی سے وہ یہ کہتے تھے کہ یہ سب کارخانے بغیر کسی نتیجہ کے یون ہی کھیل تماشے کے طور پر پیدا کیے گئے ہین کیونکہ جب دنیا کے ختم ہونے کے بعد دنیا کی نیکی بدی کے کچہ جزا وسزا ہی نہیں تو پہر دنیا کا پیدا کرنا ایک کھیل تماشے سے بڑہ کر اور کیا ہو سکتا ہے اسی واسطے اس آیہ مین اور اس سے آگے کی آیتون مین اللہ تعالے نے مشرکین مکہ کی چند باتین ایسی بیان فرمائین ہین جن سے ان لوگون کی کمال نادانی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انکار حشر کی نادانی کے سوا مشرکین مکہ میں اور باتین بھی نادانی کی تھین اور ان لوگون نے اپنے آپکو عقلمند جو مشہور کر رکھا تھا وہ ایک

غلط شہرت تھی کس لئے کہ ان میں جس کسی کو کچھ عقل تھی وہ دنیا کے بعضے کارخانے دیکھ کر حشر کے اقرار کے کلمات تذبان پر لے آتا تھا چنانچہ عبدالمطلب کا ایک قصہ معتبر کتابون میں ہے کہ اونھون نے ایک ظالم شخص کو ایک عرصہ تک خوشحالی اور تندرستی کی حالت میں جب دیکھا تو قسم کھا کر یہ کہا کہ اس جہان کے علاوہ سزا وجزا کا دوسرا جہان ضرور قائم ہوگا کیونکہ اس ظالم کا بغیر سزا کے رہ جانا ناانصافی ہے جو اللہ کی شان سے بعید ہے۔ مشرکین مکہ نے یہ ایک رسم قرار دے رکھی تھی کہ وہ لوگ اپنی کھیتی کی پیداوار میں سے اور میوے کے پیڑون کے میوون میں سے اور اپنے چوپاؤن کے پھر جھول کے بچون میں سے کچھ حصہ تو اللہ کے نام کا ٹھراتے تھے اور کچھ بتون کے نام کا۔ اللہ کے نام کا حصہ مسافرون کی مہمانداری اور محتاجون کی خبرگیری میں خرچ ہوتا تھا اور بتون کے نام کا حصہ بتون کی پوجا اور پوجاریون کے کام میں لگایا جاتا تھا۔ اللہ کے نام کے حصے میں موسم کی خرابی کے سبب سے یا جانورون میں کچھ آفت آجانے کے سبب سے کچھ کمی پڑ جایا کرتی تھی تو اوسکا معاوضہ نہین کیا جاتا تھا۔ اگر بتون کے نام کے حصے مین کچھ کمی پڑ جاتی تھی تو اوسکا معاوضہ اللہ کے نام کی چیز سے کردیا جاتا تھا اسی کو برا انصاف فرمایا کیونکہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزون مین اول تو پتھر کی مورتون کو حصہ دار ٹھرانے کا کسی طرح کوئی حق نہین تھا اور پھر حصہ داری بھی ٹھرائی گئی تو ایسی کہ مسافرون اور محتاجون کا حق مار کر ان پتھر کی مورتون کے حصہ کی کمی پوری کیجاتی تھی جس میں اللہ کے نام کی بے توقیری۔ مسافرون اور محتاجون کی حق تلفی دونون خرابیان تھین۔ یہ ساری خرابیان اس لئے تھین کہ یہ لوگ قیامت کے اور اوس دن کے جزا وسزا کے قائل نہ تھے ورنہ مسافرون اور محتاجون کا حق تلف کرکے اپنے عقبے کے اجر کو اس طرح بتون کی خاطر سے کبھی برباد نہ کرتے یہ مانا کہ پتھر کی یہ مورتین پچھلے زمانہ کے اچھے لوگون کی ہیں لیکن جب ان اچھے لوگون کا جیتے جی یہ مرتبہ نہیں تھا کہ انکی توقیر اللہ تعالے کی توقیر کے برابر کیجاوے تو مرنے کے بعد اونکو یہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوگیا کہ اللہ کے نام کی بے توقیری کی جاکر اونکی مورتون کے نام کے حصہ کی کمی کو پورا کیا جاوے۔ ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس کی حدیث گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ عقلمند وہ شخص ہے جو عقبے کے اجر کی نیت سے عقبی کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے جو جیتے جی عقبے سے غافل رہے اور پھر اللہ سے عقبے کی بہبودی کی امید رکھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔ یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتہ اور حدیث کے ملانے سے یہہ مطلب قرار پاتا ہے کہ مشرکین مکہ کی نادانی تو یہ تھی کہ وہ دنیا کی پیدائش کو بلا نتیجہ خیال کرکے قیامت کے منکر تھے لیکن جو شخص دنیا کے پیدا ہونے کا نتیجہ قیامت کو جانکر قیامت کا اقرار کرے اور پھر قیامت کے سامان سے غافل رہے اوس کی نادانی بھی مشرکین مکہ کی نادانی سے کچھ کم نہیں ہے

منزل ۲

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ

اور اسی طرح بھلی دکھائی ہے بہت مشرکون کو اولاد مارنی انکے شریکون نے کہ انکو ہلاک کرین

وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝

اور انکا دین غلط کرین اور اللہ چاہتا تو یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانین اور انکا جھوٹ

اوپر کی آیۃ مین مشرکین مکہ کی ایک نادانی کا جس طرح ذکر تھا اس آیۃ میں اوسی طرح اونکی ایک اور نادانی کا ذکر ہے۔ علمانے لکھا ہے کہ قیس بن عاصم تمیمی صحابی کے اسلام لانے سے پہلے انکے ایک دشمن نے انپر حملہ کیا اور اونکی بیٹی کو چھین کرلے گیا اوس دن سے اونھون نے قسم کھائی کہ آیندہ جو لڑکی اونکے گھر میں پیدا ہوگی وہ اوسکو زندہ گاڑ دیا کرینگے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھون نے یہ رسم عرب میں نکالی پھر رفتہ رفتہ اکثر عرب میں یہ رسم پھیل گئی کہ یا تو پیدا ہوتے ہی لڑکی کو ایک گڑھا کھود کر اوس مین دبا دیتے تھے یا جب لڑکی کچھ بڑی ہو جاتی تھی تو اوسکو جنگل مین لیجا کر کسی کنوین میں ڈال دیتے تھے یہ رسم ایک نادانی کی بات تھی اسلئے مذمت کے طور پر اسکا ذکر اس آیۃ میں فرمایا۔ اذا الشمس کورت میں آویگا کہ قیامت کے دن اس جرم کی دریافت ہو کر قاتل کو سزا دیجاویگی۔ شرکا سے مقصود شیاطین ہیں جنھون نے لڑکیون کے قاتلون کے دلون مین یہ وسوسہ ڈالدیا کہ لڑکیون کے زندہ چھوڑ دینے سے اسی طرح کی ذلت کے پیش آنے کا اندیشہ ہے جس طرح کی ذلت قیس بن عاصم کو پیش آئی اس وسوسہ کے سبب سے اون لوگون کو یہ برا کام اچھا معلوم ہونے لگا۔ شیطانی سب وسوسے ایسے ہی ہوتے ہیں جنسے برے کام اچھے نظر آنے لگتے ہیں ناحق قتل کے جرم مین شیاطین اور انسان دونو شریک تھے اسواسطے شیاطینون کو شرکا فرمایا حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ جس طرح شیاطین نے ان لوگون کے دلون میں یہ وسوسہ ڈالدیا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے مال مین بتون کا حصہ ٹھہرادینگے تو بت اللہ کے روبرو ان لوگون کی سفارش کرینگے اسی طرح انکے دلون میں یہ وسوسہ بھی ڈالدیا ہے کہ لڑکیون کے زندہ چھوڑ دینے میں طرح طرح کی ذلت کا اندیشہ ہے اور یہ کام شیاطینون نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ ملۃ ابراہیمی سے بہک کر اس گناہ کی سزا دوزخ مین بھگتین جس سے شیطانی جماعت بڑھ جاوے پھر فرمایا اگر اللہ چاہے تو یہ لوگ ایسے کام چھوڑ دیوین لیکن دنیا کو اللہ تعالے نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے اسواسطے کسی برے کام سے مجبور کر کے کسی کو باز رکھنا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اسلئے اے رسول اللہ کے ان لوگونکو انکے حال پر چھوڑ دیا جاوے۔ ان لوگون کے جھوٹ کا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ ان نادانی کی باتون کو ملۃ ابراہیمی کے مسئلے اور اللہ کے حکم تبلاتے تھے۔ صحیح بخاری وغیرہ مین مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اللہ تعالی نے تم پر جیتی لڑکیون کا گاڑ دینا حرام کیا ہے۔ یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آیۃ میں یہ جو فرمایا کہ ان لوگون کو انکے حال پر چھوڑ دیا جاوے اوسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان لوگون کا یہ کام سزا کے قابل نہین ہے بلکہ اسکا یہ مطلب ہے کہ اس کام کو اللہ نے حرام کیا ہے جو کوئی اسکے کرنے کی جرأت کریگا وہ عقبے مین اسی طرح سزا پاویگا جس طرح اللہ منا ہی کے کامون کی سزا ہے۔ مسند بزار اور طبرانی مین حضرت عمر سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے

منزل ۲

کہ ان ہی قیس بن عاصم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ اونہون نے اسلام لانے سے پہلے اپنی لڑکیون
کو جیتا گاڑا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب مین فرمایا کہ قیس تمہیں ہر لڑکی کے معاوضہ مین ایک بردہ
آزاد کرنا چاہیے قیس نے جواب دیا کہ حضرت میرا مال تو یہی ہے جو میرے پاس اونٹ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تو اس صورت مین تم کو ہر لڑکی کے معاوضہ مین ایک اونٹ کی قربانی ضرور ہے۔ اس حدیث کی مسند بزار کی
سند قوی ہے جس سے طبرانی کی سند کو بھی قوت ہو جاتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام سے پہلے لڑکی کا
مار ڈالنا ایسا گناہ ہے جسکا کفارہ اسلام کے بعد بھی دینا آتا ہے فقط اسلام اس گناہ کے معاف ہو جانے کے لئے
کافی نہیں یہ مسئلہ جو مشہور ہے کہ اسلام لانے سے اسلام کے پہلے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں یہ مسئلہ صحیح ہے
کیونکہ اس مسئلہ کی بنیاد بعض صحیح حدیثون پر ہے مثلاً صحیح مسلم کی عمرو بن العاص کی حدیث اس مسئلہ کی ایک
بڑی بنیاد ہے۔ لیکن حضرت عمر کی اس حدیث کے موافق لڑکیون کے مار ڈالنے کا گناہ اس مسئلہ سے مستثنے رکھا گیا

وَقَالُوا هٰذِهٖۤ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ لَّا یَطۡعَمُهَاۤ اِلَّا مَنۡ نَّشَآءُ بِزَعۡمِهِمۡ وَاَنۡعَامٌ حُرِّمَتۡ
اور کہتے ہیں یہ مواشی اور کھیتی منع ہے اسکو نہ کھاوے مگر جسکو ہم چاہیں اپنے خیال پر اور بعضے مواشی کی پیٹھ
ظُهُوۡرُهَا وَاَنۡعَامٌ لَّا یَذۡکُرُوۡنَ اسۡمَ اللّٰهِ عَلَیۡهَا افۡتِرَآءً عَلَیۡهِ ؕ سَیَجۡزِیۡهِمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ ۝
پر چڑھنا منع ٹھہرایا ہے اور بعضے مواشی کے ذبح پر نام نہیں لیتے اللہ کا اسپر جھوٹ باندھ کر وہ سزا دیگا انکو اس جھوٹ کی

منزل ۲

اوپر کے سلسلہ میں مشرکین مکہ کی یہ ایک اور نادانی کا ذکر ہے۔ یہ لوگ کچھ جانورون کو اور کچھ کھیتی کے حصہ کو بتون کے
نام کا ٹھہرا کر عورتون پر اوس کو حرام کر دیتے تھے فقط بتون کے پوجاری اور مرد اوسکو کام میں لاتے تھے اسی طرح
بعضے جانورون کو بتون کے نام پر آزاد کر کے چھوڑ دیتے تھے جسکے سبب سے اونپر سواری کا کرنا اور بوجھ کا لادنا حرام
ٹھہرایا جاتا تھا ان سب باتون کو یہ لوگ یون مشہور کرتے تھے کہ دین ابراہیم علیہ السلام اور اسمعیل علیہ السلام میں ہمکو
اسی طرح ان باتون کا حکم ہے اسواسطے ہم ان باتونکو اپنے دین کے موافق کرتے ہیں اس آیہ میں تو ان باتون کا ذکر فرما کر
مختصر طور پر فقط اتنا ہی فرمایا کہ ان لوگون کا یہ کہنا جھوٹ ہے کہ یہ باتین دین ابراہیمی کے موافق ہین قیامت
کے دن اللہ تعالی ان لوگون کو انکے اس جھوٹ کی سزا دیویگا لیکن سورہ یونس مین تفصیل سے فرمایا ہے فجعلتم منہ
حراما وحلالا جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزون میں سے مردہ جانور کو حلال اور بتون کے نام کے
جانورون کو اور انکے نام کی کھیتی کو حرام جو ٹھہرایا گیا ہے یہ اللہ تعالے کے کسی حکم سے نہین ہے عمرو بن لحی نے یہ باتین
پہلے پہل اپنے دل سے گھڑین اور پھر ان لوگون مین ان باتون کا رواج پڑ گیا عمرو بن لحی کا قصہ اوپر گذر چکا ہے کہ
پہلے پہل اسی شخص نے ملت ابراہیمی کو بدلا ہے مسند بزار اور مستدرک حاکم مین ابودرداء کی حدیث ہے جسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہی چیز ہے جسکو اللہ تعالے نے حلال فرمایا اور یہی حال حرام کا ہے۔ حاکم نے اس

حدیث کو صحیح کہا ہے اور مسند بزار کی سند بھی معتبر ہے۔ یہ حدیث گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا حق سوا اللہ تعالے کے اور کسی کو حاصل نہیں ہے اسلئے اس حق مین جو کوئی دخل دیویگا وہ قیامت کے دن سزا پاویگا۔ اس قسم کی آیتون کی تفسیر مین علما نے لکھا ہے کہ حرام حلال اور جایز ناجایز کے فتوے مین مفتی کو بڑی احتیاط کرنی چاہئے کس لئے کہ اس باب میں مفتی سے کوئی بے احتیاطی ہو جاویگی تو یہ خوف ہے کہ قیامت کے دن ایسے مفتی کا شمار اللہ تعالی پر جھوٹ باندہنے والے لوگون مین نہ ہو جاوے۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ

اور کہتے ہیں جوان مواشی کے پیٹ میں ہے سو نرا ہمارے مردوں کو دین اور حرام ہے ہماری عورتون کو اور

اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

اگر مردہ ہو تو اسمین سب شریک ہون وہ سزا دیگا انکو ان تقریرون کی وہ حکمت والا ہے خبردار

اوپر کے سلسلہ کے موافق مشرکین مکہ کی یہ ایک اور نادانی ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ جس اونٹنی کے پانچ جھول بچون کے پیدا ہو چکتے تھے اوسکے کان چیر کر بتون کے نام پر اوسکو یہ لوگ چھوڑ دیتے تھے اور اوسکا نام اونھون نے بحیرہ رکھا تھا اسی طرح کسی مراد کی نذر مین جو اونٹنی بتون کے نام پر چھوڑی جاتی ہے اوسکو سائبہ کہتے تھے۔ اب ان لوگون نے اس رسم میں یہ ایک اور شاخ نکالی تھی کہ بحیرہ اور سائبہ کے پیٹ سے اگر کوئی جیتا بچہ پیدا ہو جاوے تو اوسکو انھون نے عورتون پر حرام ٹھہرا رکھا تھا اور اگر مردہ بچہ پیدا ہو تو اوسکو عورت مرد ملکر کھاتے تھے اوپر کی نادانیون کی طرح اس نادانی کو بھی یہ لوگ اللہ کا حکم جانتے تھے اس لیے اس نادانی کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ بات انکی جھوٹ ہی جس جھوٹ کی سزا اونکو قیامت کے دن دیجاویگی پھر فرمایا کہ اللہ تعالی کی حکمت بہت بڑی ہے اور اوسکا علم بہت وسیع ہے اوس نے اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق بعضی چیزون کے حلال اور بعضی کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے ان لوگون نے اللہ تعالی کے اس حکم مین دخل دیکر اپنی طرف سے مردہ جانور کو حلال اور بتون کے نام کے جانورون کو حرام جو ٹھہرایا ہے یہ ان لوگونکی بڑی جرأت ہے جس جرأت کی سزا آخر کو یہ بھگت لیوین گے۔ اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین ابو درداء کی حدیث گذری ہے وہ حدیث اس آیۃ کی بھی تفسیر ہے اور آیۃ کو اوس حدیث کے ساتھ ملانے سے وہی مطلب حاصل ہوتا ہے جو اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین بیان کیا گیا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

بیشک خراب ہوئے جنھون نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے اور حرام ٹھیرایا جو اللہ نے اونکو رزق دیا

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

جھوٹ باندھکر اللہ پر بیشک بہکے اور نہ آئے راہ پر

منزل ۲ الربع ع ۱۲ ۱۶

اوپر کی آیتوں میں مشرکین مکہ کی نادانیوں کا ذکر جو گذرا اس آیۃ میں گویا اوس سب ذکر کا نتیجہ بیان فرمایا ہے کہ جنہوں نے اپنی لڑکیوں کو مارا اور اپنے مال کو بتوں کے نام کا ٹھہرا کر اپنے اوپر یا اپنی عورتوں پر اوس مال کو حرام قرار دیا تھا وہ دین دنیا کی ٹوٹے میں پڑ گئے کیونکہ لڑکیوں کے مار ڈالنے میں دنیا کا تو یہ ٹوٹا ہی کہ آنکے اولاد میں کمی ہو گئی اور دین کا اس میں یہ ٹوٹا ہی کہ عقبے میں انپر قتل ناحق کا جرم قائم ہو گا۔ اپنے مال کو اونھوں نے بتوں کے نام کا ٹھہرا کر اپنے اوپر جو اس مال کو حرام قرار دیا اس سے دنیا میں تو اپنی گرہ کا مال کھویا اور زبردستی حق اللہ میں دخل دیکر اللہ کے رزق کو حرام ٹھہرانے کا وبال قیامت کے دن انکو بھگتنا پڑیگا اسی واسطے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام سے پہلے عرب کی نادانی کا حال جو کچھ تھا وہ اس آیۃ سے خوب روشن ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول بخاری کی کتاب مناقب قریش میں ہے پھر فرمایا شیطان کے بہکانے سے یہ لوگ ان باتوں کو دین ابراہیمی کے مسئلے خیال کر کے اپنے آپکو راہ راست پر جو گنتے ہیں یہ انکی بڑی غلطی ہے بلکہ ان شرک کی باتوں سے اللہ تعالی کے نزدیک یہ لوگ سراپا گمراہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ معتبر سند سے طبرانی کبیر میں ابی شریح خزاعی کی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں فرمایا جو شخص قرآن شریف کی نصیحت کا پابند رہے گا وہ کبھی خراب نہ ہو گا یہ حدیث گویا آیۃ کی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جس طرح اوس وقت کے مکہ کے لوگ قرآن شریف کی نصیحت کو چھوڑ کر انہی رسموں کے پابند تھے جنکو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے لوگ خراب ہوئے جسکا مطلب یہ ہوا کہ ایسے لوگوں کی عقبے برباد ہو گئی اسی طرح اب بھی جو کوئی شخص قرآن شریف کی نصیحت کے برخلاف کسی رسم و رواج کا پابند رہیگا تو اوسکی عقبے برباد ہو جاویگی

وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُ

اوس نے پیدا کئے ہیں باغ چھتریوں کے اور بغیر چھتریوں کے اور کھجور اور کھیتی کئی طرح ہر اوسکا پھل

وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ

اور زیتون اور انار آپسمیں ملتا اور جدا کھاؤ اسکے پھل میں سے جس وقت پھل لاوے

اوپر ذکر تھا کہ مشرکین مکہ اپنی کھیتی کی پیداوار میں اور پھل دار درختوں کے پھل میں بتوں کا حصہ ٹھہراتے تھے اس آیۃ میں اون لوگوں کے یاد دلانے کے طور پر اللہ تعالی نے اونہیں یہ جتلایا ہے کہ کھیتی کی پیداوار پھل دار درختوں کے پھل یہ سب اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں ان مشرکوں کے بتوں کا اسمیں کچھ دخل نہیں ہے پھر ان لوگوں کی یہ بڑی نادانی ہے کہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بغیر کسی استحقاق کے یہ لوگ پتھر کی مورتوں کا حصہ ٹھہراتے ہیں اللہ تعالی نے یہ چیزیں انسان کے کھانے اور اونکے پیدا کرنے والے کو پہچاننے کے لئے پیدا کی ہیں پتھر کی مورتوں کا حصہ ٹھہرانے کے لیئے یہ چیزیں اوس نے نہیں پیدا کی ہیں۔ انگور کی بیلیں چھتریوں پر چڑھائی جاتی ہیں اسلئے چھتری دار فرمایا۔ بعضے قسم انگور انار صورت اور مزہ دونوں میں ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعضوں کی صورت ملتی جلتی ہوتی ہے لیکن مزہ الگ

ہوتا ہے اور بعضوں کی صورت مزہ دونوں الگ الگ ہوتے ہیں اس لئے پھلوں اور تیوں کو آپس میں ملتے اور جدا فرمایا
حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ اے لوگو اللہ کی ذات وہ ہے جسنے تمہاری زیست کا تمہارے آرام کا یہ سب سامان پیدا کیا
پھر ایسے خالق کو چھوڑ کر تم اوروں کو جو اوسکی تعظیم میں شریک کرتے ہو یہ بڑے وبال کی بات ہے بخاری و مسلم کے
حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی کی یہ بڑی بردباری
ہے جو مشرک لوگوں کے رزق میں وہ کچھ خلل نہیں ڈالتا۔ یہ حدیث کا ٹکڑا آیۃ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے آیۃ کے
ٹکڑے اور حدیث کے ٹکڑے کو ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں اگرچہ لوگ
شیطان کا حصہ ٹہراتے ہیں لیکن اللہ تعالے اپنی بردباری سے اون چیزوں کے پیدا کرنیکو بدستور جاری رکھتا ہے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۝

اور دو اسکا حق جس دن کٹے اور بیجا نہ اوڑاؤ اسکو خوش نہیں آتے اوڑانے والے

شاہ صاحب نے موضح القرآن میں بلا بیان کرنے حد نصاب کے جو کھیتی کی زکوۃ بیان فرمائی ہے وہ حنفی مذہب کے
موافق ہے لیکن اور آئمہ کے نزدیک پانچ وسق کی حد نصاب مقرر ہے جو بیس من پانچ سیر عالم گیری پیسوں کے
حساب سے ہے یہ پیسہ چودہ ماشہ کا ہوتا ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ سوائے حنفی مذہب کے اور مذاہب میں اس
سے کم پیداوار پر زکوۃ نہیں ہے مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم میں جابر اور ابوسعید خدری سے جو روایتیں ہیں
اونکا مطلب یہ ہے کہ پانچ وسق سے کم پیداوار پر زکوۃ نہیں ہے اور سوا گیہوں جو کھجور انگور جوار کے اور پیداوار کی
زکوۃ میں بھی اختلاف ہے تفصیل اسکی فقہ اور حدیث کی شرح کی کتابوں میں ہے اس آیۃ کو بعضے مفسروں نے
عشر کے حکم سے منسوخ کہا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ عشر کا حکم اس آیۃ کا بیان ہے ناسخ نہیں ہے اور یہ اوس صورت میں ہے
کہ جس طرح بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ یہ آیۃ مکی ہے اوسی کو قائم رکھا جاوے اگر اوس روایۃ کو
لیا جاوے جو ابن جریر اور ابن جوزی نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بیان کی ہے کہ یہ آیۃ مدنی ہے
کھیتی کی زکوۃ اسی حکم سے ثابت ہوئی ہے تو آیۃ اتوا الزکوۃ کے بیان کے طور پر کھیتی کی زکوۃ اسی آیۃ کے حکم سے ثابت
ہوگی اور حدیث پانچ وسق سے نصاب کوۃ اور بیسویں حصہ اور دسویں حصہ سے مقدار زکوۃ معین ہوگی کہ محنت
سے کھیتی کو پانی دیا جاوے تو پیداوار کا بیسواں حصہ زکوۃ ہے ورنہ دسواں حصہ ہے ناسخ ہونے کی کوئی صورت نہیں
تفسیر ابن جریر میں ابن جریج سے روایۃ ہے کہ ثابت بن قیس کے پانسو کھجور کے درخت تھے اونھوں نے ایک دن
سب ان درختوں کا پھل خیرات کردیا اوسپر لاتسرفوا کا ٹکڑا اس آیۃ کا نازل ہوا بعضی روایتوں میں یہ شان
نزول حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی آئی ہے مجاہد نے کہا ہے کہ ثابت بن قیس نے اپنی اہل و عیال کا خرچ
نہیں رکھا تھا اس لیئے اونکی خیرات اسراف میں داخل ہوئی جنکا حق اللہ تعالے نے آدمی پر رکھا ہے اس حق کو

منزل ۲

محفوظ رکھکر ایک روز مین احد پہاڑ کے برابر سونا بھی کوئی شخص خیرات کر دے تو کچھ اسراف نہیں ہے بسند امام احمد صحیح مسلم اور نسائی میں جابرؓ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پیداوار قدرتی پانی سے ہو اوسپر دسوان حصہ اور جسکو محنت کر کے پانی دیا جاوے اوسپر بیسوان حصہ زکوٰۃ ہے۔ زکوٰۃ مدینہ مین فرض ہوئی اسلئے جو علما اس آیۃ کو مکی کہتے ہین وہ زمین کی پیداوار پر زکوٰۃ کے فرض ہونے کا حکم سورہ بقرکی آیۃ وممآ اخرجنا لکم من الارض کو ٹھہرا کر جابرکی اس حدیث سے مقدار زکوٰۃ کی تفسیر کرتے ہین لیکن سورہ بقرہ مین وممآ اخرجنا لکم من الارض کی شان نزول معتبر سند سے جو گذر چکی ہے اوس سے وہ آیۃ نفلی صدقہ خیرات کے باب مین معلوم ہوتی ہے کیونکہ فرض زکوٰۃ کے وصول کے لئے تو عامل مقرر تھے پھر عاملون کی موجودی مین بیکار اور بری چیز کا فرض زکوٰۃ مین وصول ہونا اور اوسپر آیۃ کا نازل ہونا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے علاوہ اسکے سورہ بقر کی آیۃ مین صدقہ خیرات کے ذکر کے ساتھ نذر کا بھی ذکر ہے اب یہ تو ظاہر ہے کہ جس طرح آدمی نذر اپنی طرف سے مانتا ہے اوسی طرح نفلی صدقہ خیرات اپنی طرف سے دیتا ہے اسی سبب سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نذر کی مناسبت سے اوس آیۃ مین نفلی صدقہ خیرات کا ذکر ہے اور امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ آیت مدنی اور اسی سے پیداوار زمین زکوٰۃ فرض ہوئی ہے اور حضرت جابر کی حدیث اسی آیۃ کی تفسیر ہے۔ معتبر سند سے مستدرک حاکم اور بیہقی مین ابو موسے اشعری اور معاذ بن جبل کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو یمن بھیجتے وقت یہ فرمایا کہ سوا گیہون ۔ جو ۔ انگور ۔ اور کھجور کے اور کسی پیداوار پر زکوٰۃ نہ لیجاوے اس سے اون علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو ترکاری کی پیداوار پر عشر کے قائل نہین ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے زمانہ میں مزروعہ زمین کی دو حالتین تھین ایک زمین تو وہ تھی کہ زمین کے قابض کو اوس زمین کا مالک کر دیا جاتا تھا اب ایسی زمین کو اگر صرفہ اور محنت سے پانی دیا جاتا تھا تو پیداوار کا بیسوان حصہ اور اگر قدرتی پانی سے پیداوار ہو جاوے تو پیداوار کا دسوان حصہ زکوٰۃ یہ دو شرح مقرر تھین۔ فتح یمن کے بعد اس ملک کی تمام زمینون کی یہی حالت تھی ان دونو شرحون کا نام نصف عشر اور عشر تھا جسکا ذکر حضرت جابر کی حدیث میں اوپر گذرا ان زمینون کے قابضون سے سوا عشر یا نصف عشر کے اور کوئی محصول نہین لیا جاتا تھا دوسری قسم زمین کی وہ تھی کہ قابض زمین کو زمین کا مالک قرار دیا جاتا تھا اور ایک معین حصہ پیداوار کا خراج کے نام سے ٹھہرایا جاکر زمین مزروعہ کرائی جاتی تھی بحران وغیرہ کی زمینین اسی قسم کی تھین ان زمینون کے قابضون سے سوائے بٹائی کی پیداوار کے اور کچھ نہین لیا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ حاکم وقت کے عہد مین جس زمین پر بٹائی کی پیداوار کے قائم مقام نقدی محصول مقرر ہے اوس زمین سے عشر یا نصف عشر نہین لیا جا سکتا کیونکہ زمانہ حال کا محصول وہی زمانہ سلف کا خراج ہی جسکو نقدی کی صورت مین کر لیا گیا ہے اور جبکہ زمانہ سلف مین خراج اور عشر کا ملا کر لیا جانا پایا نہین جاتا تو اب بھی

منزل ۲

ان دونون کو ملانا شارع کے عندیہ کے برخلاف ٹھہریگا۔ بعضے علمانے اس مسئلہ میں یہ جو لکھا ہے کہ اسوقت کے خراج کی رقم اسلامی مصارف میں آتی تھی اور محصول کی رقم کے مصارف جدا ہیں اسلیے خراج اور محصول کو ایک نہیں کہا جاسکتا اس کا جواب اور علمانے یہ دیا ہے کہ یہان حاکمانہ مصارف سے بحث نہیں ہے بلکہ قابضان زمین کے مصارف سے بحث ہے اور اس مین انکار کا بالکل محل نہیں کہ قابض زمین پر جس طرح خراج کی ادائی کا بار تھا اوس سے زیادہ محصول کی ادائی کا بار اوس بیچارہ پر ہے پھر جب شارع نے عشر کے نصف کر دینے میں قابض زمین کی محنت اور مصارف کا لحاظ کیا ہے تو اب بھی اوس کے محصول کے بار کا لحاظ ضرور ہے کیونکہ بغیر اس لحاظ کے قطع نظر عشر اور خراج جمع ہو جانیکے بعضے ایسے کھیتون پر بھی عشر قائم ہو جاویگا جنکی پیداوار محصول کی منہائی کے بعد حد نصاب سے کم ہوگی۔

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ

اور پیدا کیے مواشی مین لدنے والے اور دبلے کھاؤ اللہ کے رزق مین سے اور مت چلو شیطان کے قدمون پر

الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝

وہ تمہارا دشمن ہے صریح

سورہ یٰسین میں آویگا اولم یروا انا خلقنا لهم مما عملت ایدینا انعاما فهم لها مالكون وذللنا لهم فمنها ركوبهم ومنها ياكلون سورہ یٰسین کی یہ آیہ گویا اس آیۃ کی تفسیر ہے حاصل مطلب ان دونون آیتون کا یہ ہے کہ بغیر کسی مدد اور شراکت کے اللہ تعالی نے دنیا بھر کے جانور دو فائدون کے لیے پیدا کیے ہین بعضے جانورون سے سواری اور اسباب کی بار برداری کا فائدہ اوٹھایا جاتا ہے اور بعضون کو ذبح کر کے اونکا گوشت کھایا جاتا ہے ذبح کرنے کے جانورون کو زمین پر لٹا کر ذبح کیا جاتا ہے اس لیے انکو فرش کی طرح دبلے اور بچھے ہوئے جانور فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جن فائدونکے لیے جانورون کو پیدا کیا ہے ان مشرکون نے اون فائدون کو چھوڑ کر بعضے جانورون کی سواری کو اور بعضون کے گوشت کو اپنی طرف سے جو حرام ٹھہرایا ہے یہ شیطانی بہکاوا ہے جس سے ہر آدمی کو بچنا چاہیے کیونکہ شیطان ہر آدمی کا کھلا کھلا بڑا دشمن ہی اور دشمن کے فریب سے بچنا ہر عقلمند کا کام ہے صحیح مسلم مین جابر سے روایت ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ شیاطین طرح طرح سے انسان کو بہکاتے ہین اور انمین سے جو شیاطین انسان کے بہکانے کی نئی نئی باتین نکالتے ہین اون سے شیطان بہت خوش ہوتا ہے۔ یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے شیطان کے نئے نئے طریقون سے بہکانے اور انسان کی دشمنی مین لگے رہنے کا حال اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہی

ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ أَمَّا

پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ مین سے دو اور بکری میں سے دو تو پوچھ تو دونو نر حرام کیے ہین یا دونون مادہ یا جو لپٹ

منزل ۲

الربع

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ نَبِّئُونِي بِعِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ

رہا ہے مادون کے پیٹ میں بتاؤ مجکو سند اگر تم سچے ہو اور پیدا کیے اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو

قُلْ آلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنثَيَيْنِ أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ ۖ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَصَّاكُمُ

پوچہہ تو دونون نر حرام کیے ہیں یا دونون مادہ یا جو پیٹ رہا ہے مادونکی پیٹ میں یا تم حاضر تھے جسوقت اللہ نے تمکو یہ کہہ دیا تہا

اللَّهُ بِهَٰذَا ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٤﴾

پہر اوس سے ظالم کون جو جہوٹ باندہے اللہ پر تا لوگونکو بہکا دے بغیر تحقیق بیشک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگونکو

ع ١٧/٤

اوپر ذکر تہا کہ شیطان کے بہکانے سے مشرکین مکہ نے بعضے جانورون پر سوار ہونا بوجہہ لادنا اور بعضے جانورون کا گوشت کہانا اپنے اوپر حرام ٹہرا لیا تہا ان آیتون میں فرمایا جن جانورون کو ان نادانون نے اپنے اوپر حرام کر لیا ہے وہ ان آٹہہ نر مادہ بہیڑ بکری اونٹ گائے میں سے ہیں پہر اگر ان حرام ٹہرائے ہوئے جانورون کو ان نادانون نے نر ہونے کے سبب سے حرام ٹہرایا ہے تو جو نر پیدا ہو چکے سب نرون کو حرام ٹہرا دین کیونکہ نر ہونے میں سب برابر ہیں اب یہی حال مادہ کا سمجہہ لینا چاہیئے پہر فرمایا اگر یہ لوگ سچے ہیں تو نر مادہ ہونے کے علاوہ اور کوئی سبب ان جانورون کے حرام ہونے کا بتلا دین کہ اللہ تعالیٰ نے کیونکر انسے کہہ دیا ہے کہ یہ جانور ان پر حرام ہین کیا اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے روبرو بلا کر انسے یہ بات کہی ہے یا کسی اپنے رسول کی معرفت انکو یہ حکم بہیجا ہے اگر ان دونو باتون مین سے کوئی بات یہ لوگ نہ بتا سکین تو یہ لوگ اپنے نفس پر بڑا ظلم کر رہے ہیں جو اللہ پر یہ جہوٹ باندہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین ابراہیمی مین ان جانورون کو حرام ٹہرایا ہے ایسے ظالم اور جہوٹے لوگون کو مجبور کر کے اللہ تعالیٰ راہ راست پر لانا نہین چاہتا اسلئے یہ لوگ جس حالت پر ہیں اوسی حالت پر مرین گے اور عقبیٰ مین اپنے ان اعمال کی سخت سزا پاوینگے صحیح مسلم کے حوالہ سے عیاض بن حمار کی حدیث قدسی سورہ بقر مین گذر چکی ہے جسمین اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو چیزین مین نے اپنے بندون پر حلال کی تہین شیطان کے بہکانے سے وہ اونہون نے اپنے اوپر حرام کر لی ہین معتبر سند کی ابو درداء کی حدیث بہی مسند بزار اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی اور یہی حال حرام چیز کا ہے۔ یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ حرام حلال چیزین اللہ تعالیٰ کے حکم سے ٹہر چکی ہیں انسان کو اس میں کچہہ دخل نہیں ہے اسپر بہی ان لوگون نے اپنی طرف سے کچہہ جانور جو حرام حلال ٹہرائے ہیں جنکے باب میں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی کوئی سند پیش نہیں کر سکتے تو یہ حرام حلال شیطانی بہکاوا ہے کیونکہ انسان بر خلاف حکم الٰہی کے جو کام کرے وہی شیطانی بہکاوے کا کام ہے

منزل ٢

قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً

تو کہہ مین نہین پاتا جس حکم میں کہ مجکو پہنچا کوئی چیز حرام کہانیوالے کو جو اسکو کہا وے مگر یہ کہ مردہ ہو

اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

یا لہو پھینک دینے کا یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جسپر پکارا اللہ کے سوائے کسی کا نام

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

پہر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا نہ زیادتی تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان

مشرکین مکہ نے شیطان کے بہکانے سے جو جانور اپنے اوپر حرام کر لیے تھے اوسکا اوپر ذکر تھا اس آیۃ مین اون مشرکین کے قائل کرنے کیلئے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگون سے کہدو کہ جن جانورون کو تم لوگون نے اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹہرا رکھا ہے اونکا ذکر اللہ کے حکم مین کہیں نہین پایا جاتا بلکہ میرے پاس جو اللہ کا حکم قرآن کے ذریعہ سے آیا ہے اوس مین تم لوگون کی رسمون کے برخلاف حکم ہے جس طرح مثلاً مردہ جانور کو اور بتون کے نام پر جو جانور ذبح کرتے ہو اوس جانور کو اور جانور کے ذبح کرتے وقت جو خون بہتا ہے اوسکو تم لوگ حلال گنتے ہو اور اللہ کے حکم مین یہ سب چیزین حرام ہیں اسی طرح مثلاً وہ سانڈ جنکو بتون کے نام پر چھوڑ دیا جاتا ہے یا وہ اونٹ جسکے نطفہ سے دس جھول بچون کے پیدا ہوئے ہون تمہارے نزدیک یہ جانور حرام ہیں لیکن اللہ تعالی کے حکم میں انکے حرام ہونے کا کہین ذکر نہین ہے۔ اس کی آیۃ کے نازل ہونے تک یہی جانور حرام تھے جنکا ذکر اس آیت میں ہی پہر ہجرت کے بعد سورہ مائدہ میں وہ جانور حرام ہوئے جنکی تفصیل اوسی سورہ میں گذر چکی ہے اور قرآن کے بیان اور تفسیر کے طور پر صحیح حدیثون کے موافق دیسی گدہے درندے اور پنجہ دار پرندے حرام ہوئے اسی طرح جن جانورون کے مار ڈالنے کا حکم دیا جن جانورون کے مارنے کی مناہی صحیح حدیثون میں ہے وہ جانور بھی حرام ہین۔ تفصیل ان سب جانورون کی حدیث کی کتابون میں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جمہور سلف کے نزدیک حرام جانورون کا حصر فقط اونہی جانورون پر نہین ہے جنکا ذکر اس آیت مین ہے اگرچہ ایک روایۃ مین حضرت عبداللہ بن عباس رض حضرت عائشہ اور امام مالک رح اسی حصر کے قائل ہین لیکن جمہور سلف نے اسکو تسلیم نہین کیا معتبر سند سے عبداللہ بن عمر کی حدیث سورہ بقر مین گذر چکی ہے جسکے موافق مردار مین سے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور خون مین سے دو خون کلیجی اور تلی حلال ہین تمام علما کے نزدیک سور حرام ہے اور سور کا جسم ناپاک ہے۔ سور اور کتے کی کھال چمڑے کے پاک وصاف کرنے کے قاعدہ سے پاک ہو جاتی ہے یا نہین اس کا اختلاف سورہ مائدہ مین گذر چکا ہے۔ اہل لغیر اللہ بہ کی تفسیر سورہ بقر اور سورہ مائدہ مین گذر چکی ہے فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فان ربک غفور رحیم اسکی تفسیر بھی سورہ بقر میں گذر چکی ہی حاصل یہ ہی کہ جو شخص بھوک کے سبب ایسا عاجز اور بے بس ہو جاوے کہ اوسکو اپنی جان کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو وہ بقدر اپنی جان بچانے کے ان حرام چیزون کو کہا سکتا ہے۔ غفور رحیم۔ اسکا یہ مطلب ہے کہ اللہ ایسا معاف کرنیوالا ہے کہ اوس بے بسی کے وقت حرام چیز کے کہا لینے کے جرم کو معاف کر دیا اور مہربان وہ ایسا ہے کہ اوس نے

ضرورت کے وقت حرام چیز کو جایز فرمادیا۔ عیاض بن حمار اور ابو درداء کی حدیثین اوسی طرح اس آیۃ کی بھی تفسیر ہیں جس طرح اس آیۃ سے اوپر کی آیتون کی تفسیر ہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا

اور یہود پر ہمنے حرام کیا تہا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری میں سے حرام کی اونکی چربی مگر

إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ

جو لگی ہو پشت پر یا آنت میں یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہمنے اونکو سزا دی تہی اونکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہیں

اوپر ذکر تھا کہ حرام وہی چیز ہے جسکو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ سے حرام کیا کسی انسان کو کسی چیز کے حرام ٹہرانے کا اختیار نہیں ہے اسپر قریش نے یہ اعتراض کیا کہ جو چیزیں یہود اب تک نہیں کھاتے اونکے نہ کھانے کا یہ سبب بتلاتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے وہ چیزیں اپنے اوپر حرام ٹہرائی تھین اسلئے ہم لوگ بھی وہ چیزین نہیں کھاتے پہر یہ بات کیونکر سچی ہو سکتی ہے کہ انسان کو کسی چیز کے حرام ٹہرانے کا اختیار نہین ہے۔ جو چیزیں یہود نہیں کھاتے تھے اللہ تعالی نے اون چیزون کا ذکر اس آیۃ میں فرماکر قریش کے اعتراض کا یہ جواب دیا کہ یہود نے جب کوئی گناہ کیا تو وقت بوقت اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالی نے اوسوقت کے نبی کی معرفت یہ چیزیں یہود پر حرام کی ہیں یہود کا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یعقوب علیہ السلام نے یہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لین تھین پہر فرمایا اللہ سچا ہے اور اللہ کے کلام کے برخلاف یہود جو بات مشہور کر رکھی ہے وہ سراپا جھوٹ ہے۔ ذی ظفر وہ جانور ہیں جنکی اونگلیان الگ الگ نہون مثلاً جیسے چرندون میں اونٹ اور پرندون میں بطخ اس طرح کے سب چرند پرند یہود پر حرام تھے علاوہ اسکے اونپر گای بکری کی انتڑیون اور گردون پر کی چربی بھی حرام تھی انہی چیزون کا ذکر اس آیۃ میں ہے۔ صحیح بخاری مسلم اور ترمذی مین عبداللہ بن مسعود کی بڑی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایماندار آدمی کو جھوٹ سے بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ آدمی کو ایسے راستہ سے لگا دیتا ہے کہ جسکا انجام دوزخ ہے یہود کے جھوٹ کا جو اس آیۃ مین ذکر ہے اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی جھوٹ کی عادت نے اونہین ایسے راستہ لگایا جسکے سبب سے اونہون نے توراۃ میں جھوٹی باتین ملا کر عیسے علیہ السلام اور نبی آخرالزمان اور نبیون کی نبوت کا انکار کیا جس سے اہل کتاب ہو کر وہ کافر بن گئے اور قرآن میں جگہ جگہ اللہ تعالی نے اوسکا انجام دوزخ فرمایا۔

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ○

پہر اگر تجھکو جھٹلادین تو کہہ تمہارے رب کی مہر میں بڑی سمائی ہے اور پہرتا نہین اوسکا عذاب گنہگار لوگون سے

اوپر کی آیت مین فرمایا تھا کہ بعضی حلال چیزین یہود پر جو حرام ہو گئی ہیں وہ ان لوگونکی سرکشی کی سزا مین اللہ تعالے کے حکم سے حرام ہوئی ہیں یعقوب علیہ السلام کے حرام ٹہرانے سے حرام نہیں ہوئین اس آیۃ میں فرمایا اے رسول اللہ

منزل ۲

کے ان لوگون کے دل جانتے ہین کہ جو بات اللہ تعالی نے فرمائی وہی سچی ہے اسپر ضد سے یہ لوگ تمکو جھٹلاوین لوانسے کہدیا جاوے کہ یہ اللہ کی مہربانی کی سمائی کا سبب ہے جو تم لوگ باوجود سرکشی اور طرح طرح کے گناہون کے اب تک عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو لیکن یہ عادت الٰہی ہے کہ کثرت گناہون کے سبب سے جب کسی گنہ گار قوم پر عذاب آجاتا ہی تو پہر وہ نہین ٹلتا صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضی کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذرہ ذرہ سی بات پر جو عذاب الٰہی ہونے والا ہے اگر اسکا پورا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو پہر کسی شخص کے دل مین بھی جنت کی امید باقی نہ رہے اسی طرح اگر اللہ تعالی کی رحمت کا پورا حال لوگون کو معلوم ہو جاوے تو پہر کوئی شخص اوسکی رحمت سے ناامید نہ ہو آیتہ مین اللہ کی رحمت اور عذاب کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز آنکر راہ راست پر آنے کا قصد کرین تو اللہ کی رحمت بہت بڑی ہے ورنہ اسکا عذاب بھی بہت سخت ہے جسکی سختی کو کوئی کم کر سکتا ہے نہ اوسکو کوئی ٹال سکتا ہے۔ اس مکی آیتہ مین قرآن کی پیشین گوئی کا یہ ایک معجزہ ہی جسکا ظہور ہجرت کے بعد ہوا کہ یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع۔ بنی نضیر۔ بنی قریظہ جو مدینہ کے گرد نواح مین رہتے تھے اون مین سے بنی قینقاع اور بنی نضیر کا اخراج ہوا اور بنی قریظہ کا قتل۔

سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَیْءٍ ؕ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ حَتّٰی ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ ہَلْ عِنْدَکُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ○ قُلْ فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَہَدٰىکُمْ اَجْمَعِیْنَ ○ قُلْ ہَلُمَّ شُہَدَآءَکُمُ الَّذِیْنَ یَشْہَدُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ ہٰذَا ۚ فَاِنْ شَہِدُوْا فَلَا تَشْہَدْ مَعَہُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَہْوَآءَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ وَہُمْ بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ

اب کہین گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹہیراتے ہم اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز اسی طرح جھٹلایا کئے ان سے اگلے جب تک چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تم پاس کہ ہمارے آگے نکالو یا نری اٹکل پر چلتے ہو اور سب تجویزین کرتے ہو تو کہہ پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر وہ چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو تو کہہ لاؤ اپنے گواہ جو بتاوین اللہ نے حرام کی ہے یہ چیز پہر اگر وہ کہین بھی تو تو نہ کہہ انکے ساتھ اور نہ چل اونکی خوشی پر جنہون نے جھٹلائے ہمارے حکم اور جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اور

منزل ۲

ع ۶ ۱۸ ۵

شروع سورہ سے یہانتک مشرکین مکہ کو شرک کے چھوڑنے اور حرام حلال کے احکام الٰہی مین دخل نہ دینے کی تنبیہ فرماکر ان آیتون مین فرمایا کہ اس تنبیہ کا اور کوئی جواب تو یہ لوگ دے نہین سکتے اگر آئندہ کچھ کہوین گے تو یہی کہوین گے کہ جس ڈہنگ پر انکے بڑے بوڑہے تھے اوسی ڈہنگ پر یہ لوگ بھی ہیں یہ ڈہنگ اگر اللہ تعالی کو ناپسند ہوتا تو وہ انکو اور انکے بڑے بوڑہون کو اس ڈہنگ پر قائم نہ رکھتا پہر مشرکین کی اس بات کا یہ جواب فرمایا کہ ان لوگوں

یہ حجت کچھ نئی نہین ہے ان سے پہلے قومون کے لوگ بھی اللہ کے رسولون کو اسی طرح کی حجتون سے یہان تک جھٹلاتے
رہے کہ آخر کو طرح طرح کے عذابون مین گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ ملک شام اور ملک یمن کے سفر مین انھون نے
اون پچھلے لوگون کی اوجڑی ہوئی بستیان دیکھی ہیں اس سے انکو یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر وہ پچھلا ڈہنگ اللہ تعالے
کو ناپسند نہوتا تو اون لوگون کا یہ انجام کیون ہوتا کیونکہ یہ امر اللہ تعالی کے انصاف کے بالکل برخلاف ہے کہ کوئی قوم
اللہ تعالی کی مرضی کے موافق کام کرے اور وہ اس قوم کو اسطرح کے عذاب سے ہلاک کر دیوے حاصل کلام یہ ہے کہ
اللہ تعالی نے تو ہر شخص کی سمجھ مین آنے کے قابل سیدہی سی ایک بات ان لوگون کو بتلا دی اے رسول اللہ کے ایتم
ان لوگون سے کہو کہ انکے ڈہنگون کے اچھے اور اللہ کی مرضی کے موافق ہونیکی کوئی سند انکے پاس ہو تو اوسکو نکال کر
پیش کرین لیکن اللہ تعالی کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ کوئی سند پیش نکر سکین گے کس لیے کہ یہ لوگ تو بغیر سند کے فقط اپنے وہم
وگمان اور اپنی اٹکل پر چلتے ہیں اسلئے ایسی اٹکل پر چلنے والو نپر آسمانی کتاب اور رسول بھیجکر اللہ تعالی نے جو انکی اٹکل کے
غلط ہونے کا الزام قائم کیا ہے اس الزام سے یہ لوگ بچ نہین سکتے کیونکہ اللہ تعالی نے دنیا کو نیک و بد کے امتحان کے لیے
پیدا کیا ہے اسلئے ان لوگون کی اٹکل کے موافق انکو یا انکے بڑون کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ٹھہر کر آگے
فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان لوگون سے یہ بھی کہہ دو کہ آسمانی کتاب کی سند یہ لوگ اپنے ڈہنگون کے اچھے ہونے پر نہین پیش
کر سکتے تو اپنے کلام کی تائید مین کوئی گواہ لاوین جو آنکر یہ کہدیوے کہ اللہ تعالے نے بتون کے نام کے جانورون کو حرام یا
مردہ جانور کو حلال کیا ہے پھر فرمایا اللہ کو خوب معلوم ہے کہ اس طرح کا کوئی قابل اعتبار گواہ یہ لوگ پیش نکر سکین گے
اس لئے انکے جھوٹے گواہون پر کچھ التفات نکرنا چاہیے کیونکہ ایسے کلام آلٰہی کے جھٹلانے والے اور اپنی دلی خواہشون
کے پابند لوگونکی گواہی کا کیا اعتبار ہے کہ وہ سچے گواہ بنین گے پھر فرمایا کہ ان لوگون کو مرکر پھر جینے اور اللہ کے روبرو کھڑے
ہونے اور شرک کی جوابدہی کرنے کا پورا یقین نہین ہے اسواسطے یہ اپنے شرک پر اڑے ہوئے ہیں اور بتونکو اللہ کے برابر
گنتے ہیں لیکن جن لوگون کو اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کا پورا یقین ہے وہ ایسے شرک کی باتون سے گھبراتے ہیں
صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین لوگون کی
کولی بھر کر اونہین دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتا ہون اور لوگ اس مین گرنے کی ایسی جرأت کرتے ہیں جس طرح
کیڑے پتنگے روشنی پر گرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ اسی طرح ان دونون کتابون کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث
بھی گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگون کی
مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے۔ یہ حدیثین ان آیتونکی گویا تفسیر ہیں آیتون اور حدیثون کو ملا کر حاصل مطلب
یہ ٹھہرتا ہے کہ قرآن شریف کی آیتون میں ہر طرح کی نصیحت نازل ہوئی اور اللہ کے رسول نے اوس نصیحت کے ذریعہ سے
لوگونکو راہ راست پر لانے کی پوری کوشش کی لیکن علم الٰہی میں جو لوگ دوزخی ٹھہر چکے تھے اونکے دل اس نصیحت کے

منزل ۲

اثر سے اسی طرح محروم رہے جس طرح بری زمین مینہ کے پانی کے اثر سے محروم رہ جاتی ہے اور باوجود اللہ کے رسول کی پوری
روک تھام کے فتح مکہ تک روشنی پر گرنے والے کیڑے پتنگوں کی طرح آخر کو وہ لوگ مرکر دوزخ کی آگ میں جا پڑے ۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

تو کہہ آؤ میں سنادوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے نیکی

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ

اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور انکو اور نزدیک نہ جاؤ بےحیائی کے کام کے

مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ

جو کھلا ہو آس میں اور جو چھپا اور مار نہ ڈالو جان جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق پر یہ تم کو

وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

کہدیا ہے شاید تم سمجھو اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح بہتر ہو

حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا

جب تک وہ پہنچیں اپنی قوت کو اور پوری کرو ناپ اور تول انصاف سے ہم کسی پر وہی رکھتے ہیں جو اسکو مقدور ہے

وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ ہو اپنے ناتے والا اور اللہ کا قول پورا کرو یہ تمکو کہدیا ہے شاید تم دھیان رکھو

منزل ۲

اوپر کی آیتوں میں پہلے تو اللہ تعالی نے باغ اور زراعت کا ذکر فرمایا تاکہ مشرکین مکہ کو حشر کا جو انکار ہے باغ اور کھیتی
کی حالت پر غور کرنے سے ذرا انکی آنکھیں کھلیں اور سمجھیں کہ جس طرح اناج کا سوکھا دانہ اور پھل کی سوکھی گٹھلی کے ایک
جسم سے اوسی طرح کے ہزارہا لاکھا کروڑہا دانوں اور پھلوں اور گٹھلیوں کے جسم پیدا ہوجاتے ہیں اور تخم کے دانے اور
گٹھلیاں مثل مردہ جسم کے سوکھ جانے کے بعد تر و تازہ دانوں اور گٹھلیوں کے پیدا ہونے کا سبب قرار پاتے ہیں
اسی طرح ایک آدمی کے جسم کی مردہ مٹی سے پھر تر و تازہ طور پر حشر کے دن اوس جسم کا پیدا ہوجانا کیا اس سے بھی مشکل
ہے باغ اور کھیتی کے ذکر کے بعد ان چند رسموں کا ذکر فرمایا جو بے عقلی سے مشرکین مکہ نے ایام جاہلیت میں ٹھہرا رکھین
تھین تاکہ جس عقل کے بھروسے پر اونھوں نے حشر کا انکار کیا ہے اوس عقل کی قلعی بھی کھل جاوے اور بیوقوفی
سے چند چیزین جو اونھوں نے اپنے اوپر حرام کر لیں تھی اونکا اور بیہودگی سر کشی سے اور جو چند چیزین حرام ہوئی تھین
اونکا اور اصل شریعت محمدی میں اوسوقت حرام جو چیزین تھین اونکا یہ سب ذکر بطور تمہید کے فرما کر ان تین آیتوں
میں اصل باتین جن سے دنیا میں آدمی کو بچنا چاہیے ذکر فرمائے ہیں اور بعض اونمیں سے وہ باتین ہیں جو مشرکین
مکہ میں بطور عام پھیلی تھین مثلاً بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرانا تنگی معاش سے لڑکیوں کو مار ڈالنا ظاہر کے زنا کو عیب

شمار کرنا اور مخفی طور پر کوئی زنا کرے تو اوسکو عیب نہ لگانا آپسمین خون ریزی اور خانہ جنگی کرنا یتیمون کا مال کھانا
جھوٹ بولنا کم تولنا اور ناپنا وعدہ خلافی کرنا اسلئے اللہ تعالی نے مان باپ کے حسن سلوک کو شریعت کی پیروی کی
نصیحت کو ان باتون کے چھوڑ دینے کی نصیحت کے ساتھ ملا کر ایک عام اور جامع نصیحت ان آیتون میں فرمادی ہے
ترمذی میں عبداللہ بن مسعود سے اور مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں عبادہ بن صامت سے ان آیتون کی بابت
جو روایۃ ہے اسکا حاصل یہ ہی کہ جس شخص کو آنحضرت کی مہری دستاویز نجات کے لئے دیکھنے منظور ہو وہ ان
آیتون کو پڑھے اور انکے موافق عمل کرے اور ان باتون مین چھوڑنے کے لائق باتین ہیں جو شخص انکو نہ چھوڑے گا
وہ دوزخی ہے اگرچہ ترمذی نے عبداللہ بن مسعود کی روایۃ کو حسن غریب کہا ہے لیکن عبادہ بن صامت کی حدیث
کو حاکم نے صحیح کہا ہے علاوہ اس کے صحیح بخاری و مسلم میں عبادہ بن صامت کی بیعت کی جو حدیث
ہے اوس سے بھی عبداللہ بن مسعود کی روایۃ کو تقویت ہو جاتی ہے کیونکہ عبداللہ بن مسعود کی اس روایۃ کا
مضمون عبداللہ بن صامت کی بیعت کی حدیث کے قریب ہے حرم ربکم علیکم ان لاتشرکوا
بہ شیئا اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے تم لوگون پر شرک حرام کیا ہے اس لئے تم لوگون کو
چاہیئے کہ شرک سے باز آؤ۔ اگرچہ مان باپ کے ساتھ برائی سے پیش آنا حرام ہے لیکن اوسکی جگہ مان باپ کے ساتھ احسان
کرنے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ مان باپ کے ساتھ فقط برائی سے پیش نہ آنا کافی نہین ہے بلکہ برائی سے بچکر انکے
ساتھ ہر ایک طرح کا احسان بھی ضرور ہے ان آیتون میں مشرکین مکہ کو یہ سمجھایا گیا ہی کہ تم لوگون نے زبردستی اپنی اٹکل
سے بعضی چیزون کو اپنے اوپر جو حرام ٹھہرا رکھا ہے وہ اللہ تعالی کے کسی حکم سے تم پر حرام نہیں ہیں بلکہ اللہ کے حکم سے اصل
حرام چیزین یہ ہیں جو تمکو ان آیتون مین جتلائی جاتی ہیں صحیح بخاری و مسلم مین عبداللہ بن مسعود عبداللہ بن عمرو بن العاص
ور ابوہریرہ سے اور معتبر سند سے مستدرک حاکم میں بریدہ سے جو روایتین ہیں اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان چیزون کا ذکر فرمایا ہے جنکا ذکر ان آیتون مین ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ شرک ان سب مین بڑا گناہ ہے اور باقی سب
کبیرہ گناہ ہیں یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ ان گناہون میں شرک تو ایسا بڑا گناہ ہے
کہ اگر مشرک شخص بغیر توبہ کے مرجاویگا تو اوسکی بخشش نہ ہوگی اور سوا شرک کے اور گناہون کا گنہگار شخص اگر
بغیر توبہ کے مرجاویگا تو ایسے شخص کی مغفرت اللہ تعالے کی مرضی پر منحصر ہے چاہے وہ ایسے شخص کو بغیر عذاب دوزخ
کے جنت مین داخل کرے چاہے کسیقدر عذاب کے بعد غرض جو شخص شرک سے پاک وصاف ہوگا وہ آخر کو جنت میں جاویگا زیادہ
تفصیل اسکی سورہ نساء کی آیۃ ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء کی تفسیر میں گذر چکی ہی ولعہد اللہ اوفوا اسکا
مطلب یہ ہی کہ ان آیتون مین یا اور آیتون میں اللہ تعالی نے جو حکم دیا ہے اوسکی پوری پابندی کیجاوے نیک کامون کے کرنے
اور بد کامون سے بچنے کی جتنی صحیح حدیثین ہیں وہ سب آیۃ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔

منزل ۲

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

اور کہا کہ یہ راہ ہے میری سیدہی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہیں پہر تم کو بہکا

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

دینگے اُسکی راہ سے یہ کہدیا ہے تم کو شاید تم بچتے رہو

معتبر سند سے مسند امام احمد بن حنبل نسائی مستدرک حاکم اور مسند بزار مین حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے ایک روز ایک سیدہی لکیر کہینچ کر فرمایا یہ اللہ کا سیدھا رستہ ہے اور اُس لکیر کے داہین باہین اور لکیرین کہینچ کر فرمایا ان سب راستون پر شیطان بیٹھا ہے اور اپنی طرف لوگونکو بلاتا ہے پہر آپنے یہ آیۃ پڑہی معتبر سند سے ترمذی نسائی مسند امام احمد بن حنبل میں عبد اللہ بن مسعود اور نواس بن سمعان کی مرفوع اور موقوف حدیثون کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے سیدہے راستہ کی مثال یون سمجہائی کہ ایک سیدھا راستہ ہے اور اُسکے ادہر اودہر دو دیوارین ہین ان دیوارون میں کہلے ہوئے دروازے ہیں اُن دروازون پر پردے پڑے ہین اور راستہ کے سرے پر ایک شخص سیدہے راستہ پر بلا رہا ہے اور ایک شخص کہہ رہا ہے دیکھو ان دروازون مین سے کوئی دروازہ نہ کھولنا نہیں تو سیدہے راستے سے بہک جاؤگے وہ راستہ تو اسلام ہے اور دیوارین حرام حلال کی وہ حدین ہیں جو اللہ تعالی نے شریعت مین قائم کی ہیں اور دروازے شرع کے ممنوعات ہین اور راستے کے سرے پر بلانے والا قرآن شریف ہے اور دروازون سے روکنے والی اللہ تعالی کی وہ نصیحت ہے جسکا اثر ہر مسلمان کے دل مین پیدا ہو کر اوس اثر سے آدمی گناہ سے رک جاتا ہے ترمذی مین عمرو بن عاص سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ یہود اور نصاری تو بہتر فرقے اختلاف سے ہوگئے میری امت کے تہتر فرقے ہونگے اور سوا ایک فرقے کے اور سب دوزخی ہین صحابہ نے پوچھا حضرت وہ نجات پانے والا کونسا فرقہ ہے آپنے فرمایا جسپر مین اور میرے صحابی ہین ترمذی نے اگرچہ اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے لیکن ترمذی اور ابوداؤد مین ابوہریرہ کی صحیح حدیث ہے جس سے اس حدیث کو تقویۃ ہو جاتی ہے ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کی سیدہی سڑک مین سے اور کجی کے راستے اختلاف کے سبب سے پہوٹ گئے ہیں جن سب پر شیطان مسلط ہے ممنوعات شرعیہ کے دروازے فقط ایک پردہ کی آڑ میں ہین نجات کا راستہ فقط ایک ہی ہے جس راستہ پر خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تھے نجات کے خواستگار ہر مسلمان کو لازم ہے کہ ادہر اودہر نہ بھٹکے اور نجات کے راستہ کو مضبوط پکڑے اور خوب یقین کرے کہ مخبر صادق صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نجات کے راستہ کا پتہ بتلایا ہے وہ یہی ہے کہ ہر عقیدے اور ہر عمل مین آدمی آنحضرت اور صحابہ کے قدم بقدم چلا جاوے خدا تعالی ہر مسلمان کے دل مین اوس نصیحت الہیہ کا اثر پیدا کرے جسکا ذکر اوپر کی حدیث مین آیا ہے اور ہر مسلمان کو وہ سیدہا راستہ چلا دے جسکا ذکر اس آیۃ میں اور جسکی تفسیر حدیث

منزل ۲

ین سہے ہذا کا اشارہ اونہی باتون کی طرف ہے جنکا ذکر اوپر کی آیتون میں ہے - اوپر کی آیتون مین خاص خاص باتون کے
علاوہ وبعہد اللہ اوفوا ایسا ایک عام حکم ہے کہ قرآن شریف کے تمام امر و نہی کا مجموعہ ہے اور اوپر یہ گذر چکا ہے کہ نیک
کامون کے کرنے اور بد کامون سے بچنے کی جتنی صحیح حدیثین ہین وہ سب اس مجموعہ قرآن کی گویا تفسیر ہین تو اب یون کہنا
چاہئے کہ ہذا کا اشارہ تمام احکامی آیتون اور حدیثون کی طرف ہے اور یہ بھی کہنا چاہئے کہ جو بات اس اشارہ کے دائرہ سے
باہر ہے وہ ٹیڑھا راستہ ہے نجات کا سیدھا راستہ وہی ہے جو اس اشارہ کے دائرہ کے اندر ہے -

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

پھر دی ہمنے موسی کو کتاب پورا فضل نیکی والے پر اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت

وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

اور مہر شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا یقین کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اوتاری برکت کی سو اسپر چلو اور بچتے رہو شاید تم

اوپر کی آیتون میں فرمایا تھا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکون سے کہدو کہ جن چیزون کو تم لوگون نے اپنی اٹکل سے
حرام ٹھہرا رکھا ہے اصل مین وہ چیزین حرام نہیں ہیں بلکہ پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام سے لیکر اب تک حرام وہ
وہ چیزین ہیں جو ان آیتون مین تم لوگون کو جتلائی گئی ہیں اب ان آیتون میں فرمایا اے رسول اللہ کے پہلی آیتون مین
جو پیغام الٰہی ہے اوسکے پہونچانے کے بعد پھر یہ پیغام بھی ان لوگون کو پہونچا دیا جاوے کہ شریعت موسوی سے پہلے کی شریعتون
کے بعد جب اللہ تعالی نے موسے علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی تو اس مین بھی علاوہ اور تفصیلی احکام کے اون چیزون
کے حرام ہونے کا حکم موجود ہے جنکا ذکر پچھلی سب شریعتون مین تھا اور وہی حکم اوپر کی آیتون میں ہے - سورہ قصص
مین آویگا ولقد آتینا موسے الکتاب من بعد ما اہلکنا القرون الاولے بصائر للناس - جس کا مطلب یہ ہے کہ قوم نوح
سے لیکر فرعون تک پچھلے لوگون کے عام عذابون سے ہلاک ہو جانے کے بعد موسے علیہ السلام پر توراۃ نازل ہوئی ہے
جسکے سبب سے توراۃ میں تفصیلی احکام شرعی کے علاوہ پچھلے لوگون کی ہلاکت کے قصے ایسے ہیں جن سے بنی اسرائیل کے
دل میں ایک عبرت پیدا ہو سکتی ہے ان آیتون مین تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شئ جو فرمایا سورہ قصص کی آیۃ
گویا اسکی پوری تفسیر ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ تفصیلی احکام شرعی اور پورے پچھلے لوگون کی ہلاکت کے قصے ملا کر توراۃ
کو ایسی حسن ترتیب سے نازل کیا گیا ہے جسکی ہدایت کا اثر بنی اسرائیل کے دلون پر پورا پڑیگا اور توراۃ کے نازل ہونے کے
بعد عام نافرمانی اور عام عذاب کی نوبت نہ آویگی اسی واسطے فرمایا کہ توراۃ کا نازل ہونا بنی اسرائیل کے حق مین ایک رحمت
الٰہی ہے آخر کو یہ جو فرمایا کہ شاید اس قدر رحمت کے بعد یہود کے دلون مین ایک دن اللہ کے سامنے کھڑے ہونیکا یقین
پیدا ہو جسکے سبب سے وہ اصلی توراۃ کے احکام کی پوری پابندی کر کے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کیوقت پوری
سرخروئی حاصل کرین اس لفظ شاید کے فرمانے مین بڑی پیشین گوئی ہے جس کا ظہور مابعد مین یہ ہوا کہ عبد اللہ

الربع

منزل ۲

بن سلام اور انکے ساتھیوں کے دل میں تو یہ یقین پیدا ہو گیا لیکن باقی کے یہود نے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے یقین کو اپنے دلوں سے بالکل نکال ڈالا جس سے اصلی توراۃ کے احکام کی پابندی اون میں سے اوٹھ گئی پہلے تو انھوں نے اصلی توراۃ کی آیتوں میں تبدل تغیر کیا اور پھر ایک توراۃ کے یہ تین نسخے ۔عبرانی ۔یونانی ۔ سامری بن گئے ۔اب انمیں باہمی یہ اختلاف ہے کہ سامری فرقے کے لوگ اپنے نسخے کو صحیح تبلاتے ہیں اور اونکے مقابل کے لوگ اپنے نسخوں کو صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی ایک آیۃ کے مطلب پر دو صحابیوں کا جھگڑا ہوا اس جھگڑے میں غل شور تک کی نوبت آئی اس غل کی آواز سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجرے سے باہر آئے اور بڑے غصے سے آپ نے فرمایا تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ تم سے پہلے لوگ کتاب آسمانی کے مطلب میں اسی طرح کا جھگڑا اور اختلاف ڈالکر خراب اور برباد ہو گئے اس کی آیۃ میں یہود کی آیندہ کی حالت کی جو پیشین گوئی ہے آسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآنی پیشین گوئی کے موافق یہود نے توراۃ کے معنے اور لفظوں میں یہاں تک اختلاف ڈالا کہ اُس اختلاف نے انکی عقبے کو برباد کر دیا اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح موسے علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی اوسی طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بابرکت کتاب نازل فرمائی جس کا نام قرآن ہے اہل مکہ اگر اس قرآن کی مخالفت کو چھوڑ کر اسکے احکام کی پوری پابندی کرینگے تو شاید اونکو اللہ کے رحم کی امید کا موقع مل سکے گا ۔اس لفظ شاید کے فرمانے میں یہ پیشین گوئی ہے کہ اگرچہ ظاہر میں بعضے لوگوں کا شمار قرآن کی پیروی کرنے والوں میں ہو جاویگا لیکن قیامت کے دن انکو اللہ کے رحم سے اس لئے محرومی ہو جاویگی کہ اونکا خاتمہ قرآن کی پیروی پر نہ ہوگا ۔صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر سے چند آدمیوں کو فرشتے کھینچ کر دوزخ کی طرف جب لیجانے لگیں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اون فرشتوں سے کہیں گے یہ تو میرے اصحاب میں سے ہیں وہ فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں گے کہ آپکی وفات کے بعد یہ لوگ مرتد ہو گئے ۔آیۃ کی پیشین گوئی کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے اسی طرح صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی دوسری حدیث گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاوہ اور معجزوں کے قرآن ہی مجھکو ایک ایسا معجزہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے جسکے سبب سے میری امت کے نیک لوگونکی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں سے قیامت کے دن زیادہ ہوگی آیۃ میں قرآن کو برکت کی کتاب جو فرمایا یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے۔

أَن تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِن قَبْلِنَا وَإِن كُنَّا عَن دِرَاسَتِهِمْ

اسواسطے کہ کبھی کہو کتاب جو اتری تھی سو دو ہی فرقوں پر ہم سے پہلے اور ہمکو انکے پڑھنے پڑھانے کی

لَغَافِلِينَ ۞ أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُم

خبر نہ تھی یا کہو کہ اگر ہم پر اترتی کتاب تو ہم راہ چلتے ان سے بہتر سو آچکی تمکو تمہارے

منزل ۲

بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَّبَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ
رب سے شاہدی اور ہدایت اور مہربانی اب اُس سے بے انصاف کون جو جھٹلاوے اللہ کی آیتین اور اوسے
عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ
کترادے ہم سزا دین گے کترانے والون کو ہماری آیتون سے بری طرح کی مار بدلا اُس کترانیکا

اوپر ذکر تھا کہ جس طرح اللہ تعالے نے موسے علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی اوسی طرح اوسنے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ قرآن نازل فرمایا ہے ان آیتون میں فرمایا کہ اللہ تعالے نے یہ قرآن عربی زبان مین نازل فرمایا ہے تاکہ اہل عرب کو قیامت کے دن کسی عذر کے پیش کرنے کا موقع باقی نرہے اور ان لوگون کے دل مین یہ ہوس بھی نرہے کہ ان پر کوئی آسمانی کتاب نازل ہوتی تو یہ لوگ یہود و نصارے سے زیادہ راہ راست پر آجاتے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے سے پہلے قریش یہ ہوس کیا کرتے تھے جس کا ذکر آیۃ کے اس ٹکڑے مین ہے اور یہ لوگ اور قومون کی بہ نسبت اپنے آپکو عقلمند زیادہ سمجھتے تھے اسواسطے آسمانی کتاب کی ہوس کے ساتھ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر ہم لوگون پر آسمانی کتاب نازل ہوئی تو اور قومون سے بڑھکر ہم راہ راست پر آجاوینگے آگے فرمایا اگر یہ لوگ اپنی اس تمنا اور ہوس مین سچے ہیں تو اللہ تعالی نے انکی تمنا اور ہوس کے موافق اپنی رحمت سے انپر انکی زبان میں یہ قرآن نازل فرمایا ہے جسمین حلال حرام جزا و سزا جنت و دوزخ نجات کے راستہ کے ہدایت سب کچھ ہے پھر فرمایا جو کوئی اللہ کی اس رحمت کی قدر نکریگا اور قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے سے خود بھی کنیا ویگا اور لوگون کو بھی اس نیک راستہ سے روکے گا وہ کیسا کچھ نہ بگاڑے گا بلکہ ایسا شخص اپنے ہی نفس پر بڑا ظلم کرنے کی جرأت کر رہا ہے کیونکہ قیامت کے دن ایسے لوگون کو سخت سزا بھگتنی پڑیگی صحیح بخاری اور مسلم مین عبداللہ بن مسعود اور مغیرہ بن شعبہ سے جو روایتین ہیں انمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عذر کا عذر اللہ تعالی کو بہت پسند ہے اسی واسطے اللہ تعالی نے آسمانی کتابین نازل فرمائیں رسولون کو بھیجا تاکہ کسی شخص کو نجات کے راستہ کی انجانی کا عذر باقی نرہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے جریر بن عبداللہ کی حدیث گذرچکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین مین جو شخص ایسا راستہ نکالیگا جس سے لوگ بدراہ سے لگ جاوین تو ایسے شخص کو قیامت کیدن اسطرح دوہری سزا ملیگی کہ اوسکی ذاتی بدعملی کی سزا جدا اور لوگونکو بہکانے کی سزا جدا یہ حدیثین ان آیتون کی گویا تفسیر ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کو صاحب عذر کے عذر کا سننا بہت پسند ہے اسلیئے اُسنے عربی مین قرآن نازل فرماکر اہل عرب کی انجانی کا عذر رفع کر دیا اب جو کوئی قرآن کی نصیحت خود بھی نہ مانے گا اور لوگونکو بھی ایسے نیک راہ سے روکے گا تو اُسپر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا۔

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ
کاہے کی راہ دیکھتے ہین لوگ مگر یہی کہ آئیں اُنپر فرشتے یا آوے تیرا رب یا آوے کوئی نشان تیرے رب کا جسدن آویگا ایک نشان تیرے رب کا

منزل ۲

اَوْ يَنفَعُ نَفْسًا اِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىٓ اِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○

کام نہ آویگا ایمان لانا کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں

بعضے مفسرون نے اس انتظار کے وعدہ کی حد آیۃ جہاد کو ٹھہرایا ہے اور آیۃ جہاد سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہے لیکن یہ قول صحیح نہین ہے اسواسطے کہ آیۃ کے اوپر کے ٹکڑے مین جن نشانیون کا مجمل طور پر ذکر ہے اوسکی صراحت حضرت ابوہریرہ کی روایۃ سے صحاح ستہ میں آچکی ہے کہ اون نشانیون سے مراد علامت قیامت مین سے آفتاب کا مغرب کی جانب سے طلوع ہونا ہے اور خود قرآن شریف مین فھل ینظرون الا الساعہ ان تاتیھم بغتۃ سے اس انتظار کی تفسیر ہو چکی ہے اسوجہ سے صحیح تفسیر یہی ہے کہ اس انتظار سے مراد آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور معنے آیۃ کے یہ ہیں کہ مشرکین کے ایمان لانے اور گنہ گارون کے توبہ کرنے کا انتظار اوسوقت تک ہے جب تک آفتاب مغرب سے نہین نکلا جب اودہر سے آفتاب نکل آویگا تو کوئی عمل پھر قبول نہ ہوگا اس حالت میں یہ آیۃ منسوخ نہین ہے اس آیۃ میں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تسکین فرمائی گئی ہے کہ روزمرہ کی قرآن کی آیتون کی نصیحت پر بھی جو لوگ اپنے شرک اور قرآن کے انکار سے باز نہین آتے تو اس سے کچھ گھبرانا اور تنگدل نہ ہونا چاہئے یہ شرک اور قرآن کے انکار کا سلسلہ تو ان مشرکون کی موت تک یا پشت بہ پشت قیامت تک چلنے والا ہے معتبر سند سے عبداللہ بن عمر کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک آدمی کا دم کھنچ کر سینہ مین نہیں آتا اور موت کا خرانٹا نہین لگتا اوسوقت تک توبہ انسان کی قبول ہوسکتی ہے اسی طرح معتبر سند سے براء بن عازب کی حدیث بھی مسند امام احمد کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نافرمان آدمیون کی موت کے وقت خوفناک شکل کے فرشتے اون نافرمان آدمیون کے پاس آتے ہیں اور اونکو عذاب آخرت اور اللہ تعالی کی خفگی سے ڈراتے ہیں جس سے اونکی روح جسم مین جگہ جگہ چھپتی پھرتی ہے آخر بڑی سختی سے اونکی روح قبض کی جاتی ہے یہ حدیثین آیۃ کے ٹکڑے ہل ینظرون الا ان تاتیھم الملائکۃ کی گویا تفسیر ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ یہ نافرمان لوگ موت سے پہلے تو اپنی نافرمانی سے باز نہین آتے ہان جب انکا دم ادھر کر سینے مین آجاتا ہے اور موت کے فرشتے اونکو نظر آنے لگتے ہیں تو اونکو اپنی پچھلی حالت پر پچھتاوا آتا ہے لیکن اوسوقت کا پچھتاوا کچھ مفید نہین کیونکہ پچھلی حالت پر پچھتانا اور راہ راست پر آنے کا ارادہ کرنا تو اوسوقت تک کا انسان کو مفید ہے جب تک عذاب الہی اسکی آنکھون کے سامنے نہین آیا جب موت کے وقت عذاب کے فرشتے اوسکو نظر آنے لگے اور روح کو سختی سے نکالنے لگے اون فرشتون نے طرح طرح کا عذاب شروع کر دیا تو اسوقت کا پچھتانا ایسا ہے جس طرح دنیا میں سزا کے وقت کوئی مجرم جرم کرکے پچھتاتا ہے جس بے وقت کے پچھتاوے سے اسکی سزا ٹل نہیں سکتی۔ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں یہ بیان گذر چکا ہے کہ صفات الہی کی آیات متشابہات کہلاتی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق یہ بھی گذرا ہے کہ جو آیتین نماز روزہ وغیرہ کے کسی عمل سے

منزل ۲

متعلق ہیں وہ محکم کہلاتی ہیں اور جن آیتوں سے کوئی عمل متعلق نہیں ہے بلکہ اون آیتوں پر بندوں کا فقط ایمان
لانا مقصود الہی ہے یہ سب آیتیں متشابہات ہیں صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث گذر چکی ہے
جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ متشابہ آیتوں کی تاویل کے درپے ہوں اونکو اللہ تعالی کے خوف
سے ڈرنا چاہیئے اس صحیح حدیث سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو متشابہ آیتوں کی تاویل سے
ڈرایا ہے اسلیئے صحابہ اور تابعین کا زمانہ اس طریق پر گذرا ہے کہ وہ لوگ متشابہ آیتونکی تاویل کے درپے نہ تھے بلکہ اسکو
برا جانتے تھے بعد اس زمانہ کے جن علمائے مفسرین نے اپنی تفسیروں کا مدار صحابہ اور تابعین کے طریقہ پر رکھا ہے
وہ بھی اس قسم کی آیتونمیں تاویل کو جائز نہیں رکتے بلکہ انکو ظاہر معنے پر قائم رکھہ کر انکی تلاوت کرتے ہیں اور یہ جانتے
ہیں کہ ان آیتونسے کوئی عمل شرعی متعلق نہیں ہے اسواسطے ان آیتونکی تفصیلی تفسیر بھی ضروری نہیں ہے حاصل
کلام یہ ہے کہ ان علمائے مفسرین نے جنکی تفسیروں کا مدار صحابہ اور تابعین کے طریقہ پر ہے سورہ بقر کی آیۃ کے
ٹکڑے ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ فی ظلل من الغمام اور اس آیۃ کے ٹکڑے او یاتی ربک کو انکے اس معنے ظاہری پر
قائم رکھا ہے کہ حشر کے دن اللہ تعالی نیک و بد کے فیصلے کیلئے میدان محشر میں نزول فرماویگا اور اس معنے کی تائید
میں بعضے صحابہ کے آثار بھی اپنی تفسیروں میں نقل کئے ہیں۔ اسحاق ابن راہویہ سے کسی شخص نے پوچھا کہ جب
اللہ تعالی جسم سے پاک ہے تو بلند جگہ سے نیچی جگہ کے نزول کو اللہ تعالی کی شان میں تسلیم کرنے سے اللہ تعالی کی ذاتکی
مشابہت جسمی چیزوں کے ساتھہ لازم آتی ہے۔ اسحاق بن راہویہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ نزول ذات الہی کی کچھہ
کیفیت جب ہم بیان نہیں کرتے اور لیس کمثلہ شی ہمارا عقیدہ ہے تو پھر اللہ تعالی کی ذات کی مشابہت جسمی چیزوں
سے کیونکر لازم آسکتی ہے۔ یہ اسحاق بن راہویہ امام احمد کے طبقہ کے مفسر اور بڑے عالم ہیں حاصل مطلب آیۃ کے ٹکڑے
ہل ینظرون الا ان یاتیہم اللہ اور او یاتی ربک کا یہ ایک ہی ہے کہ یہ نافرمان لوگ اب تو اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے لیکن
جسطرح دنیا میں موت کے فرشتے نکے نظر آجانیکے بعد ان لوگونکو اپنی حالت پر پچھتاوا آویگا اور اوسوقت کا پچھتاوا انکے
کچھہ کام نہ آویگا یہی حال ان لوگوں کا اوسوقت ہوگا جبکہ یہ لوگ میدان محشر میں اپنی نافرمانی کی جوابدہی کے لئے اللہ تعالی
کے سامنے کھڑے ہونگے۔ صحیح بخاری و مسلم میں عدی بن حاتم کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
میدان محشر میں نیکی بدی کے دریافت کے وقت اللہ تعالی بغیر واسطے کسی فرشتے یا رسول کے ہر شخص سے اوس شخص
کے اعمال کی حالت خود دریافت فرماویگا معتبر سند سے معاذ بن جبل کی حدیث مسند بزار اور طبرانی کے حوالہ سے گذر چکی
ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حشر کے میدان میں ہر شخص کو چار باتوں کی جوابدہی کیلئے اللہ تعالی کے
روبرو کھڑا ہونا پڑیگا ایک تو یہ کہ تمام عمر کس کام میں صرف کی دوسرے یہ کہ جوانی میں کیا کیا۔ تیسرے یہ کہ دنیا میں روپیہ
پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ چوتھے یہ کہ دین کا کچھہ علم سیکھا تو اوسکے موافق کیا عمل کیا اللہ تعالی کے میدان

منزل ۲

محشر میں نزول فرمانے کی اور ہر شخص سے بلا واسطہ نیکی بدی کا حال دریافت کرنیکی یہ حدیثیں گویا تفسیر ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب مغرب سے نکلے گا تو اوسوقت کے سب نافرمان لوگ گھبرا کر راہ راست پر آجاوینگے لیکن ایسی مجبوری کیوقت کا انکا راہ راست پر آنا اونکو کچھ نفع نہ دیویگا۔ معتبر سند سے ترمذی میں صفوان بن عسال کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی طرف لوگوں کی توبہ کے آسمان پر جانیکا آسمان میں ایک دروازہ ہے جب آفتاب مغرب کی طرف سے نکل آویگا تو وہ دروازہ بند ہو جاویگا اور پھر کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ ایمان اور نیک عمل کے فائدے کے اوٹھ جانے کی جس نشانی کا ذکر اس آیۃ میں ہے یہ حدیثیں گویا اسکی تفسیر ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نشانی مغرب سے آفتاب کے نکلنے کی ہے اسکے بعد نامہ اعمال کے کاغذ لپیٹ کر فرشتے آسمان پر چڑھ جاوینگے اور اعمال کا لکھنا بند ہو جاویگا آخر کو فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان نافرمان لوگوں سے کہدو کہ اب تو تم لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے لیکن موت کے فرشتوں کے نظر آنے اور میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے اور آفتاب کے مغرب سے نکلنے کے وقتوں کا ہم بھی انتظار کرتے ہیں اور تم بھی انتظار کرو یہ وقت ایسے ہیں کہ انمیں نیک و بد کا سب حال کھل جاویگا۔ معتبر سند سے شداد بن اوس کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کے سامان سے غافل رہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے عقبیٰ میں بہبودی کی توقع رکھے۔ یہ حدیث آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مایوسی کے جن وقتوں کا ذکر آیۃ میں ہے ان وقتوں نہیں عقبے سے غافل لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے بہبودی کی توقع کا رکھنا بڑی نادانی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَکَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ؕ اِنَّمَاۤ اَمۡرُہُمۡ اِلَی اللّٰہِ

جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے کئی فرقے تجھکو انسے کچھ کام نہیں انکا کام حوالے اللہ کے

ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَفۡعَلُوۡنَ ۝

پھر وہی جتا دیگا ان کو جیسا کچھ کرتے تھے

بعضے مفسروں نے گروہ گروہ یہود نصاریٰ اور مشرکین کو ٹھہرایا ہے اور آیۃ کو درگذر کی آیتوں میں شمار کر کے جہاد کی آیۃ سے منسوخ کہا ہے لیکن اوپر صحیح حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ اس امت کے اہل قبلہ میں سے بھی تہتر گروہ ہیں اسلئے صحیح مذہب یہی ہے کہ آیۃ عام ہے اور آیۃ جہاد سے منسوخ نہیں ہے کیونکہ اہل قبلہ سے جہاد نہیں ہے پھر جس آیۃ کے معنے میں جہاد کے حکم کا انتظار ہی نہیں تو وہ آیۃ آیات درگذر میں شمار ہو کر آیۃ جہاد سے منسوخ کیونکر ہو سکتی ہے علاوہ اسکے اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آیۃ جہاد سے کوئی درگذر کی آیۃ منسوخ نہیں ہے عبادت الٰہی کے طریقہ کو دین کہتے ہیں۔ حرام حلال کے احکام ہر ایک نبی کے عہد میں جو نازل ہوئے اون احکام کے مجموعہ کو شریعت کہتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے

منزل ۲

ابوہریرہ کی حدیث گذر چکی ہی جسکا حاصل یہ ہو کہ مصلحت وقت کے لحاظ سے احکام شرعی ہر نبی کے زمانہ مین جدا جدا نازل ہوئے ہین
مگر عبادت الٰہی کا طریقہ جسکو دین کہتے ہیں سب انبیا کا ایک ہی عبادت الٰہی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی توحید کو دل سے
مانے اور زبان سے اسکا اقرار کرے اور اسکے رسولوں کو سچا جانکر اون رسولون کی معرفت اللہ تعالیٰ کے جو احکام نازل ہوئے ہیں انکی
پوری پابندی کرے۔ توحید کے معنے اللہ کو ایک جاننا لیکن یہ اللہ کا ایک جاننا یا تو اللہ کے خالق اور رازق ہونے کے باب میں
ہوگا جسکا مطلب یہی کہ آسمان و زمین اور رزق سب اسباب سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہو ان چیزونکے پیدا کرنیمین کوئی اسکا شریک نہین اس
توحید کا مشرکین یہود و نصاریٰ کسیکو انکار نہیں ہو اسی لئے قرآن شریف میں اس توحید کے ثبوت کی بحث نہیں ہے بلکہ قرآن
شریف مین جگہ جگہ اوس توحید کی بحث ہے جو توحید عبادت کا ایسا جزو اعظم ہے کہ اسکے بغیر کسی طرح کی کوئی عبادت
بارگاہ الٰہی مین قبول نہیں ہوتی اس توحید کو توحید عبادت کہتے ہیں اس توحید عبادت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان
کا خالق و رازق اللہ تعالیٰ ہے تو اوسی کی خالص عبادت اور اوسی کے احکام کی پابندی اور اوسی کے رسولون کی
فرمانبرداری انسان پر لازم ہے۔ اس توحید عبادت میں لوگون کے الگ الگ فرقے ہوگئے ہیں کوئی ستارہ پرست ہے
کوئی آتش پرست کوئی بتون کو پوجتا ہے کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بتاتا ہے کسی نے احکام الٰہی کی پابندی چھوڑ کر
ایسی ایجادی باتون کو پکڑا ہے جسکو شرع میں بدعت کہتے ہیں ان مختلف فرقون کو اس آیت میں فرمایا کہ شیطان کے
بہکانے سے عبادت الٰہی کے طریقہ مین ان لوگون نے اپنی طرف سے راہیں نکال لی ہین جو راہیں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے
برخلاف ہیں اور ان راہون پر چلنے والے یا وہ لوگ ہیں جو مشرک نجات کے راستہ سے بالکل دور ہیں یا وہ لوگ ہیں جو
بدعتی قابل مواخذہ کے ہین۔ پھر فرمایا اے رسول اللہ کے جب تم نے ان لوگون کو اللہ کا حکم پہونچا دیا تو تمہارا فرض
ادا ہوگیا اب ان میں سے جو فرقہ اللہ کے حکم کو نمانے گا اوسکا کچھ الزام تم پر نہیں ہے ایسے لوگون کو تم اللہ کے حوالہ پر
چھوڑ دو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگون کی بداعمالی کے موافق انکو سزا دیوے گا اس سزا کا یہ مطلب ہے کہ
مشرک لوگ تو ہمیشہ دوزخ میں رہوینگے اور بدعتی فرقہ میں سے جن لوگونکی بدعت حد شرک تک نہ پہونچی ہوگی وہ
اللہ کے حکم کے موافق ایک وقت مقررہ تک دوزخ میں رہکر پھر عذاب دوزخ سے نجات پاوینگے اور جنت میں داخل
ہونے کا اونہیں حکم ملجاویگا صحیح مسلم کے حوالہ سے جابرؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جو شخص
شرک سے کم درجہ کے گناہ کرکے بغیر توبہ کے مرجاویگا وہ آخر کو جنت میں داخل ہوگا اور جو شرک کی حالت مین بغیر توبہ
کے مرجاوے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ یہ حدیث آیت کی گویا تفسیر ہے آیۃ اور حدیث کو ملا کر حاصل مطلب
یہ ہوا کہ ان مختلف فرقون مین جنکا ذکر آیۃ میں ہے جو ایسے لوگ ہیں کہ عبادت الٰہی میں دوسرون کو شریک کرتے ہیں
بغیر توبہ اور شرک سے باز آنے کے اونکی مغفرت کی کوئی صورت نہیں ہاں جو لوگ شرک سے کم درجہ کے گناہ کرکے بغیر
توبہ کے مرجاوینگے اون کی مغفرت کی امید ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

جو کوئی لایا نیکی اُسکو ہے اُس کے دس برابر اور جو لایا برائی سو سزا پاویگا اتنی ہی اور اُن پر ظلم نہ ہوگا

اس آیۃ کی تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس آیۃ میں ہر نیکی کے بدلے دس گنا ثواب کا وعدہ جو اللہ تعالی نے فرمایا ہے اُسکے معنے یہ ہیں کہ کم سے کم بھی ہر نیکی پر اجر اور ثواب دیا جاویگا تو وہ دس گنا ہوگا اور زیادہ سات سو تک بھی ہے اور اُس سے زیادہ بھی ہے اور ہر بدی پر ایک گناہ کی سزا کا وعید ہے لیکن چاہے تو اللہ تعالی بغیر سزا کے یوں ہی بخش دیوے صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایۃ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا جب کوئی مسلمان نیک عمل کرتا ہے تو دس گنے سے سات سو تک اوسکا اجر لکھا جاتا ہے اور بدی ایک کرے تو ایک ہی لکھی جاتی ہے اور کبھی بغیر لکھے معاف بھی ہو جاتی ہے اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے یہ بھی روایۃ ہے کہ نیکی کا کوئی شخص ارادہ کرے اور ارادہ کے موافق عمل نہ کرے تو بھی ایک نیکی محض ارادہ پر لکھ لی جاتی ہے اور بدی بدون عمل کے نہین لکھی جاتی ہے اور بدی کا کوئی شخص دل میں ارادہ کرے اور پھر اُس بد ارادہ کو بدل ڈالے تو بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے سورہ قصص مین آوے گا من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منہا یہ آیۃ سورہ قصص کی اس آیۃ کی تفسیر ہے کیونکہ سورہ قصص کی آیۃ میں مبہم طور پر یہ تھا کہ نیکی کرنے والے شخص کو نیکی سے بہتر بدلا ملے گا اس آیۃ میں اوسکی تفسیر یہ فرمائی کہ بہتر بدلے کا مقصد یہ ہے کہ نیکی کرنے والے شخص کی ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا لکھا جاویگا۔ ہر ایک نیک کام کا ثواب دس سے لیکر سات سو تک جو ہی اس میں روزہ داخل نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہؓ کی دوسری حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ روزے کے ثواب کا اندازہ اللہ تعالی نے اپنی ذات پر رکھا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو آدمی کی نیت کا حال معلوم نہیں ہے اسلئے جس قدر نیک نیتی سے آدمی کوئی نیک عمل کرتا ہے دس سے سات سو تک ثواب کا درجہ اللہ تعالے کے حکم سے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔ روزے میں ریاکاری کا دخل بہت کم ہے اسواسطے روزے کا ثواب قیامت کے دن روزہ داروں کو خود اللہ تعالی عنایت فرماویگا فرشتوں کو روزے کے ثواب کا درجہ پوچھنے اور لکھنے کا حکم نہین ہے وہم لا یظلمون۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کو انصاف بہت پسند ہے اس لئے نیک عمل کی جزا کے کم کرنے مین یا بد عمل کی سزا کے بڑھا دینے میں کسی ظلم و زیادتی کا دخل نہ ہوگا بلکہ پورے انصاف سے جیسا جسکا عمل ہوگا اوسی کے موافق جزا اور سزا کا برتاؤ ہوگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن بعضے گنہ گار اللہ تعالی کے روبرو اپنے گناہوں کا انکار کرین گے جسپر اون لوگوں کے ہاتھ پیروں سے گواہی دلوائی جاکر اون لوگوں کو قائل کیا جاویگا۔ حدیث کا یہ ٹکڑا آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن نہایت انصاف سے ہر ایک کو قائل معقول کیا جاویگا اور قائل معقول کے بعد سزا کا حکم دیا جاویگا اسی طرح جزا مین انصاف ہوگا کہ خالص دل سے ایک کلمہ توحید جو پڑھا اُس کا ثواب

منزل ۲

اس قدر دیا جاویگا کہ گناہوں کا انبار اس کے مقابلہ میں ہلکا ہو جاویگا چنانچہ اس باب میں ترمذی ابن ماجہ وغیرہ کے حوالہ سے
عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہے۔ اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے لیکن حاکم نے اسکو
مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ

تو کہہ مجھکو سوجھائی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک طرف تھا اور نہ تھا شریک والوں میں

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

تو کہہ میری نماز اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہی جو صاحب سارے جہان کا کوئی نہیں اسکا شریک اور یہی مجھکو حکم ہوا

اوپر ذکر تھا کہ شیطان کے بہکانے سے عبادت الٰہی کے صحیح طریقہ میں لوگوں نے اپنی طرف سے غلط راہیں نکال لی ہیں اب
ان غلط راہوں میں مکہ کے مشرک لوگوں کی یہ غلط راہ تھی کہ ان لوگوں نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر بت پرستی کو اپنا دین ٹھہرالیا
تھا بتوں کی پوجا کرتے تھے انکے نام پر جانور ذبح کرتے تھے اور اسی کو ملت ابراہیمی جانتے تھے اسلئے اس آیۃ میں فرمایا اے
رسول اللہ کے ان مشرکوں سے کہدو کہ تم لوگ تو بت پرست ہو اور ابراہیم خلیل اللہ نے اسی بت پرستی کی نفرت کے
سبب سے اپنے وطن اپنے باپ اپنی قوم سب کو چھوڑا اور اس ہجرت کے بعد جب ابراہیم خلیل اللہ نے کعبہ بنایا اور اسکے
سبب سے مکہ کی آبادی کی بنا پڑی تو انہوں نے مکہ اور انہیں آباد ہونے والے اپنی اولاد کے حق میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا
کی رب اجعل ہذا البلد امنا واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام جسکا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ اس شہر مکہ کو ہر طرح کی آفت سے
امن میں رکھ اور میری اولاد میں سے جو لوگ اس شہر میں آباد ہوں انکو بت پرستی سے بچا۔ تمہارے بڑوں میں
سے عمرو بن لحی نے دعاے ابراہیمی کے برخلاف اولاد ابراہیمی اور مکہ میں بت پرستی پھیلائی اب تم لوگ بھی اوسی لکیر کے
فقیر ہوا اور پھر اپنے آپکو اولاد ابراہیمی اور ملت ابراہیمی کا پابند گنتے ہو یہ کتنی بڑی غلطی ہے اور ان مشرکوں سے
یہ بھی کہدو کہ جو سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ نے مجکو بتایا ہے حقیقت میں ملۃ ابراہیمی وہ یہ ہے کہ میری عبادت میری قربانی
میری زیست موت سب اللہ کے حکم کے موافق ہے تم لوگوں کی طرح میں کسی دوسرے کو ان باتوں میں اللہ کا شریک
نہیں ٹھہراتا۔ امت کے سب لوگوں سے پہلے اللہ کے رسول احکام الٰہی کے پورے پابند اور حکم بردار ہوتے ہیں اور پھر
انکی حکم برداری کا اثر امت کے لوگوں پر پڑتا ہے اسلئے فرمایا کہ میں تم سب سے پہلے حکم بردار ہوں عمرو بن لحی کا قصہ
اوپر گذر چکا ہے کہ پہلے پہل اسی شخص نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر مکہ میں بت پرستی پھیلائی۔ یہ عمرو بن لحی وہی شخص
ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کی آگ میں جلتے ہوئے دیکھا یہ دیکھنا آپکا اوس وقت کا ہے جب
سورج گہن کی نماز میں دوزخ اور جنت کو آپنے دیکھا تھا جس کا ذکر صحیح بخاری میں حضرت عائشہ کی روایۃ سے آیا ہے
صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آسمان و زمین کے پیدا

منزل ۲

کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں اول سے آخر تک ہونے والا تھا اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالی نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی وہ حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگون کی مثال اچھے بری زمین کی فرمائی ہے۔ یہ حدیثین آیۃ کی گویا تفسیر ہیں آیۃ اور حدیثون کو ملا کر حاصل مطلب یہ ہوا کہ مشرکین مکہ میں سے لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق جو لوگ عمرو بن لحی کے ساتھی ٹھہر چکے تھے اونکے حق میں قرآن شریف کی نصیحت کا اثر اسی طرح رائگان گیا جس طرح بری زمین مین مینہہ کے پانی کا اثر رائگان جاتا ہے پھر فتح مکہ تک جب ایسے سب لوگ شرک کی حالت میں مر مٹ کر عمرو بن لحی سے جا ملے اور وہ لوگ باقی رہگئے جو لوح محفوظ کے نوشتہ کے موافق راہ راست اپنیوالے تھے تو انکے حق میں قرآن شریف کی نصیحت اسیطرح مفید ہوئی جسطرح اچھی زمین مین مینہہ کا پانی مفید ہوتا ہی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مکہ میں اسلام پھیل گیا صراط مستقیم اور دین صحیح دونون ایک ہیں۔ تفسیر صراط مستقیم کی آیۃ وان ہذا صراطی مستقیما کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔

قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ

تو کہہ اب مین سوائے اللہ کے تلاش کردن کوئی اور رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا اور جو کوئی کما دیگا سو اسکے ذمہ پر اور بوجھ نہ

وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝

منزل ۲

اوٹھاویگا ایک شخص دوسرے کا پھر تمہارے رب پاس رجوع تمہارے سو وہ جتاویگا جس بات میں تم جھگڑتے تھے

سورہ عنکبوت سورہ اقرا اور قل یا ایہا الکافرون کی تفسیر میں آویگا کہ مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ آپ اور آپ کے ساتھ کے مسلمان ایک سال ہمارے بتون کی پوجا کر لیا کرین پھر ایک سال ہم لوگ اللہ کی عبادت کر لیا کرین گے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر قیامت قائم ہوئی اور اسی سال بھر کی بت پرستی کے جرم میں مسلمان کسی عذاب میں پکڑے گئے تو وہ عذاب ہم اپنے ذمہ لیلوین گے۔ اسکے جواب میں اللہ تعالے نے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکون سے کہدو کہ جب سب چیزین اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی ہر چیز کا رب ہے تو مخلوق الٰہی ہونے میں سب برابر ہیں پھر معبود قرار پانے کا کسی مخلوق کو کیا حق ہے اور سوا اللہ کے مین کوئی دوسرا معبود کیونکر ڈہونڈ سکتا ہون اور تم لوگون نے دوسرون کا عذاب اپنے ذمہ لینے کا جو ذکر کیا تو ایک جرم کی سزا دوسرے شخص کو کیونکر ہو سکتی ہے پھر فرمایا اس فہمائش پر بھی یہ لوگ اپنی نادانی کی باتونسے باز نہ آدین تو مرنے کے بعد ایک دن سب کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا پڑے گا اوسوقت ان سب جھگڑے کی باتون کی سزا ان لوگون کے سامنے آجاویگی۔ عبد اللہ بن عمرو بن عاص اور ابو موسے اشعری کی حدیثین اس آیۃ کی بھی گویا تفسیر ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ

اور اسی نے تم کو کیا ہے نائب زمین میں اور بلند کئے تم مین درجے ایک کے ایک پر کہ آزماوے تم کو

فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ڮ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اپنے دیئے حکم مین تیرا رب شتاب کرتا ہے عذاب اور وہ بخشنے والا مہربان ہے

۲۰ ع ۱۹

جس طرح ہر مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی توقع رکھنی چاہیئے اوسی طرح اُسکے عذاب اور غصہ سے بھی ہر وقت ڈرنا چاہیئے اسواسطے ایمان امید اور بیم کے بیچ میں قرار پایا ہے صحیح مسلم ترمذی مسند امام احمد بن حنبل مین ابوہریرہ اور صحابہ کی مرفوع اور موقوف حدیثون کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے عذاب اور غصہ کا حال اگر لوگونکو معلوم ہو جاوے تو جنت مین داخل ہونے سے ہر ایک کا دل چھوٹ جاوے اسی طرح اُسکی رحمت کا حال معلوم ہو جاوے تو کوئی اپنے آپکو دوزخی نہ خیال کرے صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ رحمت کے سو درجہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہین ایک درجہ دنیا بھر مین ساری خلقت کو بٹا ہے اور ننانوے درجہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہین صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ رضی کی دوسری حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ایک نوشتہ عرش پر اپنے پاس لکھ کر رکھ لیا ہے کہ اللہ کی رحمت اللہ کے غضب اور غصہ پر غالب ہے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ پہلی امتون کے بعد اس امت محمدیہ اللہ تعالیٰ نے اُن امتون کے نائب اور قائم مقام کے طور پر تمکو پیدا کیا ہے اور انتظام دنیا چلنے کے لئے بعضون کو تم مین مالدار کیا ہے اور بعضون کو تنگدست تاکہ تنگدست لوگ مالدارون کا کام کاج کر کے اوسکے معاوضہ مین جو کچھ کماوین اُس سے اپنی گذران کرین اور مالدار لوگ تنگدست لوگون کے کام کاج سے اپنی ہر طرح کی ضرورتون کو رفع کر کے اپنی گذران کرین اور امیر و غریب کے پیدا کرنے مین یہ آزمایش بھی ہے کہ مالدار لوگ کہان تک اوس مال و متاع کے دینے والے کا شکر کرتے ہین اور غریب لوگ اپنی غریبی پر کہان تک صبر و قناعت سے کام لیتے ہین پھر فرمایا کہ یہ دنیا اور دنیا کا انتظام سب چند روزہ ہے اس چند روزہ انتظام مین خواہ امیر خواہ غریب جو کوئی اتنی عقلمندی کریگا کہ پہلی امتون کے عذاب الٰہی سے ہلاک ہو جانے کا حال پیش نظر رکھکر جہانتک ہو سکے کچھ عقبے کا سامان کر لیوے گا تو اللہ تعالےٰ کی رحمت ایسی وافر ہے کہ وہ تھوڑے عمل کا بہت سا ثواب عنایت فرماویگا چنانچہ فقط ایک کلمہ توحید کے ثواب کا حال اوپر گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہانتک اوسکو بڑھا دیا اور جو کوئی نادانی سے عمر بھر نافرمانی مین گرفتار رہے گا تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی ایسا سخت ہے کہ جسکا کچھ ٹھکانا نہین معتبر سند سے شداد بن اوس کی حدیث ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے موت کے مابعد کا کچھ سامان کر لیوے اور نادان وہ شخص ہے جو عمر بھر نافرمانی مین لگا رہے اور پھر عقبے

مین اللہ تعالیٰ سے بہبودی کی توقع رکھے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے۔

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَتَانِ وَّسِتُّ اٰيَاتٍ وَّاَرْبَعٌ وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

یہ سورہ مکی ہے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس سورہ کی چند آیتون کو مدنی تبلایا ہے لیکن یہ اوپر گذر چکا ہے کہ جس سورہ کے شروع کی آیتین مکی ہون وہ مکی کہلاتی ہے۔ نسائی مین معتبر سند سے حضرت عائشہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر صلعم نماز مغرب کی دو رکعتون مین اس سورہ کو ختم کیا کرتے تھے ✦۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓصٓ ۚ یہ حروف مقطعات ہین ان کے معنے سوائے خدائے تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں چنانچہ اس کی تفصیل سورہ بقر مین گذر چکی ہے ✦۔

كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

یہ کتاب اتری ہے تجھ کو سو اس سے تیرا جی نہ رکے کہ خبردار کر دے تو اس سے اور نصیحت ہو ایمان والونکو

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

چلو اُسی پر جو اترا تم کو تمہارے رب سے اور نہ چلو اُسکے سوائے اور رفیقون کے پیچھے تم کم دھیان کرتے ہو

حضرت عبد اللہ بن عباس مجاہد اور قتادہ کے قول کے موافق اس آیۃ مین حرج کے معنے شک کے ہین۔ مطلب یہ ہے کہ جب اس کتاب کے اللہ کا کلام ہونے مین کچھ شک نہیں ہے تو مشرکین مکہ مین سے اکثر لوگون کے اس قرآن کو سنکر راہ راست پر آنے مین بھی کچھ شک نکرنا چاہیئے اس لئے تم اس کتاب کے موافق لوگون کو ڈرلتے رہو اور آخر کو اس ڈرانے کا نتیجہ نیک حسب دلخواہ نکلنے مین کچھ شک و شبہ نکرو کیونکہ جو ایمان والے ہین انکے لئے تو اس قرآن مین بڑی نصیحت ہے اور جو منکر لوگ اُسکی نصیحت نہ مانین تو اے رسول اللہ کے تمہارا کام فقط اللہ کا کلام انکو پہونچا دینا ہے جب اہل مکہ باوجود اپنی فصاحت کے دعوے کے قرآن کی مانند ایک چھوٹی سی سورۃ بھی بنا کر پیش نکر سکے اور انکے دل مین یہ خیال پیدا ہو گیا کہ قرآن طاقت بشری سے باہر ایک کلام ہے تو اونکے قائل کرنیکو فرمایا کہ اب ہٹ دھرمی نکرو قرآن کو کلام الٰہی جانو اور اوسکی پیروی کرو شیطان کے بہکانے سے بت پرستی جو کر رہے ہو اوسکو اور سب طرح کے کفر و شرک کو چھوڑو سوائے خدا کے کسی کو اپنا کام بنانے والا نہ ٹھراؤ تم لوگ نصیحت کی باتون کا بہت کم دھیان کرتے ہو ورنہ قرآن کی نصیحت تمہارے دل پر خوب اثر کر سکتی ہے صحیح بخاری و مسلم کی ابو ہریرہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزون کے علاوہ مجھکو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا جسکے سبب سے قیامت کے دن میری امت کے لوگون کی تعداد بہ نسبت اور امتون کے زیادہ ہوگی یہ حدیث قرآن کے صاحب اثر ہونے کی گویا تفسیر ہے۔

منزل ۲

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ

اور کتنی بستیان ہم نے کھپا دین کہ پہنچا انپر ہمارا عذاب راتون رات یا دوپہر کو سوتے ۔ پھر یہی تھی انکی پکار

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ

جب پہنچا انپر ہمارا عذاب کہنے لگے ہم تھے گنہگار ۔ سو ہم کو پوچھنا ہے انسے جن پاس رسول

اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝

بھیجے تھے اور ہم کو پوچھنا ہے رسولون سے ۔ پھر ہم احوال سنا دینگے انکو اپنے علم سے اور ہم کہین غائب تھے

اوپر کی فہمائش کے بعد ان آیتون مین اللہ تعالی نے اہل مکہ کو یون ڈرایا ہے کہ جب تم سے پہلے لوگون نے کفر و شرک نہ چھوڑا اور خدا تعالی کے حکمون اور رسولونکی فرمانبرداری نکی تو اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رسولونکی مخالفت کے سبب سے ان نافرمانونکی کی بہت سی بستیان تباہ کر دی گئین دونون جہان کی ذلت اونکو حاصل ہوئی تم لوگ بھی اگر اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی یہی انجام ہونیوالا ہے قوم لوط علیہ السلام پر رات کے وقت اور قوم شعیب علیہ السلام پر دوپہر کے وقت عذاب الہی نازل ہوا تھا یہ دونون وقت نہایت آرام و غفلت کے ہوتے ہین ایسے ہی وقت مین خدا کا عذاب یکایک اوترا اسواسطے ان دونون وقتونکا نام اس آیہ مین لیا گیا کہ آرام کے وقت مصیبت کا آجانا انسان کو بہت شاق گذرتا ہے اہل مکہ اپنے عیش و آرام مین ڈوبے ہوئے تھے اسلئے اونکو جتلایا کہ اون سے پہلے لوگ بھی عیش کے بندے تھے لیکن راحت کے وقتون مین جب اونپر عذاب آگیا تو سب راحت خاک مین ملگئی پھر فرمایا جن وقتون مین عذاب آیا تھا وہ اسوقت سوائے اپنے گناہون کے اقرار کے اور کچھہ نہ کہہ سکے یہی کہتے رہا کہ بیشک ہم اسی لائق ہین حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ قیامت کے روز پروردگار پچھلی امتون سے جہنری اور اونکو قائل کرنے کے طور پر یہ پوچھیگا کہ تم نے ہمارے رسولون کی کیا فرمانبرداری کی اور رسولون سے یہ دریافت فرماویگا کہ تم نے ہمارے پیغام انکو پہونچا دئے یا نہیں سورہ قصص مین آویگا وما کان ربک مهلک القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایاتنا وما کنا مهلکی القری الا واهلها ظالمون اور سورہ مومن مین آویگا فلما راوا باسنا قالوا امنا بالله وحده وکفرنا بما کنا به مشرکین فلم یک ینفعهم ایمانهم لما راوا باسنا سنة الله التی قد خلت فی عباده مطلب ان دونون آیتونکا یہ ہے کہ جتنی بڑی چھوٹی بستیان پچھلے زمانہ مین طرح طرح کے عذابون سے ہلاک ہوئے ہین اونکی ہلاکت سے پہلے جبتک اللہ تعالی نے انہین کی بڑی بڑی بستیون مین آسمانی کتابین دیکر رسول نہین بھیج لئے اور رسولونکے بھیجنے کے بعد پھر جبتک اون لوگون نے اپنی جانون پر ظلم کرکے اللہ کے رسولون سے پوری مخالفت نہین کی اسوقت تک اللہ تعالی نے بے وقت ناانصافی سے کسی بستی کو ہلاک نہین کیا پھر جبکہ اللہ تعالے نے دنیا کو نیک و بد

منازل ۲

کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے اور مجبوری کے بعد یہ امتحان کا موقع باقی نہیں رہتا اسلئے اللہ کے عذاب کو آنکھوں سے
دیکھ لینے کے بعد اون لوگوں نے جو اللہ کی فرمانبرداری اور شرک سے بیزاری کا اقرار کیا اونکے اس لئے وقت کے اقرار
پر لحاظ کرنا انتظام دنیا کے برخلاف تھا اسواسطے اونکا وہ اقرار نا قابل توجہ قرار پایا - صحیح بخاری کے حوالہ سے مغیرہ بن
شعبہ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عذر کے عذر کو رفع کر دینا اللہ تعالی کو بہت
پسند ہے اسی واسطے اس نے آسمانی کتابیں دیکر رسول بھیجے تاکہ کسی شخص کو احکام الٰہی کی انجانی کا عذر باقی نہ رہے
صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے دنیا کے پیدا ہونے کے بعد جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا اپنے علم
ازلی کے موافق وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھ لیا ہے مسند امام احمد صحیح بخاری نسائی اور ابن ماجہ میں ابوسعید
سعید خدری کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جن امتون نے اپنے رسولونکی دنیا میں نافرمانی کی ہے قیامت کے دن
اللہ تعالی ان امتون کے رسولون سے پوچھے گا کہ تم نے اللہ تعالی کے احکام اپنی امتون کو اچھی طرح سے پہونچا دئے
تھے اللہ کے رسول جواب دیوینگے کہ یا اللہ ہم نے ان لوگونکو تیرے سب سزا و جزا کے احکام پہونچا دئے لیکن ان لوگون
نے اون احکام کو نہیں مانا یہ پچھلی امتون کے لوگ اللہ کے رسولون کو جھٹلا دین گے اور کہوین گے یا اللہ ہمکو کسی نے
تیرے احکام نہیں پہونچائے اسپر اللہ تعالی اون رسولون سے فرما دیگا کہ تم اپنے بیان کی تائید مین کوئی شہادت پیش
کر سکتے ہو وہ رسول امت محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دیوین گے یہ سنکر پہلی امتین کہین گی کہ یا اللہ یہ لوگ تو ہم سے پیچھے
دنیا میں پیدا ہوئے تھے انکو ہمارے حال کی کیا خبر ہے - امت محمدیہ کے لوگ کہوین گے کہ یا اللہ تو نے ہمارے نبی
آخر الزمان پر جو قرآن اوتارا ہے اوس مین پہلے نبیون کا اور پہلی امتون کا سب کا ذکر ہے اسواسطے ہم تیری کلام
کے موافق تیرے رسولون کے سچے ہونے کی گواہی دیتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتین اور حدیثین گویا
اس آیت کی تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالی کو ہر ایک فرمانبردار اور نافرمان کا حال دنیا کے
پیدا کرنے سے پہلے معلوم تھا لیکن اوس نے سزا و جزا کا مدار اپنے انصاف سے اوس اپنے ازلی علم پر نہیں رکھا
بلکہ دنیا اور عقبی میں نافرمان لوگون کی سزا کا مدار ظہور جرم اور ثبوت جرم کے بعد رکھا ہے فلنقصن کا مطلب
حضرت عبد اللہ ابن عباس نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ہر شخص کا نامہ اعمال اوسکے روبرو رکھا جاویگا جو سب عملون
کا احوال ظاہر کریگا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی سب چھوٹے بڑے عملون کی خبر اپنے بندون کو دیگا کوئی چیز اس سے
پوشیدہ نہیں ہے سب کچھ اوسکے علم میں ہے مگر نامہ اعمال سے اون لوگونکو قائل کیا جاویگا۔

منزل ۲

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَ

اور تول اسدن ٹھیک ہے سو جنکی تولین بھاری پڑین سو وہی ہیں جنکا بھلا ہوا اور

مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝

جنکی تولین ہلکی پڑین سو وہی ہیں جو ہارے اپنی جان اس پر کہ ہماری آیتون سے زبردستی کرتے تھے

اللہ کے حکم سے قیامت کے دن عملونکو ایک طرحکا جسم دیا جاویگا جس جسم میں نیکی کے سبب ایک بھاری پن اور بدی کے سبب ایک ہلکا پن ہوگا غیر جسمی چیز دن کے لئے ایک طرح کا جسم پیدا ہو جانا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بلا اور دعا آپسمین لڑتے ہیں یا قبر میں نیک عمل نیک صورت بنکر اور بد عمل بری صورت بنکر مردہ کے پاس آتے ہیں یہ قدرت الٰہی سے کچھ بعید نہیں ہے اسواسطے یہ تاویل کرنا کہ صاحب عمل لوگونکا جسم تولا جاویگا ایک بعید تاویل ہے اور بعضے مفسرین نے صحیحین کی اس حدیث سے کہ قیامت کے دن بڑے بڑے موٹے اور جسیم آدمی ہونگے جو اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر نہ جچینگے صاحب عمل کے تولنے کی تائید جو نکالی ہے وہ تائید بھی تکلف سے خالی نہیں کیونکہ اوس حدیث میں ان لوگونکی قدر منزلت اللہ کے نزدیک ہلکی ہونے کا ذکر ہے جسمونکے تولنے سے اُس حدیث کو کچھ تعلق نہیں اور بعضے مفسرین نے یہ جو لکھا ہے کہ عمل نہیں تولے جاوینگے بلکہ نامہ اعمال کے کاغذ تولے جاوینگے اور اپنے اس قول کی تائید میں ترمذی اور مسند امام احمد بن حنبل کی وہ حدیث پیش کی ہے کہ کلمہ توحید کے ثواب کا کاغذ کا ٹکڑا بہت سے بدیون کے دفترون سے بھاری رہیگا اس میں بھی عمل کے ثواب کا وزن ہے ورنہ کاغذ کا خالی ٹکڑا کیا بھاری ہو سکتا ہے ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں ابو درداء کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میزان میں خوش اخلاقی بڑی بھاری چیز ٹھہریگی اس حدیث کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ اس صحیح حدیث سے عملون کے تولے جانے کی پوری تائید ہوتی ہے۔ اب عملونکے تولے جانے کے بعد جنکے نیک عملون کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنتی قرار پاوینگے اور جنکا بد عملون کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دوزخ میں جاوینگے۔ دوزخ میں جانیکے بعد جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا آخر کو وہ دوزخ سے نکلکر جنت میں جاویگا چنانچہ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث اس باب میں گذر چکی ہے۔ میزان میں جن لوگون کے نیک عمل اور بد عمل برابر ہونگے وہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود کے قول کے موافق اعراف پر جنتیون اور دوزخیون کے فیصلہ اخیر تک ٹھہرائے جاکر پھر جنت میں جاوینگے اعراف جنت اور دوزخ کے درمیان میں ایک دیوار ہے جسکا ذکر آگے آتا ہے قیامت کے تین مقام جو بڑے خوف اور بڑی پریشانی کے ہیں انمین ایک مقام تو یہی اعمال کے تولے جانے کا ہے دوسرا مقام نامہ اعمال کے داہنے یا بائین ہاتھ مین آنے کا ہے تیسرا مقام پلصراط پر گذرنیکا ہے ابوداؤد میں حضرت عائشہ کی روایت ہے جسمین ان تینون مشکل کے مقامون کا ذکر ہے اگرچہ ابوداؤد اور حافظ عبدالعظیم منذری دونون نے اس حدیث کی سند کا کچھ حال بیان نہیں کیا لیکن اس حدیث کی سند معتبر ہے کیونکہ یہ حدیث حسن بصری رح کی روایت سے ہے جسکو انھون نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے صاحب جامع الاصول نے اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ حسن بصری رح کی حضرت عائشہ سے ملاقات

منزل ۲

ہوئی ہے اس صورت میں یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے کس لئے کہ جن دو شخصوں کا زمانہ ایک ہو اونکی باہمی روایۃ امام مسلم کے نزدیک صحیح ہے یہان تو حسن بصری اور حضرت عائشہ کی ملاقات بھی ثابت ہوئی ہے اسلئے اس حدیث کی سند معتبر معلوم ہوتی ہے۔

ع ۲

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور بنا دین اس میں تم کو روزیان تم تھوڑا شکر کرتے ہو

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورت دی پھر کہا فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا مگر

اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ

ابلیس نہ تھا سجدہ والون میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا جب مین نے فرمایا

ان آیتون میں اللہ تعالے اپنے اون احسانون کو جتاتا ہے جو اوسنے اپنے بندو نپر کئے ہیں تاکہ بندے اون احسانون کے شکر گذار ہو جاوین اور سوا اللہ کے اورون کی پرستش چھوڑ دیوین اسلئے فرماتا ہے کہ ہم نے تمکو زمین میں رہنے اور گھر بنانے کی جگہ دی مکان بنانے کی باغ لگانے کی کھیتی کرنے کی تم کو عقل دی زمین کی مضبوطی کے لئے پہاڑ پیدا کئے زمین کی سیر سبزی کے لئے نہرین بہا دین کھیتی سوداگری کے ہزارہا سامان معاش کے تمہارے لئے زمین میں پیدا کر دئے باوجود اسکے تمہاری یہ ناشکری ہے کہ ایسے بڑے مالک کو چھوڑ کر اورون کی پوجا کرتے ہو علاوہ اسکے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو یہ بزرگی عطا فرمائی کہ تمام فرشتون کو حکم سجدہ کرنیکا دیا سب فرشتون نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور حکم پروردگار کا مانا مگر ابلیس نے کہ وہ تمہارے باپ سے عداوت رکھتا تھا بسبب حسد کے آدم کو سجدہ نہ کیا اور عدول حکمی کی ابلیس تمہارا موروثی دشمن ہے تم اوس سے بچتے رہو اور اوسکا کہنا ہرگز نہ مانو سورہ زخرف میں آویگا کہ دنیوی معاش میں اللہ تعالے نے بعضے لوگون کو خوشحال اور بعضون کو تنگ حال جو رکھا ہے اس سے دنیا کا یہ انتظام مد نظر ہے کہ تنگ حال لوگونکو خوش حال لوگونکے روپے پیسے کی ضرورت رہے اور خوشحال لوگونکو تنگ حال لوگونکے کام کاج کی ضرورت رہے غرض دنیا میں سب لوگ یکسان ہوتے تو دنیا کا انتظام نہ چل سکتا اس انتظام کے موافق جسکی جیسی معاش ہو اوسکے موافق ہر شخص کو اسکا شکر ادا کرنا چاہیے معتبر سند سے زوائد مسند امام احمد میں نعمان بن بشیر کی روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے تھوڑی معاش کو اللہ کی نعمت جانکر اوسکا شکر ادا نہیں کیا وہ زیادہ معاش کا بھی شکر ادا نکرسکے گا معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمود بن لبید کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ معاش کی کمی سے گھبراتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ جسکی معاش دنیا مین کم ہوگی اوسپر قیامت کے حساب کا بار بھی کم ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی

منزل ۲

معاش زیادہ ہے او سپر دنیا میں شکر گذاری کا اور عقبے میں حساب کا بار بھی زیادہ ہے معتبر سند سے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں ابو درداء کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ معاش کی خوشحالی جس سے آدمی دین سے غافل ہو جاوے ایسی معاش کی خوش حالی سے معاش کی تنگ حالی بہتر ہے ان حدیثون کو پہلی آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے معتبر سند سے ترمذی مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ مین حضرت عمر کی روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی پشت سے تمام بنی آدم کی جنتی اور دوزخی روحون کو الگ الگ نکالا اور فرمایا کہ یہ روحین جنتی لوگونکی ہیں اور یہ دوزخی لوگون کی معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی اور ابو داؤد مین ابو موسے اشعری کی روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم کے پتلے کے لئے اللہ تعالےٰ نے تمام زمین کی مٹی لی ہے اسی واسطے اونکی اولاد مین کوئی گورا ہے کوئی کالا کوئی نرم مزاج ہے کوئی سخت مزاج حاصل کلام یہ ہے کہ ان حدیثون کے موافق حضرت آدم کی پشت مین تمام بنی آدم کی روحین پیدا کی گئی تہین اور حضرت آدم کے جسم مین تمام بنی آدم کے جسمون کا مادہ رکھا گیا تھا اسی واسطے ایک حضرت آدم کی پیدائش کو خلقنا کم ثم صورنا کم فرمایا جسکا مطلب یہ ہے کہ ایک ابو البشر حضرت آدم کی پیدائش گویا تمام بنی آدم کی پیدائش کی بنیاد ہے سورہ بقر مین حضرت عائشہ کی حدیث صحیح مسلم کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ابلیس آگ کے شعلہ سے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابلیس ملائکہ میں سے نہیں ہے۔ اسکی زیادہ تفصیل اور فرشتون نے جو حضرت آدم کو سجدہ کیا ہے اوسکی تفصیل سورہ بقر مین گذر چکی ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے لیکن خود ابلیس ملعون کی زبان سے تکبر کا اقرار کرانے کے لئے اوس ملعون سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ جب تجکو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا تو پھر تجکو کس چیز نے روکا کہ تونے اللہ کے حکم کے موافق سجدہ نہیں کیا اسپر اس ملعون نے وہ تکبر کا جواب دیا جو آگے کی آیۃ میں ہے۔

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝

بولا میں اس سے بہتر ہون مجھکو تونے بنایا آگ سے اور اسکو بنایا خاک سے

حسن بصری اور ابن سیرین اور اکثر بزرگان دین نے کہا ہے کہ حضرت آدم کو قبلہ ٹھہرا کر خدا تعالیٰ کا سجدہ کرنیکا حکم فرشتون کے لئے اور ابلیس کے لئے ایک قطعی حکم تھا اور یہ ایسا حکم تھا جس طرح کعبہ کو قبلہ ٹھہرا کر سجدہ کرنے کا نماز میں حکم ہے شیطان نے اوس قطعی حکم کے مقابلہ مین جو قیاس کیا یہ پہلا قیاس ہے جو نص کے مقابلہ مین کیا گیا ہے اب بھی نص کے مقابلہ مین جو شخص اس طرح کا عقلی قیاس کریگا اس میں خصلت شیطانی کا اثر ہے اور ایسے شخص کا وہی انجام ہوگا جو شیطان کا انجام ہے ابن سیرین کہا کرتے تھے بتون کی آگ کی سورج چاند کی غرض

منزل ۲

سوا اللہ تعالی کے جس چیز کی پوجا زمین پر پہیلی ہے وہ سب قیاس عقلی سے پہیلی ہے یہ محمد بن سیرین حسن بصری کے طبقہ کے تابعی ثقہ ہیں حدیث کی صحیح کتابون مین ان سے روایتین ہیں قیاس عقلی سے مقصود وہ قیاس ہے جسکی بنا کسی شرعی حکم پر نہو جس قیاس کی بنیاد کسی شرعی حکم پر ہو وہ قیاس فقہی کہلاتا ہے جب کسی مسئلہ کا صاف حکم قرآن اور حدیث میں نہ پایا جاوے تو قرآن اور حدیث کے موجودہ احکام کو نظیر ٹہرا کر یہ قیاس فقہی جائز ہے سلف مین اسکا وجود پایا جاتا ہے تفصیلی ذکر اس قیاس کا اصول فقہ کی کتابون میں ہے محمد بن سیرین نے یہ بات نہایت سچی کہی کہ سوا اللہ کے جو چیزین زمین پر پوجی جاتی ہیں وہ قیاس عقلی کے سبب سے پوجی جاتی ہین کیونکہ مثلا بت پرستی کی بنیاد اس عقلی قیاس پر ہے کہ یہ مورتین اچھے لوگون کی ہیں ان مورتون کی تعظیم اور پوجا کیجاویگی تو وہ اچھے لوگ اپنے مورتون کے پوجنے والون کے برے وقت پر کام آوینگے اسی طرح اور چیزونکا حال ہے ستارہ پرست کہتے ہیں کہ جس طرح انسان کی روح ہے اسی طرح ستارون کی بھی روحیں ہیں جنکو دنیا کے انتظام مین بڑا دخل ہے انکی پوجا سے انسان کا بھلا ہو سکتا ہے - آتش پرست سورج کو دنیا کا بادشاہ کہتے ہیں اور سورج کی مناسبت کے سبب سے آگ کی پوجا کرتے ہین اور کہتے ہیں کہ آگ ایسی چیز ہے جس سے دنیا کی ضرورتین متعلق ہیں صحیح بخاری و مسلم مین حضرت علی کی روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مخلوق اللہ کے علم ازلی مین نیک قرار پا چکے ہے اسکو دنیا مین نیک کام آسان ہو جاتے ہیں اور جو مخلوق علم الٰہی مین بد قرار پا چکی ہے وہ نیک کامون سے دور اور برے کامون میں ہمیشہ گرفتار رہتی ہے یہ حدیث حضرت آدم اور شیطان کے قصے کی گویا تفسیر ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام علم الٰہی مین نیک قرار پائے تھے اسلیے گیہون کھانے کے قصور کے بعد اونکو توبہ آسان ہو گئی اور شیطان علم الٰہی میں بد قرار پا چکا تھا اسلیے سجدہ نکرنے کے قصور سے اوسکو توبہ آسان نہیں ہوئی بلکہ اس نے اپنے قیاس عقلی سے اوس قصور کو قصور نہیں جانا۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ

کہا تو اتر وہان سے تجھکو نہ ملیگا کہ تکبر کرے یہان سو نکل تو ذلیل ہے بولا

أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ۝ قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ

مجھکو فرصت دے جسدن تک لوگ جی اٹھین کہا تجھکو فرصت ہے بولا تو جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا ہے

صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

مین بیٹھونگا انکی تاک میں تیری سیدہی راہ پر پھر آنپر آونگا آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے اور بائین سے

جب شیطان نے بموجب حکم خدا کے حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور اپنے آپکو بہتر اور بڑا جانا تو خدا تعالی نے اوسکو ذلیل و خوار کر کے جنت سے نکال دیا اور فرمایا کہ جنت میں رہکر تجھکو تکبر کرنا نہیں پہونچتا کیونکہ جنت فرمانبردارونکی

منزل ۲

جگہ ہے نا فرمانون کی جگہ نہیں ہے اسلئے تو اوس سے نکل اور زمین پر اوتر جا کہ تیرے تکبر کی یہی سزا ہے اوسوقت
شیطان نے سوچکر اپنے لیے قیامت تک جیتے رہنے کی مہلت مانگی خدا تعالی نے اسکو پہلے صور تک کی مہلت دی
تاکہ شیطان کے بہکانے کے بعد فرمانبردار اور نا فرمان بندے پہچانے جاوین مہلت مل جانیکے بعد شیطان نے
سرکشی سے کہا کہ جس طرح میں گمراہ ہوا اسی طرح مین تیرے بندون کو جو آدم علیہ السلام کی نسل سے ہونگے گمراہ کرونگا
اور ہر طرف سے سامنے اور پیچھے اور داہنے اور بائین سے اونکے پاس آکر اونکو بہکاونگا حضرت عبداللہ ابن عباس
نے فرمایا کہ سامنے سے مراد دنیا ہے اور پیچھے سے آخرت یا داہنے سے نیکیان بائین سے بدیان مطلب یہ کہ دنیا کی
رغبت اور آخرت سے غفلت نیکیون سے نفرت بدیون کی زینت دکھا کر اونکو تیرے سیدھے راستہ پر چلنے سے روکونگا
حضرت عبداللہ بن عباس کے قول مین یہ بھی ہے کہ من فوقہم اسواسطے نہین فرمایا کہ رحمت اوپر سے اوترتی ہے
خدا کی رحمت اور بندے کے درمیان مین شیطان حائل نہین ہو سکتا اسلئے اوپر کی جانب سے شیطان نہیں آتا اور نیچے
کی طرف سے بھی تکبر کے سبب سے آنا کوئی پسند نہیں کرتا علاوہ اسکے جسکے پاس نیچے کی طرف سے جاؤ اسکو گھبراہٹ
اور نفرت ہوتی ہے اور وہ شیطان کی غرض کے بالکل خلاف ہے اس لئے اوپر اور نیچے کی طرف سے شیطان بندے
کے پاس نہین آتا انہین چار طرف سے کہ جنکا ذکر آیت شریف میں ہے شیطان بندے کے پاس آکر بندے کو بہکاتا ہے
ان آیتون مین تو اکیلے شیطان کو فاہبط منہا فرمایا اور آگے کی آیتون مین جمع کے لفظون سے اہبطوا فرمایا یہ سورہ
بقر مین گذر چکا ہے کہ جو علما اس قصہ مین سانپ کی شراکت کو صحیح کہتے ہیں اونکا یہ قول ہے کہ سجدہ نکرنے کے گناہ
پر جب شیطان جنت سے نکالا گیا تو وہ کسی طرح سے آدم علیہ السلام کو بہکانے کے لئے جنت مین جانا چاہتا تھا لیکن
فرشتے جنت کے دروازون پر تعینات ہیں وہ شیطان کو جنت مین نہین جانے دیتے تھے اس لئے شیطان سانپ
کے موہنہ مین بیٹھکر جنت میں گیا اور آدم علیہ السلام کو بہکایا جب تک سانپ جنت کے جانورون مین سے تھا ان
علما کے قول کے موافق آدم علیہ السلام حوا ابلیس اور سانپ ان چارون کو جمع کے لفظون سے اہبطوا فرمایا ہے
حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنے تفسیر مین سانپ کی شراکت کے قصہ کو حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود
کے معتبر قول سے نقل کیا ہے اسواسطے یہی تفسیر صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جمع کے لفظون میں اہبطوا جہان فرمایا ہے
اوس میں آدم حوا ابلیس اور سانپ یہ چارون شریک ہیں کیونکہ جب اسباب مین دو معتبر صحابیون کا قول
موجود ہے اور اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ گذر چکا ہے کہ تفسیر کے باب مین صحابی کا صحیح قول حدیث نبوی کا
حکم رکھتا ہے تو اس قصے میں سانپ کی شراکت کو نا معتبر نہین قرار دیا جا سکتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ابلیس
ملعون جنت سے دو دفعہ نکالا گیا ہے ان آیتون کے موافق ایک دفعہ اکیلا نکالا گیا اور فریب سے پھر جنت مین
پہونچا اور آگے کی آیتون کے موافق دوسری دفعہ آدم حوا اور سانپ کے ساتھ نکالا گیا دوسرے صور کے بعد

منزل ۲

جب سب لوگ قبروں سے اوٹھین گے شیطان نے اسوقت تک کے جینے کی مہلت اللہ تعالی سے مانگی تھی جس سے اسکا
مطلب تہا کہ وہ ملعون موت کی تکلیف سے بچ جاوے کیونکہ دوسرے صور کے بعد پھر موت نہیں ہے اگرچہ ان آیتون مین
شیطان کی مہلت کی منظوری کا ذکر مختصر طور پر ہے لیکن سورہ حجر اور سورہ ص مین آویگا کہ شیطان کے جینے
کی مہلت اللہ تعالی نے وقت معلوم تک منظور فرمائی ہے وقت معلوم کی تفسیر امام المفسرین حضرت عبد اللہ
بن عباس نے پہلے صور کی فرمائی ہے اس لئے ان آیتوں کی صحیح تفسیر یہی ہے جو اوپر بیان کی گئی کہ شیطان کے جینے
کی مدت پہلے صور تک ہے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی صحیح حدیث گذر چکی ہے
اور آگے بھی آتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب شیطان نے اللہ تعالی کے روبرو بنی آدم کے بہکانے کی قسم
کھائی تو اللہ تعالی نے بھی اپنے جاہ و جلال کی قسم کھا کر توبہ اور استغفار کرنے والے گناہ گاروں کے گناہ معاف
فرمادینے کا وعدہ فرمایا اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر مین بڑا دخل ہے۔

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝
اور نہ پاویگا تو اکثر اُن مین شکر گذار

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدم کے زمانہ مین شیطان نے اللہ تعالی سے یہ ایک ظنی بات کہی تہی کہ ہر طرح سے
مین بنی آدم کو بہکاؤن گا جب اوس نے اپنا گمان سچا کر دکھایا تو اللہ تعالی نے حضرت کے زمانہ مین اسکے ظن
کی تصدیق آیہ ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ سے فرمائی علی بن طلحہ کی صحیح روایۃ مین امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن
عباس نے شاکرین کی تفسیر موحدین فرمائی ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اگرچہ انسان کو انسان کی سب
ضرورت کی چیزوں کو اللہ تعالی نے پیدا کیا اور پیدا کرنے کے بعد انسان کو نجات عقبے کے راستہ پر لانے کے لئے
آسمانی کتابیں نازل فرمائیں رسول بہیجے مگر شیطان کے بہکاوے مین آنکر اکثر لوگ اللہ تعالی کی ان نعمتوں کو
بھول گئے کوئی بتوں کو اللہ کی عبادت مین شریک کرتا ہے کوئی ستاروں کو غرض صحیح طریق سے اللہ کی عبادت
کرنے والے بہت کم لوگ سر زمین پر نظر آتے ہین مسند امام احمد اور نسائی وغیرہ کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی
صحیح حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر اوسکو نجات کا راستہ فرمایا ہے اور اس
خط کے دائین بائین بہت خط کھینچ کر یہ فرمایا ہے کہ ان سب راستوں مین طرح طرح کے شیطانی بہکاوے ہین
یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ نجات کا راستہ ایک ہی اور اوسپر چلنے والا بھی ایک ہی گروہ ہے شیطانی
راستے بھی بہت سے ہین اور اوپر چلنے والے بھی بہت سے گروہ ہین یہی مطلب ولا تجد اکثرہم شاکرین کا ہے۔

قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ۝
کہا نکل یہان سے مردود دہتکارا ہوا جو کوئی ان مین تیری راہ چلے مین بھر دونگا دوزخ تم سب سے اکٹھے

منزل ۲

اس آیۃ مین پہر اللہ پاک نے شیطان سے تاکید کرکے فرمایا کہ نکل بہشت سے مردود قسم ہے تجھکو بھی کہ جو کوئی تیری تابعداری کریگا مین جہنم کو سب سے بھر دونگا اس جواب خداوندی میں جس قدر خوف ہے اُسکا اندازہ کچھ نہین ہوسکتا کیونکہ ابلیس کے ساتھ اُسکے تابعدارون کو بھی جو کہ اوسوقت حاضر نہ تھے دوزخ کے اندر ڈالنے کے حکم میں شامل کرلیا خدا اس سے اپنی پناہ میں رکھے مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی صحیح حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب جنت سے نکالے جانے کے وقت شیطان نے بنی آدم کے بہکانے کی قسم کہائی تو اللہ تعالے نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کہاکر اُس مردود کو یہ جواب دیا کہ بنی آدم میں سے گناہ کرکے جو کوئی توبہ و استغفار کریگا مین بھی اوسکے گناہ ضرور بخشدونگا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب ہوا کہ شیطان کیساتہ جہنم میں وہی گنہگار جاوینگے جو ہمیشہ گناہ کرتے ہیں اور خالص دل سے توبہ نہیں کرتے۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑا جنت مین پہر کہاؤ جہان سے چاہو اور پاس نہ جاؤ

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ

اس درخت کے پہر ہوگے گنہگار پہر بہکایا اُنکو شیطان نے کہ کھولے اُنپر جو ڈہنکے تھے

عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا

اُنسے اُنکے عیب اور وہ بولا تم کو جو منع کیا ہے رب تمہارے نے اس درخت سے نہین مگر یہ کہ کبھی

مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝

ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ جینے والے اور اُنکے پاس قسم کھائی کہ میں تمہارا دوست ہون

منزل ٢

ان آیتوں میں اللہ تعالی نے حضرت آدم و حوا پر سوائے ایک درخت کے کل میوے اور پھل جنت کے مباح کردئے تھے کہ جہان سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ اُسکا حسد شیطان کو ہوا چاہا کہ کسی طرح یہ نعمتین اُنسے چھینی جاوین اسلئے فریب کی راہ سے کہا کہ اس درخت کے پھل سے جو تمکو منع کیا گیا ہے اس میں یہ بھید ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ کے لئے جنت مین رہنے والے نہ ہوجاؤ اور قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہون اس موقع پر حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ مومن خدا کا نام سنکر دشمن کے دہوکے میں آجاتا ہے سورہ بقر میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود کا یہہ قول گذر چکا ہے کہ پہلے تن تنہا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا اس حکم کے موافق حضرت آدم جنت مین رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گہبرایا کرتے تھے ایک دن حضرت آدم جب سو رہے تھے تو اُنکی نیند کی حالت میں اللہ تعالی نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی بائین پسلی سے پیدا کردیا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس قول کے موافق اگرچہ پہلے سے حضرت آدم جنت میں رہتے تھے لیکن حضرت آدم اور حوا کے ملکر جنت میں رہنے

کا یہ دوبارہ حکم حضرت حوا کے پیدا ہو جانے کے بعد کا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ سے روایت ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے اسلئے پسلی کی ہڈی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک طرح کی کجی ہے۔ مغازی ابن اسحاق وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایتیں ہیں جسمیں انھون نے فرمایا عورت کے پسلی سے پیدا ہونے کا یہ مطلب ہے کہ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کے بائین پسلی سے اوسوقت پیدا ہوئین جب حضرت آدم سور ہے تھے یہ پیدا ہونا اس طرح کا ہے جس طرح اناج کے بیج یا میوے کی گٹھلی مین سے پیڑ پھوٹ آتا ہے سورہ بقر میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ جس پیڑ کا پھل کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کو منع کیا گیا تھا حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق وہ گیہون کا پیڑ ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کے سبب سے شیطان جنت سے نکالا گیا اور حضرت آدم علیہ السلام اور حوا دونوں ملکر اللہ کے حکم کے موافق جنت مین راحت سے رہنے لگے تو شیطان کو اسکا بڑا قلق ہوا اور اس قلق میں اُس نے جنت تک پہونچنے اور حضرت آدم کے بہکانے کی کوشش کی آخر جنت مین پہونچا اور پہلے حضرت حوا کو بہکا کر گیہون کے دانے کھلائے اور پھر حوا کی رغبت دلانے سے آخر حضرت آدم علیہ السلام نے بھی گیہون کے دانے کھائے جسکے نتیجہ کا ذکر آگے کی آیہ مین آتا ہے صحیح بخاری مین ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حوا نہوتین تو کوئی عورت اپنے شوہر کے برخلاف شیطان کے کہنے مین نہ آتی اس حدیث سے ان مفسرین کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہین کہ شیطان کے بہکانے سے بغیر اجازت حضرت آدم کے پہلے حوا نے گیہون کے دانے کھائے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام کو بھی ان دانون کے کھانے کی رغبت دلائی۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان آدمی کے تمام جسم میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جس طرح خون آدمی کے تمام جسم مین پھرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شیطان آدمی کو ظاہر مین نظر نہیں آتا لیکن وہ آدمی کے تمام جسم مین سرایت کر کے آدمی کے دل میں اسطرح کا وسوسہ ڈالتا ہے کہ اپنے اُس وسوسہ کا اثر آدمی کے تمام جسم مین پھیلا سکتا ہے اس حدیث کو آیہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیہ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ حضرت آدم اور حوا کے بہکانے کے خلاف عادت اُنکو شیطان نظر بھی آیا اور جھوٹی قسم کھا کر اپنی خیر خواہی انہین جتلائی جس سے اپنے وسوسہ کے اثر کو اور پکا کر دیا برا کام کرنے کے لئے شیطان آدمی کے دل مین جو خیال ڈالتا ہے اُس کو وسوسہ کہتے ہین ؛۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

پھر ڈہا لیا اُن کو فریب سے پھر جب چکھا اُن دونون نے درخت کھل گئے انپر عیب اُنکے اور لگے جوڑنے

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

اپنے اوپر پاتے بہشت کے

منزل ۲

شیطان نے آدم وحوا علیہما السلام کے سامنے قسم کھائی اور قسم کا دہوکا دیکر اُس درخت کا پہل کھانے پر کہ جس سے اونکو منع کیا گیا تہا اونکو آمادہ کردیا اور جنت سے اونکو نکلوا دیا گیہون کے کھاتے ہی اونکے ستر کہل گئے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ اُنکے بدن پر سے کپڑے جنت کے اوتر پڑے جو بدن چھپا ہوا تھا وہ ظاہر ہوگیا ورنہ پہلے دونوں کو اپنا ستر نظر نہ آتا تھا انجیر کے پتے لیکر ستر چھپانے لگے حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ بھی فرمایا ہے کہ حضرت آدم جب جنت میں آباد ہوئے تو اونکو ایک کپڑا پہنایا گیا تھا وہ کپڑا چھین لیا گیا کچھ کچھ انگلیوں پر اُسکا نشان باقی رہ گیا ہے جس نشان کو ناخن کہتے ہین قتادہ کا قول بھی یہی ہے چنانچہ آگے آتا ہے صحیح بخاری میں ابوہریرہ سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھہ گز کا تھا معتبر سند سے تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن حاتم مین روایت ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ جب گیہون کے کھانے سے حضرت آدم کا جنتی لباس اوتر گیا وہ شرما کر بہاگے مگر قد کے لمبے اور سر پر بال ہونیکے سبب سے اونکے بال جنت کے پیڑون میں اولجھہ گئے اُسوقت آواز دیکر اللہ تعالی نے حضرت آدم سے یہ فرمایا کہ آدم کیا تو مجھہ سے بھاگتا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جسکا ذکر آگے کی آیہ مین ہے ان روایتون کو ان آیتون کی تفسیر میں بڑا دخل ہے فدلٰہما بغرور اُسکا مطلب عربی زبان کے محاورہ کے موافق یہ ہے کہ شیطان نے اپنے مکروفریب سے آدم اور حوا کو بہکا دیا - ذاقا الشجرۃ اُسکا مطلب یہ ہے کہ آدم اور حوا نے چکھنے کے طور پر تھوڑے سے دانے گیہون کے کھائے -

وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ

اور پکارا اُنکو اُن کے رب نے میں منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے اور کہا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن

مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

ہے بولے اے رب ہمارے ہم نے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ہو جاوین نامراد

حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پکار کر یہ ارشاد فرمایا کیا مجھہ سے بھاگتا ہے عرض کیا نہیں مگر مجھکو تجھہ سے شرم آتی ہے فرمایا مین نے جو کچھہ تجھکو جنت کی نعمتین دی ہین کیا وہ تجھے کافی نہ تھین جو تو منا ہی کی چیز کی طرف مائل ہوا عرض کیا کہ اے پروردگار قسم ہے تیری عزت کی مین نے یہ نہ جانا تھا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم بھی کھاتا ہے فرمایا قسم ہے مجھکو اپنی عزت کی کہ مین تجھکو زمین میں اوتارونگا پھر محنت مشقت سے تو زندگی بسر کریگا اہل سنت کا یہ اعتقاد ہے کہ جس طرح بلاشبہ اور بغیر تفصیلی کیفیت کے معلوم کرلینے کے اللہ تعالی کی اور صفتین ہیں اوسی طرح کی اوسکی صفت کلام آلہی بھی ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالی اپنے ارادے کے موافق جسوقت جو چاہتا ہے وہ وقت کے مناسب پر ارشاد فرماتا ہے مثلاً جب آدم اور حوا نے شیطان کے بہکانے سے گیہون کے دانے کھالئے تو اللہ تعالی نے پکار کر یہ دونوں سے ارشاد فرمایا کہ کیون مین نے اس پیڑ کا پہل کھانے سے تمکو منع نہیں کیا تھا - فرقہ جہمیہ کے لوگ اس اعتقاد مین اہل سنت کے مخالف ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی

کلام کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہوا یا کسی پیڑ مین ایک آواز پیدا کر دیتا ہے اور جسکو وہ آواز سنانی منظور ہوتی ہے اُسے
وہ آواز سنا دیتا ہے سب آسمانی کتابین ان لوگون کے اعتقاد مین اسی طرح کی ہین۔ سوا کلام الٰہی کے اللہ تعالیٰ کی
اور صفات مین بھی اس فرقہ کے لوگون نے طرح طرح کی باتین نکالی ہین۔ خلفاء بنی امیہ مین سے ہشام بن عبد الملک کی
خلافت مین ایک شخص جعد بن جرہم نے پہلے پہل یہ باتین نکالی تھین۔ ہشام نے جب اس شخص کا حال سنا تو اُس کو
پکڑ کر ملک عراق کے اپنے ایک سردار خالد بن قسری کے پاس بھیجدیا۔ اگرچہ خالد نے جعد کو چند روز قید رکھکر ان
باتون سے توبہ کرنے کی مہلت دی لیکن جعد جب اپنی باتون سے باز نہ آیا اور جعد کے قتل کے باب مین خلیفہ ہشام
کا تاکیدی حکم آیا تو خالد نے عید الضحی کے خطبہ مین عراق کے لوگون کو یہ سنا دیا کہ لوگ اپنی اپنی قربانی کرین اور مین
جعد کی قربانی کرتا ہون اس بات کے سنا دینے کے بعد خالد نے جعد کو قتل کر ڈالا۔ جعد کے قتل کے زمانہ تک جو تابعی
لوگ موجود تھے اونکو اسکے قتل ہوجانے سے بڑی خوشی ہوئی۔ جعد کے قتل کے بعد جعد کی باتون کو ایک شخص جہم
بن صفوان نے لوگون مین پھیلایا فرقہ جہمیہ اس شخص کے نام سے مشہور ہے پھر فرقہ معتزلہ۔ امامیہ اور خارجیہ
مین بھی رفتہ رفتہ یہ بات پھیل گئی یہ لوگ صفات الٰہی کی آیتون اور حدیثون مین اس طرح کی باتین نکالتے ہین جو صفات
الٰہی کے انکار کے برابر اور سلف کے اعتقاد کے بالکل مخالف ہین اہل سنت اور ان فرقون کا مباحثہ شروع سنہ
تین سو ہجری سے چلا آتا ہے صدہا کتابین اس مباحثہ مین تصنیف ہوچکین ہین حاصل کلام یہ ہے کہ جن مفسرون
نے اپنی تفسیرون کا مدار اہل سنت کے اعتقاد پر رکھا ہے وہ اس آیۃ کی تفسیر مین یہی لکھتے ہین کہ اس آیۃ مین اور اسی
قسم کی اور آیتون مین پکار کر ارشاد فرمانے کی صفت کو جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک مین اپنی ذات کے لئے
ثابت فرمایا ہے تو بغیر مشابہت صفات مخلوقات کے ہم اسکا اقرار کرتے ہین اور تفصیلی کیفیت اللہ کو سونپتے
ہین اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ یہ تفسیر صحابہ اور تابعین کے قول کے موافق ہوگی اسواسطے
جس شخص کے قتل سے تابعی لوگونکو خوشی ہوئی ایسے شخص کا یا اُسکی پیروی کرنے والون کا کوئی قول اس تفسیر
مین نہین لیا جا سکتا اللہ تعالیٰ نے جب آدم اور حوا کو جنت مین رہنے کا حکم دیا تو گیہون کے پیڑ کا پھل کھانے سے
منع فرمایا تھا اور یہ بھی جتلا دیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے یہ تمکو جنت سے نکلوا دینے کی کوشش کرے گا تم
اس سے ہوشیار رہنا اسواسطے ان آیتون مین تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ باوجود جتلانے کے تم نے ایسا کام کیون کیا
مستدرک حاکم مین حضرت عبد اللہ عباسؓ سے روایۃ ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے حضرت
آدم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کے طور پر عرض کیا کہ یا اللہ اگر مین اپنے گناہ پر پشیمان ہوکر توبہ کرون تو مجھکو پھر جنت
ملجاویگی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہان ملجاویگی حاکم نے اس روایۃ کو صحیح کہا ہے اسکے بعد حضرت آدم نے توبہ کی اور وہ
قبول ہوئی حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے موافق گناہ کے دو سو برس کے بعد حضرت آدم کی توبہ قبول ہوئی

منزل ۲

آیۃ کے آخری ٹکڑے کی تفسیر سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے توبہ کے قبول ہونے کی یہ نشانی ہے کہ جس گناہ سے آدمی نے توبہ کی ہے اوس گناہ سے پھر آدمی کا دل بیزار ہو جاوے کیونکہ مستدرک حاکم کے حوالہ سے عبداللہ بن مغفل کی روایۃ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گناہ کر کے آدمی کا نادم اور پشیمان ہونا بھی توبہ ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اب ظاہر بات ہے کہ آیندہ کے لئے جب تک آدمی کا دل گناہ سے بیزار نہ ہوگا تو سچی ندامت اور پشیمانی اوسکے دل میں پیدا نہیں ہو سکتی اسواسطے بیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ جو شخص گناہ سے بیزار ہو کر توبہ نکرے تو ایسی توبہ ایک مسخراپن ہے۔

قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ

کہا تم اترو ایک دوسرے کے دشمن ہوئے اور تم کو زمین پر ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک وقت تک

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ۝

کہا اسی میں تم جیوگے اور اسی میں تم مروگے اور اسی سے نکالے جاوگے

ع ۱۱ ۹

منزل ۲

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے آدم وحوا علیہ السلام ابلیس اور سانپ سب کو فرمایا کہ آسمان سے زمین پر اترو اور وہاں تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے مطلب یہ ہے کہ شیطان آدمی کے بہکانے کی دشمنی سے اور سانپ آدمی کے کاٹنے کی دشمنی سے کبھی باز نہ آوینگے آدمی کو چاہئے کہ ان سے بچتا رہے جو لوگ شیطان کو دشمن نہ سمجھیں گے اور اوس کے بہکاوے میں آجاویں گے وہ ایسا ہی نقصان اوٹھاویں گے جس طرح کا نقصان آدم اور حوا نے اوٹھایا پھر فرمایا ایک مدت تک زمین تمہارے رہنے اور ٹہرنے کا مقام ہے اسی میں تمہارا جینا اور مرنا ہے اور اوسی سے تم نکالے جاؤگے مطلب یہ ہے کہ چند روزہ زندگی کے بعد مرنا اور پھر دوبارہ جینا ہے اور دوبارہ جینے کے بعد اگلے پچھلے سب لوگوں کو اکٹھا کر کے خدا تعالی ہر ایک کو اوسکے عملوں کی جزا دیگا یہ چند روز کی زندگی صرف آخرت کے سفر کے سامان کے واسطے ہے حضرت عبداللہ بن عباس مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ زمین کی پشت زندوں کا ٹھکانا ہے اور زمین کا پیٹ مردوں کا۔ صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی روایۃ گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جسکی تاثیر سے سب مردوں کے جسم تیار ہو جاوینگے پھر اونمیں روحیں پھونکدی جاوینگی جس سے سب مردے جی اوٹھیں گے حدیث کا یہ ٹکڑا آیۃ کے ٹکڑے ومنہا تخرجون کی گویا تفسیر ہے۔ متاع الی حین۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے صور تک زمین اور زمین کی آبادی قائم رہے گی پھر سب کچھ اجڑ جائے گا مسند امام احمد صحیح ابن حبان طبرانی میں ابو ہریرہ اور عقبہ بن عامر کی معتبر روایتیں ہیں جن میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بازار میں کپڑا بک رہا ہوگا پانی کے حوضوں کی مرمت ہو رہی ہوگی جانوروں کا دودھ دوہا جا رہا ہوگا آخر یہ سب کچھ پڑا رہ جاویگا اور یکایک پہلا صور پھونکا جا کر دنیا اجڑ جاویگی ان حدیثوں کو متاع الی حین

کی تفسیر مین بڑا دخل ہے -

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى

اے اولاد آدم کی ہم نے اُتاری تم پر پوشاک کہ ڈھانکے تمہارے عیب اور رونق اور کپڑے پرہیزگاری کے

ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝

سو بہتر ہیں یہ قدرتین اللہ کی شاید وہ لوگ دہیان کرین

اس آیۃ مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ جب شیطان تمہارے دشمن نے تم سے لباس بہشتی چھنوا دیا تو پھر ہم نے تمہارے لئے دنیا مین لباس اوتارا کہ مینہہ کے ذریعہ سے زمین مین روئی پیدا کی جس سے طرح طرح کے کپڑے بننے کی تدبیر تمکو سکھلا دی سو تم اب پرہیزگاری کا لباس پہنو مرد ریشمی اور ٹخنون سے نیچا کپڑا اور عورت بہت باریک کپڑا کہ جسمین بدن کہلا رہے نہ پہنے یہ تمہارے حق مین بہتر ہے خدا کی اس نعمت کا شکر کرو معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی و ابن ماجہ مین حضرت عمر سے ایا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے نئے کپڑے پہنکر اللہ کا شکر کیا اور پرانے کپڑے صدقہ دیدے تو وہ شخص زندہ مردہ اللہ کی ہمسائگی اور حمایت میں رہے گا بعضے مفسرین کے نزدیک تقوے کے لباس سے وہ لباس مراد ہے جو قیامت کے دن پرہیزگار لوگ پہنین گے حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ تقوے کے لباس کا مطلب نیک عمل ہین مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابو ہریرہ کی روایۃ ہے جس مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت ایسا کپڑا پہنے گی جس سے اسکا بدن اچھی طرح نہیں ڈھکے گا تو وہ عورت دوزخی ہے صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ کی دوسری حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اترانے کے طور پر ٹخنون سے نیچے پائینچے پہنتے ہین وہ قیامت کے دن اللہ تعالی کی نظر رحمت سے دور رہین گے معتبر سند سے ابو داؤد و نسائی اور ابن ماجہ مین عبد اللہ بن عمر کی روایۃ ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاجامہ کے علاوہ اور کپڑون کو بھی عادت سے زیادہ نیچا رکھنے کو منع فرمایا ہے صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عمر اور انس رض بن مالک کی روایتین ہین جنمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردون کو ریشمی کپڑا پہننے کی ممانعت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ ریشمی کپڑے کی چار انگل گوٹ وغیرہ مردون کو جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں ہے جن مفسرین نے لباس التقوے کی تفسیر جائز لباس کو قرار دیا ہے انکے قول کے موافق یہ حدیثین لباس التقوی کی گویا تفسیر ہین ریش کے معنے زیب و زینت کے ہین مطلب یہ ہے کہ لباس سے آدمی کا بدن بھی ڈہکتا ہے اور بدن کی زیب و زینت بھی ہو جاتی ہے یہ اون مشرکون کو تنبیہ ہے جو ننگے ہو کر طواف کرتے تھے آخر کو فرمایا اللہ تعالی نے اپنی قدرت سے یہ انسان کی ضرورت کی چیزین اس لئے پیدا کی ہیں کہ یہ مشرک لوگ ان چیزون پر دہیان کر کے اللہ کو پہچانین اور شرک سے باز آوین -

منزل ۲

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ

اے اولاد آدم کی نہ بہکاوے تم کو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے انکے کپڑے کہ دکہاوے انکو عیب انکے

تفسیر ابن جریر مین قتادہ کی سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایتہ ہے کہ جنت سے علیحدہ ہونے سے پہلے حضرت آدم اور حوا کا لباس ایسا تھا جس طرح اب ہاتھ پیرون کے انگلیون کے ناخن ہین گیہون کہانے سے تمام بدن کا لباس اوتر کر فقط انگلیون پر اوس لباس کی نشانی باقی رہگئی جسکو ناخن کہتے ہین مسند امام احمد ابو داؤد ابن ماجہ صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور بیہقی مین ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جنگل مین پیخانہ کو بیٹھے تو اوسکو چاہیے کہ کچھ آڑ کر لیوے پھر فرمایا یہ آڑ اسواسطے ہے کہ شیطان جب انسان کو ننگا دیکھتا ہے تو انسان کی شرمگاہ کو ایک کہیل ٹھہرا لیتا ہے مطلب یہ ہے کہ ننگے آدمی کو شیطان زیادہ بہکاتا ہے کیونکہ شیطان ذکر الٰہی سے بھاگتا ہے اور پیخانہ کے وقت ننگا آدمی ذکر الٰہی نہین کر سکتا اس آڑ سے شیطان کا وہ غلبہ اللہ کے حکم سے جاتا رہتا ہے یہ حدیث آیتہ کی گویا تفسیر ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے آدم و حوا کو گیہون کہلا کر کیون ننگا کیا اور بنی آدم جب ننگے ہووین تو اونکے پاس کیون آتا ہے اس حدیث کی سند مین ایک راوی حصین حرانی کو اگرچہ بعضے علما نے نامعلوم الحال کہا ہے لیکن ابن حبان نے اسکو ثقہ قرار دیا ہے علاوہ اسکے ایک راوی ابو سعید حرانی ہین جو علما کا اختلاف ہے اس اختلاف سے حدیث مین کچھ ضعف نہیں آتا کیونکہ اس حدیث کو حضرت عائشہ کی اوس صحیح روایتہ سے تقویتہ ہو جاتی ہے جسکو ابو داؤد وغیرہ نے پیخانہ کے وقت آڑ کرنے کے باب مین روایتہ کیا ہے ابو ہریرہ کی اس حدیث مین اور حضرت عائشہ کی حدیث مین فرق فقط اتنا ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث مین پاپخانہ کے وقت فقط آڑ کرنیکا حکم ہے اور ابو ہریرہؓ کی حدیث مین آڑ کا حکم اور اوسکا فائدہ دونون باتین ہین اس صورت مین ابو ہریرہ کی حدیث حضرت عائشہ کی حدیث کی گویا تفسیر ہے علاوہ اسکے جب ابو ہریرہ کی اس حدیث کو ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان مین روایتہ کیا ہے تو ابن حبان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کی قوم جہان سے تم انکو نہ دیکھو ہمنے رکھے ہین شیطان رفیق انکے جو ایمان نہین لاتے

صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے اور مستدرک حاکم تفسیر ابن جوزی اور واحدی مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایتہ ہے جسمین آنحضرت نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے جسم مین خون کی طرح پہرتا ہے اور خاص آدمی کا دل اوس کے ٹہکانے کی جگہ ہے جسکو خدا بچاوے اوسی کا دل شیطان کے غلبہ سے محفوظ رہتا ہے مسند سعید بن منصور مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایتہ ہے کہ حضرت عیسے نے ایک روز اللہ تعالی سے دعا کی کہ یا اللہ مجھکو شیطان کا ٹہکانا انسان کے بہکانے کے وقت کا دکہلا دے اس پر اللہ تعالی نے ایک آدمی کا دل حضرت عیسےؑ کو دکہلا یا کہ

سانپ کے پھن کی صورت میں شیطان اُس دل پر چھپا ہوا تھا لیکن جب وہ شخص کچھ اللہ کا ذکر کرتا تھا تو وہ سانپ کا پھن
اوسکے دل پر سے ہٹ جاتا تھا اس مضمون کی روایتین چند طریق سے حضرت عبداللہ بن عباس سے آئی ہیں جسکے سبب سے
بعض روایتون کو بعض سے تقویت ہو کر یہ روایۃ معتبر ہو جاتی ہے۔ جس طرح فرشتون کو اور خود اپنے جسم کی روح
کو بنی آدم نہیں دیکھہ سکتے اسی طرح اللہ تعالی نے عام بنی آدم کی نگاہ مین ایسی قوت نہیں پیدا کی ہے کہ وہ شیطان
یا اوسکے شیاطین کو اصلی صورت میں دیکھہ سکین اس لئے فرمایا کہ شیطان اور اوسکے شیاطین بنی آدم کو ہر حال
میں دیکھہ لیتے ہیں اور بنی آدم شیطان یا اوسکے شیاطین کو اوسکے اصلی صورت میں نہیں دیکھہ سکتے شیطان اور شیطین کو
اللہ تعالی نے یہ طاقت بھی دی ہے کہ وہ اپنی اصلی صورت بدلکر کسی دوسری صورت میں آسکتے ہیں چنانچہ سورہ
انفال مین مین صحیح روایۃ سے آویگا کہ بدر کی لڑائی کے وقت خود شیطان بنی کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کنانی
کی صورت مین اور اوسکے شیاطین کنانیون کی شکلون میں مشرکین مکہ کے لشکر مین مشرکون کے مددگار بنکر آئے اور لوگون
نے اونکو دیکھا انسے بات چیت کی لیکن جب شیطان نے لشکر اسلام مین فرشتون کو دیکھا تو اپنے شیاطین کو لیکر بھاگ
گیا ہان جس صورت میں آنیکی شیطان کو ممانعت ہے اُس صورت میں آجانیکی اُسکو طاقت نہیں ہے مثلاً حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شباہت مین یہ ملعون نہیں آسکتا چنانچہ صحیح بخاری ترمذی ابن ماجہ وغیرہ مین چند صحابہ
سے اس باب میں صحیح روایتین ہیں۔ یہ عام بنی آدم کا ذکر گذرا خاص بندے اللہ کے ایسے بھی ہین جو شیطان اور
شیاطین کو اصلی صورت مین دیکھہ سکتے ہیں مثلاً سورۃ الانبیا میں آویگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام شیطین سے
ہر طرح کا کام لیا کرتے تھے یا مثلاً صحیح بخاری وغیرہ مین ابو ہریرہ کی روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک شیاطین
نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز مین کچھہ خلل ڈالنا چاہا تو آپنے اوسکو پکڑکر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دینے
کا ارادہ کیا لیکن پھر اس خیال سے اُسکو چھوڑ دیا کہ شیاطین پر اس طرح کی حکومت حضرت سلیمان علیہ السلام کیسا
خصوصیت رکھتی تھی مطلب آیۃ کا وہی ہے جو مالک بن دینار نے بیان کیا ہے کہ جو دشمن نظر نہ آوے اور اپنی
دشمنی پورے طور پر کام مین لاسکے ایسا دشمن بڑا قوی دشمن ہے اس کی دشمنی کے حملون سے بچنے کی کوشش
ہر مسلمان پر لازم ہے۔ یہ مالک بن دینار اعمش وغیرہ کے طبقہ کے صدوق تابعی ہیں صحاح کی کتابون میں ان سے
روایتین ہین صحیح بخاری ومسلم مین ابو ہریرہ کی روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اذان اور تکبیر کی آواز سے شیطان
دور بھاگ جاتا ہے اسی طرح معتبر سند سے ترمذی نسائی صحیح ابن حبان صحیح ابن خزیمہ اور مستدرک حاکم مین حارث
اشعری کی روایۃ ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوائے ذکر الٰہی کے شیطان کی دشمنی سے اور
اور کوئی چیز انسان کو نہین بچا سکتی اسلئے ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون
کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شیطان آدمی کا بڑا قوی دشمن ہے کہ خود تو نظر نہین آتا لیکن اُسکی دشمنی کا اثر آدمی

کو ہر وقت نقصان پہنچاتا ہے۔ اس ہر وقت کی دشمنی کے اثر سے بچانیوالی چیز سوا ذکر الٰہی کے اور کچھ نہیں ہے مشرک لوگ خالص دل سے ذکر الٰہی سے بے بہرہ ہیں اسلئے اس دشمن کی دشمنی کے اثر سے اونکا بچنا تو درکنار بلکہ یہ دشمن رفیقوں کی طرح انکے ساتھ لگا رہتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم اور حوا کے ساتھ جو دشمنی شیطان نے کی تھی اوسکا قصہ یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے قریش کو یہ جتلایا ہے کہ جب تک یہ لوگ شرک سے باز نہ آوینگے اس قدیمی دشمن کی دشمنی کے اثر سے یہ لوگ بچ نہیں سکتے۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ

اور جب کریں کچھ عیب کا کام کہیں ہم نے پایا اسپر اپنے باپ دادون کو اور اللہ نے ہمکو یہ حکم کیا تو کہہ اللہ حکم نہین کرتا عیب کے کام کو

أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ

کیون جھوٹ لگاتے ہو اللہ پر جسکا علم نہیں رکھتے تو کہہ میرے رب نے فرمائی ہے دینداری اور سیدھے کرو اپنے منہہ ہر نماز

كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۝ فَرِيقًا هَدَىٰ وَ

کے وقت اور پکارو اسکو نرے اسکے حکم بردار ہوکر جیسا تم کو بنایا دوسری بار ہوگے ایک فرقے کو راہ دی اور

فَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ

ایک فرقے پر ٹھہری گمراہی انھون نے پکڑے شیطان رفیق اللہ کو چھوڑکر اور

يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ۝

سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہین

مجاہد کا قول ہے کہ مکہ کے مشرک ننگے ہوکر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور کہتے کہ جس طرح ہمکو ہماری ماں نے جنا ہے اسی طرح ہم طواف کرتے ہیں اور اسکو باپ دادا کی رسم اور خدا کا حکم بتاتے تھے اوسپر اللہ تعالیٰ نے ان آیتون کو نازل کرکے فرمایا کہ پیشتر تم ابھی جان چکے ہو کہ آدم علیہ السلام نے جو سبکے باپ ہیں شیطان کا دہوکا کھایا تو پہر کسی بے حیائی کے کام پر باپ دادا کا حوالہ دینا اور اسکو خدا کا حکم سمجھنا بڑی نادانی ہے باپ دادا کا کسی برے کام کو کرنا اس کام کے جائز ہونیکی دلیل نہیں ہو سکتی دنیا کے کامون مین تو اس طرح تم باپ دادا کی پیروی نہین کرتے یہ کبھی نہ سنا کہ کسی نے باپ دادا کی پیروی سے اپنے آپکو دریا میں یا کوئین مین ڈبو دیا یا آگ میں جلا دیا یا سب مال برباد کر دیا ہو اسی طرح جو کام دین میں خلاف حکم خدا اور رسول کے ہیں انمین بھی باپ دادا کی پیروی نہ کرنی چاہیے رہی یہ بات کہ اس برے کام کو اللہ کا حکم جاننا کہ خدائے پاک نے ایسے ناپاک اور بیحیائی کے فعل کا حکم دیا ہے یہہ کیونکر ہو سکتا ہے بغیر جانے بوجھے کیون خدا پر جھوٹ باندھتے ہو بلکہ خدا نے تو عدل اور انصاف اور مسجد میں خالص اوسی کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ مجاہد اور قتادہ نے کما بدأکم تعودون کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح تمکو پہلے پیدا کیا اسی طرح

منزل ۲

اسی طرح دوسری بار پھر پیدا کریگا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مرنیکے بعد زندہ کریگا ابن زید نے کہا کہ جس طرح اول ابتدا کی ہے ایسا ہی
آخر میں پھر دوبارہ پیدا کریگا ابن جریر نے اسی کو اختیار کرکے حضرت عبد اللہ بن عباس کے اُس حدیث سے جو صحیح بخاری
و مسلم مین ہے اس قول کو تائید دی ہے حضرت عبد اللہ بن عباس اُس حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز کھڑے ہوکر خطبہ کے طور پر فرمایا کہ اے لوگو تم پھر دوبارہ پیدا کئے جاؤ گے برہنہ پا ننگے بدن بغیر ختنہ کے کما
بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین اور حضرت ابن عباس نے فریقا ہدی وفریقا حق علیہم الضلالۃ کے متعلق
فرمایا کہ خدا نے پیدائش انسان کی اسطرح شروع کی ہے کہ کوئی مومن ہے اور کوئی کافر پھر قیامت کے روز اسی طرح پر اُنکو
دوبارہ پیدا کریگا جیسا شروع مین مومن کافر پیدا کیا تھا حاصل مطلب یہ ہے کہ پیدا کئے جانے اور اختیار دئے جانے کے بعد
جس طرح جو کوئی دنیا میں زندگی بسر کرنے والا تھا اُسکو ویسا ہی اللہ تعالی نے پیدا کیا اور اسی طرح اُسکا حشر ہوگا سہل بن
سعد کی حدیث ہے کہ بندہ وہ عمل کرتا ہے جو لوگوں کے دیکھنے میں جنت والوں کا سا ہے اور حقیقت میں وہ شخص دوزخ والو
میں سے ہے اور ایک شخص وہ عمل کرتا ہے جو دیکھنے میں دوزخیوں کا سا اور وہ بہشتیوں مین سے ہے اسلئے اصل عمل
وہ ہے جسپر انسان کا خاتمہ ہو یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم کی حدیث کا ٹکڑا ہے اسی طرح حدیث ابن مسعودؓ جو صحیح بخاری
و مسلم مین ہے اسکی تائید کرتی ہے صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں جابر کی روایت ہے کہ ہر نفس اس حال پر اوٹھایا جاویگا کہ جسپر
وہ تھا صحیحین مین حضرت علی کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم ازلی مین نیک بخت ٹھہر
ہے اُسپر نیک بختوں کا کام آسان کردیا جاتا ہے اور جو بدبخت ہے اُسپر بدبختوں کا کام سہل کردیا جاتا ہے اسواسطے اللہ نے
فرمایا فریقا ہدی وفریقا حق علیہم الضلالۃ غرضکہ ہدایت وضلالت اللہ کی طرف سے اللہ تعالی کے علم ازلی کے
موافق ہے ترمذی مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں ابن عمر رضہ سے آیا ہے کہ اللہ نے خلقت کو اندھیرے مین پیدا
کرکے ایک نور اُنپر ڈالا جسکو وہ نور پہونچا اوسنے ہدایت پائی جسکو نہ پہونچا وہ گمراہ ہوا حاکم نے اس حدیث کو صحیح
کہا ہے اور مسند امام احمد کی سند بھی اچھی ہے۔ نور سے مراد ہدایت ہے اور اندھیرے سے مراد خواہش نفسانی حاصل یہ ہے
کہ علم ازلی کے موافق جو لوگ دنیا میں آنکر راہ راست پر آنے والے تھے اُنکو وہاں اُس نور ہدایت مین سے حصہ ملا اور جو لوگ
دنیا میں آنکر عقبے سے غافل اور خواہش نفسانی کے پابند رہنے والے تھے وہ اس نور ہدایت کے حصہ سے محروم رہے
اور دنیا میں آنیکے بعد اُنھوں نے اللہ کو چھوڑکر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا اور اپنے گمان میں آپکو ہدایت پر سمجھا اُنکی
مذمت خدا تعالی نے اس آیت میں فرمائی کیونکہ دین حق کی پہچان فقط گمان سے نہین ہوتی اللہ اور رسول کا کلام اُسکے
واسطے ضرور ہے جسنے اللہ اور رسول کی تابعداری کی وہی ایمان والا ہے اور ہدایت کے راستہ پر بھی وہی ہے

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ

ای اولاد آدم کی لے لو اپنی رونق ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور مت اڑاؤ اسکو خوشی نہین

الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ
اُڑانے والے تو کہہ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اسنے اپنے بندونکے واسطے اور ستھری چیزین کھانیکی تو کہہ
اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
ایمان والون کے واسطے دنیا کی زندگی ہیں نری اونکی ہے قیامت کے دن یون بتاتے ہیں ہم آیتین جن لوگون کو بوجھ ہے

صحیح مسلم نسائی تفسیر ابن جریر اور تفسیر کلبی مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایتہ سے جو شان نزول ان آیات کی بیان
کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ ایک دستور تھا کہ سوا قریش کے اور اہل عرب کی عورتین مرد سب ننگے طواف
کیا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ جن کپڑونسے ہنے گناہ کئے ہیں ان کپڑون کو پہنکر طواف نہین کرنا چاہیئے اور بعضے قبیلہ کے لوگ
بعضی چیزونکا کھانا بھی حج کے موسم میں اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے اس رسم کے مٹانیکے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتین نازل فرمائین
اور فرمایا کہ حرام وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اپنے رسول کی معرفت حرام فرمائی ہے جن لوگون نے طواف کیوقت
کپڑونکا پہننا موسم حج مین چکنائی یا گوشت کا کھانا چھوڑ رکھا ہے یہ اُن لوگونکی ایک رسم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی حکم سے
ان چیزون کو ان لوگون پر ملتہ ابراہیمی مین حرام نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم تو یہ ہے کہ طواف اور نماز مین بنی آدم اپنے ستر کو
ڈہانکین اور جو چیزین اللہ تعالیٰ نے حلال ٹہرا دی ہیں اُنکا کھانا موسم حج میں یا اور کسی وقت میں اپنی طرف سے حرام
نہ ٹہراوین مستدرک حاکم اور مسند بزار کے حوالہ سے ابو درداکی صحیح حدیث گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے
فرمایا حلال حرام وہی ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے حلال یا حرام فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اپنی طرف سے کسی بندہ کو کسی چیز
کے حلال یا حرام ٹہرانے کا حق نہیں ہے اسواسطے طواف کے وقت کپڑون کے پہننے کو یا موسم حج مین بعضی چیزون کے کھانیکو
جو عرب کے لوگون نے حرام ٹہرا رکھا تھا اُسکو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا اور حرام حلال میں حد سے بڑھ جانے سے منع فرمایا جس کا
مطلب یہ ہے کہ حلال کو حلال کی جگہ اور حرام کو حرام کی جگہ سمجھنا چاہیئے اپنی طرف سے اُس میں کچھ دخل دیکر حلال کو حرام
یا حرام کو حلال نہ ٹہرانا چاہیئے کہ اسی کا نام اسراف اور حد سے بڑھ جانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ اللہ کے دئے ہوئے مال
کو بیجا طور پر اوڑانا اور صرف کرنا بھی حد شرعی سے بڑھ جانا ہے اس لئے وہ بھی آیتہ کے حکم میں داخل ہے چنانچہ صحیح بخاری
مین عبداللہ بن عباس سے روایتہ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص میں اترانے اور بیجا خرچ کرنے کی خصلتین نہین ہیں وہ
جو جی چاہے کھائے اور پہنے پھر فرمایا جب ہر ایک چیز کے حرام حلال ٹہرانے کا حق اللہ کو ہے اور ان لوگون نے جن چیزون کو
حرام ٹہرا رکھا ہے اُنکے حرام ہونیکے ثبوت میں یہ لوگ اللہ کا کوئی حکم ملت ابراہیمی سے نکالکر نہیں پیش کر سکتے تو اے رسول
اللہ کے تم ان لوگونسے پوچھو کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزین آخر کس نے تم پر حرام کی ہیں اور اے رسول اللہ کے ان مشرکون
سے یہ بھی کہدو کہ دنیا کی ضرورت کی چیزین اصل میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگون کے واسطے پیدا کی ہیں جو لوگ اللہ تعالیٰ کی
ان نعمتونکو برت کر اُسکے شکر یہ مین خالص دلسے اللہ کی عبادت کرتے ہیں رہے وہ ناشکر مشرک جو اللہ کی ان نعمتونکو

کام میں لاکر سوا اللہ کے اورون کو اپنا معبود قرار دیتے ہیں اگرچہ اونکی سزا تو یہی ہے کہ دنیا میں بھی انکو ان نعمتون سے بالکل محروم کر دیا جاتا لیکن دنیا کی چند روزہ نعمتونکی اللہ تعالی کے نزدیک کچھ قدر منزلت نہیں ہے اسلئے دنیا کی نعمتون میں تو اللہ تعالی نے شکر گذار ایماندارون کو اور ناشکرے مشرکون سبکو شریک حال رکہا ہے مگر عقبے میں اللہ کی ہمیشہ کی نعمتون سے ناشکر مشرک لوگ بالکل محروم کر دئے جاوین گے۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں سہل بن سعد کی روایت ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی قدر منزلت اگر ایک مچھر کے پر کی برابر بھی اللہ تعالی کے نزدیک ہوتی تو دنیا مین ایک پانی کا گھونٹ بھی کسی ناشکرے مشرک کو نملتا۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے یہ حدیث آخری آیہ کی گویا تفسیر ہے آخر کو فرمایا کہ جنکو کچھ سمجھ بوجھ ہے انکو قرآن شریف کی آیتون میں اس طرح ہر آیۃ کی تفصیل سمجھائی جاتی ہے اور جو بھی جو کوئی قرآن کی نصیحت کو نہ مانے گا وہ ایسے وقت پر پچھتاویگا جس وقت کا پچھتانا اوسکے کچھ کام نہ آویگا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ

تو کہہ میرے رب نے منع کیا ہے سو بے حیائی کے کام جو کہلے ہیں اون میں اور جو چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ

تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

شریک کرو اللہ کا جسکی اسنے سند نہیں اوتاری اور یہ کہ جھوٹ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہیں

منزل ۲

مسند امام احمد صحیح بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالی سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے اسواسطے خدا تعالی نے اس آیۃ شریف مین چھپی کھلی بیحیائی اور گناہ اور ناحق کی زیادتی اور شرک اور خدا پر جھوٹ بولنے کو حرام فرمایا ہے ظاہر و باطن بیحیائی کے متعلق سورہ انعام میں بیان ہو چکا ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ چھپے ہوئے زنا کو عیب نہیں سمجھتے تھے مجاہد نے کہا کہ لفظ اثم سے تمام گناہ چھوٹے بڑے مراد ہیں اور باغی کی بغاوت کا وبال اوسی کی جان پر ہے سدی کا قول ہے کہ ہر معصیت اثم ہے اور بغی کے معنے لوگو پر ناحق زیادتی کا کرنا ہی غرض ذاتی گناہ اور لوگو پر زیادتی کا کرنا دونو کو اللہ تعالی نے حرام فرمایا اسی طرح شرک باللہ کو جو ایک بے سند بات ہے حرام کیا کہ اس وحدہ لاشریک کے ساتھ کسی کو شریک نکرو اور ایسا ہی یہ بھی حرام کیا کہ بغیر علم کے جہالت سے خدا پر جھوٹ نہ باندہو کہ جیسے اوسکا بیٹا ہے اور فرشتے بیٹیان یا خدا کا یہ حکم ہے کہ یہ کام کرو اور وہ کام نہ کرو یہ چیز کھاؤ یہ نہ کھاؤ غرضکہ اپنی طرف سے کوئی بات خدا پر نہ لگاؤ کہ ایسا کرنا حرام ہے کیونکہ حرام و حلال کیواسطے خدا رسول کا حکم ضرور ہے مستدرک حاکم اور مسند بزار کے حوالہ سے ابو درداء کی صحیح حدیث گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرام حلال وہی ہے جسکو اللہ تعالی نے حرام یا حلال کیا ہے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے لوگ قیامت کے دن ایسے ہونگے کہ اونہون نے لوگو پر ظلم اور زیادتی کی ہوگی جسکے معاوضہ میں ان ظالمون کی سب نیکیان مظلومون کو ملجاوین گی اور یہ ظالم

لوگ خالی ہاتھ دوزخ میں چلے جاوینگے۔ آیۃ میں لوگوں پر زیادتی کرنے کی جو ممانعت ہے اوسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں پر ظلم و زیادتی کا کرنا ایسا گناہ ہے جسکے لئے فقط توبہ کافی نہیں ہے بلکہ اس گناہ کی سزا میں ظالموں کی نیکیاں مظلوموں کو ملجاوینگی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ يَا بَنِي آدَمَ

اور ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے پھر جب پہنچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اے اولاد آدم

إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا

کبھی پہنچیں تم پاس رسول تم میں کے سناویں تمکو آیتیں میری تو جسنے خطرہ کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہے اونپر اور نہ وہ

هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

غم کھاویں اور جنہوں نے جھوٹ جانیں آیتیں ہماری اور تکبر کیا انکی طرف سے وہ ہیں دوزخ کے لوگ وہ آس میں رہ پڑے

اہل مکہ عذاب کی جلدی جو کرتے تھے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا ہر کام کا وقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر ہے وقت مقررہ پر اگر اللہ کو منظور ہوگا تو عذاب آویگا غرض عذاب کا وقت ایسا ہی مقرر ہے جس طرح سب کی آنکھوں کے سامنے ہر ایک شخص کے لئے ہر زمانہ میں موت کا ایک وقت مقرر ہے اس سے ایک ساعۃ کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا وعدہ کم نہ زیادہ جمہور کا یہی مذہب ہے کہ انسان کی عمر گھٹتی بڑھتی نہیں خواہ قتل کر ڈالنے سے مرا ہو یا ڈوبنے جلنے وغیرہ سے ہر ایک اپنی موت سے مرتا ہے عمر کی کمی بیشی کے باب میں سلف کے فیما بین ایک بڑی بحث ہے حاصل یہ کہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ثوبان کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کرنے سے آدمی کی عمر بڑھ جاتی ہے اس سے اور اس قسم کی اور حدیثوں سے اون صحابہ کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جو دنیا عالم اسباب میں بعضے سببوں کو عمر کے گھٹنے بڑھنے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی سورہ رعد میں آویگی حاکم نے ثوبان کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے موت کے ذکر کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے رسول تم میں سے تمہارے پاس ہماری آیتیں لاکر بیان کرینگے سو جو کوئی پرہیزگاری اختیار کریگا اور رسولوں کی فرمانبرداری کرکے اپنے حال کو سنواریگا اور مناہی کی چیزوں سے بچا رہیگا اسکو قیامت کے روز کچھ خوف و غم نہ ہوگا اور جو ہماری آیتوں اور رسولوں کو جھٹلاویگا اور تکبر سے اونپر عمل نکریگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لوگوں کی کولیاں بھر بھر کے اونکو آگ میں گرنے سے بچانا چاہتا ہوں لیکن لوگ آگ میں گرنے کی ایسی جرأت کرتے ہیں جسطرح کیڑے پتنگے روشنی پر گرنے کی جرأت کرتے ہیں یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے واصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کی نصیحت کو مانکر کچھ عقبے کا سامان کر لیا وہ رسول اللہ کی کوشش سے قیامت کے دن آگ میں گرنے سے بچیں گے اور جو لوگ قرآن کی نصیحت سے غافل ہیں وہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں

منزل ۲

اس طرح جا پڑین گے جس طرح روشنی پر کیڑے پتنگے گرتے ہین ـ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ

پھر اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جھٹلادے اسکے حکم کو وہ لوگ پاوینگے جو کچھ انکا

مِّنَ الْكِتٰبِ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

حصہ لکھا کتاب میں یہانتک کہ جب پہونچے اُن پاس بھیجے ہوئے ہماری جان لینے کو بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوا اللہ کے

قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝

بولے ہم سے گم ہوئے اور قائل ہوئے اپنی جان پر کہ وہ تھے منکر

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا قول ہے کہ ایسے لوگونکو انکے نصیب کا لکھا یون ملیگا کہ نیکی کرنیوالے کو اسکی نیکی کا اور بدی کرنے والیکو اسکی بدی کا بدلا ملیگا حاصل مطلب یہ ہے کہ علم ازلی کے موافق لوح محفوظ اور نامہ اعمال مین جو نیکی بدی لکھی گئی ہے اوسی کے موافق جزا سزا کا فیصلہ ہوگا یہان اس تفسیر کے موافق رسولون سے مقصود وہ فرشتے ٹھہرین گے جو دوزخیون کو دوزخ مین ڈالنے پر تعینات ہیں یا رسولون سے مقصود ملک الموت اور اونکے مددگار ہیں کیونکہ مرنے کے وقت فرشتے مشرکون کو عذاب سے ڈراتے ہیں جس سے مرتے وقت ان مشرکون کو بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے فرشتے جھڑک کر اونسے دریافت کرتے ہیں کہ جنکو تم خدا کے سوا دنیا میں پکارتے اور پوجتے تھے وہ اب کہان ہیں اونکو بلاؤ کہ تمکو اس عذاب سے بچاوین وہ لوگ جواب دیوین گے کہ ہمکو معلوم نہیں کہ وہ کدھر گم ہوگئے وقت پر ہمارے کچھ کام نہ آئے ہمکو اونسے کچھ توقع و امید نہیں ہے یہ اونکا موت کیوقت اپنی جانون پر کفر کا اقرار ہوگا نافرمان لوگون کو موت کیوقت جو فرشتے عذاب سے ڈراتے ہیں اونکا ذکر براء ابن عازب کی صحیح حدیث کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکا ہے دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں اونکا حال بھی حضرت عمرؓ کی حدیث کے حوالہ سے گذر چکا ہے اس لئے رسولون کی تفسیر دونون طرح کے فرشتون سے ہوسکتی ہے دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں اونکا ذکر سورہ تحریم میں تفصیل سے آویگا

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِی النَّارِ كُلَّمَا دَخَلَتْ

فرمایا داخل ہو ساتھ اور امتون کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں جن اور انسان آگ میں جہان داخل ہوئے

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ

ایک امت لعنت کرنے لگی دوسرے کو جب تک کہ رلے اسمین سارے کہا پچھلون نے پہلونکو ای رب ہمارے ہمکو انہون نے

اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ

گمراہ کیا سو تو دے انکو دونا عذاب آگ کا فرمایا دونون کو دونا ہے پر تم نہیں جانتے اور کہا

وَقَالَتْ أُولٰهُمْ لِأُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ

پہلون نے پچھلونکو سو کچھ نہ ہوئی تمکو ہمپر زیادتی سو چکھو عذاب بدلا اپنی کمائی کا

اللہ تعالی کے حکم سے مالک دوزخ کا داروغہ کہیگا کہ داخل ہو آگ میں ہمراہ اور امتون کے جو تم سے پہلے جن اور آدمیون مین سے گذر چکی ہیں پھر دوزخ مین داخل ہوتے ہی ایک امت دوسری امت کو لعنت کرنے لگے گی مشرک مشرکون کو یہود یہود کو لعنت کرنے لگین گے پچھلی امت کے لوگ پہلی امت کے لوگون کے حق میں خدا تعالی سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار انھون نے ہمکو تیرے راستہ سے بہکا دیا تھا انکو دوچند عذاب کر جواب ملیگا کہ تم سب کے واسطے دوچند عذاب ہے لیکن تم نہین جانتے کیونکہ ہمنے ہر ایکو اسکے عمل کے موافق سزا دی ہے اور پہلی امت کے لوگ پچھلی امت کے لوگونسے کہین گے کہ تمکو ہم پر کچھ فوقیت نہین ہے جسطرح ہم گمراہ ہوئے اوسی طرح تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کئے کی سزا چکھو مجاہد کا قول ہے کہ فضل کے لفظ سے مراد اس جگہ عذاب کی تخفیف ہے ایک طرح پہلی امت کے لوگونکی بڑی خطا ہے کہ پچھلون کیواسطے بری راہ ڈال گئے اور ایک طرح پچھلونکا بڑا قصور ہے کہ پہلونکی حالت دیکھکر اور سنکر بھی متنبہ نہوئے نہ کوئی عبرت حاصل کی بہکنے والے اور بہکانے والونکی جو آپس مین قیامت کے دن حجت ہوگی اسکا ذکر سورہ احزاب اور سورہ سبا مین تفصیل سے آویگا۔ حاصل یہ ہے کہ بہکانے والونکو دوگنا عذاب یون ہوگا کہ ایک اپنے بدعملونکا اور دوسرا لوگونکو بہکانے کا اور بہکنے والونکو ایک بہکاوے مین آجانے اور اللہ رسول کی نصیحت نہ سننے کا اور دوسرا بدعملون کا مسند امام احمد صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب جو شخص کسی شخص کو قتل کرتا ہے اسمین ایک قتل ناحق کا گناہ قابیل بن آدم کے نامہ اعمال بھی لکھا جاتا ہے کیونکہ قتل ناحق کا طریقہ دنیا میں پہلے پہل اسنے نکالا ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دنیا میں کوئی برا طریقہ نکالیگا تو وہ سوا اپنے ذاتی گناہون کی سزا کے اون لوگونکی سزا مین بھی پکڑا جاویگا جو لوگ اس برے طریقہ پر چلے ان آیتون میں دونے عذاب کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہیں مطلب یہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ بہکانے والونکو اپنے بدعملون کا جدا عذاب ہوگا اور دوسرونکو برے طریقہ پر لگانے کا جدا اسی طرح بہکنے والونکو باوجود شرعی نصیحت کے بہکاوے مین آجانے کا عذاب جدا ہوگا اور دوسرے بدعملونکا جدا۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ

بے شک جنھون نے جھٹلائین ہماری آیتین اور انکے سامنے تکبر کیا نہ کھلیں گے انکے لئے دروازے آسمان کے اور

لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ

نہ داخل ہونگے جنت مین جب تک پیٹھے اونٹ سوئی کے ناکے میں اور ہم یون بدلا دیتے ہیں گنہگارون کو

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝

آنکو دوزخ کے فرش ہیں اور اوپر سائبان اور ہم یون بدلا دیتے ہیں بے انصافون کو

حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ آسمان کے دروازے نہ کھولے جانیسے مراد یہ ہی کہ کوئی عمل نیک اور دعا انکی آسمان پر نہین جاتی اور قبول نہین ہوتی یا جبکہ وہ مرتے ہیں تو اونکی ارواح کے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے امام احمد ابوداؤد ابن ماجہ اور نسائی میں براء بن عازب سے روایۃ ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا فرشتے جب نافرمان شخص کی روح کو آسمان پر لیجاتے ہین تو کسی جماعت فرشتون پر گذر نہین ہوتا مگر وہ ملائکہ کہتے ہیں کہ کیا روح خبیث ہے روح لیجانیوالے کہتے ہیں کہ فلان شخص ہے پھر وہ روح کے لیجانے والے فرشتے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں تو کھولا نہیں جاتا پھر حضرت صلعم نے اس آیۃ شریف کو پڑھا لا تفتح لھم ابواب السماء یہ ایک بڑی حدیث کا ٹکڑا ہے اور اوسکی سند معتبر ہے پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ لوگ جو ہماری آیتون کو جھٹلاتے ہیں اور تکبر سے اونکو نہین مانتے یہ جنت میں داخل نہون گے جبتک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ گھسے یہی قول حضرت ابن عباس کا ہے اونٹ عرب کے نزدیک سب حیوانون میں بڑا ہے اور سوئی کا ناکہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اسواسطے بطور مثال کے انکا ذکر کیا یہ تو ظاہر ہے کہ قیامت تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہیں گھس سکتا تو اب اس مثال کا یہ مطلب ٹھہرا کہ کافر مشرک بہشت مین داخل ہونیسے قطعی محروم ہیں حضرت ابن عباس نے لفظ جمل کو جسکے معنے اونٹ کے ہیں جُمَّل جیم کے پیش اور میم کے تشدید سے بھی پڑھا ہے جسکے معنے موٹا رسّا جیسے ناؤ کا یا لاؤ کا رسا موٹا ہوتا ہے سوئی کے ناکہ میں اوسکا گھسنا بھی محال ہے اس مثال کا بھی وہی مطلب ہی جو پہلی مثال کا ہے۔ پھر فرمایا مجرمونکی یہی سزا ہے کہ آنکی آگ کی توشک اور آگ ہی کا انکا لحاف ہوگا ظالمون کو یہی بدلا ملیگا کیونکہ شرک بڑا ظلم ہے جس اللہ نے انسانکو انسانکی اسائش کے ہر طرح کے سامان کو پیدا کیا اوسکی تعظیم مین دوسرونکو شریک کرنا اس سے بڑھکر کوئی شے بے انصافی کی دنیا مین نہین ہوسکتی ہے آسمان کے دروازے نہ کھلنے کے باب مین حضرت عبداللہ بن عباس کے دو قول ہیں ایک یہ کہ نافرمان لوگون کے نیک عملون کے آسمان پر جانے کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے دوسرا یہ کہ ایسے لوگون کے مرنے کے بعد انکی روح کو آسمان پر لیجانیکے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے لیکن ان دونون قولون میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ سورۃ الفرقان میں آوے گا کہ ایسے لوگون کے نیک عمل نافرمانی کے سبب سے اکارت ہو جاتے ہیں جزا کے قابل نہیں قرار پاتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگونکے عمل نہ آسمان پر جانیکے قابل ہیں نہ اونکے واسطے آسمان کے دروازے کھولے جانے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ سورہ ویل للمطففین آویگا کہ جو نیک عمل جزا کے قابل ہوتے ہیں انکا نامہ اعمال ساتوین آسمان پر علیین مقام مین رکھا جاتا ہی اور جو بد عمل سزا کے قابل ہین انکا نامہ اعمال ساتوین زمین کے سجین مقام مین رکھا جاتا ہی اس صورت مین نافرمان لوگون کے نیک عمل جب اکارت ہوگئے اور بد عملون کا نامہ اعمال ساتوین زمین مین رہتا ہی تو حاصل معنی آیۃ کے یہی ہین کہ جن لوگون

منزل ۲

کا آیتوں میں ذکر ہے جیتے جی انکے عملوں کے لئے اور مرنے کے بعد اونکی روحوں کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ ان ہی معنے کو حافظ ابو جعفر ابن جریر نے ترجیح دی ہے۔ براء بن عازب کی صحیح حدیث جو اوپر گذری اوس سے بھی ان معنے کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث میں بھی نیک و بد روحوں کا آسمان کے دروازوں کے کھولے جانے اور نہ کھولے جانے کا اور نیک عملوں کے نامہ اعمال کا علیین میں اور بد عمل کے نامہ اعمال کا سجین میں رکھے جانے کا ذکر ساتھ کے ساتھ ہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے دروازوں کا کھلنا نہ کھلنا روحوں اور بد عملوں سب کے لئے عام ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
اور جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اسکے مقدور کا وہ ہیں جنت کے لوگ

هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ
وہ اسی میں رہ پڑے اور نکال لی ہمنے جو انکے دل میں تھی خفگی بہتی ہیں انکے نیچے نہریں

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ
اور کہتے ہیں شکر اللہ کا جسنے ہمکو یہاں راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہمکو اللہ بیشک

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝
لائے تھے رسول ہمارے رب کی تحقیق بات اور آواز ہوئی کہ یہ جنت ہے وارث ہوئے تم اسکے بدلا اپنے کاموں کا

اوپر قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے والوں کا ذکر تھا ان آیتوں میں قرآن پر ایمان لانے والوں نیک عمل کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور یہ بھی جتلایا کہ ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالی کسی نفس کو اسکی طاقت سے باہر تکلیف نہیں دیتا پھر فرمایا جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی جنت میں ہمیشہ رہیں گے انکے دلوں میں جو کچھ رنجش ہوگی وہ جنت میں جانے سے پہلے نکالدی جاویگی صاف دل ہوکر جنت میں جاوینگے قتادہ کا قول ہے کہ حضرت علی نے فرمایا کہ مجھکو امید ہے کہ اون لوگوں میں میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر ہونگے حضرت علی اور حضرت عائشہ کی لڑائی جسکو جنگ جمل کہتے ہیں اس لڑائی میں طلحہ اور زبیر حضرت علی کے مخالف تھے اور حضرت عثمان کے قصاص کی بابت لڑائی تھی حضرت علی یہ فرماتے ہیں عقبی میں یہ کدورت ہم لوگوں میں باقی نہ رہے گی بخاری میں ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ جب ایمان والے دوزخ سے نجات پاوینگے بہشت اور دوزخ کے درمیان میں ایک پل پر ٹھہرائے جاوینگے اور اون ظلموں کا بدلا جو دنیا میں آپس میں انکے ذمہ تھے ہوگا اوس بدلے کے بعد جب انکے دل بغض سے پاک صاف ہوجاوینگے تو پھر اونکو بہشت میں جانیکا حکم ہوگا کیونکہ رنج و بغض سے عیش بے مزہ ہوجاتا ہے معتبر سند سے نسائی اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت ابو ہریرہ رض کی حدیث ہے کہ تمام بہشتی لوگ اپنی جگہ دوزخ میں دیکھکر بطور شکریہ کے کہیں گے کہ اگر خدا تعالی ہمکو ہدایت نکرتا تو کاہیکو ہم ہدایت پاتے اور کل دوزخی اپنا مقام جنت کا دیکھکر حسرت سے کہیں گے کاش اللہ تعالے ہمکو ہدایت کرتا

دوزخیون کے بہشتی مقام جنت والون کو ملجاوین گے معتبر سند سے ابن ماجہ مین ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے لیے ایک ٹہکانا جنت میں اور ایک دوزخ میں بنایا گیا ہے اب جو نافرمان لوگ اپنی
بدنصیبی سے ہمیشہ کے لیے دوزخ میں جاوین گے اور انکے جنت میں کے ٹہکانے لاوارث رہجاوینگے اون لاوارث ٹہکانون
کا وارث اہل جنت کو اللہ تعالی کر دیگا اسی حدیث کی وراثت کا ذکر ان آیتون میں ہے صحیح مسلم میں ابو سعید وابو ہریرہ
کی حدیث ہے کہ جب بہشتی لوگ جنت میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا کہ اے جنتیو تمہارے واسطے
یہ حکم ہے کہ تم جیتے رہو اور کبھی نہ مرو اور تندرست رہو کبھی بیمار نہ ہو جوان بنے رہو بوڑھے نہ ہو چین کرو کبھی رنجیدہ
نہ ہو یہ آواز سب جنتیون کے کان میں پہونچے گی ٭٭

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ

اور پکارا جنت والون نے آگ والونکو کہ ہم پاچکے جو ہمکو وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے تحقیق سو تم نے بھی پایا جو تمہارے

رَبُّكُمْ حَقًّا ۖ قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝

رب نے وعدہ دیا تھا تحقیق بولے ہان پہر پکارا ایک پکارنے والا انکے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی بے انصافون پر

الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝

جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈہونڈہتے ہیں اوس میں کجی اور وہ آخرت سے منکر ہیں

وقف لازم منزل ۲

جسوقت بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے اور اپنی اپنی جگہ ٹہر جاوین گے تو جنتی لوگ دوزخیونکو
حسرت دلانیکی غرض سے پکارین گے اور کہین گے کہ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا پایا جو اس نے ہم سے اپنے رسولون کی
معرفت کیا تہا تمنے بھی اپنے ربکا وعدہ سچا پایا کہ تم اپنے اعمال کی سزا کو پہونچے یا نہیں اوسوقت دوزخی سخت نادم
وقائل ہو کر کہین گے کہ ہان ہمنے بھی اللہ کا وعدہ سچا پایا غرضکہ اس گفتگو کے بعد ایک پکارنے والا پکارے گا کہ لعنت ہے
خدا کی اون ظالمون پر جو خدا کی راہ سے لوگونکو روکتے اور سیدہے راستے پر لوگونکو چلنے نہیں دیتے اور اوس میں کجی چاہتے
تھے اور آخرت کا انکار کرتے حساب وکتاب کا کچھہ خوف نہیں کرتے تھے اسی واسطے گناہ کرنے پر دلیر تھے جسکو آخرت کا
یقین ہوتا ہے وہی گناہ کرنے سے ڈرتا ہے جانتا ہے کہ ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا جس طرح جنت والے دوزخیون سے دریافت
کرینگے اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے دن اون کافرون سے دریافت فرمایا جو بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے
چنانچہ بخاری - ابن ابی شیبہ اور ابن مردویہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رض سے یہ قصہ روایت کیا ہے کہ بدر کے روز
بدر کے کنوین پر کہ جس میں کافرون کی نعشین پڑی ہوئی تھین پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اسی آیۃ شریف
کو پڑہا ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا جسکا مطلب یہ ہے کہ پایا تمنے وعدہ پروردگار اپنے کا سچا اوسوقت حضرت عمر نے
تعجب سے عرض کیا کہ آپ ایسے لوگون سے جو کہ مر گئے ہیں کلام کرتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ یہ تم سے بھی زیادہ سنتے ہین

اگر جواب نہین دیسکتے یہ روایت صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک رض سے بھی آئی ہے اس سے مردونکا سننا ثابت ہوتا ہی
مگر نہ ہمیشہ بلکہ جب خدا چاہے انکو سنوا دے اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ مردون سے مرادین مانگی جاوین مرادون کا
دینا خاص اللہ تعالی کا کام ہے اکثر اسی دہوکے مین آکر با وجود مسلمان ہونیکے قبر پرست بن گئے ہیں خدا تعالی ایسے اعتقاد
سے اپنی پناہ مین رکھے کیونکہ اگرچہ جس طرح اس حدیث میں مردون کے سننے کا ذکر ہے اسی طرح براء بن عازب کی صحیح
حدیث جو گذر چکی ہے اسمین بھی یہ ذکر ہے کہ ابھی مردہ اون لوگون کی جوتیون کی کھس کھس کی آواز سنتا ہی ہوتا ہے جو
لوگ اس مردہ کو دفن کرکے اپنے گھرون کو اوٹھ پھرتے ہیں کہ منکر نکیر سوال و جواب کے لئے مردے کے پاس آجاتے
ہیں لیکن اس خاص موقع پر مردون کے سننے سے یہ بات کسی طرح ثابت نہین ہوتی کہ یہ قبر پرست لوگ اللہ تعالی سے
اپنی مرادون کا مانگنا چھوڑ کر بعضے مردون سے جو اپنی مرادین مانگتے ہیں تو اون مردون کو یہ قدرت بھی حاصل ہو گئی ہے کہ
اون مرادمندون کی مراد کو سنکر انکی اس مراد کو پورا بھی کرسکتے ہیں۔ بدر کے دن جن مقتولون کا ذکر اوپر گذرا اسی ذکر کی مسند
امام احمد اور صحیح مسلم میں انس بن مالک کی جو روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ سنتے تو ہیں مگر اونکو جواب دینے کی قدرت
نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ قبر پرست لوگ مردون میں جواب باصواب دینے کی قدرت کا اعتقاد دلمین رکھکر جو ان مردون
سے اپنی مرادین مانگتے ہیں یہ اس صحیح حدیث کے بالکل خلاف ہے علاوہ اسکے یہ بھی ہے کہ جب بہت سی آیتون اور حدیثون
سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر طرح کی مراد کا پورا کرنا خاص اللہ تعالی کے اختیار میں ہے اور کسی کا اس میں کچھ دخل اور بے
اختیار نہین ہے تو پھر کسی زندہ یا مردہ مین اس طرح کے اختیار کا اعتقاد رکھنا مشرکون کا شیوہ ہے مسلمانونکا یہ شیوہ ہرگز نہین

منزل ۲

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ

دونون کے بیچ ہے ایک دیوار

مجاہد کا قول ہے کہ جنت اور دوزخ کے درمیان مین اعراف ایک دیوار ہے جسمین دروازہ ہے حضرت ابن عباس رض کا
قول ہے کہ اعراف اونچی چیز کو کہتے ہیں دوزخ و جنت کے بیچ میں ایک دیوار ہے اوس جگہ گنہگار لوگ روکے جاوین گے
ضحاک کا بھی یہی قول ہے اور اکثر مفسرین اسی طرف گئے ہین۔

وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ

اور اسکے سرے پر مرد ہیں کہ پہچانتے ہیں ہر ایک کو اسکے نشان سے

یہ تو گذر چکا کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک بلند دیوار پہاڑ کی طرح کی ہے اسکا نام اعراف ہے جن لوگون کی بدیان
اور نیکیان برابر ہونگی اونکا فیصلہ سب سے پیچھے قیامت کے دن ہوگا کیونکہ نہ اونکی نیکیون کا پلہ ایسا بھاری ہوگا
کہ فوراً انکو جنت کا حکم ہو جاوے نہ بدیان ایسی ہونگی کہ دوزخی ٹھہر جاوین اسلئے زیادہ نیکیون والے جنت مین اور
زیادہ بدیون والے دوزخ مین جب تک حساب کتاب کے بعد جاوین گے اوس وقت تک ان لوگون کو اعراف دیوار پر

ٹھہرا کر دیا جاویگا یہ وہان سے جنتی اور دوزخی دونون گروہ کے لوگونکو جنت اور دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھین گے اور وہ باتین کرینگے جنکا ذکر آیۃ میں ہے مفسرین نے اہل اعراف کی تفسیر مین کئی قول لکھے ہیں مگر صحیح قول یہی ہے جو بیان کیا گیا ہے کیونکہ امام المفسرین عبداللہ بن عباس۔ عبداللہ بن مسعود۔ حذیفہ بن الیمان ان تین جلیل القدر صحابیون نے بالاتفاق آیۃ کی یہی تفسیر کی ہے۔ یعرفون کلا بسیماہم۔ سیما کے معنے علامت کے ہیں۔ اہل جنت کے چہرون پر رونق اور اہل دوزخ کے چہرون پر ازردگی اور سیاہی جو ہوگی حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اسیکو علامت فرمایا ہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور صحیح ابن حبان میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کے نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دئے جاوین گے اونکے چہرون پر ایک طرح کی رونق آجاویگی اور جنکے نامہ اعمال بائین ہاتھ مین دئے جاوین گے اونکے چہرون پر ایک طرح کی سیاہی چھا جاویگی۔ اس حدیث سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کہ وہ علامت چہرون کی رونق اور سیاہی ہوگی جس سے اہل اعراف جنتیون اور دوزخیون کو پہچان لینگے کیونکہ داہنے ہاتھ کے نامہ اعمال والے جنتی ہون گے اور بائین ہاتھ کے نامہ اعمال والے دوزخی چنانچہ اس کا ذکر سورہ واقعہ مین تفصیل سے آوے گا۔

وَنَادَوْا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۝ وَإِذَا صُرِفَتْ

اور پکارا جنت والونکو کہ سلامتی ہے تمپر داخل نہیں ہوئے جنت مین اور وہ امیدوار ہین اور جب پھیری گئی

منزل ۲

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِينَ ۝

نگاہ دوزخ والون کی طرف بولے اے رب ہمارے نہ کر ہمکو گنہگار لوگون کے ساتھ

اعراف والے جنت والونکو پہچان کر سلام علیکم پکار کر کرینگے اور انکو جنت میں جانیکی خوشخبری دینگے مگر ابھی خود جنت مین داخل نہ ہونگے ہان جنت مین داخل ہونیکے امیدوار ہونگے اور جب اعراف والونکی نگاہ دوزخیونکی طرف پھیر جاویگی تو اونکو پہچانکر یہ دعا مانگین گے کہ اے پروردگار ہمکو اس قوم ظالم کے ساتھ نہ کیجیو اوپر گذر چکا ہے کہ اعراف والے جنتیون کو اونکے چہرون کی سپیدی سے اور دوزخیون کو اونکے چہرہ کی سیاہی سے پہچان لین گے ضحاک نے بھی یہی کہا ہے غرض اہل اعراف دوزخیونکو چہرہ کی سیاہی سے پہچان کر پروردگار سے پناہ مانگین گے کہ ہمکو ان ظالمونکے ساتھ نہ کیجیو اور جنت والونکو سلام کرینگے مجاہد وضحاک وسدی وحسن وابن زید یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر کو اہل اعراف بھی جنت مین جاوینگے

وَنَادٰى أَصْحٰبُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمٰهُمْ قَالُوا مَا أَغْنٰى عَنْكُمْ

اور پکارا دیوار کے سرے والون نے ایک مردون کو کہ انکو پہچانتے ہین نشان سے بولے کیا کام آیا تمکو جمع

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ أَهٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ

کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے اب یہ وہی ہین کہ تم قسم کھاتے تھے نہ پہنچاویگا اونکو اللہ

بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝

کچھ مہر چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تمپر اور نہ تم غم کھاؤ

اس آیۃ شریفہ میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ اعراف والے بڑے بڑے مشرک اور کافروں سے کہ جنکو پہچانتے ہونگے جھڑکی کے طور کہینگے کہ تمہارا وہ مال جو تم نے دنیا میں جمع کیا تھا یا تمہاری کثرت اور جمعیت اور تکبر آج تمہارے کچھ کام نہ آیا آخر عذاب میں گرفتار ہوئے پھر انکو حسرت دلانیکی غرض سے غریب مسلمانوں کی طرف اشارہ کرکے کہینگے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے حق میں تم قسم کھا کر کہتے تھے کہ انپر خدا کی رحمت نہ ہوگی اور نہ یہ جنت میں جاوینگے لو اب یہی لوگ تمہارے سامنے جنت میں جاتے ہیں پھر اہل اعراف سے کہا جاویگا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو تمکو کچھ خوف و غم نہیں ہے حضرت عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا تعالی کافروں سے فرماویگا کہ تم جن غریبوں کو دنیا میں جنت سے محروم بتاتے تھے لو اب یہی لوگ بہشت میں گئے انکو نہ کچھ خوف ہے نہ غم سورۃ الانعام میں مالدار مشرکین مکہ کا قول اھؤلاء من اللہ علیہم من بیننا گذر چکا ہے اور سورہ احقاف میں آویگا وقال الذین کفروا للذین امنوا لو کان خیرا ما سبقونا الیہ غرض ان مالدار مشرکوں کے سب قولوں کا حاصل یہی ہے کہ وہ اپنے آپکو مالدار اور مسلمانوں کو تنگدست دیکھکر یہ کہتے تھے کہ دنیا میں جس طرح ہم لوگ ان غریب مسلمانوں کی بہ نسبت اچھی حالت میں ہیں اسی طرح اگر اسلام کوئی ایسی چیز ہوتی کہ جسمیں عقبے کی کچھ بہتری رکھی جاتی تو ان غریبوں سے پہلے ہم ہی اسلام میں داخل ہوتے کیونکہ عزت کی چیز عزت داروں کو شایاں ہے ان مالدار مشرکوں کی اسی طرح کی باتوں کے جواب میں انسے قیامت کے دن کہا جاویگا کہ جن غریب مسلمانوں کو تم لوگ کم عزت اور جنت کے شایاں نہیں سمجھتے تھے آج وہی جنت کے قابل ٹھہرے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے انس رض بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے بڑے بڑے نافرمان مالدار لوگ قیامت کے دن جب دوزخ میں ڈالے جاوینگے تو دوزخ کے پہلے جھونکے کے ساتھ فرشتے انسے پوچھینگے کہ دنیا کی جس مالداری نے تمکو عقبے سے غافل رکھا دوزخ کے عذاب کے آگے تم کو دنیا کی وہ مالداری کچھ یاد ہے تو وہ لوگ قسم کھا کر کہینگے کہ اس عذاب کے آگے ہم کو دنیا کی وہ مالداری ذرا بھی یاد نہیں اسیطرح اہل جنت کو جنت کی نعمتوں کے آگے دنیا کی تنگدستی کچھ یاد نہ آویگی یہ حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اور پکارا آگ والوں نے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہمپر تھوڑا پانی یا جو روزی دی تمکو اللہ نے

اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

بولے اللہ نے یہ دونوں بند کئے ہیں منکروں سے جنھوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل بہکے دنیا کی

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ ھٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝

زندگی پر سو آج ہم انکو بھلا دینگے جیسے وہ بھولے اپنا اس دن کا ملنا اور جیسے تھے ہماری آیتوں سے جھگڑتے

منزل ۲

دوزخ والے جنت والونسے بھیک کی طرح پر گڑگڑا کر تھوڑے سے پانی اور کھانیکا سوال کرین مگر اونکو کچھ نہ دیا جاویگا
بلکہ جنتی صاف جواب دینگے کہ جنت کے یہ دونون چیزین خدا تعالیٰ نے تمہارے اوپر حرام کردی ہیں اسلئے تمکو کوئی چیز
نہیں ملسکتی تفسیر ابن ابی حاتم مین ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس سے کسی نے دریافت کیا کہ بہتر صدقہ کون سا ہے
حضرت عبد اللہ بن عباس نے جواب دیا پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہتر صدقہ پانی ہے کہا پہر تجھکو معلوم نہیں
کہ دوزخی لوگ بہشتیون سے فریاد کرکے کہین گے کہ تھوڑا پانی اور تمکو جو اللہ نے رزق دیا ہے اس میں سے بھی کچھ ہمکو
دو حضرت عبد اللہ ابن عباس سے روایۃ ہے کہ اس آیۃ میں طعام و شراب سے جنت کا کھانا پینا مقصود ہے حضرت
عبد اللہ ابن عباس رض نے یہ بھی فرمایا کہ یہ مانگنے والے پانی اور کھانے کے وہ لوگ ہونگے جنکو دنیا میں ایمان کی طرف
بلایا جاتا تھا تو وہ ہنستے اور ٹھٹھا کرتے تھے یا جنکو شیطان نے انکے برے عمل اونکو اچھے دکھلائے تھے حضرت عبد اللہ
ابن عباس رض نے اس سائل کے جواب میں مبہم طور پر ایک حدیث کا حوالہ جو دیا ہے یہ حدیث سعد بن عبادہ کے قصے کی
حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سعد بن عبادہ رض کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا اونہون نے اپنی ماں کے نام پر کچھ خیرات کے
دینے کا مسئلہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر مردون کے نام پر خیرات دینے
کا حکم دیا سعد بن عبادہ رض نے پہر پوچھا کہ حضرت افضل خیرات کیا ہے آپنے فرمایا لوگون کے پانی پینے کا کوئی ذریعہ قائم کردیا
جائے۔ سعد بن عبادہ نے اسکے بعد ایک کنوان کھودوادیا یہ حدیث خود سعد بن عبادہ کی روایۃ سے ابو داؤد و نسائی
ابن ماجہ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں ہے اگرچہ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن اسکی سند مین
اعتراض ہے کہ اسکو سعید بن مسیب اور حسن بصری نے سعد بن عبادہ سے روایۃ کیا ہے مگر سعید بن مسیب اور حسن بصری
دونون کو سعد بن عبادہ سے ملاقات اور روایۃ کا موقع نہین ملا ہاں اوسط طبرانی میں یہ حدیث انس بن مالک کی
روایۃ سے بھی ہے جسکی سند اچھی ہے اس لئے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہوجاتی ہے۔ معتبر سند سے
صحیح ابن حبان میں حضرت ابو بکر صدیق کی روایۃ ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن پانسو
برس کے فاصلہ تک جنت کے میوون کی خوشبو آویگی مگر جن لوگون کو جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور نہین ہے
انکی ناک مین خوشبو نہیں آویگی۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگونکا
جنت مین داخل ہونا اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے انکو جنت کے کھانے پانی کا میسر آنا تو درکنار بلکہ ایسے لوگون کی ناک مین بھی
جنت کے میوون کی خوشبو نہیں آسکتی۔ صحیح مسلم مین ابو ہریرہ رض کی حدیث ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان منکر قیامت لوگونکو دنیا کی اپنی طرح طرح کی نعمتین یاد دلادیگا اور جب یہ لوگ
ان نعمتونکا اقرار کرین گے تو اللہ تعالیٰ انسے فرماویگا کہ ان نعمتون کی شکر گذاری مین تم لوگون آج کے دن کی سرخروئی
کے لئے کبھی کچھ میری یاد بھی کی تھی وہ لوگ کہوین گے کہ نہین اسپر اللہ تعالیٰ فرماویگا جس طرح دنیا میں تم لوگون نے

منزل ۲

مجھکو بھولا دیا اسیطرح آج مین بھی بھولے بسرون کی طرح تم لوگون کو اپنی نظر رحمت سے دور ڈالدیتا ہون قرآن اور
عقبے کے جن منکر لوگون کا آیۃ مین ذکر ہے قیامت کے دن اون لوگون کا جو کچھہ انجام ہوگا اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ هَلْ
اور ہمنے انکو پہنچادی ہے کتاب جو کھولکر بیان کی ہے خبرداری سے راہ بتلاتے اور مہربانی ایمان والے لوگونکو کیا راہ

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ
دیکھتے ہین مگر یہی کہ وہ ٹھیک پڑے جسدن وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگین گے جو بھول رہے تھے پہلے بیچ بات لائے تھے ہمارے

رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا
رب کے رسول اب کوئی ہین سفارش والے تو ہماری سفارش کرین یا ہمکو پھر جانا ہو تو ہم کام کرین سوا اسکے جو کر رہے تھے

نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○
تحقیق ہاری اپنی جان جو جھوٹ بناتے تھے

اوپر منکر قرآن لوگونکا ذکر فرماکر اس آیۃ مین اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے کہ مفصل اور مشرح کتاب اونکے پاس بھیجدی تاکہ
ان مشرک اور کافرونکو کوئی عذر کرنیکا موقع نرہے اور ایمان والون کے لئے یہ کتاب سراسر ہدایت اور رحمت ہو جاوے
اس کتاب مین جو وعدہ عذاب کا ہے کیا منکر او سکے آنیکی راہ دیکھہ رہے ہین یہ قول مجاہد وغیرہ کا ہے حضرت عبد اللہ
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یوم تاویل سے قیامت کا دن مراد ہے اس روز کافر چاہین گے کہ کوئی ہماری سفارش کرے
یا دنیا مین پھر جانا ہمکو نصیب ہو تو اچھے کام کرین غرضکہ اس دن اپنا نقصان انکو معلوم ہوگا اور سب جھوٹ
انکا جو دنیا مین بناتے تھے بیکار ہوجاویگا فصلناہ کی جگہ بعضے سلف نے فضلنا پڑھا ہے جسکا مطلب یہ ہوا
کہ سب آسمانی کتابو پر اس کتاب کو بزرگی ہے حضرت عبد اللہ بن عباس اور انکے شاگرد مجاہد کے قول مین کچھہ
اختلاف نہین ہے کیونکہ دنیا مین جن قومون پر عذاب آیا انکے حق مین وہ عذاب کا دن اور باقی کے حق مین قیامت
کا دن دونو عذاب کے ظہور کے وقت ہین صحیح بخاری کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا صاحب عذر شخص کا عذر سننا اللہ تعالی کو بہت پسند ہے اسواسطے اس نے آسمانی کتابین نازل
فرماین رسول بھیجے تاکہ کسی کو انجانی کا عذر باقی نرہے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث
بھی گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی مثال مینہہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگونکی
مثال اچھے بری زمین کی فرمائی ہے اسیطرح ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابو بکرہ کی صحیح حدیث گذر چکی ہے جسمین
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک شخص وہ ہے جسنے بڑی عمر پائی اور نیک کامون مین لگا رہا اور بد وہ شخص ہے
جس نے بڑی عمر پائی اور برے کامون مین لگا رہا ان حدیثون کو ان آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے جن تفسیر کا

منزل ۲

حاصل یہ ہے کہ اچھے لوگونکو قرآن کی نصیحتون سے ایساہی فائدہ ہے جیسا اچھی زمین کو مینہہ کے پانی سے فائدہ پہونچتا ہے
اور برے لوگ قرآن شریف کی نصیحت سے ویسے ہی بے بہرہ ہیں جسطرح بری زمین مینہہ کے پانی سے بے بہرہ رہتی ہے
لیکن قرآن شریف میں ہر طرح کی نصیحت ایسی کردی گئی ہے کہ اسقدر نصیحت اور اوسی نصیحت کے موافق عمل کرنے
کی عمر پانے کے بعد کسی کو انجانی کے عذر کا موقع نہیں ملسکتا اسلئے دنیا یا عقبے کے عذاب کے وقت یہ نافرمان لوگ اپنی
نافرمانی پر بہت پچتاوینگے اور عذاب الہی سے بچانے والا کوئی سفارشی ڈہونڈین گے مگر سزا کے وقت کا مجرم کا پچتانا
نہ کچھہ سود مند ہو سکتا ہے نہ بغاوت کے جرم کا کوئی سفارشی پیدا ہو سکتا ہے جسکے سبب سے نتیجہ یہی ہوگا کہ دنیا یا عقبے کے عذاب
کے وقت یہ لوگ اپنی مکاری کی باتین تو سب بھول جاوینگے اور ان باتونکے سبب سے بہت بڑا وبال انکی جانون پر پڑجا دیگا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

تمہارا رب اللہ ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھہ دن مین پہر بیٹھا تخت پر اوڑا تا ہے

صحیح مسلم مسند امام احمد بن حنبل اور نسائی میں اس آیۃ کے مخالف جو ابوہریرہ کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت
نے ابوہریرہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ زمین اللہ تعالی نے ہفتہ کے روز پیدا کی اور اتوار کے روز پہاڑ پیدا کئے اور منگل کے روز
جو چیزین دنیا میں ناگوار معلوم ہوتی ہیں مثلاً موذی جانور اور زہریہ چیزین پیدا کین اور نور بدھ کے دن پیدا کیا اور چوپائے
جمعرات کے دن اور جمعہ کے روز حضرت آدم پیدا کئے گئے اس حدیث میں امام بخاری اور آئمہ حدیث نے یہ کلام کیا ہے کہ
آیۃ کے مخالف سات روز جملہ چیزون کی پیدائش کی اس حدیث کے موافق ٹھہرتے ہیں حالانکہ آیۃ کے موافق چھہ روز میں
سب کچھہ پیدا ہوا ہے اور بحث کے بعد یہ بات قرار پائی ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے کعب بن احبار کا موقوف قول ہے
بیہقی تفسیر ابن منذر ابن جریر ابن ابی حاتم مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ اور اور صحابہ سے پیدائش
عالم کی روایتین ہیں اونکا حاصل یہ ہے کہ سب سے پہلے پانی پیدا ہوکر عرش الہی پانی پر تھا جب اللہ تعالی کو زمین و آسمان
اور مخلوقات کا پیدا کرنا منظور ہوا تو چھہ روز میں اتوار سے لیکر جمعہ تک سب کچھہ پیدا کیا زیادہ تفصیل اسکی سورہ حم سجدہ
مین آویگی بعضے مفسرین نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ آیۃ ثم استوے الی السماء وہی دخان سے زمین کا پہلے اور آسمان کا
پیچھے پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور آیۃ والارض بعد ذلک دحاہا سے آسمان کا پیدا ہونا پہلے اور زمین کا بعد معلوم ہوتا ہے
اسکا جواب وہی ہے جو کتاب التفسیر بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ زمین کو اللہ تعالی نے آسمان
سے پہلے تو پیدا کیا ہے لیکن آسمان کے بعد اوسکو بچھایا ہے پہلے پانی کو جما کر ایک ٹیلہ پیدا کیا تھا اسلئے جن آیتون مین آسمان سے
پہلے زمین کا ذکر ہے وہ زمین کے ٹیلہ کی پیدائش ہے اور جن آیتون مین آسمان کے بعد زمین کا ذکر ہے وہاں اوس ٹیلہ کا پھیلانا
مقصود ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کی اس جواب پر تفسیر جامع البیان وغیرہ میں یہ اعتراض جو کیا ہے کہ اکثر مفسرین
کی قرارداد حضرت عبداللہ بن عباس کے اس قول کے مخالف ہے کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہہ امر صحیح قرار پایا ہے کہ

منزل ۲

پہلے دو روز مین زمین پیدا ہوئی اور دو روز میں اسکا پھیلاؤ ہوا اور اسمین دریا پہاڑ پیداوار کی قوت یہ سب کچھہ پیدا کیا جا کر
پہر دو روز مین آسمان پیدا ہوا ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کی اس قرارداد کی بنا بھی حضرت عبد اللہ بن عباس
کے دوسرے قول پر ہے جسکو عبد الرزاق نے اپنی تفسیر مین عکرمہ سے روایۃ کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ زمین اتوار اور پیر کے روز
پیدا کی گئی اور منگل اور بدہ کے روز اسکا پھیلاؤ اور پہاڑ اور دریا اور اسمین پیداوار کی قوت یہ سب کچھہ ہوا اور جمعرات اور جمعہ کو
آسمان پیدا ہوا لیکن اس روایۃ مین ایک شخص ابی سعید بقال ضعیف ہے اسلئے یہ ضعیف روایۃ بخاری کی روایۃ کے مقابلہ
میں مقبول نہین ہو سکتی اور سورہ رعد میں آسمان کی پیدائش کے ذکر کے بعد وہو الذی مد الارض جو فرمایا ہے اس سے بھی
اس بخاری کی روایۃ کی بڑی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس آیۃ مین صاف ارشاد ہے کہ زمین کا پھیلاؤ آسمان کی پیدائش کے بعد ہے
غرض متقدمین اور متاخرین مفسرین میں ایک بڑا اختلاف ایک عرصہ دراز سے جو اس باب میں تھا وہ اس تفسیر کے بعد
کچھہ باقی نہیں رہتا دن سورج کے نکلنے سے غروب ہونے تک کو کہتے ہیں اب یہ تو ظاہر ہے کہ آسمان کے پیدا ہونے سے پہلے
نہ سورج تھا نہ اسکی گردش تھی ۔ اہل ہیئت اگرچہ اب بھی سورج کی ذاتی گردش کے قائل نہین ہیں بلکہ وہ سورج کی گردش
کو آسمان کی گردش کے تابع کہتے ہیں لیکن سورہ یسین میں آویگا کہ ہر ایک ستارہ کو گردش ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آسمان کے
پیدا ہونے سے پہلے نہ سورج تھا نہ اسکی گردش اس لئے حاصل مطلب یہ ہے کہ آسمان سورج اور سورج کی گردش کے پیدا
ہو جانے کے بعد چھہ دن کی مقدار جس قدر ہوتی ہے اسقدر مدت میں اللہ تعالی نے تمام دنیا کو پیدا کیا ہے ۔ اگرچہ اللہ
تعالی کی قدرت ایسی بڑی ہے کہ ایک دم میں وہ جو چاہے سو کر دے لیکن سہولت سے چھہ دن مین دنیا کو پیدا کر کے
بندونکو یہ سکھایا گیا ہے کہ وہ کسی کام میں جلدی نکرین بلکہ ہر کام سہولت سے غور کر کے کیا کرین صحیح مسلم مین حضرت
عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو ہر کام میں سہولت بہت پسند ہے اسی طرح
معتبر سند سے مسند ابو یعلی میں انس بن مالک سے روایۃ ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سہولت سے ہر کام
کرنا اللہ تعالی کی جانب سے ہے اور ہر کام میں جلدی کرنا شیطان کے بہکانے سے ۔ سہولت سے چھہ دن میں دنیا کی پیدا
ہونے کی یہ حدیثین گویا تفسیر ہیں ۔ اگرچہ مجاہد کے قول کے موافق یہ چھہ دن ایسے ہیں کہ جنمین ہر ایک دن ہزار برس کا
ہے لیکن جن مفسرین کا قول دنیا کے معمولی چھہ دن کا ہے وہ مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ آیۃ میں خطاب اہل
دنیا سے ہے سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ صفات الہی کی آیتین متشابہ آیتونمیں ہیں اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ
سے حضرت عائشہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہ آیتون کی تاویل سے منع فرمایا ہے
اسواسطے استوی علی العرش کے معنے یہی ہیں کہ جس طرح سے عرش پر ہونا اللہ تعالی کی شان کے مناسب ہے اوسی طرح
بلا مشابہت دنیا کے بادشاہوں کے اللہ تعالی جل شانہ عرش پر ہے جسکی تفصیلی کیفیت اللہ کو ہی معلوم ہے

منزل ۲

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ

رات پر دن اسکے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اسکے حکم پر

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

سن لو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا

بعد ذکر پیدائش آسمان و زمین کے اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات دن کو اور دن رات کو چھپا لیتا ہے ہر ایک دوسرے کی طلب میں سرگرم اور تیز رو ہے جہان ایک دن یا رات گئی دوسرا اسی وقت بہت جلدی سے موجود ہو گیا سورج اور چاند اور تارے سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں اسواسطے فرمایا کہ اسی کا پیدا کیا ہوا سب ملک اور اسی کا حکم اور تصرف سب جگہ ہے سوائے اسکے نہ کوئی مالک ہے نہ اختیار والا وہ بڑی برکت والا ہے اس آیۃ میں ان لوگوں کے قول کو ضعیف ٹھہرایا گیا ہے جو چاند سورج اور تاروں کی گردش میں مستقل تاثیرات کے قائل ہیں کیونکہ سوائے خدا کے اس جہان کا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے نہ تدبیر کرنے والا اسکے سوا کسی کا حکم نہیں ہے وہ جو چاہے کرے اور حکم دے کسی کی مجال نہیں کہ کچھ دم مار سکے غرض ہر چیز میں اوسی کے نام کی برکت ہے جب اسکا نام نامی ایسی برکت والا ہے تو آگے کی آیۃ مین فرمایا کہ اسکی درگاہ میں ہر طرح کی التجا پیش کرنی چاہیے صحیح بخاری میں خالد جہنی سے اور صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے جو روایتیں ہیں ان میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مینہ برسنے کے بعد جن لوگونکا یہ اعتقاد ہے کہ ستارون کی مستقل تاثیر سے مینہ برسا ہے وہ اللہ کی قدرت کے منکر اور اللہ کی رحمت کے ناشکر گذار ہیں یہ حدیثین آیۃ کے اس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں آیۃ اور حدیثونکو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ زحل مشتری - مریخ - آفتاب - زہرہ - عطارد - چاند ان سات ستارون کا دخل دنیا کے انتظام میں مانتے ہیں وہ مشرک ہیں اور جو لوگ اللہ کی قدرت کا دل میں تو اعتقاد رکھتے ہیں مگر اپنے تجربہ کے پابند ہو کر زبانی ستارون کو بھی مینہ برسنے کا سبب قرار دیتے ہیں وہ اللہ کی خالص رحمت کے ناشکر گذار ہیں رات دن کے آگے پیچھے آنے مین اللہ کی ایک یہ قدرت بھی نظر آتی ہے کہ کبھی رات بڑی ہو جاتی ہے اور کبھی دن بڑا ہو جاتا ہے کبھی رات دن برابر ہو جاتے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سورج کا طلوع غروب سورج کے اختیار مین نہیں ہے ورنہ وہ ایک وتیرہ پر رہتا پھر ایسے متغیر اور بے اختیار چیز کو دنیا کے انتظام میں کیا دخل ہو سکتا ہے - یہی حال باقی کے چھ ستارون کا ہے کہ انکا طلوع و غروب تجربہ کی رو سے کچھ چاہتا ہے اور اللہ کی قدرت سے دنیا کا انتظام کچھ اور ہی نظر آتا ہے مثلاً لوگوں کے تجربہ کے موافق مینہ برسنے کے ستارے اپنی جگہ پر موجود ہوتے ہیں اور دنیا مین قحط پڑ جاتا ہے نجومی جھوٹے پڑ جاتے ہیں - خلق کے معنے یہان مخلوقات کے ہیں اور امر کے معنے اون انتظامی احکام کے ہیں جو دنیا کی مخلوقات کے حق میں رات دن بارگاہ الٰہی سے صادر ہوتے رہتے ہیں یہ وہی احکام ہیں جو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے علم الٰہی کے موافق لوح محفوظ میں لکھے گئے ہیں چنانچہ اس باب میں

منزل ۲

صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہے۔ ان احکام میں سے ہر شب قدر کو سال بھر کے احکام فرشتوں کو تعمیل کرنے کے لیئے دیئے جاتے ہیں جسکا ذکر تفصیل سے سورہ دخان میں آویگا۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اسکو خوش نہیں آتے حد سے بڑہنے والے اور مت خرابی مچاؤ زمین میں اسکے سنوارے

اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

پیچھے اور پکارو اسکو ڈر اور توقع سے بیشک مہر اللہ کی نزدیک ہے نیکی والوں سے

اس آیۃ میں اللہ تعالی نے دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گڑگڑا کر چپکے سے دعا مانگو تاکہ ریا نہو۔ حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ خفیہ کے معنے پوشیدہ کے ہیں ابن جریر نے تضرع کے معنے گڑگڑانے کے بیان کئے ہیں۔ دعا کے اندر چلانے اور چیخنے سے منع کیا گیا ہے صحیح بخاری اور مسلم میں حدیث ہے کہ ابو موسے اشعری نے کہا جبکہ لوگوں نے دعا میں آواز بلند کین تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ہو جو چلاتے ہو بلکہ جسکو پکارتے ہو وہ سنتا بھی ہے اور قریب ہے پہر کیوں نہیں چپکے سے دعا مانگتے حضرت عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ خدا تعالی دعا میں حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا دعا میں حد سے بڑہنا یہ کہ پیغمبروں کے درجہ کا سوال کرے اور بڑی بات منہہ سے نہ نکالے جہانتک ہوسکے دعا جامع و مختصر ہو جیسے ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ قرآن میں ہے معتبر سند سے مسند امام احمد ابن ماجہ و ابو داؤد میں روایۃ ہے کہ عبد اللہ بن مغفل نے اپنے بیٹے کو یہ دعا مانگتے سنا کہ اے اللہ مین تجھ سے جنت کے داہنے طرف سفید محل مانگتا ہوں عبد اللہ نے یہ دعا سنکر اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے طلب کر خدا سے بہشت اور دوزخ سے پناہ چاہ کیونکہ مین نے پیغمبر صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ لوگ دعا میں حد سے بڑھ جاوینگے پہر خدا تعالی نے اصلاح کے بعد زمین میں فساد کرنے سے منع فرمایا مطلب یہ ہے کہ جب خدا تعالی نے کتابوں اور رسولوں کو بھیجکر زمین کو سنوار دیا تو اب اس زمین کا بگاڑنا کفر اور شرک کی رسمیں اسمیں پہیلانی اور قتل و زنا وغیرہ کا پہیلانا قطعی حرام ہے زمین کے اصلاح اور فساد سے مطلب زمین پر رہنے والوں کی اصلاح و فساد ہے۔ اس آیۃ میں یہ بھی خدا تعالی نے فرمایا کہ پکارو اس کو ڈر سے اور لالچ سے دعا کرو مطلب یہ ہے کہ دعا کرنیکے وقت جس دعا کرنے والے میں حالت خوف اور امید کی ہوگی وہ اپنے مطلب میں کامیاب ہوگا عذاب سے ڈر کر اور ثواب کا امیدوار ہو کر دعا مانگنی چاہیئے پہر فرمایا جو اس طریقہ اور آداب سے خلوص کے ساتہہ خدا سے دعا مانگتے ہیں وہ نیکوکار ہیں اور اللہ کی رحمت ان نیکوکاروں کے قریب ہے اللہ تعالی کو بندہ کی عاجزی بہت پسند اور بندہ کا تکبر ناپسند ہے۔ عبادت اور دعا دونوں میں بندہ کی عاجزی پائی جاتی ہے اسی واسطے شریعت میں عبادت اور دعا دونو کی تاکید آئی ہے۔ دعا کی قبولیت کی بڑی شرط یہ ہے کہ آدمی کا کھانا کپڑا حلال کمائی کا ہو چنانچہ مسند امام احمد صحیح مسلم اور ترمذی کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے

جیسین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے لوگ گڑگڑا گڑگڑا کر دعا مانگتے ہین لیکن اونکا کھانا کپڑا حلال کی کمائی کا نہیں ہوتا اسلئے اونکی دعا کا قبول ہونا تو درکنار اونکی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی دعا کے قبول ہونیکی باقی شرطین سورہ بقرہ مین گذر چکی ہیں اور معتبر سند سے مسند امام احمد مستدرک حاکم مسند ابویعلی وغیرہ مین جو روایتین چند صحابہ سے ہین انکا حاصل بھی گذر چکا ہے کہ شرائط کے موافق جو دعا کیجاوے یا تو فوراً وہ قبول ہوجاتی ہے اور اگر مصلحت الٰہی مین وہ دعا اوس شخص کے حق مین فائدہ مند نہیں ہے تو کوئی برائی اُس شخص سے ٹل جاتی ہے اور آخرت مین اُس شخص کے لئے ایک اجر اُس دعا کا مقرر ہوجاتا ہے ✦

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ
اور وہی ہے کہ چلاتا ہے بادین خوشخبری لاتین اگے اُسکے مہر سے یہانتک کہ جب اُٹھا لائین بدلیان بھاری ہانکا
لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى
ہمنے اُسکو مرے کی طرف پھر اُسنے اُتارا پانی پھر اُس سے نکالے سب طرح کے پھل اسی طرح نکالین گے مردونکو
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ
شاید تم دھیان کرو اور جو موضع ستھرا ہے اُسکا سبزہ نکلتا ہے اُسکے رب کے حکم سے اور جو
خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝
خراب ہے اُسمین نکلے سو ناقص یون پھیر بتلاتے ہین ہم آیتین حق ماننے والے لوگونکو

منزل ۲ ع ۱۴

اللہ تعالی نے اس آیت شریف میں اپنی قدرت کو بیان فرمایا کہ جس طرح ہم دنیا مین تمہاری آنکھون کے سامنے ہوائیں چلاتے ہین اور پھر مینہہ برساتے ہیں اور اُس سے ہر قسم کا سبزہ نکالتے ہیں اسی طرح ہم قیامت کے دن مردون کو قبرون سے نکالین گے اسواسطے فرمایا شاید تم سوچو دھیان کرو مینہہ کی مثال سے ایک یہ مطلب بھی نکل سکتا ہے کہ جاہل لوگون میں آسمانی کتاب اور رسولونکی معرفت علم وہدایت بھیجی جسکے سبب سے اچھے استعداد والے ہر ایک طرح کے کمال کو پہنچ گئے جیسے عمدہ زمین میں اچھی پیداوار ہوتی ہے اور بری استعداد والے لوگ مثل بری زمین کے ہین کہ جو کچھہ اُس مین سے نکلے وہ ناقص ہوتا ہے مجاہد وغیرہ نے کہا کہ بری زمین جیسے مثلاً کوڑا ڈالنے کی زمین صحیح بخاری اور مسلم و نسائی مین ابو موسے اشعری سے روایت ہے کہ پیغمبر صلعم نے فرمایا مثال اُس علم وہدایت کی جو خدا نے مجھکو دیکر بھیجا ہے مانند مینہہ کے ہے پھر جو زمین اچھی تھی اُس نے اُس پانی کو لیکر بہت اچھا سبزہ اوگایا اور جو زمین نشیب مین تھی اوس نے اوس پانی کو روک رکھا جسکے سبب سے اللہ تعالی نے لوگونکو پانی پینے کا فائدہ پہونچایا کہ اُنھون نے اُس پانی کو خود بھی پیا اور لوگون کو بھی پلایا اور ایک قطعہ زمین کا چٹیل تھا کہ جس نے نہ پانی کو روکا اور نہ کچھہ سبزہ اوگایا سو پہلی مثال اور دوسری مثال اُس شخص کی ہے جس نے اُس علم وہدایت سے جو خدا نے مجھے دیکر بھیجا آپ بھی فائدہ اوٹھایا اور لوگونکو بھی نفع پہونچایا اور

دوسری مثال اس شخص کی کہ جس نے میری لائی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا اور نہ اس سے خود فائدہ اوٹھایا اور نہ اور کو نفع دیا مانند اس زمین کے ہے کہ جس نے نہ خود پانی لیکر سبزہ اوگایا اور نہ اوس پانی کو روکا و جمع کیا تاکہ اور لوگ اسکو پیتے پلاتے یہ حدیث مختصر طور پر کئی جگہ گذر چکی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث میں تین قسم کی زمین کا ذکر فرمایا اور مینہ کا ایک ہی پانی تینوں قسم کی زمین پر برستا ہے مگر اثر ہر ایک زمین کا الگ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جو اس آیۃ مین مثال شہر پاکیزہ اور ناپاک کی فرمائی ہے یہ واسطے مومن اور کافر کے بیان فرمائی ہے اور ایسا ہی مجاہد کا قول ہے پہر حال اللہ تعالی نے اپنی یہ آیتین پہیر پہار کرکے واسطے اس قوم کے جو اسکا شکر کرتے ہیں بیان فرمائین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث گذر چکی ہے جسمین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے صور سے جب تمام دنیا اجڑ جاویگی تو پہر دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے سب مردون کے جسم طیار ہو جاوینگے اور پہر آنمین روحین پھونکدی جاوینگی اور حشر قائم ہو جاویگا۔ قرآن شریف مین جگہ جگہ مینہ کے پانی سے زمین کے پیداوار کے ساتہ حشر کا ذکر جو آیا ہے اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ صحیح بخاری مسلم ابوداؤد نسائی وغیرہ میں حضرت عائشہ اور انس بن مالک سے جو روایتیں ہیں انکا حاصل یہ ہے کہ گہرے ابر اور تیز ہوا کو دیکھکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہو جایا کرتا تھا اور آپ نہایت خوف زدہ ہوکر فرمایا کرتے تھے کہ پچھلی قومین اسی گہرے ابر اور تیز ہوا کے عذاب سے ہلاک ہوگئی ہیں اسواسطے گہرے ابر اور تیز ہوا کو دیکھکے میرے دل پر ایک طرح کا خوف چھا جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اب بھی امت کے لوگونکو گہرے ابر اور تیز ہوا کے وقت کی اس حالت کی پابندی مستحب ہے۔ اگرچہ حکما کا قول تو یہ ہے کہ دنیا کے دریاؤن کے انجرات اوپر چڑہتے ہین اور ہوا کی ٹھنڈ سے جو انجرات زیادہ کثیف ہو جاتے ہیں اونکا نام بادل ہے اور جو کم کثیف ہونے کے سببسے زمین پر آن پڑتے ہیں انکا نام مینہ ہے لیکن شرع میں جو مینہ کا ذکر آیا ہے اس سے یہ قول ضعیف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مثلاً حضرت نوح کے طوفان کا قصہ جو سورۃ القمر میں آویگا اس مین اللہ تعالی نے فرمایا ففتحنا ابواب السماء بماء منہمر جسکا مطلب یہ ہے کہ طوفان کے وقت اس کثرت سے مینہ برسانا اللہ تعالی کو منظور تھا کہ زمین پر کثرت سے پانی آنے کیلئے اسوقت آسمان کے دروازے کھول دئے گئے تھے تاکہ آسمان پر کے دریاؤن کا بے انتہا پانی زمین پر آجاوے۔ اب اس سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ مینہ کے برسنے مین دنیا کے دریاؤن کے انجرات کا کچھ دخل نہین ہے بلکہ مینہ کا پانی آسمان سے آتا ہے معمولی مینہ کے وقت معمولی طور پر آسمان کے دریاؤن کا پانی ہوا کے ذریعہ سے بارشون مین آتا ہے اور طوفان کے وقت غیر معمولی طور پر زیادہ پانی زمین پر آنے کے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے تھے مسند امام احمد صحیح مسلم ابوداؤد مین انس بن مالک کی حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مینہ کا پانی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بدن پر برکت کے طور پر ملا اور فرمایا یہ پانی ابھی اللہ تعالی کے پاس سے آیا ہے اس حدیث سے بھی حکما کے قول کا ضعیف ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ زمین کے انجرات سے اگر مینہ کا پانی بن جاتا تو اللہ کے رسول اوسکو اتنا متبرک کیون گنتے اور یہ کیون فرماتے کہ یہ پانی ابھی اللہ

منزل ۲

کے پاس سے آیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رضی کی معراج بڑی حدیث ہے جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا سدرۃ المنتہے کے پاس جو دریا ہے اس میں سے جنت کی نہریں نکلی ہیں نیل اور فرات بھی اس میں سے نکلی ہیں
اس حدیث سے آسمان پر دریا کا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي
بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف تو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اُسکے سوائے میں
أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ
ڈرتا ہوں تمپر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اُسکی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجکو صریح
مُبِينٍ ۝ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ
بہکا ہے بولا اے قوم میں کچھ بہکا نہیں ہوں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے صاحب کا پہنچاتا ہوں تم کو
رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ أَوَعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ
پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تم کو
مِنْ رَبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ
نصیحت تمہارے رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تمہارے بیچمیں ہی کہ تمکو ڈر سناوے اور تم بچو اور شاید تمپر رحم ہو پھر اسکو جھٹلایا
وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۝
پھر ہمنے بچالیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کیے انہیں جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں وہ لوگ تھے اندھے

منزل ۲

حضرت نوح سے لیکر حضرت شعیب تک چند صاحب شریعت انبیا کے قصے ان رکوعوں میں آنحضرت کی تسکین اور
تشفی کے ارادہ سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں تاکہ آپکو یہ اطمینان ہو جاوے کہ سرکش قوموں پر انبیا کے جھٹلانے کا
ہمیشہ سے جس طرح وبال پڑا ہے اگر اہل مکہ ایمان نہ لاوینگے تو یہی انجام انکا ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اہل مکہ میں اکثر
سرکش لوگ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور آپنے اُنکی لاشوں پر ایک ایک کا نام لیکر فرمایا کہ خدا کے وعدے کو
تم نے دیکھ لیا اور بقیہ اہل مکہ فتح مکہ پر اسلام لے آئے اگر قضا و قدر میں انکا ایمان لانا نہ ٹھہرا ہوتا تو پچھلی امتوں کی طرح ضرور
سب اہل مکہ ہلاک ہو جاتے سوا اس تشفی کے ان قصوں میں آنحضرت کی نبوت کی بھی دلیل ہے کیونکہ ان پڑھ شخص بغیر
تائید غیبی کے اس طرح سینکڑوں برس کا تاریخی حال ممکن نہیں کہ بیان کر سکے پھر تاریخی حال بھی ایسا کہ اُس تاریخی حال
سے آیندہ کا نتیجہ بھی جو بیان کیا گیا وہی واقع ہوا بھلا یہ غیب دانی بغیر تعلیم غیب دان حقیقی کے کس طرح حاصل ہو سکتی ہے
حضرت نوح کے قصہ میں امام بخاری نے وہ شفاعت کی حدیث ذکر کی ہے جس میں لوگوں کا سب انبیا کے پاس شفاعت
کے لئے جانے اور پھر ایک سے شفاعت کی درخواست کا تذکرہ ہے حضرت نوح کے اوصاف میں یہ تذکرہ جو آیا ہے

کہ تم زمین پر پہلے نبی ہو اسپر بعضے علمانے یہ اعتراض کیا ہے کہ پہلے نبی حضرت آدم تھے پھر حضرت نوح کو پہلا نبی اس حدیث میں کس مطلب سے کہا گیا ہے جواب اس اعتراض کا یہ ہے کہ بت پرستی اور شرک پہلے پہل حضرت نوح کی امت میں پھیلا ہے حضرت نوح اور حضرت آدم کے فیما بین دس عہد جو گذرے ہیں وہ مسلمان لوگ تھے اپر جتنے نبی آئے کچھ عبادت کے طریقہ اور نصیحت سکھاتے تھے توحید کی تعلیم اور شرک کا مٹانا حضرت نوح کی نبوت سے شروع ہوا ہی سواسطے اللہ تعالی نے آیۃ شرع لکم ما وصی بہ نوحا میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں قرار دیا ہے حضرت نوح حضرت ادریس کے پرپوتے ہیں حضرت نوح کی پیدائش اور حضرت آدم کی وفات میں ایک سو چھبیس برس کا فاصلہ ہے طوفان کے بعد تین سو برس حضرت نوح زندہ رہے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۝ قَالَ

اور عاد کی طرف بھیجا انکے بھائی ہود کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اسکے سوائے کیا تمکو ڈر نہیں

الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ قَالَ

سردار جو منکر تھے اسکی قوم میں ہمتو دیکھتے ہیں تجکو عقل نہیں اور ہماری اٹکل میں تو جھوٹا ہے بولا

يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ

اے قوم میں کچھ بے عقل نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے صاحب کا پہنچاتا ہوں تمکو پیغام اپنے رب کے اور میں تمہارا

نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝ أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا

منزل ٢

خیرخواہ ہوں معتبر کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تم کو نصیحت تمہارے رب کی ایک مرد کے ہاتھ تمہارے بیچ میں سے کہ تمکو ڈر سنائے

إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً فَاذْكُرُوا

کہ تمکو سردار کردیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تمکو بدن میں پھیلاؤ سو یاد کرو

آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ

احسان اللہ کے شاید تمہارا بھلا ہو بولے کیا تو اسواسطے آیا ہم پاس کہ بندگی کریں نری اللہ کی اور چھوڑ دیں جنکو پوجتے رہے

آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ

ہمارے باپ دادے تو لے آ جو وعدے دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے کہا تمپر پڑ چکی ہی تمہارے رب کے

رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ

ہاں سے بلا اور غصہ کیوں جھگڑتے ہو مجھسے کئی ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تمنے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے

بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۝ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ

اسکی کچھ سند سو راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں پھر ہمنے بچادیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝

اپنی مہر سے اور جڑ کاٹی اُنکی جو جھٹلاتے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے

حضرت ہود حضرت نوح کے خاندان میں سے ہیں حضرت ہود کی امت قوم عاد کا ملک حضرموت تک عمان وغیرہ تھا اور ہرا بھرا شاداب ملک تھا قوم عاد کے لوگ بڑے قوی ساٹھ ساٹھ گز کے قد تک کے تھے عذاب کی آندھی آٹھ روز تک جو انپر چلی پہلے اس آندھی سے کھیتی کرنے والے لوگ اور اُنکے جانور ٹھنیاں کھا کھا کر گرے اور ہلاک ہوئے پھر شہروں کے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے قوم عاد نے بہت عمارتیں سنگین بنائی اور پہاڑوں پر یادگار کے لیے بہت مینار بنائے آندھی کے عذاب سے پہلے اُنپر قحط کا عذاب پھیلا تین برس تک سخت قحط رہا چند آدمی اُنمیں سے مکہ قحط کے رفع کی دعا مانگنے گئے مکہ میں ان دنوں عمالقہ لوگ جو حضرت نوح کے پوتے عملیق کی اولاد میں ہیں وہ رہتے تھے ابھی یہ دعا مانگنے والے لوگ مکہ میں ہی تھے کہ یہاں آندھی کا عذاب آنکر سب قوم ختم ہو گئی عذاب کے بعد حضرت ہود یمن کی طرف چلے گئے پھر حضرموت میں اُنکو وفات پائی وہیں آپکا مدفن ہے۔ معتبر سند سے تفسیر ابن ابی حاتم میں عبد اللہ ابن عمر اور طبرانی میں عبد اللہ بن عباس سے روایتیں ہیں کہ اس روز ہوا ایک انگوٹھی کے سوراخ کے برابر عادت سے زیادہ کھولی گئی تھی۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُنکے بھائی صالح کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اُسکے سوا تمکو پہنچ چکی ہے دلیل

مِّن رَّبِّكُمْ ۖ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً ۖ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ ۖ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ

تمہارے رب کی طرف سے یہ اونٹنی اللہ کی ہے تمکو نشانی سو اُسکو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اُسکو ہاتھ نہ لگاؤ

فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ

بری طرح پھر تمکو پکڑے گی دکھ کی مار اور وہ یاد کرو جب تم کو سردار کیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا زمین میں

تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا

بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے

فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا

پھرو زمین میں فساد کہنے لگے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اُسکی قوم میں سے غریب لوگوں کو جو

لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلَ بِهِ

ان میں یقین رکھتے تھے کیا تمکو معلوم ہے کہ صالح بھیجا ہوا ہے اپنے رب کا بولے ہمکو جو اُسکے ہاتھ بھیجا

مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَعَقَرُوا

یقین ہے کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے

ع ۱۰

منزل ۲

النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ

اونٹنی اور پھرسے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہمپر جو وعدہ دیتا ہے اگر تو بھیجا ہوا ہے

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ

پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر صبحکو رہ گئے اپنے گھرمین اوندھے پڑے پھر اولٹا پھرا اونسے اور بولا اے قوم مین پہنچا چکا

اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ○

ہون تم کو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہین چاہتے بھلا چاہنے والونکو۔

حضرت صالح بھی حضرت نوح کے خاندان میں سے ہیں قوم عاد کی ہلاکت کے بعد اُسی سرزمین میں قوم صالح کے لوگ جنکو ثمود کہتے ہیں لمبے بڑی بڑی عمر کے لوگ اس قوم میں ہوئے اینٹ مٹی کے مکان اونکی عمر بھر میں کافی نہوئے تو انھون نے پہاڑون کو تراش کر گھر بنائے نوعمری سے حضرت صالح انمین نبی ہوئے نصیحت کرتے کرتے بڈھے ہو گئے مگر انمین سے چند ہی شخص ایمان لائے سال بھر میں ایک روز انکی عیدگاہ ہوتا تھا اوس روز انھون نے حضرت صالح سے کہا کہ تم ہمارے ایک معجزے کی اپنے اللہ سے دعا کرو اور ہم تمہون سے اُسی معجزے کی خواہش کرتے ہیں اگر تمہارے خدا نے ہمارا معجزہ پورا کر دیا تو ہم تم کو سچا نبی جانکر تم پر ایمان لے آوینگے حضرت صالح نے اونسے کہا تم کیا معجزہ چاہتے ہو جندع بن عمرو ایک شخص ثمود میں سردار تھا اسنے پہاڑ میں سے حاملہ اونٹنی کے پیدا ہونے کا معجزہ چاہا حضرت صالح نے دو رکعت نماز پڑھکر پھر اللہ تعالی سے اونٹنی کے پیدا ہونیکی دعا مانگی فوراً پتھر سے اونٹنی پیدا ہوئی اور پھر اُس نے بچہ دیا یہ معجزہ دیکھکر جندع اور چند شخص ایمان لائے ثمود کے ملک میں پانی کی کمی تھی اسواسطے حضرت صالح نے یہ بات ٹھہرا دی تھی کہ ایک روز وہ اونٹنی پانی پیا کرے اور ایک روز لوگون کے جانور پانی پیا کرین یہ معجزہ کی اونٹنی تھی اور اسی کے سبب سے آخر ثمود کے سب جانور اور آدمی ہلاک ہونے والے تھے اسواسطے جس طرح انسان اور جنات کے سوا سب جانورون کو قبر کا عذاب معلوم ہو جاتا ہے اُسی طرح اور جانور اس اونٹنی سے ڈر کر بھاگتے تھے جاڑے میں اگر اونٹنی دھوپ میں جاتی تو سب جانور سایہ میں آنکر سردی کھاتے اور گرمی کے موسم میں اگر یہ اونٹنی چھاؤن میں جاتی تو بستی کے جانور دھوپ میں چلے جس کنوئین سے یہ اونٹنی پانی پیتی تھی اُس کا نام اونٹنی والا کنوان ثمود نے رکھدیا تھا یہ اونٹنی ایک دن پانی پینے جاتی تھی تو سب پانی کنوین کا پی لیتی تھی اُسوقت گردن اونچی کرتی تھی اسی طرح پھر دودھ بھی اتنا دیتی تھی کہ ثمود کے تمام گھرون کے برتن بھر جاتے تھے لیکن جانورون کے بدکنے اور پانی کے زیادہ پینے سے ثمود اُس اونٹنی کو بری نظرون سے دیکھنے لگے خصوصاً وہ لوگ جنکے پاس جانور زیادہ تھے وہ تو اُس اونٹنی کے جان کے دشمن ہو گئے آخر نو آدمیون کے گروہ نے ایکا کر کے ایک روز اُس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا قدار بن سالف ایک شخص ثمود میں بڑا شریر تھا پہلا تیر اُس نے اونٹنی کے مارا صحیحین میں عبداللہ بن زمعہ کی جو حدیث ہے کہ آنحضرت نے ایک روز خطبہ میں

اونٹنی کی ہلاکت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایک شخص شریر نے اوس اونٹنی کو ہلاک کیا وہ یہی شخص قدار بن سالف ہے
اس اونٹنی کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح نے ثمود سے فرمایا کہ اب تین روز میں تم پر عذاب آویگا شہر کے لوگ عذر
کرنے لگے کہ اُن نو آدمیوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا ہے ہم بے قصور ہیں آپنے فرمایا دیکھو اُسکے بچے کو ڈھونڈو اگر وہ بچہ
تمکو ملجاویگا تو شاید عذاب ٹل جاویگا وہ بچہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور پتھر میں غائب ہوگیا آخر ایک چنگھاڑ کی آواز
آسمان سے آئی اور کلیجہ پھٹ کر سب ہلاک ہوگئے ایک شخص ابو رغال حرم میں ہونے کے سبب سے کچھ دنوں بچ گیا جب
حرم سے نکلا تو وہ بھی ہلاک ہوگیا جسکی قبر طائف میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اُسکی قبر بتلائی ہے یہ
حجر مقام جہاں ثمود رہتے تھے تبوک کے راستہ میں ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے صحیحین میں روایت ہے کہ تبوک کی لڑائی کو
جاتے وقت جب آنحضرت اور صحابہ کا گذر اِس مقام پر ہوا تو آپنے صحابہ سے فرمایا کہ اُن ظالم لوگوں کے گھر جو کچھ باقی ہیں
اُنمیں تم لوگ ہرگز نہ گھسنا کہیں تم پر اسی طرح عذاب الٰہی نہ آجاوے جس طرح اونپر آگیا اور سوا اُس کنویں کے جس میں سے
وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اور کنویں کے پانی پینے سے بھی آپنے منع کردیا اور کچھ لوگوں نے اون کنوں کے پانی سے آٹا گوندھ
لیا تھا اُس آٹے کو آپنے آدمیوں کو نہیں کھانے دیا اونٹوں کو کھلوادیا غرض جب تک صحابہ وہاں رہے آپنے فرمایا ان مقامات
کو دیکھکر خوف کرو اور روتے رہو اور آپنے خوب منہ ڈھانککر چادر اوڑھ لی اور تیز قدم اُس مقام سے گذر گئے اِس حدیث سے
معلوم ہوا کہ اب بھی جس بستی میں قحط وبا یا کسی اور عام مرض کا عذاب ہو وہاں ضرورت سے آدمی جاوے تو اللہ سے
ڈرتا رہے اور بلا ضرورت وہاں کی کھانے پینے کی چیز اُنکا استعمال نکرے اور جلدی وہاں سے چلا آوے

منزل ۲

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ
اور لوط کو بھیجا جب کہا اُسنے اپنی قوم کو یہ بے حیائی تم سے پہلے نہیں کی یہ کسی نے جہان میں تم تو
لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے عورتیں چھوڑکر بلکہ تم لوگ حد پر نہیں رہتے اور کچھ جواب نہ دیا اُسکی قوم نے
إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ۝ فَأَنجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ
مگر یہی کہا نکالو اُنکو اپنے شہر سے یہ لوگ ہیں ستھرائی چاہتے پھر بچادیا ہمنے اُسکو اور اُسکے گھر والوں کو
كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۝ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ۝
مگر اوسکی عورت رہ گئی رہنے والوں میں اور برسایا اونپر برساؤ پھر دیکھ آخر کیسا ہوا حال گنہگاروں کا

ع ۱۲ / ۱۷

حضرت لوط کی امت جن بستیوں میں رہتی تھی وہ بڑی شاداب اور سرسبز بستیاں تھیں غیر بستیوں کے لوگ
شادابی کے سبب سے قوم لوط کی بستیوں میں اکثر آجایا کرتے تھے جسکی وجہ سے قوم لوط کو طرح طرح کی تکلیف ہوتی تھی
شیطان نے قوم لوط کو بہکایا کہ غیر بستیوں کے لوگ جو آویں اُنکے ساتھ جتنے نو عمر لڑکے ہوں اون لڑکوں سے

بدفعلی کیجاوے تو غیر لوگ تمہاری بستیون مین ہرگز نہ آوین گے شیطان کے بہکانے سے اور خوب صورت لڑکا بنکر انکو اغلام سکھانے سے اونھون نے ویسا ہی کیا اور پھر آئین وہ عادت جم گئی حضرت لوط نے ہر چند سمجھایا مگر انھون نے نہ مانا آخر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوس قدر ٹکڑا زمین کا اوکھیڑ کر اللہ کے حکم سے اولٹ دیا اور اون لوگون پر پتھرونکا مینہہ برسا جن پتھرون مین آگ کے شعلے بھی نکلتے اور سب لوگ ہلاک ہو گئے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ

اور مدین کو بھیجا اُنکے بھائی شعیب کو بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا صاحب اسکے سوا پہنچ چکی تمکو دلیل

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِی

تمہارے رب کی طرف سے سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا دو لوگونکو انکی چیزین اور مت خرابی ڈالو

الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ○ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ

زمین میں اُسکے سنوارے پیچھے یہ بھلا ہے تمہارا اگر تم کو یقین ہے اور مت بیٹھو ہر راہ پر

تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ

ڈرانے دیتے اور روکتے اللہ کی راہ سے جو کوئی یقین لاوے اسپر اور ڈھونڈتے اس میں عیب اور وہ یاد کرو

منزل ۲

قَلِیْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ○ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا

جب تھے تم تھوڑے سے پھر تمکو بہت کیا اور دیکھو آخر کیسا ہوا حال بگاڑنیوالونکا اور اگر تم میں ایک فرقے نے مانا ہو جو میرے

بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ○

ہاتھ بھیجا ایک فرقے نے نہین مانا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ اور وہ سب سے بہتر ہے فیصلہ کرنیوالا

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ

بولے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اسکی قوم کے ہم نکالدینگے اے شعیب تجکو اور جو یقین لائے ہیں تیرے ساتھ

مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ○ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا

اپنے شہر سے یا تم پھر آؤ ہمارے دین میں بولا کیا ہم بیزار ہون تو بھی ہمنے جھوٹ باندھا اللہ پر اگر

اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

پھر آوین تمہارے دین مین جب اللہ ہمکو خلاص کر چکا اس سے اور ہمارا کام نہین کہ پھر آوین اسمین مگر یہ کہ اللہ چاہے

رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ

رب ہمارا ہمارے رب کی سمائی میں ہے سب چیز کی خبر اللہ پر ہمنے بھروسا کیا اے رب فیصلہ کر ہمارا اور ہماری قوم کے بیچ انصاف کا اور

خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ○ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ

فیصل کرنے والا اور بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے اگر چلے تم شعیب کی راہ تو بیشک تم خراب ہوئے

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ○ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا

پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر صبحکو رہگئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو جیسے کبھی نہ بسے تھے

فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ○ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب پھر الٹا پھرا انسے اور بولا اے قوم پہنچا چکا تمکو

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ○

پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمہارا اب کیا غم کھاؤں نہ ماننے لوگوں پر

حضرت شعیب علیہ السلام کی امت میں مفسرین کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ حضرت شعیب کی دو امتیں ہیں اور سوا حضرت شعیب کے اور کوئی نبی دو امتوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا ایک امت انکی یہ قبیلہ ہے جسکا نام مدین ہے اور حضرت شعیب بھی اسی قبیلہ میں کے ہیں اسی واسطے اللہ تعالی نے حضرت شعیب کو اس قبیلہ کا بھائی فرمایا ہے اور دوسری امت بن کے رہنے والے لوگ ہیں جنکو سورہ شعرا میں اصحاب الایکہ فرمایا ہے اور بعضے مفسر کنوین والے لوگوں کو بھی جنکو سورہ فرقان اور سورہ قاف میں اصحاب الرس فرمایا ہے انکی ہی امت میں شمار کرکے یوں کہتے ہیں کہ حضرت شعیب تین امتوں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے ہیں لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر نے ان سب روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کنوین والے جنکو اصحاب رس فرمایا ہے وہ تو جدا ایک امت ہے جنکا ذکر سورہ فرقان مین آویگا ہاں اصحاب مدین اور اصحاب الایکہ ایک ہی امت کے لوگ ہیں جنمیں کم تولنے اور کم ناپنے کا رواج تھا اور یہی ایک امت کی ہدایت کیلئے حضرت شعیب بھیجے گئے ہیں یہ لوگ پیڑون کی بھی پوجا کیا کرتے تھے اسواسطے انکو اصحاب الایکہ یعنے پیڑون والے کہکر جو سورہ شعرا میں پتہ دیاہے وہاں حضرت شعیب کو انکا بھائی اس لئے نہیں فرمایا کہ کہین یہ وہم نہ پڑجاوے کہ حضرت شعیب بھی پیڑون کی پوجا مین شریک تھے اکثر مفسرونکا قول یہی ہے کہ حضرت شعیب نے بڑی عمر پائی ہے حضرت موسے کے وقت تک زندہ تھے اور ایک شخص قبطی کو مار کر مصر سے مدین کو جب حضرت موسے گئے تو انکی ملاقات حضرت شعیب سے ہوئی اور وہ دو بہنین جنکا قصہ سورہ قصص مین آویگا ان ہی حضرت شعیب کی بیٹیاں تھیں جنمین سے ایک کا نکاح حضرت موسے سے ہوا حضرت شعیب نابینا تھے اور بڑے فصیح تھے اسواسطے انکو خطیب الانبیا کہتے ہیں قرآن شریف مین حضرت شعیب کی امت کے عذاب کا تین جگہ ذکر ہے ایک یہاں سورہ اعراف مین زلزلہ کا ذکر ہے ایک سورہ ہود میں چنگھاڑ آسمانی کا ذکر ہے اور ایک سورہ شعرا مین عذاب کے بادل کا ذکر ہے جسمین سے آگ برسی تھی یہ تینوں عذاب ایک ساتھ اس طرح آئے کہ وہ لوگ اپنے گھروں مین تھے تو زلزلہ آیا

منزل ۲

جب گھروں سے باہر نکلے تو سخت گرمی معلوم ہوئی اور بادل کی صورت کا ایک ٹکڑا سایہ کا نظر آیا پہلے ایک شخص اون میں سے اُس سایہ میں گیا اور اُسنے سایہ کی ٹھنڈک کی تعریف کی اُسکی تعریف سنکر سب لوگ اُس چھاؤں میں چلے گئے اتنے میں آسمان سے ایک سخت چیخ کی آواز آئی اور پھر اُسی بادل سے آگ برسی جس سے سب لوگ ایکدم میں ہلاک ہو گئے یہہ تین قسم کا ایک ہی امت کا عذاب ہے بعضے مفسروں نے ہر ایک قسم کے عذاب کو ایک جدی امت کا عذاب خیال کر کے یہ کہا ہے کہ حضرت شعیب کئی امتوں کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے حقیقت میں یہ ایک ہی امت کا عذاب تین ٹکڑوں کا ہے اور اس امت کے ہر ایک ٹکڑے کے ساتھہ عذاب کے ایک ٹکڑے کا اللہ تعالی نے ذکر فرمایا ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِىٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۝

اور نہیں بھیجا ہمنے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا وہاں کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں شاید وہ گڑگڑاویں

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

پھر بدلدی ہمنے برائی کی جگہ بھلائی جب تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے پہونچ لی ہے ہمارے باپ دادوں کو بھی تکلیف

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝

اور خوشی پھر پکڑا ہمنے انکو ناگہان اور خبر نہ رکھتے تھے

اس ذکر سے یہ مطلب ہے کہ کفار قریش پچھلی امتوں کی بربادی کا حال سنکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے سے اور کفر سے باز آویں اور خدا سے ڈریں اسلئے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں اللہ تعالی نے رسول جو بھیجے تو ایسی حالت میں کہ وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا تھے اور نہایت ہی افلاس میں تھے پیسہ پیسہ کو محتاج تھے یہ اونکی جانچ تھی کہ دیکھیں وہ اس حالت میں بھی گڑگڑاتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں یا نہیں مگر وہ اس حالت میں بھی اپنے اُسی کفر اور گمراہی میں پڑے رہے آخر اللہ تعالی نے انکو بیمار سے تندرست بنادیا اور مال و اولاد سے مالا مال کر دیا کہ شاید اس حال میں وہ اللہ کا شکر بجا لاویں مگر وہ گمراہ ازلی تھے یہ کہنے لگے کہ تکلیف کی گھڑی ہمیشہ نہیں رہتی ہے یہ بھی گردش زمانہ ہے ایک وقت میں رنج دوسرے وقت میں خوشی یہ طریقہ قدیم سے یوں ہی چلا آرہا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے ہمارے بڑوں پر بھی ایسے ہی وقت گذر چکے ہیں اور خدا کی آزمائش نہیں سمجھے اور اُسکے حکم کو نہ مانا رسولوں کو جھٹلاتے رہے بخلاف مومنوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اُسکی آزمائش کو سمجھتے ہیں اور خوشحالی کے وقت خدا کا شکر ادا کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم میں صہیب رومی کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کو ہر وقت کیا خوشی اور کیا رنج میں ہمیشہ بہتری ہے کیونکہ جب اوسکو کوئی تکلیف پہونچتی ہے تو صبر کرتا ہے اور اُس کے حق میں بہتر ہوتا ہے اور خوشی ہوتی ہے تو خدا کا شکر کرتا ہے اور یہ بھی اُسکے حق میں بہتر ہے پھر اللہ پاک نے اونمیں کفار کا حال بیان کیا کہ وہ نہ تو تکلیف میں خدا کو یاد کرتے تھے نہ خوشی کی حالت میں اس لئے اللہ تعالی نے اونہیں

پکڑ لیا اور اس حال مین پکڑا کہ وہ اپنی حالت سے بالکل غافل تھے مجاہد کے قول کے موافق حتی عفوا کی تفسیر ہے
کہ جب ان لوگونکی تنگدستی جا کر انہین مال کی کثرت ہوگئی تو انھون نے یہ کہا کہ بڑونسے یہی تنگی فراخی چلی آتی ہے کوئی چیز جب بڑھ جاتی ہے
تو عرب یہ کہتے ہین قد عفی ذلک الشئی اس محاورہ کے موافق حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگرد مجاہد نے یہ تفسیر آیت کی قرار دی ہے ترجمہ مین
یہ جو لکھا ہے کہ جب تک بڑھ گئی اسکا مطلب بھی مجاہد کے قول کے موافق ہے کہ جب ان لوگون کی تنگدستی جا کر اون مین مال و متاع کی
کثرت ہو گئی تو اونھون نے یہ کہا کہ ہمارے بڑون سے یہی تنگی فراخی چلی آتی ہے یہ بات کچھ نئی نہیں ہے اور صہیب رومی
کی حدیث جو گذری اوسکو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتون اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے
کہ جو لوگ عقبیٰ کے سزا جزا کے منکر یا عقبیٰ کی سزا جزا سے غافل ہین وہ تنگی فراخی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کو بھولے رہتے ہین
اور جو لوگ ایماندار ہونے کے سبب سے عقبیٰ کی سزا جزا کے معتقد ہین وہ تنگی میں صبر کے اور فراخی مین شکر کے احکام الٰہی
کو کبھی نہیں بھولتے جسکا اجر بارگاہ الٰہی سے اونکو ضرور ملنے والا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا
اور کبھی بستیون والے یقین لاتے اور بچ چلتے تو ہم کھولدیتے اونپر خوبیان آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلانے لگے تو پکڑا ہم نے اونکو
كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ أَوَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُم
بدلا انکی کمائی کا اب کیا نڈر ہین بستیون والے کہ آپہنچے اونپر آفت ہماری راتون رات جب سوتے ہون یا نڈر ہین بستیون والے کہ آپہنچے
بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ يَلْعَبُونَ ۝ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۚ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ
آفت ہماری دن چڑھے جب کھیلتے ہون کیا نڈر ہوئے اللہ کے داؤ سے سو نڈر نہیں اللہ کے داؤ سے مگر جو لوگ خراب ہونگے

منزل ٢ ع ١٢

ان آیتون مین اللہ پاک اون لوگون کے حال سے خبر دیتا ہے جنکے پاس اوس نے اپنے رسول بھیجے اور اونھون نے رسولون
کو نہ مانا بلکہ اونکو جھٹلایا اسلئے فرمایا کہ اگر وہ لوگ ایمان لے آتے اور رسولون کی باتین مانتے اور اونکی راہ پر چلتے تو ہم آسمان
اور زمین تمام جگہ کی برکتین اونپر بھیجدیتے آسمان سے وہ مینہہ برستا کہ زمین بالکل سرسبز و شاداب ہو جاتی اور پیداوار
کی وہ کثرت ہوتی کہ کھلاتے کھاتے وہ تھک جاتے مگر اونھون نے رسولون کو جھٹلایا اسواسطے اللہ نے انکو اپنے عذاب
مین پکڑ لیا اور انکے کیے کا ایسا بدلہ دیا کہ آخر ہلاک ہی ہوگئے جانبر نہو سکے پھر اللہ پاک نے قریش کو اپنے عذاب سے ڈرایا
کہ کیا یہ بستیون اور گاؤن کے رہنے والے قریش بالکل بے خوف ہین کہ انپر عذاب نہ آئیگا یہ کہین نہین بچ سکتے ہین اگر
انپر راتون رات سوتے مین عذاب آجاوے یا دن کے وقت جب یہ لوگ کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہون تو
عذاب انکو آ کر پکڑ لے پھر فرمایا کہ خدا کی پکڑ سے وہی لوگ بے خوف رہتے ہین جنکے دلون مین خدا کا مطلق خوف نہیں
اور اسی وجہ سے ایسے لوگ کم عقلی سے اپنے آپ نقصان اوٹھاتے ہین ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالہ سے شداد بن اوس
کی معتبر سند کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بڑا کم عقل ہے جو عمر بھر

تنبیہ کی سزا جزا سے غافل رہے اور پھر عقبے میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کی توقع رکھے۔ ان آیتوں میں حکم عقلی کے سبب سے جن لوگوں کے نقصان اوٹھانے اور خراب ہو جانے کا ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُم بِذُنُوبِهِمْ

اور کیا سوجھ نہیں آئی انکو جو قائم ہوتے ہیں ملک پر وہان کے لوگونکی جانے بعد کہ ہم چاہیں تو انکو پکڑیں انکے گناہو نپر

وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝

اور ہم مہر کرتے ہیں انکے دلپر سو وہ نہیں سنتے

اللہ پاک نے اس آیۃ میں یہ بات بیان کی کہ یہ لوگ جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور راہ حق پر نہیں آتے کیسے بیخبر ہو رہے ہیں انسے پہلے جو لوگ گذرے ہیں جنکے یہ جانشین بنکر بیٹھے ہیں اونکے حال سے ذرا بھی خبر نہیں رکھتے کہ اونکا کیا حال ہوا اونھون نے رسولوں کو جھٹلایا اور دین حق سے روگردان رہے تو کس ذلت کے ساتھ وہ ہلاک ہوئے ہم چاہیں تو اونہیں قوموں کی طرح کیا انکو نہیں پکڑ سکتے ہیں ان پر عذاب نہیں بھیج سکتے ہیں یہ ان کے پکڑے جانے کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ انکے دلوں پر بھی ایسی مہر لگا دی کہ نصیحت سننے اور سمجھنے سے مجبور ہیں۔ ترمذی نسائی وغیرہ کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے آدمی کے دلپر زنگ لگ کر اسکا دل ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ کسی نیک بات کے اثر سے اوسکا دل نرم نہیں ہوتا اس آیۃ میں گنہگار نافرمان لوگونکے دلوں پر مہر لگ جانیکا جو ذکر ہے یہ وہی دلپر زنگ لگ جانے کی مہر ہے جسکا ذکر ابو ہریرہ رض کی اس حدیث میں ہے چنانچہ اسکی زیادہ تفصیل سورہ [illegible] میں گذر چکی ہے

منزل ۲

تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا

یہ بستیاں ہیں کہ سناتے ہیں ہم تجکو کچھ احوال انکا اور ان پاس پہنچ چکے انکے رسول نشانیاں لیکر پر

كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِن قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا

ہرگز نہ ہوا کہ یقین لاوین اس بات پر جو پہلے جھٹلا چکے یوں مہر کرتا ہے اللہ منکروں کے دلو نپر اور نپایا انکے

لِأَكْثَرِهِم مِّنْ عَهْدٍ ۖ وَإِن وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝

اکثروں میں سہنے نباہ اور اکثر ان میں پائے بےحکم

اوپر حضرت نوح کی امت کا حال تھا کہ اونھوں نے نبی وقت کا کہنا نہ مانا آخر طوفان سے ہلاک ہو گئے اسی طرح حضرت ہود کی امت قوم عاد سخت آندہی سے اور حضرت صالح کی امت قوم ثمود کڑک کی سخت آواز اور زلزلہ سے اور حضرت لوط کی امت پتھروں کے مینہہ سے اور حضرت شعیب کی امت زلزلہ اور انگارے برسنے سے جو ہلاک ہوئی ان سبکا حال بیان فرما کر اس آیۃ میں آنحضرت کی تسکین اور قریش کی تنبیہ خدا تعالیٰ نے جو فرمائی ہے

اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قریش بھی نبی وقت کی نصیحت نہ مانیں گے تو جس طرح گذشتہ امتوں کی بستیاں غارت ہو گئی ہیں اسی طرح یہ بھی غارت ہو جاویں گے غرض اوپر کئی رکوع میں جو قصے پچھلے انبیا اور پچھلی امتوں کے اللہ تعالی نے ذکر فرمائے یہ آیۃ ان سب قصوں کا نتیجہ ہے فما کانوا لیؤمنوا بما کذبوا من قبل اسکا مطلب یہ ہے کہ علم ازلی الٰہی میں پہلے ہی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے اسواسطے باوجود انبیا کی نصیحت کے یہ لوگ ایمان نہ لائے اور یوم المیثاق میں اللہ کی توحید کا اقرار جو انہوں نے کیا تھا اس عہد پر قائم نہ رہے حضرت آدم کی اور اولاد آدم کی پشت سے دنیا میں پیدا ہونے والی سب ارواحوں سے اللہ تعالے نے توحید کا عہد لیا ہے جس کا ذکر اس سورۃ میں آگے آویگا اوسی عہد کے دن کو یوم المیثاق کہتے ہیں اس عہد کے موافق اللہ تعالے ہر ایک روح کو اسلام پر پیدا کرتا ہے پیدا ہونے کے بعد جس نے سچے دل سے وہ عہد کیا تھا اور علم ازلی الٰہی میں اس کا اسلام کی حالت میں مرنا معلوم ہو چکا تھا وہ اسلام پر قائم رہتا ہے ورنہ کوئی شیطان کے بہکانے یا کافر ماں باپ کی صحبت سے سرے سے ایمان ہی نہیں لاتا اور کوئی عارضی طور پر ایمان لا کر آخیر کو اسی حالت کفر کے عمل کر کے مرتا ہے جو حالت علم ازلی الٰہی میں پہلے سے معلوم ہو چکی ہے اسی واسطے شریعت میں خاتمہ کا اعتبار ہے بیچ کی عارضی حالت کا اعتبار نہیں ہے اور آخری حالت کو اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ ان کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہہ کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے اسی طرح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ سے صحیح بخاری میں روایۃ ہے کہ بہت لوگ سارے عمر اہل جنت کے کام کرتے ہیں یہاں تک کہ جنت میں اور ان میں کچھ تھوڑا فرق رہ جاتا ہے آخر کو جو حالت اون کی علم ازلی الٰہی میں ٹھہر چکی ہے وہ حالت پیش آتی ہے اور آخر عمر میں اہل دوزخ کے کام کر کے دوزخی ہو کر وہ لوگ مرتے ہیں اسی طرح بہت لوگ تمام عمر اہل دوزخ کے کام کر کر جنتی ہو کر مرتے ہیں صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہر بچہ کو اللہ تعالی اسلام کی خصلت پر پیدا کرتا ہے پیدا ہونے کے بعد اس بچہ کے ماں باپ اسکو اپنے جیسا یہودی یا نصرانی یا آتش پرست بنا لیتے ہیں مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا میں ہر ایک بچہ کو خصلت اسلام اور توحید پر پیدا کرتا ہوں پھر اوس کے بڑے ہونے پر شیطان اوس کو سیدھے راستہ سے لگا لیتا ہے اور جس طرح اللہ تعالی نے یوم المیثاق میں توحید کا عہد لیا ہے اوسی طرح تسلیم رسالت ہر نبی وقت کا بھی عہد لیا ہے اور روحوں سے اوسی روز فرمایا ہے کہ دیکھو اس یوم المیثاق کا عہد یاد دلانے کو انبیا تمہارے پاس آویں گے اون کی اطاعت ضرور کرنا لوگوں نے اس کا اقرار بھی اللہ کے روبرو کر لیا ہے اس لئے جو بچہ چھوٹی عمر میں مرجاتا ہے اور دوسرے عہد کے پانے کی نوبت اوس کو نہیں پہونچتی اور تکلیفات شرعیہ اور اطاعت نبی وقت کے حاصل کرنے کا موقع اس کو میسر نہیں آتا بلکہ اوس موقع کے میسر آنے کے

منزل ۲

آنے سے پہلے وہ مرجاتا ہی اُسکی نجات کے لئے پہلا یوم المیثاق کا عہد کافی ہوجاتا ہے اور جو شخص تمیز کی عمر پانے کے بعد نبی
وقت کی اطاعت نکرے اُسکا پہلے کا عہد بھی جھوٹا اور ناکافی متصور ہوکر اُس سے مواخذہ کیا جاتا ہے تفسیر ابن جریر مین
روایت ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا چھہ روز کا ایک لڑکا مرگیا اُس لڑکے کی قبر مین اوتارتے وقت ضحاک نے لوگوں سے کہا اس لڑکے
کے کفن کا بندہن کھولدینا تاکہ سوال کے وقت اوسکو بیٹھنے مین آسانی ہو لوگون نے کہا اتنے چھوٹے بچے سے کیا سوال ہوگا
ضحاک نے کہا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اتنے چھوٹے بچون سے میثاق کی توحید کا قبر میں سوال ہوتا ہی اتنے
عمر والے بچون کو جو اطاعت نبی کا موقع نہ پاوین جسکو دوسرا میثاق کہتے ہیں یہہ پہلا میثاق کافی ہے اور جو میثاق ثانی کا
موقع پاکر اُسکا پابند نہوا اُسکا میثاق اول ناکافی اور جھوٹا ہے اس باب میں ابن جریر نے چند آثار صحابہ نقل کرکے بعض آثار
کو بعض سے قوت دی اور صحیح کہا ہے اور یہہ ایک مسئلہ ہے کہ ایسے مسائل مین آثار صحابہ کو مرفوع حدیث کا حکم ہی غرض
اسی عہد کی بابت اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ اکثر لوگونکو ہم نے بدعہد پایا جسکا مطلب اوپر کی حدیثون کے موافق یہہ ہے کہ بعض لوگ تو
سرے سے باوجود انبیا کی نصیحت کے ایمان ہی نہیں لائے اور بعضے لوگ آخری عمر میں بدعہد ہوکر مرگئے تفسیر سدی میں ہے کہ
جنبدن روحون سے اللہ تعالی نے عہد لیا اُس دن ان روحون نے جو اللہ کے علم مین ایماندار ٹھہر چکے تھین نہ دل سے اللہ کی
توحید کا اقرار کیا اور جو روحین اللہ کے علم مین دنیا میں آنیکے بعد ایماندار نہیں ٹھہر چکی تھین اونھون نے اوپر کے دل سے اور روحون
کے دیکھا دیکھی منافقون کے ایمان کی طرح توحید کا اقرار کرلیا وہی لوگ دنیا مین آنکر باوجود انبیا کی نصیحت کے ایمان نہ لائے یا
لائے تو منافق رہے معتبر سند سے ترمذی ابوداؤد وغیرہ میں حضرت عمر رضہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جسوقت اللہ تعالی نے یوم المیثاق مین آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کی پشت سے روحون کو نکالا اُسی وقت اللہ تعالی
نے اپنے علم ازلی کے موافق جنتی اور دوزخی روحون کو الگ الگ کرکے یہ فرمادیا تھا کہ ان سب روحون میں اس قدر روحین
جنتی لوگون کی ہیں اور اُس قدر روحین دوزخی لوگون کی اس حدیث سے سدی کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ
علم ازلی مین جو لوگ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے دوزخی ٹھہرے اس حدیث کے موافق اُنکا یوم المیثاق کا عہد علم الٰہی مین
سچا عہد نہین تھا یہی مطلب سدی کے قول کا ہے دلپر زنگ کی مہر لگ جانی کی ابوہریرہ کی حدیث اوپر گذرچکی ہی وہی
حدیث ان آیتون کے مہر کے ذکر کی تفسیر ہے جن ضحاک بن مزاحم کا ذکر اوپر گذرا یہ ضحاک طبقہ اعمش کے تابعیون
میں ہیں تقریب میں اونکو صدوق لکھا ہے اور امام احمد نے ان ضحاک کو ثقہ کہا ہے تفسیر کے باب مین ان ضحاک کا
شمار سعید بن جبیر مجاہد عکرمہ کے طبقہ میں کیا جاتا ہے۔ سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ سعید بن جبیر مجاہد عکرمہ اور
ضحاک تفسیر کے ماہر لوگون میں ہیں ان چارون سے تفسیر کی روایتین لینی چاہیئن اگرچہ بعضے سلف کا قول ہے
کہ ان ضحاک کو عبداللہ بن عباس سے ملاقات کا موقع نہین ملا مگر اس بات پر سلف کا اتفاق ہے کہ سعید بن جبیر اور ان
ضحاک سے ملاقات ہوئی اور اونھون نے تفسیر کے باب کی روایتین سعید بن جبیر سے حاصل کین اس سے معلوم ہوا کہ حضرت

منزل ۲

عبداللہ بن عباس اور ضحاک ہیں اگر واسطہ ہے تو سعید بن جبیر کا ایک ثقہ واسطہ ہے اسی واسطے سفیان ثوری نے ان ضحاک کو حضرت عبداللہ ابن عباس کے شاگردون کی ذیل مین رکھا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

پہر بہیجا ہمنے اُنکے پیچھے موسی کو اپنی نشانیان دیکر فرعون اور اُسکے سردارون پاس پہر زبردستی کی اُنکے ساتہ

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ

سو دیکہہ آخر کیسا ہوا حال بگاڑنیوالونکا اور کہا موسے نے اے فرعون میں بہیجا ہوا ہون جہان کے صاحب کا قائم ہون اسپر کہ

لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝

نہ کہون اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے لایا ہون تم پاس نشانی تمہارے رب کی سو رخصت کر میرے ساتہہ بنی اسرائیل کو

قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ

بولا اگر تو آیا ہے کچہہ نشان لیکر تو وہ لا اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اُسی وقت

ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ

وہ ہوا اژدہا صریح اور نکالا اپنا ہاتہہ تو اوسی وقت وہ سفید نظر آیا دیکہنے والونکو بولے سردار فرعون کی قوم کے

هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ

بیشک کوئی بڑا جادوگر ہے نکالا چاہتا ہے تمکو تمہارے ملک سے اب کیا مشورت دیتے ہو بولے ڈہیل دے اسکو اور اُسکے

وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا

اور بہیج پرگنون مین نقیب کہ لادین تجہہ پاس جو ہو بڑا جادوگر اور آئے جادوگر فرعون پاس بولے ہماری

لَأَجْرًا إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ۝ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّا

کچہہ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے بولا ہان اور تم میرے پاس رہا کروگے بولے اے موسی یا تو ڈال یا ہم

أَنْ نَكُونَ نَحْنُ الْمُلْقِينَ ۝ قَالَ أَلْقُوا ۖ فَلَمَّا أَلْقَوْا سَحَرُوا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرٍ

ڈالتے ہیں کہا تم ڈالو پہر جب ڈالا باندہ دین لوگون کی آنکہین اور ادنکو ڈرادیا اور کر لائے بڑا

عَظِيمٍ ۝ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۖ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ

جادو اور ہمنے حکم بہیجا موسی کو کہ ڈالدے اپنا عصا تبہی وہ لگا نگلنے جو سانگ وہ بناتے تہے تب ثابت ہوا حق اور

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوا صَاغِرِينَ ۝ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ۝ قَالُوا آمَنَّا

ہوا جو کچہہ وہ کرتے تہے تب ہارے اُسجگہ اور پہرے ذلیل ہوکر اور ڈالے گئے ساحر سجدے میں بولے ہمنے مانا

ع ۱۳ ۹ منزل ۲

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا

جہانکے صاحب کو جو صاحب موسی اور ہارون کا بولا فرعون تم نے مان لیا اسکو ابھی بینے حکم نہین دیا تمکو یہ

لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِى الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

مکر ہے کہ باندہ لائے ہو شہر مین کہ نکالو یہان سے اسکے لوگونکو سو اب تم جانوگے مین کاٹونگا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَ

اور دوسرے پاؤن پہر سولی چڑہاونگا تم سب کو بولے ہمکو اپنے رب کی طرف پہر جانا ہے اور

مَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

تو ہمسے بھی بیر کرتاہے کہ مانین ہمنے اپنے رب کی نشانیان جب ہم تک پہنچین اے رب دہانے کھولدے ہمپر صبر کے

وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝

اور ہمکو مار مسلمان

ع ۱۴/۱۸

منزل ۲

اوپر کی آیتون میں اللہ تعالی نے حضرت نوح اور ہود اور صالح اور لوط اور شعیب کا ذکر فرماکر ان آیتون میں حضرت موسے اور انکے معجزون کا ذکر فرمایا ہے معجزہ ایک ایسی عادت سے باہر عاجز کرنے والی چیز کو کہتے ہیں جس کا ظہور بدون تائید غیبی کے نہ ہوسکے اور خلقت اوس جیسی چیز کے ظاہر کردینے سے عاجز ہو معجزہ اور جادو میں یہ فرق ہے کہ معجزہ مین عادت سے باہر جو چیز خدا تعالی انبیا کی تصدیق کے طور پر پیدا کرتا ہے وہ اصلی چیز ہوتی ہے مثلاً حضرت صالح کے معجزہ سے جو اونٹنی پتھر مین سے پیدا ہوئی وہ در اصل اونٹنی ہی تھی لوگون نے مدت تک اسکا دودہ پیا اور حضرت عیسے جو مردہ کو زندہ کرتے تھے وہ درحقیقت وہی مردہ شخص ہوتا تھا اور حضرت کی انگلیون سے جو پانی کا چشمہ بہا وہ در اصل پانی ہی تھا لوگون نے پیا اور انکی پیاس بجھی جادو میں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی غریب جادوگر ٹھیکریون کے روپے بنادے تو درحقیقت وہ روپے ہوجاوین ایسا ہوتا تو کوئی جادوگر دنیا مین تنگ حال کیون نظر آتا اور یہ جادوگر محتاجون کی طرح فرعون سے اپنے جادو کے کام کی مزدوری کیون مانگتے جادو کی اصل اتنی ہی ہے کہ لوگون کے دیکھنے مین جادو کے اثر سے ٹھیکریان روپے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ٹھیکریان ہی رہتی ہیں جس طرح حضرت نوح کے معجزے سے چند آدمیون کے سوا ساری دنیا طوفان سے ہلاک ہوگئی حضرت ہود کے معجزہ سے آندہی نے اور حضرت صالح کے معجزہ سے زلزلہ نے اور حضرت شعیب کے معجزہ سے سنگباری نے شہر کے شہر غارت کردئے یہ اثر اور زور جادو مین ہوتا تو بادشاہان زمانہ کی فوج کو ہلاک کرکے بہت سے جادوگر شہنشاہ بنجاتے غرض کئی سو اونٹون پر اپنی لکڑیان اور رسیان لادکر فرعون کے وقت کے جادوگر جو لائے تھے جب انھون نے دیکھا کہ حضرت موسے کی ایک لکڑی نے انکا سب جادو درہم برہم کردیا اور یہ بھی اونھون نے

دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی لکڑی کا اثر جادو تھا ہوتا تو وہ کئی سو اونٹ کے بوجھ کی اصل لکڑیان اور رسیان تھی آخر باقی رہجاتین جب اون سب کو اس لکڑی نے نگل لیا تو یہ جادو کے اثر سے بڑھ کر ایک چیز ہے اسلئے فوراً وہ سب جادوگر ایسے پکے مسلمان ہوگئے کہ پھر فرعون کے ڈرانے سے بھی نہ ڈرے یہ بھی ایک حکمت الٰہی ہے کہ اُسوقت کی قوم مین جس چیز کا کمال مشہور تھا نبی وقت کو اسی قسم کا معجزہ دیکر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تاکہ نبی کی نبوت کا لوگون کو جلدی یقین ہوجائے مثلاً فرعون کے زمانہ مین جادو کا بڑا زور تھا جادو سیکھنے کی جاگیرین لوگونکو فرعون دیتا تھا یہ وہی جاگیردار جادوگر تھے جنکو دیہات سے فرعون نے حضرت موسےٰ کے مقابلہ کیلئے بلوایا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو اسی قسم کا معجزہ دیا حضرت عیسےٰ کے زمانہ مین یونانی طب کا بڑا زور تھا اسلئے حضرت عیسےٰ کو کوڑہی۔ مادرزاد اندہے کے اچھا کرنے مردے کے جلانے کا معجزہ دیا جس سے حکیم عاجز ہوگئے حضرت کے وقت مین فصاحت و بلاغت عرب کا بڑا زور تھا اسلئے قرآن شریف مین وہی معجزہ رکھا گیا پہلے اہل عرب سے کہا گیا کہ دس سورتین قرآن شریف کی فصاحت اور بلاغت کے موافق بناؤ جب دس سورتون سے وہ عاجز ہوگئے تو ایک ہی سورہ کے بنانے کو کہا گیا تھا آخر عاجز ہوگئے اور کچھ نہ بن سکا حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتون کے شروع مین حضرت موسےٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کا اور اون کو معجزات کے دئے جانے کا ذکر ہے اور پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام اور فرعون سے مناظرہ ہوکر اس مناظرہ مین فرعون حضرت موسےٰ علیہ السلام سے معجزہ جو طلب کر رہا ہے اُوسکا اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے عصا کے اژدہا بنجانے کا اور ید بیضا کا معجزہ جب فرعون کو دکھایا اور اوسنے اوسکو جادو بتلایا اسکا پھر جادوگرون اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابلہ کا اور جادوگرون کا مقابلہ سے عاجز ہوکر شریعت موسوی کے تابع ہوجانے کا یہ سب ذکر ان آیتون مین مختصر طور پر ہے سورہ طٰہٰ اور سورہ شعرا مین اس قصہ کی تفصیل زیادہ آویگی۔ سورہ بقر مین گذر چکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل اونکی اولاد کو کہتے ہین حضرت موسےٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چار سو برس پہلے اولاد یعقوب مین سے حضرت یوسف علیہ السلام جس طرح ملک شام سے مصر مین آئے اوسکا ذکر مفصل طور پر تو سورہ یوسف مین آویگا یہان اسی قدر ذکر کافی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی مصر کی سکونت کے سبب سے بنی اسرائیل مصر مین آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل مصر مین ذلیل حالت سے رہتے تھے اسلئے اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت موسےٰ کو یہ تھا کہ حضرت موسےٰ مصر سے بنی اسرائیل کو انکا اگلا اُنکے قدیمی وطن ملک شام مین اونہین آباد کرین اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہان فرعون سے اور باتین کین وہان یہی فرمایا فارسل معی بنی اسرائیل جسکا مطلب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اُس حکم کی تعمیل ہے جسکا ذکر اوپر گذرا +

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ

اور بولے سردار قوم فرعون کے کیون چھوڑتا ہے موسیٰ کو اور اسکی قوم کو کہ دہوم اٹھاوین ملک مین اور موقوف

منزل ۲

وَآلِهَتَكَ قَالَ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُونَ ۝ قَالَ

کرے تجکو اور تیرے ... تو نکو بولا اب ہم مارینگے انکے بیٹے اور جیتے رکھینگے انکی عورتین اور انپر ہم زور آور ہین موسے

مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ

نے کہا اپنی قوم کو مدد مانگو اللہ سے اور ثابت رہو زمین ہے اللہ کی وارث کرے اسکا جسکو چاہے

عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا

اپنے بندون مین اور آخر بھلا ہے ڈروالونکا بولے ہمپر تکلیف رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو ہم مین آچکا کہا نزدیک

قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝

ہے کہ رب تمہارا کھپا دے تمہارے دشمن کو اور نائب کرے تم کو ملک مین پھر دیکھے تم کیسا کام کرتے ہو

ع ١٥ ٣ ٥

منزل ٢

فرعون چھہ سو برس دنیا مین زندہ رہا اور چار سو برس تک بادشاہی کی اس عرصہ مین کوئی تکلیف اسکو نہیں ہوئی سر مین درد تک نہوا اگر ایک روز بھی بھوکا رہتا یا کوئی تکلیف اوٹھاتا تو خدائی کا دعوی بھول جاتا آنے موسے علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے یہ حکم دے رکھا تھا کہ جو بچہ پیدا ہو اگر لڑکا ہو تو مار ڈالا جائے اور لڑکی ہو تو چھوڑ دی جائے سورہ قصص مین جو ذکر حضرت موسے علیہ السلام کا آویگا اسکے موافق جب موسے علیہ السلام پیدا ہوگئے اور فرعون ہی کے گھر مین پرورش پاکر سیانے ہوگئے تو اسنے وہ حکم موقوف کر دیا اب جو حضرت موسے نے رسالت کا دعوے کیا اور جادوگرون پر غالب ہوکر خدا کا پیغام لوگونکو پہونچانے لگے تو فرعون کے وزیرون امیرون نے فرعون کے پاس جاکر بطور مشورہ یہ بات کہی کہ موسے اور اسکے پیروی کرنے والون کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے ورنہ یہ لوگ آپکی رعیت کو بہکا بہکا کر آپکی طرف سے پھیر دینگے اور خدا کی طرف متوجہ کر دینگے اور انکو اور آپکے دین و آئین کو اور معبودونکو چھوڑ دین گے تو پھر فرعون نے بطکر وہی اگلا حکم جاری کرنے کو کہا ہم انکے لڑکونکو قتل کر ڈالین گے اور لڑکیون کو چھوڑ دین گے ہمارے سامنے ان لوگونکی کیا ہستی ہے ہم سب کے زبردست ہین جب بنی اسرائیل کو اسبات کی خبر پہونچی کہ وہ ملعون پھر ایسا ارادہ کرتا ہے تو موسی علیہ السلام سے اسکی شکایت کی آپ نے یہ جواب دیا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو آخر مین خدا سے ڈرنے والون کو بھلائی اور بہتری ہوگی گویا موسے علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرعون پر فتح پانے کا وعدہ کیا تو انکی قوم نے کہا کہ ہماری تو ہمیشہ یہی حالت رہی کہ جب آپ نہین تھے جب بھی اسی مصیبت مین گرفتار تھے کہ ہمارے لڑکے قتل کیے جاتے تھے اور ابھی بھی وہی تکلیف ہے یہ کمبخت پھر وہی حکم جاری کر رہا ہے کہ ہمارے لڑکے قتل کیے جاوین اور لڑکیان چھوڑ دی جاوین حضرت موسے نے فرمایا گھبراؤ نہین بہت جلد خدا تمہارے دشمنون کو غارت کریگا اور یہ کافر مع اپنے ہوا خواہون کے ہلاک ہوگا اور تم لوگ دنیا مین سلطنت کی باگ ہاتھ مین لوگے پھر اللہ تعالی تمہین آزماویگا کہ تم کیا عمل کرتے ہو چنانچہ یہ بات ظہور مین بھی آئی کہ فرعون مع اپنے لشکر کے دریا مین غرق ہوگیا اور بنی اسرائیل نے اسکے ہاتھ سے نجات پائی

اور داؤد و سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں سارے ملک مصر پر بنی اسرائیل کا قبضہ ہوگیا اور پھر بنی اسرائیل نے وہ برے عمل کئے جنکا ذکر جگہ جگہ قرآن میں ہے صحیح بخاری و مسلم مین عمروؓ بن عوف انصاری کی ایک بڑی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو اپنی امت کی تنگدستی کی حالت کا کچھہ خوف نہیں بلکہ مجھکو یہ خوف ہے کہ جب انکو پچھلی امتون کی طرح فارغ البالی ہوجاویگی تو انمین طرح طرح کے فساد پیدا ہوجاوینگے۔ اس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ ان آیتون اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب پیدا ہوا کہ جس طرح حضرت موسی علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی فارغ البالی کے زمانہ کے فساد کا خوف تھا وہی خوف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی فارغ البالی کے زمانہ کا تھا اور اسی خوف کا ظہور جس طرح بنی اسرائیل میں ہوا اسی طرح امتہ محمدیہ مین ہوا فرعون نے اپنی صورت کے بت بنا کر لوگون کو پوجا کے لئے دے رکھے تھے اور اپنے آپ کو بڑا خدا اور ان مورتون کو چھوٹے خدا کہتا تھا۔

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝

اور ہمنے پکڑا فرعون والونکو قحطون مین اور میوونکے نقصان میں شاید وہ دھیان کرین

فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ

پھر جب پہنچے انکو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے واسطے اگر پہونچتی برائی شومی بتاتے موسی کی

وَمَن مَّعَهُ ۗ أَلَا إِنَّمَا طَائِرُهُمْ عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

اور اسکے ساتھ والون کی سن لو شومی انکی اللہ ہی پاس ہے پر اکثر لوگ نہین جانتے

منزل ۲

اللہ پاک نے فرعون اور اسکے ساتھیون کا امتحان لیا کہ قحط ڈالدیا درختون مین پھل لگنے موقوف ہوگئے کھجور کے درختون مین ایک ایک کھجو پھلتی تھی چشمہ نیل بالکل خشک ہوگیا مینھہ برسنا بند ہوگیا یہ جانچ تھی کہ شاید مصیبت کے وقت میں انکے دل نرم ہوجاوین اور خدا سے رجوع ہون اور رسول کی باتون کو مانین مگر کچھہ بکار آمد نہ ہوا اپنے کفر پر جمے رہے پھر اللہ پاک نے فرمایا جب یہ تکلیف دور ہوگئی اور آرام کی گھڑی آگئی تو کہنے لگے ہم اسی کے مستحق تھے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہونچتی تو موسے علیہ السلام پر یہ بات دھرتے اور کہتے کہ انکے باعث سے یہ سال نحس ہوا اور یہ نہ سمجھتے کہ خوشی کا وقت خدا کے فضل سے نصیب ہوا اور رنج کی گھڑی اسکی آزمائش ہے اسلئے فرمایا کہ خوشی اور تکلیف سب خدا ہی کی طرف سے ہے اس مین کسی کی نحوست کو کچھہ دخل نہین ہے یہ سب خدا کی طرف سے ہے لیکن اکثر لوگ انکو اس کی سمجھہ نہیں صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی کی ممانعت فرمائی ہے۔ صحیح سند سے ترمذی ابوداؤد وغیرہ مین عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدفالی کو شرک فرمایا ہے بدفالی مین تقدیر الٰہی کا انکار اور بدفالی کی چیزون مین مستقل طور پر ضرر رسانی کا اعتقاد پایا جاتا ہے اسی کو اللہ کے رسول نے شرک فرمایا ہے کیونکہ سوا اللہ تعالی کی ذات کے اور کسی چیز مین مستقل طور پر ضرر رسانی

کی قدرت نہیں ہے ترمذی اور مسند امام احمد کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات کسی شخص کے ضرر پہونچانے کا ارادہ کرے تو بھی بغیر حکم اللہ تعالیٰ کی کوئی اُس شخص کو ضرر نہیں پہونچا سکتا ۔

وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهِ مِنْ آيَةٍ لِتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَ

اور اکثر کہنے لگے جو تو لاوے گا ہم پاس نشانی کہ ہمکو اُس سے جادو کرے سو ہم تجھکو نہ مانیں گے پھر ہم نے بھیجا اُن پر غرقاب اور

الْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُجْرِمِينَ ۝

ٹڈی اور چیچڑی اور مینڈک اور لہو کتنی نشانیاں جدی جدی پھر تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار ۔

ان آیتوں میں اللہ پاک نے فرعون اور اُسکی قوم کے کفر اور سرکشی کا حال بیان کیا کہ وہ موسے علیہ السلام سے کہتے تھے کہ تم معجزہ کے طور پر جو نشانی لاؤ گے ہم اسکو نہیں مانیں گے یہ جو تم عجائبات دکھلاتے ہو خدا کا دیا ہوا معجزہ نہیں ہے تم ایک جادوگر ہو ہم پر جادو کرتے ہو اور ہماری نظر بندی کر دیتے ہو جس سے یہ تماشے دکھلائی دیتے ہیں اللہ پاک نے طوفان بھیجدیا اتنا مینہ آسمان سے برسا کہ راستوں اور گلیوں کا تو کیا ذکر گھروں میں پانی پانی ہو گیا ہر شخص کے گلے تک پانی تھا جو کوئی اُس پانی میں کھڑا رہا اُسکی جان بچ گئی جو گھبرا کر بیٹھ گیا وہ غرق ہوا یہ پانی سات روز برابر برستا رہا لوگ چلنے پھرنے کہیں آنے جانے سے مجبور ہو گئے آخر عاجز آکر ان لوگوں نے موسے علیہ السلام سے کہا کہ اپنے خدا سے دعا کرو کہ پانی کھل جاوے ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے موسے علیہ السلام نے دعا کی پانی کھل گیا غلے میوے پھر پیدا ہونے لگے رستے خشک ہو گئے ایک مہینہ تک اسی حال میں رہے پھر موسے علیہ السلام سے کہنے لگے ہم تم پر ایمان نہیں لاوینگے اور نہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے اللہ پاک نے ٹڈیوں کو حکم کر دیا وہ انکے شہر میں آکر کھیتوں کو نقصان پہونچانے لگیں جس درخت پر بیٹھ گئیں اوسکو صاف کر دیا انکے مکانوں پر بیٹھ کر چھتوں کی کڑیوں اور چوکھٹوں کو کھانے لگیں مکان گرنے لگے پھر اونھوں نے موسے علیہ السلام سے التجا کی کہ آپ اپنے خدا سے دعا کریں کہ یہ بلا ہم سے دور ہو ہم آپ پر ایمان لا دیں گے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے حضرت موسے نے دعا کی ٹڈیاں سب دفع ہو گئیں پھر یہ لوگ نہ ایمان لائے اور نہ بنی اسرائیل کو چھوڑا اور غلے گھروں میں جمع کر کے کہنے لگے ہم نے اپنا بندوبست کر لیا ہے اللہ پاک نے گھن کو بھیجدیا اُس نے سارے غلہ کو کھا کر دیا اور ہر جگہ گھن کے کیڑے نظر آنے لگے پھر مجبور ہو کر حضرت موسے علیہ السلام سے دعا کو کہا آپ نے دعا کی اللہ پاک نے گھن کو رفع دفع کر دیا پھر یہ لوگ نہ ایمان لائے اور نہ بنی اسرائیل کو ساتھ کیا اللہ پاک نے مینڈک بھیجدئے کہیں مینڈک کھانے پینے کی سب چیزوں میں مینڈک برتنوں میں مینڈک آدمیوں کی ٹھوڑیوں تک مینڈک کا انبار ہو گیا لوگوں کو منہ کھولنا مشکل تھا اگر بات کرنی بھی چاہتے تو مینڈک منہ میں چلا جاتا آخر حضرت موسے سے دعا کو کہا انکی دعا سے مینڈکوں کو بھی اللہ پاک نے رفع کر دیا مگر پھر یہ لوگ ایمان

منزل ۲

نہیں لائے اور نہ بنی اسرائیل کو چھوڑا تو اللہ پاک نے اونکے واسطے دریا نہرون اور کنووں کے پانی کو خون کر دیا لوگوں نے فرعون سے شکایت کی ہم کو پانی نہیں ملتا اوس نے کہا کہ موسے نے تم پر جادو کر دیا ہے کہنے لگے کہ جادو کیسا ہم مشکون میں پانی بھر کر رکھتے ہیں اور پھر وہ سارا پانی خون ہو جاتا ہے ناچار پھر موسے علیہ السلام کے پاس جا کر دعا کے طلبگار ہوئے موسے علیہ السلام نے دعا کی یہ آفت بھی ٹل گئی مگر وہ لوگ ایمان نہ لانا تھا نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو جانے دیا اپنے تکبر اور نخوت مین پڑے رہے اپنے اقرار اور وعدے توڑ توڑ کر مجرم ہوئے ترمذی ابو داؤد وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عمر کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ علم ازلی میں جو لوگ دوزخی ٹھہر چکے ہیں اونکو انبیا کی نصیحت انبیا کے معجزے کوئی چیز راہ راست پر نہیں لا سکتے یہ حدیث ان آیتون کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیتون اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ فرعون اور اوسکی قوم کے لوگ ازلی دوزخی تھے اسلئے اگرچہ پے درپے وہ معجزے دیکھے جنکا ذکر ان آیتون میں ہے لیکن اسپر بھی وہ لوگ راہ راست پر نہ آئے اور آخر غرق ہو کر بڑی خرابی سے مرے اور سیدھے جہنم کو چلے گئے۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِندَكَ ۖ لَئِن كَشَفْتَ

اور جس بار پڑا اپنر عذاب بولے اے موسی پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا تجکو سکھا رکھا ہے اگر تو نے اوٹھایا

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا

یہ عذاب تو بیشک تجکو مانینگے اور رخصت کرینگے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہمنے اوٹھالیا

عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ۝

ان سے عذاب ایک وعدے تک کہ انکو پہنچنا تھا تب ہی منکر ہو جاتے

منزل ۲

اس آیۃ کے متعلق دو قول ہیں بعض مفسرون نے یہ لکھا ہے کہ یہ آیۃ اوپر کی آیتون کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے جو فرعون اور اوسکی قوم پر اوپر کی آیتون مین پانچ عذاب طوفان اور ٹڈیان اور گھن اور مینڈک اور خون بھیجکر برباد کیا اوسی کا بیان فرمایا ہے کہ جب اپر عذاب ایک کے بعد ایک آتا گیا تو اون لوگون نے موسے علیہ السلام سے کہا کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ یہ عذاب ہمپر سے دفع ہو جاوے کیونکہ خدا نے تمہیں رسول بنا کر بھیجا ہے تم سے ہر ایک دعا کے پورا کرنیکا وعدہ کیا ہے اگر تمہاری دعا سے یہ بلائین ٹل جاوین گی تو ہم تم پر ایمان بھی لاوینگے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ کر دیوینگے پھر اللہ پاک نے یہ بیان کیا کہ ہم نے اونکے وعدے اور اقرار کرنے پر یہ عذاب اوسوقت تک اوٹھا رکھا جب تک وہ قلزم مین غرق ہوئے تب بھی تو وہ ایمان نہین لائے منکر کے منکر رہے اور دوسری تفسیر اس آیۃ کی یہ کی گئی ہے کہ رجز طاعون کو کہتے ہیں جیسا کہ صحیحین کی ایک حدیث مین اسامہؓ سے روایت ہے کہ طاعون ایک رجز ہے بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا اوس حدیث میں یہ بھی ہے کہ تم جب سنو کہ کسی جگہ طاعون ہے تو وہان نہ جاؤ اور جس بستی مین طاعون ہو وہان سے نکلکر نہ بھاگو اس تفسیر کی رو سے یہ چھٹا عذاب اون لوگون

پر تھا جو انپر پانچون عذابون کے بعد نازل ہوا فرعون کے یہان بنی اسرائیل اور ایک دوسری قوم قبط تھی ہر روز قبط کی قوم مین سے ستر ہزار آدمی اس طاعون سے ہلاک ہوئے تھے موسے علیہ السلام سے ان لوگونکا یہ وعدہ تھا کہ اس بلا کے دفع ہونیکے بعد ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دینگے جہان جی چاہے لیجانا اصل مین بنی اسرائیل کو فرعون نے اپنا قیدی بنا رکھا تھا اور اونسے طرح طرح کی ذلت اور خواری کے کام لیتا تھا اور اونکو کہین جانے آنے نہیں دیتا تھا بہرحال جب بلائین ٹل گئین تو فرعون اور اوسکی قوم نے اپنا وعدہ وفا نہ کیا اور قول و قرار توڑ ڈالا حضرت عبداللہ بن عباس رض کے شاگردون مین سے پہلا قول مجاہد کا ہے اور دوسرا قول سعید بن جبیر کا۔ حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین پہلے قول کو ترجیح دی ہے۔ اس تفسیر کے مقدمہ مین بھی یہ گذر چکا ہے کہ جہان حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردون مین اختلاف ہو وہان مجاہد کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ترمذی ابو داؤد وغیرہ کے حوالہ سے اوپر حضرت عمر رض کی حدیث جو گذر چکی ہے اوسکو اس آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ فرعون اور اوسکی قوم نے ہر دفع کے عذاب کے ٹل جانے کے عہد شکنی اس سبب سے کی کہ ان لوگون کے سر پر ازلی نافرمانی سوار تھی اس لئے پے درپے معجزے دیکھنے کے بعد بھی یہ لوگ راہ راست پر نہ آئے اور اس قوم کے جادوگر لوگ جو علم ازلی میں آخری عمر تک کے نافرمان نہیں قرار پائے تھے وہ فقط ایک ہی معجزہ دیکھکر راہ راست پر آگئے۔

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ
پھر ہمنے بدلا لیا انسے پھر ڈبو دیا گہرے پانی میں اسپر کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور کر رہے اونسے تغافل اور وارث کیا ہمنے انکو جو

كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ
لوگ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کا جسمین برکت رکھی ہے ہمنے اور پورا ہوا

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ
نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اسپر کہ وہ ٹھیرے رہے اور خراب کیا ہمنے جو بنایا تھا فرعون

وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝
اور اوسکی قوم نے اور انگور جو چڑھاتے چھتریونپر

منزل ۲

جب یہ پانچون یا چھون عذاب انپر ایک کے بعد ایک۔ ایک ایک ہفتہ کے فاصلہ سے آتے گئے اور موسے علیہ السلام اونکو پہلے جا کر کہہ آتے تھے کہ فلان عذاب تم پر آویگا اور وہی عذاب انپر آتا تھا اور آخر موسے علیہ السلام کی دعا کرنے سے وہ بلا ٹلتی بھی گئی لیکن یہ لوگ ایمان نہین لائے تو ایک روز آدھی رات کو سارے شہر میں وبا پھیل گئی اور ہر شخص کا اکلوتا بیٹا مرنے لگا یہ لوگ مُردون کے غم مین اور اپنی جانون کی فکر میں تھے کہ موسے علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لیکر شہر سے نکل گئے جب فرعون کو اسکی خبر ہوئی تو لشکر تیار کر کے انکے پیچھے بھاگا اور موسے علیہ السلام کو مع

بنی اسرائیل کے دریائے قلزم کی طرف جاتے دیکھا یہ بھی مع لشکر کے وہان پہونچا موسے علیہ السلام مع اپنی قوم کے دریا مین گھس گئے
دریانے خدا کے حکم سے بارہ رستے بنادئے اور یہ سب کے سب ان رستون سے دریا کے پار ہوگئے فرعون بھی مع اپنے لشکر کے دریا
مین گھس پڑا جب بیچون بیچ مین پہونچا تو دریا دونون طرف سے آکر مل گیا اور یہ لوگ اول سے آخر تک ڈوب کر ہلاک ہوگئے
اسی کو اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ ہماری آیتون اور نشانیون کو جھٹلایا کئے اور ایمان لانے سے غفلت کرتے رہے
اسلئے ہم نے اس کا بدلہ انسے لیا سارے کا فرون کو دریا میں غرق کر دیا پھر فرمایا کہ انکی جگہ بنی اسرائیل کو دی جنکو فرعون اور
اوسکی قوم قبط ذلیل وخوار سمجھے ہوئے تھے اون ہی کا مصر اور شام کے چارون طرف کے ملک پر قبضہ کرا دیا اور اس ملک مین
ایسی برکت دی کہ وہان کے پھل میوے اور کھیتی بڑے زور وشور ہونے لگی اور بعض مفسرین نے مشارق اور مغارب
ارض سے تمام روئے زمین کو مراد لیا ہے کیونکہ داؤد وسلیمان علیہ السلام تمام روئے زمین کے مشرق سے مغرب تک اور
شمال سے جنوب تک مالک ہوگئے تھے اور یہ دونون نبی قوم بنی اسرائیل میں سے تھے پھر اللہ پاک نے اپنے ایفائے
وعدہ کا ذکر کیا کہ ہم نے جو وعدہ کیا تھا کہ دشمنون کو غارت کر دیا جاویگا اور اونکی جگہ ملک پر تم لوگون کو قبضہ اور دخل دیا
جاویگا اللہ تعالیٰ نے وہ بات پوری کر دی کہ فرعون اور اوسکی قوم کی کچھ پیش نہ چلی سب کے سب ہلاک ہوئے اور انکے باغ
اور مکانات اور سب تیاریان باغ اور مکانون کی بالکل نیست ونابود کر دین مکی سورتون مین اس قصہ کے ذکر فرمانے
سے یہ مقصد ہے کہ اس سورۃ کے نازل ہونے تک اہل مکہ مین سے جو لوگ اللہ کے رسول کی مخالفت کے درپے ہین انکو معلوم
ہو جاوے کہ رسول وقت کی مخالفت کا یہی نتیجہ ہونے والا ہے جو نتیجہ فرعون اور اوسکی قوم کا ہوا اسی طرح رسول
رسول وقت کے فرمانبردار لوگونکا وہی نتیجہ ہوگا جو نتیجہ بنی اسرائیل کا ہوا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی
کے وقت اس مقصد کا جو ظہور ہوا اوسکا ذکر اس لڑائی کے قصہ مین گذر چکا ہے۔ اس بدر کی لڑائی کے حال مین جو حدیثین
گذر چکین وہ ان آیتون کے مقصد کی گویا تفسیر ہین خصوصاً صحیح بخاری ومسلم کی انس بن مالک کی حدیث کہ اس لڑائی مین
مسلمانون کا غلبہ ہوا اور بڑے بڑے مخالف اسلام نہایت ذلت سے مارے گئے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى أَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَا

اور پار اتارا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے تو وہ پہونچے ایک لوگو پر کہ پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتون کے بولے اے موسی بنادے

إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ہمکو بھی ایک بت جیسے انکے بت ہیں کہا تم لوگ جہل کرتے ہو یہ لوگ جو ہیں انہین تباہ ہونا ہے جس کام میں لگے ہین اور غلط ہی جو کر رہے ہین

جب فرعون دریائے قلزم مین مع اپنے لشکر کے غرق ہو کر ہلاک ہوگیا اور حضرت موسے بنی اسرائیل کو ساتھ لئے ہوئے
پار ہوگئے تو ان لوگونکا گذر شہر رقہ میں ہوا جو اوسی دریا کے کنارہ پر واقع ہے یہان قبیلہ کنعانی کے لوگ جنسے موسے
علیہ السلام کو لڑنے کا حکم ہوا تھا مورتین پوج رہے تھے گائے کی شکل کے بت بنا رکھے تھے جنکی وہ لوگ پوجا کیا کرتے تھے

منزل ۲

انہین بت پوجتے ہوئے دیکھکر بنی اسرائیل نے بھی موسے علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ بھی ہمارے لئے بت بنادین
ہم بھی اُسی طرح اُن بتونکی پوجا کرینگے جس طرح یہ لوگ مورتین پوج رہے ہیں موسے علیہ السلام نے کہا تم لوگ کیسے جاہل ہو
خدا کی عظمت اور اُسکے جلال کو نہیں پہچانتے ہو بت پرستی کے سبب سے ابھی قوم فرعون پر کیسے کیسے سخت عذاب دیکھ چکے
ہو پھر ایسی بات منہہ سے نکالتے ہو یہ لوگ جس شغل میں ہین اور جن بتونکو پوج رہے ہیں یہ سب نیست و نابود ہونیوالے
ہین انکا عمل سر سے بے ٹھکانے اور انکا دین محض غلط ہے مطلب یہ ہے کہ بت پرستی کے وبال میں ان لوگون پر کوئی عذاب
الہی آجاویگا تو اُس سے اِنکے بت انکو بچا نہیں سکتے پھر اس طرح کی بے اختیار چیز کی پوجا سے کیا فائدہ ہے ایسی بے فائدہ
چیز کی عبادت کی خواہش کا پیش کرنا نادانی اور جہالت کی خواہش ہے صحیح بخاری وغیرہ مین حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث
ہے جسکی ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ حضرت نوح کے نبی ہونے سے پہلے اُس قوم مین کچھ نیک لوگ تھے اُنکا انتقال ہو گیا
جس سے قوم کے لوگونکو بڑا رنج ہوا شیطان نے قوم کے لوگون کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اُس قوم کے لوگ اگر اُن نیک
لوگون کی مورتین بنا کر اپنی آنکھون کے روبرو رکھین تو آنکھون کے سامنے سے اون نیکون کے دنیا سے اوٹھ جانے کا رنج
کچھ کم ہو جاویگا چنانچہ قوم کے لوگون نے اس وسوسہ کے موافق عمل کیا آخر رفتہ رفتہ اون مورتونکی پوجا ہونے لگی اس شرک
کے مٹانے کے لئے حضرت نوح نبی ہو کر آئے اور ساڑھے نو سو برس تک ان بت پرست لوگون کو نصیحت کرتے رہے لیکن
ان لوگون پر اُس نصیحت کا پورا اثر نہین ہوا - اس حدیث کو ان آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتون اور حدیث
کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شیطان نے اپنے ایک طرح کے وسوسے سے جس طرح دنیا میں بت پرستی پھیلائی اوسی
طرح کا وسوسہ بنی اسرائیل کے دلون مین ڈالدیا کہ بت پرست لوگون کو بتونکی پوجا سے ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ پہونچا ہوگا جسکے
سبب سے بت پرستی دنیا مین چلی آئی ہے اسی وسوسہ کے اثر سے بنی اسرائیل نے حضرت موسے علیہ السلام سے اپنی وہ خواہش
ظاہر کی جسکا ذکر ان آیتون مین ہے لیکن حضرت موسے علیہ السلام نے نصیحت مناسب سے بنی اسرائیل کے اُس وسوسہ کو رفع فرمادیا

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈ دون تمکو کوئی معبود اور اسی نے تم کو بزرگی دی سب جہان پر

پھر موسے علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے نصیحت کے طور پر یہ کہا کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود مین تمہارے
لئے تلاش کرون بڑے حیف کی بات ہے کہ جس خدا نے تمہین ذلت و رسوائی سے رہائی دی فرعون اور قبطی تمہین خوار
و ذلیل سمجھتے تھے قیدیون کی طرح تمہین نظر بند کر رکھا تھا اوس صاحب قدرت نے اونکے پنجے سے تمکو چھڑایا اور اون
دشمنونکو غارت کر کے تمہارے کلیجے کو ٹھنڈا کیا اور پھر تم پر یہ فضل کیا کہ اونکی سلطنت تمہین بخشی تمہین روئے زمین کا خلیفہ
بنایا اوسے چھوڑ کر اورون کی عبادت کب زیبا ہے کیا اُسکے انعام اور فضل کا یہی شکر اور مقابلہ ہے جسکا وسوسہ تمہارے
دل مین گذرا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسے اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت

منزل ۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کی یہ بڑی بردباری ہے جو وہ مشرک لوگونکے رزق کا سامان کرتا ہے اونکو صحت و تندرستی سے رکھتا ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ شرک ایسا بڑا جرم ہے کہ اسکی سزا میں مشرک لوگونکا رزق اور تندرستی کا انتظام غیب سے نہوتا تو بجا تھا لیکن یہ اللہ تعالی کی بڑی بردباری ہے کہ وہ ایسے لوگون کے رزق اور تندرست رہنے کا انتظام فرماتا ہے۔ اس آیت مین بت پرستی کا جو ذکر ہے اوسکی مذمت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے اور اس کی تفسیر ہے کہ باوجود شرک کے مشرک لوگونپر فوراً کوئی آفت کیون نہین آتی +۔

وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ

اور وہ وقت یاد کر جب بچا نکالا ہمنے تمکو فرعون والونسے دیتے تھے تمکو بڑی مار مار ڈالتے تمہارے بیٹے اور

یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ۠

جیتی رکھتے تمہاری عورتین اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا

یہ بات موسے علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے نصیحت کے طور پر کہی کہ وہ وقت یاد کر و جب فرعون تم سے بری طرح پیش آتا تھا تمہارے لڑکے قتل کردیا کرتا تھا اور لڑکیان زندہ چھوڑ دیا کرتا تھا کیا یہ خدا کا احسان تم پر نہین ہے کہ اسنے تم کو اوس بلا سے چھوڑایا اور جب اوسکا اتنا بڑا احسان تمپر ہے تو عبادت بھی اوسکی واجب ہے غیر کی تعظیم اور عبادت تم کو ہرگز لائق نہیں ہے اس بیہودہ سوال سے باز آؤ اس آیۃ کی تفسیر سورہ بقر مین مفصل گذر چکی ہے صحیح بخاری اور مسلم کے حوالے سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جس اللہ نے انسان کو پیدا کیا اوسکے احسانات کو بھولکر جو لوگ اللہ کی عبادت اور تعظیم مین غیرونکو شریک کرتے ہیں ایسے لوگونسے بڑھکر دنیا مین مجرم اور گنہگار نہیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسے علیہ السلام کی خدمت مین جو خواہش پیش کی تھی وہ بڑی مجرمانہ اور ناشکر گذاری کی خواہش تھی اسی واسطے حضرت موسے علیہ السلام نے اللہ تعالے کے احسانات بنی اسرائیل کو یاد دلاکر اس خواہش کے وسوسہ سے بنی اسرائیل کو ڈرایا۔

ع ۱۴ ۱۶ ۶ منزل ۲

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَقَالَ

اور وعدہ ٹہیرایا ہمنے موسے سے تیس رات کا اور پورا کیا انکو اور دس سے تب پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات اور کہا

مُوْسٰى لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۠

موسے نے اپنے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ رہ میری قوم میں اور سنوار اور نہ چل بگاڑنے والون کی راہ

اللہ پاک نے بنی اسرائیل پر اپنا احسان اس بات کا جتلایا کہ ہم نے تمہارے نبی موسے علیہ السلام سے باتین کین اور اون کو تمہاری ہدایت کے لئے توریت دی یہ بھی فرمایا کہ ہم نے موسٰے سے تیس راتون کا وعدہ کیا تھا اور پھر چالیس راتین پوری کرنے کو کہا تھا پھر مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سے موسٰے چلہ میں بیٹھے تھے دن کو روزہ رکھتے تھے

جب تیس راتین پوری ہوگئیں تو اونھوں نے روزے کی حالت میں مسواک کی اور منہہ کو صاف کیا کیونکہ روزہ دارون کے منہہ سے ایک طرح کی بو آنے لگتی ہے جسکو اللہ پاک مشک کی خوشبو سے اچھا سمجھتا ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کے منہہ کی بو اللہ پاک کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے غرضکہ موسے علیہ السلام کے مسواک کرنے پر اللہ تعالی نے اور دس راتین چلے مین بڑہا دین تاکہ روزہ رکھنے سے پھر وہی بو پیدا ہوجائے جب چالیس راتین پوری ہوگئیں تو ذالحج کی دسوین تاریخ کو اللہ پاک نے موسے علیہ السلام سے باتین کین اور جب موسے علیہ السلام چلہ پورا کرنے جانے لگے تھے تو اونھون نے اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بناکر یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل کی میرے پیچھے خبرگیری رکھی جاوے کہ کوئی فساد نہ ہونے پاوے اگر کوئی فساد برپا کرے تو اوسکی طرفداری تم نہ کرنا اونکی قوم بنی اسرائیل اس عرصہ مین بھک گئے اور تیس راتین گذرنے کے بعد بنی اسرائیل نے موسے علیہ السلام کا انتظار نہ کیا اور بچھڑے کی پوجا شروع کردی جسکا قصہ سورہ بقر مین گذر چکا ہے اور اس سورۃ مین بھی آگے آویگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے سورہ نساء مین عبداللہ بن مسعود کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سے بڑھکر عذر معذرت کا قبول کرنے والا کون ہوسکتا ہے جس نے احکام شرع کی انجانی رفع کرنے کے لئے رسولونکو بھیجا کتابین نازل فرمائیں اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جب تک بنی اسرائیل کو فرعون کی قید سے نجات نہیں ملی تھی جسکے سبب سے اونکو شریعت موسوی پر پورا پورا عمل نہ کرنے کی عذر کا موقع تھا اسوقت تک اللہ تعالی توراۃ نازل نہین فرمائی جب فرعون اور اوسکی قوم کی ہلاکت کے سبب سے بنی اسرائیل کے اس عذر کا موقع باقی نہین رہا تو اللہ تعالے نے اپنے رسول موسے علیہ السلام کو کوہ طور پر بلایا اور اونکی چالیس روز کی عبادت کے بعد اونپر توراۃ نازل فرمائی تاکہ بنی اسرائیل کو شریعت موسوی کے احکام معلوم ہوجاوین اور اون احکام کی انجانی کا عذر باقی نرہے صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے سورہ نساء مین ابوہریرہ کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ جس شخص کی عمر ساٹھ برس کی ہوگئی اوسکو دین کے جان لینے کا پورا موقع مل گیا اسلئے ایسے شخص کا انجانی کا عذر قیامت کے دن بارگاہ الٰہی مین قبول نہ ہوگا اس حدیث کو بھی آیۃ کی تفسیر مین یہ دخل ہے کہ اس سے ہر ایک شریعت کے جان لینے کی آخری حد معلوم ہوتی ہے۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ قَالَ رَبِّ أَرِنِي أَنظُرْ إِلَيْكَ قَالَ لَن تَرَانِي وَلَٰكِنِ

اور جب پہنچا موسی ہمارے وقت پر اور کلام کیا اس سے اسکے رب نے بولا اے رب تو مجکو دکھا کہ مین تجکو دیکھون کہا تو مجکو ہرگز نہ دیکھیگا

انظُرْ إِلَى الْجَبَلِ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي ۚ فَلَمَّا تَجَلَّىٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا

لیکن دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف جو وہ ٹھیرا اپنی جگہ تو آگے تو دیکھے گا مجکو پھر جب نمود ہوا رب اسکا پہاڑ کی طرف کیا اوسکو ڈہاکر برابر

وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ

اور گر پڑا موسے بیہوش پھر جب چونکا بولا تیری ذات پاک ہے مین نے توبہ کی تیرے پاس اور مین سب سے پہلے یقین لایا

منزل ۲

اللہ پاک نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام سے بلا واسطہ کسی فرشتے کے باتین کین موسے علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب جب تو نے مجھ سے کلام کیا تو اب آپکو مجھے دکھلا بھی دے مین تجھے دیکھنا بھی چاہتا ہون اللہ جل شانہ نے فرمایا اے موسیٰ اس خیال سے باز آ تجھ مین یہ طاقت نہین ہے کہ تو مجھے دیکھ سکے پہاڑ جو تجھ سے کہین مضبوط اور سخت ہے تو اسے دیکھتا رہ کہ وہ بھی میرے جلوہ کی مطلق تاب نہین رکھتا اگر یہ پہاڑ میرے جلوہ کے بعد قائم رہگیا تو جان لیجیو کہ تو مجھے دیکھ سکے گا پھر جب خدا کی تجلی ہوئی تو پہاڑ چکنا چور ہو گیا اور موسے بھی مارے دہشت کے بیہوش ہو گئے۔ معتزلہ اور دوسرے اکثر فرقے اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کا دیدار ہرگز نہیں ہو سکتا نہ دنیا مین نہ آخرت میں اور دلیل اسی آیۃ سے پیش کرتے ہیں کہ اللہ نے موسے علیہ السلام سے لن ترانی فرمایا جسکے معنے یہ ہیں کہ تو کبھی نہین دیکھ سکتا مگر یہ بات محض غلط ہے خود قرآن مجید کی دوسری آیتین اور حدیثین اسبات کی شاہد ہیں کہ آخرت مین مومنونکو خداوند عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا البتہ کفار اس نعمت سے محروم رہین گے انکے واسطے یہ حکم ہوا ہے کہ یہ لوگ اپنے رب سے اوٹ میں ہونگے موسے علیہ السلام کی بیہوشی کے متعلق دو حدیثین وارد ہوئی ہیں ایک کے راوی ابو سعید خدری رضی ہیں اور دوسرے کے ابو ہریرہ رضی ابو سعید خدری رضی حدیث بخاری مسلم اور ابو داؤد نے بیان کی ہے اور ابو ہریرہ رضی کی امام احمد نے نقل کی ہے دونون کا مطلب قریب قریب ہے ایک صحابی جو انصار مین سے تھے اور ایک یہودی ان دونون میں جھگڑا ہوا صحابی نے یہودی کو ایک طمانچہ مارا وہ روتا ہوا حضرت رسول خدا صلعم کے پاس آیا اور آپسے شکایت کی کہ فلان صحابی نے مجھے طمانچہ مارا ہے فرمایا اسکو بلاؤ جب وہ صحابی آئے تو پوچھا تو نے کیون مارا ان صحابی نے بیان کیا کہ اس یہودی نے کہا تھا کہ اللہ پاک نے موسے علیہ السلام کو سارے نبی آدم سے افضل بنایا ہے مین نے کہا کہ کیا ہمارے رسول پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اور مجھے اس بات پر غصہ آگیا مین نے ایک طمانچہ اسکے مارا آپ نے فرمایا کہ تم لوگ انبیا کے درمیان مین مجھے سب سے بہتر نہ سمجھو قیامت کے دن جب سارے لوگ بیہوش ہو جاوین گے تو سب سے پہلے مین ہوش مین آؤنگا اور موسے علیہ السلام اوسوقت عرش کا پایا پکڑے ہوئے کھڑے ہونگے مجھے خبر نہیں کہ وہ مجھ سے پہلے ہوش مین آئینگے یا کوہ طور پر بیہوش ہوجانے کے عوض میں وہان بیہوش ہی نہیں ہونگے بہر حال جب موسے علیہ السلام کو غشی سے افاقہ ہوا اور ہوش مین آگئے تو اللہ پاک کی پاکی بیان کی کہ اے اللہ تو پاک ہے اور مین توبہ کرتا ہون کہ پھر تجھ سے سوال کرون کہ مین دنیا مین تیرے دیدار کی خواہش رکھتا ہون اور میں پہلا شخص اس زمانہ مین ہون جو اسبات پر ایمان لاتا ہون کہ تیرا دیدار اس دنیا فانی مین کسی کو میسر نہیں ہو سکتا اس آیۃ مین یہ جو ذکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ کلام کیا معتزلے فرقے کو اس مین یہ شبہہ ہے کہ عادت کے طور پر کلام اور بات چیت کرنے کے لئے مونہہ ہونٹ اور زبان کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ان اعضا اور جسم سے پاک ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کے بلا واسطہ کلام کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز مین گویائی کی قوت پیدا کر دیتا ہے جس گویائی سے سننے والا اللہ تعالیٰ کے کلام کے مطلب کو سمجھ جاتا ہے چنانچہ کوہ طور کے

منزل ۲

پاس جو پیڑ تھا اُس مین اللہ تعالیٰ نے گویائی کی قوت پیدا کر دی تھی اُسی کو موسیٰ علیہ السلام نے سنا اوسی کا ذکر اس آیۃ اور اس قسم کی اور آیتون مین ہے اہل سنت نے معتزلی فرقے کے اس قول کو کئی طرح سے غلط ٹھہرایا ہے۔

(۱) سورہ یٰس مین آویگا کہ بعضے لوگ قیامت کے دن جب اپنے برے کامون کا انکار کرینگے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُن لوگون کے ہاتھ پاؤن اون برے کامون کی گواہی دین گے اسی طرح صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث اس مضمون کی ایک جگہ گذر چکی ہے اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کلام کرنے والے کے لئے منہہ ہونٹ اور زبان کی ضرورت نہین ہے۔

(۲) کسی چیز مین گویائی کی قوت کے پیدا کر دینے کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہا جاوے تو ہر انسان مین گویائی کی قوت اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے جس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک ہر انسان کے کلام کو اللہ کا کلام کہا جاویگا

(۳) کوہ طور کے پاس کے درخت سے جب اللہ تعالیٰ نے انی انا اللہ کہوایا تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک خود وہ درخت خدا ٹھہرا اور گویا خود اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول موسے علیہ السلام کو یہہ شرک سکھایا کہ وہ اس درخت کو اپنا معبود سمجھین۔

(۴) اُس پیڑ کی گویائی کو اللہ تعالیٰ کا کلام کہا جاوے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ بنی اسرائیل کا مرتبہ حضرت موسے علیہ السلام سے بڑھ کر ٹھہرے کیونکہ موسے علیہ السلام نے گویا توراۃ فقط ایک درخت سے سنی اور بنی اسرائیل نے اللہ کے رسول موسے علیہ السلام سے سنی۔

(۵) باستثنا گونگے شخص کے ہر ایک انسان اپنی ذات سے کلام کرنے پر قادر ہے معتزلی فرقہ کے اعتقاد کے موافق اگر اللہ تعالیٰ میں یہ قدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت مین یہ بڑا نقصان لازم آتا ہے۔

اسکے سوا اور وجوہات بھی اہل سنت نے معتزلی فرقے کے اعتقاد کو غلط ٹھہرانے کی بیان کی ہیں جنکی تفصیل بڑی کتابون میں ہے غرض اہل سنت کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اپنی ذات سے بلا واسطہ کلام کرنے پر قادر ہے جسطرح اُس نے وقت پر حضرت آدم اور حوا کے گیہون کھانے پر اپنے بلا واسطہ کلام سے پکار کر اون دونون کو الزام دیا اسی طرح اوسنے وقت پر حضرت موسے علیہ السلام سے باتین کین اور جس طرح اُسکی ذات اور اُسکی باقی کی صفات کی تفصیلی کیفیت ہمیں معلوم نہیں اوسی طرح اوسکی صفت کلام کا تفصیلی حال بھی ہم کو معلوم نہیں صحیح بخاری و مسلم مین عدی بن حاتم کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک شخص سے بلا واسطہ کلام کریگا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر اور اہل سنت کے مذہب کی تائید مین بڑا دخل ہے فرقہ معتزلے فرقہ خارجیہ اور مرجیہ کے بعضے لوگ جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا اور عقبے دونون جگہ ممکن نہیں ہے ان لوگون نے سورہ انعام کی آیۃ لاتدرکہ الابصار سے اپنے قول کی تائید نکالی ہے اور اہل سنت نے عقلی اور نقلی طور پر اُس تائید کو ضعیف

ٹھرایا ہے جسکی پوری تفصیل بڑی کتابون مین ہے صحیح بخاری و مسلم مین جریر بن عبداللہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح چاند کو سب لوگ دیکھتے ہیں اسی طرح عقبے مین ایماندار لوگ اللہ تعالی کو دیکھین گے اوپر جن منکرین دیدار آلہی کا ذکر گذرا ان لوگون کے قول کا ضعف اس حدیث سے اور اسی مضمون کے قریب اونیس حدیثین اور جو ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ ان لوگون نے قرآن سے وہ مطلب نکالا ہے جو اللہ کے رسول نے نہیں نکالا اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ ان منکرین دیدار آلہی مین کا بڑے سے بڑا کوئی عالم بھی قرآن کا صحیح مطلب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر نہیں سمجھ سکتا۔

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ

فرمایا اے موسی مینے تجکو امتیاز دیا لوگون سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنیکا سو لےجو مینے تجکو دیا اور شاکر رہ

پھر اللہ پاک نے موسے علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ مین نے موجودہ زمانہ مین سارے لوگون مین تمھین منتخب کر کے رسول بنایا اور توریت تمھین دی اور تم سے مین نے کلام کیا تم اس بات کا شکریہ ادا کرو اور اس بات کا خیال نکرو کہ مین نے تمھین اپنے دیدار سے منع کیا اور اپنے دیکھنے سے تمھین باز رکھا کیونکہ بجائے دیدار کے ہم نے یہ نعمتین تمھین دین تم انکو لیکر خوش ہوجاؤ گویا اس کلام سے موسے علیہ السلام کو تسلی دی گئی بعض مفسرین نے یہان یہ بات بیان کی ہے کہ موسے علیہ السلام کو اللہ پاک کی تجلی کا اتنا اثر ہوا کہ انکا چہرہ ایسا منور ہوگیا تھا کہ کوئی شخص اونکے چہرہ کی طرف دیکھنے کی تاب نہیں لاتا تھا اسی واسطے اُسوقت سے اُنھون نے اپنے چہرہ پر نقاب کا ڈالنا اختیار کیا تھا ایک روز انکی بی بی نے کہا کہ بس روز سے آپ کوہ طور پر گئے اور خدا سے باتین کر کے آئے مین نے آپکا چہرہ نہین دیکھا آپنے نقاب کو اوٹھا دیا فوراً ایک آفتاب سا چمک گیا اور اُنکی بیوی نے اپنا ہاتھ اپنے آنکھو پر رکھ لیا اور سجدہ مین گر پڑین اور کہنے لگین کہ آپ خدا سے دعا کیجے کہ اللہ پاک جنت مین بھی مجھے آپکی بیوی بنا وے موسے علیہ السلام نے کہا کہ ایسا ہی ہوگا اگر تو میرے بعد دوسرا نکاح نکریگی کیونکہ عورت قیامت مین دوسرے شوہر کے واسطے ہوگی جن چھ باتون کے سبب سے اللہ تعالی نے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو اور سب نبیون پر فضیلت دی ہے وہ باتین صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہیں غرض جو مرتبہ آپکا اللہ تعالی کے نزدیک ہے وہ اس حدیث سے اور اسی قسم کی اور حدیثون سے معلوم ہوسکتا ہی اور اس سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہی کہ حضرت موسی علیہ السلام کا امتیاز خاص اُسی وقت کے لوگون پر تھا

منزل ۲

وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

اور لکھدی ہمنے اسکو تختون پر ہر چیز مین سمجھوتی اور بیان ہر چیز کا سو پکڑ اونکو زور سے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۚ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور کہہ اپنی قوم کو کہ پکڑے رہین اُسکی بہتر باتین اب مین تمکو دکھاؤنگا گھر بےحکم لوگون کا

علمائے مفسرین نے ان تختیون کی تفسیر مین بڑا اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہین یہ تختیان یاقوت کی تھین اور بعضے کہتے ہین
زبرجد کی تھین اور بعضے اور چیزون کی بتلاتے ہین پھر یہ بھی اختلاف ہے کہ اون تختیون پر توریت ہی لکھی ہوئی تھی یا توریت
کے علاوہ دوسری کچھ نصیحتین اور احکام تھے اور یہ بھی اختلاف ہے کہ بنی اسرائیل کے بچھڑے کے پوجنے پر حضرت موسےٰ کو جو غصہ
آیا اور اس غصہ مین حضرت موسےٰ نے اون تختیون کو زمین پر پٹخ دیا تو وہ تختیان ٹوٹ گئین یا ثابت رہین رفع اس اختلاف
کا یہ ہے کہ یہ سب اختلاف بنی اسرائیل کی مختلف روایتون کی وجہ سے ہے اور بنی اسرائیل کی روایتون کے باب مین وہ
دو صحیح حدیثین آئی ہین ایک حدیث مین تو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی روایتون کی نہ تم تصدیق کرو نہ اونکو جھٹلاؤ
دوسری حدیث مین آپنے یہ فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل سے روایت لینے مین کچھ حرج نہیں ہے اور بنی اسرائیل کی روایتون کے
تین حال ہین یا اونکی روایت قرآن حدیث کے موافق ہے یا مخالف یا شرع محمدی اس روایت کے مسئلہ کے بیان سے بالکل ساکت
ہو اب اکابر علمائے سلف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اوپر کی دونو حدیثین تیسری قسم کی روایت اہل کتاب سے متعلق ہین کیونکہ اول قسم
کی تصدیق اور دوسری قسم کی تکذیب ضروریات دین سے ہے اب اوپر کی اس آیت کی تفسیر کا یہ اختلاف کہ ان تختیون پر توریت کے علاوہ کچھ احکام لکھے
ہوئے تھے قرآن شریف کے مضمون کے خلاف ہے کیونکہ قرآن شریف کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰ کو رسالت کیلئے چھانٹا اور بالتفصیل احکام ان
تختیون پر لکھکر رسالت کے لئے حضرت موسےٰ کو دئے اور قرآن شریف کی بہت سی آیتون سے یہ ثابت ہے کہ سوا توریت کے
اور کوئی تفصیلی احکام کی کتاب اللہ تعالیٰ نے رسالت کے لئے حضرت موسےٰ پر نہیں نازل فرمائی اس لئے یہ اختلاف قسم
دوئم مین داخل ہو کر نامعتبر ہے رہا یہ اختلاف کہ وہ تختیان کس چیز کی تھین اور حضرت موسےٰ نے جب غصے سے ان
تختیون کو زمین پر پٹخ دیا تو وہ تختیان ٹوٹ گئین یا ثابت رہین اگرچہ یہ اختلاف قسم سوم مین داخل ہے لیکن آیت کی تفسیر
مین خود یہ بات داخل نہین ہے پھر اس مین اختلاف کرنا تفسیر کے علاوہ اور تاریخی بات ہے شریعت کے بہتر احکام پر عمل کرنے
کی ہدایت جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اسکے یہ معنے ہین کہ شریعت مین جہان دو حکم ہون مثلاً ظالم سے بدلا لینا اور صبر کرنا ان
دونون حکمون مین زیادہ اجر کی بات پر عمل کرو تاکہ زیادہ اجر پاؤ۔ اب مین تمکو دکھاؤن گھر بےحکم لوگون کا یہ آیت کے آخر مین اللہ
تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جس طرح اس آیت مین توراۃ کے موافق عمل کرنے کا حکم ہے اوس حکم کی تعمیل اگر
بہت لوگ نہ کرین گے تو مصر سے شام کے ملک کو جاتے وقت انکو قوم عاد اور ثمود کی اجڑی ہوئی بستیان ملین گی
ان بستیون کو دیکھکر انھین بےحکمی کے نتیجہ سے ڈرنا چاہیئے اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بنی اسرائیل نے جب بےحکمی
پر کمر باندھی تو انپر طرح طرح کی آفتین آئین اور انکی بادشاہت ثروت سب کچھ جاتا رہا صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے
ابن عمر رض کی حدیث گذر چکی ہے کہ تبوک کے سفر کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ثمود کی بستی پر سے ہوا تو
آپ خود بھی خوف زدہ ہو گئے اور صحابہ کو بھی عذاب الٰہی کے خوف سے ڈرایا۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر مین بڑا دخل
ہے کیونکہ آیت اگرچہ بنی اسرائیل کی شان مین ہے لیکن آیت اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اب بھی جس بستی

منزل ۲

میں قحط وبا یا کوئی اور عام مرض ہو تو اور بستیوں کے لوگوں کو ان عذاب الٰہی سے ڈرنا اور گناہوں سے توبہ استغفار مناسب ہے۔

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ وَ اِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَۃٍ

میں پھیر دونگا اپنی آیتوں سے انکو جو بڑائی ڈھونڈتے ہیں ملک میں ناحق اور اگر دیکھیں ساری نشانیاں

لَّا یُؤْمِنُوْا بِہَا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ۚ وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ

تیں نہ کریں انکو اور اگر دیکھیں راہ سنوار کی نہ ٹھیرادیں اوسے راہ اور اگر دیکھیں راہ الٹی اوس کو

یَتَّخِذُوْہُ سَبِیْلًا ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ کَانُوْا عَنْہَا غٰفِلِیْنَ ۝

ٹھہرادیں راہ یہ اسواسطے کہ انھون نے جھوٹ جانیں ہماری آیتیں اور ہو رہے انسے بے خبر

اللہ پاک نے اس آیہ میں ذکر کیا کہ جو لوگ ایسی بات پر اڑے ہوئے ہیں جو حق نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنے ناحق باتوں پر غش ہیں انکے دلکو ہم اپنی نشانیوں کے سمجھنے سے پھیر دیں گے اور انکے دلوں پر مہر لگا دینگے یہانتک کہ اگر ہماری نشانیاں اور معجزے بھی وہ دیکھیں گے تو او نکو اختیار نہیں کرینگے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ پاوینگے تو جھٹ اسکو اختیار کرینگے پھر فرمایا کہ انکا گمراہ رہنا اور ہدایت کو نہ اختیار کرنا صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور انسے بالکل غافل ہیں مفسرین کے اس آیہ کی تفسیر میں کئی قول ہیں بعضوں کا قول یہ ہے کہ آیات سے مراد قرآن پاک ہے گویا اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا ہے کہ قرآن کے سمجھنے سے انکے دلوں کو پھیر دیں گے اور بعضے کہتے ہیں کہ زمین و آسمان اور کل مخلوق جو اس کی وحدانیت پر ظاہر ثبوت ہے وہ مراد ہے اور کسی نے یہ کہا ہے کہ ایمان سے پھیر دیوینگے وہ ہرگز ان آیات کی تصدیق نہیں کرینگے۔ ترمذی وغیرہ کی ابوہریرہ رض کی صحیح حدیث گذر چکی ہے کہ کثرت گناہوں سے آدمی کے دل پر زنگ لگجاتا ہے جسکے سبب سے کسی نصیحت کا اثر اسکے دل پر نہیں ہوتا یہ حدیث نیک کام سے دل کے پھر جانے کی گویا تفسیر ہے اور آیہ سے مراد سب نیک باتیں ہیں ۔

والَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَۃِ حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ ؕ ہَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

اور جنھوں نے جھوٹ جانیں ہماری آیتیں اور آخرت کی ملاقات ضائع ہوئیں انکی محنتیں وہی بدلا پاوینگے جو کچھ عمل کرتے تھے

عملوں کے اکارت ہو جانے پر بعضے مفسرین کو یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ آیۃ فمن یعمل مثقال ذرۃ میں جب اللہ تعالی نے یہ فرمادیا ہے کہ ذرہ برابر بھی نیکی یا بدی جو کوئی دنیا میں کریگا قیامت کے دن وہ سب اوسکو دکھلائی جاوینگی پھر جبکہ کچھ اچھے عمل ابھی سے ناپید ہو گئے یا برے عمل توبہ یا کسی دوسرے اچھے کام کے سبب سے معاف ہو گئے تو پھر ذرہ برابر نیک کام اور بد کام قیامت کے دن دیکھنے کا ہر شخص کو موقع کیونکر باقی رہیگا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن کا نام یوم الجزا ہے نیکی بدی کے جزا و سزا کے اس دن دکھلائے جانے کے یہ معنے ہیں کہ نیکی و بدی کی جزا و سزا اسدن ہر آدمی کے سامنے آویگی اور سیدھی بات ہے کہ ناپیدی اور معافی بھی ایک جزا ہے جس کے عمل ناپید یا معاف ہونگے وہی جزا اوسکو دکھلائی

جاویگی۔ معتبر سند سے مسند بزار اور طبرانی مین انس بن مالک کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سر مہر اعمال نامے رکھوا کر اللہ تعالی کے روبرو پیش ہونگے اور اسی پیشی کے بعد جن عملون مین ریاکاری کا کچھ لگاؤ ہوگا وہ عمل پھینکدئے جاوینگے اور خالص نیت کے عمل قبول کرلئے جاوینگے۔ ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے ابوامامہ کی حدیث گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر خالص نیت کے عمل کے کوئی عمل بارگاہ الٰہی مین مقبول نہین ہوسکتا اس آیۃ مین عملون کے ضائع ہوجانے کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اسکی تفسیر ہیں کیونکہ آیۃ اور ان حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شرک اور ریاکاری یہ دونون عملون کے ضائع ہونے کا سبب ہیں کسلئے کہ ریاکاری بھی ایک قسم کا شرک ہے چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمود بن لبید کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاکاری کو چھوٹا شرک فرمایا ہے معتبر سند سے صحیح ابن خزیمہ مین محمود بن لبید کی دوسری حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو نیک کام لوگون کے دکھاوے کے لئے کیا جاوے وہی ریاکاری اور وہی خفیہ شرک ہے اگرچہ بعضے علما کو محمود بن لبید کے صحابی ہونے مین کلام ہے لیکن امام بخاری اور ابن عبدالبر نے ان محمود کو صحابی قرار دیا ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوسَىٰ مِن بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ ۚ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اور بنالیا موسی کی قوم نے اوسکے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا ایک دھڑ اوس مین گائے کی آواز یہ نہین دیکھا اونھون نے کہ وہ ان سے

وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۘ اتَّخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ وَرَأَوْا أَنَّهُمْ

بات نہین کرتا اور نہ دکھاوے راہ انھون نے اسکو ٹھیرالیا اور وہ تھے بے انصاف اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم

قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

بہکے کہنے لگے کہ اگر نہ رحم کرے ہمپر ہمارا رب اور نہ بخشے تو بیشک ہم خراب ہونگے

موسے علیہ السلام طور پر ہی تھے جب یہ واقعہ ہوا جسکو اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ موسے کی قوم بنی اسرائیل نے ایک گائے کا بچھڑا بنایا اور اوسکو پوج کر گمراہ ہوگئے قوم بنی اسرائیل نے شادی کے بہانہ سے جب یہ لوگ مصر ہی میں تھے تو قوم قبط سے کچھ زیور عاریت کے طور پر لیا تھا جو انہیں لوگون کے پاس رہگیا کیونکہ فرعون مع اپنی قوم کے غرق ہو کر ہلاک ہوگیا اسی زیور کا سامری نے ایک گائے کا بچھڑا بنایا اور جبرئیل علیہ السلام کو آتے جاتے دیکھکر اونکے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی ایک مٹھی اوٹھا کر اس گائے کے بچھڑے کے موہنہ میں ڈالدی وہ بولنے لگا خوار گائے کی آواز کو کہتے ہیں اس گائے کے بچھڑے کے بدن کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں ایک تو یہ ہے کہ اس مٹی کے اثر سے اوسکا دھڑ گوشت کا اور جاندار ہوگیا جیسے اصلی گائے ہوتی ہے اسلئے وہ بچھڑا بولنے بھی لگا قتادہ کا بھی یہی قول ہے اور بعضے یہ کہتے ہین کہ اسکا جسم سونے کا جون کا تون رہا اور اسمین روح وغیرہ کچھ نہ تھی اسکے منہ کے اندر ہوا کی آمد و رفت سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی اور بعضون نے یہ بھی کہا ہے کہ اس میں حرکت وغیرہ کچھ نہ تھی پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ ان لوگون نے یہ بھی نہ سوچا

منزل ۲

کہ وہ لوگ ایسی شی کو معبود ٹھہراتے ہیں جسمین بات کرنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ کوئی نفع ضرر اس سے پہونچ سکتا ہے اور نہ یہ کوئی رستہ نجات کا بتلا سکتی ہے پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کام میں بڑے ظالم اور ناانصاف تھے پھر جب موسے علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو یہ لوگ پشیمان ہوئے اور پچھتائے اور سمجھے کہ ہم گمراہ ہوگئے پھر اپنے قصور کا اقرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے رب ہمارے اگر تو رحم نکریگا اور نہ بخشیگا تو ہم بہت ہی گھاٹے میں رہیں گے صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک رض کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح انسان کے سارے جسم میں خون پھرتا ہے اسی طرح بہکانے کا موقع ڈھونڈنے کے لئے انسان کے تمام جسم میں شیطان چکر مارتا رہتا ہے غرض آیۃ اور حدیث کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ نبی اللہ موسے علیہ السلام کے دور ہوجانے سے شیطان کو بنی اسرائیل پر غلبہ کا موقع مل گیا جس سے وہ انکے تمام جسم میں خون کی طرح سرایت کر گیا اور آخر کو وہ بچھڑے کے پوجنے کے شرک میں پھنس گئے +

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ

اور جب پھر آیا موسی اپنی قوم میں غصے بھرا اور افسوس بولا کیا بری نیابت کی تم نے بعد میرے کیوں جلدی کی

أَمْرَ رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ

اپنے رب کے حکم سے اور ڈالدین وہ تختیاں اور پکڑا سر اپنے بھائی کا لگا کھینچنے اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری ماں کے جنے لوگوں نے مجھکو

اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ

بودا سمجھا اور نزدیک تھا کہ مجھکو مار ڈالین سو مت ہنسا مجھپر دشمنوں کو اور نہ ملا مجھکو گنہگار لوگوں

الظَّالِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

میں بولا اے رب معاف کر مجھکو اور میرے بھائی کو اور داخل کر اپنی رحمت میں اور تو ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا

منزل ۲ — ۱۸ ع ۸

موسے علیہ السلام سے کوہ طور پر یہ بات اللہ پاک نے کہدی تھی کہ وہاں قوم کو سامری نے بگاڑ ڈالا اور ایک گوسالہ بنا کر آپ بھی پوجنے لگا اور بنی اسرائیل کو بھی اس میں شریک کر لیا۔ اسلئے موسے علیہ السلام غیظ و غضب میں بھرے ہوئے آئے کہ قوم اتنی نشانیاں اللہ پاک کی دیکھ چکی ہے اسپر کفر و شرک سے باز نہ آئی جھٹ بت بنا لیا اور پوجنے لگے مفسرین نے اسف کے معنے یہ بیان کئے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا غضب ہے جو غضب سے کہیں بڑھا ہوا ہے بہرحال موسے علیہ السلام نے آتے ہی ان لوگوں سے یہ کہا کہ یہ کیا بری حرکت تمنے میرے جانے کے بعد کی کہ گوسالہ بنا کر پوجنے لگے خدا کا وعدہ جو میرے ساتھ ایک چلہ کا تھا اسکو پورا بھی نہونے دیا اور ایسی جلدی کی اور یہ کہتے ہوئے وہ تختیاں جو اللہ پاک نے انکو مرحمت فرمائی تھیں جسمین دین کے احکام کی تفصیل تھی اونکو ہاتھ سے زمین پر پھینکدیا یہ لوحین زمرد کی تھیں حضرت عبداللہ ابن عباس رض کہتے ہیں کہ جب لوح موسے علیہ السلام نے زمین پر ڈالدی تو وہ ٹوٹ گئیں اسکے چھ ٹکڑے ہو گئے ایک ٹکڑا رہ گیا اور باقی پانچ ٹکڑے اللہ پاک نے اٹھا لئے دوسرا قول انکا یہ ہے کہ ساتواں حصہ دنیا میں رہ گیا اور باقی چھ حصے اٹھا لئے گئے مجاہد یہ کہتے ہیں کہ اخبار غیب چلے گئے اور دین کے پند اور احکام

باقی رہگئے اور ابن جریج یہ کہتے ہیں کہ لوح نو عدد تھے دو اٹھالی گئین اور سات دنیا مین رہگئین پھر موسے علیہ السلام غصہ کی حالت مین اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور ڈاڑہی پکڑ کے کھینچنے لگے کہ اونھون نے ان لوگون کو اس فعل سے کیون نہین روکا ہارون علیہ السلام نے اپنا عذر ظاہر کیا کہ بھائی میرا کچھ اس مین قصور نہین ہے لوگون نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر ڈالتے آپ میرے ساتھ وہ کام نہ کیجئے جسکو دیکھکر دشمن خوش ہون اور مجھپر ہنسین اور مجھے آپ اس قوم گنہ گار مین نہ شمار کرین مین انسے بالکل الگ ہون موسے علیہ السلام نے یہ بات سنکر اللہ پاک سے اپنے اور اپنے بھائی کے لئے مغفرت چاہی گویا اس فعل پر شرمسار ہوئے بعض مفسرین نے ہارون علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیاہے کہ یہ موسے علیہ السلام کی مان کے بیٹے تھے تین برس موسےٰ سے بڑے تھے اپنی مان کے ساتھ آئے تھے اسلئے ہارون علیہ السلام نے موسے کو ابن ام مان کے بیٹے بھائی کہا اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیاہے کہ موسےٰ اور ہارونؑ دونون سگے بھائی تھے ایک مان باپ سے۔ ابن ام کہنے کی یہ وجہ تھی کہ اس لفظ سے زیادہ محبت جوش مین آتی ہے اور مان کے نام سے دل زیادہ نرم ہو جاتا ہے طبرانی کبیر اوسط اور مسند امام احمد مین ابی امامہ کی حدیث ہے جسمین ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کی نشانی پوچھی آپنے فرمایا جب آدمی کو اچھے کام سے خوشی اور برے کام سے رنج ہو تو یہ اوسکے ایمان کی نشانی ہے اس سے معلوم ہوا کہ موسے علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام پر جو دست درازی کی وہ جوش ایمانی مین بے قابو ہو کر کی۔ مسند امام احمد کی سند مین اگرچہ کچھ ضعف ہے لیکن طبرانی کی کبیر اور اوسط مین یہ حدیث اچھی سند سے ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

البتہ جنھون نے بچھڑا بنالیا انکو پہنچے گا غضب اونکے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی میں

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِهَا وَ

اور یہی سزا دیتے ہیں ہم جھوٹھ باندھنے والونکو اور جنھون نے کئے برے کام پھر بعد اسکے توبہ کی اور یقین لائے

اٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تیرا رب اسکے پیچھے بخشتا ہے مہربان

ان آیتون مین اللہ پاک نے اون بنی اسرائیل کا حال بیان فرمایا ہے جنھون نے بچھڑا بناکر اسکو پوجا تھا کہ اونپر خدا کا غضب نازل ہوا وہ یہ کہ اون لوگون نے آپسمین ایک کو ایک نے قتل کیا اور دنیا مین بہت ذلیل ہوئے ملک سے نکالے گئے پھر اللہ پاک نے فرمایا جس طرح ان لوگون پر غضب نازل ہوا اور ذلت نصیب ہوئی اسی طرح اور جھٹلانے والونکی بھی یہی گت ہم کرتے ہین ابن عیینہ نے کہا کہ ہر ایک بدعت نکالنے والے کی یہی سزا قیامت تک ہے۔ افترا دروغ بندی کو کہتے ہیں تو جو شخص اللہ پر جھوٹ باندھے گا اوسپر اللہ کا غضب نازل ہوگا اوسکو ذلت نصیب ہو گی خواہ وہ ویسی نہ ہو جیسے بچھڑا پوجنے والون کو ہوئی اسکے بعد اللہ پاک نے یہ بھی فرما دیا کہ جن لوگون نے خواہ کسی قسم کا گناہ کیا ہو چھوٹا بڑا یہانتک کہ شرک اور کفر بھی اگر

ایسے لوگون سنے گناہ کے بعد توبہ کی تو اللہ پاک بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے اوسکی توبہ قبول کریگا یہ آیۃ بہت بڑی بشارت ہے
اہبات کی کہ انسان چاہے جس قسم کا گناہ کرکے توبہ کرے تو اللہ تعالی اپنی رحمت سے وہ توبہ قبول کریگا اور سارے گناہ
بخشدیگا مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین شیطان نے لوگونکے
بہکانے اور طرح طرح کے گناہ اونسے کرانے پر اللہ تعالی کے روبرو قسم کھائی ہے اور اللہ تعالی نے اپنے جاہ و جلال کی قسم کھاکر اوس
ملعون کو یہ جواب دیا ہے کہ گناہ کرکے جو کوئی توبہ استغفار کریگا مین بھی اوسکے گناہون کے معاف کرنے مین کبھی دریغ
نکرونگا یہ حدیث آیت کی بشارت کی گویا تفسیر ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى

اور جب فرو ہوا موسے سے غصہ اٹھائین تختیان اور جو اون مین لکھا ہوا ہے راہ

وَرَحْمَةٌ لِلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ○

کی سوجھ ہے مہر انکے واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہین

جب موسی علیہ السلام کا سارا غصہ ٹھنڈا ہوگیا تو الواح توریت جو غصہ کی حالت مین زمین پر پھینکدی تھین وہ پھر اوٹھالین اکثر
مفسرین کے قول کے مطابق جس وقت ہاتھ سے لوحین ڈالدی تھین تو ٹوٹ گئی تھین کچھ حصے اوسکے جاتے رہے اور باقی حصہ
جو رہ گیا تھا اوس مین ہدایت اور رحمت پائی مگر اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ لوح ٹوٹ گئی تھی اور بعضون کا یہ گمان ہے کہ اوس
لوح کے ریزے بنی اسرائیل کے بادشاہون کے خزانہ مین دولت اسلامیہ تک موجود رہے اسکا ثبوت بھی کوئی پکا نہین ملتا
خدا جانے یہ بات کہان تک صحیح ہے بہر حال اللہ نے فرمایا کہ لوح جب اونھون نے اوٹھائی تو اوس مین ہدایت اور خدا کی
رحمتین پائین جنسے وہی لوگ فائدہ اوٹھا سکتے ہیں جو اپنے خدا سے ڈرتے ہین قتادہ کا قول ہے کہ موسے علیہ السلام نے کہا
کہ اے رب مین اس لوح مین دیکھتا ہون کہ ایک امت ساری امتون سے بہتر ہوگی وہ تیرے حکم کو بجا لاویگی اور جن بات سے
تو نے منع کیا اوس سے وہ باز رہے گی ای اللہ وہ امت میری ہی امت بنا فرمایا کہ وہ امت امت محمدیہ ہے پھر موسے
علیہ السلام نے کہا کہ یہ بات بھی مین لوح میں پاتا ہون کہ ایک امت آخرین سابقین ہوگی کہ دنیا مین سب امتون کے بعد ہوگی اور
جنت مین ساری امتون سے پہلے داخل ہوگی یا اللہ وہ میری ہی امت ہو فرمایا کہ یہ امت احمد ہے پھر موسے علیہ السلام
نے کہا کہ یہ بھی لوح میں مین دیکھتا ہون کہ ایک امت وہ ہے جسکی کتاب اوسکے سینے میں ہوگی اور وہ زبانی اوسکو پڑھا
کریگی اور پہلی امتین اپنی کتاب دیکھکر پڑھتی تھین یہانتک کہ جب وہ کتاب اوٹھالی گئی تو کچھ اونہین یاد نہین تھا نہین تو اے
اللہ وہ امت میری امت ہو فرمایا کہ یہ امت احمد ہے پھر موسے علیہ السلام نے کہا کہ یا اللہ مین لوح مین یہ بھی پاتا ہون
کہ ایک وہ امت ہے جو ساری آسمانی کتابون پر ایمان لاوے گی اور گمراہون سے جنگ کریگی یہان تک کہ دجال سے لڑیگی
یا اللہ وہ میری ہی امت ہو فرمایا کہ وہ امت احمد ہے پھر موسے علیہ السلام نے یہ بات کہی کہ یا اللہ ایک امت وہ ہے جو

منزل ۲

اپنا صدقہ آپ ہی کہا کر ثواب حاصل کریگی پہلی امتون مین یہ دستور تھا کہ صدقہ جب قبول ہوتا تھا کہ اللہ پاک ایک آگ بھیجدیتا تھا اور وہ اوسکو کہا جاتی تھی اور اگر صدقہ نامقبول ہوتا تھا تو جون کا تون پڑا رہتا تھا درندے اور پرندے اوسکو کہا جاتے تھے اس امت مین قاعدہ ہے کہ مالدار کا صدقہ محتاجون کو دلوایا جاتا ہے گویا اسی کا خلاصہ اون تختیون میں لکھا ہوا تھا پھر موسے علیہ السلام نے کہا یا اللہ وہ میری امت کر فرمایا کہ یہ امت احمد ہے اسکے بعد پھر موسے نے کہا کہ اے رب مین لوح مین ایک امت دیکھتا ہون کہ اگر وہ فقط نیکی کا ارادہ کرے گی تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھدی جاویگی اور اگر وہ ارادہ کے بعد عمل مین بھی لاویگی تو دس نیکیان بلکہ سات سو نیکیان تک لکھی جاوین گی یا اللہ وہ میری ہی امت کر فرمایا کہ وہ امت احمد ہے پھر موسے علیہ السلام نے کہا اے رب ایک امت اور اس لوح مین پاتا ہون کہ آخرت مین اونکا کوئی شفیع بھی ہوگا اور اُنکی شفاعت قبول بھی ہوگی یا اللہ وہ میری ہی امت ہو فرمایا کہ وہ بھی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے قتادہ جو اس قول کے قائل ہیں کہتے ہیں کہ یہ باتین جب ذکر کی گئی کہ آخر موسے علیہ السلام نے یہ بات کہی کہ یا اللہ مجھے بھی احمد کی امت بنادے یہ قتادہ بن دعامہ ثقہ تابعی ہیں صحیح بخاری مین انسے روایت ہے۔ یہ قتادہ قدیم مفسرین میں مشہور ہیں اور انکا قول تفسیر کے باب مین بہت معتبر ہے۔ آیہ کنتم خیر امۃ سے اور ترمذی ابن ماجہ وغیرہ مین بہز بن حکیم کی جو حدیث ہے اوس سے قتادہ کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ بہز بن حکیم کی اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امت محمدیہ پچھلی ستر امتون کی پورا کرنیوالی امت ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک یہ امت سب پچھلی امتون سے بہتر ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے بخاری وغیرہ کی روایتون کے حوالہ سے سورہ بقر مین گذر چکا ہے کہ جب پچھلی امتون کے لوگ اپنے انبیا کو قیامت کے دن اللہ تعالی کے روبرو جھٹلاوین گے اور یہ کہوین گے کہ یا اللہ ہمکو کسی نبی نے تیرا حکم نہین پہنچایا تو امت محمدیہ کی یہ گواہی اللہ تعالی کے روبرو پیش ہوگی کہ یا اللہ تو نے ہمارے نبی آخر الزمان پر جو دنیا مین قرآن اتارا تھا اوس مین پہلے انبیا کا اور پہلی امتون کا سب ذکر ہے اسواسطے ہم تیرے کلام اور تیرے رسولون کے سچے ہونے کی گواہی ادا کرتے ہین۔ ان روایتون سے بھی قتادہ کے قول کی تائید اور امت محمدیہ کی فضیلت نکلتی ہے۔

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

اور چنے موسے نے اپنی قوم سے ستر مرد لانے کو ہمارے وعدے کے وقت پر جب اونکو لرزے نے پکڑا بولا اے رب اگر

أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ

پہلے ہی ہلاک کرتا اونکو اور مجھکو کیا ہمکو ہلاک کریگا ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقون نے یہ سب تیرا آزمانا ہے بچلادے

تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ

اوس مین جسکو چاہے اور راہ دے جسکو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہمکو اور مہر کر ہمپر اور تو سب سے بہتر بخشنے

الله پاک نے موسے علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ ستر آدمی اپنی قوم مین سے چنکر میرے پاس لے آؤ اور گوسالہ پوجنے کی
عذر خواہی کرو خطیب کہتے ہین کہ موسے علیہ السلام نے جب لوگون کو منتخب کیا تھا تو ساٹھہ آدمی بوڑھے نکلے حکم ہوا کہ دس
آدمی جوان بھی لو دس جوان جب لے لئے تو وہ بھی صبح کو بوڑھے ہوگئے اور موسے علیہ السلام ان لوگونکو لیکر وقت مقررہ
پر حاضر ہوئے کوہ طور کے نیچے ایک بہت بڑا ابر کا ٹکڑا آیا جس نے سارے پہاڑ کو ڈھانپ لیا موسے علیہ السلام اس ابر مین
گھس گئے اور اپنے ساتھیون سے کہا کہ میرے پاس آجاؤ اللہ پاک نے موسے علیہ السلام سے باتین کین جب اللہ تعالے
موسے علیہ السلام سے بات کرتا تھا تو انکی پیشانی پر ایسا نور برسنے لگتا تھا کہ کسی انسان کا مقدور نہ تھا کہ آپکے چہرہ کی طرف
دیکھہ سکے بہرحال ان ستر آدمیون نے اوسوقت موسے علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو ایمان نہ لاوینگے جبتک اللہ جل شانہ کو
صاف صاف نہ دیکھین اتنا کہنا تھا کہ ایک زلزلہ آیا اور بجلی چمکی اور ان لوگون پر گری یہ ستر ایکدم مین ہلاک ہوگئے ان
لوگون پر بجلی کا گرنا تو سورہ بقرہ مین صاف آچکا ہے لیکن بجلی کے گرنے کے وقت زمین بھی ہلتی ہے اسواسطے بعضے مفسرین
نے رجفہ کے معنے بجلی اور زلزلہ دونون کے لئے ہین اسواسطے تینون ترجمون مین زلزلہ کے معنے لئے ہین۔ موسے علیہ السلام
کو اس حال کے دیکھنے سے بہت قلق ہوا اسلئے حضرت موسے نے اللہ پاک سے دعا کی کہ یا اللہ اگر تیری ایسی مرضی تھی
تو اس سے پہلے ان لوگونکو اور مجھے بھی انکے ساتھہ ہی ہلاک کر ڈالتا یہ لوگ تو نرے بیوقوف ہین جو انھون نے ایسی بات
کہی اور اب کیا ان لوگون کو بھی ہلاک کر دیگا جو میرے پیچھے رہگئے ہین پہر کہا کہ یہ تیری آزمائش ہے تو جسکو چاہتا ہے ہدایت
کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے تو ہی ہم لوگونکا مالک ہے۔ پہر کہا کہ تو رحم کر ہمارے حال پر اور ہمین بخشدے تو ہی
بڑا بخشنے والا ہے مجاہد کا اس مقام پر یہ قول ہے کہ وہ لوگ ستر آدمی جو زلزلہ سے ہلاک ہوگئے اللہ پاک نے پہر اونکو زندہ
کردیا ورنہ زلزلہ اس لئے آیا تھا کہ ان لوگون نے خدا کو کھلم کھلا دیکھنا چاہا تھا اوپر گذر چکا ہے کہ ان ستر آدمیون کے کوہ طور
پر ساتھہ لانے سے پہلے جب موسے علیہ السلام تنہا کوہ طور پر گئے تھے اور اونھون نے دنیا کی آنکھون سے دیدار الٰہی کی خواہش
کی تھی تو اونکی وہ خواہش ناممکن ٹھہری تھی اب یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالی نے جس خواہش کو اپنے رسول کے لئے ناممکن ٹھہرادیا
وہ خواہش امت کے کسی شخص کو زیبا نہیں ہے باوجود اسکے ان ستر آدمیون نے اون گستاخی کے لفظون میں یہ ناممکن خواہش
پیش کی جسکا ذکر سورہ بقرہ مین گذرا تو اس گستاخی کی سزا میں انپر بجلی گری جس سے وہ ستر آدمی مرگئے اور جب موسی علیہ السلام
نے ان لوگون کی گستاخی کے گناہ کی معافی کی دعا کی تو اللہ تعالی نے اپنی رحمت سے اون لوگون کا وہ گناہ معاف فرماکر پہر اون
لوگونکو زندہ کر دیا معتبر سند سے مسند امام احمد مسند بزار مسند ابی یعلی اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری کی حدیث ہے جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات کی خواہش اور دعا سے امت محمدیہ کو منع فرمایا ہے جس بات کی شریعت
مین ممانعت ہو۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیت اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ
جس طرح ایک ناممکن خواہش کے پیش کرنے سے بنی اسرائیل پر اللہ تعالی کی خفگی ہوگئی اسی طرح اب بھی ہر امر ناممکن

منزل ۲

شرعی کی دعا اور خواہش سے ایماندار شخص کو پرہیز کرنا لازم ہے کس لئے کہ جو امر شرع الٰہی میں ناجائز ٹھہر چکا کسی کی دعا سے اس کا جائز ٹھہر جانا ناممکن اور ایسی ناممکن چیز کے شرعی طور پر حاصل ہو جانیکی دعا اور خواہش شرع الٰہی کے بدل جانے کی گستاخی کی خواہش ہے اور ایسی خواہش سے اللہ تعالیٰ کی خفگی کا خوف ہے جس سے ہر مسلمان کو پرہیز لازم ہے۔

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ

اور لکھدے ہمارے واسطے اس دنیا میں نیکی اور آخرت میں ہم رجوع ہوئے تیری طرف

یہ دوسری دعا ہے موسیٰ علیہ السلام نے پہلی جو دعا کی تھی رفع ضرر کے لئے کی تھی اور یہ دعا حصول مقصد کے لئے حسنہ کے معنے اعمال صالح کے ہیں یا مراد حسنہ سے فضل ہے یعنی دنیا میں نیک عملوں کی توفیق اور رزق میں وسعت رہے اور آخرت میں بہشت عطا کر۔ ھدنا کے معنے یہ ہیں کہ ہم نے توبہ کی اور تیری طرف رجوع ہوتے ہیں مفسرین کا بیان ہے کہ اسی ہدنا کہنے سے یہودی یہود کے نام سے مشہور ہوئے جبتک شریعت موسوی منسوخ نہیں ہوئی تھی یہ نام خوبی کا تھا اور بعد اس شریعت کے منسوخ ہوجانے کے وہ بات باقی نہیں رہی اس لئے کہ منسوخ شریعت کے موافق عمل کرنے سے کچھ اجر نہیں رہی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آخری وقت میں موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو سوائے شریعت محمدی کے پیروی کے اور کوئی راستہ نجات کا نہ تھا چنانچہ جابر کی اس مضمون کی حدیث مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے حضرت جابر کی اس حدیث کی سند معتبر ہے صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے اللھم اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ میں موسیٰ علیہ السلام کی جس دعا کا ذکر ہے اس میں دوزخ کی آگ سے امن میں رہنے کا صاف ذکر نہیں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ میں سے قرآن شریف کے لفظ لیکر ایسی دعا اختیار فرمائی جسمیں آگ سے امن میں رہنے کا بھی صاف ذکر آگیا ترمذی نسائی صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں انس بن مالک کی دوسری حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص تین دفعہ دن رات میں دوزخ کی آگ سے امن میں رہنے کی دعا مانگتا رہیگا تو خود دوزخ بھی اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرتی رہے گی کہ یا اللہ تو اس شخص کو دوزخ کی آگ سے امن میں رکھ۔ انس بن مالک کی اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے وہ فائدہ اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس فائدہ کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا میں دوزخ کی آگ سے امن میں رہنے کے لفظ بڑھائے ہیں امت محمدیہ کے ہر شخص کو اللہ کے رسول کی اس شفقت کی قدر کرنی چاہیے اور اس دعا کا ہمیشہ ورد رکھنا چاہیے۔

قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا

فرمایا میرا عذاب جو ہے سو ڈالتا ہوں جسپر چاہوں اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو سو وہ لکھدونگا انکو

منزل ۲

لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوۃ اور جو ہماری باتیں یقین کرتے ہیں

اوپر کی آیتوں میں جو یہ ذکر تھا کہ زلزلہ اور بجلی کے گرنے سے موسے علیہ السلام کے ہمراہی ہلاک ہوگئے تو موسے علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کی اور یہ کہا کہ یہ تیری جانچ اور آزمائش ہے اوسی کے جواب میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں ہر چیز میں میرا حکم جاری ہے میں جسپر چاہتا ہوں عذاب بھیجتا ہوں اور جسپر چاہتا ہوں رحمت نازل کرتا ہوں میرا عذاب اور میری رحمت کسی خاص فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے رحمت خاص اوسی کے حصہ میں ہی جو خدا سے ڈرتا ہے اور اپنے مال میں سے خدا کی راہ پر دیتا ہے اور اپنے نفس کو شرک اور کفر سے بچاتا ہے اور میری آیتوں اور ساری کتابوں پر ایمان لاتا ہے۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں جندبؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی اپنی اونٹنی کو بٹھا کر اور اوسکے پاؤں باندھکر آیا اور حضرت صلعم کے پیچھے نماز پڑھی نماز کے بعد وہ اعرابی اونٹنی کے پاؤں کھولکر سوار ہوا اور کہنے لگا کہ یا اللہ مجھپر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت بھیج اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نکر حضرت نے صحابہ سے کہا کہ تم کیا کہتے ہو کہ یہ اعرابی زیادہ بیوقوف ہے یا اوسکا اونٹ تم نے سنا نہیں یہ کیا کہتا تھا لوگوں نے کہا کہ ہاں سنا آپنے اعرابی سے فرمایا کہ تو نے خدا کی ایک وسیع رحمت کو تنگ کر دیا اللہ نے سو رحمتیں پیدا کی ہیں جن میں سے ایک رحمت دنیا میں اوتاری جسکی وجہ سے سارے جن انسان اور جانور آپسمیں ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں اور ننانوے حصے اس رحمت کے اپنے پاس روک رکھے ہیں اب تم بتلاؤ کہ یہ گنوار زیادہ بیوقوف ہے یا اونٹ۔ اس بات کے متعلق کہ ننانوے حصے رحمت کے اللہ پاک نے اپنے پاس رکھے ہیں اور ایک رحمت دنیا میں بھیجی ہے اور حدیثیں بھی ہیں مثلاً صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ اور فقط مسلم میں سلمان فارسی سے روایتیں ہیں ان روایتوں سے جندب کی روایت کو بڑی تقویت ہو جاتی ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی شفاعت کی حدیث کا ذکر ایک جگہ گذر چکا ہے کہ سب شفاعتوں کے بعد خود اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالکر جنت میں ڈالدیویگا کہ جو مشرک تو نتھے مگر دنیا میں اونھوں نے عمر بھر کوئی نیک کام نہیں کیا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم کی ابوہریرہ کی یہ حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غصے اور عذاب کا پورا حال لوگوں کو اگر معلوم ہو جاوے تو نیک لوگوں کے دل میں بھی جنت کے ملنے کی آرزو بہت کم ہو جاوے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا پورا حال لوگوں کو اگر معلوم ہو جاوے تو نافرمان لوگوں کے دل میں بھی جنت کے ملنے کی آرزو پیدا ہو جاوے۔ یہ حدیثیں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اوسکے غصہ کی گویا تفسیر ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اوسکے غصہ پر غالب ہی بغیر نیک عملوں کے بعضے لوگوں کا دوزخ سے نکالکر جنت میں داخل کرنیکا ذکر ابوسعید خدری کی حدیث کے حوالہ سے جو اوپر گذرا وہ ذکر گویا اسکی تفسیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اوسکے غصہ پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اور صفات کی بابت اہل سنت کا جو یہ اعتقاد ہے کہ اس پاک ذات کی جو صفات قرآن یا صحیح حدیثوں میں آگئے ہیں بغیر کسی عقلی معنے کے بیان

کرنے کے اون پر ہم ایمان لاتے ہیں اور اون کی تفصیلی کیفیت اللہ کے علم پر سونپتے ہیں اللہ تعالی کے یہ غصہ کی صفت بھی اہل سنت کے نزدیک اون ہی صفات میں داخل ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

وہ جو تابع ہوتے ہیں اس رسول کے جو نبی ہے امی جسکو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس توریت

وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

اور انجیل میں بتاتا ہے اونکو نیک کام اور منع کرتا ہے برے کام سے اور حلال کرتا ہے اونکے واسطے سب پاک چیزیں

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ

اور اوتارتا ہے اونسے بوجھ اونکے اور پھانسیاں جو اونپر تھیں سو جو اسپر یقین لائے اور اوس کی رفاقت

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

کی اور مدد کی اور تابع ہوئے اس نور کے جو اوسکے ساتھ اوترا ہے وہی لوگ پہنچے مراد کو

اوپر کی آیۃ میں جو اللہ پاک نے یہ فرمایا تھا کہ میری رحمت اونہیں لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اونہیں کا یہ ذکر اس آیۃ میں فرمایا کہ وہ لوگ وہ ہیں جو رسول و نبی امی کی پیروی کرتے ہیں امام رازی نے کہا ہے کہ الذین یتبعون سے بنی اسرائیل مراد ہیں مگر جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس آیۃ میں ساری امت آنحضرت کی مراد ہے خواہ بنی اسرائیل میں سے ہوں خواہ کسی اور فرقے کے ہوں جو حضرت پر ایمان لایا یہ آیۃ اوسی کی شان میں ہے پھر فرمایا کہ اگلی امتیں ان رسول کو اپنی کتاب توریت و انجیل میں نبی امی لکھا ہوا پاتے ہیں اسلیے کہ آپ جس طرح ماں کے شکم سے پیدا ہوئے اوسی طرح تا عین حیات رہے نہ کسی سے لکھنا سیکھا نہ پڑھنا یا سوا سطے آپکا لقب امی ہے کہ آپ ام القری مکہ میں پیدا ہوئے یہی دو معنے امی کے مفسرین نے بیان کئے ہیں پہلے رسولوں نے آپکی صفت اپنی کتابوں میں دیکھکر اپنی امت کو اس کی بشارت دیدی تھی کہ یہ وصف امی کا حضرت خاتم الانبیا اور سید المرسلین کا لقب ہے حضرت انس کی ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے بیہقی میں ابو صخر عقیلی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک گنوار نے ذکر کیا کہ وہ مدینہ میں ایک روز حلوا بیچنے کو گیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کا دل میں خیال ہوا کہ چلو اونکو بھی دیکھوں اور اونکی باتیں سنوں رستے میں آپ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رض کے ساتھ جا رہے تھے وہ گنوار بھی انکے پیچھے ہو لیا ایک یہودی کا جوان اور خوبصورت لڑکا قریب المرگ تھا وہ یہودی توریت کھولے ہوئے پڑھ رہا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے کہا کہ تجھکو توریت نازل کرنے والے کی قسم سچ بتلا اسمیں میری صفت اور میرے رسول بنائے جانے کا ذکر ہے اوس نے سر ہلا کر کہا کہ نہیں اوسکے بیٹے نے جو جان کنی کی حالت میں تھا کہا کہ مجھکو اوسی ذات کی قسم ہے جسنے توریت نازل کی ہے میں آپکی صفت اور آپکا دنیا میں آنا توریت میں لکھا ہوا پاتا ہوں اور میں اسبات کی گواہی دیتا ہوں کہ سوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور آپ اوسکے رسول ہیں حضرت نے فرمایا

ع ۱۹ منزل ۲

اس یہودی کو اسکے بیٹے کے پاس سے اوٹھادو اور آپ خود اس مرنے والے کے متولی ہوئے اور کفن ونماز اسکی آپنے ادا کی۔ حاکم کی
مستدرک میں ابوامامہ باہلی کی روایت ہے جسمین ہشام بن عاص اموی کہتے ہیں کہ میں اور ایک اور شخص ہرقل بادشاہ روم کی طرف
بھیجے گئے تاکہ اوسکو دین اسلام کا پیغام پہونچائیں جب دمشق مین پہنچے جبلہ بن ایہم غسانی جو وہان کا حاکم تھا اوسکے یہان
گئے وہ تخت پر بیٹھا تھا اوس نے قاصد کو بھیجا کہ انسے جاکر بات کرو ہمنے کہا کہ ہم قاصد سے بات نہیں کرینگے ہم تو بادشاہ کی
پاس بھیجے گئے ہیں اگر وہ ہمکو اپنے پاس بلائے گا تو اوس سے بات کرینگے قاصد نے یہی جاکر کہدیا اوسنے ہمکو بلاکر کہا کہو کیا کہتے ہو
ہشام بن عاص نے گفتگو کی اور دعوت اسلام پہونچائی وہ سرسے پاؤن تک کالے کپڑے پہنے ہوئے تھا ہشام نے کہا کہ یہ کالے
کپڑے کیسے ہیں اوس نے کہا کہ مین نے قسم کھائی ہے کہ جب تک تم کو ملک شام سے نہ نکالدونگا یہ کپڑے نہ اوتارونگا ہشام
نے کہا واللہ ہم تجھسے تیری اس محفل کو چھین لین گے بلکہ تیرے بادشاہ کا ملک بھی لے لیوینگے ہمکو یہ خبر ہمارے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے دی ہے اوسنے جواب دیا کہ وہ لوگ اور ہیں تم نہیں ہو وہ لوگ دن کو روزے رکھتے ہیں اور راتون کو نماز پڑھتے ہیں تم
کہو تمہارا روزہ کیسا ہے میں نے بتلادیا اوسکا منہ سیاہ ہوگیا اور میرے ساتھ ایک قاصد کرکے کہا کہ جاؤ ہم لوگ بادشاہ کی طرف
چلے جب شہر کے قریب پہونچے تو قاصد نے کہا کہ یہ تمہارے اونٹ شہر مین نہ جانے پاوینگے اگر کہو تو عربی خچرون پر سوار کرکے
تمہین لے چلین ہشام نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم جائین گے تو ان ہی اپنی سواریون پر جائین گے قاصد نے بادشاہ کے پاس آدمی
بھیجکر دریافت کیا کہ یہ لوگ عربی خچرون پر سوار ہوکر آنے سے انکار کرتے ہیں بادشاہ نے حکم دیا کہ اونہین کی سواریون پر اونکو آنے
دو ہشام کہتے ہیں کہ ہم تلوارین لگائے ہوئے تھے جب اندر داخل ہوئے قریب پہونچے تو اوسکے جھرون کے نیچے اپنے اونٹو
بٹھادیا اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہا اللہ جانتا ہے کہ وہ برآمدہ گر پڑا بادشاہ نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ تمہین زور سے چلاکر
اپنے دین کی بات کا کہنا زیبا نہیں ہے پھر ہمین اپنے پاس بلایا فرش پر بیٹھا ہوا تھا اور اردگرد علماء روم بیٹھے تھے اوسکی
مجلس میں ہر شے لال رنگ کی تھی کپڑے بھی لال رنگ کے پہنے ہوئے تھا ہمیں دیکھکر ہنسا اور کہا کہ اگر تم ہمکو سلام کرتے تو کیا
نقصان تھا اوسکے پاس ایک عربی مترجم بھی تھا جو بڑا زبان آور تھا وہی ترجمہ کرکے عربی سے رومی زبان میں اوسکو سمجھاتا تھا
ہم نے کہا کہ ہمارا آپس کا سلام تمہارے لئے درست نہیں ہے اور جو تمہارا سلام ہے وہ ہم کہہ نہیں سکتے اوس نے پوچھا تم
آپس میں کس طرح سلام کیا کرتے ہو ہم نے کہا السلام علیکم پوچھا کہ اپنے سردار کو کس طرح کہتے ہو ہم نے کہا یہی پھر پوچھا
کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں ہم نے کہا وعلیکم السلام پھر اوس نے کہا کہ سب سے بڑا کلام تمہارا کیا ہے میں نے کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر جب
ہم نے یہ کلمہ کہا تھا تو یہ برآمدہ گر پڑا اوس نے سر اوٹھاکر دیکھا اور کہا کہ اس کلمہ سے برآمدہ گر پڑا تو جب اپنے گھرون میں بھی یہ
کلمہ کہتے ہوگے تو کوئی مکان گر پڑتا ہوگا میں نے کہا کہ نہین سوائے آج کے اور کبھی یہ بات نہین دیکھی پھر ہم سے پوچھا کہ کس
ارادہ سے تمہارا آنا ہوا میں نے دعوت اسلام پہونچائی اوس نے ہماری نمازون اور روزون کا حال پوچھا میں نے سب
بتلادیا پھر اوس نے ہمکو ایک عمدہ مکان میں اوتارا اور تین روز مہمان رکھا پھر رات کے وقت آدمی بھیجکر بلایا اور ہم سے

منزل ۲

وہی پہلے سے سوال کئے مین نے وہی جواب دئے پھر ہمکو ایک سنہری حویلی مین لے گیا جسمین چھوٹے چھوٹے دروازے تھے ایک دروازہ کا قفل کھولکر ایک سیاہ حریر کا کپڑا نکالکر پھیلایا اوس میں ایک تصویر لال رنگ کی تھی جسکی بڑی بڑی آنکھین تھین گردن ایسی لانبی تھی کہ ہم نے کبھی ایسی نہین دیکھی وہ شخص احسن خلق اللہ معلوم ہوتا تھا بادشاہ نے پوچھا تم انہین پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں کہا کہ یہ آدم علیہ السلام ہیں ہمنے دیکھا تو اونکے سر میں بال لوگون سے زیادہ تھے پھر دوسرا دروازہ کھولکر ایک کالا حریر نکالا جسمین ایک سفید تصویر تھی بال گھونگر والے تھے لال لال آنکھین بڑا سر ڈاڑہی گھنی پوچھا کہ انکو جانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین اوس نے تبلایا یہ نوح علیہ السلام ہیں پھر ایک اور دروازہ کھولکر سیاہ حریر نکالا جسمین ایک صورت بہت ہی سفید اور نہایت خوبصورت آنکھین کھلی پیشانی لانبا چہرہ سفید ڈاڑہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مسکرا رہے ہیں ہم سے پوچھا کہ پہچانتے ہو یہ کون ہیں ہم نے کہا کہ نہیں کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین پھر ایک دروازہ کھولکر تصویر نکالی جو بالکل سفید تھی واللہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تھے ہمنے دیکھتے ہی پہچان لیا اوسنے پوچھا انہین جانتے ہو یہ کون ہیں ہم نے رو کر کہا ہان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہ کھڑا ہو گیا اور کہا اللہ کی قسم یہ وہی ہیں ہم نے کہا ہان گویا تم اپنی آنکھوں سے انہین دیکھ رہے ہو تھوڑی دیر خاموش رہکر اوس تصویر کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا کہ یہ آخری خانہ تھا مین نے جلدی کی کہ تم ان تصویرکو دیکھکر کیا سمجھتے ہو پھر دوسرا دروازہ کھولکر سیاہ حریر نکالا جسمین سانولے رنگ کی تصویر تھی کسی قدر رنگ زرد تھا گھونگر والے بال تھے آنکھین گہری تیز نظر دانت برابر برابر ہونٹ موٹے موٹے چہرہ سے غصہ ٹپک رہا تھا جب پوچھا کہ پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین تبلایا کہ حضرت موسے علیہ السلام ہیں اونکے بغل مین ایک اور تصویر اونہین کی شکل سے ملتی جلتی تھی مگر بال چکنے چکنے پیشانی چوڑی آنکھین ابھری ہوئی پوچھا کہ پہچانتے ہو مین نے کہا نہین کہا کہ یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہین پھر ایک اور دروازہ کھولا اور ایک سفید حریر نکالکر دکھلایا جس مین ایک شبیہ تھی جسکا رنگ گندمی تھا بال سیدھے سیدھے قد میانہ تھا چہرہ سے غصہ ظاہر تھا اوس نے پوچھا انکو پہچانتے ہو ہمنے کہا کہ نہین کہا کہ یہ لوط علیہ السلام ہیں پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور سفید حریر نکالا جسمین سفید و سرخ تصویر تھی ناک اونچی چہرہ خوبصورت پوچھا کہ انکو پہچانتے ہو ہمنے کہا نہین کہا یہ اسحاق علیہ السلام ہیں پھر ایک دروازہ کھولکر سفید حریر نکالا اس مین اسحاق علیہ السلام کے مشابہ تصویر تھی جسکے ہونٹھ پر تل تھا کہا اسکو جانتے ہو مین نے کہا نہیں کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہین پھر ایک دروازہ کھولکر ایک ریشمی کالا کپڑا نکالا جسمین ایک تصویر سفید رنگ حسین ناک لانبی موزون قد رنگ سرخی مائل تھا چہرے پر نور برس رہا تھا پوچھا انکو پہچانتے ہو مین نے کہا کہ نہین کہا کہ یہ اسمعیل علیہ السلام ہیں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا پھر ایک دروازہ کھولا اور سفید حریر نکالا جسمین ایک تصویر مشابہ آدم علیہ السلام کے تھی سورج کی طرح چہرہ چمک رہا تھا پوچھا کہ پہچانتے ہو ہمنے کہا کہ نہین کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہیں پھر ایک دروازہ کھولا اور سفید حریر نکالا جسمین سرخ رنگ کی تصویر تھی پنڈلیان پتلی پتلی آنکھین چھوٹی چھوٹی پیٹ بڑا قد میانہ تلوار لٹکائے ہوئے پوچھا انکو جانتے ہو ہمنے کہا نہین کہا یہ حضرت داؤد علیہ السلام ہین

منزل ۲

کی پیروی کرے اور پھر اس مقدمہ مین کامیابی کی توقع رکھے۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاْ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ

تو کہہ اے لوگو مین رسول ہون اللہ کا تم سب کی طرف جسکی حکومت ہے آسمان اور زمین

الْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ

مین کسی کی بندگی نہین سوا اسکے جلاتا ہے اور مارتا ہے سو مانو اللہ کو اور اوسکے بھیجے نبی امی کو جو

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

یقین کرتا ہے اللہ پر اور اوسکے سب کلام پر اور اوسکے تابع ہو شاید تم راہ پاؤ

اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ تم لوگون سے صاف صاف کہدو کہ مین تم سب لوگون کی طرف کیا عجم اور کیا عرب مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک سارے جہان کے واسطے اللہ تعالی کی طرف سے رسول بناکر بھیجا گیا ہون حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے پانچ چیزین مجھکو دین جو مجھسے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئین اور یہ بات مین کچھ فخر کی راہ سے نہین کہتا ہون مین سارے لوگون کی طرف کیا لال کیا کالا سب کی طرف رسول بناکر بھیجا گیا اور مین رعب کے ساتھ ایک مہینہ کی راہ کے فاصلہ سے مدد کیا گیا ہون مطلب یہ ہے کہ جہاد مین فقط میرے رعب سے ملک یون فتح ہو جاتے ہین کہ مین ایک مہینہ کی راہ پر ہوتا ہون اور میرے رعب سے لوگ ڈر جاتے ہین مال غنیمت میرے لئے اللہ نے حلال کر دیا مجھ سے پہلے کبھی غنیمت حلال نہین تھی لوگ جلادیا کرتے تھے میرے لئے تمام روئے زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے جہان نماز کا وقت آجاتا ہے اگر پانی نہین میسر ہوا تیمم کرکے نماز ادا کرلی اور مجھے شفاعت دی گئی ہے جو مین نے اپنی امت کیواسطے رکھ چھوڑی ہے میری امت مین سے جو شرک نہ کریگا اوسکی مین قیامت کے دن شفاعت کرونگا اسی مضمون کی حدیث امام احمد کی مسند مین بھی ہے جسکی سند اچھی ہے اور صحیح بخاری و مسلم مین بھی جابر بن عبداللہ سے ایسی ہی ایک حدیث ہے اسکے بعد اللہ پاک نے زمین و آسمان کا اپنا خالق ہونا بیان فرمایا اور فرمایا کہ مین جسکو چاہتا ہون تو زندہ کرتا ہون اور جسکو چاہتا ہون مارتا ہون اس مین اپنی وحدانیت ثابت کی ہے پھر لوگونکو حکم دیا کہ ان نبی امی پر ایمان لاکر انکی بتلائی ہوئی راہ پر چلو نبی امی آپکو اس لئے فرمایا کہ اگلی کتابون مین آپکا ذکر اسی نام سے تھا اسی واسطے فرمایا کہ وہی نبی امی ہین جنکی بشارت تمکو اگلی کتابون مین دی گئی تھی اگر اونکی راہ پر چلوگے تو ہدایت پاؤگے آیت کی تفسیر وہی حدیثین قرار پاسکتی ہین جنکا ذکر اوپر گذرا کیونکہ آیت اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام خلق اللہ کے حق مین ہے اور اس آخری زمانہ مین ہدایت اسی آخری شریعت مین منحصر ہے اسی واسطے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث جو ایک جگہ گذر چکی ہے اس مین آنحضرت صلی اللہ

منزل ۲

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل کتاب مین سے جو شخص میرا حال سنکر پھر میری نبوت تسلیم نہ کریگا اُسکی نجات مشکل ہے۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝

اور موسی کی قوم مین ایک فرقہ راہ بتاتے ہین حق کی اور اسی پر انصاف کرتے ہین

تفسیر ابن جریر وغیرہ مین اس آیۃ کی شان نزول جو لکھی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ یہ آیۃ اون لوگونکی شان میں اوتری ہے جو موسی علیہ السلام کی امت مین سے تھے اور حضرت پر ایمان لائے جیسے عبد اللہ بن سلام وغیرہ اون ہی کو فرمایا کہ موسے کی قوم مین ایک گروہ ہے جو حق بات کا پیرو اور صاحب انصاف ہے اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ اوپر کی آیتون مین جو موسی علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا اسکے متعلق اللہ پاک نے یہان تک یہ بیان فرمایا تھا کہ سامری نے گوسالہ بنالیا اور بنی اسرائیل کو شرک کرکے اسکو پوجنے لگا اور ستر آدمی موسی علیہ السلام چن کر اپنے ساتھ کوہ طور پر لائے جو زلزلہ سے ہلاک ہوگئے اب اس آیۃ مین یہ فرمایا سب کی سب موسے کی قوم ایسی نہین تھی جو گمراہ ہوگئے تھے ایک فرقہ وہ بھی تھا جو حق پر تھا ابن جریج نے اپنی تفسیر کے اس موقع پر یہ ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل نے جب انبیا کو قتل کیا تو بارہ فرقے ہوگئے ایک فرقہ اونمین سے اس بات پر ناخوش ہوا اور اپنا عذر اللہ پاک سے ظاہر کیا اللہ پاک نے ایک نقب زمین مین پیدا کردی وہ لوگ اوس نقب کی راہ سے چین کے قریب نکلے اور وہان اپنے دین پر قائم ہین مگر قاضی شوکانی نے اپنی تفسیر مین اس قصہ کو صحت سے دور تر بتلایا ہے حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کی بہت سی آیتون سے یہ بات نکلتی ہے کہ جہان یہود کی مذمت کا ذکر آتا ہے اوس مذمت مین سے اللہ تعالی نے مسلمان اہل کتاب کا دل بڑہانے کے لئے عبد اللہ بن سلام اور اُنکے ساتھیونکو نکال لیتا ہے چنانچہ امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کے صحیح قول کے حوالہ سے سورہ آل عمران کی آیۃ لیسوا سوا کی شان نزول مین اسکا تذکرہ گذر چکا ہے اس سبب سے پہلی شان نزول صحیح معلوم ہوتی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے ابو صخر عقیل کی حدیث جو گذر چکی ہے اُس حدیث کو یہود کی مذمت کی اوپر کی آیتون کی اور اس آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتون مین یہود کے جن دو گروہونکا ذکر ہے حدیث مین اون دونون گروہون مین سے ایک شخص کا ذکر ہے جسمین ایک باپ تھا اور ایک بیٹا وہ یہودی تھے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ عبد اللہ بن سلام کے گروہ کے لوگ قابل مذمت یہود کے گروہ کی طرح نبی آخر الزمان کے اوصاف اور توراۃ کے مسائل کے ظاہر کرنے مین ناحق پسندی اور ناانصافی نہین کرتے

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ

اور بانٹ کر اونکو ہمنے کیا کئی فرقے بارہ دادون کے پوتے اور حکم بھیجا ہمنے موسی کو جب پانی مانگا

قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ

اوس سے اوس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی سے اس پتھر کو تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے پہچان لیا

كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ

ہر ایک لوگون نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہمنے اونپر ابر کا اور اوتارا ہمنے اونپر من اور

السَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

سلوی کھاؤ ستھری چیزین جو ہمنے روزی دی تمکو اور ہمارا کچھہ نہ بگاڑا لیکن اپنا برا

يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا

کرتے رہے اورجب حکم ہوا انکو رہو اس شہر مین اور کھاؤ اوس مین جہانسے چاہو اور کہو گناہ

حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓــٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ

اوترے اور پیٹھو دروازے مین سجدہ کرتے تو بخشین ہم تمہاری تقصیرین آگے اوردین گے نیکی والونکو سو بدل لیا

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ

بے انصافون نے ان مین سے اور لفظ سوا اسکے جو کہدیا تھا پھر بھیجا ہمنے اونپر عذاب آسمان سے بدلا اونکی شرارت کا

۲۰ ع ۵ ۱

موسے علیہ السلام کی قوم بارہ گروہ تھی ایک ہی دادا کی اولاد اصل میں یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا انہین کی اولاد مین یہ لوگ تھے اسلئے انکو بنی اسرائیل کہتے ہیں اور یہ لوگ علیحدہ علیحدہ گروہ ہیں کثیر التعداد آدمی ہوگئے تھے اسلئے اون کو اللہ پاک نے فرمایا کہ بارہ فرقے الگ الگ کردئے گئے اور ہر ایک کا سردار اور امام جدا جدا تھا سورہ بقر اور مائدہ مین گذر چکا ہے کہ کنعانی قوم کے ساتھہ لڑنے سے جب بنی اسرائیل نے انکار کیا تو اس شرارت کی سزا میں اللہ تعالی نے چالیس برس تک بنی اسرائیل کو ایک جنگل مین قید کیا اور وہان جب دہوپ کی شدت ہوئی پانی کو ترس گئے تو موسے علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو غرض کہ پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور بنی اسرائیل کے ہر ایک گروہ نے اپنا اپنا الگ گھاٹ بنا لیا اور پانی پینے لگے پھر اللہ پاک نے بادل کو حکم دیا کہ انکے سرون پر سایہ کرے تاکہ جلتی دھوپ سے امن مین رہین پھر خدا نے من و سلوا اوتار کر انکو کھانے کا حکم دیا من ترنجبین کو کہتے ہیں یہ میٹھی چیز ہے اور سلوا ایک پرندہ ہے سمانی نام بہت میٹھی اور سلونی چیز اللہ پاک نے انکے کھانے کے واسطے اوتاری مگر ان لوگون نے کہا کہ ہم ایک کھانے پر ہمیشہ قناعت نہین کر سکتے اسی کو اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ ہم نے کسی پر ظلم نہین کیا ان لوگون نے آپ اپنی جان پر ظلم کیا میری حکم عدولی کی میں نے من و سلوی بھیجکر کھانے کا حکم کیا تھا اونھون نے اسپر صبر نہین کیا اور چیزون کی ہوس دل میں کرنے لگے پھر فرمایا کہ مین نے اون لوگونکو یہ حکم دیا کہ اس شہر بیت المقدس مین داخل ہوجاؤ اور جہان چاہو وہان کھاؤ پیو مگر یہ بھی کہدیا تھا کہ جب دروازہ شہر مین داخل ہونے لگو تو شکریہ کے سجدہ کے طور پر جھک کر سر کے بل اور حطۃ کہتے ہوئے داخل ہونا مگر اون لوگون نے یہ کہنا نہ کیا جب شہر مین داخل ہوئے تو حطۃ کی جگہ حنطۃ فی شعیرۃ کہا اور سجدہ کے عوض ٹریان رگڑتے ہوئے چوتڑون کے بل داخل ہوئے۔ مین نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میرے حکم کے بموجب شہر مین داخل

منزل ۲

ہوگی تو تمہاری خطائیں بخشدی جائینگی اور نیکیاں بڑھادی جاوینگی مگر جب انھوں نے حکم کے خلاف کیا جس طرح کہا تھا اوسی طرح نہیں داخل ہوئے تو ہمنے آسمان سے وبا آنپر بھیجدی جس سے دو پہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہوگئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے جابر کی حدیث ایک جگہ گذرچکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونگلیوں سے معجزے کے طور پر پندرہ سو آدمیوں اور ان کے جانوروں کے لئے پانی کے نکلنے کا ذکر ہے۔ اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں یہ دخل ہے کہ آیتوں میں جس طرح موسے علیہ السلام کے پتھر پر عصا مارنے سے خلاف عادت ضرورت کے موافق پانی نکلا اوسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونگلیوں سے ضرورت کے موافق پانی نکلا

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ

اور پوچھ انسے احوال اس بستی کا کہ تھے کنارے دریا کے جب حد سے بڑھنے لگے ہفتے کے حکم میں

تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ ۙ لَا تَأْتِيهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ ۚ

جب آنے لگیں ان پاس مچھلیاں ہفتے کے دن پانی کے اوپر اور جس دن ہفتہ نہ ہو نہ آویں یوں ہم

نَبْلُوهُم بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ○

آزمانے لگے انکو اسواسطے کہ بے حکم تھے

یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت کا ہے حضرت صلعم کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ یہود سے آپ ہفتہ کے دن شکار کھیلنے والوں کا حال دریافت کریں اور انکو یہ قصہ سناکر ڈرائیں کہ کس طرح ان لوگوں پر بسبب مخالفت حکم الٰہی کے عذاب نازل ہوا کہیں ایسا نہو کہ تم پر بھی اوسی طرح عذاب آوے تم میری صفت کو جو تمہاری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے چھپاتے ہو۔ وہ لوگ بحر قلزم کے کنارے رہتے تھے ابن عباس وغیرہ کا قول ہے کہ مدین اور طور کے درمیان میں ایک قریہ ایلہ تھا وہاں یہ لوگ رہتے تھے۔ انکو ہفتہ کے دن شکار کرنیکو منع کیا گیا تھا لیکن یہ لوگ بے کہے خدا کے حکم کے خلاف جرات کر بیٹھے تھے اسلئے اونکی آزمائش کی گئی ہفتہ کے دن جس روز شکار منع تھا کثرت سے مچھلیاں پانی پر آجایا کرتی تھیں اور روز کہیں پتا بھی نہیں ملتا تھا یہ لوگ امتحان میں پورے نہیں اترے لگے حیلہ کرنے دریا کے کنارے کنارے پانی کاٹ لائے اور ایک گڑھے میں جمع کیا کہ ہفتہ کے دن جب مچھلیاں آویں تو اس جگہ آکر جمع ہو جاویں یہاں سے نکل نہ سکیں پھر اونکو دوسرے روز پکڑلینگے مگر پھر بھی مچھلیاں ہاتھ نہ آتیں ہفتہ کی شام کو نکل جاتیں آخر یہ کہ ان لوگوں نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کی راہ بند کی اتوار کے دن اونکو پکڑلیا۔ اللہ نے اس عدول حکمی کا یہ مزہ چکھایا کہ انکو بندر بنادیا صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں جابر کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہود کو غارت کرے کہ اونپر جب مردہ جانوروں کی چربی کا استعمال اور اوسکی خرید و فروخت منع ہوئی تو اونھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ چربی پگھلاکر تیل کی طرح اوسکی خرید و فروخت جاری کردی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ یہود نے جسطرح ہفتہ کے دن مچھلیوں کے پکڑنے کا حیلہ نکالا تھا اوسی طرح مردہ جانوروں کی چربی کی خرید فروخت کا حیلہ نکالکر اس حیلہ کو حرام چیز کے حلال ٹھہرانے کا ذریعہ اور وسیلہ قرار دیا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس حیلہ کو حرام چیز کے حلال ٹھہرانے کا

وقف لازم

ع ۶

النصف

منزل ۲

وسیلہ قرار دیا جاوے وہ حیلہ جایز نہین ہے -

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
اور جب بولا ایک فرقہ اون مین کیون نصیحت کرتے ہو ایک لوگونکو اللہ چاہتا ہے اونکو ہلاک کرے یا اونکو عذاب کرے

شَدِيدًا ۖ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
سخت بولا الزام اتارنے کو تمہارے رب کے آگے شاید وہ ڈرین پہر جب بھول گئے جو انکو سمجھایا تہا

أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا
بچالیا ہمنے جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گنہگارونکو برے عذاب مین بدلا اون کی

يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝
بے حکمی کا پہر جب بڑہنے لگے جس کام سے منع ہوا تھا ہمنے حکم کیا کہ ہو جاؤ بندر پھٹکارے

اللہ پاک نے اون اصحاب سبت کا حال بیان فرمایا کہ اس قوم مین تین فرقے ہوگئے ایک تو ہفتہ کے روز شکار کھیلتا تھا دوسرا فرقہ اونکو منع کرتا تھا تیسرا فرقہ وہ تھا کہ نہ شکار کرتا تھا اور نہ منع کرتا تھا ہان منع کرنے والونکو صرف یہ کہا کرتا تھا کہ بھائی تم کیون ان لوگون کو منع کرتے ہو انکو اپنے حال مین رہنے دو عنقریب عذاب انپر اللہ تعالی بھیجنے والا ہے ہلاک ہونے سے کبھی بچ نہین سکتے ہیں اللہ پاک نے اونکا حال بیان فرمایا کہ جو فرقہ منع کرتا تھا اسکو اللہ نے بچالیا اور جو لوگ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے باز نہین آتے تھے اونپر سخت عذاب نازل کیا ایک روز رات کو اپنے اپنے گھرون مین سوتے تھے کہ یکایک سب کے سب بندر ہوگئے صبح کو جب لوگ سوتے سے اٹھے آدمیونکی آواز نہین پائی دیوارونپر چڑھ چڑھ کر دیکھا تو آدمی کا کہین نام ونشان بھی نہین بندر اچکتے پھرتے ہیں جب بندرون نے آدمیون کو دیکھا تو اپنے اپنے کنبہ رشتے کے لوگونکو پہچان پہچان کر انکے پیرون پر سر رکھنے لگے اور دم ہلانے لگے آنکھونسے آنسو جاری تھے ان لوگون نے کہا کہ ہم پہلے ہی منع کرتے تھے کہ خدا کے حکم کے خلاف نکرو تم باز نہیں آئے اب دیکھا اوسکا انجام کیا ہوا بندرون نے سر ہلاکر کہا ہان غرضکہ تین روز تک وہ اس حال مین رہے آخر سر ٹپک ٹپک کر مر گئے - یہ تو دو فرقون کا حال ذکر کیا گیا کہ ایک ہلاک ہوا دوسرا بچالیا گیا باقی رہا تیسرا فرقہ جو نہ شکار کرتا تھا اور نہ اون لوگون کو شکار سے منع کرتا تھا اوس کی نسبت مفسرون کا اختلاف ہے کہ وہ بھی ہلاک ہوئے یا بچے - بعض کا قول یہ ہے کہ صرف نصیحت کرنے والا گروہ بچ گیا باقی سب ہلاک ہوئے اور بعض کا قول یہ ہے کہ ہلاک صرف وہی فرقہ ہوا جو خطاکار تھا باقی سبھون نے نجات پائی چنانچہ ابن عباس بھی اسی طرف گئے ہیں کہتے ہین کہ اس تیسرے فرقے نے نہایت غضبناک ہوکر یہ بات کہی تھی کہ تم لوگ انکو کیون نصیحت کرتے ہو اب یہ خود برباد و تباہ ہوا چاہتے ہیں عکرمہ فرماتے ہیں کہ مین ایک روز حضرت ابن عباس کے پاس گیا وہ قرآن مجید بغل مین دبائے ہوئے تھے اور آنکھونسے آنسو جاری تھے پہلے تو مجھے انکے پاس جانے سے کچھ پس و پیش ہوا پھر پاس جاکر بیٹھ گیا

منزل ۲

اور رونے کا سبب پوچھا کہنے لگے کہ مجھے ان ورقوں نے رلایا ہے یہ کہکر سورہ اعراف کے اوراق دکھلائے اور کہا کہ تم ایلہ والون کو جانتے ہو مین نے کہا ہان جانتا ہون فرمایا کہ وہان یہود کا ایک قبیلہ رہتا تھا اور ہفتہ کے دن شکار کرنے کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ جس رات کو عذاب آیا تو جو لوگ بچ گئے تھے اون مین سے لوگون نے فصیل شہر پر سیڑہیان لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب بندر بنا دئے گئے ہین دروازہ کھولکر اندر گئے تو بندر اپنے خویش واقربا کو پہچان کر پاس آئے اور انکے کپڑے سونگھنے لگے مگر یہ لوگ نہیں پہچانتے تھے کہ کون اپنا ہے کون غیر ہے کیونکہ سب کے سب وہ بندر کی صورتین تھے۔ پہر آیۃ پڑھکر فرمانے لگے کہ مین دیکھتا ہون کہ جو لوگ منع کرتے تھے وہ تو بچ گئے اور جو مرتکب تھے وہ ہلاک ہوئے مگر تیسرے فریق کا حال نہین معلوم ہلاک ہوئے یا نجی عکرمہ کہتے ہین کہ مین نے کہا ہم آپ پر فدا ہو جاوین کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اس فریق نے اون لوگون کو برا جانا اور اس لئے کہا تھا کہ انکو نصیحت نہ کرو خدا انکو ہلاک کرنا چاہتا ہے اس بات پر ابن عباس نے خوش ہو کر مجھے انعام کے طور پر دو موٹے کپڑے پہنائے مجاہد نے اسی طرح ابن عباس سے یہ قصہ روایۃ کیا ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ خلاف شرع بات کو دل سے برا جاننا یہ بھی ایک ضعیف درجہ ایمان کا ہے اس حدیث سے عکرمہ کے قول کی تائید ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس تیسرے فرقہ کو اللہ تعالی نے ضعیف الایمان ایماندار ٹھہرا کر عذاب سے اگر بچا لیا ہو تو اسکی رحمت سے کچھ دور نہیں صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے اسامہ بن زید کی حدیث سورہ بقر مین گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ بعضے لوگون کو دوزخ کے طرح طرح کے عذاب مین گرفتار دیکھکر اونکے دنیا کے ساتھی اونسے پوچھین گے کہ تم تو ہمکو نیک کامون کے کرنے اور برے کامون سے بچنے کی نصیحت کرتے تھے پہر خود تم نے ایسے کیا برے عمل کئے جنکے سبب سے تم اس عذاب مین گرفتار ہوئے یہ لوگ جواب دیوینگے کہ ہم دوسرونکو جو نصیحت کیا کرتے تھے خود اسکے موافق دنیا مین ہمارا عمل نہیں تھا معتبر سند کی مستدرک حاکم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ سچی توبہ کے لئے پچھلے گناہون پر نادم ہونا یہی اصل توبہ ہے یہ حدیثین آیتون کے اس ذکر کی گویا تفسیر ہین کیونکہ آیتون مین اگرچہ یہود کا ذکر ہے لیکن حدیثون سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امت محمدیہ مین سے جو دوسرون کو نصیحت کریگا اور اوسکے موافق عمل نکریگا یا اوپری دل سے توبہ کریگا اسکا بھی یہی حال ہوگا کہ عقبے مین اوس کی نصیحت اولٹا اوسکو رسوا کریگی اور دنیا میں اوسکی توبہ قبول نہ ہوگی ۔

منزل ۲

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اور وہ وقت یاد کر ۔ کہ خبر کردی تیرے رب نے البتہ کہڑا رکھیگا یہود پر قیامت کے دن تک کوئی شخص کہ یاد دلائے انکو بڑی بری مار

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

تیرا رب شتاب سزا دیتا ہے اور وہ بخشتا بھی ہے مہربان

یہ آیۃ یہود کی شان مین اوتری ہے اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا کہ ہم نے یہود سے یہ بات پکی کر لی تھی کہ اگر توراۃ کے احکام کو چھوڑ دو گے تو یاد رکھو قیامت تک پھر تمہین عزت نصیب نہیں ہونے کی

ہمیشہ دوسرون کے ہاتھ مین ذلیل وخوار رہوگی ایسی قوم کو تمپر مسلط کر دینگے جو طرح طرح کے برے عذاب تم پر کیا کریگی
یہ بات خدا کی پوری ہوکر رہی اون لوگون نے خدا کے حکم کے خلاف کیا اور طرح طرح کے حیلے بہانہ نکال نکال کر مجرم ہوتے
رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پہلے پہلے موسے علیہ السلام نے خود انپر خراج لگایا سات برس یا تیرہ برس کا ایکدم خراج لگا دیا تھا
پھر سلطنت یونان کے بادشاہون کے زیر حکومت رہے پھر نصاری کے ہاتھ مین مقہور رہے انھون نے خوب انکی گت بنائی
خوب ہی خوار وذلیل کیا جزیہ الگ لیا خراج جدا لگایا پھر جب اسلام کا دور دورہ ہوا تو مسلمانون کے زیر حکومت رہکر برابر خراج
وجزیہ دیتے رہے حضرت عبد اللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے جو آیۃ مین یہ فرمایا ہے کہ تمپر عذاب کرنے والا انپر مقرر کریگا
وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت ہیں آپکی امت قیامت تک انہیں مقہور رکھے گی اکثر مفسرین کا یہی قول ہے آخر
کار یہ ہوگا کہ یہود دجال کیساتھ اوسکے مددگار بنکر نکلین گے اور مسلمان مع عیسی علیہ السلام کے انکو دجال سمیت قتل کرینگے
پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ خدا بہت جلد عذاب کرنیوالا ہے اور بہت بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ
اسکے حکم کے خلاف کرتے ہیں اور اوسکی شرع سے منہہ موڑتے ہیں اونکو بہت جلد پکڑ لیتا ہے اور جو شخص اوسکی معافی کا
طالب ہوتا ہے اور توبہ کرتا ہے اوسپر مہربان ہوجاتا ہے اور گناہ اسکے بخشدیتا ہے اللہ پاک نے یہان اپنی عقوبت کے
ساتھ رحمت کا بھی ذکر کردیا ہے تاکہ خطاکارون کو بالکل ناامیدی نہ ہوجائے اور انسان امید و بیم کی حالت مین رہے
اوسکے قہر سے ڈرتا بھی رہے اور اوسکی رحمت کا خیال کرکے بہتری کی امید بھی رکھے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے
ابو ہریرہ کی روایتین جو اوپر گذر چکی ہیں کہ اللہ تعالی کے عذاب کا پورا حال لوگون کو معلوم ہوجاوے تو نیک لوگون کے
دلمین بھی جنت کے ملنے کی آرزو کم ہوجاوے اسی طرح اوسکی رحمت کا پورا حال اگر معلوم ہوجاوے تو نافرمان لوگون کے دلمین
بھی جنت کے ملنے کی آرزو پیدا ہوجاوے اور اللہ کی رحمت اللہ کے غصہ پر غالب ہے ان حدیثون کو اس آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۡ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ
اور متفرق کیا ہمنے اونکو ملک مین فرقے فرقے بعضے اون مین نیک اور بعضے اور طرح کے اور آزمایا انکو خوبیون مین اور برائیون مین
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى
شاید پھر آوین پھر اونکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب ہیں ادنی زندگی کا
وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ
اور کہتے ہیں کہ ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویسا ہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا اونپر عہد کتاب کے حق میں کہ نہ
الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ
بولین اللہ پر سوائے سچ کے اور پڑہا اونھون نے جو لکھا ہے اس مین اور پچھلا گھر بہتر ہے ڈرنے والون کو

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝

کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضائع نکرین گے ثواب نیکی والون کا

یہود کی سلطنت جب تباہ ہوئی تو آپس مین ایسی پھوٹ پڑ گئی جس سے یہ مختلف شہرون مین کچھ ادہر کچھ ادہر ہو گئے اور مختلف مذہب پیدا ہو گئے اسی بات کا ذکر اللہ تعالی نے ان آیتون مین فرمایا ہے کہ ہمنے یہود کو متفرق گروہ بنا دیا اور دنیا کے اطراف مین ایک کو دوسرے سے جدا کر دیا سلطنت کی باگ اونکے ہاتھ سے نکالدی یہ لوگ ہر سرزمین مین پریشان ہو گئے کوئی شوکت انکی باقی نہ رکھی جہان بستے ہین وہان دوسرے کے زیر حکومت ہین پھر فرمایا کہ بعض ان مین صالح اور نیک بخت ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے اپنے دین پر قائم رہے کوئی تبدیل اور تحریف کتاب آسمانی مین اونہون نے نہین کی اور مرتے دم تک خدا کے احکام پر عمل کرتے رہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تک باقی رہے وہ آپ پر ایمان لائے اور بعضے یہود ایسے بدکردار ہین جنہون نے احکام آلہی کو بدل ڈالا اور اپنے دین سے پھر گئے اوس مین طرح طرح کی تراش خراش کی اللہ نے اونکو ہر طرح سے جانچا کبھی تندرستی اور فارغ البالی دی کبھی تکلیف و رنج انپر نازل کیا کبھی عذاب بھیجکر آزمایا کہ شاید اپنے فعل پر نادم ہو کر حق کی طرف رجوع کرین لیکن کچھ نہ ہوا جو اولاد بھی اونکی پیدا ہوئی وہ بھی ایسی ناخلف ہوئی کہ توریت کے وارث نبکر دنیا کی طمع کرنے لگی اونکے نزدیک رشوت کا لینا ایک ادنی بات تھی سدی کا قول ہے کہ بنی اسرائیل مین جب کوئی قاضی بنتا تھا رشوت لیکر فیصلہ کر دیا کرتا تھا قوم کے نیک بخت لوگ جمع ہو کر قاضی بننے والے شخص سے یہ قول و قرار لیتے تھے کہ تم ایسا کام ہرگز نہ کرنا مگر جب کوئی قاضی ہوا اور لگا رشوت لینے جب اُس سے یہ بات کہی جاتی تھی کہ تم عہد کر چکے تھے کہ رشوت نہ لوگے اب یہ کیا بات ہے اُس عہد کو بھول گئے تو جواب دیتا تھا کہ خدا بخشدے گا بنی اسرائیل کی قوم ملکر اُسپر طعن و تشنیع کرتے تھے پھر اُس قاضی کے مرنے کے بعد ان لوگون مین سے کوئی قاضی ہوتا تو وہ بھی وہی حرکت کرنے لگتا تھا سدی کے اس قول کے موافق آیۃ کا مطلب ہے کہ جب طعن تشنیع کرنے والون مین سے کچھ لوگ قاضی ہوتے اور اُنکے سامنے دنیا کی دولت آئی تو منھہ مین پانی بھر آیا حلال حرام کچھ نہ سمجھا اور جس طرح بن پڑا اُسکے لینے مین دریغ نہ کیا اور پھر یہ امید رکھی کہ خدا معاف کریگا۔ اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ کیا اُنسے توراۃ میں یہ عہد نہین لے لیا گیا تھا کہ حق کے سوا اور کچھ نہ کہنا حق کو کبھی نہ چھپانا پھر اُسکے بعد اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا کہ آخرت تو اُسی کے حصہ مین ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور وہان جو کچھ بہتری ہونے والی ہے انہین متقیون کو ہو گی یہ لوگ تو سمجھ کے اندھے کچھ بھی عقل سے کام نہین لیتے ہین اور دنیا کی طلب مین مدہوش ہو رہے ہین نہ حلال سمجھتے ہین نہ حرام جو کچھ سامنے آجاتا ہے لئے چلے جاتے ہیں پھر اللہ پاک نے اُن لوگونکی تعریف فرمائی جو کتاب کو اس طرح مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہین کہ اُسکے ہر ایک امر نہی کو بجالاتے ہیں نماز بھی پڑھتے ہین ایسے لوگون کے حق مین فرمایا کہ ہم صلاحیت اور نیکی پر قائم رہنے والون کا بدلہ اور اجر ضائع نہین کرتے ہیں آخرت مین اسکا اجر انہین دینگے۔

منزل ٢

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم
اور جس وقت اوٹھایا ہمنے پہاڑ اونکے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے کہ وہ گریگا انپر پکڑو جو ہمنے دیا ہے
بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝
زور سے اور یاد کرتے رہو جو اوس میں ہے شاید تمکو ڈر ہو

جب فرعون کو اللہ تعالی نے غرق کر کے ہلاک کر دیا تو بنی اسرائیل کو بڑی خوشی اور آزادی حاصل ہوئی کیونکہ ایک مدت دراز سے بنی اسرائیل فرعون کی قید اور طرح طرح کی سختیون میں مبتلا تھے ان سختیون سے چھوٹ جانے اور ایسے طرح کے دشمن قوی اور زبردست کے ایکدم مین ہلاک ہو جانے سے بنی اسرائیل کے دلونمین اللہ تعالی کی معرفت بڑہی اور اوس کی قدرت کا یقین زیادہ پیدا ہوا ایسی حالت مین پہلے تو اونھون نے حضرت موسے سے پورا عہد کیا کہ جس اللہ نے ہمپر یہ احسان کیا ہے اسکی طرفسے کچھ احکام اجاوینگے تو ہم اسکی مرضی نامرضی پہچان کر اسکے موافق پورا عمل کرینگے جب توراۃ نازل ہوئی تو بنی اسرائیل نے اسکے احکام کو سخت خیال کر کے اُن احکام کے قبول کرنسے انکار کیا اُسوقت حضرت جبرئیل نے اللہ کے حکم سے انکے سر پر پہاڑ اوٹھایا اور زبردستی اُنسے توریت کی تعمیل کرائی بعضے مفسرین نے اس آیۃ کی تفسیر مین یہ اعتراض جو کیا ہے کہ بموجب آیۃ لا اکراہ فی الدین کے اس طرحکی زبردستی تسلیم دین کے لئے تردد طلب ہے اوپر کے بیان سے اب وہ اعتراض باقی نہین رہا کسلئے کہ بنی اسرائیل پر وہ پہاڑ بد عہدی کی سزا مین اوٹھایا گیا ہے معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے ابو ہریرہؓ کی حدیث سورہ بقر مین گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہدایت کے بعد وہی قوم گمراہ ہوتی ہے جو دین کی باتون کو زبردستی کے جھگڑون مین ڈالدیوے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے تسلیم کرنے مین زبردستی کے جھگڑے جو نکالتے تھے انکو اللہ تعالی نے یہ بات یاد دلائی ہے کہ جس توراۃ پر عمل کرنیکا عہد تمہارے بڑون سے لیا گیا تھا جا چکا ہے اُسی توراۃ مین نبی آخر الزمان کے اوصاف اور اون پر ایمان لانے کا عہد موجود ہے پھر اس قدر سخت ہدایت کے بعد کتاب آسمانی کے برخلاف طرح طرح کی زبردستی کے جھگڑون کا نکالنا بڑی گمراہی کی بات ہے اسلئے توراۃ کا عہد یاد کر کے اُسکے موافق تم لوگونکو عمل کرنا اور بد عہدی کے وبال سے ڈرنا چاہیے۔

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ
اور جس وقت نکالے تیرے رب نے آدم کے بیٹونکی پیٹھ مین سے اونکی اولاد اور اقرار کرایا اون سے اون کی جان پر کیا مین نہین
بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝ أَوْ
رب تمہارا بولے البتہ ہم قائل ہیں کبھی کہو قیامت کے دن ہمکو اوس کی خبر نہ تھی یا

تَقُولُوٓا اِنَّمَآ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا
کہو کہ شریک تو کیا ہمارے باپ دادون نے پہلے اور ہم ہوئے اولاد اُنکے پیچھے تو ہمکو کیون ہلاک کرتا ہے ایک
فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۝
کام پر کہ کیا ہے خطا والون نے اور یون ہم کھولتے ہین باتین شاید وہ پھر آدین

ان آیتون میں اللہ تعالی نے یہ ذکر فرمایا ہی کہ ہمنے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو جتنی اولاد اونکی ہونے والی تھی اون سبکو آدم اور آنکی اولاد کی پشت سے نکالکر انسے اس بات کا عہد لے لیا تھا کہ کیا مین تمہارا رب نہین ہون مین تمہارا مالک نہین ہون جسکا جواب اونھون نے ایک بان ہو کر یہی دیا تھا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے اور ہم گواہی دیتے ہین۔ پھر فرمایا کہ یہہ عہد اسواسطے لیا تھا کہ شاید یہ لوگ قیامت کے دن عذر کرین کہ ہمین اس بات کی خبر نہ تھی ہم اس سے بالکل غافل تھے یا یہ کہین کہ دنیا مین جاکر ہم اسکو بھول گئے اسواسطے اون لوگون کے پاس رسول بھیجکر اسکو جتلایا کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی معبود نہین ہے یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ انکو یہ بھی عذر کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو جو فعل کرتے دیکھا وہی ہمارا بھی مذہب و دین رہا ہمارے ہر کام مین وہی مربی و سرپرست تھے آنکے قدم بقدم چلے اون گمراہونکی وجہ سے ہماری ہلاکت نہین ہونی چاہئے پھر فرمایا کہ ہم اپنی نشانیان اسی طرح مفصل کرکے تبلاتے ہین تاکہ لوگ توحید کی طرف رجوع کرین۔ اس بات مین مفسرین کا اختلاف ہے کہ کس مقام پر اللہ پاک نے آدم علیہ السلام کی پیٹھہ سے اونکی ذریات کو نکالا تھا حضرت عبداللہ بن عباس رض فرماتے ہین کہ مقام بطن نعمان مین جو عرفات کے قریب ہے وہان اونکی اولاد کو نکالکر یہ عہد و پیمان مضبوط کیا تھا اور دوسرا قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا یہ ہے کہ دھنا رین جو ملک ہند مین ایک مقام کا نام ہے جہان آدم علیہ السلام جنت سے آتارے گئے تھے وہان یہ عہد لیا گیا ہے اور کلبی کہتے ہین کہ مکہ اور طائف کے درمیان مین یہ ہوا تھا مسلم بن یسار کی حدیث جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایۃ کی گئی ہے اوسکو ترمذی ابوداؤد و مالک نے روایۃ کیا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مسلم بن یسار نے اسی آیۃ کے متعلق حضرت عمر سے دریافت کیا تو اونھون نے کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح اس آیۃ کی بابت پوچھا گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرکے اونکی پیٹھہ پر دونون ہاتھہ پھیرے داہنا ہاتھہ پھیرنے سے جسقدر ذریات نکلین اُنکی نسبت یہ حکم فرمایا کہ اونکو مین نے جنتی پیدا کیا ہے یہ لوگ اہل جنت کا عمل کرینگے اور بائین ہاتھہ کے پھیرنے سے جسقدر اولاد پیدا ہوئی اوسکو فرمایا کہ یہ سب دوزخی ہین اور اہل دوزخ کا عمل کرینگے جب یہ بات حضرت صلعم نے فرمائی تو ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر عمل کیون کیا جائے کیونکہ یہ بات پہلے ہی طے ہو چکی ہے کہ کون بہشتی ہے اور کون جہنمی پھر عمل کرنے سے کیا فائدہ آپ نے جوابدیا کہ اللہ پاک نے جن بندون کو جنت کے واسطے پیدا کیا ہے اونکو وہ جنت والون کے عمل کی توفیق دیتا ہے اور ویسا ہی کام آنسے لیتا ہے یہانتک کہ وہ لوگ اسی حالت پر دنیا سے اُٹھہ جاتے ہین اور جن لوگون کو دوزخ کیواسطے بنایا ہے اونسے وہ ویسا ہی کام لیتا ہے اور مرتے دم تک وہ لوگ اہل دوزخ کا عمل کرتے رہتے ہین ابی بن کعب کی یہی حدیث اس مضمون کی آیۃ کے متعلق امام احمد نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے

منزل ۲

آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو اکٹھا کرکے اس طرح علیحدہ علیحدہ گروہ کر دیا کہ انبیا کو الگ اولیا کو جدا شہیدون کو علیحدہ نیک بختون کو ایک طرف بدبختون کو دوسری طرف یہود و نصاری و مجوس کل فرقے اور ہر مذہب کے لوگون مین ایک کو دوسرے سے متفرق کرکے اونکی صورتین بنائین کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت کوئی لنگڑا کسی کو بہرا کسی کو کانا غرضکہ جسکو جیسا پیدا کرنا تھا ویسی ہی ظاہر کیا پھر انسے قول و اقرار لیا کہ کیا مین تمھارا رب نہیں ہون سبھون نے کہا ہان تو ہمارا رب ہے پھر فرمایا کہ دیکھو یہ آسمان اور زمین اور تمھارے باپ آدم اس بات کے گواہ ہین کبھی ایسا نہو کہ قیامت کے دن تم کہنے لگو ہم اس سے بالکل بے خبر تھے تو جان لو کہ میرے سوا کوئی اور معبود نہین ہے اور نہ میرے سوا کوئی اور رب ہے خبردار میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا ہم اس عہد و میثاق کے یاد دلانے کو پیغمبر اور اپنے رسول تمھارے پاس بھیجدین گے اور اپنی کتابین اونپر اوتارین گے تاکہ پھر تم کوئی عذر و حیلہ نکر سکون سب نے کہا کہ تو ہمارا رب ہے تیرے سوا اور کوئی ہمارا معبود نہین ہے اور سبھون نے اس بات کا پکا اقرار کر لیا پھر آدم علیہ السلام نے نظر اوٹھا کر انکی طرف دیکھا تو بعضونکو خوبصورت کسی کو بدصورت کوئی فقیر کسی کو تونگر پایا کہا کہ اے معبود تو انکو یکسان پیدا کرتا تو سب ایک حال مین ہوتے اللہ پاک نے جواب دیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تونگر لوگ میرا شکر اور فقیر لوگ اپنی حالت پر صبر کرین پھر آدم علیہ السلام نے انبیا علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ چراغ کی روشنی کی طرح اونپر نور برس رہا تھا انسے دوسرا عہد و پیمان لیا گیا ہے جو رسالت اور نبوت کے متعلق تھا جس کا ذکر اللہ پاک نے آیۃ واذ اخذنا من النبین میثاقھم مین فرمایا ہے مسند امام احمد کی سند معتبر ہے مسلم بن یسار کی روایۃ کے متعلق اگرچہ منذری نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مسلم بن یسار کو حضرت عمر سے کسی حدیث کی سماعت کا موقع نہین ملا اسلئے اس حدیث کی سند پوری نہین ہے لیکن موطا امام مالک اور مستدرک حاکم کی سند پوری ہے اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے غرض اس حدیث کے سب طریقون کے ملانے سے اس حدیث کو معتبر قرار دیا جا سکتا ہے اس وجہ سے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک کی حدیث ہے جسمین یہ ہے کہ کم سے کم عذاب والے دوزخیون سے اللہ تعالی قیامت کے دن یہ پوچھے گا کہ تم لوگون کے پاس اگر تمام دنیا کی دولت ہو تو تم اوسکو معاوضہ مین دیکر اس عذاب سے نجات پانے کی تمنا دل مین رکھہ سکتے ہو وہ لوگ جواب دین گے کہ ہان اوسپر اللہ تعالی فرماویگا کہ جب تم لوگ آدم کی پشت مین ہی تھے تو تم سے توحید کا عہد لیا گیا تھا لیکن تم لوگ دنیا مین اوس عہد پر قائم نہین رہے اس لئے آج مشرکون کی کسی طرح نجات نہین ہو سکتی بعضے مفسرین نے اس یوم المیثاق کے عہد کی تفسیر مین یہ جو لکھا ہے کہ ہر شخص کو فطرۃ اسلام پر پیدا کرنا آسمانی کتابون کا متواتر نازل فرمانا اون کتابون کا مطلب سمجھانیکے لئے رسولون کا بھیجنا اسی کو عہد فرمایا ہے عالم ارواح مین اور کوئی عہد نہین لیا گیا۔ یہ تفسیر انس بن مالک کی اس صحیح حدیث کے مخالف ہے کیونکہ اس صحیح حدیث سے عالم ارواح مین توحید کے عہد کا لیا جانا صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس عہد کی بابت اوپر یہ ذکر جو گذرا کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اوتارے جانے کے بعد لیا گیا ہے یہ ذکر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور عبد اللہ بن عمر کے قول کے موافق ہے کوئی حدیث نبوی اس باب مین نہین ہے۔ اس عہد یوم المیثاق مین اللہ تعالی کی طرح طرح

منزل ۲

کی حکمتین ہین جنکو وہی خوب جانتا ہے مثلاً جو بچہ ایسی چھوٹی عمر مین مرجاوے کہ اوسکو آسمانی کتاب اور رسول وقت کی نصیحت سے ہدایت پانیکا موقع نہ ملا ہو تو اُسکے لیے یہی توحید میثاقی نجات کا سبب ٹھہر جاتی ہے۔ دنیا عالم اسباب مین یہی میثاق عہد اس بات کا سبب قرار پایا ہے کہ ہر شخص فطرۃ اسلامی پر پیدا ہوتا ہے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد اس عہد کے یاد نہونے مین مثلاً یہ حکمت ہے کہ دنیا آسمانی کتابون اور رسولون پر اختیاری ایمان لانے کے امتحان کے طور پر پیدا کی گئی ہے اس عہد کے یاد رہنے کی صورت مین وہ امتحانی حالت اچھی طرح باقی نہین رہتی تھی بلکہ ہر شخص اس عہد کی پابندی پر اپنے آپ کو مجبور خیال کرکے ایمان لاتا اور اس طرح کا مجبوری کا ایمان بارگاہ آلہی مین مقبول نہین ہے اس واسطے حکمت آلہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ بغیر آسمانی کتابون اور رسولون کی یاددہی کے خود یہ عہد لوگونکو یاد نرہے۔ مجبوری کے ایمان کے مقبول نہ ہونیکا ذکر سورہ انعام مین گذرچکا ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝

اور سنا انکو احوال اُس شخص کا کہ ہمنے اوسکو دی تہین اپنی آیتین پہر اونکو چھوڑ نکلا پہر پیچھے لگا اُسکے شیطان تو وہ ہوا گمراہونمین

اس آیۃ مین اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ تم یہود کو اُس شخص کے حال کی اطلاع دیدو جسکو اللہ نے اپنی نشانیان دی تہین اور وہ نشانیان اُسکے کفر کی وجہ سے اس طرح اوس سے نکل گئین جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے یہ شخص بلعم باعورا تھا بنی اسرائیل کے منتخب علما مین اسکا شمار کیا جاتا تھا اور بعضون نے کہا ہے کہ کنعانیون مین سے یہ شخص تھا لوگون نے اس سے کہا تھا کہ موسے علیہ السلام پر بددعا کر دو اُسنے جو بددعا کی تو اوسکی زبان منہہ سے باہر نکل آئی اور سینے تک لٹک گئی یہ شخص خدا کا مقرب تھا مگر دنیا کے لالچ سے شیطان کا تابع ہوگیا اور خدا کی معصیت کرتے کرتے گمراہ ہوگیا اسکا مفصل قصہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ نے بیان فرمایا ہے وہ یون ہے کہ جب موسے علیہ السلام قوم جبارین کی جنگ کے ارادہ سے سرزمین کنعان مین جو ملک شام مین داخل ہے پہونچے تو بلعم باعورا کی قوم اوسکے پاس آئی بلعم باعورا اسم اعظم جانتا تھا لوگون نے اُس سے کہا کہ تم دیکھتے ہو کہ موسے علیہ السلام ہمارے ملک پر چڑھ آئے ہین اور یہ بڑے سخت و قوی آدمی ہین انکے ساتھ لشکر بھی بے شمار ہے یہ لوگ ہمین قتل کرڈالینگے اور ملک سے نکالدینگے اور بنی اسرائیل ہماری جگہ حکومت کرنے لگینگے تمہین خدا نے وہ علم عطا کیا ہے کہ جس کے سبب سے تمہاری دعا کبھی ٹلتی نہین ہے تم خدا سے دعا کرو کہ یہ لوگ اولٹے چلے جاوین بلعم باعور نے کہا کہ یہ سخت مشکل ہے وہ خدا کے رسول ہین اونکے ساتھ مومنین کے علاوہ فرشتے بھی ہونگے مین خدا کی جتنی باتین جانتا ہون تم نہین جانتے اگر مین دعا کرونگا تو میری دنیا و آخرت خراب ہوجاویگی مگر قوم نے اپنا اصرار نہ چھوڑا پیچھے پڑگئے اور نہایت ہی عاجزی و منت کرنے لگے آخر بلعم نے کہا کہ ٹھہر جاؤ مین اسکا استخارہ کرلون بلعم کی یہ عادت تھی کہ جب دعا کا ارادہ کرتا تھا تو خواب مین اوسکا استخارہ پہلے کرلیا کرتا تھا اس مرتبہ اُسکو خواب مین یہ حکم ہوا کہ ہرگز موسے علیہ السلام پر بددعا نہ کرنا اسنے اپنی قوم

منزل ۲

نے صاف کہدیا کہ میں بد دعا نہیں کر سکتا مجھے خواب مین منع کر دیا گیا ہے پہر لوگون نے اُسکے پاس کچھ رشوت کے طور پر تحفہ بھیجا اور دعا
کو کہا اُس نے پہر وہی جواب دیا کہ میں استخارہ کر لون اس مرتبہ اُسکو کچھ نہین معلوم ہوا اُس نے اُن لوگون سے بیان کیا کہ آج رات
کو کوئی بات نہین معلوم ہوئی قوم نے کہا کہ اب ضرور بد دعا کرو کیونکہ یہ امر اگر خدا کو منظور نہ ہوتا تو اس مرتبہ بھی وہ منع کرتا اور
بہت ہی اصرار کے ساتھ منت و عاجزی کرنے لگی آخر اونکی باتون میں آکر اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر پہاڑ کی طرف چلا جسکا نام حسبان
تھا اوسی کے سامنے نبی اسرائیل اوترے تھے تھوڑی دور اونٹنی چلکر بیٹھ گئی اوسنے اوترکر اوسے مارا اور پہر سوار ہو کر چلا مگر اونٹنی
چار چار پانچ پانچ قدم چل چل کر بیٹھ جاتی تھی اللہ جل شانہ نے اونٹنی کو گویائی دی وہ بولی کہ اے بلعم تو کس بات کا ارادہ کرتا ہے
کیا خدا کے رسول اور مومنون کے واسطے بد دعا کریگا میرے سامنے فرشتون کے پرے کے پرے کھڑے ہیں میں کس طرح
آگے چلون مگر وہ اس بات کا مطلق دل مین خوف نہ لایا پہر اللہ پاک نے حجت تمام کر کے اونٹنی کو رستہ دیدیا وہ پہاڑ کی
طرف اوسکو لے گئی جب یہ پہاڑ پر چڑھگیا تو دعا کرنے لگا جو بد دعا نبی اسرائیل کے لئے کرنا چاہتا تھا وہ اپنی قوم کو کرنے
لگا اور جو دعا اپنی قوم کے لئے کرتا تھا وہ نبی اسرائیل کے واسطے منہ سے نکلتی تھی اوس کی قوم نے اوس سے کہا کہ اے بلعم
ہوش مین آ یہ کیا کرتا ہے ہمارے لئے بد دعا کرتا ہے اور نبی اسرائیل کے واسطے دعا کر رہا ہے اوس نے کہا کہ میری زبان قابو
مین نہیں ہے اوسی وقت اللہ نے اوسکی زبان منہ سے باہر نکالدی اور سینہ تک لٹکا دی پہر بلعم باعور نے کہا کہ مین نے تمہارے
کہنے سے اپنی دنیا اور آخرت دونون بگاڑ دین اب میرے قبضہ مین کوئی بات نہین ہے ہان ایک حیلہ سمجھ مین آتا ہے تم اپنی
عورتون کو زیورون سے اراستہ کر کے نبی اسرائیل کے لشکر مین بھیجدو اور عورتون سے کہدو کہ نبی اسرائیل مین سے اگر کوئی مرد کسی
عورت کی طرف مخاطب ہو تو وہ عورت انکار نکرے اگر ایک شخص نے بھی زنا کر لیا تو کام بنجائیگا غرضکہ کنعانیون کی عورتین
سنگار کر کر کے لشکر کی طرف گئین شمعون بن یعقوب ایک شخص لشکر کا سپہ سالار تھا اوسے ایک عورت بہت پسند آئی وہ اوسے
لیکر موسے علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ میرا گمان اس عورت کی نسبت یہ ہے کہ آپ اسکو حرام سمجھین گے موسے علیہ السلام
نے کہا کہ یہ مجہپر بھی حرام ہے اور تجہپر بھی حرام ہے اُسنے یہ بات سنتے ہی قسم کھالی کہ مین آپکی اطاعت نہیں کرونگا اور خیمہ مین
عورت کو لیجا کر فعل بد کا مرتکب ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے طاعون بھیجدیا ایک دم مین ستر ہزار آدمی اس وبا سے ہلاک ہو گئے
اور بعضے مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ یہ شخص جسکی شان مین یہ آیۃ اوتری ہے امیہ بن ابو صلت تھا جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانہ مین ہوا ہے اسکو اگلی پچھلی کتابون سے واقفیت تھی پڑھا بھی کرتا تھا اُسے معلوم تھا کہ ایک رسول اللہ تعالی بھیجنے والا
ہے یہ اپنے خیال مین یقین کئے بیٹھا تھا کہ وہ نبی مین ہونگا جب اللہ پاک نے آنحضرت کو رسول مقرر کیا تو اوسنے حسد کے مارے
آپکی مخالفت شروع کی اور باوجود طرح طرح کے معجزے دیکھنے کے آپ پر ایمان نہین لایا اگرچہ سوا اسکے بعضے مفسرین نے اس آیۃ
کی شان نزول اور قصون کو بھی قرار دیا ہے لیکن اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ علی بن طلحہ کی حضرت
عبد اللہ بن عباسؓ کی روایۃ تفسیر کے باب مین بڑی معتبر روایۃ ہے۔ تفسیر ابن جریر مین اسی روایۃ سے بلعم باعور کے قصہ کو آیۃ کی

منزل ۲

شان نزول قرار دیا گیا ہے اسلئے یہی شان نزول صحیح ہے ۔ معتبر سند سے ابن ماجہ اور طبرانی مین زید بن ثابت کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص عقبی سے غافل ہو کر اپنی زندگی کا دار و مدار دنیا کمانے پر رکھے گا اوسکو دنیا تو وہی قدر ملے گی جس قدر اُسکی تقدیر مین ہے لیکن عقبی کی غفلت کے سبب سے اللہ تعالی ایسے شخص کو دنیا مین بہت پریشان رکھے گا جس سے ایسا شخص دنیا کی زندگی اطمینان سے کبھی بسر نہین کر سکتا ۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ بلعم باعور کی طرح جو شخص عقبی سے غافل ہو کر اپنی زندگی کا مدار دنیا کمانے پر رکھے گا اُسکا وہی انجام ہوگا جو بلعم باعور کا ہوا +۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ

اور ہم چاہتے تو اوسکو اوٹھا لیتے ان آیتوں سے لیکن وہ گر پڑا زمین پر اور چلا اپنی چاؤ پر تو اُسکا حال جیسے کتا

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۚ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اوسپر تو لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے اون لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آیتین

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلَا ِۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ

سو تو بیان کر احوال شاید وہ دھیان کرین بُری کہاوت ان لوگون کی کہ جھٹلاوین ہماری آیتین اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے

پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اون نشانیون اور کرامات کی وجہ سے جو ہم نے بلعم کو دی تھین کہ اُسکو اسم اعظم کا علم دیا تھا دعائین اوسکی نامقبول نہین ہوتی تھین اگر ہم چاہتے تو اوسکو بہت بڑا مرتبہ دیتے مگر وہ گمراہ ہو کر دنیا حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہو کر اوسنے اپنی قوم کی خوشی چاہی پھر اللہ پاک نے مثال بیان فرمائی کہ اوسکی مثال کتے کی سی ہے کہ ہر وقت ہانپتا رہتا ہے اگر اُس پر کچھ بوجھ لادو تو بھی ہانپتا ہے اور اگر نہ بوجھ لادو جب بھی ہانپتا ہے کتے کی یہ حالت ہمیشہ رہتی ہے آرام و راحت کے وقت بھی اور تھکان و مشقت کے وقت بھی کوئی گھڑی اوسکی ہانپنے سے خالی نہین جاتی ہے اسی طرح اون لوگون کی بھی حالت ہے جو عقبے کے منکر اور دنیا کی حرص مین لگے رہتے ہین خواہ اونکو پند و نصیحت کیجیے یا نہ کیجیے اُنکی گمراہی اور دنیا کی حالت کی سرگردانی نہین جا سکتی کبھی یہ لوگ راہ راست پر نہین آ سکتے اسی کو فرمایا کہ یہی مثال ہے اون لوگون کی جو عقبے کو جھٹلاتے ہین کہ کبھی یہ ہدایت نہین پا سکتے پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرمایا کہ آپ لوگون سے ان قصون اور مثالون کو بیان فرما دین تاکہ شاید یہ لوگ غور و فکر کرین پھر فرمایا کہ جو قوم احکام آلہی کو جھٹلاتی ہے اُسکی بہت ہی بری مثال ہے یہ لوگ آپ اپنی جانون پر ظلم کر رہے ہین اللہ تعالی کی ساری حجتین انکی آنکھون کے سامنے ہو گئین اور ان لوگون نے خوب اچھی طرح اونکو جان بھی لیا لیکن وہ گمراہی سے باز نہ آئے اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین زید بن ثابت کی حدیث جو گذر چکی ہے وہی حدیث اس آیۃ کی بھی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ بلعم باعور نے عقبی کی خرابی سے غافل ہو کر دنیا کے فائدہ پر اپنی زندگی کا مدار رکھا اس لیے اُس کو دنیا کا فائدہ تقدیر آلہی سے کچھ زیادہ ہونا تو درکنار بلکہ عقبی کی غفلت

منزل ۲

کے سبب سے وہ دین و دنیا کی خرابی مین پڑ گیا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جسکو اللہ راہ دے وہی پاوے راہ اور جسکو وہ بھٹکا دے سو وہی ہین زیان مین

یہ اللہ پاک نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ ہدایت اور گمراہی دونون خدا کے ہاتھ مین ہین جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جسکو ہدایت کرتا ہے وہ ہدایت پا جاتا ہے ایسا نہین ہوتا کہ جسکو خدا ہدایت کرے وہ گمراہ کا گمراہی رہے اور جسکو وہ گمراہ کر دیتا ہی اوسکا کوئی ہدایت کرنے والا نہین ہے اور ایسے لوگ بڑا نقصان اوٹھاتے ہین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں کے پیٹ مین جب بچے کا پتلا چار مہینے کے عرصہ مین بنکر تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی کے علم ازلی کے موافق یہ لکھہ لیا جاتا ہے کہ دنیا مین پیدا ہونے کے بعد یہ بچہ نیک اوٹھیگا یا بد اس لکھنے کے موافق جو لوگ اللہ تعالی کے علم ازلی مین نیک ٹھہر چکے ہین اونسے اللہ تعالی دنیا مین نیک کام لیتا ہی اور جو لوگ اللہ تعالی کے علم ازلی مین بد قرار پا چکے ہین اونکو مجبور کیا جاکر راہ راست پر لانا منظور آلہی نہین ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کے اس امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ دنیا مین کون شخص اپنے اختیار سے نیک کام کرتا ہے اور کون شخص برے کامون مین اپنی عمر گذارتا ہے مجبوری کی حالت مین یہ امتحان باقی نہین رہتا اس لئے مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کس لئے کہ آیۃ اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالی نیکون کو نیک کام مین لگا دیتا ہے اور جو لوگ علم الٰہی مین بد قرار پا چکے ہین اونکو راہ راست پر لانے کے لئے مجبور کرنا اللہ تعالی کو منظور نہین اس لئے اللہ تعالی نے اونکو اونکے حال پر چھوڑ دیا ہے جس سے وہ عمر بھر بدی مین لگے رہین گے اور اس بدی کی سزا کے سبب سے اونکو عقبے مین بڑا نقصان اوٹھانا پڑے گا۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَ

اور ہمنے پہیلا رکھے ہین دوزخ کے واسطے بہت جن اور آدمی اونکے دل ہین اونسے سمجھتے نہین اور

لَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ

آنکھین ہین اونسے دیکھتے نہین اور کان ہین اونسے سنتے نہین وہ جیسے چوپائے بلکہ اونسے زیادہ

اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝

بے راہ وہی لوگ ہین غافل

اکثر فلسفی اور دہریہ اور معتزلے اور قدریہ جنات کے وجود کے جو منکر ہین اونکا بے راہ ہونا اس آیۃ سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز اللہ تعالی نے پیدا کی ہے اور اوسکے پیدا کرنیکی خبر اپنے کلام پاک مین دی ہے وہ ضرور موجود اور دنیا مین اوسکا وجو

منزل ۲

ہے اور اُسکے وجود سے انکار کرنا کلام آلہی سے انکار کرنا ہے رہی یہ بات کہ ہماری قوت بصارت مین اللہ تعالی نے وہ طاقت نہین دی ہے کہ ہم جنات کو اصلی صورت مین دیکھ سکین تو یہ کوئی عقل کی بات نہیں ہے کہ جس چیز کو ہم آنکھون سے نہ دیکھین اسکا انکار کرین سینکڑون عجائبات اللہ کی قدرت کے دنیا مین ایسے ہین کہ انسان کی آنکھ مین آنکے دیکھنے کی قوت نہین ہی خود انسان کی روح بدن انسانی میں ایسی چیز ہے جسکو کسی انسان نے آجتک نہین دیکھا تو کیا کوئی عقل یہ حکم لگا سکتی ہے کہ روح کے وجود کا انکار کیا جاوے اور دنیا مین مردہ اور زندہ کو ایک کہا جاوے اصل بات یہ ہے کہ منکر شریعت لوگون نے جس طرح شریعت کو نہین جانا کہ شریعت کیا چیز ہے اسی طرح اونھون نے عقل کو بھی یہ نہین جانا کہ عقل کیا اور کس مصرف کی چیز ہے انسان مین عقل خداتعالی نے اس لئے پیدا کی ہے کہ آنکھ کان وغیرہ حواس سے جو چیزین دریافت میں آسکتی ہیں اون چیزونکی دریافت کے بعد آدمی اون چیزون سے کوئی نتیجہ دینی یا دنیوی عقل کے ذریعہ سے پیدا کرے نتیجہ دینی مثلاً مخلوق سے خالق کو پہچاننا نتیجہ دنیوی مثلاً اون چیزون میں کوئی تصرف عقلی تجارتی یا حرفتی پیدا کر کے کسی ذریعہ معاش کا پیدا کرنا یہان تک کی دریافت سے جو چیزین بالکل الگ اور غائب چیزین ہین مثلاً یہ کہ آسمان کے اوپر کیا ہے مرنے کے بعد کیا ہوگا بدن کے تعلق سے پہلے روح کہان تھی فرشتونکا جنات کا وجود ہے یا نہین اور ہے تو کیسا ہے یہ چیزین بدون علم آسمانی کے عقل کو کیونکر اور کس ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہیں ان لوگون نے بلا مناسبت عقل کو ایسی چیزون مین لگایا ہے نتیجہ جسکا یہی ہے کہ الہیات میں بے گنتی غلطیان کی ہیں اور پھر بھی ایک بات پر قیام نہین جس طرح مادر زاد اندھا آدمی ایک کپڑے کے رنگ کو اٹکل سے کبھی لال کہدیتا ہے کبھی نیلا کبھی اودا حالانکہ وہ کپڑا سبز رنگ کا ہے اسی طرح الہیات مین بڑے بڑے حکما کا یہ حال ہے کہ الہیات کا کوئی مسئلہ صاف نہیں ایک کی بات پر دوسرا بے کھٹکے اعتراض کرنے کو موجود ہے ذریعہ علم اگر ناقص نہین اور جسکا نام علم کہا ہے وہ محض رنگ کے پہچاننے میں اندھے کیسی اٹکل نہیں ہے تو ان لوگون مین یہ آپس کی آپا دھاپی کیون ہے کوئی حکیم صاحب ذرا اسپر بھی تو غور کرین کیا خاک غور کرینگے عقلی جالمون کے حق مین خود عقل کے پیدا کرنیوالے نے فرما دیا وما لہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون جسکا مطلب یہ ہے کہ ان اٹکلی اندھونکو کیا علم ہے کچھ نہین محض اٹکل لڑاتے ہیں جنات کے وجود کے سوا جنات کے بارہ مین اور بھی چند اختلاف ہیں مثلاً جنات اور شیطین علیحدہ ہیں یا ایک ہیں جنات کھاتے پیتے ہین یا نہیں جنات کے یہان اولاد ہوتی ہے یا نہین جنات کسی شریعت کے پابند ہین یا نہیں جنات کے رسول جن ہوتے ہیں یا انسان جنات کے لئے آخرت کا عذاب ثواب ہے یا نہین حدیث کی کتابون مین بدر الخلق کی بحث خصوصاً صحیح بخاری اور اوسکی شرح فتح الباری دیکھی جاوے تو یہ سب اختلاف رفع ہو سکتے ہیں حاصل جسکا یہ ہے کہ جنات اور شیطین کا مادہ پیدائشی اگرچہ ایک ہے آگ کی لو سے دونون پیدا کئے گئے ہین لیکن شیطین علیحدہ ہین کھاتے پیتے دونون ہیں مباشرت اور توالد دونون مین ہے تھوڑی ترمیم کے بعد انسانون کے نبی وقت کی شریعت کے پابند جنات بھی ہین مثلاً شریعت محمدی میں لید انسانون کو حرام ہے جنات کو حلال ہے حضرت یوسف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس دونون کے رسول ہین

باقی انبیا انسانون کے رسول تھے اور جنات مین جن اُنکے نائب تھے عذاب ثواب ثقلین جن وانس دونون کو ہے شیطین
مین کوئی نیک نہیں ہوتا اِسلیئے اونپر آخرت مین فقط عذاب ہے بعضے لوگون نے یہ اعتراض جو کیا ہے کہ جب جنات اور
شیطان آگ کی لو سے بنے ہین تو سرکش جنات اور شیطین پر دوزخ کے عذاب کا کیا اثر ہوگا جواب اسکا یہ ہے کہ خاص ترکیب
کی غرض سے جس طرح آدمی مین مٹی کا جز ہے اور آدمی خاکی کہلاتا ہی اسطرح جنات مین آگ کا جز ہی اور وہ آتشی کہلاتے ہین خاکی آدمی پر
ہزار ہا من کی مٹی کی دیوار آپڑے تو مٹی سے مٹی کو کچھ تکلیف ہوگی یا نہین اُسی طرح پہاڑ کے پہاڑ آگ کے جنات اور شیطین
کے اجسام ترکیبی کو اثر عذاب پہونچاوین گے حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ انسان اور جن تکلیفات شرعیہ کے مکلف ہین
اور اونکو راہ نیک پر لگانے کیلئے اِس عالم اسباب مین رسول کتاب آلہی اور طرح طرح کی ہدایت کے سبب ہین اور اون کو
آنکھین کان ان سببون کے دیکھنے سننے کے لئے اور دل اون اسباب کے سمجھنے کے لئے اور معرفت آلہی اون اسباب سے
پیدا کرنے کے لئے دئے گئے ہین جو جنات اور انسان ان سببون کے دیکھنے سننے سمجھنے سے غافل ہین وہ دنیا مین حیوانون سے
بدتر ہین کیونکہ حیوان اپنے نیک و بد کو سمجھتے ہین اور یہ نہین سمجھتے حیوان خدا کے فرمانبردار ہین اور یہ نہین ہین اور علم آلہی کے موافق
اِس طرح کے اسباب ہدایۃ کا غافل جن و انس کا گروہ دوزخ مین جھونکا جاویگا یہان یہ ایک اعتراض بعضے مفسرین نے کیا ہی
کہ جب علم آلہی مین یہ لوگ دوزخ مین جھونکے جانیکے لائق قرار پاچکے تھے تو اونکو اسباب ہدایت خلاف علم آلہی اور خلاف قضا و
قدر کیا مفید ہوسکتے تھے کیونکہ جگہ جگہ قرآن مین اللہ تعالے نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگون کے دلون اور آنکھ کان پر خدا کی طرف سے
مہر لگی ہوئی ہے پھر اون کی آنکھین نہ اون اسباب ہدایت کو دیکھہ سکتی ہین نہ کان سن سکتے ہین نہ دل ہدایت کی بات کو کچھہ سمجھہ
سکتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے دنیا کے پیدا ہونیکے بعد مین جو کچھہ ہونے والا ہے وہ اللہ تعالی
نے اپنے علم ازلی کے موافق اگرچہ لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے جسکو قضا و قدر کہتے ہین لیکن لوگون کے دوزخی اور جنتی ہونیکا فیصلہ
اللہ تعالی نے قضا و قدر کے لکھنے پر نہیں رکہا ہے ورنہ دنیا کے پیدا کرنے اور انبیا کے بھیجنے اور انبیا پر آسمانی کتابین نازل کرنے اور انبیا
سے دین کے لئے خون ریزی کرانے کی کچھہ ضرورت نہ تھی دنیا کی پیدائش سے پہلے جو روحین جنت کے قابل معلوم ہوئی تھین
اونکو جسم سے متعلق کیا جاکر جنت مین اور علی ہذا القیاس قابل دوزخ کو دوزخ مین داخل کردیا جاتا بلکہ دنیا مین اللہ تعالی نے
دنیا کے کامون کے لئے جس طرح سبب ٹھہرائے ہین بیج ڈالنے سے پیڑ اگتا ہے صحبت کرنے سے اولاد پیدا ہوتی ہے تجارت
کرنے سے نفع ہوتا ہے کھانا کھانے سے پیٹ بھرتا ہے پانی پینے سے پیاس بجھتی ہے اسی طرح دین کے کام آخرت کی نجات کا
سبب ٹھہرتے ہین اور جسنے دین کے کامون سے پہلوتہی کی اُس نے اپنی نجات آخرت کو بٹا لگایا جس طرح دنیا مین کوئی قضا و قدر
پر بھروسہ کرکے بیٹھہ رہے تو بغیر بیج ڈالے کے پیڑ ہوسکتا ہے نہ بغیر صحبت کے اولاد ہوسکتی ہے نہ بغیر تجارت کے نفع ہو سکتا
ہے نہ بغیر کھانے پینے کے پیٹ بھر سکتا ہے نہ بغیر پانی پینے کے پیاس بجھتی ہے اسی طرح آخرت کی نجات کے سببون مین سے کسی
سبب کو باوجود انبیا کے ہدایت کے جس شخص نے اپنے فعل اختیاری سے اپنی نجات کا سبب نہ ٹھہرایا اسکی آنکھہ کان دل کو

منزل ۲

گمراہی کی مہر خدا کی طرف سے لگ جاتی ہے اگرچہ انہ ابن سب فطرت اسلام پر پیدا کیے جاتے ہیں سب کی ہدایت کے لئے
انبیا کو حکم الٰہی ہوتا ہے لیکن اس طرح کے لوگ راہ راست پر کسی طرح نہین آتے جس طرح ہر مرض کی دوا ہے اوسی طرح لوح محفوظ
ہیں آخرت کے ہر نیک و بد کا سبب لکھا ہے توحید نماز روزہ حج زکوٰۃ یہ سبب نیک جسنے اختیار کیے جنتی ہوا کفر وشرک یہ سبب
بد جسنے اختیار کئے دوزخی ہوا تفسیر عبدالرزاق مین حضرت عبداللہ بن عباس سے موقوف اور تفسیر ابن جریر مین ابو درداء سے
مرفوع روایۃ کا حاصل یہ ہے کہ اہل زمین کے عملون کی بنا پر اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر روز لوح محفوظ کے نوشتہ مین ترمیم فرماتا رہتا ہی ترمذی
ابوداؤد ونسائی ابن ماجہ دارمی مین حضرت امام حسن کی روایۃ کی دعا قنوت مین خود آنحضرت نے صحابہ اور امت کو وقنی شر ما قضیت
کی تعلیم فرمائی ہے حضرت عمر رض جیسے صحابی جنکی نسبت آنحضرت نے فرمایا ہے کہ اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر ہوتے طواف کیوقت
روتے جاتے تھے اور یہ دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ تو نے مجھکو شقی لکھا ہے تو اب نیک لکھ لے حاصل کلام یہ ہے کہ قضا و قدر کے نوشتہ سے
اللہ کو کچھ مجبور نہین کیا اللہ کی شان یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید ہے اپنی طرف سے آدمی اسباب نیک مین لگا رہے اور اللہ
سے حسن ظن رکھے صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث جو ہے کہ بعضے آدمی اہل جنت کے سے عمل کرتے ہین
یہانتک کہ جنت مین اوران مین تھوڑا فرق رہجاتا ہے اسی طرح بعضے آدمی اہل دوزخ کیسے عمل کرتے ہیں یہان تک کہ اون مین
اور دوزخ مین تھوڑا فرق رہجاتا ہے اتنے میں تقدیر کا لکھا پیش آجاتا ہے جس سے اہل جنت اہل دوزخ کیسے عمل کر کے
دوزخی ہوکر مرتے ہیں اور اہل دوزخ اہل جنت کیسے عمل کر کے جنتی ہوکر مرتے ہین اُسکے معنے یہ ہین کہ خاتمہ کے عمل کا شریعت
میں بڑا اعتبار ہے بعضے لوگ آخر عمر مین غلطی سے ایسے عمل کرنے لگتے ہیں جو قضا و قدر مین آدمی کی ہلاکت اور دوزخی ہونیکا
سبب ٹھہرتے ہین اسلئے اُنکے پچھلے عمل اکارت جاکر وہ دوزخی ہوکر مرتے ہین اسی طرح بعضے آدمی آخر عمر میں ایسے نیک عمل کرنے
لگ جاتے ہیں جو قضا و قدر مین نجات کا سبب ٹھہرتے ہیں اسلئے اون نیک عملون کے طفیل سے اُنکے سب پچھلے برے عمل معاف
ہوجاتے ہیں اور وہ جنتی ہوکر مرتے ہیں یہ معنے اس حدیث کے نہیں ہیں کہ بلا سبب فقط قضا و قدر کے لکھے پر بغیر عملون کے
کوئی دوزخی یا جنتی ہوجاتا ہے اور خاتمہ کی برائی سے اکثر صحابہ جو ڈرا کرتے تھے اُسکے بھی یہ معنے ہیں کہ آدمی خدا سے پناہ مانگتا رہے
اور ثابت قدمی سے اعمال صالح کی دعا کرتا رہے ایسا نہو کہ آخر عمر میں کوئی برا کام خدا تعالیٰ کی ناخوشی کا اس سے سرزد ہوکر
اُسکے خاتمہ کو نہ بگاڑ دے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہر بچہ فطرۃ اسلام پر پیدا ہوتا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ ہر بچے کی طبیعت میں اسلام اور عقبیٰ کی بہبودی کی باتین
مان لینے کی صلاحیت ہوتی ہے اسی طرح صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو دنیا مین ہونے والا تھا وہ سب اللہ تعالیٰ
نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون
کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جن وانس سب کی طبیعت مین عقبیٰ کی بہبودی کی صلاحیت

لکھی ہے لیکن انمین بہت سے ایسے ہیں جو علم الٰہی میں دوزخی قرار پاچکے ہین اسلئے دنیا مین پیدا ہونے کے بعد عقبیٰ کی بہبودی کی باتون کے کانون سے سننے آنکھون سے دیکھنے مین انکا دل نہین لگتا بلکہ جانورون کی طرح دنیاوی باتون پر اونکی زیست کا مدار ہے اور عقبیٰ کے حساب سے وہ گویا دوزخ کا ایندھن بننے کے لئے دنیا مین پیدا ہوئے ہیں۔

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

اور اللہ کے ہیں سب نام خاصے سو اوسکو پکارو وہ کہکر اور چھوڑ دو اونکو جو کجراہ چلتے ہین اسکے نامون مین وہ بدلا پارہیں گے اپنے کیے کا

ع ۲۲ / ۱۲

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ایک کم سو نام ہیں جو شخص اونکو یاد کریگا وہ جنت مین داخل ہوگا اور ترمذی نے اپنی روایت مین اون نامون کو ذکر بھی کیا ہے یہی مشہور نام ہین جو چھپے ہوئے ملتے ہیں لیکن اللہ کے نامون کا حصر ان نامون مین نہین ہے چنانچہ ابن عربی نے شرح ترمذی مین ذکر کیا ہے کہ بعضے علما نے قرآن و حدیث سے ہزار نام تک اللہ کے چنے ہیں آسکی تائید مسند امام احمد بن حنبل کی ان معتبر روایتوں سے ہوتی ہے جسمین آپ نے رفع غم کی دعا لوگون کو سکھائی ہے اس دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ تو نے جو اپنے نام لوگون کو بتلائے ہیں اور جو تیرے نام تیرے علم غیب مین مخفی ہین اون سب نامون کے طفیل سے یہ غم دور ہو جاوے الحاد کے معنے کجروی کے ہیں اللہ کے نامون مین کجروی اور کجراہ چلنے کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ بیان فرمایا ہے کہ مثلاً جس طرح مشرکین مکہ نے لفظ اللہ سے لات اور لفظ منان سے مناۃ کا لفظ تراش کر بتون کے یہ نام ٹھہرائے تھے جن بتون کو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا شریک جانتے تھے تفسیر مقاتل اور ابن جوزی وغیرہ مین ہے کہ ایک مسلمان شخص یارحمان یارحیم کہکر دعا مانگا کرتا تھا ایک مشرک شخص نے اسپر یہ اعتراض کیا کہ تم مسلمان لوگ تو اللہ کو وحدہ لاشریک جانتے ہو پھر اللہ کے یہ دو نام کیون لیتے ہو اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ اس شان نزول کی بنا پر حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ شریعت الٰہی مین اللہ تعالیٰ کے جو نام آچکے ہیں دعا کے وقت وہ لئے جاسکتے ہیں ہان ان مشرکون نے کجروی سے جو نام تراش لئے ہیں اونکو وقت مقررہ پر انکی سزا بھگتنی پڑیگی۔ سورہ بقر مین اسماء بنت یزید کی حدیث ترمذی ابوداؤد وغیرہ کے حوالہ سے گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم اور الم اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ان دونون آیتون مین اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ ترمذی ابوداؤد وغیرہ مین بریدہؓ کی دوسری حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسم اعظم کے بعد جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے۔ ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شریعت مین اللہ تعالیٰ کے جو نام ثابت ہوگئے ہین ان سب کے بعد دعا مانگی جاسکتی ہے اور اسم اعظم کے بعد دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور اسم اعظم اون دونون آیتون مین ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے ہین۔

منزل ۲

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

اور ہماری پیدائش میں سے ایک لوگ ہین کہ راہ بتاتے ہین سچی اور اُسی پر انصاف کرتے ہین

اس سے اوپر کی آیۃ میں اللہ پاک نے فرمایا تھا کہ گمراہون کو دوزخ کے واسطے پیدا کیا گیا ہے اوسکے بعد اہل جنت کا ذکر اس آیۃ مین بیان فرمایا کہ دنیا مین ایک گروہ وہ بھی ہے جو ہمیشہ دین حق پر قائم اور اوسکو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے گا اور اپنے کام کا اوسی پر دارومدار رکھکر فیصلہ کیا کریگا بعضے مفسرونکا قول ہے کہ یہ فرقہ ہر ایک نبی کی امت مین تھا جب سے دنیا قائم ہوا اور اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ آیۃ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی شان مین نازل ہوئی ہے ابن ابی حاتم نے انس بن ربیع کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ امت محمدیہ مین سے ایک گروہ ہے جو ہمیشہ حق پر رہے گا یہان تک کہ عیسے علیہ السلام اوترین گے صحیحین مین معاویہ بن سفیان کی حدیث ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ امت محمدیہ مین سے ایک گروہ قیامت تک حق پر قائم رہیگا نہ کسی کی مخالفت اُسکو ضرر پہونچائے گی نہ کسی کی بے حرمتی کرنے سے اوسکو نقصان پہونچے گا جابر کی صحیح حدیث مسند امام احمد کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آخری زمانہ مین اگر موسی علیہ السلام زندہ ہوتے تو شریعت محمدی کی پیروی اونپر بھی لازم ہوتی۔ ان حدیثونکی موافق صحیح تفسیر آیۃ کی یہی ہے کہ اس آخری شریعت سے پچھلی سب شریعتین منسوخ ہوگئین اسلئے جس گروہ کا آیۃ مین ذکر ہے قرآن شریف کے نازل ہونے کے بعد وہ گروہ شریعت محمدی کی پیروی کرنے والے لوگونکی سوا دوسری کسی امت مین کے لوگونکا نہین ہوسکتا کیونکہ پچھلی امتین تو درکنار اس آخری زمانہ مین شریعت محمدی کی پیروی تو ایسی ضرور ہے کہ پہلے انبیا پر بھی وہی لازم ہے اس صحیح تفسیر کے بعد مفسرونکا وہ اختلاف بھی اب باقی نہین رہتا جس کا ذکر اوپر گذرا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝

جنہون نے جھٹلائین ہماری آیتین اونکو ہم سہج سہج پکڑینگے جہانسے وہ نہ جانین گے اور اونکو فرصت دونگا بیشک میرا داؤ پکا ہے

اللہ پاک نے حق پر قائم رہنے والے لوگونکا حال بیان فرماکر اس آیۃ میں اون لوگون کا حال بیان کیا جو حق باتون کی مخالف ہین مراد اس سے روئے زمین کے کل کافر ہیں جو قرآن کی آیتونکو نہین مانتے اور اوسکی باتون کو جھٹلاتے ہین فرمایا ایسے لوگون کو ہم آہستہ آہستہ پکڑین گے اونکو معلوم بھی نہین ہونیکا پہلے تو انکو اس طرح پر ڈہیل دیجاویگی کہ اونکے روزی رزق مین دن دونی رات چوگنی ترقی کردینگے مال دولت بے انتہا دین گے ہر طرح اونکو خوش وخرم رکھین گے اور وہ لوگ ان نعمتون کو دیکھ کر یہ گمان کرنے لگین گے کہ وہ راہ راست پر ہین اس لئے آنپر اللہ کا یہ فضل ہے مگر حقیقت مین یہ فضل وانعام نہین ڈہیل ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی پکڑ اسطرح پر ہوگی جب وہ لوگ خوب مال مست ہوجاوین گے تو ہم اونکو ایک دفعہ ہی اس طرح مضبوطی کے ساتھ پکڑین گے کہ اونکی رہائی نہ ہوگی صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے عمرو بن عوف انصاری کی حدیث گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو اپنی امت کی تنگدستی کی حالت کا کچھ خوف نہین ہے بلکہ مجھکو یہ خوف ہے کہ جب

انکو پچھلی امتونکی طرح فارغ البالی ہوجاویگی توان میں طرح طرح کے فساد پیدا ہوجاوینگے۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ فارغ البالی نیک وبد ہر ایک شخص کے لئے دنیا مین بڑے امتحان کی چیز ہے دنیا کی فارغ البالی کے بعد جو شخص عقبے سے ایسا غافل ہوگیا جس طرح کے غافل لوگونکا ذکر آیۃ اور حدیث مین ہے تو اسطرح کا شخص اس امتحان مین پورا نہین اوترا ہان جس شخص نے دنیا کی فارغ البالی سے عقبے کی کچھ بہبودی کمائی وہ شخص اس امتحان مین گویا پورا ہے +

أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَنظُرُوا

کیا دہیان نہین کیا اونہون نے انکے رفیق کو کچھ جنون نہین وہ تو ڈرانیوالا ہے صاف کیا نگاہ نہیں کی

فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ وَأَنْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ

سلطنت مین آسمان اور زمین کے اور جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز اور یہ کہ شاید نزدیک پہنچا ہوا نکا

قَدِ اقْتَرَبَ أَجَلُهُمْ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝ مَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا

وعدہ سواسکے پیچھے کس بات پر یقین لاوینگے جسکو اللہ بھٹکاوے اسکو کوئی نہین راہ

هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝

دینے والا اور اونکو چھوڑ رکھتا ہے اونکی شرارت مین بھٹکتے

منزل ۲

تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابو الشیخ مین قتادہ سے روایۃ ہے کہ ایک روز صفا پہاڑ پر چڑھکر آنحضرت نے اہل مکہ کو بلایا اور اسلام لانیکی نصیحت اونکو کی ایک نے اونمین سے آنحضرت کو دیوانہ کہا اسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ اہل مکہ خود دیوانے اور ناسمجھ ہیں جو نبی کو دیوانہ تبلاتے ہیں جن بتونکو یہ لوگ پوجتے ہین نہ اونھون نے کوئی زمین پیدا کی نہ کوئی آسمان پیدا کیا خدا کی پیدا کی ہوئی زمین اور آسمان کے عجائبات پر غور کرنے سے خود بخود معلوم ہوتا ہے کہ وہی وحدہ لا شریک عبادت کے قابل ہے سوا اسکے اور کسی کی عبادت دیوانہ پن ہے اور نبی وقت جن باتون کی نصیحت کرتے ہیں وہ بڑی سمجھ کی باتین ہیں دیوانون کی باتین نہین ہین مسند امام احمد بن حنبل کی معراج کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ معراج کی رات آنحضرت نے فرمایا کہ مین نے اول آسمان کے نیچے کچھ گرد وغبار اور دہوان دیکھا حضرت جبرئیل سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے اونھون نے جوابدیا کہ یہ شیطین لشکر ہو کر آسمان کے نیچے اسلئے آڑ کردیتے ہیں کہ زمین پر کے لوگون کو آسمان کے عجائبات نظر نہ آوین یہ آڑ نہ ہوتی تو شاید لوگون کو زیادہ عجائبات نظر آتے۔ عماد الدین حافظ ابن کثیر نے اگرچہ اس حدیث کے ایک راوی علی بن زید پر اعتراض کیا ہے لیکن ترمذی نے علی بن زید کو صدوق کہا ہے اور صدوق کی روایۃ قابل اعتبار ہے مسند امام احمد صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم مین ابو سعید خدری کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبی کی بہبودی چاہنے والے لوگون کو یہان تک ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے کہ دنیا دار لوگ اونکو دیوانہ کہنے لگین حاکم نے اس حدیث کو

صحیح کہا ہے ان آیتون مین یہ جو ذکر ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ کے رسول کو دیوانہ کہتے تھے یہ حدیث گویا اُسکی تفسیر ہے کیونکہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ تعالی کی وحدانیت اور عقبی کی جزا و سزا کے منکر تھے اور اللہ کے رسول کی زبان پر ہر وقت توحید آلہی اور عقبی کی جزا و سزا کا ذکر رہتا تھا اسلئے وہ منکر حشر لوگ آپکی باتون کو وہمی اور خیالی باتین جان کر آپکو دیوانہ کہتے تھے اللہ کے رسول نے معجزہ کے طور پر اسی حدیث مین یہ بھی جتلا دیا کہ اہل مکہ کی جس گستاخی کا ذکر آیۃ مین ہے وہ کچھ اہل مکہ پر یا زمانہ نبوت پر منحصر نہین ہے بلکہ ہر ایک جگہ اور ہر ایک زمانہ کے دنیا دار لوگ کثرت سے ذکر آلہی مین مصروف رہنے والونکو دیوانہ کہوین گے عرب مین یہ ایک دستور تھا کہ قوم مین کا کوئی شخص سب قوم کے لوگو نسے پہلے اگر کسی دشمن کے لشکر کو آتے ہوئے دیکھہ لیتا تھا تو قوم کے لوگون کو ہشیار کر دینے کی غرض سے اپنے کپڑے اوتار کر ایک لکڑی کے سرے پر باندھ لیتا اور اُس لکڑی کو جھنڈی کی طرح ہلاتا تھا ایسے شخص کو عرب کے محاورہ مین ننگا ڈرانے والا کہتے تھے اور اُسکے ڈرانے کو ایک بڑا ڈر خیال کرتے تھے ۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابو موسے اشعری کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس محاورہ کے موافق اپنے آپ کو نذیر عریان فرمایا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ آپ قریش کو عذاب دوزخ سے جو ڈراتے ہین اُسکو یہ لوگ معمولی ڈر نہ خیال کرین بلکہ نذیر عریان کے ڈرانے کی طرح اُسکو یقینی سمجھین ان آیتون مین اللہ تعالی نے اپنے رسول کو صاف ڈرانے والا جو فرمایا یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے ۔ باقی تفسیر ان آیتونکی آیۃ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس کی تفسیر مین اور اور آیتونکی تفسیر مین تفصیل سے گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر جو کچھہ دنیا مین ہو رہا ہے وہ سب دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے لیکن لوگون کے دوزخی اور جنتی ہونے کا فیصلہ اللہ تعالی نے لوح محفوظ کے نوشتہ پر نہین رکھا بلکہ ہر شخص کو فطرۃ اسلامی پر اُس نے پیدا کیا ہے ہر ایک کا ٹھکانا دوزخ اور جنت دونون جگہ مین بنایا ہے ہر ایک کو نیک راہ پر لگانے کے لئے رسول بھیجے گئے آسمانی کتابین نازل کی گئین معرفت الہی حاصل کرنے کے لئے بے گنتی قدرت آلہی کی نشانیان دنیا مین پیدا کی گئین باوجود اسکے نیک راہ چھوڑ کر جو لوگ ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہین وہ وہی لوگ ہین جو علم آلہی مین دوزخی قرار پا چکے ہین نہ اونکو ہدایت کا کوئی طریقہ فائدہ پہونچا سکتا ہے نہ اونکو مجبور کیا جا کر نیک راہ پر لانا انتظام آلہی مین داخل ہے کیونکہ دنیا نیک و بد کی جانچ کے لئے پیدا کی گئی ہے کسی کو کسی کام پر مجبور کرنے کے لئے نہین پیدا کی گئی ۔ صحیح بخاری و ترمذی مین عبد اللہ بن عمر کی حدیث ہے جسکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو اپنے مرنے کا وقت معلوم نہین کہ ناگہانی طور پر کس وقت موت سر پر آن کھڑی ہو اسلئے انسان کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو قبر کا مردہ سمجھے ان آیتون مین موت کا جو ذکر ہے حدیث کا یہ ٹکڑا آیۃ کے اوس ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے ۔

منزل ۲

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

تجھسے پوچھتے ہین قیامت کس وقت ہے اوسکا ٹھیراو　تو کہہ اوسکی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھا دیگا اُسکو

لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ؔ ثَقُلَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ

اپنے وقت پر بھاری بات ہے آسمان وزمین مین تم پر آوے گی تو بیخبر آویگی تجسے پوچھنے لگتے ہین

كَاَنَّكَ حَفِىٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

گویا کہ تو اوس کا تلاشی ہے تو کہہ اسکی خبر ہے خاص اللہ پاس لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے

وقف لازم ، وقف منزل

ابو جعفر ابن جریر اور مفسرین نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایۃ کی ہے کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر آپ نبی ہین تو آپ ہمکو یہ تو بتلائیے کہ جس قیامت سے آپ ہمکو ڈراتے ہین آخر وہ کب آویگی اسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ قیامت ایسی سخت چیز ہے کہ انسان کی تو کیا اصل بنیاد ہے اسکا آنا زمین و آسمان سب پر بھاری ہے جب وہ آویگی عالم علوی عالم سفلی سوا ذات پاک اوس وحدہ لاشریک کے سب کچھ فنا ہو جاویگا اس لئے ایسی بڑی چیز کا علم اللہ تعالی نے اپنے ہاتھ مین رکھا ہے اگر اسکا وقت معلوم ہوتا تو اوس وقت کو قریب آتا دیکھکر زمین و آسمان و فرشتے کوئی اپنے حال پر باقی نہ رہتا اور انتظام الٰہی مین خلل پڑجاتا وہ ناگہان بے خبری مین ایک دفعہ ہی آویگی حدیث مین چھوٹی چھوٹی علامتین قیامت کی جو آپ نے فرمائی ہین مثلاً امانت دار شخصونکا دنیا مین کم ہو جانا دنون کا ایسا جلدی گذر جانا کہ ایک برس ایک مہینہ معلوم ہو اور ایک مہینہ ایک ہفتہ علم دین کے سوا اور تعلیم کا رائج ہو جانا زکوۃ کی ادائیگی کو بار جاننا ماں کے ساتھ بد سلوکی سے پیش آنا خاوندون کا اپنی بیبیونکا فرمانبردار ہونا شراب خواری اور ناچ رنگ کا پھیلنا ایسے شریر النفس لوگونکا پیدا ہونا جنسے لوگ انکی شرارت کے سبب سے دب کر رہین پچھلے زمانہ کے لوگونکا پہلے زمانہ کے لوگونکو برا کہنا مردونکا ریشمی کپڑونکا پہننا علم کا کم اور جہل کا زیادہ ہو جانا زنا کا عام ہو جانا مردونکا کم اور عورتون کا زیادہ ہو جانا ایسی مصیبتین لوگونپر پڑنا جس سے لوگ موت کی آرزو کرنے لگین دمشق کے ملک مین ایک آگ کا پیدا ہونا جسکو علما نے لکھا ہے کہ وہ آگ سنہ ۶۵۴ھ مین پیدا ہو کر ڈیڑھ پونے دو مہینہ باقی رہی تھی بے دین لوگونکا سردار ہونا یہ علامتیں تو اکثر موجود ہین انکے بعد آپ نے فرمایا ہے کہ سرخ آندھی اور زلزلہ شروع ہو کر جس طرح تسبیح کا ڈورا ٹوٹ جاتا ہے اور ایک دانہ کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا گرتا ہے اسی طرح اور بڑی علامتین قیامت کی ظاہر ہوتی جاوین گی اور بیخبری مین ایکدم قیامت آجاویگی یہانتک کہ دودھ دوہنے والا دودھ دوہتے دوہتے رہجاویگا اور کپڑا بیچنے والا کھلا تھان چھوڑ کر مرجاویگا صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ کی جو حدیث ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جب بعضے دیہاتی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ قیامت کب آویگی تو آپ ایک نوعمر لڑکے کی طرف اشارہ کرکے یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ لڑکا بڑھاپے کی عمر تک نہ پہونچنے پاویگا کہ اتنے مین تمہاری قیامت تمہارے سر و نپر آن کھڑی ہوگی۔ اس حدیث اور آیۃ مین کچھ مخالفت نہین ہے کیونکہ حدیث مین اوس اصلی قیامت کا ذکر نہین ہے جس سے تمام دنیا فنا ہو جاویگی اور جس کے آنیکا وقت اس آیۃ کے موافق سوا اللہ تعالی کے کسی کو معلوم نہیں ہے بلکہ حدیث مین یہ ذکر ہے کہ وہ لڑکا بوڑھاپے کی عمر تک نہ پہونچنے پاویگا

منزل ۲

کہ اتنے مین قیامت کا وقت پوچھنے والے لوگ دنیا سے اوٹھ جاوین گے اور اونکو وہ انجام معلوم ہوجاویگا جو قیامت کے
انکا ہونے والا ہے۔ مسند امام احمد مین حضرت عائشہ اور براء بن عازب کی صحیح حدیثین ہین جنکے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے
کہ منکر نکیر کے سوال کے بعد پورا جواب دینے والے مردہ کو اسکا جنت کا ٹھکانا اور ادہورا جواب دینے والے کو اوسکا دوزخ کا ٹھکانا
دکھا کر ہر ایک سے فرشتے یہ کہدیتے ہین کہ قیامت کے دن تمہین ان ٹھکانون مین بھیجدینے کے لئے قبرونسے اوٹھایا جاویگا
اوپر یہ جو ذکر تھا کہ دنیا سے اوٹھتے ہی ہر شخص کو اپنا وہ انجام معلوم ہوجاویگا جو قیامت کے دن اسکو پیش آنے والا ہے
ان حدیثون سے وہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہے صحیح مسلم مین جابرؓ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے آنے کا وقت پوچھا کرتے ہین اونکو یہ بات یاد رکھنی چاہئے
کہ اصلی قیامت جس سے تمام دنیا فنا ہوجاوے اوسکا وقت تو سوا اللہ تعالی کے دوسرے کسی کو معلوم نہین ہان یہ بات
ضرور ہے کہ آج سے سو برس کے اندر موجودہ سب لوگ فنا ہوجاوین گے۔ اس حدیث سے حضرت عائشہ کی اس حدیث کا
مطلب خوب صاف ہوجاتا ہے جسکا ذکر اوپر گذرا ترمذی اور ابن ماجہ مین ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اکثر لوگون کی عمر ساٹھ اور ستر برس کے مابین مین ہوگی بہت کم لوگ میری امت مین
ایسے ہونگے جو اس سے زیادہ عمر پاوین گے ترمذی نے اس حدیث کو اگرچہ حسن غریب کہا ہے لیکن اس حدیث کی روایت
چند طریقون سے ہے اسلئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین اس حدیث کی سند کو معتبر قرار دیا ہے اس حدیث سے یہ بات
نکلی کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امت محمدیہ کی کوتہ عمری کا حال تبلادیا تھا اسی واسطے اللہ کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے ایک مہینہ پہلے یہ فرمایا کہ آج سے سو برس کے اندر موجودہ زمانہ کے سب لوگ فنا ہوجاوینگے
صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ و حضرت عمرؓ کی روایتین ہین جسمین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک سائل بنکر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے چند مسئلہ پوچھے ہین ان مسئلون مین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے قیامت کے آنے کا وقت پوچھا تو اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا کہ اسکے نہ جاننے مین تم اور مین دونون برابر ہین اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا
دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اللہ کے رسولون اور مقرب فرشتون کسی کو قیامت
کے آنے کا وقت معلوم نہین ہے ولکن اکثر الناس لا یعلمون اسکا مطلب یہ ہے کہ جن لوگون کے دل مین قیامت کا خوف
نہین ہے وہ قیامت کے آنیکا وقت پوچھتے ہین ورنہ قیامت وہ چیز ہے کہ اسکے آنیکا وقت زمین و آسمان سب پر بھاری ہے۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ
تو کہہ مین مالک نہین اپنی جان کے بھلے کا نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر مین جانا کرتا غیب کی بات
لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ
تو بہت خوبیان لیتا اور مجھکو برائی کبھی نہیں پہونچتی مین تو یہی ہون ڈر اور خوشی سنانے والا مانتے لوگون کو

اوپر کی آیۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے اللہ پاک نے یہ فرمایا تھا کہ لوگ تم سے قیامت کا حال پوچھتے ہیں کہ کب ہی تو تم انسے یہی کہدو کہ مجھے اسکا علم نہین ہے خدا ہی جانتے کب ہے مگر ایک نہ ایک دن ضرور آنے والی ہے اسی کی تاکید اس آیۃ مین فرمائی کہ تم یہ بھی کہدو مین تو یہان تک بے اختیار ہون کہ مجھے خود اپنی جان کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار نہین ہی پہر مین غیب کی بات کیونکر تبلا سکتا ہون غیب کی بات فقط اللہ تعالی کے سوا اور کوئی نہین جانتا اگر مین غیب کی باتین جانتا تو ہر طرح کی بہتری حاصل کرلیتا کبھی برائی پاس بھی نہین پھٹکتی مال و دولت ویسا ہی لازوال پیدا کرلیتا کوئی چیز خریدتا تو ویسی خریدتا جسمین معقول نفع ہوتا قحط مین ویسا ہی بندوبست کرلیتا لڑائیون مین ہمیشہ دشمنون پر غالب رہتا غرضکہ ہر وقت شر سے بچتا رہتا مجھے تو بس اوتنا ہی علم ہے جو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ سے تبلا دیا ہے قیامت کب ہوگی مجھے اسکا علم نہین دیا گیا ہے ہان قیامت کے علامات مجھے تبلائے گئے ہین اور مجھے تو اللہ نے صرف اس کام کے لئے بہیجا ہے کہ منکرون کو اوس کے عذاب سے ڈراؤن اور مومنون کو اسکی رحمت کی بشارت سناؤن بدر کی لڑائی کے قصہ مین صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمر اور انس بن مالک کی حدیث گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ مین جو لوگ اس لڑائی مین مارے گئے اونکا حال پہلے سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تبلا دیا تھا اسی طرح احد کی لڑائی کے قصہ مین صحیح بخاری کے حوالہ سے برا بن عازب کی حدیث گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تیر اندازون کی بے احتیاطی سے مسلمانون کی جو شکست ہوئی اسکا حال پہلے سے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ اللہ تعالی نے اس آیۃ مین فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان عذاب الٰہی اور قیامت کی جلدی کرنے والے لوگون سے کہدو کہ دنیا کی بھلائی برائی کے حال کو پہلے سے جان لینا ایک علم غیب ہے جس کا حال سوا اللہ تعالے کے کسی کو معلوم نہین ہان اللہ تعالی اپنے رسولون مین جسکو چاہتا ہے اوسکو بذریعہ وحی کے غیب کی باتون مین سے کچھ باتین تبلا دیتا ہے مثلاً بدر کی لڑائی مین جو نافرمان لوگ مسلمانون کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے اوس کا حال پہلے سے اوس نے بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو تبلا دیا اور احد کی لڑائی مین جو مسلمان مشرکون کے ہاتھ سے شہید ہونے والے تھے انکا حال پہلے سے نہین تبلایا۔

منزل ۲

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا

وہی ہے جسنے تمکو بنایا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا کہ اس پاس آرام پکڑے پہر جب مرد نے عورت کو ڈہانکا

حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا

اوسکا حمل رہا ہلکا سا حمل پہر چلتے گئے اوسکے ساتھ پہر جب بوجھل ہوگئی دونون نے پکارا اللہ اپنے رب کو اگر تو ہمکو بخشے

لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کرین پہر جب دیا اونکو چنگا بھلا ٹہرانے لگے اسکے شریک اسکی بخشی چیز مین سو اللہ اوپر ہے اونکے شریک بنانے سے

ان آیتون مین اللہ پاک نے کفار مکہ کو خطاب کرکے فرمایا کہ اللہ نے تم لوگون کو ایک جان آدم علیہ السلام سے پیدا کیا اس ذکر سے اصل مین اللہ پاک اپنی نعمتون اور احسانون کو جتلاتا ہے جو اوسنے اپنے بندون پر کئے اور بندے اوسکی شکر گذاری سے عاجز ہین فرمایا کہ آدم کو پیدا کرکے پھر اونکی پسلی سے اونکی بیوی حوا کو پیدا کیا تاکہ آدم علیہ السلام اور حوا دونون مین انسیت ہو کیونکہ آدمی کا آدمی کے ساتھ جی لگتا ہے پھر اس مین بھی یہ بہت بڑی حکمت تھی کہ مرد کے واسطے عورت کو پیدا کیا کہ اوسکی نسل کا قائم رکھنا منظور تھا اور جو انسیت مرد کو عورت کے ساتھ ہوتی ہے وہ ایک مرد کو ایک مرد کے ساتھ ہرگز نہین ہوسکتی یہانتک تو جنت کا حال تھا پھر جب جنت سے آدم اور حوا دونون زمین پر اوتار دئے گئے تو فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام حوا کے ساتھ ہم بستر ہوئے تو حوا کو حمل رہ گیا اور جب تک حمل کا ابتدائی زمانہ رہا کوئی تکلیف حوا کو نہین ہوئی نہ چلنے پھرنے مین نہ کھانے پینے مین نہ کام کاج مین ہر ایک کام حسب ضرورت آسانی سے کر لیا کرتی تھین مگر جون جون حمل کا زمانہ زیادہ ہوتا گیا اور حوا کو بوجھ معلوم ہوتا گیا تو ان دونون نے یہ بات سمجھ لی کہ پیٹ مین نطفہ قائم ہوگیا ہے اور ایک روز ہماری جنس سے بچہ پیدا ہونے والا ہے اسیواسطے دعائین کرنے لگے کہ یا اللہ اگر تو صالح لڑکا ہمین دیگا تو ہم بہت شکر گذار ہونگے صالح کے معنے مین بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ بیٹا مراد ہے خدا سے اونھون نے دعا کی تھی کہ بیٹا دینا بیٹی نہین اور اکثر مفسرون نے معنے لئے ہین کہ ہماری ہی جنس سے آدمی پیدا کرنا کوئی جانور یا اور کوئی شی نہ ہو اور جو بچہ ہو وہ صحیح و سالم آنکھ ناک ہاتھ پیر کان سب اعضا اوسکے درست ہون لنگڑا ٹھنڈا اندھا کانا نہ ہو غرضکہ جب اللہ پاک نے انکی مرضی کے موافق صالح اولاد عنایت کی تو اونھون نے اس بچہ کے نام کے رکھنے مین شرک کی باتین کین کہ جب بچہ پیدا نہیں ہوا تھا تو ابلیس نے حوا کے پاس آکر کہا تھا کہ اگر بچہ پیدا ہو تو اسکا نام میرے نام پر رکھنا حوا نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے ابلیس نے اپنا اصلی اور مشہور نام نہ تبلایا کہ پہچان جائینگی اور اپنا دوسرا نام حارث تبلایا اور کہا کہ اس بچہ کا نام عبد الحارث رکھنا اونھون نے بچہ پیدا ہوتے ہی یہی نام رکھا اکثر مفسرین نے جعلا لہ شرکاء فیما اتاھما کی تفسیر یہی کی ہے جو اوپر بیان کی گئی ترمذی امام احمد ابی حاتم طبرانی وغیرہ محدثین نے اس موقع پر سمرہ کی حدیث بیان فرمائی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا حوا علیہ السلام کا کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا اس مرتبہ جو حمل رہا تو ابلیس نے آکر کہا کہ اگر اس بچہ کا نام عبد الحارث رکھو گی تو زندہ رہیگا غرضکہ یہ کام ابلیس کے بہکانے سے حوا نے کیا اس مین آدم علیہ السلام کا کوئی قصور نہ تھا اور بعضے مفسرون نے آیۃ کے اس ٹکڑے کی تفسیر یون بیان کی ہے کہ یہ کفار مکہ کی شان مین نازل ہوا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے بچون کا نام خدا کے نام کے سوا اورون کے نام پر رکھا کرتے تھے جیسے عبد الشمس اور عبد العزی وغیرہ تو یہ نام رکھنا بھی شرک مین داخل ہے شرک کچھ عبادت ہی مین منحصر نہین ہے پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اللہ پاک ان چیزون سے بالکل علیحدہ ہے جن کو تم اوسکے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو سمرہ بن جندب کی حدیث جو اوپر گذری اسکی سند مین ایک راوی عمر بن ابراہیم مصری ہین جسکو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن معین نے اوسکو ثقہ راویون مین شمار کیا ہے اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے ترمذی وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا ایک ٹکڑا اوسکا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

منزل ۲

نے اپنی عمر مین سے چالیس برس حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکر پہر اُس اپنے اقرار پر جو قائم نہ رہے اُسکا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیث مین فرمایا اور پہر یہ بھی فرمایا کہ حضرت آدم کا اقرار پر قائم نہ رہنا اِس بات کا ایک نمونہ تھا کہ اُنکی اولاد مین بھی یہ بات پائی جاویگی اِس حدیث سے اُن مفسرین کے قول کی تائید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہین کہ عبادت مین تو نہین مگر نام کے رکھنے مین یہ نام کے رکھنے کا شرک شیطان کے بہکانے سے حوا علیہا السلام سے ظہور مین آیا تاکہ بنی آدم مین جو شرک پھیلنے والا تہا اُسکا نمونہ حضرت آدم علیہا السلام کو معلوم ہوجاوے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے شاگردون مین سے سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول کا حاصل یہ ہی کہ شیطان نے حوا علیہا السلام کو یہ نام خواب مین سکھایا تھا اور جب حوا علیہا السلام نے اپنا یہ خواب حضرت آدم علیہا السلام سے بیان کیا تو حضرت آدم علیہا السلام نے حوا علیہا السلام کو اِس نام کے رکھنے سے منع کیا تھا لیکن اس لڑکے سے پہلے دو لڑکے گذر چکے تھے اِس لئے شیطان نے حوا علیہا السلام کو یہ پٹی پڑہائی کہ ابکی دفعہ جو لڑکا پیدا ہو اُسکا نام اگر عبد الحارث رکھا جاویگا تو وہ لڑکا صاحب عمر ہوگا اسیواسطے ابکی دفعہ اولاد کی محبت کے جوش مین اِس لڑکے کا نام حوا علیہا السلام نے عبد الحارث رکھا حضرت آدم پہلے اِس نام کی ممانعت کر چکے تھے اِسلئے بچہ کے پیدا ہونے اور اِس نام کے رکھے جانے کے بعد اِس نام کی کچھ کرید حضرت آدم علیہ السلام نے نہین کی یہ بات اللہ تعالی کو ناپسند ہوئی اسی واسطے اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام اور حوا علیہ السلام دونون کے نام کا اِس قصہ مین ذکر فرمایا اِس آیۃ کی تفسیر کو علمائے مفسرین نے بہت مشکل قرار دیا ہے لیکن سلف مین سے قتادہ اور سفیان ثوری کا یہ قول جب مدنظر رکھا جاوے کہ تفسیر کے باب مین سعید ابن جبیر اور عکرمہ کے قول کا بڑا اعتبار ہی اور سعید بن جبیر اور عکرمہ کے قول کے موافق آیۃ کی تفسیر کیجاوے تو آیۃ کی تفسیر مین کچھ دشواری باقی نہین رہتی سورۃ الشوری کی آیۃ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا کی تفسیر مین آویگا کہ حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح تک شریعت کے احکام زیادہ تفصیل سے نازل نہین ہوئے تھے اس سے یہ بات نکلی کہ حوا علیہا السلام کو عبد الحارث نام رکھنے کی خرابی تفصیل سے معلوم نہ تھی صحیح مسلم ابو داؤد ترمذی وغیرہ مین ابن عمر کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عبد اللہ عبد الرحمن یہ نام اللہ کو بہت پسند ہین صحیح مسلم اور ترمذی مین ابن عمرؓ کی دوسری حدیث ہے جسمین یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی ایک لڑکی کا نام عاصیہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس نام کو بدل کر اُس لڑکی کا نام جمیلہ رکھا۔ ان حدیثون کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ اِن دونو حدیثون کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جن نامون مین اللہ تعالی کے معبود ہونے کا اقرار نکلے وہ نام اللہ کو بہت پسند ہین اور جس طرح عبد الحارث جیسے نامونسے پرہیز کرنا لازم ہے اسی طرح عاصیہ جیسے نامون کا حال ہے کیونکہ عاصیہ کے معنے گنہ گار کے ہیں اور گنہ گار کا لفظ شریعت میں ایک مذمت کا لفظ ہے جن نامون مین دین کی بڑائی اور فوقیت پائی جاوے مثلاً جیسے کسی لڑکی کا نام نیکی رکھنا یا جن نامون مین دنیا کی بڑی فوقیت پائی جاوے جیسے مثلاً کسی کا لقب شہنشاہ ٹہرانا اِس طرح کے نامون کی بھی ممانعت ہے چنانچہ بخاری و مسلم و ابن ماجہ مین ابوہریرہؓ کی جو روایتین ہیں اُن مین اِس طرح کے نامون کی ممانعت کا ذکر ہے۔

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا

کن کو شریک بتاتے ہیں جو پیدا نہ کرے ایک چیز اور آپ پیدا ہوتے ہین اور نہ کر سکتے ہیں اون کی مدد اور نہ

أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ۝ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

اپنی مدد کرین اور اگر اونکو پکارو راہ پر نہ چلین تمہاری پکار پر برابر ہے تمکو کہ انکو

أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ

پکارو یا چپکے رہو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا بندے ہین

أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ

تم جیسے بھلا پکارو انکو تو چاہیے قبول کرین تمہارا پکارنا اگر تم سچے ہو کیا اونکو پاؤن ہین

يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُم

جنسے چلتے ہین یا اونکو ہاتھ ہین جنسے پکڑتے ہین یا اونکو آنکھین ہیں جنسے دیکھتے ہیں یا اون کو

آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ۝ إِنَّ وَلِيِّيَ

کان ہین جنسے سنتے ہیں تو کہہ پکارو اپنے شریکون کو پھر برا کرو میرے حق مین اور مجکو ڈھیل نہ دو میرا حمایتی اللہ

اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ

جس نے اوتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندون کی اور جنکو تم پکارتے ہو اسکے سوا نہین

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ۝ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ

کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکین اور اگر اونکو پکارو راہ کی طرف

لَا يَسْمَعُوا ۖ وَتَرَاهُمْ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

کچھ نہ سنین اور تو دیکھے کہ تکتے ہیں تیری طرف اور کچھ نہین دیکھتے

ان آیتون میں اللہ پاک نے مشرکون کو یہ تنبیہ فرمائی کہ کیا تم ایسی چیزون کو معبود ٹھہراتے ہو جنمین کسی شے کے پیدا کرنے کی قدرت نہین ہے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور عبادت تو خالق کارساز کو زیبا ہے مخلوق کسی طرح عبادت کی مستحق نہین ہے ان بتون سے تو ہزار درجہ تم بہتر ہو کہ تم مین چلنے پھرنے کی طاقت ہے کھاتے پیتے ہو بتون مین کیا قدرت ہے اگر کوئی آکر اونکے ٹکڑے کر ڈالے تو یہ کیا بچاؤ بنا کر سکتے ہین پھر جب اپنا اختیار او نہین نہین ہے اور اپنے نفع نقصان سے بالکل یہ بے خبر ہیں تو تمہاری کیا مدد کر سکتے ہین ایک مکھی جس مین کچھ بھی سکت نہین ہے اگر اون کے پاس سے کوئی کھانے کی چیز لے بھاگے تو انکا اتنا بس نہین چل سکتا کہ اس مکھی سے چھوڑا لیوین تو پھر یہ دوسرون کو کیا مدد دے سکتے ہیں اگر تم انکو کسی مطلب کے لئے بلاؤ تو ہرگز نہین آئین گے کیونکہ ان مین بصارت نہین سننے کی قوت نہین

منزل ۲

انکو تمہارا پکارنا اور نہ پکارنا برابر ہے وہ تو خدا کی مخلوق ہین تم سے بدتر ہین تم انسان اشرف المخلوقات ہو اور یہ بت پتھر کی مورتین ہین اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو انکو پکار کر دیکھو نہ انکے پیر ہین جو وہ چل سکین نہ انکے ہاتھ ہین جو وہ کوئی چیز پکڑ سکین نہ انکھین ہین جو کسی شی کو دیکھین نہ کان رکھتے ہین جو کسی کی آواز سنین پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان مشرکون سے کہو کہ تم اپنے معبودون کی دہمکیان دیکر کیا ڈراتے ہو جہان تک ہو سکے کمی نہ کرو اپنے سارے معبودون کو پکار کر مکر کر لو اور جو کچھ جی مین آئے کر گزرو مجھے اس سے کچھ ضرر نہین پہونچ سکتا کیونکہ میرا ولی اور حمایتی خدا وحدہ لاشریک ہے جسنے اپنے رسولون پر کتابین اوتارین ہین وہ میری حمایت کریگا اور نیک لوگون کی بھی وہی حمایت کرتا ہے اور جو معبود تمہارے ہین اون مین خاک کسی قسم کی قدرت نہین ہے نہ اپنی ذات کی بھلائی کی قدرت انہین حاصل ہے نہ تمہین کچھ انسے مدد مل سکتی ہے اگر تم اونہین پکارو بھی تو وہ نہیں سن سکتے ہین ظاہر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہین دیکھ رہے ہین بلکہ جو شخص اون تصویرون کی طرف نظر کرتا ہے اوسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت ادہر ہی نظر کئے ہوئے ہین مگر درحقیقت اونہین انکھ تو ہے نہین جو وہ دیکھ سکین اہل مغازی نے یہان ایک قصہ بیان کیا ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ مین ہجرت کر کے آئے تو دو جوان معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن جبل آپکے پاس آکر مسلمان ہو گئے یہ دونون راتون کو جاکر بتون کو توڑتے تھے تاکہ اونکی قوم کو عبرت ہو ایک اور شخص عمرو بن الجموح اپنی قوم مین سردار شمار کیا جاتا تھا اسکے یہان ایک بت تھا جسکو وہ روز خوشبو مل کر عبادت کرتا تھا یہ دونو رات کو جاکر اوس بت کو اوندھا کر دیتے تھے اور نجاست اوسکے بدن مین مل دیتے تھے عمرو بن الجموح صبح آکر دیکھتا تھا اور پھر دھو دھلا کر اوسکو خوشبو ملتا تھا ایک روز اس نے اوس بت کے پاس تلوار رکھدی تاکہ جو شخص اوس بت کو تکلیف دینے آتا ہے اس سے بدلا لیوے مگر ان پتھر کے بت سے کیا ہو سکتا تھا جو اون دونون سے کچھ بھی بدلا لیتا ایک روز ان دونون نے اس بت کو کھینچکر ایک مردار کتے کے پاس ڈالدیا پھر ایک روز اس بت کے پیر مین رسی باندھکر اوسکو کنوین مین لٹکا دیا آخر عمرو بن الجموح کے دل مین خیال گذرا کہ یہ دین محض ڈھکوسلا ہے یہ بت کچھ بھی قدرت نہین رکھتے اور توبہ کر کے مسلمان ہو گیا اور ایسا پکا مسلمان ہوا کہ شہادت کا درجہ پایا جنگ احد مین شہید ہو گیا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ مشرک لوگ تمام دنیا کو جرمانہ کے طور پر معاوضہ دیکر دوزخ کے عذاب سے قیامت کے دن نجات چاہین گے تو اونکی نجات ممکن نہین۔ اسی طرح صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے دل مین ذرہ برابر بھی توحید ہو گی وہ دوزخ سے نکالا جا کر جنت مین داخل کیا جاویگا ان حدیثون کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتون اور حدیثون کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ مشرک کو تمام دنیا کا مال و متاع عذاب سے بچنے کے لئے کافی نہین اور صاحب توحید کو ذرہ برابر توحید بھی کافی ہو جاوے گی حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص ایسی حالت مین مریگا کہ سوا شرک کے اور طرح طرح کے گناہون مین مبتلا ہو گا تو یہ بات اللہ تعالی

منزل ۲

کے اختیار مین ہے کہ چاہے اللہ تعالی بغیر کسی عذاب کے اوسکو جنت مین داخل کرے چاہے کسی قدر عذاب کے بعد مگر مشرک سے حق تعالے کا یہ وعدہ ہے کہ اوسکی نجات کسی طرح ممکن نہین ہے ۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ
خوب پکڑ معاف کرنا اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلون سے اور کبھی اوبھارو ے تجکو
الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○
شیطان کی چھیڑ تو پناہ پکڑ اللہ کی وہی ہے سنتا جانتا

عکرمہ کہتے ہین کہ جب یہ آیۃ اوتری تو آنحضرت نے جبرئیل سے پوچھا کہ خذ العفو کا کیا مطلب ہے جبرئیل علیہ السلام نے کہا مین بغیر اللہ تعالی سے پوچھے اسکا مطلب نہین بتلا سکتا اور پلٹ کر گئے اور آکر یہ کہا کہ آپ صلہ رحمی کرین اون لوگون کے ساتھ جو آپ سے محبت کو قطع کرنا چاہین اور جو آپکی عزت حرمت کرے اُسپر بخشش کرین اور جو شخص آپسے سختی برتے اُسکو معاف کیجے پھر اللہ پاک نے یہ خطاب کیا کہ آپ لوگون کو معروف باتون کا حکم دین معروف کے معنے وہ نیک خصلت ہی جسکو عقلمند آدمی پسند کرے اور جس سے دلکو اطمینان حاصل ہو مراد اس سے احکام شرع کو نرمی سے پہونچانا ہے پھر فرمایا کہ اگر وہ لوگ آپکی باتون کو نہ مانین تو اونسے چشم پوشی کیجے وہ جاہل ہین جاہلون کی بات کا جواب چشم پوشی اور خاموشی ہے قیس بن سعد کہتے ہین کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور آپکے سامنے لائے گئے تو آپنے فرمایا کہ مین اپنے چچا حمزہ کی عوض اون مین سے ستر آدمیونکو مارونگا اور انکے ناک کان کاٹونگا اسی کو عرب مین مثلہ کہتے ہین اوسی وقت جبرئیل علیہ السلام یہ آیۃ لیکر آئے اس حدیث کو ابن مردویہ نے اپنی تفسیر مین معتبر سند سے نقل کیا ہے پھر آپکو یہ حکم ہوا کہ اگر شیطان آپکے دل مین کچھ وسوسہ پیدا کرے تو آپکو اللہ پاک سے پناہ مانگنی چاہیے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے عبد الرحمن بن زید کہتے ہین کہ جب یہ آیۃ واعرض عن الجاہلین اوتری تو آنحضرت صلعم نے خدا سے یہہ التجا کی کہ یا اللہ غصہ کی حالت مین کس طرح اونسے چشم پوشی کرونگا تو یہ آیۃ اوتری کہ اگر کوئی ایسا وسوسہ شیطان دل مین ڈالے جس سے غصہ آجاوے تو ایسی حالت مین اللہ تعالی سے پناہ مانگنی چاہیے خذ العفو کی تفسیر مین اگرچہ سلف کے چند قول ہین لیکن حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین خذ العفو کے اسی معنے کو قوی قرار دیا ہے کہ اس سے مطلب احکام شرع کا نرمی سے پہونچا دینا ہے یہ تو اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکا ہے کہ جہاد کے حکم سے درگذر کا کوئی حکم منسوخ نہین ہے صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو اپنی عمر اور رزق مین فراخی منظور ہو وہ صلہ رحمی کرے ۔ رشتہ دارون کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کو صلہ رحمی کہتے ہین معتبر سند سے ترمذی مین ابو داؤد کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگون کے ساتھ دنیا مین نرمی سے پیش آنیکی خصلت قیامت کے دن میزان مین بڑا بھاری نیک عمل ہے ۔ صحیح بخاری و مسلم مین سلمان

بن صرد کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کے پڑھنے سے آدمی کا غصہ اوتر جاتا ہے ان آیتوں میں صلہ رحمی اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنے اور غصہ کے وقت اللہ تعالے سے پناہ مانگنے کا جو ذکر ہے ان حدیثوں کو اسکی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ

جو لوگ ڈرتے ہیں جہان پڑگیا اونپر شیطان کا گذر چونک گئے پھر تبھی اونکو سوجھ آگئی

وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ۝

اور جو شیطانون کے بھائی ہیں وہ اُنکو کھینچے جاتے ہین غلطی میں پھر وہ کمی نہین کرتے

اللہ پاک نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تبلا دیا کہ اگر تمہارے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالی سے پناہ مانگنی چاہیے اسکے بعد اب عام لوگون کے واسطے یہ بیان فرمایا کہ آدمی دو ہی قسم کے ہیں بعضے تو وہ ہین جنکے دل مین خدا کا خوف ہے اور متقی ہین گناہون سے بچتے رہتے ہیں اور بعضے وہ جو کافر فاجر ہین نہ اونکے دل مین خدا کا خوف ہے نہ وہ گناہون سے بچتے ہیں تو اللہ پاک نے ان دونون طرح کے آدمیون کے حال کو یون بیان فرمایا کہ جو لوگ متقی ہین جب وہ شیطان کے وسوسہ مین پڑجاتے ہین اور اُسکے ورغلانے سے کوئی لغزش اونسے ہو جاتی ہے تو فوراً وہ خدا کے عذاب کو یاد کرکے توبہ واستغفار کر لیتے ہین اونکی شان مین یہ فرمایا کہ یہ لوگ صاحب بصیرت ہین انکے دلون کے اندر آنکھین ہین جنسے یہ خدا کو دیکھتے ہین اور پہچانتے ہین حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ مین ایک بزرگ کے حال مین لکھا ہے کہ ایک جوان مسجد مین جا کر عبادت کیا کرتا تھا ایک عورت اوسپر فریفتہ ہو گئی اور اوسکے پیچھے پڑگئی اور اُسکو اپنے یہان بلاتی تھی اوس جوان کا ارادہ ہو چلا تھا کہ اُسکے گھر مین جائے دفعتاً اوسکو یہ آیتہ یاد آگئی اور بے ہوش ہو کر گر پڑا جب ہوش مین آیا تو پھر اس آیتہ کو یاد کیا اور مر گیا اور رات کو یہ دفن کیا گیا لوگون نے قبر پر آکر نماز پڑھی پھر ان بزرگ نے پکار کر کہا کہ اے جوان ولمن خاف مقام ربہ جنتان جس کا مطلب یہ ہے کہ جو خدا کا خوف کرتا ہے اوسے دو جنتین ملتی ہین قبر کے اندر سے آواز آئی اللہ پاک نے اپنے وعدہ کے موافق دو جنتین مجھے دی ہین۔ پھر اللہ پاک نے اوس دوسری قسم کے آدمیونکا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ کافر فاجر ہین وہ اخوان الشیطین ہیں شیطان اونکو ہمیشہ گمراہی کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے اور یہ بھی اُسکے ساتھ کھنچے جاتے ہین نہ شیطان انکے بہکانے مین کمی کرتا ہے نہ یہ لوگ اوسکی پیروی مین کمی کرتے ہیں صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ رض ابن عمرو بن العاص کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالے نے اپنے علم ازلی کے نتیجے کے طور پر وہ سب لوح محفوظ مین لکھ لیا ہے اور اسی طرح صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان خود تو اپنا تخت سمندر مین بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے شیطین کو لوگون کے بہکانے کے لئے بھیجا کرتا ہے اسی طرح صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث بھی گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

منزل ۲

فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ رہتاہے جو اوسکو نیک کام کی صلاح دیتا رہتاہے اور ایک شیطان رہتاہے جو اوسکو بُرے
کاموں کی رغبت دلاتا رہتاہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیتوں اور حدیثوں کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا
ہے کہ اگرچہ شیطان سب لوگوں کے بہکانے کے لئے اپنے شیاطینوں کو بھیجتا رہتاہے لیکن جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے
ہیں وہ اللہ کے فرشتوں کی صلاح کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور جو لوگ علم الٰہی میں بد قرار پاچکے ہیں وہ ہمیشہ شیطین
کی رغبت کے پابند رہتے ہیں ۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اور جب تو لیکر نہ جاوے ان پاس کوئی آیت کہیں کچھ چھانٹ کیوں نہ لایا تو کہہ میں چلتا ہوں اوسی پر جو حکم آوے مجکو میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور راہ کی اور مہر ہے ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے آپ ہماری فرمائش کے مطابق معجزہ دکھلائے اور جب ونکی سمہ اللہ کے
مرضی کے موافق کوئی معجزہ نہیں دکھلایا جاتا تھا تو کہتے تھے کہ آپ تو خدا کے رسول ہیں خدا سے التجا کیجیے وہ ہب اس مسئلہ
عطا کریگا اور نہیں تو آپ خود اپنے جی سے کوئی بات بنا لیجیے اسکو اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ اے رسو بیغمبرین سے
انکو ایسی نشانی دکھلاتے ہو جو انکی مرضی کے موافق ہو تو کہتے ہیں رمین امام ابوحنیفہ
جیسے بڑے معجزہ کو ان لوگوں نے جادو کا اثر بتلایا اسلئے تم ان لوگوں سے کہہ دو زیادہ تفصیل جس سے یہ معجزہ گھٹتا نہیں ہے ۔
میں تو خدا کا فرمانبردار ہوں جو وحی کے ذریعہ سے مجھکو بتلایا جاتا ہے وہ میں کر دکھاتا ہوں من القرآن بالغدو
معجزہ ہوسکتا ہے اگر تم ایمان لانا چاہو تو یہی کافی ہے دوسرے معجزہ کے اسکے ہوتے کچھ ضرورت نہیں اور
کہ یہ قرآن پاک مومنوں کے واسطے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے مفسرین نے قرآن کے ان تینوں او
کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ اہل ایمان کے تین درجے ہیں کوئی تو علم توحید میں اس حد کو پہونچ گیا ہے کہ قرآن کی توحید
اور خوبیوں کو گویا خود آنکھوں سے دیکھ رہا ہے ان لوگوں کو اصحاب عین الیقین کہتے ہیں انکے لئے قرآن مجید بصیرت
ہے اور بعضے ایسے ہیں جو قرآن کے مطالب کو اچھی طرح سمجھنے کے درجہ تک پہونچ گئے ہیں انکے واسطے قرآن کریم ہدایت
ہے اور یہ لوگ علم الیقین والے ہیں تیسرے وہ لوگ ہیں جو نرے مسلمان ہیں جو باتیں بتلادی گئی ہیں اونپر انکا ایمان
ہے یہ لوگ حق الیقین کے مرتبہ میں ہیں انکے لیئے قرآن پاک رحمت ہے بصائر بصیرت کی جمع ہے دل میں سوچکر کسی بات کا
نتیجہ نکالنا اسکو بصیرت کہتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھنے کو بصارت کہتے ہیں صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رض
کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزات کے علاوہ قرآن ہی ایک ایسا معجزہ
مجکو دیا گیا ہے جسکے سبب سے اس قدر لوگ ہدایت پاوینگے کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد او

منزل

نے وقت اپنی الحمد پوری کرلیوے ابوداؤد ترمذی ونسائی مین عبادہ بن الصامت کی ایک حدیث ہے کہ ایک روز صبح کی نماز مین ہم لوگ حضرت کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے آپکو قراءت مین کسی قدر دشواری ہوئی جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو ہم لوگون نے کہا کہ ہان فرمایا کہ سوائے سورہ فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو اسلئے کہ کوئی نماز بغیر سورہ فاتحہ کے نہین ہوتی حضرت جابر کی حدیث کی روایۃ کے سب طریقے دارقطنی نے جمع کئے ہین اور آخر اس حدیث کو مرسل طور پر صحیح قرار دیا ہے جس طرح عبداللہ بن شداد تابعی نے اس حدیث جابر رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کیا ہے اسی طرح کوئی تابعی کسی حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرے تو اوسکو مرسل کہتے ہیں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے بھی ایک روایۃ مین اس حدیث کو مرسل طور پر روایۃ کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک جس حدیث کی سند کا سلسلہ برابر ہو اسکو مرفوع کہتے ہیں۔ اس حدیث کے سب مرفوع طریقون پر حافظ ابن حجر نے اعتراض کیا ہے عبادہ بن صامت کی حدیث مرفوع ہے اور امام بخاری نے جزء القراءت مین اوسکو صحیح قرار دیا ہے اور دارقطنی نے بھی اسکے راویون کو معتبر ٹھہرایا ہے لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے بیچ مین یہ ایک اصول کے مسائل مین کا اختلاف ہے کہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرسل حدیث معتبر ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر نہین ہے اس لئے امام ابو حنیفہ کا مذہب اس مسئلہ مین مرسل حدیث کے موافق ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب مرفوع حدیث کے موافق ہے۔ اکابر حنیفہ مین سے ہدایہ مین امام محمد صاحب کا یہ قول ہے کہ احتیاط کے طور پر مقتدی کو بھی الحمد پڑھ لینی چاہئے آثار امام محمد مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ظہر اور عصر مین امام کے پیچھے الحمد کے پڑھنے کی ایک روایت ہے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی کتابون مین ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل مین گڑگڑاتا اور ڈرتا اور پکارنے سے کم آواز بولنے مین صبح اور

وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○

شام کے وقتون اور مت رہ بے خبر

اللہ پاک نے قرآن مجید پڑھنے کے وقت خاموش رہنے کا حکم دیکر اپنے رسول صلعم کو خطاب فرمایا کہ صبح و شام اپنے رب کو جی مین یاد کر و اور نہایت ہی خلوص کے ساتھ گڑگڑا کر ہو اور یہ یاد آلہی بہت چلا کر نہو کیونکہ مشرکین قرآن کو سنکر خدا اور اوسکے رسول کو برا کہتے ہیں نہ اتنا چیخ کر پڑھو کہ وہ لوگ سنکر برا کہین اور نہ اتنا آہستہ پڑھو کہ تمہارے ساتھ کے لوگ بھی نہ سن سکین اللہ پاک نے قرآن مین اکثر جگہ بیان فرمایا ہے کہ مین تو پکارنے والے کے رگ گردن سے بھی نزدیک ہون صحیحین مین ابو موسے اشعری کی حدیث ہے کہ لوگون نے بعض مرتبہ سفر مین بلند آواز سے دعائین مانگنی شروع کیں تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اپنے جی کو روکو تم ایسے کو نہیں پکار رہے ہو جو بہرہ ہے یا غائب کہین دور ہے بلکہ جسے تم پکار رہے ہو وہ تو بہت جلد سن لیتا ہے اور نہایت ہی قریب ہے تمہاری سواریون کی گردنون سے بھی زیادہ نزدیک تر ہے صبح و شام

منزل ۲

کا حکم اسواسطے دیا گیا ہے کہ جب انسان سو کر اوٹھے تو پہلا شغل اوسکا ذکر اللہ رہے کیونکہ موت مین نیند مین تھوڑا ہی فرق ہے سونے
والا اور مردہ برابر ہوتا ہے اہل علم نیند کو اخ الموت کہتے ہیں بہر حال شام کو بھی جب سونے لگے تو خدا کی یاد کے بعد سوئے ممکن ہے
کہ سونے کے بعد پھر اوٹھنا نصیب نہ ہو ہمیشہ کے لئے خواب عدم ہی مین رہے بعضے علما نے صبح و شام کے فوائد مین یہ بیان کیا
ہے کہ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کے بعد اور نماز پڑہنا جائز نہیں ہے اسلئے خدا کا حکم ہوا کہ اوسوقت خدا کی یاد کیا کرو تاکہ کوئی وقت
خدا کے ذکر سے خالی نہ جائے اور بعضون نے یہ بیان کیا ہے کہ بندون کے عمل صبح و شام اوٹھائے جاتے ہیں رات کے عمل صبح
کے وقت اور دن کے عمل شام کے وقت اس لئے مستحب ہے کہ صبح و شام خدا کا ذکر کیا جاوے تاکہ عمل کی ابتدا اور اوسکا اختتام
خدا کے ذکر ہی پر ہو صحیح بخاری و مسلم مین ابو موسی اشعری کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ یاد الٰہی سے
غافل ہیں اونکی مثال مردہ لوگون کی سی ہے مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد آدمی کا نیک عمل بند ہو جاتا ہے اسلئے جیسے جی جن لوگون
نے یاد الٰہی جیسے نیک عمل کو چھوڑ رکھا ہے اونکا نیک عمل مردون کی طرح بند ہے ذکر الٰہی کی فضیلت اور تاکید مین اور ذکر الٰہی سے
غفلت کی مذمت مین اور بھی صحیح حدیثین ہین یہ حدیثین آیۃ کی گویا تفسیر ہیں کیونکہ آیۃ مین جس طرح اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ذکر
الٰہی کا حکم فرما کر اس سے غفلت کرنے کو منع فرمایا ہے امت کے حق مین وہی بات ان حدیثون مین اللہ کے رسول نے فرمائی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ

جو لوگ پاس ہیں تیرے رب کے بڑائی نہیں کرتے اوسکی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اوسکی پاک ذات کو اور اسی کو سجدہ دیتے ہین

اللہ پاک نے اپنے بندون کو کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کا حکم دیکر اس آیۃ مین اپنے فرشتون کا حال بیان فرمایا اور انسان کو ہبا
کی ترغیب دلائی ہے کہ دیکھو خدا کے پاس جتنے فرشتے ہین وہ تکبر نہین کرتے ہین بلکہ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالی کی عبادت چاہئے
وہ ہر وقت خدا کی عبادت مین لگے رہتے ہیں اور ہر گھڑی اوسکی پاکی بیان کرتے ہیں سبحان اللہ ربنا سبحان اللہ ربنا کہتے رہتے ہیں
اور اوسی کو سجدہ بھی کیا کرتے ہیں اب تمہین بھی مناسب ہے کہ ان باتون کو اختیار کرو اور ہر وقت خدا کا ذکر کرکے فرشتہ خصلت اور
اونکے ہم رتبہ ہو جاؤ اس آیۃ مین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عمل دو طرح کے ہیں ایک تو وہ ہے جو فقط قلب سے تعلق رکھتا ہے
ایک وہ ہے جسکو اعضائے ظاہری سے تعلق ہے جس عمل کا تعلق قلب کے ساتھ ہے وہ یہ ہے کہ خدا کو ہر ایک بری صفتون
سے پاک اور بے عیب جانکر اوسکو اوصاف حمیدہ کا متصف جانین یہی مطلب ویسبحون کا ہے اور جو اعضائے ظاہری سے تعلق
رکھتے ہین وہ یہ ہیں کہ خدا کو اون اوصاف کے ساتھ متصف جانکر اور دل مین اوسکا پکا اعتقاد رکھکر ہاتھ پیر سے بھی اوسی اعتقاد
کے موافق عمل کرے اسی کو ولہ یسجدون فرمایا ہے تاکہ عبادت کے اندر انسان فرشتون کے مقابل و موافق ہو جاوے تسبیح
اور سجود کے متعلق اکثر حدیثین وارد ہوئی ہین مسلم کی ایک حدیث معدان بن طلحہ سے ہے کہ معدان بن طلحہ نے ایک روز
ثوبان سے ملکر پوچھا مجھے کوئی ایسا عمل بتلاؤ جس سے اللہ پاک مجھے جنت مین داخل کرے دو تین مرتبہ پوچھا تو ثوبان چپ
رہے تیسری مرتبہ جواب دیا کہ مین نے بھی اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا کہ کثرت سے سجدہ

کیا کر و اللہ پاک ہر سجدہ میں ایک درجہ بڑھاتا ہے اور گناہ بخشتا ہے معدان کا بیان ہے کہ میں ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملا تھا اُن سے بھی
اسبات کو دریافت کیا اونھون نے بھی یہی تبلایا بہرحال اس آیۃ پر سامع و قاری دونون کو سجدہ کرنا چاہیے پورے قرآن میں
جو چودہ یا پندرہ سجدے ہین اُنمین سے یہ سورہ اعراف مین پہلا سجدہ ہے صحیح مسلم مین ابو ہریرہ کی حدیث ہے کہ نبی آدم جب
کوئی سجدہ کی آیۃ پڑھتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان رونے لگتا ہے کہ افسوس نبی آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اونے سجدہ کیا جسکے بدلہ مین
اوسکو جنت عطا ہوئی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا تو مین نے انکار کیا اسلئے میرے لئے دوزخ مقرر ہے معتبر سند سے ترمذی اور ابن ماجہ
مین ابو ذر کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام آسمان اللہ تعالی کی عبادت کرنے والے فرشتون سے بھرے
ہوئے ہیں کہین چار انگل کی جگہ بھی ایسی خالی نہین ہے جہان ایک فرشتہ سجدہ مین نہو ابوداؤد اور ابن ماجہ مین عمرو بن العاص
کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن شریف مین پندرہ آیتین سجدہ کی ہین اگرچہ بعضے علما نے اس
حدیث کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن منذری نے اسکی سند کو معتبر تبلایا ہے یہ پندرہ آیتین سجدہ کی اس حالت مین ہین کہ سورہ
حج مین دو سجدے شمار کئے جاوین اور سورہ ص کا سجدہ بھی حساب مین لیا جاوے لیکن اسباب مین امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا اختلاف ہے جسکی تفصیل فقہ کی کتابون مین ہے ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ
آیۃ مین فرشتون کی عبادت کا اور سجدہ کی آیۃ کا جو ذکر ہے اوسکی تفصیل حدیثون سے اچھی طرح معلوم ہو جاتی ہے۔

منزل ۲

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ

تجھسے پوچھتے ہین حکم غنیمت کا تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا

ترمذی ابوداؤد و نسائی مسند امام احمد حنبل حاکم اور صحیح ابن حبان مین چند صحابہ کی روایتون سے جو شان نزول ان آیات کی
بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی مین مسلمانون کے لشکر کے تین گروہ تھے ایک گروہ جھنڈے کے پاس آنحضرت
کی حفاظت مین تھا اور ایک گروہ دشمنون سے لڑکر انکو شکست دے رہا تھا اور جب دشمن شکست کھا کر بھاگتے تھے تو اسی
لڑنے والے گروہ مین سے کچھ لوگ دشمنون کا مال جو دشمنون کے بھاگنے مین رہ جاتا تھا اس مال کو جمع کرتے جاتے تھے لڑائی ختم ہونے
کے بعد ہر ایک گروہ نے اپنے آپکو لوٹ کے مال کا زیادہ مستحق قرار دیا اور آپس مین جھگڑا کرنے لگے اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل
فرمائین معتبر سند سے ترمذی میں یہ شان نزول کی روایۃ عبادہ بن الصامت سے ہے جس سے اور روایتون کو تقویت ہو جاتی
ہے بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللہ خمسہ سے آیت یسئلونک عن الانفال منسوخ ہے کیونکہ آیۃ
یسئلونک عن الانفال میں پورے مال غنیمت کو اللہ تعالی نے اپنا اور رسول کا حق فرمایا ہے اور آیۃ واعلموا مین اس مال کے پانچ حصے کر

ہیں لیکن حقیقت میں کوئی آیۃ منسوخ نہیں ہے ایک آیۃ میں اللہ تعالی نے یہ فرمایا ہے کہ غنیمت کے مال کا حق خدا رسول کو ہے جس کا
مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا رسول کی مرضی ہوگی اس طرح اوسکی تقسیم ہوجاویگی دوسری آیۃ میں اس تقسیم کے حصے فرمائے ہیں
صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ کی بڑی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ کا مال پہلے انبیا کی شریعتوں
میں حلال نہیں تھا اسی شریعت میں یہ مال حلال ہوا ہے آیۃ کے اس ٹکڑے میں لوٹ کے مال کا جو ذکر ہے حدیث کا یہ ٹکڑا
گویا اسکی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ کے ٹکڑے اور حدیث کے ٹکڑے کو ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ لوٹ کے مال کے حلال
ہونے کا حکم جو آیۃ میں ہے ایسا ایک خاص حکم ہے جو سوائے شریعت محمدی کے کسی پہلی شریعت میں نہیں تھا معتبر سند
سے مسند امام احمد میں عبادہ بن الصامت کی حدیث ہے کہ جب اللہ تعالی نے اس مال کی تقسیم کو اپنے رسول کی مرضی پر منحصر رکھا
تو اللہ کے رسول نے وہ مال سب اہل بدر کو بانٹ دیا زیادہ چیز کو نفل کہتے ہیں انفال اسکی جمع ہے غنیمت کے مال کا حلال ہونا
ایک زیادہ امر ہے جو اور امتوں میں نہیں تھا اسلئے غنیمت کے مال کو نفل کہتے ہیں لوٹ کا مال غنیمت کا مال ہے ۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم میں چلو اللہ کے اور اسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو

اللہ پاک نے اوپر شروع سورہ میں غنیمت کے مال کا ذکر بیان فرما کر آیۃ کے اس ٹکڑے میں فرمایا کہ آپس کی چھیڑ چھاڑ اور اختلاف
کو چھوڑ دو خدا سے ڈرو اور آپس میں میل جول رکھو کیونکہ اسلام کی نعمت جو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے تمہیں دے رکھی ہے
وہ اس سے کہیں بہتر ہے جسکے سبب سے تم باہم جھگڑتے ہو مال کی یہ تقسیم جو تمہارے درمیان میں ہوگئی ہے یہ خدا اور اسکے رسول
کی مرضی کے موافق ہے جو نہایت ہی عدل و انصاف سے ہے تم اہل ایمان ہو تو خدا اور اسکے رسول کی اطاعت کرو اوسکی تقسیم پر راضی
ہو جاؤ باہم کوئی جھگڑا نکرو آپس میں صلح سے بیٹھ رہو سدی نے واصلحوا کی تفسیر میں یہ بیان کیا ہے کہ آپسمیں جھگڑا نکرو حافظ ابو یعلے
احمد بن علی موصلی نے اپنی مسند میں ایک حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے جسکی سند کو حافظ ابن کثیر نے ناقابل اعتراض
ٹھہرایا ہے اور اس حدیث کو حاکم نے بھی مستدرک میں روایۃ کر کے صحیح بتلایا ہے اس حدیث میں انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول
اللہ صلعم بیٹھے تھے یکایک آپ ہی آپ مسکرانے لگے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ صلعم
آپ کس بات پر ہنسے فرمایا کہ میری امت میں کے دو آدمی خدائے رب العزت کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور ایک
نے اون میں سے یہ کہا کہ اے خدا میرے اس بھائی سے اس ظلم کا بدلہ دلوا جو ظلم مجھپر ہوا ہے اللہ پاک نے ظالم سے فرمایا
کہ اپنے بھائی کے ظلم کا بدلہ دے اس شخص نے کہا اے رب میری نیکیوں میں سے تو کچھ بھی باقی نہیں رہا میں کیونکر بدلہ دوں
مظلوم نے کہا کہ اے رب یہ شخص میرے گناہ اپنے اوپر لادلے یہانتک بیان کر کے آنحضرت صلعم کے آنسو نکل پڑے پھر فرمایا
وہ دن بڑا ہی سخت ہوگا لوگ اس بات کے محتاج ہونگے کہ کوئی اونکے گناہ اونکی پیٹھ پر سے لیکر اپنی پشت پر لاد کر لے
چلے پھر آپ فرمانے لگے کہ اللہ پاک بدلہ مانگنے والے شخص سے فرماویگا کہ تو اپنی نگاہ اوٹھا اور جنت کی طرف دیکھ وہ

نگاہ اوٹھاکر دیکھکر کہے گا کہ اے رب لعزت مین چاندی کا شہر دیکھتا ہون اوس مین سونے کے مکان بنے ہوئے ہین اور موتیون سے لدے ہوے ہین یہ مکان کس نبی کے واسطے بنائے گئے ہین کس صدیق کو ملین گے کون شہید اسکا مستحق ہے اللہ پاک فرمائیگا کہ یہ اوس شخص کو ملے گا جو اسکی قیمت دے وہ کہے گا اے رب لعزت بھلا اسکی قیمت کیا ہے اور کس کا مقدور ہے جو اس کی قیمت دیسکے اللہ پاک فرمائے گا تجھہ مین مقدور ہے تو دیسکتا ہے وہ شخص کہے گا یہ کیا بات ہے اے رب لعزت اللہ پاک کہے گا تو اپنے بھائی کے ظلم کو معاف کردے وہ شخص کہے گا اے رب مین نے معاف کردیا اللہ پاک فرمائیگا تو اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ اور دونو جنت مین داخل ہو جاؤ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی یہ آیت پڑہی فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم اور فرمایا کہ اللہ پاک قیامت کے دن مومنون کے درمیان مین اسطرح صلح کرادے گا معتبر سند سے مسند امام احمد مین جابر بن سمرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدزبانی اور لڑائی جھگڑا اسلام مین نہین ہے اسواسطے پورا ایماندار وہی شخص ہے جسکی عادت نیک برتاؤ کی ہو ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون کو ملاکر یہ مطلب ہوا کہ آیۃ مین لڑائی جھگڑے سے بچنے اور آپس مین میل جول سے رہنے کا جو ہر مسلمان کو حکم ہے اوس حکم کے موافق عمل کرنا اور ظلم زیادتی کے بدلہ کو معاف کر دینا دنیا مین یہ باتین اسلام کی نشانی اور عقبے مین اونکا بڑا اجر ہے۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ　منزل ۲

ایمان والے وہی لوگ ہین کہ جب نام آوے اللہ کا ڈر جاوین دل اونکے　اور جب پڑہیے اونپر اسکے کلام زیادہ ہووے اونکا

إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝

ایمان　اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہین　جو کھڑی رکھتے نماز　اور ہمارا دیا کچھہ خرچ کرتے ہین

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

وہی ہین سچے ایمان والے　اونکے واسطے درجے ہین اونکے رب پاس اور معافی اور روزی آبرو کی

اللہ پاک نے تخصیص کے ساتھہ پانچ صفتین اس آیۃ مین بیان فرمائین کہ کامل مومن وہی ہے جس مین یہ صفتین پائی جاوین پہلی صفت یہ بیان کی کہ جب اوسکے سامنے خدا کا ذکر آوے تو دل مین اوسکے ڈر پیدا ہو کیونکہ کامل مومن وہی ہے جو خدا سے ڈرتا ہو دوسری جگہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ مومنون کے دل خدا کے ذکر سے اطمینان پاتے ہین اور اس آیۃ مین بیان فرمایا کہ مومن کے دل مین خدا کے ذکر سے خوف پیدا ہوتا ہے ان دونون آیتون مین کچھہ اختلاف نہین ہے کیونکہ خوف خدا کا عذاب سنکر اور اوسکا جلال و دبدبہ یاد کرکے ہونے لگتا ہے اور اطمینان اوسکی رحمتین اور اوصاف سنکر ہوتا ہے علماء سلف نے لکھا ہے کہ خوف کی دو قسمین ہین ایک وہ خوف ہے جو عقبے کے عذاب کے خیال سے پیدا ہوتا ہے اور دوسرا وہ خوف ہے جو محض دبدبہ و شوکت سے ہوتا ہے جسکو رعب و دہشت کہتے ہین بادشاہون کے دربار مین ایسا ہوا کرتا ہے کہ جو گنہگار ہین وہ یون ڈرتے ہین کہ ہمپر عذاب ہوگا اور جو مقرب و خاص لوگ ہین وہ دبدبہ و جلال مین آکر رعب کھاتے ہین تو اللہ پاک کی بھی یہی حالت

کیونکہ اس سے بڑھکر کون حاکم اور بادشاہ ہو سکتا ہے سارے لوگ اسی کی محتاج ہین دوسری صفت یہ بیان کی کہ جب خدا کی آیتین
اونکے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو اونکے ایمان اور زیادہ ہو جاتے ہین آیتون کے سننے سے جس قدر اونکی صداقت زیادہ ہوتی جاتی ہے اسی
قدر اونکا ایمان بڑھتا جاتا ہے بخاری امام شافعی واحمد اور اکثر علما اسکے قائل ہین کہ ایمان مین کمی بیشی ہوتی ہے کیونکہ جس کے پاس خدا
کی وحدانیت کی دلیلین اور نیک خصلتین زیادہ ہونگی اسی قدر اسکا یقین زیادہ ہوگا اور شک رفع ہوگا صحیح بخاری و مسلم مین
ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین ہین افضل شاخ کلمہ طیبہ یعنی لا الہ
الا اللہ ہے اور ادنے رستہ سے تکلیف کی چیزونکا ہٹا دینا جیسے کانٹے پتھر جو رستہ مین آمدورفت کی جگہ ہون پھر فرمایا ایک شاخ
ایمان کی حیا بھی ہے تیسری صفت اللہ پاک نے مومنون کی یہ بیان کی کہ وہ ہر کام مین خدا ہی پہ بھروسہ کرتے ہیں اسکے
سوا کسی سے کسی بات کی امید نہین رکھتے اوسی کی پناہ پکڑتے ہیں دوسرون سے کوئی غرض اور واسطہ نہین رکھتے یہ
تینون اوصاف مومنون کے نہایت ہی خوبی کے ساتھ اللہ پاک نے بالترتیب بیان فرمائے پہلے تو یہ بیان کیا کہ جب خدا کا ذکر
ہوتا ہے تو وہ ڈرتے ہین ڈر کے بعد فرمانبرداری کو بیان کیا کہ جب خدا کی آیتین سنتے ہین اونکے ایمان زیادہ ہوتے جاتے ہین جیسے
اوپر احکام اوترتے جاتے ہیں وہ اوسکو مانتے چلے جاتے ہین پھر یہ بیان کیا اسکے سوا اور کسی سے غرض نہین رکھتے ہیں کسی کو
اپنی حاجتون مین اسکا شریک نہین ٹھہراتے ہیں یہ تینون صفتین باطن کے لحاظ سے بیان کی گئی تھین اسکے بعد چوتھی اور پانچوین
صفت جو ظاہر کی تھی اوسکو بیان فرمایا کہ جو لوگ نماز قائم کرتے ہین کل شرائط اور امور نماز کے غسل وضو وغیرہ غرض جتنے
حدود وارکان نماز مین ہیں سب کو ادا کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ نے اونکو دیا ہے اوس مین سے موقع اور محل پر خدا کی اطاعت
مین خرچ کرتے ہین نماز اور صدقہ راس الطاعات ہیں اسلئے اللہ پاک نے انہی دونون کو خاصکر بیان فرمایا نماز مین فرض اور نفلی
نماز سب داخل ہے اسی طرح صدقہ مین زکوۃ اور نفلی صدقہ سب داخل ہے پھر اللہ پاک نے اون لوگون کی تعریف بیان
کی جن مین یہ پانچون صفتین پائی جاتی ہین اسلئے فرمایا کہ یہی لوگ ایماندار ہیں اور سچے مومن ہین حق سے مراد یہ ہے کہ انکے ایمان
مین کسی طرح کا شک اور شبہ نہین ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ کفر سے وہ لوگ بری ہیں ایماندار ہین خالص
اور صادق ہین انکے لئے جنت مین درجے ہیں ضحاک کا قول یہ ہے کہ مراد درجات سے یہ ہے کہ جنت والے بعضے بعضون کے
اوپر درجون مین ہونگے جو اوپر کے درجون مین ہونگے انہین معلوم ہوگا کہ انکا درجہ بلند ہے اور جو نیچے کے درجہ مین ہونگے انہیں
نہیں معلوم ہوگا کہ اون سے بھی کوئی بلند درجہ مین ہے معتبر سند سے ترمذی میں عبادہ بن الصامت اور معاذ بن جبل سے
روایت ہے جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین سو درجے ہین ہر درجہ کے درمیان مین اتنا فاصلہ ہے جتنا
آسمان اور زمین کے درمیان مین ہے فردوس سب درجون مین بڑا درجہ ہے یہین سے جنت کی پانی کی دودھ کی اور
شراب کی اور شہد کی چارون نہرین نکلی ہین اور اسی کے اوپر عرش ہے جب تم لوگ جنت کا سوال کرو تو خدا سے فردوس
کا سوال کرو +

منزل ۲

معتبر سند سے مسند عبد الرزاق میں ابوذرؓ کی حدیث ہے جسمین ابوذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لفظ ایمان کے معنے پوچھے تھے جسکے جواب مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقر کی آیۃ لیس البر واولئک ہم المتقون تک پڑھی۔ اس آیۃ مین دلی اعتقاد ظاہری اعمال سب باتون کا ذکر ہے اسلئے لفظ ایمان کے معنے تبلانے کی غرض سے اللہ کے رسول نے جو یہ آیۃ پڑھی اس سے آپکا مقصود یہ ہے کہ لفظ بر کے معنے نیکی کے ہین اور جس طرح نیک باتون کے سچے ہو نیکا دلی یقین اور اس یقین کو جتلانے کے لئے ظاہری نیک اعمال نیکی مین یہ سب کچھ داخل ہے یہی حال لفظ ایمان کے معنے کا ہے کہ اس مین بھی آیۃ لیس البر کی سب باتین [illegible] ہان اگرچہ دلی نیک اعتقاد کا نام ہے لیکن اس دلی نیک اعتقاد کا حال تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم [illegible] لیس البر مین کے ظاہری اعمال کو اچھی طرح ادا کریگا ظاہری حکم شریعت میں اوسکا وہ دلی نیک اعتقاد [illegible] ادھورا حاصل کلام یہ ہے کہ معتزلی فرقے کے مقابلہ مین اہل سنت کا یہ مذہب جو قرار پایا ہے [illegible] ہونے کی نشانی ہے اوسکا اور حدیث مین کی ایمان کی شاخون کا اور ایمان کے بڑھنے گھٹنے کا [illegible] سے اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے۔

مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۖ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ

جو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر اور ایک جماعت ایمان والی راضی [illegible]

معتبر سند سے تفسیر ابن جریر مین حضرت عبد اللہ بن عباس سے اور تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر [illegible] ابو ایوب انصاری سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ابوسفیان کی [illegible] قافلہ پر آیا چاہتی ہین ہونے کی خبر سنکر جب مدینہ سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور ہزار آدمیون کی جمعیت سے قریش کی طرف بھیجا [illegible] لوگ گئے تو اکثر مسلمانون نے آنحضرت سے یہ عرض کیا کہ ہم تو فقط ابوسفیان کا قافلہ لوٹنے کی نیت سے [illegible] دہر روانہ ہوا اور حسب دلخواہ اسوقت ہم مین طاقت نہین ہے اسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ [illegible] معلوم ہوئی آپنے [illegible] ختم ہونے کے بعد تم نے غنیمت کے مال مین جھگڑا کیا اور اللہ تعالیٰ نے حق حق اوسکا فیصلہ کر دیا اسی طرح [illegible] سے لڑنے کی تم نے لڑائی کے چھیڑنے اور نہ چھیڑنے مین جھگڑا کیا تھا اور فقط شام کے ملک سے ابوسفیان کے ساتھ جو قافلہ آرہا تھا [illegible] سے پہلے بھی اوسی کا لوٹ لینا تمہارا مقصود تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تدبیر سے تمکو لوٹ کا مال بھی دلوا دیا اور جس ارادہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مدینہ سے بدر کی طرف نکالا تھا وہ ارادہ بھی پورا کر دیا کہ کافرون کو زیر اور تمکو فتح مند کر دیا اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ آیۃ مین گھر سے نکلنے کا مقصد مدینہ سے بدر کی طرف کا سفر ہے ہجرت کے معنے جو بعضے مفسرین نے کئے ہیں وہ معنے مضمون آیۃ سے بعید ہیں اسی واسطے اکثر مفسرین نے آیۃ کی یہی تفسیر بیان کی ہے کہ گھر سے مطلب یہان مدینہ کا گھر ہے مکہ کا نہین ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ بدر کی لڑائی سے ایک رات پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جتلا دیا تھا کہ اس لڑائی مین مشرکین مکہ مین سے بڑے بڑے سرکش لوگ مارے جاوین گے بلکہ

منزل ۲

ان لوگون کی لاشون کے پڑے رہنے کے مقامات بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلا دئے تھے۔ آیۃ کے اس ٹکڑے
مین یہ جو فرمایا کہ نکالا تجھکو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے کیونکہ آیۃ کے ٹکڑے اور
حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ وہ درست کام یہ تھا کہ اس لڑائی مین آخر کو اسلام کا غلبہ ہوگا اور مخالفون کے
بڑے بڑے سرکش لوگ اس لڑائی مین مارے جاوینگے اسلیے مسلمانونکی ایک جماعت کا اس لڑائی پر رضامند نہ ہونا مرضی
الٰہی کے برخلاف ہے یہ جماعت انصار مین کے کچھ لوگونکی تھی ان لوگونکو لڑائی کے شروع ہوجانے مین جو تامل تھا اس
قصہ کا حاصل یہ ہے کہ ابو سفیان نے بہت سامال تجارت کا شام کے ملک سے خریدا تھا اور یہ تیس آدمیون کا قافلہ وہ مال
لیکر مکہ کو جارہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ خبر سنی تو آپنے مسلمانونکو اس قافلے کے لوٹنے پر امادہ کیا اور اسی ارادہ
سے کچھ اوپر تین سو آدمیونکو ساتھ لیکر مدینہ سے آپ باہر نکلے۔ ابو سفیان نے جب یہ خبر سنی تو مکہ کو جلدی سے ایک قاصد
روانہ کیا اور قریش کو اس حال کی اطلاع دیکر اپنے قافلہ کی مدد چاہی۔ مکہ سے قریش مین کے ہزار آدمی مقام بدر تک ابو سفیان
کی مدد کو آگئے اب ابو سفیان کا قافلہ تو سمندر کے کنارہ کے راستہ سے مکہ کو چلا گیا اور مسلمانون کی تھوڑی سی فوج کو ہزار آدمیون
کی فوج سے لڑائی شروع کرنے کی نوبت آئی اسی لڑائی کے شروع کرنے مین انصار کے بعضے لوگون نے وہ عذر کیا جس کا
اوپر احکام اور آگے کے ٹکڑے کی تفسیر مین آتا ہے۔

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ

جھگڑتے ہین تجھ سے حق بات مین اسکے پیچھے کہ ظاہر ہو چکی گویا وہ ہانکے جاتے ہین موت کی طرف آنکھون دیکھتے

منزل ۲

حدود و ارکان نماز مین، مین یہ بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر حکم خدا کے کوئی کام نہین کرتے ہین حضرت
مین خرج کرتے ہین نماز ابو سفیان کے قافلہ کے پیچھے نکلے تھے اور مومنین بھی آپکے ساتھ تھے سامان جنگ کسی کے پاس
نہ سب داخل ہے ان تیس آدمیون کے قافلہ کو لوٹنے کے ارادہ سے آئے تھے لیکن جب یہ قافلہ ہاتھ سے نکل گیا اور مشرکین مکہ
کی ہزار یا ساڑھے نو سو کی فوج مقام بدر پر پہونچ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب انسے لڑنا چاہیے اس بات کو لوگون
لوگون نے سخت سمجھا اور کہنے لگے کہ اگر پہلے سے ہمکو لڑائی کا ارادہ معلوم ہوتا تو ہم سامان جنگ سے درست ہو کر آتے مگر بعد
پھر انکو معلوم ہوگیا کہ حضرت کا حکم ٹھیک تھا آپ جو کام کرتے ہین خدا کے حکم سے کرتے ہیں اسی کو اللہ پاک نے آیۃ کے
اس ٹکڑے مین بیان فرمایا کہ یہ لوگ تم سے حق بات مین جھگڑتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ دیدہ و دانستہ موت کے مونھہ مین
جھونکے جاتے ہیں حالانکہ انپر حق بات ظاہر ہو گئی ہے کہ رسول کا حکم بغیر حکم خدا کے نہین ہوتا ہے صحیح مسلم کے حوالہ
سے انس بن مالک کی حدیث جو اوپر گذری وہی حدیث آیۃ کے اس ٹکڑے کی بھی گویا تفسیر ہے کیونکہ جس حدیث کے
موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس لڑائی کا انجام جتلایا تھا اس حدیث مین یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم نے اس انجام کا ذکر صحابہ سے بھی کردیا تھا اسی واسطے فرمایا یجادلونک فی الحق بعد ما تبین جسکا مطلب

کہ اللہ تعالیٰ کے جھٹلانے سے جس لڑائی کا سچا انجام اللہ کے رسول نے ان لوگون کو جتلا دیا تھا تو پھر لڑائی کے شروع کرنے مین
ان لوگون نے اللہ کے رسول سے ناحق کا جھگڑا کیا۔

وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ
اور جس وقت وعدہ دیتا ہے اللہ تمکو ان دو جماعت مین سے کہ ایک تمکو ہاتھ لگیگی اور تم چاہتے تھے کہ جس مین کانٹا نہ لگے
تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ
وہ ہے تمکو اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلامون سے اور کاٹے پیچھا کافرون کا تا سچا کرے
الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝
سچ کو اور جھوٹا کرے جھوٹ کو اور گنہگار اگرچہ برا مانین

اس آیۃ کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس کے قول سے بہت اچھی طرح واضح ہوتی ہے محمد بن اسحاق حضرت عبداللہ ابن عباس سے اس قصہ بدر کو یون بیان کرتے ہین کہ ابو سفیان قریش کا بہت سا مال لیکر ملک شام سے چلا یہ خبر حضرت کو ملی آپ نے صحابہ سے کہا تم مدینہ سے باہر نکلو اگر خدا نے چاہا تو تمہین یہ سب مال ملجائیگا اکثر لوگ آپکے ساتھ ہوگئے اور بعضے رہ گئے کیونکہ لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہین جو سب کے سب نکلتے ابو سفیان نے مدینہ کے قریب پہونچکر جاسوس بھیجے جاسوس سے جو شخص ملتا تھا اس سے حال پوچھتے چلے جاتے تھے ایک قافلہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مع صحابہ کے تمہارے قافلہ پر آیا چاہتے ہین یہ خبر جاسوس نے ابو سفیان سے جاکر کہی اس نے ایک شخص ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دیکر قریش کی طرف بھیجا اور کہا کہ قریش کو جمع کرکے لے آؤ اور اپنا مال بچاؤ حضرت مع اپنے اصحاب کے راہ روکے ہوئے ہین ضمضم تو ادھر روانہ ہوا اور آنحضرت صلعم جب وادی ذوفران تک پہونچے اودھر سے قریش کی ہزار آدمیون کی فوج آگئی آپکو یہ خبر معلوم ہوئی آپنے لوگون سے مشورہ لیا حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے نیک مشورہ دیا اور بعض لوگون نے یہ کہا کہ ہمکو قریش سے لڑنے کی طاقت نہین ہے ہم تو مال کے واسطے گھر سے نکلے ہین ہم تو ابو سفیان کی طرف چلین گے اور مال لوٹین گے قریش سے مقابلہ نہین کرینگے پھر آپنے کہا کہ تم ایک ایک علیحدہ بتلاتے جاؤ قریش سے جنگ کرنے مین تمہاری کیا رائے ہے مقداد بن عمرو نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم آپکو جو حکم خدا نے دیا ہے وہ کیجئے ہم آپکے ساتھ ہین موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جو بات کہی تھی کہ وہ اور اونکا خدا جاکر لڑین ہم تو قوم عمالقہ سے لڑنے کو نہین جائین گے اون کہنے والون مین ہم نہین ہین ہمکو اسی ذات کی قسم ہے جسنے تمکو رسول بناکر بھیجا ہے اگر آپ ملک حبش تک جاکر مقابلہ کرنا چاہین تو ہم بھی وہان تک چلکر لڑین گے آپنے مقداد کو دعا دی پھر آپنے انصار کی طرف خطاب کرکے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے سعد بن معاذ نے کہا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر ایمان لاچکے ہین آپکے رسول ہونے کی تصدیق کرچکے ہین جو کچھ آپ خدا کی طرف سے لائے ہین اوسکی گواہی دیچکے ہین آپ سے قول و قرار مضبوطی کے ساتھ کرچکے ہین جو کچھ آپکو خدا کا فرمان ہے اوسکے بموجب حکم دیجئے اگر آپ دریا مین گھسین گے تو ہم

منزل ۲

بھی آپکے ساتھ گھس پڑین گے ہم مین سے ایک آدمی بھی پیچھے نرہے گا ہم اس بات سے ناخوش نہین ہین کہ ہم کو دشمن سے لڑنا پڑیگا ہم جنگ کے وقت صبر کرنے والون مین ہین اس مین کوئی تعجب کی بات نہین ہے کہ اللہ پاک آپکو ایسی بات دکھلا دے جس سے آپکی آنکھین ٹھنڈی ہون آپ بسم اللہ کر کے چلین ہم آپکے ساتھ ہین آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ چلو غرض کہ اللہ پاک نے ابوسفیان کے قافلے اور مشرکین مکہ کی فوج انہین دونون گروہ کا ذکر اس آیہ مین فرمایا کہ ان دو گروہ مین سے ایک کا وعدہ مین کر چکا ہون کہ ایک تمہارے لئے ہے تم انہین سے ایک پر غالب ہو جاؤ گے اونہین قتل کرو اور مال غنیمت لو وہ تمہین دفع نہین کر سکے گا اور جو یہ چاہتے ہو کہ نرم لقمہ تمہارے ہاتھ لگے کہ ابوسفیان کا قافلہ بے لڑے بھڑے لوٹ لو یہ قافلہ بے ہتیار ہے تو یہ بات اللہ کو پسند نہین ہے خدا کا ارادہ تو یہ ہے کہ مشرکین کی جو فوج سامان جنگ سے درست ہے ہتیار لگائے ہوئے ہے اوسپر تمہین فتح مند کرے اور اپنی حق بات پوری کرے اور کفار کو نیست و نابود کرے بہت سے لوگ قید ہون اور بہت سامان تمہارے ہاتھ لگے حق کو غلبہ ہو جھوٹ مغلوب ہو یہ بات اچھی ہے یا وہ بات اچھی ہے جسکو تم اچھا جانتے ہو حضرت عبداللہ بن عباس کا یہ قول مختصر طور پر طبرانی مین بھی ہے جسکی روایۃ علی بن طلحہ کے ذریعہ سے ہے اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جو قول عبداللہ بن عباسؓ کا علی بن طلحہ کے ذریعہ سے روایۃ کیا جاتا ہے وہ نہایت صحیح ہوتا ہے اسلئے آیۃ کی جو تفسیر عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اوپر بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے علاوہ اسکے مختصر طور پر یہ قصہ صحیح بخاری و نسائی مین بھی عبداللہ بن مسعود کی روایۃ سے آیا ہے جس سے محمد بن اسحاق کی روایۃ کو پوری تقویت ہو جاتی ہے بعضے مفسرین کو یہ شبہ جو پیدا ہوا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس تو بدر کی لڑائی کے وقت موجود نہیں تھے پھر اونکی روایۃ اس بات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل کیونکر شمار کیجا سکتی ہے اس شبہ کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری مین یون رفع کر دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس بدر کی لڑائی کے قصون کو حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر سے سنکر روایۃ کرتے ہین چنانچہ صحیح مسلم کی بعضی روایتون مین خود حضرت عبداللہ بن عباس نے اسکی صراحت کر دی ہے کہ اصل ان قصون مین نے حضرت عمر سے سنا ہے اس طرح ایک صحابی دوسرے صحابی سے سنکر کوئی روایۃ کرے تو اسکو صحابی کی مرسل روایۃ کہتے ہین ایسی روایۃ کے مقبول ہونے پر سب محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے ابن ماجہ کے حوالہ سے زید بن ثابت کی معتبر روایۃ ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگونکی زندگی کا دارومدار فقط دنیا کی دولت کمانے پر ہے اونکو دنیا کا مال و متاع تو اوسی قدر ملے گا جو اونکی تقدیر مین ہے لیکن اونکی زندگی دنیا کی سرگردانی مین بسر ہو گی اور جن لوگونکا قصد عقبے کی بہبودی کا ہوگا وہ دین دنیا دونون پا وین گے اس حدیث کو ان آیتون کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتون اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جن لوگونکا آیتون مین یہ ذکر ہے کہ انھون نے ابوسفیان کے قافلہ کے لوٹنے کا لالچ چھوڑ کر عقبی کی بہبودی کے قصد سے دین کی لڑائی مین جو اللہ کے رسول کا ساتھ دیا تو اوسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا اور عقبی دونون جہان مین وہ لوگ اچھے رہے دنیا مین ہر ایک کے حصہ مین پانچ ہزار کا مال آیا اور عقبے مین دین کی لڑائی کا اجر پاوینگے

منزل ۲

اسی طرح اب بھی عقبے کی بہبودی کا قصد جو لوگ رکھین گے وہ دین و دنیا دونون پاوین گے۔ ولو کرہ المجرمون کا مطلب یہ ہے کہ
کہ مشرکین مکہ کو اگرچہ اسلام کی ترقی شاق ہے لیکن اللہ تعالی کے ارادہ مین جو اسلام کی ترقی ٹھہر چکی ہے وہ ہو کر رہے گی اللہ
سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے بدر کی لڑائی کے زمانہ سے اسلام کی جو ترقی شروع ہوئی وہ ظاہر ہے۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ مین مدد بھیجو نگا تمہاری ہزار فرشتے لگا تار آنے والے

صحیح مسلم ترمذی نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل مین چند صحابہ کی روایتون سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے
اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت نے مشرکین کی فوج کے ہزار آدمی اور اپنی طرف کے صرف کچھ اگلے تین سو آدمی دیکھے
تو آپکو بڑا اندیشہ ہوا اس لئے جس صبح کو مقابلہ ہونے والا تھا اوس رات آپنے تمام رات اللہ سے مدد اور فتح کی دعا بڑی عاجزی
سے مانگی یہانتک کہ آپکی چادر بھی کندھے پر سے گر پڑی اور حضرت ابوبکر صدیق نے آپکی چادر پھر آپکو اوڑہا دی اور عرض کیا کہ حضرت
آپ دعا مین اتنا اصرار کیون فرماتے ہین ضرور اللہ تعالی آپکی دعا قبول فرمادیگا اتنے مین ذرا آپکو اونگھ آگئی اور پھر آپ مسکراتے
ہوئے اوٹھے اور حضرت ابوبکر سے فرمایا تمکو مین خوشخبری سناتا ہون کہ اللہ کی مدد آن پہونچی دیکھو ایک طرف جبرئیل پانسو فرشتون
کی فوج سے اور دوسری طرف میکائیل پانسو فرشتونکی فوج سے لشکر اسلام کے دائین بائین موجود ہین فرشتے اگرچہ
اگرچہ مسلمانون کی دلجمعی کے لئے اور لڑائیون مین بھی لشکر اسلام کی مدد کو آئے ہین لیکن صحیح قول یہی ہے کہ بدر کی لڑائی
مین مسلمانون کی فوج بہت کم تھی اسلئے اس لڑائی مین فرشتے لڑے بھی ہین باقی قصہ جنگ بدر کا سورہ آل عمران مین
گذر چکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ قصہ صحیح بخاری مین حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ سے ہے
اور صحیح مسلم کی روایۃ مین حضرت عبداللہ بن عباس نے اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ اونھون نے یہ قصہ حضرت
عمر سے سنا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر یہ جو بیان ہوا تھا کہ بدر کی لڑائی مین حضرت عبداللہ بن عباس خود تو موجود
نہین تھے لیکن بدر کی لڑائی کے قصون کی اونکی روایتین مراسیل صحابہ کے طور پر ہوا کرتی ہین اب مسلم کی سند مین
حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ صراحت کہ اونھون نے یہ قصہ حضرت عمر سے سنا ہے اوس اوپر کے بیان کی ایک مثال ہے
اور اس دعا کے بعد فرشتون کی مدد آنے کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ جو صحیح بخاری مین ہے حافظ ابن حجر نے فتح الباری
مین اوسکا یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ روایت اونھون نے حضرت ابوبکر صدیق سے سنکر کی ہے کیونکہ سب سے پہلے فرشتون کی مدد
کی خوشخبری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو ہی دی تھی جسکا ذکر آیۃ کی شان نزول کی روایتون مین
گذر چکا ہے صحیح بخاری میں انس بن مالک سے اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ سے اور معتبر سند سے مسند امام احمد مین عبداللہ بن
عمرو بن العاص سے جو روایتین ہین انمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا کرنے والے ہر شخص کو چاہیئے کہ دل لگا کر
نہایت اصرار اور عاجزی سے دعا مانگے کیونکہ اوپرے دل سے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ بارگاہ آلہی مین قبول نہیں ہوتی

منزل ۲

آیۃ کی شان نزول مین جو روایتین گذرین اونکو اور ان روایتون کو ملانے سے یہ مطلب سمجھ مین آجاتا ہے کہ بدر کی لڑائی سے پہلے آپ نے لشکر اسلام کی فتح کی دعا بڑی عاجزی اور اصرار سے اسلئے مانگی کہ آپکی دعا رائگان نہ جاوے حاصل کلام یہ ہے کہ شان الٰہی کی پہچان مین نبی اور صدیق کے مرتبہ کا فرق اسی حالت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ کے رسول دعا کے وقت اپنی عاجزی اور اپنے اصرار سے نہین گھبرائے بلکہ الہام الٰہی کے موافق عاجزی اور اصرار کو دعا کے قبول ہونے کا سبب سمجھا یہان حضرت ابوبکر صدیق کا مرتبہ نبوت سے کم تھا اس لئے وہ حضرت کی عاجزی اور آپکے اصرار سے گھبرا گئے اسکے سوا یہان بعضے صوفیہ نے کچھ اور باتین جو لکھی ہین اونکی تائید کسی صحیح حدیث سے نہین ہوتی بدر کی لڑائی مین پہلے ہزار فرشتے آئے اور پھر دو دفعہ مین چار ہزار اور آئے غرض سب پانچ ہزار فرشتے آئے اسی واسطے اس آیۃ مین پہلی دفعہ کے ہزار فرشتون کا ذکر ہے اور سورہ آل عمران مین بیچ کے دفعہ کے تین ہزار اور آخری دفعہ کے پانچ ہزار کا ذکر ہے دونون آیتون مین کچھ اختلاف نہین ہے۔ یہ دونو آیتون کی مطابقت ربیع بن انس کے قول کے موافق بیان کی گئی ہے۔ یہ ربیع بن انس حسن بصری اور قتادہ کی طرح تابعیون مین کے قدیم مفسر ہین صحاح ستہ مین انکی روایتین ہین آیۃ مین مردفین ہزار فرشتون کے ذکر کے بعد جو فرمایا اس سے ربیع بن انس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ مردفین کا بھی وہی مطلب ہے کہ ہزار فرشتون کے بعد اور فرشتے آئے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑین دل تمہارے اور مدد نہین مگر اللہ کی طرف سے بیشک اللہ زور آور ہے حکمت والا

ع ۱۵
منزل ۲

بدر کی لڑائی مین مسلمان بہت تھوڑے سے تھے اور کافر بہت تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانونکی طرح طرح کی مدد کی اور کئی طرح کے اسباب بھی سکے انکے لئے مہیا کئے آسمان سے اول ایک ہزار پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار تک فرشتے انکی مدد کو بھیجے کافرون نے پہلے سے بدر پر پہونچکر وہان کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور شیطان نے مسلمانون کو پیاس اور نہانے اور وضو سے تنگ پاکر انکے دل مین یہ وسوسہ ڈالا تھا کہ اگر یہ دین حق ہوتا اور تم سچے ہوتے تو کیا تمکو اللہ ایسی مصیبت مین ڈالتا کہ پانی تک کو ترس رہے ہو شیطان کا یہ وسوسہ دفع کرنے کے لئے فوراً اللہ تعالیٰ نے مینہ برسایا اور جگہ جگہ گڑہون مین مسلمانون کی ضرورت کے موافق پانی جمع ہو گیا ایک طرح کی تھکان رات بھر کے جاگنے سے جو مسلمانون پر چھا گئی تھی دشمن کے مقابلہ سے پہلے اونکو ایک طرح کی اونگھ دیکر کے اللہ تعالیٰ نے اونکی وہ تھکان رفع کر دی اونکے دشمنون کے دل مین رعب اور ڈر اونکے دل مین دلیری پیدا کر دی مقابلہ کے وقت اونکی نظرون مین دشمنون کی تعداد کم کر دی ان سب اسباب کے بعد اس آیۃ مین فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل خوش کرنے اور تمہاری راحت کے لئے کر دیا ہے ان اسباب پر فتح منحصر نہین فتح اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے جب وہ چاہتا ہے فتح جب ہی ہوتی ہے حاصل یہ ہے کہ اس عالم اسباب مین سبب تو ہر ایک چیز کا اللہ نے لگایا ہے مگر اسی سبب مین وہ تاثیر پیدا نکرے تو کچھ نہین ہوتا یہی روزمرہ کی تاثیر کی دوائین جب آدمی کا آخری وقت آجاتا ہے اور اللہ کی مرضی ان دواؤن کی تاثیر کی نہین ہوتی تو ساری دوائین بالکل بے اثر ہو جاتی ہین غرض آدمی کو چاہیے کہ اسباب ظاہری پر تکیہ کرکے اللہ کا بھروسہ

کسی حال میں نہیں چھوٹتے صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی ایک بڑی حدیث ہے جسمیں امت محمدیہ کے ستر ہزار آدمیونکا بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانیکا ذکر ہے اور یہ بھی ہے کہ جنکا یہ ذکر ہے وہ ہر باب میں اللہ تعالی پر بھروسہ کرنیوالے لوگ ہونگے - آیۃ میں اللہ پر بھروسہ کرنیکا جو ذکر ہے اوس بھروسہ کے حکم کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے - بعضے صوفیہ نے اللہ تعالی پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ظاہری اسباب کو بالکل چھوڑ دیا جاوے جیسے مثلا شیر سامنے آجاوے تو اللہ پر بھروسہ کرکے اپنی طرف سے اوس شیر سے بچنے کی کچھ کوشش نہ کیجاوے لیکن جمہور علما نے اللہ تعالی پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ آدمی دل سے ہر باب میں اللہ پر بھروسہ کرے اور ہاتھ پاؤن سے ظاہری اسباب کو کام میں لاوے جسکا مطلب یہ ہے کہ ظاہری اسباب کو کام میں لاکر آدمی دل میں یہ اعتقاد رکھے کہ ان ظاہری اسباب میں اللہ تعالی کچھ تاثیر پیدا کریگا تو ہوگی ورنہ مستقل طور پر ان ظاہری اسباب کو نہ تقدیر آلہی میں کچھ دخل ہے نہ اصلی طور پر انمیں کچھ تاثیر ہے - اس سورہ کی آیتون میں ظاہری اسباب کے طور پر مخالفون سے لڑنے کے حکم سے اور فتح کے باب میں اللہ تعالی پر بھروسہ کرنے کے حکم سے اللہ تعالی پر بھروسہ کرنے کا وہی مطلب صحیح قرار پاتا ہے جو جمہور علما نے بیان کیا ہے - اس سورہ کی آیتون کے سوا اور بھی بہت سی آیتین اور صحیح حدیثین ایسی ہین جن سے جمہور علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے - ان اللہ عزیز حکیم کا یہ مطلب ہے کہ ظاہری اسباب میں تاثیر کا پیدا کرنا اور نہ کرنا یہ سب اوسکی قدرت اور حکمت کے کارخانے ہین بدر کی لڑائی میں قدرت اور حکمت کے ایک کارخانہ کا ظہور تھا احد کی لڑائی میں باوجود زیادہ ہونے اسباب ظاہری کے قدرت اور حکمت کے دوسرے کارخانہ کا ظہور ہوا -

منزل ٢

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ

جسوقت ڈالدی تمپر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اوتارا تمپر آسمان سے پانی کہ اوس سے تمکو پاک کرے اور دور کرے

عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ○

تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمہارے دلونپر اور ثابت کرے تمہارے قدم

اوپر کی آیۃ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مسلمان بہت ہی کم کچھ اوپر تین سو تھے اور دشمن ایک ہزار کے قریب تھے بہ کثرت دشمنون کی دیکھکر مسلمانون کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دیکھئے کیونکر انپر فتح نصیب ہوتی ہے اوسپر طرہ یہ ہوا کہ رات کو مسلمانونکو نہانے کی حاجت ہوگئی اور پانی پر کفار کا قبضہ ہوگیا تھا ریت کی زمین تھی خشکی کے سبب سے نہ انسان کے پاؤن جمتے تھے نہ جانور چل سکتے تھے صبح نماز وغیرہ حوائج ضروری ادا کرنے سے مجبور ہوگئے جسکا اونکے دل پر بہت بڑا اثر ہوا اور سمجھے کہ یہ شکست کے آثار ہین اللہ پاک نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک ہزار فرشتے اونکی مدد کو بھیجدئے جیسا کہ اوپر کی آیۃ میں گذر چکا اس آیۃ میں یہ بیان ہے کہ اللہ پاک نے مسلمانونپر اونگھ کا غلبہ کردیا جس اونگھ سے یہ لوگ بہت جلد چونک پڑے اور دل میں جو کچھ خوف تھا وہ سب جاتا رہا تھکان بھی سب رفع ہوگئی اور ایک اطمینان حاصل ہوگیا حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ جنگ میں اونگھنا خداوند جل شانہ کی طرف سے امن ہے اور نماز میں اونگھنا

شیطان کا وسوسہ ہے پہر اللہ پاک نے مینہہ برسایا زمین سخت ہوگئی گرد و غبار بیٹھہ گیا لوگون کی پیاس بجھی اپنے اپنے برتن پانی سے بھر لیئے حوائج ضروری سے فارغ ہوئے وضو کیا غسل کیا پاک و طاہر ہوگئے اسی کو فرمایا کہ تمہارے ربنے تم سے شیطانی وسوسہ دور کر دیا کیونکہ حاجت غسل کو بھی علما شیطانی وسوسہ خیال کرتے ہین بہر حال اللہ پاک نے جس طرح اونگھہ بہیجکر اونکے دلون کو وسوسون سے پاک و صاف کیا اسی طرح مینہہ برسا کر اونکے جسمون کو بھی پاک کر دیا پہر روحانی اور جسمانی شجاعت کی طرف انکا خیال پہیرا کہ تم دل مین یہ سمجہہ ہے تھے کہ یہ کل امور شکست کے آثار ہین اون سب کو اللہ تعالی نے دفع کر دیا اب تمہارے دل مطمئن ہوئے اور خاطر جمع ہوئی اور اب تمہارے قدم ریت کی زمین پر جمین گے اور تمہارے جانور آسانی سے چلین پہرین گے سورہ ال عمران مین گذر چکا ہے کہ لشکر اسلام کو اونگھہ احد کی لڑائی مین بھی عین لڑائی کے وقت آئی تھی لیکن وہ اونگھہ لڑائی کے بگڑ جانے کا رنج و غم رفع کرنے کے لئے تھی اور بدر کی لڑائی مین لڑائی سے پہلے کی اونگھہ مین اللہ تعالی نے یہ اثر پیدا کر دیا تھا کہ دشمنون کی تعداد کے زیادہ ہونے سے مسلمانونکے دل مین شکست کھانے کا جو اندیشہ تھا وہ اس اونگھہ کے بعد جاتا رہا صحیح بخاری وغیرہ مین ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خیبر کی لڑائی مین مسلمانون مین کے لشکر کا ایک شخص بڑی کوشش اور تندہی سے دشمنون پر حملہ کر رہا تھا اوس شخص کی یہ حالت دیکھکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الہام آلہی کے موافق یہ فرمایا کہ اس شخص کا انجام دوزخ ہے۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہین کہ ظاہری اسباب سے اوس شخص کا دوزخی ہونا بعضے صحابہ کی سمجھ مین نہین آتا تھا لیکن آخر کو وہ شخص ایسا زخمی ہوا کہ زخمون کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور خودکشی کر کے مرگیا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کے ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ انسان کی سمجہہ کے موافق بعضے کامون کے ظاہری اسباب کچھ اور طرح کے ہوتے ہین لیکن اللہ تعالی کو اپنے علم غیب کے موافق جس طرح اون کامون کا کرنا منظور ہوتا ہے وہ غیب سے کوئی سبب ایسا پیدا کر دیتا ہے کہ ظاہری اسباب کے برخلاف وہ کام انجام کو پہونچ جاتے ہین مثلاً جسطرح اوس نے بدر کی لڑائی مین اونگھہ اور مینہہ کو مسلمانونکی فتح کا اور خیبر کی لڑائی مین خودکشی کو اس شخص کے دوزخی ہونیکا غیبی سبب ٹہرایا

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَٰئِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ

جب حکم بہیجا تیرے رب نے فرشتون کو کہ مین ساتھہ ہون تمہارے سو تم دل ثابت کرو مسلمانون کے میں ڈالدون گا

الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ ذَٰلِكَ

دل مین کافرون کے دہشت سو مارو اوپر گردنون کے اور کاٹو اونکی پور پور یہ اسواسطے

بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

ہے کہ وہ مخالف ہوئے اللہ کے اور اسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا اور اوسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہے

ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۝

یہ تو تم چکھہ لو اور جان رکھو کہ منکرون کی غذا ہے عذاب دوزخ کا

منزل ۲

اللہ پاک نے فرشتے جو لشکر اسلام کی مدد کو بدر کی لڑائی مین بھیجے تھے اونکا حال یہ بیان فرمایا کہ مسلمان اسکا شکر یہ ادا کرین اور یہ بھی فرمایا فرشتونکو یہ حکم تھا کہ اے فرشتو تم مومنون کے دلکو جاکر مضبوط اور قوی کرو ہم کفار کے دلون مین خوف ور عب ڈالدینگے فرشتے آئے تو اونھون نے مسلمانون کے دلکو مضبوط کیا اور لڑائی مین مسلمانون کا ہاتھ بھی بٹایا فرشتے انسان کی صورت مین ایک ایک صحابی کے پاس آکر کہتے تھے کہ ہم نے مشرکون کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اگر مسلمان ہمپر حملہ کرینگے تو ہم بھاگ جاینگے پھر اس بات کا چرچا مسلمانون مین ہونے لگتا تھا اور اونکے دلون کو قوت اور طاقت ہوتی تھی اور بعض مفسرین نے فثبتو کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ جسطرح شیطان کو انسان کے دلون مین وسوسہ ڈالنے کی قدرت ہے اسی طرح فرشتونکو بنی آدم کے دل مین نیک بات کے ڈالنے کی طاقت ہے اسکو تثبیت کہتے ہین پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ کافرون کے سر پر مارو اور ہاتھ پر مونڈھے وغیرہ ہر ایک جوڑ پر ضرب لگاؤ یہ اس لئے فرمایا کہ سر پر چوٹ آنے سے جس طرح انسان بے قابو ہوجاتا ہے اسی طرح جوڑون پر ضرب پہونچنے سے بے بس ہوجاتا ہے پھر اُس مین اوٹھنے بیٹھنے کی بھی طاقت نہین رہتی ربیع بن انس رضؓ کہتے ہیں کہ بدر کی لڑائی مین مسلمان لوگ فرشتون کے قتل کئے ہوئے مشرکون کو پہچانتے تھے کسی کا سرتن سے جدا تھا کسی کے جوڑ جوڑ پر ایسی ضرب لگی تھی جسطرح آگ سے جلکر داغ پڑجاتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ ابوجہل نے بدر کی لڑائی مین مسلمانون کو کمزور دیکھکر کہا کہ ان لوگون کو قتل نکرو زندہ گرفتار کرو تاکہ انکو معلوم ہوجاوے کہ ان لوگون نے ہمارے دین پر طعن کی تھی اور لات اور عزے سے منحرف ہوئے تھے اوسپر یہ آیۃ اوتری اور چند مشرکون کے قتل کے بعد ابوجہل قتل ہوا غرض بدر کی لڑائی مین کل ستر آدمی مارے گئے اور ستر آدمی قید ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ خدا اور رسول کی مخالفت کی سزا ہے ان مشرکون نے خدا اور اُسکے رسول کی مخالفت کی تھی یہ نہین جانتے تھے کہ خدا بڑا سخت عذاب کرنے والا ہے پھر کافرون کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ اب تو دنیا مین یہ عذاب چکھہ لو قتل و گرفتار ہو اور آخرت مین کفار کے واسطے الگ جہنم مین عذاب ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے جابر رضؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لشکر اسلام ایک مہینہ کے رستہ پر بھی ہو تو دشمنون کے دلپر لشکر اسلام کا رعب چھا جاتا ہے صحیح مسلم مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایۃ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص بدر کی لڑائی مین ایک مشرک پر حملہ کرنا چاہتا تھا اتنے مین اُس مشرک کے سر پر ایک کوڑا لگنے کی آواز آئی جسکے صدمہ سے وہ مشرک زمین پر گرا اور مرگیا لشکر اسلام کے دل مین رعب پیدا ہوجانے کا اور لشکر اسلام کی مدد کے طور پر فرشتون کا منکرین اسلام سے لڑنے کا ذکر جو ان آیتون مین ہے یہ حدیثین گویا اُس کی تفسیر ہیں +

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۚ وَ

اے ایمان والو جب بھڑو تم کافرون سے میدان جنگ مین تو مت دو اونکو پیٹھ . اور

مَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

جو کوئی اونکو پیٹھ دے اوسدن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج مین سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ

اور اوسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ جا ٹھیرا

اِس آیۃ مین اللہ پاک لڑائی سے بھاگنے والون کو فرماتا ہے کہ دشمنون سے بھاگو نہین اور جو بھاگیگا وہ خدا کا غضب لیکر گھر کو پھریگا اور اوسکا ٹھکانا جہنم مین بہت ہی بری جگہ ہے اِس سے معلوم ہوا کہ دین کی لڑائی سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے مگر اِس صورت مین اگر کوئی اِس لئے لڑائی سے پیٹھ پھیرے کہ دشمن کو دہوکہ دیکر ایک طرف سے بھاگ کر اور پھر دوسری طرف سے دشمن کو قتل کریگا یا اپنے سردار کے پاس لوگ بھاگ کر جائین تو ان دو صورتون مین اللہ پاک نے بھاگنے کی اجازت دی ہے اسی کو فرمایا الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئۃ کہ اِس ارادہ سے کوئی لڑائی سے بھاگ نکلا کہ پھر آئیگا یا اپنی دوسری فوج مین جا ملا دشمن کو دہوکا دینا لڑائی مین یہ بھی ایک ہنر جنگ کے فنون مین سے ہے چنانچہ صحیح بخاری مسلم اور ابوداود کی کعب بن مالک کی روایت مین اسکا ذکر ہے امام احمد ترمذی و ابن ماجہ مین ابن عمر سے روایۃ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو ایک لشکر کے ہمراہ کسی جنگ مین بھیجا لڑائی مین سے لوگ بھاگ نکلے یہ بھی اونکی ساتھ ہٹ آئے ابن عمر کہتے ہین کہ مین نے کہا کہ ہم لڑائی سے پھر آئے اور خدا کا غضب لیکر گھر کو پھرے گھر جانے سے پہلے حضرت کے پاس چلنا چاہیئے اگر توبہ قبول ہوئی تو بہتر ہے ورنہ پھر چلدین غرضکہ نماز صبح سے پہلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حجرہ سے نکلکر فرمایا تم کون لوگ ہو ابن عمر کہتے ہین ہمنے کہا کہ ہم لوگ لڑائی سے بھاگ کر آئے ہین بھگوڑے ہین آپنے فرمایا کہ نہین مین تمہارا اور سارے مسلمانونکا گروہ ہون تم لوگ میرے ساتھ دوبارہ حملہ کرنے والون مین ہو ابن عمر نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چوم لیا ابن ابی حاتم نے اس روایۃ کو بیان کرکے یہ کہا ہے کہ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیۃ پڑھی او متحیزا الی فئۃ بہر حال ان دونون صورتون کے علاوہ لڑائی سے بھاگنا مطلق حرام ہے صحیح بخاری و مسلم ابوداود و نسائی مین ابوہریرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات چیزین مسلمان شخص کو ہلاک کرنیوالی ہین ان سے بچو لوگون نے پوچھا یا حضرت وہ کیا ہین آپنے فرمایا خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا ۔ جادو کرنا ۔ ایسے شخص کو قتل کرنا جسکے قتل کو اللہ پاک نے حرام کیا ہے سود کھانا ۔ یتیم کا مال کھانا اور لڑائی کے دن بھاگنا اور مومنہ پاکدامن عورت پر بدکاری کی تہمت کا لگانا بعضے مفسرین کا مذہب یہ ہے کہ لڑائی سے بھاگنا صحابہ پر حرام تھا کیونکہ جہاد انپر فرض تھا یا خالص انصار پر حرام تھا کیونکہ ان لوگون نے اللہ رسول کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ ہر حال مین آپکا ساتھ دین گے اور بعضے کہتے ہین کہ یہ آیۃ خالص اہل بدر کے واسطے اتری ہے اِس آیۃ سے مراد وہی لوگ ہین جو بدر کی لڑائی مین شریک تھے کیونکہ اب انکا کوئی ایسا گروہ شوکت دار نہ تھا جسکے پاس یہ لوگ بھاگ کر جاتے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خدا سے کمک کے لئے دعا کی تھی تو یہ کہا تھا کہ اے اللہ اگر یہ لوگ ہلاک ہوجاوین گے تو کوئی تیری عبادت کا کرنے والا دنیا مین نہین رہیگا مگر جمہور مفسرین کا یہ قول ہے کہ آیت عام ہے اِس کا حکم بھی عام ہے صحابہ یا انصار یا اہل بدر کے واسطے یہ حکم مخصوص نہین ہے اگرچہ یہ آیۃ بدر کے موقع پر اوتری ہے مگر قیامت

منزل ۲

تک جتنے جہاد ہونگے سب کے واسطے یہ حکم باقی ہی اور ہر جنگ کرنے والے مسلمان پر دین کی لڑائی سے بھاگنا حرام ہی ابو ہریرہؓ کی حدیث
جو اوپر گذری اوس سے آخری قول کی تائید ہوتی ہے ابن عمرؓ کی روایت جو اوپر گذری اُسکی سند میں ایک راوی یزید بن زیاد ہی جسکو
اکثر علما نے ضعیف قرار دیا ہی لیکن ترمذی نے اُسکی روایۃ کو معتبر قرار دیا ہی اور صحیح مسلم مین ایسے موقع پر اوسکی روایۃ لی گئی ہے
جہان اور روایتون سے اُسکی روایۃ کو تقویۃ پہونچ سکتی ہی امام بخاری نے بھی ادب مفرد میں اس حدیث کو روایۃ کیا ہی۔ ان سب باتون
کے سبب سے اس حدیث کو معتبر کہا جا سکتا ہی۔ ابن عمرؓ کے قصہ کا حاصل یہ ہی کہ وہ اپنے سردار حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ مین لڑائی
کے موقع کو چھوڑ کر آ گئے تھے اسلئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اور انکے ساتھیون کو اون لوگون میں شمار کیا جنکا لڑائی سے بھاگنا مستثنے
کے طور پر آیۃ میں جائز رکھا گیا ہی غرض یہ قصہ آیۃ کے استثنا کی ایک صورت کی تفسیر ہے جس تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ سردار اگرچہ لڑائی کے
موقع سے دور بھی ہو تو لڑائی کے موقع کو چھوڑ کر کسی شخص کا اپنے سردار کے پاس آ جانا آیۃ کی مستثنے کی صورت میں داخل ہی اس
سورت مین آگے آویگا کہ ابتدائے اسلام مین ایک مسلمان کو دس مخالف اسلام شخصون سے لڑنے کا حکم تھا پھر ایک کو دو سے
لڑنے کا حکم آ گیا اس حکم کے موافق ایک مسلمان مثلاً تین مخالفون کے مقابلہ سے پہلو تہی کرے تو وہ بھی گناہ مین داخل نہین ہے
اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکا ہی کہ جہاد کے حکم سے درگذر کی کئی آیتین منسوخ نہین ہیں اس لئے ضعف اسلام کے زمانے میں بے سرو
سامانی کے سبب سے یہ سبب بے سرو سامانی کے دین کی لڑائی سے درگذر بھی گناہ مین داخل نہیں ہے زحف کے معنے لشکر کے ہیں

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ ۚ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ
سو تم نے اونکو نہین مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جبوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور کیا چاہتا تھا
الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ
ایمان والون پر اپنی طرف سے خوب احسان تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا

جنگ بدر اور جنگ حنین میں آنحضرتؐ نے ایک مٹھی خاک کی لیکر دشمنون کے لشکر کی طرف پھینک دی اور فرمایا کہ شاہت
الوجوہ جس کا مطلب یہ ہی کہ دشمنون کے مونہہ پھر گئے اور چہرے بگڑ گئے اللہ کے حکم سے کوئی کافرون کے لشکر بھر مین ایسا باقی
نہ رہا جسکے مونہہ اور آنکھون میں خاک نہ بھر گئی ہو بدر کی لڑائی کے وقت یہ خاک کی مٹھی پھینکنے کا قصہ طبرانی تفسیر ابن جریر تفسیر
ابو الشیخ ابن حبان اور تفسیر ابن ابی حاتم مین حکیم بن حزام حضرت عبد اللہ بن عباس اور جابر کی روایتون سے آیا ہی اور حنین کی لڑائی
کے وقت کا یہ قصہ صحیح مسلم مین سلمۃ بن الاکوع اور مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مسعود کی روایتون سے آیا ہی بدر کے وقت
کا قصہ تین صحابیون کے حوالہ سے چند طریق سے آیا ہی اس لئے یہ قصہ بھی صحیح ہے خصوصاً ابن ابی حاتم کی روایۃ سے اور روایتونکو
زیادہ تقویۃ ہو جاتی ہی کیونکہ اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ بیان کر دیا گیا ہی کہ ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایتونکی صحت کا زیادہ خیال
رکھا ہی حضرت عبد اللہ بن عباس کے شاگردون مین سے مجاہد کے قول کے موافق آیۃ کی شان نزول اور آیۃ کے مطلب کا حاصل
یہ ہی کہ بدر کی فتح کے بعد کچھ مسلمان آپس میں فخر کی باتین کیا کرتے تھے ایک اپنی بہادری کو فتح کا سبب قرار دیتا تھا اور دوسرا اپنی

اللہ تعالی نے اسپر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا مسلمانون کا دشمنون پر غالب ہونا اللہ کے رسول کی ایک مٹھی خاک سے اور دشمنون کا پست ہمت ہوجانا یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوا اسلئے بجائے ان فخر کی باتون کے مسلمانونکو چاہیئے کہ اللہ کی مدد اور اسکے احسان کی شکر گذاری کا تذکرہ آپسمین کیا کرین کہ اس شکر گذاری کے بدلے میں اُسکے احسانات کی اور زیادتی ہو کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک کی شکر گذاری کی بات کو خوب سنتا اور شکر گزاری کی نیت کو خوب جانتا ہی معتبر سند سے مسند امام احمد میں نعمانؓ بن بشیر کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے احسانات کا جتلانا شکر گذاری اور اوسکے احسانات کو بھول جانا بڑی ناشکری ہی مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص پر قیامت کے دن اللہ کا غصہ ہوگا جو اپنے فخر اور اپنی بڑائی کا دل مین خیال رکھے گا عبد اللہؓ بن عمر کی اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہی آیت مین آپس کی فخر کی باتو کی مخالفت اور اللہ تعالی کے احسانات کے شکر گذاری کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہیں۔

ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کریگا تدبیر کافرون کی

اس سے اوپر کی آیت میں اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا تھا کہ مشرکین جو لڑائی میں قتل و غارت ہوئے اور جو خاک کی مٹھی پھینکی گئی جو کفار کی آنکھ ناک مونہہ میں جا کر پڑی اور وہ بھاگ نکلے جنگ کے میدان سے انکے پاؤن اوکھڑ گئے اسکو مومن یہ نہ سمجھین کہ ہم نے انکو قتل کیا اور ہم نے مٹھی کنکریون کی پھینکی تھی جو کارآمد ہوئی بلکہ یہ سب اللہ کی قدرت تھی اللہ کا حکم تھا ورنہ کیا مجال تھی کہ کوئی کسی کو قتل کرسکتا یا بھگا دیتا یہ سب نعمتین اللہ کی تھین جو ایمان والون پر کی گئین اسکے بعد اس آیۃ میں یہ بشارت دی کہ یہ سب تدبیرین جو تمہارے مفید مطلب اللہ تعالی کی قدرت سے ہوئین وہ اسواسطے ہوئین کہ اللہ پاک کفار کے مکر و حیلہ کو سست کردیتا ہی اور اونکی کوئی تدبیر پیش نہین چلنے دیتا مثلاً ان مشرکون نے اسی لڑائی میں پانی پر قبضہ کرکے لشکر اسلام کے پیاسے رہنے کی تدبیر کی اللہ تعالی نے مینہہ برسا کر اونکی وہ تدبیر بگاڑ دی یا مثلاً جیسے آگے آویگا کہ ان مشرکون نے ہجرت سے پہلے مکہ مین اللہ کے رسول پر سوتے میں تلوارون سے حملہ کرنے کی تدبیر کی اللہ تعالی نے اون لوگون کے اس فریب کا حال اپنے رسول کو جتلا دیا جس سے ان مشرکون کی تدبیر کارگر نہ ہوئی یا مثلاً جیسے صلوۃ الخوف کا حکم نازل فرما کر نماز کی حالت میں حملہ کرنے کی ان مشرکون کی تدبیر اللہ تعالی نے بگاڑ دی یہ تو ایسے لوگونکی دنیوی بدنصیبی کا حال ہوا عقبے میں بھی ایسے لوگ دوزخ کے عذاب سے بچنے کی یہ تدبیر نکالین گے کہ دنیا کی اپنی بداعمالی کا انکار کرکے اپنے آپکو فریبی ایماندار بنانا چاہیں گے لیکن اللہ تعالی ان لوگونکے ہاتھ پیرونسے اصلی حال کی گواہی دلوا کر وہان بھی اُنکی وہ تدبیر چلنے نہ دیگا صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین اس ہاتھ پیرون کی گواہی کا ذکر ہے اس آیۃ کو ابو ہریرہؓ کی حدیث کے ساتھ ملانے سے آیۃ کی یہہ تفسیر قرار پاتی ہی کہ ایسے لوگونکی تدبیرین فقط دنیا مین ہی رائگان نہیں ہیں بلکہ شرک کے وبال سے یہی بدنصیبی عقبے میں بھی اُنکے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

منزل ۲

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ

اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو موجود ہوا اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھر کرو گے تو ہم بھی پھر کرینگے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کام نہ آویگا تمکو تمہارا جتھا کچھ اگرچہ بہت ہوں اور جانو کہ اللہ ساتھ ایمان والوں کے

اللہ تعالی کفار کی طرف خطاب کرکے فرماتا ہے کہ تم جو ہر وقت اللہ سے مدد چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ اپنے مخالف مومنین پر کب فتح یاب ہونگے تو دیکھ لو تمہارا سوال پورا ہو گیا فتح بھی ہو گئی اور تمہارے مومنوں کے درمیان فیصلہ بھی ہو گیا امام احمد نسائی نے عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کی ہے کہ ابو جہل نے بدر کے دن یہ کہا تھا کہ یا اللہ ہمکو وہ باتیں دکھا جو ہماری سمجھ سے باہر ہوں یہ اپنے بطور طلب مدد کے کہا تھا اسی روز صبح کو وہ ذلیل ہوا اور یہ آیۃ آتری اسی کے موافق ابن عباسؓ فرماتے ہیں حاکم نے عبداللہ ابن ثعلبہ کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے سدی کا قول یہ ہے کہ مشرکین مکہ سے بدر کی طرف جب چلے تھے تو کعبہ کا پردہ پکڑ کر اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ اعلی لشکر اور بزرگ گروہ اور اچھے قبیلہ کو فتح نصیب کر اللہ تعالی نے کہا کہ تم فتح چاہتے ہو جو تم کہتے ہو ویسا ہی ہو گا کہ اللہ کے رسول فتح یاب ہونگے اور تمہیں شکست ہو گی اب آگے اللہ پاک نے مشرکوں سے فرمایا کہ اگر اب بھی تم اپنے کفر اور گمراہی سے باز رہو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا اور اگر تم پھر اسی کفر کی حالت پر رہے تو ہم بھی پھر ایسا ہی تمہیں ذلیل و خوار کریں گے سدی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر پھر تم فتح چاہو گے تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح یاب کرینگے پھر فرمایا کہ اگر بڑے سے بڑا لشکر بھی لیکر آؤ گے تو بھی کچھ مفید نہ ہو گا اور کچھ کام نہ چلے گا کیونکہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ہمیشہ اونہیں کو فتح دیگا اور اللہ کے ساتھ اور وں کو شریک ٹھہرانے والے ہمیشہ ذلیل رہیں گے ۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝

اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور اسکے رسول کے اور اس سے مت پھرو سن کر

اوپر یہ فرمایا کہ اللہ ایمانداروں کے ساتھ ہے اس آیۃ میں اللہ تعالے نے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت کا حکم ایمانداروں کو فرمایا ہے اور اس میں کوتاہی کرنی اور پھر جانے سے منع فرمایا ہے ہمکو اللہ کا کلام بلاواسطہ رسول کے نہیں آتا ہے اسلئے رسول کی فرمانبرداری کا خاص طور پر آیۃ میں ذکر کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ رسول کی فرمانبرداری میں کسی طرح کی کوتاہی عین اللہ کی فرمانبرداری کی کوتاہی ہے اب اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کا نکرنا ایک تو اس شیوہ پر ہے جو کافرونکا شیوہ تھا کہ ظاہر باطن میں کسی طرح وہ اللہ کے احکام کو نہیں مانتے تھے اور ایک شیوہ منافقوں کا تھا کہ ظاہر میں تو اپنی جان اپنا مال بچانے کے لئے وہ اپنے آپ کو نبی وقت کے روبرو اور مسلمانوں کے روبرو مسلمان کہتے تھے مگر باطن میں مسلمان نہ تھے ان دونوں فرقوں کا ذکر اللہ تعالی نے آیۃ میں فرماکر مسلمانوں کو منع کیا ہے کہ تم ویسے نہ ہو وہ کافروں اور منافقوں کی سی نا فرمانی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی برکت اور کوشش نے اس امت میں سے اکثر اوٹھادی ہے مگر اور طرح کے بہکا و نے کے جال شیطان نے پھیلا کر نافرمانی

پھندے میں لوگوں کو پھنسا رکھا ہے کہ وہ اپنی بہکاوٹ کو چھوڑ کر اللہ اور رسول کے احکام کی فرمانبرداری پوری نہیں کر سکتے
مثلاً بعضے لوگ طرح طرح کی بدعتوں میں گرفتار ہیں اور شریعت میں بدعت کی جو مذمت آئی ہے اوسکو کان لگا کر نہیں سنتے
ایسے ہی بعضے لوگ ریاکاری میں مبتلا ہو کر اپنے سب نیک عملوں کو برباد کر رہے ہیں معتبر سند سے مسند امام احمد ابو داود
ترمذی اور ابن ماجہ میں عرباض بن ساریہ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کے لوگ بہت
سی اختلاف کی باتیں پاوینگے ایسے وقت میں ہر ایماندار شخص کو چاہیے کہ میرے اور صحابہ کے طریقہ کو دریافت کر کے اسکے
موافق عمل کرے اور شریعت میں کسی جدید بات کے نکالنے سے پرہیز کرے کیونکہ شریعت میں جو جدید بات نکالی جاوے
اسکو بدعت کہتے ہیں اور بدعت پر چلنا گمراہی کا سبب ہے ابو داؤد اور نسائی کے حوالہ سے ابو امامہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی
ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر خالص نیت ثواب عقبے کے دنیا کے دکھاوے کا کوئی عمل بارگاہ الٰہی میں
مقبول نہیں ہوتا۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ میں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم ہے اور حدیثوں سے
یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ اختلاف کیوقت یا بدعت و ریاکاری میں پھنسنے کے وقت ایماندار شخص اوس طاعت کو کیونکر پورا کر سکتا ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ

اور ویسے مت ہو جنھوں نے کہا کہ ہمنے سنا اور وہ نہیں سنتے ہیں بدتر سب جانداروں میں اللہ کے پاس وہی بہرے

الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ

گونگے ہیں جو نہیں بوجھتے اور اگر اللہ جانتا اونمیں کچھ بھلائی تو اونکو سناتا اور جو انکو اب سناوے تو الٹے بھاگیں منہ پھیر کر

منزل ۲

اللہ پاک نے اس سے پہلے کی آیۃ میں مومنوں کو خطاب کر کے یہ فرمایا تھا کہ تم ہر ایک امر میں خدا اور اُسکے رسول کی تابعداری کرتے
رہو اور ہر باب میں اُنکے حکم سے پیٹھ نہ پھیرو کیونکہ تم قرآن کی پند و نصیحت کی باتیں سنتے اور سمجھتے ہو اور اوسکی تصدیق کرتے
ہو اسکے بعد اس آیۃ میں یہ بیان فرمایا کہ اون لوگوں کی خصلت نہ اختیار کرو جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں اور حقیقت یہ ہے
کہ وہ سنتے نہیں ہیں کیونکہ سننے کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اوس سے کچھ نفع بھی حاصل ہو یہ منافقین یا مشرکین خدا کا کلام صرف
کانوں سے سنتے ہیں مگر اس سے کوئی نفع نہیں اوٹھاتے اسلئے انکا سننا اور نہ سننا دونوں برابر ہیں پھر اللہ پاک نے یہ بیان
فرمایا کہ یہ لوگ چارپایوں سے بھی بدتر بالکل بہرے گونگے ہیں کچھ سمجھ ہی نہیں یہ کہتے انسے تو جانور بھی اچھے ہیں کہ وہ اپنے فرض
منصبی کو ادا کرتے ہیں جو جسکے لئے پیدا کیا گیا ہے اُس امر میں وہ خدا کا مطیع ہے انسان ہیں جو اللہ کی عبادت کیلئے بنائے گئے مگر
اونھوں نے اوس سے انکار کیا اسلئے یہ چارپایوں سے بدتر ٹھہرے حضرت عبد اللہ بن عباس کا قول ہے کہ یہ لوگ منجملہ قریش کے
عبد الدار بن قصی کے قبیلہ کے چند لوگ تھے جو کہتے تھے کہ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعت لائے ہیں اس سے
بہرے گونگے ہیں یہ لوگ سب کے سب سوائے دو شخصوں کے جنگ احد میں مارے گئے انمیں سے دو شخص بچے تھے مصعب
بن عمیر اور سویبط بن حرملہ یہ دونوں مسلمان ہوئے پھر اللہ پاک نے اپنے علم کا حال ان منافقوں اور مشرکوں کے متعلق

بیان فرمایا کہ یہ لوگ جو خدا کا کلام سننے سے عاری ہیں یہ انکا کفر و نفاق ہے جو سننے نہیں دیتا اگر ہم اپنے علم ازلی کے موافق انکے سننے میں بھلائی اور بہتری دیکھتے تو انکو اسکے سننے کی توفیق دیدیتے لیکن اللہ کے علم ازلی کے موافق یہ نتیجہ قرار پا چکا ہے کہ اگر بالفرض انہیں سننے اور سمجھنے کی توفیق بھی دیدی جائے تو بھی یہ لوگ نہیں سنیں گے بلکہ نصیحت سے پیٹھ پھیرنے لگیں گے اور اس سننے سے کوئی نفع نہیں اوٹھاوینگے اور عناد اور کفر کی وجہ سے نصیحت کے نفع سے پہلو تہی کرینگے بعضے مفسرین نے یہاں یہ بیان کیا ہے کہ قبیلہ عبدالدار کے لوگ جنکا ذکر ابھی ہو چکا کہ وہ حضرت کا کلام سننے کے وقت یہ کہتے تھے کہ ہم بہرے گونگے ہیں یہ لوگ آنحضرت صلعم سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے باپ قصی کو آپ زندہ کردیں تاکہ ہم اس سے دریافت کرلیں اگر وہ آپکی رسالت کے متعلق گواہی دیگا تو ہم آپ پر ایمان لائیں گے اسی کے جواب میں اللہ پاک نے فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو قصی کی باتیں بھی سنا دی جاویں تو بھی یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے اور نصیحت کے سننے سے پیٹھ پھیر لیں گے اور دلی کفر کی وجہ سے ایمان لانے سے انکار ہی کرینگے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے جو دنیا کے پیدا ہونے کے بعد دنیا میں ہونے والا تھا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری رض کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برے لوگوں کی مثال بری زمین کی اور قرآن شریف کی مثال مینہ فرمائی ہے ان حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیتوں اور حدیثوں کے ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے علم الٰہی میں جو لوگ برے ٹھہر چکے ہیں انکے دل میں اسی طرح قرآن کی نصیحت کچھ اثر نہیں کرتی جسطرح بری زمین میں مینہ کا پانی کچھ اثر نہیں کرتا اسی واسطے وہ بہروں کی طرح قرآن کی نصیحت نہیں سنتے اور گونگوں کی طرح حق بات کا اقرار زبان پر نہیں لا سکتے اسواسطے ایمانداروں کو ایسے لوگوں کی عادتوں سے ہمیشہ بچنا چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جسوقت بلاوے تمکو ایک کام پر جسمیں تمہاری زندگی ہے

اس آیت میں اللہ پاک نے اہل ایمان کو خطاب کرکے فرمایا کہ خدا اور اسکے رسول کی بات مانو جب تمہیں رسول ایسی بات کیواسطے بلائے جسمیں تمہاری زندگی ہو تو تمہیں حاضر ہونا چاہیے اور ہر حال میں رسول کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسواسطے اللہ تعالیٰ کی مرضی و نامرضی کی ہر ایک بات تم لوگوں کو انہیں رسول کے ذریعہ سے پہونچتی ہے شروع آیۃ میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنے رسول دونوں کا نام لیکر یوں فرمایا اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا اور پھر فرمایا جسوقت بلاوے تمکو ایک کام پر رسول یہاں اپنے نام کو اس لئے شریک نہیں فرمایا کہ امت کو اللہ تعالیٰ کا ہر ایک حکم رسول کی معرفت پہونچتا ہے اسواسطے اللہ کے رسول کا کسی دینی کام پر لوگوں کو بلانا وہ عین اللہ کا بلانا ہے صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت جابر کی ایک بڑی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے میں اللہ کے فرشتے زمین پر آئے ہیں اور

منزل ۲

پہران فرشتون نے اللہ کے رسول کی ہدایت کا حال سمجہا کر آخر کو یہ کہا ہی کہ اللہ کے رسول کی فرمانبرداری عین اللہ تعالی کی فرمانبرداری اور آنکی نافرمانی عین اللہ تعالی کی نافرمانی ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا ایسی تفسیر ہے جسکو اللہ کے فرشتونکی تفسیر کہا جا سکتا ہے۔ صحیح مسلم مین ابو سعید خدری رضی کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی لوگونسے اللہ کے فرشتے پکار پکار کر کہوینگے کہ ای جنتی لوگو اب تم ہمیشہ ایسے عیش و آرام مین رہوگے کہ دنیا کی طرح یہان جنت مین تمہین موت کی تکلیف کبھی پیش نہ آویگی آیۃ مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کے سننے کو زندگی کا سبب جو فرمایا اوسکی تعبیر اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہی کہ اس نصیحت کے سننے والون اور اوسپر عمل کرنیوالونکو ہمیشہ کی زندگی عقبے مین ملنے والی ہی اسواسطے اس نصیحت کو زندگی کا سبب فرمایا ترمذی مین ابی بن کعب کی ایک حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد مین ابی بن کعب کے پاس آئے نماز پڑہ رہے تھے آپنے انکو پکارا اونہون نے جلدی سے نماز پوری کی اور آپکے پاس آئے آپ نے فرمایا سبب تجہے کس چیز نے روکا تھا کہ تونے جواب بھی نہین دیا کہا مین نماز پڑہ رہا تھا آپنے فرمایا کہ تجھے نہیں معلوم ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ خدا اور اوسکے رسول کی اطاعت کرو جب وہ بلاوے اور آپنے یہ آیۃ پڑہی اسی طرح کی حدیث صحیح بخاری مین ابو سعید بن معلی سے روایت کی گئی ہی اس حدیث سے اس بات پر دلیل لی گئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کا جواب دینا نماز کے اندر بھی ضرور ہی لیکن یہ بات اللہ کے رسول کے لئے خاص تھی اب کسی کے بلانے پر نماز کی نیت نہین توڑ سکتے لما یحییکم کی تفسیر مین قتادہ کا قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید ہی کیونکہ اس مین حیات ابدی اور نعمت سرمدی ہے اور سدی کہتے ہین کہ اس سے مراد ایمان ہے کیونکہ اسی ایمان کی وجہ سے مومن کا دل زندہ رہتا ہے اور کافر کا دل اسی ایمان کے نہ ہونے سے مردہ۔

منزل ۲

وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ

اور جان لو کہ اللہ روک لیتا ہے آدمی سے　اوس کے دل کو اور یہ کہ اوسی پاس جمع ہوگے

اوپر کی آیتون مین اللہ تعالی نے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری کی تاکید فرمائی اور فرمایا تہا کہ بعضے لوگ ایسے ہین کہ رسول کی ہدایت انکے دلپر بالکل اثر نہیں کرتی اور جانورون سے بھی بدتر ہین کیونکہ جانورون کو اپنے نیک و بد کی تمیز اور سمجھ ہے اونکو اتنی بھی سمجھ نہیں اب اس آیۃ مین فرمایا کہ مسلمان کا دل رسول کی نصیحت سے کسی نیک بات کی طرف مایل ہوا اور اسی نصیحت سے کافرون اور منافقون کے دل کو کچھ اثر نہ ہوا اور وہ جانورونسے بدتر بنے رہین تو اوس کا کچھ تعجب نہین کرنا چاہئے کیونکہ جان لینا چاہیئے کہ جس اللہ نے انسان کو انسان کے دلکو پیدا کیا ہے اور اسی دل کے ارادہ پر انسان کی آنکھ ہاتھ پیر سب چلتے ہین وہ دل کا ارادہ بھی اللہ کے ہی قبضہ قدرت مین ہی وہ جیسے انسان کی نیت دیکھتا ہی فوراً اودہر انسان کے دلکو پہیر دیتا ہی اسلئے نیک کام کی طرف مائل ہونا پہر اس نیک کام پر آخر عمر تک قائم رہنا اسی طرح برے کام کی طرف مائل ہونا پہر آخر عمر تک اس برے کام پر قائم رہنا سب اللہ کے ہاتھ ہے مسلم ترمذی مسند امام احمد بن حنبل مین جو روایتین ہین انکا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے دلون کے پہیرنے والے میرے دلکو دین پر قائم رکھ صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت کیا آپکو دلون کے پہر جانے کا خوف ہے آپنے فرمایا کہ ہان دنیا بہر کے انسانون کے دل

بمنزلہ ایک دل کے اللہ کے ہاتھہ اور اُسکی دونون انگلیون میں ہیں جب جس طرح جدہر چاہے پہیر دیوے اور ہر انسان کا اسپر تجربہ ہی کہ دل کی ایک حالت نہیں رہتی نہ اس حالت پر آدمی کا قابو باقی رہتا ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث گذر چکی ہی کہ جو کچہہ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب اللہ تعالی نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر لوح محفوظ میں لکھہ لیا ہی اسی طرح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی کہ ہر شخص کے ساتھہ ایک فرشتہ اور ایک شیطان رہتا ہی فرشتہ اُس شخص کو ہمیشہ نیک کام کی رغبت دلاتا رہتا ہی اور شیطان بدکام کی۔ ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی کیونکہ آیۃ اور حدیثون کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ جو لوگ علم آلہی میں بد ٹہر چکے ہیں وہ اپنے ساتھہ کے شیاطین کا کہا مانکر ہمیشہ برے کامون کی طرف اپنی دلی ارادہ کو مائل کرتے ہیں اور اللہ تعالی کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا نہین چاہتا کس لئے کہ اس طرح کی مجبوری انتظام آلہی کے برخلاف ہی اس لئے اللہ تعالی ایسے لوگون کے دلی ارادہ کو نہین روکتا اسی طرح جو لوگ علم الہی میں نیک ٹہر چکے ہیں وہ اپنے ساتھہ کے فرشتے کا کہنا مانکر ہمیشہ نیک کامون کی طرف اپنے دلی ارادہ کو مائل کرتے ہیں اور اللہ تعالی اُنکے دل میں نیک کامون کی توفیق پیدا کر دیتا ہی اسی واسطے آخر آیۃ مین فرمایا کہ قیامت کے دن نیک و بد سب کو اللہ کے روبرو کہڑا ہونا پڑیگا تاکہ شیاطینون کے کہنا ماننے والونکو سزا دیجاوے۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑیگا تم مین سے ظالمون پر چنکر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ

سخت ہے اور یاد کرو جسوقت تم تہوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اچک لین تمکو

النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

لوگ پہر اوس نے تمکو جائے دی اور زور دیا اپنی مدد سے اور روزی دی تمکو ستھری چیزین شاید تم حق مانوگے

یہ خاص لوگون کے بدعمل کرنے کے سبب سے عام لوگو نپر بلا آجانے کا ذکر ہے جسکے خوف سے اللہ تعالی نے لوگون کو اس آیۃ مین ڈرایا ہی تفسیر اس آیۃ کی اُس حدیث میں ہی جسکو ابن ماجہ اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند مین چند صحابہ سے روایۃ کیا ہی حاصل اُن روایتون کا یہ ہی کہ جب کچہہ لوگ کسی بستی مین بداعمالی کرنے لگین گے اور اُس بستی کے باقی لوگ اُن بداعمال لوگونکو وعظ نصیحت سے اُس بداعمالی سے نہ روکین گے تو اس طرح کی ساری بستی پر بلا آدیگی یہ حدیث سنکر لوگون نے عرض کیا کہ حضرت اُس بستی میں نیک عمل کرنے والے جو لوگ تھے اُنکے نیک عملون کا کیا نتیجہ ہوا آپ نے فرمایا مرنے کے بعد اُنکے عملونکا بدلا اُنکو ملےگا مگر دنیا میں تو تمام بستی پر بلا آجاویگی اس آیۃ اور حدیث سے معلوم ہوا کہ جس بستی میں خلاف شریعت کام ہوتے ہون وہان جن لوگون کو وعظ نصیحت کی طاقت ہو وہ ہرگز وعظ نصیحت سے باز نرہیں کیونکہ وعظ نصیحت کے چھوڑنے سے تمام بستی پر بلا آجانے کا خوف ہی زینب بنت جحش کی اسی مضمون کی ایک حدیث مختصر طور پر صحیح بخاری و مسلم

منزل ۲

میں بھی ہے جس سے باقی روایتوں کو تقویت ہو جاتی ہے آخر میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو انکی ہجرت سے پہلے کی کمزوری کی حالت یاد دلا کر ہجرت کے بعد غیبی مدد سے اونکی حالت جو درست ہو گئی ہے اوسکی شکر گذاری کا ارشاد فرمایا ہے جس سے مطلب یہ ہے کہ اس شکر گذاری کو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کی جا کر دین کی باتوں کی ایسی وعظ ونصیحت کے پیرایہ میں ادا کرنا چاہیئے تاکہ اوسکی شکر گذاری کے بدلہ میں غیبی مدد روز بروز بڑھے اور اسلام کی ترقی ہو اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے جب تک مسلمانوں میں اس شکر گذاری کا عمل رہا اسلام کو روز بروز ترقی رہی جب سے یہ عمل اوٹھ گیا اسلام کی ترقی بھی اوٹھ گئی۔ صحیح بخاری ومسلم میں عمرو بن عوف انصاری کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھکو اپنی امت کی تنگدستی کا کچھ خوف نہیں ہے مجھکو تو یہ خوف ہے کہ جب انمیں حکومت دولت سب کچھ پچھلی امتوں کی طرح آجاوے اور اوسکی شکر گذاری ان سے نہو سکے تو اس ناشکری کے وبال میں کہیں پہلی امتوں کی طرح یہ لوگ بھی نہ پکڑے جاویں۔ آخری آیۃ کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے اور تاریخ خلفا کے دیکھنے سے اس ناشکری کا اور ناشکری کے وبال کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

ای ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتوں میں جان کر

مسند سعید بن منصور تفسیر عبد الرزاق تفسیر زہری اور تفسیر کلبی میں عبد اللہ بن ابی قتادہ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ جب آنحضرت نے یہود بنی قریظہ کا اکیس روز تک محاصرہ کیا اور بنی قریظہ نے آنحضرت سے صلح کرنے کی درخواست کی تو آنحضرت نے صلح سے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ تم سعد بن معاذ کو اپنا پنچ قرار دیکر اپنی گڑہی سے نیچے اوترآو بعد گڑہی کے نیچے اوتر آنے کے سعد بن معاذ جو مشورہ اور رائے تمہارے باب میں دیوینگے اوسکے موافق فیصلہ کیا جاویگا بنی قریظہ نے کہا پہلے ابو لبابہ بن عبد المنذر کو ہمارے پاس مشورہ کے لئے بہیجدیا جاوے آنحضرت نے ابو لبابہ کو بہیجدیا ابو لبابہ نے اپنی گردن پر اپنا ہاتھ پہیر کر اشارہ سے بنی قریظہ کو یہ سمجھا دیا کہ گڑہی سے اوترو گے تو قتل کر دئے جاؤ گے پھر ابو لبابہ کو اوسی وقت خیال آیا کہ میں نے رسول کی امانت میں خیانت کی کیونکہ لشکر اسلام کا بھید میں نے اپنے اشارہ سے ظاہر کر دیا اس قصور میں اپنے آپکو ابو لبابہ نے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالی ان کی توبہ قبول نفرماویگا وہ ستون سے بندھے رہیں گے آخر نو دن تک بے آب و دانہ ستون سے بندھے رہے نویں روز غش کھا کر گر پڑے اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور اونکی توبہ قبول ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ انکی بندش کھولی سوا اسکے اور شان نزول جو اس آیۃ کے مفسرین نے بیان کی ہے اوسکے یہ معنے ہیں کہ اوسپر بھی آیۃ کا مطلب صادق آتا ہے کیونکہ ابو لبابہ کے قصہ کی شان نزول جو اوپر بیان کی گئی اوسکی روایۃ تفسیر عبد الرزاق میں ہے یہ عبد الرزاق قدیم مفسرین میں ہیں اور انکی یہ تفسیر اونکے نابینا ہونے سے پہلے کی ہے اور اونکے نابینا ہونے سے پہلے انکی روایتیں علماء کے نزدیک مقبول ہیں اسی واسطے حافظ ابن کثیر نے انکی یہ روایتیں اپنی تفسیر میں نقل کیں اور اسپر

کچھ اعتراض نہیں کیا۔ اگرچہ آیۃ کی شان نزول میں ایک خاص خیانت کا ذکر ہے لیکن سورہ نساء میں حضرت عبداللہ بن
بن عباس کی صحیح روایۃ گذر چکی ہے کہ لفظ امانت سے وہ باتین مقصود ہیں جو اللہ تعالی نے انسان پر فرض کی ہیں مثلاً نماز
روزہ حج زکوٰۃ انکو پورے طور پر ادا کرنا پوری امانت کی ادائی ہے ورنہ خیانت ہی۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ سے روایۃ
ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امانت میں خیانت کرنا منافق آدمی کی عادتوں میں سے ایک عادت ہی آیۃ حدیث
اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کو ملا کر یہ مطلب قرار پایا کہ عبادت الٰہی میں کس طرح کا خلل ڈالنا یا کوئی شخص کوئی چیز
امانت رکھوا دے تو اس میں خیانت کا کرنا یہ سب منافق لوگوں کی نشانی ہی۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ

اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد جو ہین خراب کرنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

ع ۹ ۱۴

اللہ پاک نے اوپر کی آیۃ میں یہ فرمایا تھا کہ خدا اور خدا کے رسول کی خیانت نکرو جو بھید کی باتین ظاہر کرنے کے لائق نہیں ہیں اونکو
دشمنوں پر ظاہر نکرو عبادت میں کسی قسم کا خلل نہ ڈالو اور لوگوں کی امانت مین بھی خیانت نکرو کوئی امانت رکھنے کو دے تو اوسے
ہضم نہ کر لو اسکے بعد یہ بیان فرمایا کہ دنیا کے مال اور اولاد اگرچہ دنیاوی زندگی میں تمہارے لئے زینت ہیں مگر ساتھ ہی اسکے
اکثر یہی مال و اولاد فتنہ مین ڈالنے والے ہیں اکثر یہی مال و اولاد گناہ کے سبب بن جاتے ہین اور آخرت کے کاموں سے روک
دیتے ہیں اسلیئے ان مین مشغول ہو کر خدا کی اطاعت سے باز نہ رہو مال و اولاد اسلیئے تمہین دئے گئے ہیں کہ تم انکا شکر بجالاؤ
پھر فرمایا کہ وہ اللہ ہی ہی جسکی عبادت اور فرمانبرداری میں مشغول رہنے سے ہمیشہ بہبودی کی صورت نظر آتی ہی کیونکہ
اللہ ہی کی ذات وہ ہی جو دنیا و آخرت کا مالک ہی اور اسکے اختیار میں طرح طرح کے اجر عظیم ہیں علاوہ اسکے سعادت اخروی
تمام دنیا سے بہتر ہے کیونکہ اسکو ہمیشہ کے لئے بقا ہی اور دنیا کے پیچھے فنا لگی ہوئی ہے صحیحین مین حضرت انسؓ سے روایۃ
ہی کہ یہ تین چیزین جسمین ہونگی اسنے ایمان کی لذت پائی جسکے دل مین خدا اور اسکے رسول کی محبت غیر سے زیادہ ہو جو شخص کسی کو
محض خدا کے واسطے دوست رکھتا ہو جو شخص ایمان لاکر پھر کفر کی طرف پھر جانا ایسا برا سمجھتا ہو جیسے آگ میں ڈالے جانے
کو برا سمجھتا ہی دوسری حدیث انسؓ کی صحیحین مین یون ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا شخص ہرگز مومن
نہیں ہے جو مجھکو اپنے ماں باپ بال بچون اور کل لوگون سے زیادہ محبوب نہ رکھے ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی
کیونکہ آیۃ اور حدیثونکو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہی کہ ہر شخص پکے ایماندار کو دین کی باتون پر ایسا مضبوط رہنا چاہیے کہ مال
و اولاد دنیوی کے سبب سے اسکی عقبی کی مضبوطی میں کچھ فرق نہ آوے یہی مضبوطی پوری ایماندار اور اللہ و رسول کی محبت
کی نشانی ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے مستوردؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبے کے
مقابلہ میں دنیا ایسی ہی جیسے دریا کے مقابلہ مین ایک قطرہ۔ آیۃ میں آخرت کے ثواب کو بڑا جو فرمایا یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے

منزل ۲

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝

اے ایمان والو اگر ڈرتے رہوگے اللہ سے تو کریگا تم میں فیصلہ اور اوتاریگا تم سے تمہارے گناہ اور تمکو بخشے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے

اس سے پہلے اللہ پاک نے مومنون کو مال اور اولاد میں مشغول ہوکر فتنہ میں پڑجانے سے منع فرماکر اس آیۃ میں تقوے کا حکم دیا تقوی کے معنے مفسرین نے یہ بیان کئے ہیں کہ جو حکم خدا اور اسکے رسول کا پہونچگیا ہے اوسکو بسر چشم مان کر اس کے مطابق عمل کرنا اور جن باتون سے منع کیا گیا ہے ان سے بچنا اس لئے فرمایا کہ اگر تم تقوی اختیار کروگے تو تمہارے دلون میں ہدایت ڈالدیجائے گی جس سے تم حق و ناحق میں تمیز کرلوگے اور تمہارے چھوٹے گناہ مٹادئے جاینگے اور پہر بڑے گناہ تمہارے بخشدئے جاینگے اور بعض مفسرین نے یہ بیان کیا ہے یکفر عنکم سیئاتکم سے وہ گناہ مراد ہیں جو کئے جاچکے ہیں انکو مٹادینگے اور یغفر لکم کا یہ مطلب ہے کہ آگے کو جو گناہ تم سے سرزد ہونگے وہ بخشدئے جاوینگے غرض اگلے اور پچھلے گناہ بخشدئے ہیں پہر فرمایا کہ گناہون کے بخشنے کا جو وعدہ تم سے ہوا ہے یہ محض خدا کا فضل ہے اور اوسکا فضل بہت بڑا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی ایک بہت بڑی شفاعت کی حدیث کا ذکر ایک جگہ گذرچکا ہے کہ جب قیامت کے دن سب شفاعتین ختم ہوچکین گی تو اللہ تعالی اپنے فضل سے ایسے لوگون کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کردیگا جن کے دل میں کسی قدر توحید تو ہوگی لیکن عمر بھر اونھون نے کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا آیۃ میں اللہ کے فضل کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھکو بٹھادین یا مار ڈالین یا نکال دین اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر

منزل ۲

مسند امام احمد بن حنبل تفسیر کلبی مغازی محمد بن اسحاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ میں دار الندوہ ایک مشورہ کی جگہ قریش نے قرار دے رکھی تھی وہان ایک جماعت قریش کی آنحضرت کی بابت مشورہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے دار الندوہ کے راستہ مین ایک بڈھا اس جماعت کے لوگون کو ملا انھون نے اُس بڈھے سے پوچھا تو کون شخص ہے بڈھے نے کہا نجد کی طرف کا رہنے والا میں ایک شخص ہون مین نے سنا تھا کہ تم لوگ ایک مشورہ کی غرض سے آج جمع ہوئے ہو اس لئے مین نے چاہا کہ میں بھی اس مشورہ میں شریک ہوکر تمہارا مشورہ سنون اور جو کچھ میری رائے ہو وہ مین بھی تمہارے سامنے ظاہر کرون اُس جماعت کے لوگون نے کہا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے

آؤ تم بھی مشورہ مین شریک ہوجاؤ حقیقت مین وہ شیطان تھا جو نجد کے ایک بوڑھے کی صورت مین آیا تھا غرض مشورہ شروع ہوا
اور ایک شخص نے کہا کہ اس شخص کو قید مین رکھنا چاہیے بڈھے نے اس رائے کو ناپسند کیا اور کہا کہ اُس شخص کے ساتھی قید مین سے
ضرور چھوڑا لیجاوینگے ایک شخص نے کہا اپنی بستی سے اُس شخص کو نکال دینا چاہیے بڈھے نے اُسکے کو بھی ناپسند کیا اور کہا کہ وہ
شخص بڑا فصیح ہے باہر کے لوگونکو اپنا حامی بنا لیویگا اور وہ لوگ تمہاری بستی پر چڑھائی کرکے تمہاری بستی کو چھین لیوینگے
آخر ابوجہل نے یہ رائے ظاہر کی کہ چند جوانون کو ننگی تلوارین دیکر یہ کہا جاوے کہ اس شخص پر ایک دم حملہ کرین اس رائے کو
بڈھے ملعون نے بھی پسند کیا اور مشورہ کی مجلس برخاست ہوئی اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالی کی طرف سے
تشریف لائے اور جس جگہ ہمیشہ آپ سویا کرتے تھے وہان کے سونے سے آپکو منع کیا اور اس سارے مشورہ کی خبر دی
اور ہجرت کا حکم بھی سنایا آپکے پاس لوگون کی امانتین بہت تھین اسلیے حضرت علی کو اپنی امانتونکی ادائی کے لیے مکہ مین رہنے کا
حکم دیا اور حضرت علی آنحضرت کی چادر اوڑھ کر آنحضرت کی جگہ سوئے اور آنحضرت ثور پہاڑ کے غار مین چلے گئے اور کفار لوگ
حضرت علی کو آنحضرت کی جگہ سوتا دیکھکر یہی خیال کرتے رہے کہ یہ آنحضرت سوتے ہین صبح کو جب کفار نے حملہ کرنا چاہا اور
حضرت علی بھی سونے سے اوٹھے اور کفار نے بجائے آنحضرت کے حضرت علی کو دیکھا تو حضرت علی سے آنحضرت کو پوچھا حضرت
علی نے کہا مجھکو معلوم نہین کفار آنحضرت کی تلاش مین نکلے اور ثور پہاڑ پر چڑھے وہان غار کو دیکھا تو اُسپر اللہ کے حکم سے مکڑی
نے جالا پور دیا تھا اسواسطے کفار نے سوچا کہ اگر اس غار مین جاتے تو مکڑی کا جالا کیونکر
استغفار سے عذاب آلہی ٹل سکتا ہے
خالی واپس آئے اور آپ تین راتین اسی غار مین رہے اور پھر مدینہ کو تشریف

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا

آگے آویگا یہان اسی قدر ذکر ہے کہ کفار نے مشورہ کرکے آنحضرت سے

اور اُسکے اختیار والے

نے یہ آیۃ نازل فرمائی ہی اس قصہ مین ابو طالب کا ذکر بعض

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

کی رات کا ہے اور ابوطالب کا انتقال اس سے تین برس

لیکن وہ اکثر خبر نہین رکھتے

عثمان بن عمرو جوزی ہی جسکو بعضے علما نے ضعیف

تو یہ آیۃ اوتری تھی وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم جسمین فرمایا
حبان نسائی کے شاگرد اور حاکم کے اوستاد ہین بلکہ پاک انپر عذاب نہین کریگا پھر جب آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کرکے
خزانہ تھے - اللہ تعالی نے اوپر اپنے فضل کا یستغفرون جسکا مطلب ہے کہ اللہ پاک ان کفار مکہ پر عذاب نہین کریگا
جو اپنے رسول کی مدد کی ہے وہ مدد کچھ اسی لیے ہین یہ بقیہ مسلمان تھے جو مکہ میں رہ گئے تھے پھر یہ لوگ وہان سے
کے ساتھ تھے ہجرت سے پہلے ان مشرکین وجہ ہے جو اللہ انپر عذاب نکرے کیونکہ وہ دونون سبب جنکی وجہ سے انپر
تعالی نے جب بھی اپنے رسول کی ایسی یے رسول وہان رہے اور نہ وہ لوگ رہے جو استغفار کیا کرتے تھے مفسرین
ابلیس علیہ اللعنۃ کا سارا مشورہ بیکار ہوگیا کہتے ہین کہ یہ عذاب وہ ہے جو بدر کی لڑائی مین ان مشرکون کو نصیب ہوا بہت
اوپر گذرا اس آیۃ کی تفسیر مین اوسکو بڑا دیئے انکے مال اسباب لوٹے گئے اور بعضون کا قول ہے کہ عذاب وہ ہے جو

منزل

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ

اور جب کوئی پڑہیے اُنپر ہماری آیتین کہین ہم سن چکے ہیں ہم چاہیں تو کہہ لین ایسا یہ کچہہ نہیں مگر

اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ

احوال ہیں پہلون کے اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہ دین حق ہے تیرے

فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

پاس سے تو ہمپر برسا پتھر آسمان سے یا لا ہمپر دکہہ کی مار

ایک شخص مشرکین مکہ مین نضر بن حارث تہا جسکو بدر کی لڑائی مین مقداد صحابی نے پکڑا تہا اور باوجود اسکے کہ بدر کے اور قیدی
فدیہ لیکر چہوڑ دئے گئے مگر نضر بن حارث کو اسی وجہ سے آنحضرت نے قتل کیا کہ وہ قرآن شریف کی شان میں ناشایستہ اور سخت
لفظ کہا کرتا تہا مجوس کے ملک کا سفر اس نضر بن حارث نے اکثر کیا تہا اور رستم و اسفندیار وغیرہ کی داستانین اسکو خوب یاد تہین
قرآن کے مقابلہ میں مشرکین کو وہ داستانین سنایا کرتا تہا اور کہا کرتا تہا کہ کہو میرے قصے اچھے ہیں یا محمد کے اور کہتا تہا چاہون
تو میں ایسا قرآن بنا سکتا ہون اسکی شان میں اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی آگے کی آیۃ مین پتھر برسنے اور عذاب کے آنے کی
خواہش کا جو ذکر ہے صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے روایۃ ہی کہ یہ خواہش ابوجہل نے کی تہی اور تفسیر ابن ابی حاتم مین
ے دن سب سعا

رلوم ہوتا ہی کہ یہ خواہش بھی نضر بن حارث ہی نے کی تہی اس تفسیر کے مقدمہ میں یہ گذر چکا
مین داخل کر دے گا جن کے دل میں کسی نہ
کہا ہی اسواسطے یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواہش ابوجہل اور نضر بن
کے فصل کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْ

اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجہکو بٹہادین یا مار

نو مشرکین مکہ کی کم عقلی جتلائی ہے کہ وہ قرآن جسمین کی ایک آیۃ بھی
یا کم عقلی کی باتین ان میں کے بعضے لوگ مونہہ سے نکلتے

وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمـ

اور اللہ بھی فریب کرتا تہا اور اللہ کا فریب

ہی بے عقلی ہی صحیح مسلم ابوداؤد وغیرہ میں جابر بن عبداللہ
دعا سے منع فرمایا ہے اس حدیث کو آخری آیۃ کی
کہ جیسے کی بددعا ابوجہل اور نضر بن حارث نے

مسند امام احمد بن حنبل تفسیر کلبی مغازی محمد بن اسحاق اور تفسیر ابن ابی حا
اوس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ میں دار الندوہ ایک مشورہ کی جگہ قریش نے قرار د
آنحضرت کی بابت مشورہ کرنے کی غرض سے جمع ہوئے دار الندوہ کے راستہ مین ای
نے اس بڈھے سے پوچھا تو کون شخص ہے بڈہے نے کہا نجد کی طرف کا رہنے والا ہیں
ایک مشورہ کی غرض سے آج جمع ہوئے ہو اس لئے مین نے چاہا کہ میں بھی اس مشو
اور جو کچہہ میری رائے ہو وہ مین بھی تمہارے سامنے ظاہر کرون اس جماعت سے

ـذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

انکو جب تک بخشوانے رہین

ائل کرنا چاہتے ہین اگر حق ہے تو ہمپر آسمان
ن ہو چکا ہوتا لیکن دو سبب سے تم پر
سلمان ہوتے رہتے تہے نبی کی ہجرت کے بعد

ضعیف لوگ جو ہجرت نہین کر سکے وہ مکہ میں تھے جو ہمیشہ اللہ سے مغفرت کی دعا کرتے رہتے تھے صلح حدیبیہ کے بعد رفتہ رفتہ وہ لوگ بھی مکہ سے نکل آئے اب تمپر عذاب آیا بدر میں ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے آخر خود مکہ فتح ہوگیا بعضے مفسروں نے کہا ہی کہ خود مشرکین مکہ طواف کے وقت غفرانک کہکر مغفرت چاہا کرتے تھے اور اسی سبب سے ان مفسرین نے تھوڑے دن عذاب کے روکنے کا حکم اس آیۃ سے ٹھرا کر پھر آئندہ کی آیۃ سے اس آیۃ کو منسوخ کہا ہی لیکن یہ قول صحیح نہیں ہی کیونکہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے بڑھکر نہیں ہو سکتی سورہ انا فتحنا کی آیۃ ولولا رجال مؤمنون ونساء مومنات میں صراحت سے اللہ تعالی نے فرمادیا ہی کہ ہجرت کے بعد عذاب کے روکنے کا سبب ضعیف مسلمان تھے ترمذی میں حضرت ابو موسے سے روایۃ ہی جسمین آنحضرتؐ نے فرمایا ہی کہ نبی کے ہونے تک نبی کا موجود ہونا اور نبی کے بعد لوگونکا استغفار کرنا عذاب آلہی سے بچنے کے یہ دو سبب ہیں اس حدیث سے بھی اسی تفسیر کی تائید ہوتی ہے جسکو اوپر قول صحیح قرار دیا گیا ہے کس لئے کہ اس حدیث میں خاص مسلمانوں سے آپ نے خطاب فرمایا ہے اور مسلمانونکی ہی استغفار کو عذاب الہی کے روکنے کا سبب قرار دیا ہے ترمذی کی سند مین اگرچہ ایک راوی اسمعیل بن ابراہیم بن مہاجر ضعیف ہے لیکن صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کو اپنے ایماندار بندہ کی توبہ و استغفار سے بڑی خوشی ہوتی ہے اس صحیح حدیث سے ابو موسے اشعری کی روایۃ کو تقویۃ ہو جاتی ہے اور صحیح تفسیر یہی قرار پاتی ہے کہ آیۃ میں ضعیف مسلمانون کی توبہ استغفار کا ذکر ہے کیونکہ مشرک شخص جب تک شرک سے توبہ نہ کرے اسکی استغفار سے نہ اللہ تعالی کو خوشی ہوتی ہی نہ ایسی استغفار سے عذاب آلہی ٹل سکتا ہے

منزل ۲

وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا

اور ان مین کیا ہے کہ عذاب نہ کرے انکو اللہ وہ روکتے ہیں مسجد حرام سے　اور اسکے اختیار والے

أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

نہیں اسکے اختیار والے وہی ہیں جو پرہیزگار ہین　لیکن وہ اکثر خبر نہین رکھتے

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف رکھتے تھے تو یہ آیۃ اوتری تھی وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم جسمین فرمایا تھا کہ جب تک اللہ کے رسول ان لوگون مین ہیں اللہ پاک انپر عذاب نہین کریگا پھر جب آپ مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے تو یہ آیۃ اوتری وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون جسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ پاک ان کفار مکہ پر عذاب نہین کریگا کیونکہ کچھ لوگ ابھی ایسے باقی ہیں جو استغفار کرتے ہیں یہ بقیہ مسلمان تھے جو مکہ میں رہ گئے تھے پھر یہ لوگ وہان سے جب نکل گئے تو یہ آیۃ اوتری جسمین فرمایا کہ اب کیا وجہ ہے جو اللہ انپر عذاب نکرے کیونکہ وہ دونون سبب جنکی وجہ سے انپر عذاب نہیں آتا تھا اب باقی نہیں رہے نہ اللہ کے رسول وہان رہے اور نہ وہ لوگ رہے جو استغفار کیا کرتے تھے مفسرین نے اس عذاب کے متعلق اختلاف کیا ہے بعضے کہتے ہیں کہ یہ عذاب وہ ہے جو بدر کی لڑائی میں ان مشرکون کو نصیب ہوا بہت سے ان مین کے قتل ہوئے بہت سے گرفتار ہوئے انکے مال اسباب لوٹے گئے اور بعضون کا قول ہے کہ عذاب وہ ہے جو

فتح مکہ کے روز اپر ہوا حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مراد اس سے آخرت کا عذاب ہے اور اس سے اوپر کی آیۃ میں جس عذاب کی بابت روکے جانے کا ذکر ہے وہ عذاب دنیا ہے پھر اللہ پاک نے سبب عذاب کرنے کا بیان فرمایا کہ یہ لوگ اپنے گمان میں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے متولی اور مالک ہیں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو اسکے طواف کرنے سے روکتے ہیں اس میں نماز نہیں پڑہنے دیتے ہیں پھر اونکے اس دعوے کو یوں جھوٹا کیا کہ یہ لوگ کیونکر خانہ کعبہ کے متولی ہوسکتے ہیں اسکے متولی تو متقی ہیں جو غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں معتبر سند سے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت انسؓ کی روایۃ ہے اسمیں انسؓ بن مالک کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اولیا آپکے کون ہیں آپ نے فرمایا ہر متقی اور یہ آیۃ پڑہی ان اولیاءہ الا المتقون ولکن اکثرہم لا یعلمون اسکا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اسلئے کعبہ کا حقدار خیال کرتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں مگر اینکے اکثر لوگوں کو یہ خبر نہیں کہ جس طریقہ پر یہ لوگ ہیں وہ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ نہیں ہے سوا اسکے جو لوگ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد بھی ہیں اور انکے طریقہ پر بھی ہیں کعبہ کے متولی ہونے کی وہ ہی زیادہ حقدار ہیں مستدرک حاکم اور بیہقی میں ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عالی خاندانی کچھ کام نہ آویگی بلکہ اوس دن ہر شخص کی پرہیزگاری کام آویگی حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ کی دوسری حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک مشرک شخص کو کعبہ کے طواف سے منع فرمایا تھا آیۃ میں پرہیزگار لوگوں کی فضیلت کا اور مشرکوں کے کعبہ کے متولی ٹھہرنے کے لائق نہ ہونے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اسکی تفسیر ہیں +

منزل ۲

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ

اور اونکی نماز کچھ نہ تھی کعبے کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

تفسیر ابن جریر تفسیر سدی اور تفسیر واحدی میں حضرت ابن عمر اور عکرمہ وغیرہ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں اور آنحضرت کو نماز پڑہتا ہوا دیکھکر نماز میں خیال بٹانے کی غرض سے ٹھٹھے کے طور پر مشرکین سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ ٹھٹھے کے طور پر نیک کام میں ہرج ڈالنا چھوٹی بات نہیں بڑا سخت گناہ ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ اپنے آپکو کعبہ کا متولی جو ٹھہراتے تھے اللہ تعالی نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ کعبہ نماز اور طواف کے لئے ہے طواف میں تو یہ لوگ اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کا نام لیتے ہیں اور خود تو نماز کے قائل نہیں اللہ کے رسول اور اونکے ساتھی اللہ کے گہر میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو اونکا خیال بٹانے کے لئے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں پھر بھلا ایسے لوگ کیونکر کعبہ کے متولی ٹھہر سکتے ہیں غرض مشرکین مکہ کے کفر اور اونکی شرارتوں کے ذکر کے بعد آیۃ کے آخری ٹکڑے میں اونکی سزا کا ذکر فرمایا کہ اون لوگوں نے اپنے کفر اور اپنی سرکشی کے سبب سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا بلکہ اس کفر اور سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکی سزا میں انہی لوگوں کو دنیا اور عقبے کا عذاب بھگتنا

پڑا دنیا کا عذاب تو یہ ہوا کہ بدر کی لڑائی میں یہ شریر لوگ بڑی ذلت سے مارے گئے پھر اون کی لاشیں بلے گور و کفن پڑی
رہیں عقبی کے عذاب کا یہ حال ہے کہ مرتے ہی عقبی کے عذاب میں گرفتار ہوگئے اسیواسطے اونکی لاشوں پر کھڑے ہو کر اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اپنے کفر اور شرارتوں کی سزا آنکھوں سے دیکھ لی اور عذاب الٰہی کے
وعدہ کو سچا پالیا صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک کی جو روایتیں ہیں انمیں ان لوگوں کی لاشوں کے پڑے رہنے کی اور اللہ کے
رسول کا ان لاشوں پر کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کے یاد دلانیکی پوری تفصیل ہے اور وہی روایتیں آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا
ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال کہ روکیں اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہوگا اونپر پچھتاوا پھر آخر مغلوب ہونگے

تفسیری اور مغازی محمد بن اسحاق وغیرہ میں جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ مشرکین چندہ
کرکے اور اپنے طور پر ایسے کاموں میں اپنا روپیہ خرچ کرتے تھے جن کاموں سے اونہیں مسلمانوں کو ضرر پہونچانا اور انکا زور
گھٹانا منظور ہوتا تھا مثلاً جب بدر کی لڑائی میں ابوجہل مارا گیا تو عکرمہ ابوجہل کے بیٹے نے شام کی تجارت کا اپنے حصہ کا روپیہ
ابوسفیان کے حوالہ کیا تھا کہ مسلمانوں سے اسکے باپ کے قتل کا بدلا لیا جاوے اور ابوسفیان نے اپنا روپیہ خرچ کرکے احد کی
لڑائی میں حبشی لوگ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نوکر رکھے اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ اس روپیہ کے
خرچ کرنے کا نتیجہ دین و دنیا میں یہ ندامت ہے کہ باوجود روپے خرچ کرنے کے انکا مقصد حاصل نہ ہوگا اور آخر مکہ فتح ہو کر
مسلمانوں کے قبضے میں آجاویگا اور دین میں اسکا یہ لوگ مواخذہ بھگتیں گے اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے کام میں روپیہ
خرچ کرنا جس سے لوگ نیک کام سے باز رہیں بڑے مواخذہ کی بات ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی جن
روایتوں کا ذکر اوپر گذرا وہی روایتیں اس آیۃ کی بھی گویا تفسیر ہیں کیونکہ اون روایتوں سے ان مشرکوں میں کے بڑے بڑے
سرکشوں کی دنیا اور عقبے کی حسرت اور ندامت کا حال اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۝ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ
بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ

اور جو کافر ہیں دوزخ کو ہانکے جاوینگے تا جدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک پر ایک پھر اوسکو ڈھیر کرے سارا پھر ڈالے اوسکو دوزخ میں وہی لوگ ہیں نقصان پانے والے

مشرکین مکہ نے جنگ بدر و جنگ احد وغیرہ میں جو مال و متاع خرچ کیا تھا اس سے انکو فائدہ نہوا اللہ پاک نے مسلمانوں
کو غالب رکھا اور کفار کو حسرت پر حسرت ہوئی اور مغلوب ہوتے گئے بعضے قتل ہوئے بعضے قید ہوگئے کچھ پیچھے کچھ بھاگ نکلے

منزل ٢

ع ٩
١٨

اور بعضے ایمان بھی لائے غرض اللہ پاک نے اس آیۃ میں اونہیں کفار کا حال بیان کیا کہ یہ لوگ باوجود اسکے کہ شکست پر شکست کھاتے گئے پھر بھی اپنے کفر پر جمے رہے دنیا میں جو کچھ اونکے مال کا اور جان کا نقصان ہوا وہ تو ہوا مگر آخرت میں بھی انکے واسطے نقصان ہی ہی یہ سب کے سب دوزخ کو ہانکے جاوینگے اور پاک کا جدا کرنا ناپاک سے یہ ہے کہ فتح مکہ تک اُن میں کے جو لوگ شرک کی ناپاکی کو ساتھ لیکر دنیا سے اُٹھہ گئے وہ دوزخی ہوئے اور جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ پچھلی سب ناپاکیوں سے پاک ہو گئے سدی کہتے ہیں کہ یہ تمیز آخرت میں ہوگی اس طور پر کہ مومن جنت میں داخل کئے جاوینگے اور کافر و مشرک جہنم میں ہونگے یا اسوقت ہوگی جب اللہ پاک ہر ایک گروہ اور ہر فرقہ اور ہر امت کو علیحدہ علیحدہ کہڑا کر کے ہر ایک کا حساب وکتاب لیگا پھر فرمایا کہ جو مال ان کفار نے اللہ کے رسول کی عداوت میں خرچ کیا ہو اوس مال خبیث کو اوس پاک مال سے جسکو مومنین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے صرف کیا ہے جدا کر کے انکو جہنم میں ڈالا جاویگا پھر فرمایا کہ یہ کفار نہایت ہی خسارہ میں رہے ان کا مال کا بھی نقصان ہوا اور جانکا بھی نقصان ہوا انس بن مالک کی جن روایتوں کا ذکر اوپر گذرا وہی روایتیں ان مخالف لوگوں کے دنیا و دین کے نقصان کی گویا تفسیر ہیں۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ

تو کہدے کافروں کو اگر باز آویں تو معاف ہو اونکو جو ہو چکا اور اگر پھر بھی کرینگے تو پڑ چکی ہے راہ

الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ

منزل ۲

اگلوں کی اور لڑتے رہو اونسے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جائے حکم سب اللہ کا پھر اگر وہ باز آویں

اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ

تو اللہ انکے کام دیکھتا ہو اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمہارا کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار

ان آیتوں میں اللہ تعالی نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ ابوسفیان وغیرہ کفار سے یہ بات کہدو کہ اگر تم لوگ کفر سے اور ارادہ قتل مومنین سے باز رہکر دائرہ اسلام میں آجاؤگے تو تمہارے جتنے گناہ ہیں وہ سب بخشدئے جائینگے مسند امام احمد اور مسلم میں عمرو بن عاص کی ایک حدیث ہے جسمیں عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ جب خدا نے میرے دل میں اسلام کا ارادہ ڈالا تو میں حضرت کے پاس حاضر ہوا اور آپسے بیعت کرنے کو ہاتھہ بڑہایا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھہ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھہ کھینچ لیا آپ نے فرمایا یہ کیا بات ہی میں نے کہا کہ ایک شرط ہی آپنے اُس شرط کا حال دریافت فرمایا تو میں نے کہا کہ پہلے آپ میرے لئے استغفار کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کیا تو نہیں جانتا ہی کہ اسلام اُن گناہوں کو مٹا دیتا ہے جو اسلام سے پہلے ہو چکے ہوں اور ہجرت اور حج کو بھی فرمایا کہ یہ بھی پچھلے گناہوں کو مٹانے والے ہیں غرضکہ آیۃ اور اس حدیث دونوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ اسلام ماقبل کے گناہوں کو بالکل نیست و نابود کر دیتا ہی اس لئے یہ حدیث آیۃ کے ٹکڑے یغفر لہم ما قد سلف کی گویا تفسیر ہے پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ ان لوگوں سے یہ بھی کہدو کہ اگر تم لوگ اپنے اُسی کفر

ونفاق پر جمے رہوگے اور اللہ کے رسول کی مخالفت کیے جاؤگے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالی کے کارخانہ قدرت میں قاعدہ یون ہی جاری رہا ہی
کہ وہ اپنے انبیا اور مومنین کی مدد کرتا ہی اور کفار کو ہلاک کر دیتا ہی مطلب یہ ہی کہ اگر یہ بدر کی لڑائی میں سے بچے ہوئے مشرک لوگ اپنی شرک
سے باز نہ آئے تو وہی انجام انکا ہوگا جو انکے ساتھیون کا ہوا بدر کی لڑائی کا انجام انس رضی بن مالک کی صحیح بخاری و مسلم کی روایتون کے
حوالے سے اوپر گذر چکا ہی پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ آپ اور مومنین ان کفار سے جنگ کریں یہانتک کہ شرک باقی نہ رہی فتنہ
کی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس نے شرک کی فرمائی ہی اور بعضے سلف نے یہ کہا ہی کہ فتنہ باقی نہ رہیگا مطلب یہ ہے کہ مسلمانون
کو کفار فتنہ میں ڈالتے تھے جو مسلمان ہوتا تھا اوس سے برائی سے پیش آتے اور ابتدا ابتدا میں طرح طرح کی تکلیف پہونچایا کرتے تھے
پھر فرمایا کہ خالص خدا کا دین ہوجائے ویکون الدین کلہ للہ کی یہی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی نے فرمائی ہے صحیحین میں ابو موسی
اشعری کی حدیث ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے پوچھا کوئی شخص اپنی شجاعت ظاہر کرنے کو لڑتا ہی اور کوئی مال
غنیمت کے خیال سے اور کوئی اپنی شہرت حاصل کرنیکی غرض سے لڑتا ہے تو ان میں کون فی سبیل اللہ مقاتلہ کرتا ہے آپنے جواب دیا
کہ جو شخص محض اسواسطے لڑتا ہی کہ اللہ کی توحید کا رواج بڑہے اور خدا ہی کا بول بالا ہو وہ فی سبیل اللہ جنگ کرتا ہی یہ حدیث آیۃ
کے ٹکڑے وقاتلوھم کی گویا تفسیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی لڑائی سوائے دین کی مدد کے اور کسی دنیا کے خیال سے نہ
ہونی چاہیئے پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اگر یہ کفار اس لڑائی سے خائف ہوئے اور ایمان لے آئے اور کفر سے باز رہے تو تمہین
تو انکے دلون کی خبر نہیں ہے مگر ایسے کہدو کہ خدا تمہارے اعمال سے پوری واقفیت رکھتا ہے وہ تمہارے عمل دیکھہ رہا ہے تم سے
در گذر کریگا اور اگر پھر یہ لوگ اپنی کفر پر جمے رہے اور لڑائی پر مستعد ہوئے تو یہ بات جان لیوین کہ خدا انہین کبھی فتحیاب نہیں کریگا
وہ تو ہمیشہ تمہارے ہی ساتھہ تمہاری مدد کرتا رہے گا اور ہر وقت تمہیں کو غلبہ دیتا رہیگا اوس سے بڑہکر کوئی حمایتی نہیں ہے
اور نہ اوس سے زیادہ کوئی مددگار ہے ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فتنہ کے متعلق وہ ایک روایۃ نقل کی ہے جسکی سند صحیح ہی جسمین
یہ ہے کہ عبد الملک بن مروان نے عروہ کے پاس ایک خط لکھکر چند باتین دریافت کی تھین یہ پوچھا تھا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کیونکر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر کے گئے تھے اوسکے جواب میں عروہ نے جو کچھہ لکھا ہے اوسکو ابن جریر نے مفصل بیان کیا ہے
اسکا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پاک نے جب حضرت کو رسول بناکر دنیا میں بھیجا اور آپ نے اپنی قوم کو اللہ کی وحدانیت کی طرف بلایا
تو پہلے یہ لوگ آپ سے اتنا نہیں بھاگتے تھے اور جو کچھہ حضرت صلعم فرماتے تھے اوسکو سنا کرتے تھے مگر جب اونکے بتون کا ذکر آیا اور
بتون کی پوجا سے اونکو منع کیا گیا تو یہ لوگ دشمنی کرنے لگے اور جو شخص اسلام مین داخل ہوتا تھا اوسپر جبر کرتے اور فتنہ برپا کرتے تھے جب
مسلمانونکو تکلیف ہونے لگی تو آپ نے اونکو ملک حبشہ مین چلے جانے کا حکم دیدیا حبشہ کا بادشاہ نجاشی تھا کسی کے دین کے ساتھ مخالفت
نہین کرتا تھا پھر جب اہل مکہ میں سے کچھہ زبردست لوگ بھی ایمان لائے تو یہ کفار کچھہ ڈھیلے پڑ گئے یہ بات اون مسلمانونکو جو حبشہ
میں چلے گئے تھے معلوم ہوئی تو واپس آگئے غرض کہ یہ پہلا فتنہ تھا پھر جب مدینہ کے کچھہ لوگ مسلمان ہوئے اور مدینہ سے مکہ حضرت
کے پاس آنے جانے لگے تو قریش کے دل میں پھر جوش پیدا ہوا اور فتنہ پر آمادہ ہوئے پھر حج کا زمانہ آیا تو مدینہ کے کچھہ سردار آپکے

منزل ۲

پاس آئے جو مسلمان ہو گئے اور اللہ کے رسول سے ان لوگون نے یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر آپ مدینہ میں چلین تو جس طرح ہم اپنے بال بچون
اور اپنی جانون کی حفاظت کرتے ہیں اوسی طرح آپ کی حفاظت کرینگے اور ہر طرح سے آپ کو مدد دینے پر آمادہ رہیں گے اوسوقت
آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیدیا کہ چلو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں بودوباش اختیار کریں یہ دوسرا فتنہ تھا جو اہل مکہ نے برپا
کیا تھا اسی فتنہ کے وقت یہ آیۃ اوتری کہ ان لوگون سے جنگ کرو تاکہ فتنہ باقی نہ رہے یہ عروہ بن زبیر مشہور تابعیون مین
ہیں صحاح کی سب کتابون میں ان کی روایتیں ہیں عبدالملک بن مروان خلفاء بنی امیہ میں کے ایک خلیفہ ہیں انکے ہی زمانہ مین
عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے اور حجاج نے انکے ہی زمانہ میں کعبہ کی پہلی عمارت کو توڑ کر یہ جدید عمارت بنائی جو ابتک موجود ہی
ریشمی کپڑے کا کعبہ کا غلاف بھی انہی عبدالملک کے زمانہ سے شروع ہوا سنہ ۲۶ ہجری مین ان عبدالملک کی
پیدائش ہے اور سنہ ۶۵ ہجری سے خلافت اور سنہ ۸۶ ہجری میں وفات ہے صحیح مسلم مین عبداللہ بن مسعود
سے روایۃ ہے جس میں بعضے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ اسلام لانے سے
پہلے آدمی جو گناہ کر چکا اب اسلام لانیکے بعد اون گناہونکا کچھ وبال تو اس آدمی کے ذمہ باقی نہ رہیگا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے جواب مین فرمایا کہ جو شخص ظاہر و باطن مین ہر طرح خالص
دل سے اسلام لاویگا اوس پر تو اسلام سے پہلے کے گناہون کا کچھ وبال نہ رہے گا
کیونکہ اسلام پچھلے گناہونکو مٹا دیتا ہے ہان جو شخص فقط ظاہر مین اسلام
لے آویگا اور باطن میں منافقون کی سی دغابازی اوسکے دل مین
باقی رہے گی تو ایسے جھوٹے اسلام سے اسلام کے پہلے گناہ معاف
نہون گے بلکہ ایسے شخص کو اگلے پچھلے سب گناہونکا مواخذہ
بھگتنا پڑے گا۔ اس حدیث کو آیۃ کے ٹکڑے ان
ینتھوا یغفر لہم ما قد سلف کی تفسیر مین بڑا دخل
ہے کیونکہ آیۃ کے ٹکڑے اور حدیث کے
ملانے سے یہ مطلب ٹھہرتا ہی کہ اسلام
سے پہلے کے گناہونکی معافی کیلئے
خالص دل کا اسلام ضروری ہے
اوپرے دل کا اسلام ان
معافی کیلئے کافی
نہین

منزل ۲

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَ

اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے اس مین سے پانچوان حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور

الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اوس چیز پر جو ہمنے اوتاری اپنے بندہ پر

يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

جس دن فیصلہ ہوا جس دن بھڑین دو فوجین اور اللہ سب چیز پر قادر ہے

غنیمت اور فی دو چیزین جدا جدا ہین غنیمت وہ ہے جو سوار پیادون کا لشکر دشمنون پر حملہ کرکے لڑ بھڑ کے اس جنگ مین جو کچھ
مال ومتاع قلیل یا کثیر ہاتھ آوے وہ سب مال غنیمت ہے اور فی وہ مال ہے جو دشمنون سے بے لڑے بھڑے حاصل ہو مثلاً
جو کچھ صلح مین مقرر ہو یا کوئی لاوارث شخص مسلمانون کے ملک مین ہو اوسکے مرنے کے بعد جو کچھ اوسکا سامان مسلمانون کے
ہاتھ لگے یا خراج کے طور پر مال ملے یہ سب فی ہے فی کے احکام سورہ حشر مین مذکور ہین یہان اللہ پاک نے مال غنیمت کے حکام
بیان فرمائے یہ غنیمت اور کسی نبی کے وقت مین حلال نہ تھی بلکہ اور انبیا کے زمانہ مین جب کسی نبی کو مال غنیمت ہاتھ لگتا تھا تو
اسکو ایک جگہ میدان مین جمع کر دیا کرتے تھے آسمان سے ایک آگ آکر اسکو جلا جاتی تھی۔ اللہ پاک نے محض اپنے کرم سے اس
مال غنیمت کو اس امت کے لئے حلال ومباح کیا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزین دی گئی ہین جو مجھ سے
پہلے کسی نبی کو نہین عطا ہوئین ہین ۱ سارے جہان کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہون۔ ایک ۲ مہینے کے راستہ سے میرا رعب دشمنون
پر پڑتا ہے اور مجھے غلبہ ہوتا ہے۔ میرے ۳ لئے غنیمت حلال کی گئی ہے جو پہلے مجھسے کسی کے واسطے مباح نہ تھی۔ میرے ۴ لئے ساری زمین
مسجد بنا دی گئی جہان چاہون نماز پڑھ لون۔ میرے ۵ واسطے قیامت کے دن کی شفاعت مقرر ہے مین اپنی امت کی شفاعت
کرون گا اس حدیث کو ابن عباسؓ کی روایت سے امام احمد نے سند جید سے روایت کیا ہے اور ایک حدیث اسی مضمون کی ابو ہریرہ
کی صحیحین مین ہے مگر اس مین چھٹی چیز کا بھی ذکر ہے کہ مجھپر نبوت ختم کر دی گئی ہے بہر حال اللہ پاک نے غنیمت کا مال یون تقسیم
کرنے کو فرمایا کہ کل مال غنیمت کی چھوٹی بڑی چیز ایک جگہ کرکے اسکے پانچ حصہ کر چار حصہ تو غازیون کے ہین جو لڑائی مین شریک
تھے خواہ پیچھے گئے ہون یا پہلے گئے ہون بلا نیت کے شریک ہوئے ہون یا نیت کرکے گئے ہون سوار کو دو حصہ دئے جائین
اور پیادہ کو ایک حصہ اور وہ ایک حصہ جو رہا اسکے پھر پانچ حصہ کئے جائین ایک حصہ ان مین سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے
اور دوسرا حصہ آپکے قرابتمندونکا تیسرا حصہ یتیمون کا چوتھا حصہ مسکینون کا پانچوان حصہ محتاج مسافرونکا اور اللہ پاک نے
اپنا ذکر اس آیۃ مین تبرک کے طور پر بیان کیا ہے اپنا کوئی حصہ مقرر نہین کیا ہے حضرت عبد اللہ بن عباس اور اکثر مفسرونکا
یہی قول ہے کہ یہ جملہ فان للہ خمسہ برکت کیلئے ہے کیونکہ زمین وآسمان مین جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے غرض اس خمس مین
اللہ اور اسکے رسول کا ایک ہی حصہ ہے کوئی علیحدہ علیحدہ نہین ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس حصہ کو جو چاہین کرین چاہے

جسکو دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت مین سے کوئی چیز پسند کرتے تھے تو اوسکو بطور نفل کے لے لیتے تھے معتبر سندے
مسند امام احمد اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایۃ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی مین تلوار
ذو الفقار بطور نفل کے لی تھی حصہ سے بڑھکر جو چیز ہو وہ نفل ہے ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے
کہ صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اس نفل کے طور پر تھین کہ جنگ خیبر میں جو غنیمت ہاتھ لگی تھی اوس میں سے آپ نے انکو پہلے
اپنے لئے منتخب کر لیا تھا حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث مستدرک حاکم مین بھی ہے اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے ذو القربےٰ سے مراد بنی ہاشم
اور بنی مطلب ہیں بنی نوفل اور بنی عبد الشمس اگرچہ آپکی چچا کی اولاد میں ہیں مگر یہ لوگ ذو القربےٰ میں نہیں ہیں کیونکہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب ایک ہیں اور دونون انگلیون کو ملا کر بتایا کہ اسطرح پھر ان مین بھی اسکی
رعایت کی جاتی تھی کہ مردون کو پہلے دیتے تھے اور مردون کے ہوتے ہوئے عورتون کو جو بنی ہاشم اور بنی مطلب کی اولاد میں
تھیں انکو حصہ نہیں دیا جاتا تھا چنانچہ آنحضرت عثمان اور زبیر کی والدہ بنی ہاشم میں سے تھین انہیں کچھ نہیں دیا کرتے تھے
یتیمی سے مراد مسلمانون کے یتیم بچے ہیں مسکین وہ ہیں جو گذر اوقات کے موافق آمدنی نرکھتا ہو ابن السبیل وہ لوگ جو سفر مین ہون
اور محتاج ہون انکے پاس اتنا نہ ہو کہ سفر مین خرچ کر سکین پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جو حکم مال غنیمت میں ہمنے جاری کیا ہی اور
جسطرح اسکی تقسیم کر دی ہے اگر تم لوگ اللہ پر اور قرآن کی آیتون پر ایمان لائے ہو تو تم اس حکم کو بجا لاو حضرت عبد اللہ بن عباس
فرماتے ہیں کہ یوم الفرقان یوم بدر ہے اسکو یوم الفرقان اسواسطے کہا کہ اس روز حق و ناحق میں فرق ہو گیا حق غالب ہوا اور ناحق کا
دعوی مغلوب ہوا یوم التقی الجمعان بھی وہی بدر کا دن ہے یہ پہلا معرکہ تھا جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کو کفار کے
ساتھ پیش آیا تھا بدر کی لڑائی مین مشرکون کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا رمضان کی سترہوین تاریخ روز جمعہ کو یہ معرکہ آرائی
ہوئی تھی مسلمان کچھ اوپر تین سو تھے اور کفار ایک ہزار تھے ستر آدمی کفار کے ہلاک ہوئے اور اسی قدر گرفتار ہوکر آئے پھر اللہ پاک
نے فرمایا کہ یہ خدا ہی میں قدرت ہی جو اتنے قلیل لشکر کو اتنے بڑے گروہ پر اوسنے غالب کر دیا وہ ہر شی پر قادر ہے اسکے نزدیک
کوئی بات مشکل نہیں ہی شروع سورت میں یہ جو فرمایا تھا کہ مال کا حق اللہ اور رسول کو ہے جس طرح اللہ کی مرضی ہوگی اسی
طرح وہ اس مال کی تقسیم اپنے رسول کی معرفت کرا دیویگا اب اس آیۃ مین اس وعدہ کو پورا فرما دیا غرض وما انزلنا علی عبدنا سے
مقصود وہی شروع سورہ کا وعدہ ہے جو الانفال للہ والرسول فرماکر نازل فرمایا تھا بدر کی لڑائی پہلی لڑائی تھی اور تنگدستی کے
سبب سے لشکر اسلام کو روپیہ کی ضرورت بھی تھی اسلئے بغیر پانچوان حصہ نکالنے کے اللہ کے رسول نے اس لڑائی کی غنیمت کا سب مال
تو لشکر اسلام کو بانٹ دیا لیکن آیندہ سے غنیمت کے مال کے یہ پانچ حصے اور پانچوین حصے کے پھر پانچ حصے اس طرح قرار پائے
جس کا ذکر اس آیۃ مین ہی اوپر یہ جو گذرا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اگر غنیمت کے مال مین کوئی چیز پسند کر لیتے تھے تو پانچوین
حصہ کے علاوہ بھی آپکو اسکا لینا جایز تھا مثلاً بدر کے مال غنیمت مین سے تلوار ذو الفقار اور خیبر کے مال مین سے صفیہ بنت
حی کو آپ نے پسند کیا تھا یہ قول بعضے سلف کا ہے باقی سلف اسکے قائل نہیں ہیں اور کہتے ہیں کہ اس آیۃ کے نازل ہونے کے

منزل ۲

بعد علاوہ پانچوین حصہ کے اور کوئی زیادہ چیز کبھی اللہ کے رسول نے نہیں لی یہ باقی کی سلف نے ذوالفقار کا جواب تو یہ دیتے ہیں
کہ یہ قصہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے اور صفیہ رضی اللہ عنہا کے قصہ کی بابت صحیح بخاری و مسلم کے انس رض بن مالک اور
ثابت البنانی کی وہ روایتین پیش کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے صفیہ رضی اللہ عنہا دحیہ کلبی کے حصہ مین گئی تھین
اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دحیہ کلبی سے خرید لیا حاصل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اسی طرح یہ مسئلہ بھی اختلافی
ہے کہ سوار کے تین حصے ہیں زیادہ تفصیل ان اختلافی مسئلون کی بڑی کتابون میں ہے۔

إِذْ أَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنْكُمْ ۚ وَ
جسوقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اوتر گیا تم سے اور
لَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا لِيَهْلِكَ
اگر آپس مین تم وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر لیکن اللہ کو کر ڈالنا ایک کام جو ہو چکا تہا تا مرے
مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ
جو مرتا ہے سو جھکر اور جیوے جو جیتا ہے سو جھکر اور اللہ سنتا ہے جانتا

اللہ پاک نے اس آیۃ میں مسلمانوں پر اپنا یہ احسان جتلایا ہے کہ ہم نے کس طرح تمکو کفار کے مقابل کر دیا اور کس خوبی سے جنگ کا
سامان مہیا کر دیا اگر تم لوگ ارادہ کر کے بھی آتے اور لڑائی کے لئے میعاد بھی مقرر کر لیتے تو یہ بات نصیب ہوتی تم چلے تھے
اور خیال سے اور اللہ پاک کا اور ارادہ تھا اسنے اپنا ارادہ پورا کر دیا کیونکہ تمہاری حالت یہ تھی کہ ابو سفیان کا قافلہ لوٹنے کو چلے
تھے اور مدینہ کے قریب جنگل اور ٹیلون کے پاس تھے اور تمہارے مخالف قریش مدینہ سے بہت دور پر مکہ کے قریب تھے اور
ابو سفیان کا قافلہ مدینہ سے تین میل پر دریا کے پاس اوترا ہوا تھا کسی کو کسی کی خبر نہ تھی تمہارے پاؤن ریت کی زمین میں
جمنے مشکل تھے اور تمہارے دونون مخالف ایک سامنے ابو سفیان اچھی زمین پر اترا ہوا تھا دوسرے قریش تمہاری پشت
پر تھے تمہاری تعداد بہت ہی کم تھی دشمنون کا لشکر شمار مین تم سے کہین زیادہ تہا ایسی نازک حالت مین ہمنے تمہین ان لوگون
پر فتحیاب کیا محمد بن اسحاق اپنی سیرت میں یہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلکر صفرا مقام کے قریب
پہونچے تو دو شخصون کو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو ابو سفیان کی خبر کو بھیجا یہ دونون جب بدر میں پہونچے تو ایک ٹیلہ
پر اونٹون کو بٹھا کر پانی کی فکر میں گئے دریا کے کنارہ پر دو لڑکیاں جھگڑ رہی تھین ایک نے کہا کہ میرا حق دیدے دوسری نے
کہا کل لشکر آئیگا تو دیدونگی اتنے میں مجدی بن عمرو ابو سفیان کی طرف کا آدمی آیا اور اسنے ان دونون لڑکیون کے پاس آکر کہا
کہ تم سچ کہتی ہو بسبس و عدی یہ سنکر مشکون میں پانی بھر کر چلے گئے اور حضرت کو آکر خبر دی کہ ابو سفیان آگیا ہی ابو سفیان
جب مجدی سے ملا تو پوچھا کہ یہان تو نے کسی غیر کی تو آہٹ نہین پائی اسنے کہا کہ نہین مگر دو سوار آئے تھے اور مشکون
مین پانی بھر کر چلے گئے ابو سفیان اس ٹیلہ کے پاس آیا جہان اونٹ بیٹھے تھے وہان اوس نے اونٹون کی مینگنیان دیکھیں اور انکو

منزل ۲

توڑا تو ان مین کہجور کی گٹھلیان پائین اور کہنے لگا کہ یہ چارہ یثرب کا ہے اور جلدی سے اپنے قافلہ مین واپس آیا اور دریا کے کنارہ پر قافلہ اتار کر اچھی طرح سے اسکی مضبوطی و نگہبانی کر لی اور پہر قریش کو کہلا بہیجا کہ اب تمہارے آنے کی ضرورت نہیں ہے مین نے حفاظت کر لی ہے تم واپس چلے جاؤ ابو جہل نے یہ خبر سنکر کہا ہم تو واپس نہیں جائینگے بدر مین تین روز قیام کرین گے یہان ٹہرکر اونٹ ذبح کرکے کہائین گے شراب پیئن گے گانے سنین گے عرب ہماری آمد کی خبر سنکر ہمیشہ ہم سے ڈرا کرینگے غرضکہ یہ تو اس رنگ مین تھے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب بدر پہونچکر حضرت علی ابن ابی طالب اور سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن عوام کو چند اشخاص دیگر تجسس کیلئے روانہ کیا یہ لوگ بنی سعد بن عاص اور بنی حجاج کے غلام کو پکڑ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے آپ نماز پڑہ رہے تھے اسلئے آپکے صحابہ نے ان دونون سے پوچھا تم کسی کے غلام ہو ان دونون نے کہا ہم قریش مین پانی بہرنے کو آئے تھے مگر اونھون نے ان دونون کو جھوٹا سمجھا اور سمجھے کہ یہ ابو سفیان کے غلام ہین اور ان کو مارنے لگے جب وہ دونون غلام عاجز ہوئے تو ناچار اونھون نے کہدیا کہ ہان ہم ابو سفیان کے قافلہ کے لوگ ہین اس کے بعد صحابہ نے اونہیں چھوڑ دیا اتنے مین حضرت نماز سے فارغ ہوگئے اور فرمایا کہ جب وہ غلام سچ بولے تو تم نے انہین مارا اور جب جھوٹ بولے تو چھوڑ دیا واللہ یہ قریش کے آدمی تھے پہر اور لوگون سے پوچھا کہ قریش کی خبر تبلاؤ لوگون نے کہا وہ دور کی گھاٹی مین ہین آپ نے فرمایا کتنے لوگ ہین اونھون نے کہا یہ نہیں معلوم مگر بہت ہین پہر آپ نے فرمایا اچھا کتنے اونٹ روز ذبح کیے جاتے ہین انھون نے کہا کہ نو دس اونٹ روز ذبح کئے جاتے ہین آپ نے فرمایا نو سو سے ایک ہزار تک کی انکی تعداد ہے پہر پوچھا کہ قریش کے اشراف لوگون مین کون کون آیا ہے انھون نے تبلایا عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ۔ ابو البختری بن ہشام حکیم بن حزام ۔ نوفل بن خویلد حرث بن عامر بن نوفل طعیمہ بن عدی ۔ نضر بن حارث ۔ زمعہ بن اسود ۔ ابو جہل ۔ امیہ بن خلف اور نبیہ و منبہ حجاج کے بیٹے سہل بن عمرو ۔ عمرو بن عبد ود ان لوگون کے نام سنکر فرمایا مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑون کو پھینکدیا ہے یہ لوگ چیدہ چیدہ شخص ہین جو آپہنچے ہین پہر سعد بن معاذ نے جو انصار مین تھے کہا کہ حضرت ہم آپکے واسطے چھپر طیار کر دین اس مین آپ جا بیٹھین اور ہم دشمنون سے مقابلہ کرین اللہ نے فتح دی تو یہی ہمارا مقصود ہے اگر خدانخواستہ کوئی معاملہ نوعدگر ہوا تو آپ اپنے باقی لوگون مین جا ملین پہر اونھون نے اور انصار کے متعلق یہ بات کہی کہ آپ سے وہ لوگ پیچھے رہ گئے جو ہم سے زیادہ آپکو چاہتے ہین اگر وہ یہ جانتے کہ مقابلہ پیش آئیگا تو پیچھے نرہتے بلکہ یہان آنکر آپکی مدد کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد کی تعریف کی اور دعا دی اونھون نے چھپر ڈالدیا جسمین آنحضرت اور ابو بکر بیٹھ گئے اور انکے ہمراہ اور کوئی نہ تھا صبح کو قریش کوچ کرکے سامنے آئے اور مقابلہ ہوگیا اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ ہم نے بغیر میعاد کے دونون لشکرون کو جمع کر دیا تھا کہ حق و ناحق ظاہر ہوجاوے تمہین فتح نصیب ہو اور دشمنونکو شکست ہو اور ایمان اور کفر علیحدہ علیحدہ ہوکر پہر کسی کو کچھ شک و شبہ باقی نرہے پہر فرمایا جسکو زندہ رکہنا تھا اوسے زندہ رکھا اور جسے ذائقہ موت چکھانا تھا اوسے نیست و نابود کیا پہر آیۃ کو ان لفظون پر ختم فرمایا کہ اللہ سمیع علیم ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اسنے تمہاری دعائین سن لین اور تمہاری حاجتین پوری کر دین وہ تمہاری کمزوری جانتا تھا تم اپنے

منزل ۲

دشمنون سے بہت کم تھے مگر اسنے پوری پوری مدد پہونچائی صحیح بخاری مین کعب بن مالک کی حدیث ہی جسمین یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے سفر کے وقت فقط ابو سفیان کے قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر کے مدینہ سے نکلے تھے مگر اللہ تعالی نے اپنے ارادہ
کے موافق مسلمانون اور قریش کی فوج کا مقابلہ کرا دیا صحیح بخاری و مسلم مین عبد اللہ بن مسعود رض کی حدیث ہی جسمین یہ ہے کہ ہجرت سے
پہلے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل اور اسکے چند ساتھیون نے مشورہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی پیٹھ پر نجاست کی بھری ہوئی اوجھڑی ڈال دی اور آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان لوگون کے نام لے کر انپر
بد دعا کی عبد اللہ بن مسعود رض اس قدر قصہ کی روایتہ کے بعد قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لوگونپر بد دعا
کی تھی عبد اللہ بن مسعود رض نے بدر کی لڑائی کے میدان مین انھین کے بہت سے لوگون کو بڑی بیکسی سے مردہ پڑے ہوئے دیکھا
انھین کا ایک شخص جسکا نام عبد اللہ بن مسعود کی بعضی روایتون میں نہین ہے اور صحیح بخاری کی باقی کی روایتون سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ عمارہ بن الولید تھا یہ شخص اگرچہ بدر کی لڑائی میں بچ گیا لیکن پھر دیوانہ ہو کر بڑی خرابی سے مرا ان حدیثونکو آیتہ کی
ٹکڑے لیقضی اللہ امرا کان مفعولا کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیتہ کے اس ٹکڑے اور حدیثونکو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ بدر کے سفر
کے وقت اگرچہ مسلمانون کا ارادہ مشرکون کی فوج سے لڑنے کا نہین تھا لیکن اللہ تعالی کے ارادہ ازلی میں یہ تھا کہ وہ اپنے رسول کی کئی
برس پہلے کی بد دعا کا اثر لوگون کو دکھلا دے اسلیے اسنے مسلمانون کے ارادہ کے بغیر اس لڑائی کا موقع پیش کرا دیا اور جن صحابہ نے اللہ کے
رسول کی بد دعا کا موقع دیکھا تھا کئی برس کے بعد انکو اوس بد دعا کے اثر کا موقع بھی دکھا دیا سمیع علیم کا مطلب یہ ہے کہ کئی برس پہلے
اللہ تعالی نے اپنے رسول کی بد دعا سن لی تھی اور وہ بد دعا قبول بھی ہو گئی تھی لیکن علم الٰہی میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اس لئے اپنے
وقت پر اس بد دعا کے اثر کا ظہور ہوا۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ

جب اللہ نے اونکو دکھلایا تیرے خواب میں تھوڑے اور اگر وہ تجھکو بہت دکھاتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ

کام مین لیکن اللہ نے بچا لیا اسکو معلوم ہے جو بات ہے دلون میں — اور جب تمکو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمہاری

قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

آنکھون مین تھوڑی اور تمکو تھوڑا دکھلایا انکی آنکھون میں تا کر ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہی ہر کام کی

مجاہد کہتے ہیں کہ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اللہ پاک نے دشمنون کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خواب دکھلایا کہ
وہ لوگ بہت ہی تھوڑے آدمی ہیں آپ نے اس خواب کو اپنے اصحاب سے بیان کیا وہ لوگ حضرت کے خواب کو سچا سمجھا کرتے تھے اسلیے
یہ خواب سنکر اونکے دل مضبوط ہو گئے اور جراءت انکی بڑھ گئی اور اگر خواب مین انکی پوری تعداد دکھلا دی جاتی اور وہی خواب اللہ کے
رسول لوگون کے روبرو بیان کرتے تو انکے جی پہلے ہی چھوٹ جاتے معرکہ جنگ مین شریک نہوتے آپس مین جھگڑا ہونے لگتا بعضے

منزل ۲

ع ۵/۷

لڑائی میں شرکت چاہتے اور بعضے لڑائی کے ٹال دینے کو ترجیح دیتے اسیکو اللہ پاک نے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے اللہ نے خواب میں
کفار کی تھوڑی سی تعداد تمہیں دکھلائی تاکہ سب مسلمان لڑائی کے ارادہ سے مستعد رہیں اور آپس میں تنازع نہونے پائے کیونکہ اللہ پاک
دلوں کی حالت کا علم رکھتا ہے ابن مسعودؓ کہتے ہیں کفار میری آنکھوں میں جتنے معلوم ہوئے اسکا اندازہ میں کرتا تھا کہ ستر آدمی ہونگے
ایک شخص میرے پاس کھڑا تھا میں نے اس سے اپنا اندازہ بیان کیا وہ بھی کہنے لگا کہ ہاں سو کے قریب ہونگے پھر جب ہم نے کفار
کے ایک آدمی کو گرفتار کیا اور اس سے پوچھا کہ سب کتنے آدمی تھے تو اس نے کہا کہ ہم ہزار آدمی تھے اللہ پاک نے مسلمانوں کی نظروں
میں بھی عین معرکہ جنگ میں کفار کی تعداد کم دکھلادی اور آپکا خواب سچا کر دیا اور کفار کی آنکھوں میں بھی مسلمان تھوڑے معلوم
ہوئے کیونکہ اگر انکو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ بہت ہیں تو میدان جنگ میں نہیں ٹھہرتے بھاگ جاتے اور خدا کو اپنی بات پوری
کرنی تھی وہ وعدہ کر چکا تھا کہ ایک قافلہ ان دونوں میں سے تمہارا ہے اور مسلمانوں کو عزت دینی تھی سرخرو کرنا تھا اپنا بول بالا
رکھنا مقصود تھا خالص اپنا دین قائم کرنا تھا - پھر جب معرکہ کارزار گرم ہو گیا تو اللہ پاک نے مسلمانوں کی مدد کو فرشتے بھیجدیے
جسکا ذکر پہلے اس سورہ اور سورہ آل عمران میں مفصل گذر چکا ہے پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ کل امور خدا ہی کی طرف رجوع کرتے
ہیں جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہی ہو کے رہتا ہے بندے ہزار چاہیں کچھ ہی کیا کریں کچھ بھی نہیں ہوتا - اس میں اس بات کی تنبیہ
کی گئی ہے کہ دنیوی امور مقصود نہیں ہیں خدا کے نزدیک وہی بات پسند ہے جس سے آخرت درست ہو صحیح مسلم کے حوالہ سے
عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی یہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ
تعالی نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے کعب بن مالک کی یہ حدیث بھی گذر چکی ہے کہ مسلمان مدینے سے جب نکلے
تو انکا ارادہ فقط ابو سفیان کے تیس آدمیوں کے قافلہ پر حملہ کرنے کا تھا مکہ سے ہزار آدمیوں کی مشرکوں کی فوج کے آجانے کی مسلمانوں کو
خبر نہیں تھی صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رض کی ایک بڑی حدیث ہے جسمیں یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ایک
خواب کا ظہور اسطرح یقینی طور پر ہوا کرتا تھا جس طرح ہر ایک رات کے بعد صبح کا ہونا یقینی ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا
دخل ہے کیونکہ آیتوں اور حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ بدر کے مقام پر مسلمانوں اور مشرکوں کی لڑائی کا ہونا لوح محفوظ
میں لکھا جا چکا تھا اور یہ لکھا جا چکا تھا کہ بغیر پہلے سے تیاری کرنے کے تین گنی فوج سے جب مقابلہ ہو گا تو مسلمانوں کے دل پر
ہراسگی چھا جاویگی اس لیے اللہ تعالی نے اپنے رسول کے خواب میں دشمنوں کی تعداد گھٹا دی تاکہ مسلمان لوگ اس خواب کو سنکر
مستعدی سے دشمنوں کا مقابلہ کریں کیونکہ اس بات کو مسلمان لوگ بارہا آزما چکے تھے کہ اللہ کے رسول کا ہر ایک خواب ہمیشہ
یقینی ہوتا ہے علاوہ اسکے اس خواب کے سچے ہونے کا یقین یوں ہی اللہ تعالی نے بڑھا دیا کہ مسلمانوں کی نظروں میں بھی دشمنوں کی
تعداد گھٹا دی یہاں یہ خواب حقیقت میں یوں سچا تھا کہ ان مکہ کے مشرکوں میں سے فتح مکہ تک بہت سے لوگ دائرہ اسلام میں
داخل ہونے والے تھے اسواسطے خالص دشمنوں کی تعداد میں اللہ تعالی نے انہیں لوگوں کو دکھلایا جو حالت شرک پر مرے
گئے جس طرح رسولوں کی وحی میں شیطان کا دخل نہیں ہونے پاتا یہی حال رسولوں کے خواب کا ہے اسواسطے رسولوں کے خواب

سبب سچے ہوتے ہیں عام مسلمانون کے خواب میں یہ بات نہ تھی اسلئے اللہ تعالی کی حکمت اس بات کی متقضی ہوئی کہ آسنے عام مسلمانون کی نظرون میں ایک خاص تاثیر پیدا کردی جس سے بہت سے دشمن اونہیں تھوڑے نظر آئے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا

اے ایمان والو جب ٹھہرو تم کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو شاید تم مراد پاؤ اور حکم مانو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اللہ کا اور آسکے رسول کا اور آپسمین نہ جھگڑو پہر نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری باؤ اور ٹھیرے رہو اللہ ساتھ ہی ٹھیرنے والونکے

اوپر کی آیتون میں اُس مدد کا ذکر تھا جو اس لڑائی میں اللہ تعالی کی طرف سے پہونچی اب ان آیتون مین اللہ تعالی نے مسلمانون کو میدان جنگ کے اداب سکھائے ہیں عبد اللہ بن اوفیؓ کی ایک حدیث صحیحین میں ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو تم دشمنون سے مقابلہ کی تمنا نکرو خدا سے عافیت چاہتے رہو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو جاوے تو صبر اختیار کرو اور جان لو کہ جنت تلوار کے سایہ مین ہے آیتون اور حدیث کو ملا کر مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانون جب کسی جماعت دشمن سے مقابلہ کرو تو صبر و سکون کو کام میں لا کر اپنے قدم اس معرکہ میں ثابت رکھو اور خدا کے یاد کرتے رہو اور بہت یاد کرو جس سے تمہین فلاحیت ہوگی لڑائی کے وقت ذکر کا حکم اسلئے فرمایا کہ گھبراہٹ کے وقت خدا کا ذکر مددگار بنے اور بعضے مفسر یہ کہتے ہیں کہ ذکر سے مراد دعا کا کرنا ہے جس طرح اصحاب طالوت نے یہ دعا کی تہی ربنا افرغ علینا صبرا و ثبت اقدامنا وانصرنا علی قوم الکافرین معتبر سند سے ابو داؤد و مستدرک حاکم مین سہلؓ بن سعد کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کی لڑائی کیوقت آدمی جو دعا کرے وہ ضرور قبول ہوتی ہی۔ اس حدیث سے آخری قول کی تائید ہوتی ہے پہر یہ فرمایا کہ ہر حال مین خدا اور اوسکے رسول کی اطاعت کرتے رہو اور آپسمین تفرقہ نہ ڈالو ورنہ تمہاری رائیں مختلف ہو جائین گی اور تم مین نامردی آجائیگی اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی اور فتح یابی رائگان ہو جائیگی قتادہ کہتے ہیں مذہب ریحکم کے معنے مدد غیبی کے ہیں مطلب یہ ہے کہ تفرقہ کے پیدا ہو جانے سے پہر تمہین غیب سے مدد نملے گی پہر اللہ پاک نے فرمایا کہ لڑائی میں صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے اور جب خدا ساتھ ہو گیا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا ہی سورہ آل عمران مین گذر چکا ہی کہ احد کی لڑائی کے وقت مدینہ کے اندر سے لڑنے اور مدینہ کے باہر جا کر لڑنے میں صحابہ مختلف ہوئے پہر تیر انداز لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلایا ہوا پہاڑ کا ناکہ چھوڑ دیا غرض احد کی لڑائی سے تیرہ مہینے پہلے اللہ تعالی نے ان آیتون میں مسلمانون کو لڑائی کے وقت ایسی باتون سے روکا تھا لیکن تقدیر آلہی کے موافق احد کی لڑائی کے وقت اس ممانعت کا خیال مسلمانون کو نرہا اسواسطے اُس لڑائی کا انجام اچھا نہین ہوا سختی کے وقت صبر کرنے کا یہ مطلب ہی کہ گویا آدمی اُس سختی کی کشایش کو اللہ تعالی کی مرضی پر چھوڑتا ہے اسیواسطے فرمایا کہ اللہ صبر کرنے والون کے ساتھ ہے جسکا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص اپنی سختی کی کشایش کو اللہ کی مرضی پر منحصر رکھے گا اللہ اوسکی سختی کی کشایش میں اُسکے ساتھ اور اُسکی مدد کو موجود ہے اس لئے صحیح بخاری اور مسلم مین

منزل ۲

ابو سعید خدری کی جو ایک حدیث ہی اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر سے بڑھکر کوئی اچھی چیز آدمی کو نہیں دی گئی ہی جسکا مطلب یہ ہے کہ صبر کا دنیا میں تو یہ مرتبہ ہی کہ صبر کرنے والے شخص کے ساتھ اللہ ہی اور عقبیٰ میں صبر کا وہ اجر ہے کہ جسکا حساب و اندازہ سوا اللہ تعالی کے کسی کو معلوم نہین چنانچہ طبرانی کبیر میں معتبر سند سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اور عملون کا اجر تو حساب سے ملے گا لیکن صبر ایسی چیز ہے جس کا اجر صبر کرنے والونکو اوس دن بے حساب ملے گا یہ حدیث آیۃ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب کی گویا تفسیر ہے ۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

اور مت ہو جیسے وہ لوگ کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے اور لوگوں کو دکھاتے اور روکتے اللہ کی

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۝

راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کرتے ہیں

تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین جو شان نزول اس آیۃ کی حضرت عبد اللہ بن عباس سے بیان کی گئی ہی اوس کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی کے دن شام کی طرف سے قافلہ جو مشرکین مکہ کی تجارت کا مال لا رہا تھا جب وہ قافلہ مسلمانون کے ہاتھ سے بچ گیا تو ابو سفیان نے ابو جہل سے کہا تھا کہ تم لوگ مکہ سے اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اب قافلہ تو بچ گیا چلو مکہ کو واپس چلنا چاہیے ابو جہل نے کہا نہیں تین روز بدر میں ٹھہرینگے اور شراب پیوینگے اور کئی کئی اونٹ روز ذبح کرینگے اور گانے والی چھوکریاں جو ہمارے ساتھ ہیں انکا گانا سنین گے جس سے لوگوں پر ذرا ہمارا رعب پڑیگا چنانچہ اسی کے موافق بدر پر مقام ہوا اور نتیجہ اس شیخی مارنے اور اترانے کا یہ ہوا کہ بجائے شراب کے جام کے جام مرگ ستر آدمیون کے ساتھ ابو جہل کو پینا پڑا اور بجائے گانے کے ہر طرف نوحہ کی آواز بلند ہوئی اسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور مسلمانون کو اس طرح کے اترانے سے منع فرمایا صحیح بخاری و مسلم وغیرہ مین عبد اللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ کی روایتین ہیں جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کا اترانا اللہ تعالی کو اس قدر ناپسند ہے کہ پچھلی امتون مین کے بعضے اترانے والے لوگون کو اللہ تعالی نے زمین مین دھنسا دیا آیۃ مین اترانے کی جو ممانعت ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ ابو جہل اور اوس کے ساتھیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مین نماز پڑھتا ہوا دیکھکر آپکی پیٹھ پر اوجھڑی ڈال دی تھی یہ حدیث اور اس قسم کی بہت سی حدیثین ویصدون عن سبیل اللہ کی تفسیر ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ طرح طرح سے اللہ کے رسول اور مسلمانون کو اللہ کے راستہ سے روکتے تھے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی حدیث گذر چکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ ہو رہا ہے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہی اس حدیث سے واللہ بما یعملون محیط کی تفسیر اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے ۔

منزل ۲

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَتِ

اور جسوقت سنوار دئے لگا شیطان انکی نظرمین اونکے کام اور بولا کوئی غالب نہوگا تپر آجکے روزمین رفیق ہون تمہارا پہر جب سامنے

الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ

ہوئیں دونون فوجین اولٹا پہرا اپنی ایڑیون پر اور بولا مین تمہارے ساتھہ نہین مین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے مین ڈرتا ہون اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہی

طبرانی مغازی محمد بن اسحاق اور تفسیر ابن حاتم میں شان نزول اس آیت کی حضرت عبداللہ بن عباس سے جو کچھ بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ جب مشرکین مکہ نے اپنے تجارتی قافلہ کی مدد کی غرض سے مکہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو بہ سبب اسکے کہ مشرکین مکہ سے اور قبیلہ بنی بکر سے مدت سے عداوت تھی اسلئے مشرکین مکہ کے جی میں یہ خیال گذرا کہ ایسا نہو آج پچھلی عداوت کے سبب سے قبیلہ بنی بکر بھی ہماری مخالفت پر کھڑا ہو جاوے اس صورت میں لشکر اسلام اور قبیلہ بنی بکر دو لشکرون سے ہمکو مقابلہ کرنا پڑے اس خیال سے مشرکین مکہ سے نکلنے میں ذرا پس و پیش کر رہے تھے شیطان نے اتنے مین کیا دہوکا دیا کہ بنی کنانہ قبیلے کے سردار سراقہ ابن مالک کی صورت بن مشرکین کے پاس آیا اور کہا کہ مین تمہارا حامی اور مددگار ہون کوئی قبیلہ بنی بکر وغیرہ تم پر چڑھ کر نہ آسکے گا اور آج تمہارا وہ جتا وہ زور ہے کہ تم پر دنیا مین کوئی آج کے روز غالب نہیں آسکتا یہ کہکر اپنے اون ساتھیون کو لیکر جو ظاہر مین بنی کنانہ کے قبیلہ کے لوگ دکھلائی دیتے تھے اور حقیقت وہ شیاطین تھے شیطان بدر کے مقام تک مشرکون کے لشکر کے ساتھہ رہا جب لڑائی کے وقت ملائکہ اسکو مسلمانون کے لشکر کی طرف نظر آئے اسوقت بے تحاشہ یہ کہتا ہوا بھاگا کہ مین وہ دیکھتا ہون جو تمکو نظر نہیں آتا بدر کی لڑائی کے بعد جب سراقہ بن مالک سے لوگون نے اسکے بھاگنے کا قصہ بیان کیا اوسنے قسمین کھائین کہ میں ہرگز بدر نہیں گیا نہ مجھکو اس لڑائی کی خبر ہے پھر پیچھے ان لوگون کو اسلام لانے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا اس قصے کے بیان مین اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر طرح سے بہکانے کی غرض سے شیطان آدمی کے تمام جسم میں اسطرح دوڑتا پھرتا ہے جس طرح ہر شخص کے جسم مین خون دوڑتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی شخص نماز کے لئے اوٹھنے کا قصد کرتا ہی تو شیطان اس شخص کے دل مین یہ وسوسہ ڈالتا ہی کہ ابھی بہت رات ہے نماز کا وقت دور ہے اسلئے ابھی سو جانا چاہیے۔ معتبر سند سے ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ مین حارث اشعری کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان کے بہکاوے کے بچنے کے لئے یاد الٰہی ایسی چیز ہے جیسے کسی زبردست دشمن کے حملے سے بچنے کے لئے کوئی قلعہ۔ ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون کو ملانے سے یہ مطلب نکلتا ہی کہ آزمائش کے طور پر اللہ تعالی نے شیطان کو بہت بڑا قابو انسان کے بہکانے کا دیا ہی جس قابو کے سبب سے وہ طرح طرح کے دہوکے انسان کو دیتا ہے مثلاً اسنے سراقہ بن مالک کا بھیس بدلکر اہل مکہ کو دہوکہ دیدیا اور نماز کے لئے اوٹھنے

منزل ۲

والے شخص کو یون بہکا دیا کہ ابھی بہت رات ہے ٹہر کر اوٹھنا چاہیئے اسی طرح اسکے بہکانے کی ہزارون صورتین ہین چنانچہ حافظ عبد الرحمن بن جوزی رحمہ اللہ نے اس باب مین تلبیس ابلیس ایک بہت بڑی کتاب تصنیف کی ہے غرض دہوکے کی صورتون کو اچھی صورتون کے ڈہنگ پر لاکر جو انسان کو شیطان بہکاتا ہے اسی کو وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ اَعْمَالَهُمْ فرمایا ہے اس موذی کے پہندے سے بچنے کا وہی علاج ہے جسکا ذکر حارث اشعری کی صحیح حدیث مین ہے کہ یاد الٰہی سے بڑھکر کوئی علاج اس پہندے سے بچنے کا اسی طرح دنیا مین نہین ہے جس طرح دشمن کی حملے سے بچنے کے لئے کسی مضبوط قلعہ کی پناہ کے سوا اور کوئی علاج نہین اب یاد الٰہی کی دو صورتین ہین ایک تو یہ ہے کہ جب یہ موذی بہکانے کا قصد کرے اسی وقت ایماندار شخص کو چاہیئے کہ اس موذی کو اپنا قدیمی دشمن سمجھکر کسی طرح کی یاد الٰہی مین مشغول ہو جاوے جس سے یہ موذی بھاگ جاویگا اور اسکو بہکانے کا موقع نہ ملے گا دوسری صورت یہ ہے کہ اگر اتفاق سے کوئی شخص اس موذی کے پہندے مین پہنسکر کوئی گناہ کر بیٹھے تو ایسے شخص کو فوراً ابو سعید خدری کی اس صحیح حدیث کے موافق عمل کرنا چاہیئے جو مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے۔ حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب شیطان ملعون ٹہرایا جاکر آسمان پر سے نکالدیا جانے لگا تو اس نے اللہ تعالیٰ کے جاہ و جلال کی قسم کہا کر یہ کہا کہ جہانتک اس سے ہو سکے گا یہ بنی آدم کے بہکانے مین کوتاہی نکریگا اسکے جواب مین اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے جاہ و جلال کی قسم کہا کر یہ فرمایا کہ بنی آدم مین سے جو گنہگار شخص کسی طرح کے گناہ کے بعد خالص دل سے توبہ و استغفار کریگا تو مین بھی اسکے ہر طرح کے گناہون کے معاف کر دینے مین کبھی دریغ نکرونگا آیت کے ٹکڑے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سخت ہونا معلوم ہے اور اوس ملعون کو اوس عذاب کا خوف بھی ہے لیکن اس سبب سے کہ وہ ملعون علم الٰہی مین گمراہ ٹہر چکا ہے اسکے اس خوف نے اوسے اوس ازلی گمراہی سے نہین بچایا بنی آدم مین سے جو لوگ ازلی گمراہ ٹہر چکے ہین اونکا بھی یہی حال ہے کہ عقبیٰ کے خوف کی کوئی نصیحت انکے دل پر کچھ اثر نہین کرتی

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

جب کہنے لگے منافق لوگ جن کے دلون مین آزار ہے یہ لوگ مغرور ہین اپنے دین پر اور جو کوئی بہروسا کرے اللہ پر تو اللہ ہے زبردست حکمت والا

تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ جب مسلمانونکی فوج کفار کی فوج سے قریب ہوئی اور اللہ پاک نے مسلمانونکو کفار کی نظر مین اور کفار کو مسلمانون کی نظر مین تھوڑا دکھلا دیا تو مشرک کہنے لگے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہو کر باوجود اس تھوڑی سی تعداد کے لڑنے آئے ہین اسپر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس کمی اور بیشی پر نجاؤ خدا پر جو بہروسہ کرتا ہی اوسے سرخروئی ہوتی ہے خدا بڑا زبردست اور حکمت والا ہی ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحاب کو تھوڑا دیکھکر سرکشی کی راہ سے یہ بات بھی کہی تہی کہ آج تک تو خیر مگر آج کے بعد پہر کبھی اللہ کی عبادت خالص نہ کی جائے گی کیونکہ وہ مشرک یہ سمجھے ہوئے تہا کہ ہم غالب ہونگے اور مسلمان پسپا ہونگے پہر کوئی نہ خالص اللہ پر ایمان لاویگا نہ خالص عبادت اللہ کی زمین پر ہوگی تفسیر کلبی اور تفسیر ابن حاتم مین یہ بھی ہے کہ مکہ مین کچھ لوگ تھے جو ظاہر مین اسلام لائے تھے مگر انکا اسلام پکا نہ تھا یہ

منزل ۲

لوگ بھی ابوجہل کے ساتھ لڑائی کو آئے تھے اور مسلمانوں کی قلت دیکھکر کہنے لگے یہ لوگ اپنے دین پر مغرور ہو کر باوجود اس قلت کے لڑائی مین پیش قدمی کر کے آئے ہیں ان باتوں کا جواب اللہ تعالی نے یہ دیا کہ یہ ایمان دار لوگ مغرور نہیں ہیں بلکہ اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے یہ لوگ لڑائی مین اسطرح کی پیش قدمی کر رہے ہیں حاصل کلام یہ ہی کہ لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے ابوجہل اور اُسکے ساتھیون نے بہت سی باتین مغرور پنے اور اترانے کی موہنہ سے نکالین۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ کی روایتین اوپر گذر چکی ہیں کہ انسان کا اترانا اللہ کو بہت ناپسند ہے اور آیۃ ان اللہ مع الصابرین کی تفسیر مین صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث کا یہ مطلب بھی گذر چکا ہے کہ صبر و تحمل کو کام میں لا کر جو شخص اپنی کسی سختی کی کشایش کا بھروسہ اللہ پر کریگا اور اپنی اُس کشایش کو اللہ کی مرضی پر منحصر رکھے گا تو اُس سے بڑھ کر کوئی اچھی چیز دنیا میں آدمی کے لئے نہیں ہے ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثون کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ مشرکین مکہ نے لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے مغرور پنے اور اترانے کی باتین جو موہنہ سے نکالی تھین اُنکی وہ باتین اللہ تعالی کو ناپسند ہوئین اسواسطے اللہ تعالی نے اُن لوگون کے غرور کو یون ڈہایا کہ اس لڑائی مین اُنکو بڑی بھاری شکست ہوئی اور مسلمانون نے اپنی لڑائی کا انجام اللہ کو سونپا تھا اس لئے اللہ تعالی نے طرح طرح سے اونکی مدد فرمائی جسکے سبب سے اونکو بہت بڑی فتح نصیب ہوئی اور دین اور دنیا مین اونکی عزت اور آبرو بڑہی مسند امام احمد مین جابرؓ کی صحیح حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدر کی لڑائی میں جتنے صحابہ موجود تھے قیامت کے دن اون مین سے کوئی شخص دوزخ مین نہ جاویگا صحیح بخاری میں رفاعہ بن رافع کی حدیث ہی جسمین جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جسطرح بدری صحابہ کو زمین پر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے آسمان پر یہی طرح اون فرشتونکا حال ہے جو بدر کی لڑائی مین لشکر اسلام کی مدد کو آئے تھے یہ حدیثین اور اسی قسم کی اور حدیثین ہیں جن سے بدری صحابہ کی دین دنیا کی عزت اور آبرو کا حال معلوم ہوتا ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ

اور جب کبھی تو دیکھے جسوقت جان لیتے ہیں کافرونکی فرشتے مارتے ہیں اُنکے منہ پر اور پیچھے اور چکھو

وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝

عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اوسی کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھون اور اسواسطے کہ اللہ ظلم نہین کرتا بندونپر

تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ جب مشرکین مسلمانون کی طرف موہنہ کرتے تھے تو سامنے سے مسلمانون کی تلوار پڑتی تھی اور جب پیٹھ پھیرتے تھے تو فرشتے پیچھے سے مارتے تھے بدر کی لڑائی مین جو مشرک مارے گئے یہ تو انپر فرشتون کی مار کے پڑنے کا حال ہی عام مشرکون کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ کے فرشتے جب اونکی روح قبض کرنے کو آتے ہیں تو اونکو مارتے پیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب عذاب الٰہی کا مزا چکھو چنانچہ ایک جگہ ابوداؤد اور مسند امام احمد کے حوالہ سے براء بن عازب کی ایک صحیح حدیث اس باب میں گذر چکی ہی جسمین اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ دنیا مین جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے یہ اسی کا

منزل ۲

عوض اور خمیازہ ہے اللہ نے کوئی ظلم اونپر نہیں کیا کیونکہ اوسکی عادت ظلم کی نہیں ہے وہ ظلم سے بالکل پاک ہے صحیح مسلم
مین ابوذرؓ کی ایک حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کیا ہے اور تمہاری ولت
بھی اوسکو حرام کر دیا ہے اسلئے تم آپس مین ایکدوسرے پر ظلم نہ کرو صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ
کی روایتین اوپر گذر چکی ہیں کہ اللہ تعالی کو انسان کا اترانا بہت ناپسند ہے اور اوپر کی آیتون میں مشرکین مکہ کے اترانے کا حال
بھی گذر چکا ہے اون آیتون حدیثون اور ابوذرؓ کی اوپر کی حدیث کو اس آیۃ کے ساتھ ملانے سے آیۃ کی تفسیر کا یہ حاصل مطلب
ہے کہ مشرکین مکہ نے لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اترانے کی باتین کی تھین اور انسان کا اترانا اللہ تعالی کو بہت ناپسند ہے اسلئے
اللہ تعالی نے ان اترانے والونکو یہ سزا دی کہ اس لڑائی میں آدمی اور فرشتے دونون کے ہتھیارون کا اونہیں نشانہ بنایا اسیواسطے
فرمایا کہ اللہ تعالی نے اونپر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ اون لوگون نے جیسا کیا اوسکا بدلہ پایا۔

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ

جیسے دستور فرعون والون کا اور جو ان سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی باتون پر سے سو پکڑا اونکو اللہ نے

بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اونکے گناہون پر اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا

منزل ۲

اللہ پاک نے کفار بدر کی عذاب کے ذکر فرمانے کے بعد مشرکون کو پہلی امتون کا عذاب یاد دلا کر فرمایا کہ ان مشرکین مکہ کو
جو یہ اپنی گمراہی اللہ کی آیتون اور اوسکے رسول کے جھٹلانے کے سبب بدر کی لڑائی مین ہلاک کر دیا یہ کوئی نئی بات نہ تھی
بلکہ ہمیشہ سے یہی عادت الٰہی ہے کہ جو قومین ان سے پہلے ہو گذری ہیں جو کفر کرتی گئین اور اونھون نے اللہ کی آیتون کو جھٹلایا پھر
اس خطا پر اللہ نے اونہیں پکڑ لیا اللہ پاک بہت ہی قوی ہے اوسکی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا ہے اور اوسکا عذاب بھی بہت
سخت ہے اوس سے کوئی بھاگ بھی نہیں سکتا ہے معتبر سند سے مستدرک حاکم مین ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین مکہ کے بڑون مین ایک شخص عمرو بن لحی تھا پہلے پہل اوسنے ملت ابراہیمی کو بدلکر مکہ مین بت پرستی
پھیلائی اور جب سے پشت در پشت مکہ میں بت پرستی چلی آتی ہے اس حدیث کو آیت کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیت
اور حدیث کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ مشرکین مکہ کی کئی پشت سے مکہ میں بت پرستی چلی آتی تھی اسلئے وہ لوگ اسکو ایک قدیمی بات
سمجھے تھے اور اوسکی حمایت مین قرآن اور اللہ کے رسول کو جھٹلانا ایک معمولی بات جانتے تھے حاصل یہ ہے کہ جس طرح ایک تاریخی
ثبوت کے طور پر یہ لوگ عمرو بن لحی کے زمانہ سے بت پرستی کی قدامت نکالتے تھے اور اوسکے مقابلہ مین شریعت الٰہی کو ایک جدید
چیز جانکر اوسے جھٹلاتے تھے اوسی طرح تاریخی ثبوت سے اللہ تعالی نے بدر کی لڑائی سے بچے ہوئے مشرکون کو اس آیۃ مین قائل
کیا اور فرمایا کہ عمرو بن لحی کا زمانہ تو کل کی بات ہے پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام کے زمانہ سے اگرچہ یہ بت پرستی کا
بلا چلی آتی ہے لیکن کسی زمانہ مین اسکی قدامت کو اللہ تعالی نے قائم نہین رکھا بلکہ نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر فرعون

کے زمانہ تک جس جس قوم میں یہ شرک کا جرم پہیلا اللہ تعالی نے اس جرم کی سزا مین اون سب قوموں کو طرح طرح کے عذابون
سے ہلاک کر دیا اس بدر کی لڑائی مین بھی ان مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سرکشون نے قتل اور قید کی ذلت جو اوٹھائی وہ بھی
پہلے کے موافق اسی جرم کی سزا تھی - اس لڑائی میں اس جرم کے جو مجرم ذلت سے بچ گئے ہیں اون مین سے جو لوگ اس جرم
سے آیندہ باز آئے وہ تو ذلت سے بچ جاوینگے اور جو اس جرم مین گرفتار رہے آنکے نصیب مین اخر کو یہی ذلت لکھی ہے اللہ سچا ہے
اور اسکا کلام سچا ہے فتح مکہ تک مشرکین مکہ مین سے جو لوگ شرک چھوڑ کر دائرہ اسلام مین داخل ہوگئے وہ ذلت سے بچ گئے
اور جو اپنی قدیمی حالت پر رہے اونھون نے نہایت ذلت سے آخر کو اپنی بستی اہل اسلام کے قبضہ مین دیدی اور سوا شرک کے چھوڑنے
اور اسلام قبول کرنے کے انکو اور کچھہ بن نہ آیا اس سے بڑھکر مشرکین مکہ کی اور کیا ذلت ہو سکتی ہے کہ مکہ اور اطراف مکہ میں اون کے
تین سو ساٹھہ ۳۶۰ بت جو رکھے تھے جنکو یہ مشرک لوگ اپنا معبود جانتے تھے فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھہ مین کی
لکڑی مار مار کر اون بتون کو گرا دیا اور کوئی مشرک اپنے ان معبودون کی کچھہ حمایت نہ کر سکا صحیح بخاری میں عبد اللہ بن مسعود اور
صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے جو روایتین ہیں اُنمین ان بتون کے گرانے کا پورا قصہ ہے -

ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۙ وَأَنَّ اللّٰهَ
یہ اسپر کہا کہ اللہ بدلنے والا نہیں نعمت کو جو دی تہی ایک قوم کو جب تک وہ نہ بدلین اپنے جیون کی بات اور اللہ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُم
سنتا ہے جانتا جیسے دستور فرعون والونکا اور جو انسے پہلے تھے جھٹلائین باتین اپنے رب کی پہر کھپا دیا ہمنے اونکو
بِذُنُوبِهِمْ وَأَغْرَقْنَا آلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوا ظَالِمِينَ ۝
گناہو نپر اور ڈبو دیا فرعون والون کو اور وہ سارے ظالم تھے

اللہ پاک نے اس آیۃ مین یہ فرمایا کہ ان کفار پر جو عذاب آیا جنگ بدر میں قتل و غارت ہوئے مسلمانون کی قید مین آئے انکے مال
لوٹ لئے گئے اس کا سبب یہ ہے کہ آنھون نے اپنی حالت خود بدل دی عمرو بن لحی نے ملت ابراہیمی کو بدل کر مکہ مین بت پرستی پہیلائی
جسمین انکے بڑے مبتلا ہوئے حال کے لوگ اپنے بڑونکے قدم بقدم چلے اوسپر اللہ تعالی نے اپنی بردباری سے فوراً اُنکو ہلاک نہین
کیا بلکہ آنکی حالت کو درست کرنے کیلئے نبی آخر الزمان کو بہیجا قرآن نازل فرمایا تفسیر سدی اور تفسیر ابن ابی حاتم مین جو روایتین ہین
اُن مین ہے کہ یہان نعمت سے مطلب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ اللہ پاک نے یہ نعمت اہل مکہ کو دی
تھی آپکو رسول بنا کر ان لوگون مین بہیجا تہا ان لوگون نے آپکی کچھہ قدر نہ کی آپکے ساتھ بد سلوکی سے پیش آئے اسلئے اللہ پاک نے
اپنے رسول کو مکہ سے مدینہ انصار کے پاس بہیجدیا اسکے بعد پہر اہل مکہ پر بدر کی آفت آئی کسلیے کہ اللہ پاک ہر ایک قوم کی باتو
کو سنتا ہے اور ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے پہر بطور تاکید کے قوم فرعون اور پہلی امتون کا حال بیان فرمایا کہ انہین کفار کی طرح
فرعون اور دوسری امتون کے پاس بھی اللہ تعالی نے رسول بہیجے اور کتابین اوتارین خیر و برکت کا دروازہ اونپر کھولدیا

منزل ۲

طرح طرح کی نعمت انکو عطا کی مگر اون لوگون نے اوسکا شکر نہ ادا کیا بلکہ اللہ کے رسولون اور اللہ کے کلام کو جھٹلایا اسلیئے اللہ نے
اونہیں ہلاک کر دیا کسی کو آدمی سے بندر بنا دیا کسی پر پتھر برسائے اور سب سے آخر پر فرعون کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کیا اسی
طرح ان کفار مکہ کو تلوار سے قتل کرا دیا یہ کل قومین جو اپنے ہی کردار بد کی وجہ سے ہلاک ہوئین یہ سب کے سب ظالم تھین اپنی جانو
خود اونھون نے ظلم کیا اور دوسرونپر بھی یہ ظلم کیا کہ اونہیں گمراہ کر دیا جس طرح عمرو بن لحی نے مکہ مین بت پرستی نکالی جس سے
خود بھی گمراہ ہوا اور دوسرونکو بھی گمراہ کیا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی یہ نہیں چاہتا کہ کسی قوم کو جو نعمت عطا کر چکا بغیر کسی
ناشکری کے اوس قوم سے وہ نعمت چھین لیوے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ رضہ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر
چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی سے بڑھکر کوئی بردبار نہین ہے لوگ اوسکی عبادت مین اورونکو شریک
ٹھہراتے ہیں اور اوسکو صاحب اولاد کہتے ہین اور وہ اپنی بردباری سے اونکی صحت عافیت اور رزق کے انتظام میں کچھہ خلل نہین
ڈالتا اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب ہوا کہ اگرچہ عمرو بن لحی کے زمانہ سے
مشرکین مکہ نے اللہ کے گھر میں شرک پھیلا رکھا تھا لیکن اللہ تعالی نے اپنی بردباری سے بدر کی لڑائی تک اون پر کوئی آفت
نازل نہین فرمائی ہان جب دن بدن اونکی سرکشی بڑھتی گئی تو بدر کی لڑائی مین اللہ تعالی نے اونکی سرکشی کو ڈھایا پچھلی قومون
کی ہلاکت مین فرعون اور اوسکی قوم کی ہلاکت سب سے آخر ہے جسکے سبب سے عرب کے کان اس قصہ سے زیادہ آشنا تھے اس لیے
پہلی آیۃ اور اس آیۃ مین اس قصہ کا ذکر تنبیہ کے طور پر دو دفعہ فرمایا

منزل ۲

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ الَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ

بد ترسب جانداروں مین اللہ کے ہان وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہین مانتے جنسے تو نے اقرار کیا ہے اونمین پھر

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ○ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ

وہ توڑتے ہیں اپنا اقرار ہر بار اور ڈر نہین رکھتے سو اگر کبھی تو پاوے اونکو لڑائی مین تو ایسی سزا دے

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ إِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ

اونکے پچھلے شاید وہ عبرت پکڑین اور اگر تمکو ڈر ہو ایک قوم کی دغا کا تو جواب دے اونکو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہیں آتی دغا بازی

تفسیر ابن ابی حاتم میں مجاہد سے اور تفسیر ابو الشیخ مین سعید بن جبیر سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوسکا
حاصل یہ ہے کہ آنحضرت اور یہود بنی قریظہ کا یہ معاہدہ تھا کہ نہ وہ لوگ آنحضرت سے لڑین گے نہ مسلمانون کے دشمن
کو مدد دین گے پہلے اونھون نے خلاف معاہدہ کر کے مشرکین مکہ کو ہتیارون کی مدد دی اور جب اون سے پوچھا گیا تو معاہدہ
کے یاد نرہنے کا عذر کیا پھر دوبارہ معاہدہ کیا اور پھر معاہدہ کے برخلاف تمام قبائل عرب کو بھکا کر خندق کی لڑائی مین چڑھا
لائے ان مین ایک شخص کعب بن اشرف شاعر بڑا شریر تھا مسلمانون کی ہمیشہ ہجو کیا کرتا تھا یہ وہی کعب بن اشرف ہے
جس نے مشرکین مکہ سے یہ کہا تھا کہ تمہارا دین مسلمانون کے دین سے اچھا ہے محمد بن مسلمہ صحابی نے اوسکو خاص طور پر اوسکے

گھر جا کر قتل کیا اور نو سو کے قریب بنی قریظہ کے لوگ جو تھے خندق کی لڑائی کے متصل ایک بڑے محاصرہ کے بعد سب کو انکی
گڑہی سے اوتار کر ایک دم مسلمانون نے قتل کر ڈالا اور کعب بن اشرف اور بنی قریظہ کے قتل کا قصہ تفصیل سے بخاری مین
مذکور ہے اسے بنی قریظہ کی بدعہدی کے ذکر مین اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین یہ کعب بن اشرف کے قتل کا قصہ تو صحیح بخاری
مین جابر بن عبداللہ رضؓ کی روایۃ سے ہے یہ قتل ۳ھ ہجری میں ہوا ہے بنی قریظہ کے قتل کا حکم سعد بن معاذ کے فیصلہ کے موافق
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسکا ذکر صحیح بخاری مین حضرت عائشہ کی روایۃ سے ہے۔ اکثر سلف کا یہ قول ہی کہ بنی
قریظہ کی تعداد نو سو کے قریب تھی۔ معتبر سند سے ترمذی نسائی اور صحیح ابن حبان مین جابر رضؓ کی روایۃ سے بنی قریظہ کی تعداد چار سو
کی جو آئی ہی اسکے معنے علما نے یہ بیان کئے ہیں کہ یہ تعداد اون مین کے جوان آدمیونکی ہی یہ بنی قریظہ کا قتل ۵ھ ہجری مین ہوا ہی
کیونکہ خندق کی لڑائی اسی ۵ھ مین ہی اور اسی لڑائی سے واپس ہونے کے بعد بنی قریظہ پر چڑہائی ہوئی چنانچہ حضرت عائشہ کی
صحیح بخاری کی روایۃ مین ہے کہ خندق کی لڑائی سے واپس ہوکر ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتیار کھولکر فقط غسل کیا
تھا کہ اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور بنی قریظہ پر چڑہائی کرنے کا حکم اونھون نے سنایا بنی قریظہ کی چڑہائی کے
وقت کی عبداللہ بن عمرؓ کی وہ حدیث ہی جسمین بنی قریظہ کے مقام پر جلدی پہونچ جانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ سے یہ فرمایا ہی کہ عصر کی نماز بنی قریظہ کے مقام سے ورے نہ پڑھی جاوے۔ بخاری مین اس نماز کے ساتھ عصر کا لفظ
ہے اور مسلم مین ظہر کا ان دونون روایتون کی مطابقت علما نے یون بیان کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے بنی قریظہ
کی چڑہائی کا حال سنکر بنی قریظہ کے مقام پر روانہ کرنے کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی طلبی کا حکم دیا تو بعضے
صحابہ ظہر سے پہلے حاضر ہوگئے اور بعضے ظہر کے بعد آئے جو صحابہ ظہر سے پہلے آئے تھے اونکو آپ نے بنی قریظہ کے مقام پر
ظہر کی نماز پڑھنے کا حکم دیا اور جو صحابہ ظہر کی نماز کے بعد آئے تھے اونکو عصر کی نماز کا۔ اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کا اختلاف
بھی ظہور مین آیا بعضون نے وقت پر نماز راستہ مین پڑھ لی اور حکم کا مطلب یہ سمجھا کہ اس سے بنی قریظہ کے مقام پر جلدی
پہونچ جانا مقصود ہے اور بعضون نے بنی قریظہ کے مقام پر پہونچ کر بے وقت نماز پڑھی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ان دونو گروہ میں سے کسی کو کچھ اولاہنا نہیں دیا کیونکہ ان دونو گروہ کی نیت بخیر اور دونو کو اطاعت حکم رسول
کا خیال تھا بعضے علما نے لکھا ہے کہ ان دونون گروہ مین سے فضیلت اون صحابہ کو ہی جنھون نے نماز کے وقت پڑہنے کے
حکم اور بنی قریظہ کے مقام پر جلد پہونچ جانے کے حکم ان دونون حکمون کو مدنظر رکھا شان نزول کی روایۃ میں تفسیر ابو الشیخ
کا حوالہ جو اوپر گذرا یہ ابو الشیخ ابن حبان قدیم مفسرین ہیں ابن مردویہ اور حاکم کے رتبہ کے مفسر ہیں اور اونکی تفسیر کا شمار
روایتی تفسیرون مین ہی روایتی تفسیرین وہ ہیں جنکا مدار صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے اقوال پر ہے ان تفسیرون مین سے
تفسیر ابن جریر مین یہ ایک بات زیادہ ہی کہ چند قولون مین سے ایک قول کی ترجیح بھی حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی اس
تفسیر میں بیان کر دی ہی حاصل مطلب ان آیتو نکا یہ ہی کہ ہر انسان کو اپنے عہد کا پورا کرنا اور اوسکو نباہنا لازم ہی کعب بن

منزل ۲

اشرف کے گروہ بنی قریظہ نے جو بدعہدی کی اور انکے سردار کعب بن اشرف نے عہد کے برخلاف مشرکین مکہ کو مسلمانوں پر
چڑہائی کے لئے آمادہ کیا تو یہ لوگ شان انسانیت سے خارج اور اللہ تعالی کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر ہیں اس لئے
لڑائی میں ایسے لوگوں پر جب قابو پالیا جاوے تو انکو ایسی سخت سزا دی جاوے کہ اہل مکہ جو مخالفت اسلام میں ان بنی قریظہ
کے پیرو اور قدم بقدم ہیں وہ بھی عبرت پکڑیں اور بدعہدی سے دور بھاگیں اور علاوہ اس قوم کے جس قوم سے بدعہدی
کا اندیشہ ہو تو اے رسول اللہ کے ایسی دغاباز قوم سے عہد کا قائم رکھنا جانا اللہ تعالی کو پسند نہیں ہے اسلئے ایسی قوم
کو عہد کے قایم نہ رہنے کی اطلاع دیدی جاوے تاکہ بدعہدی کا دہوکا باقی نہ رہے حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کسی قوم سے بدعہدی
کا فقط اندیشہ ہو تو آیندہ ایسی قوم سے عہد قائم نہ کیا جاوے اور اگر کوئی قوم عہد کے بعد کھلم کھلا بدعہدی کر بیٹھے جسطرح
مثلاً بنی قریظہ کی بدعہدی کا ذکر اوپر گذرا یا مثلاً مشرکین مکہ نے صلح حدیبیہ کی شرط کے برخلاف بدعہدی کی جسکا مفصل ذکر
صلح حدیبیہ میں سورہ انا فتحنا کی تفسیر میں آویگا اور کچھہ ذکر اسکا سورہ توبہ کی تفسیر میں بھی ہے تو ایسی صورت میں عہد کے ٹوٹ
جانے کی اطلاع ضرور نہیں بلکہ ایسی صورت میں بدعہد قوم پر چڑہائی کا حکم ہے اسلئے بنی قریظہ پر اور فتح مکہ کے وقت مشرکین
مکہ پر بغیر کسی اطلاع کے شروع سے لشکر اسلام کی چڑہائی عمل میں آئی سورۃ النساء میں گذر چکا ہے کہ بنی قریظہ کے سردار
کعب بن اشرف نے مکہ جاکر مشرکین مکہ کو مسلمانوں پر چڑہائی کرنے کی ترغیب لائی تہی اور اسی ترغیب کی بنا پر مشرکین
کہ خندق کی لڑائی کے وقت چڑہائی کر کے آئے تھے اسیواسطے ان آیتوں میں مشرکین مکہ کو بنی قریظہ کے پچھلے فرمایا جسکا
مطلب یہ ہے کہ خندق کی لڑائی کے وقت بنی قریظہ کا سردار کعب بن اشرف اور اوس کے ساتھی گویا اس لڑائی کے
بانی تھے اور مشرکین مکہ ان کے پیرو اور پچھلے تھے۔

منزل ۲

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ○ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ

اور یہ نہ سمجھیں منکر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ تھکا نہ سکیں گے اور سرانجام کرو انکی لڑائی کو جو پیدا کرسکو

وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ

زور اور گھوڑے پالنے کہ اس سے دہاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ایک لوگوں پر سوائے انکے جنکو تم نہیں جانتے

اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ○

اللہ انکو جانتا ہے اور جو خرچ کروگے اللہ کی راہ میں پورا ملے گا تمکو اور تمہارا حق نہ رہے گا

اللہ پاک نے اس آیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تسلی فرمائی کہ جنگ بدر سے جو کفار بچکر بھاگ نکلے ہیں یہ خیال نہ کیا جائے
کہ انپر پھر کوئی موقع ہاتھہ نہ آویگا کیونکہ یہ لوگ اگرچہ اب بچ گئے ہیں مگر اللہ کو وہ عاجز نہیں کرسکتے وہ ہر وقت اللہ کے قبضہ میں
ہیں تم انکے واسطے سامان جنگ طیار رکھو اور جہاں تک ممکن ہو تیر اندازی کے ہنر کی مشاقی کرو آیہ میں جو من قوۃ کا لفظ ہے
اسکی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ قوۃ سے مطلب تیر اندازی ہے عقبہ بن عامرؓ کی حدیث جو مسلم ابن ماجہ و ابوداؤد میں ہے اوس سے

یہی بہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اوس مین عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قوۃ
تیراندازی کا نام ہے اور دوبار اسی طرح آپ نے فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباس کا بھی یہی قول ہے کہ قوت تیراندازی اور لڑائی کے
ہتیارون کے فراہم کرنیکو کہتے ہین پہر اللہ جل شانہ نے تیراندازی اور باقی سامان جنگ کی تیاری کے بعد گھوڑونکا ذکر فرمایا کہ
لڑائی کے واسطے گھوڑے بھی پالو بخاری اور مسلم مین ابو ہریرہ کی ایک روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
بعض شخصونکے لئے گھوڑا اجر ہے اور بعضون کیواسطے پردہ اور بعضونکے لئے گناہ ہے جس شخص کیواسطے گھوڑا اجر ہے وہ شخص وہ ہے جس نے
محض خدا کیواسطے کسی چراگاہ یا باغ مین گھوڑا باندہ رکھا ہے جو کچھ وہان سے کہاتا پیتا ہے وہ سب اُس شخص کی نیکیون مین شمار ہوتا ہے اور لید اور
پیشاب تک اس شخص کے حق مین حسنات ہونگے اگر وہ گھوڑا کسی نہر مین آپسے پانی پی لیگا تو وہ بھی اُسکی نیکی مین لکھا جاویگا اور
جس شخص نے گھوڑا اسلئے باندہ رکھا ہے کہ خدا نے اُسکو دولت دی ہے اسلئے اُس نے گھوڑا پال لیا مگر ساتھ اُسکے وہ خدا کا بھی
حق نہین بھولا ہے موقع کے ظاہر ہونے پر خدا کا بھی خیال دل مین رکھتا ہے اسکے واسطے یہ گھوڑا پردہ ہے اور جس نے
محض دنیا کے دکھاوے کو گھوڑا رکھا ہے اُسکے لئے وہ گھوڑا گناہ ہے خدا کی راہ مین گھوڑے پالنے کے اجر کی اور بھی صحیح حدیثین
ہین پہر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالی نے سامان جنگ اور گھوڑے باندہنے کا اسلئے حکم دیا کہ تمہارے دشمنون کے دلون مین
رعب پیدا ہو دشمنون کی تفسیر مین مفسرین کا یہی قول ہے کہ مشرکین مکہ اور کافر وغیرہ سب عرب کے کفار مراد ہین پہر یہ فرمایا کہ ان
کفار کے سوا اور بھی لوگ ہین جنکو تم نہین جانتے ہو اللہ کو انکا علم ہے بعضے سلف نے کہا ہے کہ یہ لوگ یہود اور فارس و روم کے
لوگ ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ منافق ہین جنکے باب مین اللہ نے یہ فرمایا کہ مین انہین جانتا ہون تم نہین جانتے
اور بعضے مفسر یہ کہتے ہین کہ یہ لوگ خاص بنی قریظہ ہین مگر اسکو خدا ہی کے علم پر موقوف رکھنا بہتر ہے کیونکہ اللہ پاک نے خود
حضرت کو فرمایا کہ تم انکو نہین جانتے پہر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ یہ خدا کی راہ مین تمہارا خرچ کرنا برباد نہین جاویگا اس کا
پورا پورا بدلا آخرت مین تمہین ملیگا ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا بلکہ سات سو تک اجر زیادہ ملیگا چنانچہ اسکا ذکر سورہ بقر کی تفسیر مین
گذر چکا ہے ان آیتون مین اللہ تعالی نے اپنے رسول کی تسلی جو فرمائی اُسکا ظہور بہی وقت مقررہ پر یون ہوتا رہا کہ جو
مشرکین مکہ بدر کی لڑائی مین بچ گئے تھے اون مین کے کچھ تو فتح مکہ سے پہلے مسلمانون کے ہاتھ سے مارے گئے چنانچہ
احد کی لڑائی مین جب تک اللہ کے رسول کا بتلایا ہوا پہاڑ کا ناکہ مسلمان تیراندازون نے نہین چھوڑا تھا اوسوقت
تک اس لڑائی مین مسلمانون کا ایسا غلبہ تھا کہ اور دشمنون کے علاوہ دشمنون کے نونشان بردار طلحہ بن عثمان وغیرہ
مسلمانون کے ہاتہ سے مارے گئے آخر یہ سب بدر کی لڑائی مین کے بچے ہوئے لوگ تھے بدر کی لڑائی مین کے بچے
ہوئے مشرکین مین سے جو لوگ فتح مکہ تک مسلمانون کے ہاتہ سے مارے نہین گئے فتح مکہ پر آخر وہ عاجز ہو کر دائرہ اسلام
مین داخل ہو گئے چنانچہ وہ ابوسفیان جسکے قافلہ کے سبب سے بدر کی لڑائی ظہور مین آئی فتح مکہ پر وہ مسلمان ہو
گئے چنانچہ صحیح بخاری کے ہشام بن عروہ کی روایت مین اس کا ذکر تفصیل سے ہے سورہ بقر کی جس

منزل ۲

آیۃ کا حوالہ اوپر گذر زیادہ آیۃ الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ ہے جس مین ایک نیکی کا اجر سات سو نیکیون تک کا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اجر کے ملنے کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کی تفصیل سورہ البقرکی آیۃ من ذالذی یقرض اللہ قرضًا حسنًا کی تفسیر مین گذر چکی ہے ۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا

اور اگر وہ جھکین صلح کو تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر بیشک وہی ہے سنتا جانتا اور اگر وہ چاہین

اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ

کہ تجھکو دغا دین تو تجھکو بس ہے اللہ اوسی نے تجھکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا اور اُنکے دلمین اُلفت ڈالی

لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک مین ہے تمام نہ اُلفت دے سکتا اونکے دلمین لیکن اللہ نے الفت ڈالی اُنمین بیشک وہ زورآور ہے حکمت والا

اللہ پاک اس آیۃ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ اگر کفار صلح کا پیغام دین اور لڑائی سے بچین تو صلح کر لو اسیواسطے حدیبیہ کی صلح کے وقت جب مشرکین مکہ نے صلح چاہی اور دس برس تک جنگ کی موقوفی کی درخواست کی تو اللہ کے رسول نے اوس صلح کے پیغام کو مان لیا اور جو شرطین اونھون نے پیش کین اونہین قبول کر لیا مسند امام احمد مین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ جب اختلاف ہو تا دکھلائی دے تو اگر تجھہ سے صلح ہو سکے تو کر لے صحیح بخاری و مسلم مین صلح حدیبیہ کی جو روایتین ہین اُنسے حضرت علی کی روایۃ کی پوری تقویت ہوتی ہے کیونکہ یہ صلح آپس کا اختلاف رفع کرنے کے لئے ہوئی ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہین کہ یہ آیۃ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ سے منسوخ ہے اور مجاہد بھی کہتے ہین یہ آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم سے منسوخ ہے مگر جمہور علما کا قول یہ ہے کہ یہ آیۃ منسوخ نہین ہے بلکہ دونو آیتین گرز اور لڑائی کی آیتون کی طرح اپنی اپنی جگہ ہین چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا ہے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح جائز رکھی ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ مین ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ اوپر گذرا پھر اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اس صلح مین خدا ہی پر بھروسہ رکھو اگر اس صلح سے اُنکا کوئی اور مطلب ہے تو خدا اُنکے قول کو سنتا ہے اور اونکی نیتونکو جانتا ہے اسلئے اگر اونکا ارادہ اس صلح سے یہ ہے کہ تھوڑے روز تک جنگ موقوف کر کے قوت پکڑ جاوین اور بہت سا سامان مہیا کر کے پھر لڑائی پر آمادہ ہون تو خدا نے تمہین بدر کی لڑائی کے وقت اپنی مدد بھیجکر فتح یاب کیا ہے اور ہمیشہ ہر کام مین مدد کرتا رہا ہے پھر اسکے بعد اللہ جل شانہ نے اپنی اُس تائید کا ذکر فرمایا جو اس نے اپنے بندون کے ذریعہ سے پہونچائی چنانچہ فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ جو کچھہ مدد پہونچاتا رہتا ہے وہ تو پہونچتی ہی ہے مگر انصار جو ایمان لاکر تمہارے ساتھہ ہو گئے اور ہر ایک کام مین تمہارے قوت بازو بن گئے اور تمہاری اطاعت مین ہمیشہ سرگرم ہین یہ اللہ کی تائید ہے اللہ نے ان مین اتفاق پیدا کر دیا انکے آپس کے نفاق اور آئے دن کی خانہ جنگیان انکی پشتہا پشت کی مخالفت کچھہ ایسی تھی جو آسانی سے رفع ہو جاتی اگر دنیا بھر کی دولت انکی تالیف کے واسطے خرچ کیجاتی اور بڑی

منزل ۲

سی بڑی قوت صرف کیجاتی جب بھی انکا قدیمی بغض رفع دفع نہ ہوتا حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ انصار ہیں کے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج ہیں انکی آپس کی دشمنی ایام جاہلیت میں اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا اور بڑی بڑی لڑائیاں ان دونو قبیلوں میں ہو چکی تھیں ایک سو بیس برس سے یہ بغض چلا آتا تھا مگر اللہ نے انکے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما کر سارے گروہ کو ایک اسلام کے راستہ پر لگا دیا اور ایک کو دوسرے کی وہ محبت دی کہ بھائی بھائی بن گئے اور سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان اور مال فدا کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ قدرت خدا ہی کی تھی اسکا ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ شمار کیا جاتا ہی اوس اور خزرج کا یہ حال سورہ آل عمران میں گذر چکا ہی علاوہ ان دو قبیلوں کے عرب کے اور قبیلوں میں بھی باہم کوئی ہمدردی نہ تھی ایک کا مال دوسرا چھین کر کھا لیتا تھا اور مالک مال کا خون کر دینا کچھ بڑی بات نہ سمجھتا تھا مگر اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ان لوگوں کی سخت دلی کو نرم دلی سے بدل ڈالا اور انمیں وہ محبت کا مادہ پیدا کر دیا کہ جسکے بیان کرنے کیلئے ایک دفتر درکار ہی اور پھر اونھوں نے ایک دل ہو کر جو جو کار نمایاں کئے وہ صفحہ ہستی پر یادگار رہیں جو قیامت تک باقی رہیں گے اونکی مثالیں شاید ڈھونڈنے سے بھی کسی اور قوم میں نہ ملینگی یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ہر ایک شخص کے دل پر اللہ کا پورا پورا قبضہ و اختیار ہی ہر ایک کا دل اوسکے ہاتھ میں ہی وہ جدھر پھیرنا چاہے گھڑی بھر میں پھیر دے معتبر سند سے نسائی میں ابن مسعودؓ کی ایک حدیث ہے کہ یہ آیۃ ان لوگوں کی شان میں اتری ہی جو آپس میں محض خدا کے واسطے محبت رکھتے ہیں اور کوئی غرض دنیا کی اس محبت سے نہیں رکھتے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے طبرانی میں سلمان فارسی سے ایک روایت ہی کہ جب ایک مسلمان کسی دوسرے اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہی اور مصافحہ کرتا ہی تو اوسکے گناہ مثل پتوں کے جھڑتے ہیں جسکا مطلب یہ ہی کہ جسطرح درخت کے خشک پتے آندہی سے جھڑتے ہیں اسی طرح ان دونوں کے گناہ جھڑتے ہیں عبدہ بن ابی لبابہ کہتے ہیں کہ ایک روز مجاہد سے میری ملاقات ہوئی اور اونھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ جب دو شخص جنکے دلوں میں محض خدا کے واسطے محبت ہی ایک دوسرے سے ملتا ہے اور ایک کا ایک ہاتھ پکڑتا اور مصافحہ کرتا ہی تو انکے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درخت سے پتے معتبر سند سے اسی مضمون کی حدیث اوسط طبرانی میں حذیفہؓ بن الیمان کی روایۃ سی بھی ہے جس سے سلمان فارسی کی روایۃ کو تقویۃ ہو جاتی ہے عبدہ بن ابی لبابہ نے کہا کہ پھر تو گناہوں کے معاف ہو جانے کے لئے یہ بہت آسان ہی اسکا مجاہد نے یہ جواب دیا کہ ایسا نہ کہو خدا نے آنحضرت کو فرمایا ہی لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم عبدہ کہتے ہیں کہ مینے اسی روز سے جانا کہ مجاہد مجھسے زیادہ عالم ہیں پھر اللہ پاک نے اپنی صفت بیان کی کہ اللہ سب چیز و پر غالب ہی جس بات کا ارادہ کرتا ہی اوسمیں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی اور حکیم ہے اوسکی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے یہ عبدہ بن ابی لبابہ قتادہ کے ہم رتبہ ثقہ تابعی ہیں صحاح کی کتابوں میں انسے روایتیں ہیں صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن زید بن عاصم کی حدیث ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا کہ قدیمی عداوت کے سبب سے تم لوگوں میں پھوٹ پڑی ہوئی تھی اللہ کے رسول کے مدینہ میں آنے کی برکت سے وہ تمہاری آپسکی پھوٹ جاتی رہی سورہ آل عمران

مین جو قبیلہ اوس وخزرج کی پھوٹ کے رفع ہوجانے کو اللہ تعالی نے ایک نعمت کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور اس سے اور اس صحیح حدیث سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے کہ ان آیتون مین بھی اللہ تعالی نے اپنے احسان کے طور پر جس پھوٹ کے رفع ہوجانے اور آپس کی دلی الفت کا تذکرہ فرمایا ہی وہ بھی انصار کے قبیلہ اوس وخزرج کا ہی ذکر ہے اس صورت مین جن مفسرین نے عبداللہ بن مسعودؓ اور سلمانؓ فارسی کی حدیثین ان آیتون کی تفسیر مین نقل کی ہین اونکا مطلب یہ ہی کہ اصل مین ان آیتون کی شان نزول تو وہی ہی جو امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس نے بیان کی ہے لیکن انصار کے قبیلہ اوس وخزرج کے مسلمانونکی طرح اب بھی جو دو مسلمان آپسین دینی محبت رکہین گے آیتو نمین گویا اون سب کا ذکر ہے - آخرین اللہ تعالی نے اپنی عام قدرت جتلانے کو فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالی نے ایک سو بیس برس کی عداوت کو مٹا کر انصار کے قبیلہ اوس وخزرج مین اپنی قدرت اور حکمت سے ملاپ کرادیا اسی طرح وہ ایسا زبردست صاحب قدرت ہی کہ جس کام کا وہ ارادہ کرتا ہی اس مین کسی طرح دشواری نہین ہوتی اور صاحب حکمت وہ ایسا ہی کہ اوسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا جس طرح اردو کا محاورہ ہی کہ دو لشکرون مین صلح ہوگئی اسی طرح عربی مین صلح موسٰی کے واسطے فاجنح لہا فرمایا فاجنح لہ نہیں فرمایا -

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اے نبی کفایت ہے تجکو اللہ اور جتنے تیرے ساتہ ہوئے ہین مسلمان

طبرانی بزار تفسیر ابن ابی حاتم تفسیر ابو الشیخ مین عکرمہ سعید بن جبیر سعید بن مسیب کے واسطہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت ہی کہ اونتالیس مسلمان پہلے سے تھے جب حضرت عمرؓ اسلام لائے اور چالیس مسلمان پورے ہوگئے تو حضرت عمرؓ کے اسلام لانے پر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس شان نزول پر یہ اعتراض کیا ہی کہ یہ آیۃ مدنی ہی اور حضرت عمر کا اسلام ہجرت سے پہلے ہے پھر یہ آیۃ حضرت عمر کے اسلام کے وقت کیونکر نازل ہوسکتی ہے جواب اس اعتراض کا اور مفسرین نے یہ دیا ہے کہ اس آیۃ کو مکی فقط اس وجہ سے کہا جاتا ہی کہ یہ سورہ مدنی ہی لیکن جب یہ کہا جاوے کہ تمام سورہ مدنی ہے اور اس آیت مکی کو آنحضرت کے فرمانے کے موافق مدنی سورۃ میں داخل کیا گیا ہی تو پھر کچہ اعتراض نہیں ہی کیونکہ اکثر سورتون مین ایسا ہوا ہی کہ ساری سورۃ مکی ہی اور کچہ آیتین اس مین مدنی ہین یا ساری سورۃ مدنی ہی اور کچہ آیتیں اس میں مکی ہیں بعضے مفسرین نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ اس سبب سے اس شان نزول کو تسلیم کرنا ضرور ہی کہ اس شان نزول کی بعضی روایتین مثلاً تفسیر ابن ابی حاتم کی روایۃ نہایت صحیح ہے پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ صحیح روایۃ کو محض عقلی اعتراض سے نہ تسلیم کیا جاوے اور جب روایۃ کو صحیح مانا جاویگا تو معنے اوس روایۃ کے وہی ہون گے جو اعتراض کے جواب مین بیان کئے گئے ہیں کہ مدنی سورۃ مین یہ مکی آیۃ داخل کی گئی ہی اور اسمین ذرا شک نہین ہی کہ جواب مین جو حالت قرآن شریف کی آیتونکی بیان کی گئی وہ ایک موجودہ حالت ہی اسواسطے ابن عربی وغیرہ مفسرین نے اس روایۃ کو صحیح قرار دیا ہی کہ سورہ انفال مین یہ ایک آیۃ مکی ہی امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس شان نزول کے اختلاف کا یون

منزل ۲

فیصلہ کیا ہی کہ آیۃ خواہ مکی ہو یا مدنی لیکن آیۃ مین مومنین جمع کا صیغہ ہی اسلئے آیۃ کا مضمون عام ہی اسی واسطے آیۃ کو بدر کی لڑائی کی آیتون مین رکھا گیا ہی تاکہ اصل مطلب آیۃ کا یہ ٹھہر جاوے کہ اس لڑائی مین جس طرح کچھ اوپر تین سو مسلمانونکو غیبی مدد سے ہزار دشمنون پر فتح ہوئی اسی طرح آئندہ بھی مسلمانونکی جسقدر جماعت لڑائی مین اللہ کے رسول کے ساتھ ہوگی وہ اللہ کی مدد سے دشمنون پر فتح حاصل کرنے کے لئے اللہ کے رسول کو کافی ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے جابر رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دشمن کی فوج ایک مہینے کے رستہ پر ہو تو اتنے فاصلہ سے بھی میرا رعب دشمن کی فوج کے دلوں پر چھا جاتا ہی اس حدیث سے امام بخاری کے فیصلہ کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ حدیث مین جس رعب کا ذکر ہی وہ عام مسلمانون کے اوس لشکر اسلام کے حق مین ہی جو لشکر کسی لڑائی مین اللہ کے رسول کے ساتھ ہو یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا حال ہوا صحیح بخاری مین ابو سعید خدری رض کی ایک حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ ایک زمانہ ایسا آویگا کہ جس لشکر اسلام مین صحابیون تابعیون یا تبع تابعیون مین سے کوئی ہوگا تو اوس لشکر اسلام کو بھی اللہ تعالی فتح نصیب کریگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والون کو صحابی کہتے ہیں اور صحابی کے دیکھنے والے کو تابعی اور تابعی کے دیکھنے والے کو تبع تابعی کہتے ہین۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس رعب کا ذکر جابر رض کی حدیث مین ہی اوسکا کچھ اثر تبع تابعیون کے زمانہ تک باقی رہا اسپر علما کا اتفاق ہے کہ یہ زمانہ ۲۲۰ ہجری تک تھا اسکے بعد فلسفہ دین کا علم ٹھہر گیا اور طرح طرح کے فساد مسلمانون مین پھیل گئے صحیح مسلم مین جابر رض نے یہ حدیث ابو سعید خدری کے حوالہ سے دو طرح بیان کی ہے پہلی حدیث تو بخاری کی روایۃ کے موافق ہے اور دوسری روایۃ مین چوتھا درجہ تبع تابعین کے دیکھنے والون کا بھی ٹھہرایا ہے لیکن جبکہ جابر رض کی یہ روایۃ ابو سعید خدری کے حوالہ سے ہے اور ابو سعید خدری کی اصل حدیث جو بخاری مین ہے اوس مین یہ چوتھا درجہ نہین ہے اسواسطے علمانے تین درجونکی حدیث کو ترجیح دی ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا

اے نبی شوق دلا مسلمانون کو لڑائی کا اگر ہون تم مین بیس شخص ثابت غالب ہون

مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

دو سو پر اور اگر ہون تم مین سو شخص غالب ہون ہزار کافرون کے اوپر اسواسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہین رکھتے

اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ

اب بوجھ ہلکا کیا اللہ نے تمپر اور جانا کہ تم مین سستی ہے سو اگر ہون تم مین سو شخص ثابت غالب

يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ہون دو سو پر اور اگر ہون تم مین ہزار شخص غالب ہون دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہی ثابت رہنے والون کے

جمہور مفسرین کے نزدیک پہلا ٹکڑا آیۃ کا جسمین ایک مسلمان کو دس کافرونسے مقابلہ کرنیکا حکم تھا آیۃ کے اس ٹکڑے سے منسوخ ہی اور اب یہی حکم ہے کہ ایک مسلمان دو کافرونسے مقابلہ کرے صحیح بخاری اور مسلم کی ابوہریرہ رض کی روایۃ مین جہاد سے بھاگنے والے کو

کبیرہ گناہ کا گنہ گار جو آنحضرت نے فرمایا ہی اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ اس قدر مقابلہ سے آدمی نہ بھاگے ورنہ کبیرہ گنہ کا گناہگار ٹھہریگا اوس قدر سے زیادہ دشمنون سے مقابلہ آن پڑے تو لڑنے کی صورت مین اجر ہے بھاگنے کی صورت مین گناہ نہین صحیح بخاری اور ابوداؤد مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہی کہ جب اللہ تعالی نے ایک سے دس کے مقابلہ کا حکم منسوخ فرمایا اوسوقت سے مسلمانون کی ہمت اوسی قدر کم ہوگئی حضرت عبداللہ بن عباس کی اس قول کی تائید خود آیۃ کی مضمون سے ہوتی ہی کیونکہ اللہ تعالی نے خود فرمایا ہی کہ یہ تخفیف کا حکم تمہارے ضعف ہمت کے سبب سے اللہ تعالی نے نازل فرمایا ہی کسی شخص کو کسی کام پر امادہ کیا جائے تو عربی زبان مین ایسے موقع پر تحریض بولتے ہین اسی واسطے حرض کا مرادی ترجمہ شاہ صاحب نے شوق دلانا کیا ہی۔ اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکا ہی کہ ایک دفعہ ایک خبر دیکر پھر اوسکے برخلاف دوسری خبر دینے سے جھوٹ لازم آتا ہی اسلئے ناسخ منسوخ خبر کی آیتون مین نہین ہوتا فقط امر ونہی کی آیتون مین ہوتا ہی اس بنا پر مفسرین نے یہان صابرون کے معنے فلیصبروا کے کئے ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ پہلے حکم کے منسوخ ہونے سے پہلے ایک مسلمان کو دس مخالفون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہنا چاہیے تھا اور اب پہلے حکم کے منسوخ ہوجانے کے بعد ایک مسلمان کو دو مخالفون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہنا چاہیے امر کی جگہ خبر کو جو رکھا گیا ہی اوس سے تاکید نکلتی ہی گویا یون فرمایا گیا ہی کہ اللہ تعالی اس بات کی خبر دیتا ہی کہ جس کام کا تمہین حکم دیا گیا ہی وہ ضرور تم کروگے مشرک لوگ عقبی کے عذاب ثواب کی سمجھ نہین رکھتے اسلئے انکو ناسمجھ فرمایا ہے مطلب یہ ہی کہ عقبے کے ثواب کے قائل لوگ دین کی لڑائی مین عقبی کے اجر کے لالچ سے ثابت قدم رہ سکتے ہین مشرکون مین یہ بات نہیں ہی واللہ مع الصابرین کا یہ مطلب ہی کہ دین اللہ کا ہے اسلئے اللہ کا دین پھیلانے کی نیت سے جو شخص دین کی لڑائی مین ثابت قدم رہیگا ہر دم ایسے شخص کی مدد کے لئے اللہ تعالی موجود ہی صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضعف اسلام کے سبب سے جب مسلمانون مین یہ طاقت نہ ہے کہ وہ ہاتھہ پاؤن سے لڑکر شریعت کی باتونکو قائم کرسکین تو ایسے وقت مین زبانی نصیحت کافی ہی سفیان ثوری اور بعضے علمائے سلف نے ضعف اسلام کے وقت کی وعظ نصیحت کو جہاد کا قائم مقام ٹھہراکر یہ شرط اسمین بھی معتبر ٹھہرائی ہی کہ وہ مخالف لوگونکے مقابلہ مین ایک واعظ وعظ ونصیحت چھوڑ دیگا تو گنہ گار ہوگا اس سے زیادہ کی مقابلہ مین نہین

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا

کیا چاہیے نبی کو اوسکے یہان قیدی آوین جب تک نہ خون کرے ملک مین تم چاہتے ہو جنس دنیا کی

وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ

اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ زورآور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے تو تمکو پڑتا اس لینے مین

عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

بڑا عذاب سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان

منزل ۲

ع ۵

جب بدر کی لڑائی مین کفار قریش مین سے ستر کافر گرفتار ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فدیہ لیکر بعض صحابہ کے مشورہ کے موافق چھوڑ دیا تو یہ آیۃ اوتری اللہ پاک نے فرمایا کہ نبی کو یہ بات لائق نہیں ہی کہ جب قیدی اوسکے یہان گرفتار ہوکر آئین تو بغیر قتل کئے ہوئے اونہیں چھوڑ دیا جاوے پھر اور مسلمانون کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم دنیا کی دولت کو پسند کرتے ہو اور اللہ یہ چاہتا ہی کہ آخرت درست ہو خدا کا بول بالا تمام روئے زمین میں ہوکر اوسکا خالص دین ہو معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی وغیرہ مین عبداللہ بن مسعود اور انس بن مالک سے روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیون کے بارہ مین صحابہ سے مشورہ لیا اور کہا کہ اللہ نے تم لوگونکو انپر قدرت دی ہے حضرت عمر نے کھڑے ہوکر کہا کہ انہین قتل کرڈالئے آپنے کچھ خیال نہ کیا پھر دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو تمہین انپر آج قابو ہے کل یہ تمہارے بھائی تھے آج قیدی ہین پھر حضرت عمر نے کہا انکی گردنین مارئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی سوال کیا تو حضرت ابوبکر صدیق نے کھڑے ہوکر کہا میری رائے یہ ہی کہ انکو معاف کیجئے اور فدیہ لیکر چھوڑ دیجئے اس بات پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار دور ہوئے اور آپنے فدیہ لیکر اون قیدیون کو چھوڑ دیا اسپر اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر اللہ ایک بات پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو تم پر بہت بڑا عذاب آجاتا مفسرین نے اسکی تفسیر مین اختلاف کیا ہی لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق آیۃ کی تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالی لوح محفوظ مین پہلے سے یہ لکھ چکا تھا کہ اس امت کے ہاتھ بہت سا مال لگے گا اور یہ انکے واسطے حلال ہوگا بخلاف اگلی امتون کے کہ مال غنیمت انپر حرام تھا اگر علم الٰہی کے موافق لوح محفوظ مین یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو فدیہ کا مشورہ دینے والونپر عذاب نازل ہوجاتا اس عتاب کو سنکر مسلمانون نے فدیہ لینے سے ہاتھ روک لیا اور جی مین ڈرے تو اللہ پاک نے لوح محفوظ کے لکھے کے موافق پھر یہ فرمایا کہ جو مال تمہین غنیمت میں حاصل ہوا ہے وہ بالکل پاک و حلال ہے اوسے اچھی طرح کھاؤ پیو اسی آیۃ سے اس امت کے واسطے غنیمت کے مال کا حلال ہونا سمجھا گیا ہے اس آیۃ کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمائی ہے کہ پانچ چیزین مجکو عطا ہوئین جو مجھسے پہلے کسی نبی کو نہین عطا ہوئین اون پانچ مین ایک غنیمت ہے جو میرے لئے حلال کی گئی اور کسی امت کیلئے پہلے مجھسے حلال نہ تھی یہ حدیث صحیحین مین جابر رضی اللہ عنہ کی روایۃ سے ہے اور کئی جگہ اس سے پہلے گذر چکی ہی پھر اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ آیندہ خدا سے ڈرتے رہو پھر کوئی ایسی بات نہونے پائے کہ حکم الٰہی کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کام کر بیٹھو اور جو باتین گذر چکین وہ گذر چکین اللہ غفور رحیم ہے اس سے مغفرت کی امید رکھو ترمذی نسائی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت علی کی ایک حدیث اوپر گذر چکی ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ جب صحابہ کا ارادہ بدر کے قیدیون سے فدیہ لینے کا مضبوط ہوگیا تو حضرت جبرئیل آئے اور اونھون نے اللہ تعالی کا یہ پیغام سنایا کہ اگر ان ستر قیدیون سے فدیہ لیا جاویگا تو اسلام کی پہلی لڑائی مین یہ فدیہ اللہ کی مرضی کے موافق نہیں ہی اس لئے اس فدیہ کا معاوضہ یہ ہوگا کہ آیندہ کی لڑائی میں لشکر اسلام کے ستر آدمی شہید ہونگے تنگ دستی کے سبب سے صحابہ کا ارادہ فدیہ کے لینے پر جم گیا تھا اسواسطے انھون نے اس شرط کو

منزل ۲

منظور کیا ان آیتون مین خفگی کے طور پر صحابہ کو یہ جو فرمایا کہ تم دنیا کے مال و متاع کو چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے اس خفگی کی تفسیر اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ مین آسکتی ہے حضرت علیؓ کی اس حدیث کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہی حضرت علی کی حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی جس پیغام آلہی کا ذکر ہے تیرہ مہینے کے بعد اُحد کی لڑائی میں اسکا ظہور ہوا کہ اس لڑائی میں ستر آدمی لشکر اسلام کے شہید ہوئے چنانچہ اسکی تفصیل سورہ آل عمران مین گذر چکی ہی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا

اى نبی کہہ دے اونکو جو تمہارے ہاتھ مین ہیں قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دل مین کچھ نیکی تو دیگا بہتر اس سے

مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَإِن يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا

جو تم سے چھن گیا اور تمکو بخشے گا اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان اور اگر چاہین گے تجھسے دغا کرنی سو دغا کر چکے ہین

اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

پہلے اللہ سے پھر اوسنے پکڑا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

حضرت عبداللہ بن عباس اس آیۃ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہیں کہ جب عباس بن عبد المطلب اور حضرت عباسؓ کی دونون بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحرث بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مین تو مسلمان تھا زبردستی لوگ مجھے لے آئے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اللہ آپکو بدلا دیگا آپ اپنا اور اپنے ساتھیون کا فدیہ دین تو چھوڑ دئے جائین انھون نے کہا ای رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اتنا کہان ہی آپ نے فرمایا کہ وہ مال کہان گیا جو آپ مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کو دفن کرنیکو دے آئے تھے اور یہ کہا تھا کہ خدانخواستہ اگر کوئی حادثہ مجھپر گذرے تو یہ مال تمہارا اور بچون کا ہی حضرت عباس نے کہا کہ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے اللہ کے رسول ہیں اور کلمہ پڑھا اور کہا کہ یہ بات وہ ہی جسکو سوائے میرے اور ام الفضل کے تیسرا کوئی نہیں جانتا مین نے اندھیری رات میں وہ مال اُسکو سپرد کیا تھا ام الفضل حضرت عباس کی بی بی کی کنیت ہی اسکے بعد حضرت عباس نے یہ بھی کہا کہ مجھے اب تک تو آپکی نبوت مین شک تھا مگر اسوقت کی باتون سے سارا شک جاتا رہا پھر حضرت عباسؓ نے یہ کہا کہ جو مال میرا لوٹا گیا ہے وہ اس فدیہ میں سے آپ مجرا دین آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا وہ مال تو اللہ پاک نے ہمین غنیمت مین دیا ہی غرضکہ حضرت عباس نے فدیہ اپنا اور اپنے ہمراہیونکا دیا اوسوقت اللہ پاک نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور فرمایا کہ خدا تمہارے دلون کی باتونکو اچھی طرح جانتا ہی اللہ پاک اس سے بھی زیادہ دیگا جتنے مال کا نقصان ہوا ہے اور آخرت مین بخشش بھی کریگا حضرت عباس کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے اسلام لانے کے بعد اپنا وعدہ مجھسے پورا کیا اسوقت میرے پاس بیس غلام ہیں جنکے ہاتھ مین میرا سارا کاروبار ہے اور آخرت میں امید رکھتا ہون کہ خدا مجھے بخشے گا مستدرک حاکم مین حضرت عائشہ کی ایک صحیح حدیث اسی مضمون کی ہی اوس سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی معتبر سند سے مستدرک حاکم مین ابو موسےؓ

منزل ۲

اشعری سے روایت ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا جو اسّی ہزار کا تھا آپ نے فرمایا کہ مسجد میں اسکو پھیلا دیا جاوے پھر آپ نماز کی طرف متوجہ ہوگئے بعد فراغت نماز کے ہر شخص کو اس میں سے دیا جسکو دیکھا اسکو دیا کسی کو چھوڑا نہیں اتنے میں حضرت عباس آئے اور کہا مجھے بھی اس میں سے کچھ دو میں نے ایک وقت اپنا اور اپنے بھتیجوں کا فدیہ دیا تھا آپ نے فرمایا لے لو انھون نے لپین بھر بھر کر وہ مال لینا شروع کیا اور اپنی چادر میں اسکو باندھکر اوٹھانے لگے تو نہیں اوٹھا اسپر کہنے لگے حضرت کسی کو حکم دو کہ وہ میرے چلے آپ نے کہا کہ نہیں پھر انھون نے کہا کہ تو آپ ہی اوٹھا دو آپ نے فرمایا نہیں آخر انھون نے کچھ اسمیں سے گرا کر اور باقی کاندھے پر رکھکر چلے گئے حضرت انکی طرف دیکھکر تعجب کر رہے تھے جب وہ نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تو حضرت بھی وہان سے اوٹھے اسوقت ایک درہم بھی باقی نہین رہا تھا سب مال ختم ہوچکا تھا پھر اللہ جل شانہ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ خیانت کرینگے تو پہلے بھی خیانت کر چکے ہیں مگر اسکا نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ خدا نے کس طرح اونکو مسلمانون کے قبضہ میں کردیا گرفتار ہوکر آئے مطلب یہ ہے کہ ابو طالب کی زندگی میں بنی ہاشم پہلے اس بات کا ارادہ کر چکے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرابت کے لحاظ سے ہمیشہ مدد دینگے مگر اپنے قول پر قائم نہین رہے عہد شکنی کی اور کافرون سے جاملے اور انکے ساتھ لڑائی کو آئے انکو فرمایا کہ وعدہ توڑ ڈالا تو کیا ہوا آخر گرفتار ہوئے ایسا ہی اگر پھر عہد شکنی کرینگے تو خدا انپر قادر ہے تو اس سے بچکر کہان جاوینگے قتادہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح جب مرتد ہوکر مشرکون سے ملگیا تو یہہ آیۃ اوتری یہ عبد اللہ بن سعد وہی ہے جو مسلمان ہوکر کچھ دنون کاتب وحی رہا اور بعد اسکے اسلام سے پھر گیا اور مدینہ سے مکہ مین جاکر مشرکین مکہ سے ملگیا فتح مکہ کے وقت آٹھ مرد اور چھ عورتون کے مار ڈالنے کا حکم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا انمین عبد اللہ بن سعد کا نام بھی تھا لیکن یہ عبد اللہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دودہ کا بھائی تھا اسلئے حضرت عثمان علیہ السلام نے اسکی سفارش کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش منظور فرماکر عبد اللہ کا اسلام قبول فرمالیا آیۃ کے لفظ عام ہیں اسواسطے حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہے کہ عبد اللہ بن سعد کی طرح جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول سے بدعہدی کریگا وہ بدعہدی کے جرم میں پکڑا جاویگا جس طرح ان بدر کے قیدیون نے ابو طالب کے زمانہ کے عہد کو توڑا اور اسکی سزا مین پکڑے گئے ان آٹھ مرد اور چھ عورتون کے قصہ کی جو حدیثین نسائی ابوداؤد وغیرہ مین ہیں یہ حدیثین اور اہل مکہ نے صلح حدیبیہ کے برخلاف جو بدعہدی کی جسکی سزا مین مکہ پر چڑہائی ہوئی یہ سب حدیثین بدعہدی کی پکڑ اور سزا کی تفسیر ہین حضرت علی۔ عباس۔ عقیل۔ جعفر۔ اور حارث کی اولاد کو بنی ہاشم کہتے ہین

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ مین اور جن لوگون نے جگہ دی

وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن

اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہین اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو اون کی

وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ

رفاقت سے کچھہ کام نہین جب تک گہر نہ چھوڑ آوین اور اگر تم سے مدد چاہین دین مین تو تمکو لازم ہے مدد کرنی

اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

مگر مقابلہ مین ایسون کے جن مین اور تم مین عہد ہے اور اللہ جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

مدینہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنے مسلمان تھے وہ دو فرقے تھے ایک وہ لوگ تھے جو مکہ کے باشندہ تھے مگر کفار کی تکلیف اور ایذا رسانی سے اپنا وطن چھوڑ کر محض خدا کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ مین چلے آئے تھے اور یہان بود و باش اختیار کی تھی یہ لوگ مہاجرین کہلاتے ہین اور ایک وہ لوگ تھے جو خاص مدینہ کے رہنے والے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے اور آپکے ہجرت سے پہلے اونہون نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آپ مدینہ مین آنکر وہان رہنا اختیار کرین گے تو ہر طرح سے آپکی خبر گیری ہم کرینگے جان سے مال سے دریغ نکرین گے اگر کفار آپ پر حملہ کرینگے اور لڑائی پر آمادہ ہونگے تو ہم لوگ سینہ سپر کرنیکو تیار ہین یہ لوگ انصار کہلاتے ہین ہجرت کے بعد اونہون نے اپنے وعدہ کے موافق اپنے بھائی مہاجرین کو اپنے گہرون مین رکہا جنکی بیویان نہ تھین انکا نکاح کر دیا انہین دونو گروہ مہاجرین و انصار کی شان مین یہ آیۃ اوتری اور فرمایا کہ جو لوگ اپنا گہر چھوڑ چھوڑ کر آئے اور اپنی جان و مال سے خدا کی راہ مین جہاد کیا اور وہ لوگ جنہون نے ان مہاجرین کی ہر طرح سے مدد کی اور رہنے کو جگہ دی لڑائی مین انکے ساتھ شریک ہو کر لڑے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے کے وارث ہین ایک پر ایک کا حق ہے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مہاجرین اور انصار کے درمیان مین بھائی بندی کرا دی تھی ایک دوسرے کا وارث بن گیا تہا اور کنبے رشتہ سے بھی بڑھکر انکے تعلق بڑھ گئے تھے ایک دوسرے کا ترکہ پاتا تھا پھر جب یہ آگے کی آیۃ اوتری واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض تو یہ حکم بدل گیا یہ روایۃ صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ہے پھر اللہ پاک نے تیسری قسم کے لوگون کا حال بیان فرمایا جو مسلمان ہو گئے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ نہ آئے مکہ مین ہی رہنا پسند کیا انکے حق مین فرمایا کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہین اور تمہارے ساتھ ہجرت کر کے نہین آئے وہ لوگ ان مہاجرین اور انصار کے وارث نہیں ہو سکتے ہین اور نہ انکو مال غنیمت مین سے کچھ حصہ مل سکتا ہے ہان اگر یہ لوگ کسی لڑائی مین تمہارے ساتھ شریک ہون تو بیشک انکا بھی حق غنیمت مین ہو سکتا ہے صحیح مسلم مین بریدہ بن حصیب اسلمی کی حدیث ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اون لوگون کو اونکے گہرون سے مدینہ کے گہرون کی طرف بلاؤ اور جتلاؤ کہ اگر وہ مدینہ آجائین گے تو غنیمت کے مال مین جس طرح مہاجرین کا حصہ ہے انکا بھی ہو گا اور اگر نہ آئین اور اپنے گہرون مین رہنا پسند کرین تو یہ خوب جان لیوین کہ اسوقت تک غنیمت اور فی مین انکا کوئی حصہ نہ ہو گا جب تک یہ مدینہ کے مسلمانون کے ساتھ ملکر جہاد نکرین پھر اللہ جل شانہ نے انہین مسلمانون کے متعلق فرمایا کہ جو ہجرت کر کے نہین آئے اگر یہ لوگ کفار سے دین کے واسطے لڑین اور تم سے مدد چاہین تو تم پر واجب ہے کہ انکی مدد کرو کیونکہ آخر یہ لوگ بھی تمہارے

منزل ۲

بھائی ہیں اور اگر یہ لوگ ایسی کسی قوم سے جہاد کریں جن سے اور تم سے عہد و پیمان ہو گیا ہے تو اونکی مدد کی خاطر سے اپنے قول و قرار کو نہ توڑو اللہ تمہارے سارے عمل دیکھتا ہی کہ کون حد شرع پر قائم رہتا ہے اور کون نہیں رہتا مہاجرین جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آ لئے تو رشتہ کنبے کے لوگوں کے مکہ میں رہجانے کے سبب سے پریشان رہتے تھے ان لوگوں کی اس پریشانی کے رفع ہوجانے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انمیں اور انصار میں بھائی بندی کرادی تھی اس بھائی بندی کا ذکر صحیح بخاری وغیرہ کے متفرق روایتوں میں ہی صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی بعد مہاجرین کے رشتہ کنبے کے لوگ جب مدینہ میں آ گئے تو پھر اس بھائی بندی کی ضرورت باقی نرہی مہاجرین میں کچھ اوپر اسی صحابہ ایسے تھے جنہوں نے دو دفعہ ہجرت کی ایک دفعہ مکہ سے حبشے کو گئے اور پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کا مدینہ کو ہجرت کر کے جانا سنا تو حبشہ سے مدینہ آئے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ان حبشہ کے جانے والے صحابہ کو بہت آرام سے رکھا تھا یہی بات مشرکین مکہ کو شاق گذری تھی جسپر اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ایذا پہونچانے کا ارادہ کیا ابو طالب کو مشرکین مکہ کے اس ارادہ کی جب خبر پہونچی تو ابو طالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کر کے انسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کا عہد لیا اوپر اسی عہد کا یہ ذکر تھا کہ ابو طالب کی زندگی میں بنی ہاشم قرابت کے لحاظ سے ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دینے کا عہد کیا تھا اور پھر یہ لوگ اس عہد پر قائم نہیں رہے مشرکین مکہ کے ساتھ بدر کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کو آئے۔ انصار کے معنے مددگاروں کے ہیں اہل مدینہ کا نام انصار جو قرار پایا اسکا تفصیلی قصہ تو سورہ حشر میں آویگا مگر حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے مدینہ کے کچھ لوگ موسم حج میں مکہ کو آئے اور قرآن شریف کی آیتیں سنکر انکے دل نرم ہوئے جس سے اونھوں نے منی کی گھاٹیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور اس بیعت کے وقت اونھوں نے جب یہ سنا کہ مشرکین مکہ آپکو طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں اور کلام الہی لوگوں کو نہیں سنانے دیتے تو اونھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ وعدہ کیا کہ اگر آپ مدینہ میں چلے رہیں تو یہ لوگ آپکی ہر طرح سے مدد کریں گے اسی دن سے ان لوگونکا لقب انصار قرار پایا چنانچہ معتبر سند سے مستدرک حاکم میں حضرت علی کی ایک حدیث ہی جسمیں اسکا ذکر تفصیل سے ہے یہ اوپر گذر چکا ہے کہ بدر کی لڑائی اسلام کی پہلی لڑائی ہی اسلیے اس لڑائی کے زمانہ تک جو مہاجرین اور انصار تھے اونکو مہاجرین اور انصار اولین کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہی کہ یہ مہاجرین ہجرت میں انصار دین کی مدد میں اور لوگوں سے مقدم ہیں مہاجرین اور انصار کی تعریف میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اگر تم یوں نکروگے تو دھوم مچے گی ملک میں اور بڑی خرابی ہوگی

اللہ پاک مسلمانوں کے درمیان میں باہمی میل جول کرنے کا ذکر فرما کر کفار کے ساتھ قطع تعلق کرنے کا حکم فرماتا ہے اسلیے یہ ارشاد کیا کہ کفار آپسمیں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور سب کے سب ایک ہیں اگر تم بھی آپسمیں اتفاق نہ پیدا کروگے اور ایک نہ ہوجاؤگے اور کفار سے تعلق نہ قطع کروگے تو بڑا فتنہ و فساد دنیا میں پھیل جاویگا تم میں کمزوری آجاویگی ایکدوسرے سے ایکدم جدا

منزل ۲

ہوجاؤگے اور کفار کا زور بڑھ جاویگا حاکم نے اسامہ بن زید سے ایک حدیث روایۃ کی ہی کہ دو ملت کے لوگ ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے نہ مسلمان کافر کا نہ کافر مسلمان کا اسی مضمون کی حدیث اسامہ بن زید سے صحیح بخاری و مسلم مین بھی ہی یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہی اور نہ کافر مسلمان کا اسامہ بن زید کی جس حدیث کا ذکر اوپر گذرا یہ حدیث سوا صحیح بخاری و مسلم کے صحاح کی باقی کتابون مین بھی ہی اگرچہ صاحب منتقی نے یہ لکھا ہی کہ اسامہ بن زید کی حدیث صحیح مسلم اور نسائی مین نہیں ہی اور صاحب جامع الاصول نے لکھا ہی کہ یہ حدیث نسائی مین نہیں ہی لیکن یہ سہو نظری ہی اسامہ بن زید کی یہ حدیث ان دونون کتابون مین موجود ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہین

الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا

مسلمان ٹھیک انکو بخشش ہے اور روزی عزت کی اور جو ایمان لائے پیچھے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے

مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ساتھ ہوکر سو وہ تمہارے جن ہین اور ناتے والے آپسمین حقدار زیادہ ہین ایک دوسرے کے اللہ کے حکم مین تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہی

اللہ تعالی نے مہاجرین اور انصار اور ہجرت نکرنیوالے مسلمان ان سب کا ذکر فرماکر ان آیتون مین فرمایا جو لوگ ہجرت کر کے اور اپنا اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ مین چلے آئے اور جو لوگ ان مہاجرین کے ہر طرح مددگار ہی بیشک وشبہ وہ کامل مومن ہین انکی عقبی کا انجام بیان کیا کہ انکے واسطے آخرت میں بخشش ہے کیونکہ ان لوگون نے اپنی جان اور مال سے کسی طرح دریغ نہ کیا ہر طرح سے خدا کے دین مین کوشش کی کفار سے لڑے بھڑے غرض دنیا وآخرت دونون مین انکے لئے بہبودی ہے دنیا مین غنیمت انکے واسطے حلال ہے اور آخرت مین جو نعمتین انکو ملین گی وہ بے مشقت ہونگی پھر اللہ پاک نے ان لوگونکو بھی جو بعد میں ہجرت کر کے آئے انہین مہاجرین اور انصار کے حکم مین داخل کیا کہ یہ لوگ پہلے اگرچہ مہاجرین کے ساتھ نہین آئے مگر بعد مین تو آئے اپنے گھر بار چھوڑ دئے مال چھوڑا کنبہ رشتہ چھوڑا محض خدا کے واسطے آئے ہین اسلئے انکے واسطے بھی مغفرت ہے جس طرح غنیمت مین اگلے لوگونکا حصہ ہی اوسی طرح ان پچھلے مہاجرین کا بھی حصہ ہی پھر اللہ پاک نے قرابت کا ذکر فرمایا کہ جن لوگون کے درمیان مین ناتہ رشتہ نہین ہی ہجرت کی وجہ سے جو بھائی بندی ہوئی ہے اوس سے اوسے قرابت کا رشتہ ہی کیونکہ یہی باتین لوح محفوظ کے موافق قرآن مجید میں ہین پھر فرمایا کہ اللہ پاک ہر شے کا جاننے والا ہی اسلئے جتنے احکام اوس نے لوح محفوظ کے موافق قرآن مجید مین نازل فرمائے ہین انمین سے کوئی بے فائدہ نہیں ہے ایک آیۃ میں کسی خاص سبب سے کوئی حکم ہوا اور پھر اوس سبب کے نہ پائے جانے سے دوسرا کوئی حکم نازل ہوجاوے تو اکثر سلف اوسکو ناسخ منسوخ نہیں قرار دیتے جس طرح مثلاً ابتدائے اسلام مین جبتک مسلمانون کے پاس لڑائی کا سامان نہیں تھا تو مخالف لوگون کے ایذا دینے کی حالت پر مسلمانون

منزل ۲

کو در گذر کا حکم تھا پھر جب مسلمانون کے پاس لڑائی کا سامان ہوگیا تو لڑائی کا حکم نازل ہوا جس کا مطلب یہ ہی کہ پھر جب مسلمان ابتدائے اسلام کی حالت میں ہون تو وہی درگذر کا پہلا حکم قائم ہوجاویگا اسی طرح جب تک مہاجرین کے رشتہ دار مکہ سے مدینہ مین نہین آئے تھے تو مہاجرین کے دینی بھائی انصار مہاجرین کے وارث قرار دئے گئے تھے پھر جب مہاجرین کے رشتہ دار مدینہ مین آگئے تو آیت الوالارحام نازل ہوکر اسکے موافق رشتہ دارون کی وراثت قائم ہوگئی لیکن اس آیۃ کے نازل ہونے کے بعد بھی پہلے حالت کے موافق جب کبھی کوئی مسلمان لاوارث فوت ہوا تو اسکے مسلمان بھائی اوسکے مال کے حقدار قرار دئے گئے اور بیت المال میں وہ مال داخل ہوکر اسکے دینی بھائیون کی ضرورتون مین صرف ہوا چنانچہ معتبر سند سے مسند امام احمد ابوداؤد وغیرہ میں مقدام بن معدی کرب کی جو روایۃ ہی اسمین اسکا ذکر ہی ان ہی وجوہات سے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان مین اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے فوز الکبیر مین آیۃ اولوالارحام سے کسی پہلے حکم کو منسوخ نہین ٹھرایا سورہ نساء کی آیۃ ولکل جعلنا موالی کی تفسیر میں بھی یہ ناسخ منسوخ کا تذکرہ گزرچکا ہے۔

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّ عَشَرَ رُكُوْعَاتٍ

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورت مدنی ہی براء بن عازب کی روایۃ سے بخاری کہتے ہین یہ سب سے پچھلی سورت ہے جو پوری اتری ہی سورہ براءۃ کے نام کے علاوہ اسکو سورہ توبہ بھی کہتے ہین کیونکہ اس مین مومنونکی توبہ کا ذکر ہے اس سورت کے اور بھی نام ہین جو بڑی تفسیرین مین ہین اس سورۃ کی ابتدا مین جو بسم اللہ نہین ہی اس مین علما کا اختلاف ہی مالک بن انس کہتے ہین کہ یہ سورہ توبہ سورہ بقر کے برابر تھی جب اول سورۃ ساقط ہوگئی تو اسکے ساتھ بسم اللہ بھی ساقط ہوگئی اور بعضے یہ کہتے ہین کہ حضرت عثمان غنی کی خلافت کے وقت مین جب قرآن شریف لکھے گئے تو صحابہ میں اختلاف ہوا بعضے سورہ انفال اور سورہ توبہ کو ایک سورۃ شمار کرنے لگے اور کوئی کہتا تھا کہ دو سورتین علیحدہ علیحدہ ہیں اسلئے دونون فریق کی رضامندی کے لئے سورہ توبہ کی ابتدا مین بسم اللہ کی جگہ چھوڑ دی گئی اور جو لوگ ان دونون سورتون کو ایک سورت شمار کرتے ہین انکا بیان یہ ہی کہ سورہ انفال اور سورہ توبہ دونون مین جہاد کا ذکر ہے اور دونون مشرکین کی لڑائی کے باب مین نازل ہوئی ہیں اسواسطے گویا یہ ایک ہین کل آیتین دونو سورتون کی ملاکر دو سو پانچ ہیں اور یہ دونون سورتین قرآن مجید کی لمبی سورتون میں ساتوین سورتین ہین مستدرک حاکم مین حضرت عثمان کی روایۃ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین فرمایا کہ یہ دونون ایک سورت ہین یا دو اور آپکی وفات ہوگئی اس لئے مین نے ان دونون کے درمیان مین بسم اللہ نہیں لکھی ترمذی نے بھی اس حدیث کو روایۃ کیا ہی اور اسکو حسن کہا ہی بخاری مین براء بن عازب سے روایۃ ہی کہ حضرت عثمان نے اس سورہ مین بسم اللہ نہین لکھی اور آنحضرت نے بھی یہ نہین فرمایا کہ یہ سورہ علیحدہ ہے یا انفال کا ٹکڑہ ہے اس سورہ کی ابتدا جب ہوئی جب غزوہ تبوک سے واپس آئے اور حج کا زمانہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ مشرکین اپنی عادت کے موافق ننگے بدن ہوکر طواف کرینگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کرکے روانہ فرمایا کہ مشرکون کو جاکر دین

منزل ۲

ادر حج کے مناسک شرعی برا نہیں قائم کرین اور مشرکون کو یہ بات بھی جتلا دین کہ آیندہ پھر وہ لوگ حج کرنے نہ پائین گے اور لوگون
مین اس طرح سے پکار دین براءۃ من اللہ ورسولہ الخ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد آپنے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو بہیجا کہ یہ حکم جاکر اون لوگونکو پہونچادو اور اسی بنا پر بعضے سلف کا قول ہو کہ جب عرب اور دوسرے کسی قوم کے درمیان مین
عہد و پیمان ہوتا تھا اور پہر وہ اسے توڑنے کے لئے خط لکھتے تھے تو بسم اللہ نہین لکھتے تھے یہ اونکی عادت تھی اسیواسطے جب یہ سورت
انکے درمیان کے مقررہ عہد کے توڑنے کے لئے اوتری اور حضرت نے علی رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے پاس اس سورہ کو
پڑھ کر سنانے کو کہا تو موافق اوس عادت کے بسم اللہ نہیں لکھی کیونکہ بسم اللہ امان ہے اور سورہ براءت مین
حکم قتال لکھا ہے +

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِى الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ
جواب ہے اللہ کی طرف اور اوسکے رسول سے اون مشرکون کو جن سے تمکو عہد تھا سو پہر لو اس ملک مین چار مہینے
اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِى الْكٰفِرِيْنَ ۝
اور جان لو کہ تم نہ تہکا سکوگے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرتا ہے منکرونکو

تفسیر ابن ابی حاتم مین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق تفسیر آیۃ کی یہ ہے کہ اللہ پاک نے اون لوگون کے ساتھ
چار مہینے کی مدت مقرر کر دی تھی جن لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا مثلاً جیسے قبیلہ خزاعہ و مدلج اور جن
لوگونسے کچھہ عہد نہین تھا اونکے واسطے پچاس رات کی حد باندھی اور اللہ کے رسول کو یہ حکم دیا کہ جن کفار سے تمہارا قول قرار
نہیں ہے اونسے دسوین ذالحجہ سے لیکر آخر محرم تک لڑو جب محرم کا مہینہ ختم ہوجاوے تو اونسے لڑو پہر اگر وہ مسلمان ہوجاوین تو
بہتر ہے ورنہ اونکو قتل کرو اور جن کفار سے عہد و پیمان ہوچکا تھا اونکے واسطے یہ حکم دیا کہ چار مہینے دسوین ذالحجہ سے ربیع الآخر
کی دسوین تاریخ تک نہ لڑو اور جب یہ مدت ختم ہوجاوے تو پہر اونسے جہاد کرو یہانتک کہ وہ مسلمان ہوجائین سورہ بقر مین گذر چکا
ہے کہ جمہور کے قول کے موافق حج ۶ھ ہجری مین فرض ہوا ہی لیکن فتح مکہ سے پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سبب سے
حج نہین کیا کہ کعبہ اور صفا مروہ مین بت رکھے ہوئے تھے ۸ھ مین مکہ کی فتح ہوئی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۹ھ ہجری
مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بہیجا اور انکے پیچھے حضرت علی کو دس آیتین سورہ براءت کی دیکر روانہ فرمایا کہ مشرکون کو جاکر
یہ آیتین سنادو اور یہ بھی جتادو کہ ۱۰ھ ہجری سے کوئی مشرک یا ننگا شخص طواف نکرنے پاویگا پہر اوس سال آپنے حج کیا
جسکو حجۃ الوداع کہتے ہیں اسی حکم مین یہ بھی تھا کہ دسوین ذالحجہ سے دسوین ربیع الآخر تک تمہین مہلت دی گئی ہی پہر کوئی
عذر تمہارا نہین سنا جائے گا اگر ایمان لائے تو خیر ورنہ آمادہ جنگ ہوجاو یہ حکم حضرت علی نے سبکو سنادیا اور اعلان جنگ دیدیا
یہی قول اکثر مفسرین کا ہے اور اس تقرر مدت سے غرض یہ تھی کہ یہ لوگ خوب اچھی طرح سے جان لیوین کہ اس مدت کے بعد
یا لڑنا ہی یا مسلمان ہونا ہی پہر اس بات کو سوچ سمجھکر شاید وہ مسلمان ہوجائین معتبر سند سے صحیح ابن حبان مین ابوسعید خدری

منزل ۲

کی حدیث ہی جسمین یہ ہی کہ جب حضرت ابو بکر صدیق سفر حج سے مدینہ کو واپس آئے تو اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا تھا کہ کیا حضرت مجھہ سے اس کام مین کچھہ کوتاہی ہونے کا اندیشہ تھا جو آپنے اس کام کے لئے حضرت علی کو میرے پیچھے
روانہ فرمایا۔ اسکے جواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے روانہ کرنے کے بعد جبرئیل علیہ السلام آئے اور انھون
نے اللہ تعالی کا یہ حکم پہونچایا کہ اس صلح کے عہد کو توڑنے کے پیغام کو یا تو مین خود مکہ جاکر مشرکین کو پہونچادون اور اگر مین خود
نہ جاؤن تو کوئی میرا خاص رشتہ دار اس کام کو کرے اسلئے مین نے تمہارے پیچھے حضرت علی کو روانہ کیا اس مین اور کوئی بات
اندیشہ کی نہیں ہی اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھہ مین آسکتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکر صدیق
کو اور پھر انکے پیچھے حضرت علی کو اس سفر مین کیون اور کس واسطے بھیجا۔ صلح حدیبیہ کے وقت مشرکین مکہ سے جس طرح صلح
ہوئی تھی اوسی طرح اطراف مکہ مین جو قبیلے رہتے تھے اون سے بھی صلح ہوئی تھی اب فتح کے سبب سے مشرکین مکہ کی صلح حدیبیہ
تو خود ٹوٹ گئی اور باقی قبیلونکی صلح سورہ براۃ کی دس آیتین سناکر توڑ دی گئی دس آیتونکی قید مسند امام احمد کی حضرت
علی کی روایۃ مین ہے اس حدیث کی سند مین ایک راوی محمد بن جابر سحیمی کو اگرچہ بعضے علمانے ضعیف کہا ہی لیکن باقی
کے علمانے محمد بن جابر کو ثقہ قرار دیا ہے۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ

اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اسکے رسول سے لوگونکو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے مشرکون سے اور اسکا رسول

فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے بھلا ہی اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور خوشخبری دے منکرونکو دکھہ والی مار کی

منزل۲

اس آیۃ مین یہ ارشاد فرمایا کہ چار مہینے کی مدت دیکر کفار سے یہ کہدو کہ ایسے دن یہ حکم دیا جا رہا ہی کہ حج اکبر کا دن ہی یہ بھی فرمایا
کہ چار مہینے کے بعد خدا اور اوسکا رسول صلح سے بری ہی تم اپنا سوچ سمجھہ لو اگر تم کفر سے تائب ہوگئے تو تمہارے واسطے بہتر
ہی اور اگر نہیں تو یاد رکھو تم خدا کو نہین تھکا سکتے ہو جہان جاؤگے پکڑے آؤگے کہین بھاگ نہین سکتے دنیا مین قتل و غارت
کے سوا آخرت مین بھی تمپر دردناک عذاب ہوگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کفار مکہ اور چند فرقہ کے لوگون سے سنہ ۶
ہجری مین صلح ہوئی تھی جو حدیبیہ کی صلح مشہور ہی اسکا ذکر انا فتحنا مین ہی پھر جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ حکم ہوا کہ کسی مشرک
اور کافر سے صلح نہ رکھو اور نہ عہد و پیمان کرو اور عرفات سے پھر کر قربانی کے مقام مین جب یہ سب جمع ہون تو یہ حکم قربانی
والے دن پکار دو اور صلح کے جواب مین چار مہینے کی مہلت اسلئے دیدو کہ اس عرصہ مین وہ لوگ ایمان قبول کرین تو بہتر ہے
اور نہین تو اپنا اپنا گھر چھوڑ کر چلے جائین اور اگر یہ بھی نکرین تو لڑائی کا انتظام کرین اور جنگ کے واسطے آمادہ ہوجائین پھر گھڑی
بھر کی فرصت نہ دو بعض مفسرین نے یوم الحج الاکبر کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہی کہ حج اکبر کے دن سے مراد عرفہ کا دن ہی مگر اکثر
مفسرین کا یہ قول ہی کہ اس سے دسوین ذالحجہ مقصود ہی جس روز منی مین آکر سب لوگ قربانی کرتے ہین بخاری و مسلم مین

ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ہی کہ اوس حج مین جسمین یہ حکم سنایا گیا مجھے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بہیجا تہا وہ قربانی کا دن تہا ہملوگ منی مین یون پکارتے پہرتے تھے کہ اس سال کے بعد پہر کوئی مشرک حج کرنے نہ پائے گا اور نہ ننگے بدن کسی مشرک کو طواف کرنا ملیگا اس حدیث سے پچھلے قول کی پوری تائید ہوتی ہی۔ مجاہد کا قول یہ ہی کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت علیؓ کے سبب سے اس حج مین یہ ایک بڑی بات ہوئی کہ عرفات سے منی مین واپس آنے کے بعد دسوین ذوالحجہ سے آیندہ کے لیئے مشرکون کا طواف بند اور حرم مشرکون کی ناپاکی سے پاک صاف ہوگیا اسی واسطے اس حج کو بڑا حج فرمایا طبرانی مین معتبر سند سے سمرۃ بن جندب کی اس مضمون کی ایک حدیث ہی جس سے مجاہد کے قول کی تائید ہوتی ہی۔ اس حج مین دوسری یہ بات بھی ہوئی جس کا ذکر اوسط طبرانی مین عبداللہ بن عمرو بن العاص کی صحیح روایت سے ہی کہ مشرکین مکہ اپنی ضرورتون سے سال کے مہینون مین کچھہ ردوبدل جو کرلیا کرتے تھے وہ ردوبدل اس سال مین نہیں ہوا بلکہ اس سال کا حج عین وقت پر ادا کیا گیا سال کے مہینون کی ردوبدل کی تفصیل اس سورۃ مین آگے آوے گی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا

مگر جن مشرکون سے تمکو عہد تہا پہر کچھہ قصور نہ کیا تمہارے ساتھہ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلے مین کسی کی

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝

سو پورے کردو ان سے عہد اونکے وعدے تک اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے

منزل ۲

اوپر کی آیتون مین صلح کا عہد توڑنے کا حکم دیکر اور چار مہینے کی مہلت کا ارشاد فرماکر اس آیۃ مین استثنا کے طور پر یہ فرمایا کہ جنہون نے تم سے صلح کا عہد کیا اور صلح کے عہد کی کسی شرط کو نہیں توڑا ان کے عہد کو پورا کرو اگرچہ وہ چار مہینے سے زیادہ تک کا عہد ہو کیونکہ اللہ پاک کو احتیاط بہت پسند ہے یہ لوگ اپنی زبان کا پاس رکھتے ہیں اور بے موقع عہد و پیمان نہیں توڑتے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ بعضے قبیلے مثلاً خزاعہ وغیرہ ایسے بھی تھے جو حدیبیہ کی صلح کے عہد پر قائم رہے اونکو مستثنیٰ فرماکر یہ فرمایا کہ اوپر کا حکم فقط اون لوگون کے حق میں ہی جن سے یا تو کچھہ عہد نہیں ہے یا عہد تو ہے لیکن وہ عہد کے پابند نہین رہے جیسے مثلاً بنی بکر کہ انھون نے عہد توڑا یا جیسے مشرکین مکہ کہ انھون نے عہد کے برخلاف بنی بکر کو مدد دی غرض جو لوگ عہد کے پابند ہیں انکی صلح کے لئے چار مہینے کی مدت نہیں ہی بلکہ انکے عہد کی پوری مدت ختم کی جائے حدیبیہ کی صلح دس برس تک کی تھی اس صلح مین قبیلہ خزاعہ مسلمانون کی امان مین تھا اور قبیلہ بنی بکر مشرکین مکہ کی امان مین اس صلح کے دو برس کے بعد قبیلہ بنی بکر نے یہ بدعہدی کی کہ قبیلہ خزاعہ سے لڑائی شروع کردی اور مشرکین مکہ نے یہ بدعہدی کی کہ قبیلہ بنی بکر کو اندرونی مدد دی انہی بدعہدیون کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی چڑہائی کا قصد کیا اور مکہ فتح ہوگیا اب بدعہدی کی سزا مین اوپر کی آیتون کے موافق بنی بکر کو فقط چار مہینے کی مدت ملے گی اور قبیلہ خزاعہ کو اس استثنا کے حکم سے صلح حدیبیہ کی باقی کی مدت مل سکتی ہی ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر مین مجاہد کے قول کے موافق آیۃ کی یہی تفسیر لکھی ہی جو بیان کی گئی۔ صحیح بخاری و مسلم مین انس بن مالک سے اور صحیح مسلم مین

ابو سعید خدری سے جو روایتیں ہیں اس میں بد عہدی کی بڑی مذمت ہے۔ ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہی کیونکہ آیت اور حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شریعت الٰہی میں بد عہدی بڑی مذمت کے لائق ہی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آیۃ میں عہد پر قائم رہنے والے مشرکون کے ساتھ بھی عہد کے نباہنے کا حکم مسلمانوں کو فرمایا ہی۔

فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ

پہر جب گذر جاویں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکون کو جہان پاؤ اور پکڑو

وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا

اور گہیرو اور بیٹھو ہر جگہ اونکی تاک پر پہر اگر وہ توبہ کریں اور کہڑی رکہیں نماز اور دیا کریں

الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

زکوۃ تو چہوڑ دو انکی راہ اللہ ہے بخشتا مہربان

اس آیۃ میں اللہ پاک نے حکم دیا کہ جب دسوین ذیحجہ سے دسوین ربیع الآخر تک چار مہینے گذر جاوین تو خوب دل کھولکر مشرکوں سے لڑو اور جہان کہیں پاؤ انکو قتل کرو ظاہر آیۃ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانوں کو اللہ پاک نے ہر جگہ قتل کا حکم اس آیۃ میں دیا ہی مگر بعض جگہ انکو قتل کرنا منع ہے جیسا کہ اللہ پاک سورہ بقرہ میں فرماتا ہی ولا تقاتلوہم عند المسجد الحرام۔ اس آیت کے موافق بیت الحرام میں خونریزی منع ہے اس آیۃ کی تفسیر میں صحیح بخاری و مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث بھی گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کی حد کے اندر قیامت تک لڑائی حرام ہی فتح مکہ کے دن فقط تھوڑی دیر کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حرم کے اندر لڑائی کی اجازت دی تھی پہر فرمایا کہ ہر جگہ انکی تاک میں رہو اور انکو گرفتار کرو اور انکا محاصرہ کرلو کہ نکلنے نہ پائیں پہر گرفتار کرنے پر خواہ انکو مار دو یا قید رکھو تمہیں اختیار ہے اور اگر یہ مسلمان ہو جائیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوۃ دیں تو انکو چھوڑ دو کیونکہ حکم شرع ظاہر پر ہی دل کی بات خدا جانتا ہی اسی آیت سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ بات نکالی ہی کہ جو شخص زکوۃ نہ دے اوس سے جنگ کرنا چاہیے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری صحیح مسلم میں روایت ہی کہ ہمیں حکم ہوا ہی کہ ہم لوگوں سے اوسوقت تک لڑیں جب تک یہ لوگ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ زبان سے نہ کہیں اور نماز نہ پڑہیں اور زکوۃ نہ دیں حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ جب سے یہ آیت اوتری کسی مشرک اور کافر کیلئے کوئی عہد و پیمان نہ رہا جو کچھ قول و قرار پہلے انسے ہوا تھا وہ سب ٹوٹ گیا اور پہلی کل شرطیں جاتی رہیں اور اللہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جن لوگوں سے پہلے قول و قرار ہو چکا ہی اگر وہ لوگ ایمان نہ لاوین تو اونپر تلوارین نکالو اگر اسلام قبول کریں تو بہتر ورنہ انکو قتل کرو صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان میں ہی کہ مکہ کے گرد و نواح میں جو مشرک قبیلے رہتے تھے انھوں نے یہ بات ٹہرا رکھی تھی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم قریش پر غالب آجاوین اور مکہ فتح ہو جاوے تو پہر دائرہ اسلام میں داخل ہو جانا چاہیے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ میں اسلام کی ترغیب لائی تاکہ انہیں یاد آجاوے

منزل ۲

کہ جو بات انھوں نے ٹھہرا رکھی تھی وہ پوری ہو گئی مکہ فتح ہو گیا مکہ کے سب بت ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئے اب دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بغیر کوئی صورت بہبودی کی نہیں ہے۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ
اور اگر کوئی مشرک تجھسے پناہ مانگے تو اسکو پناہ دے جب تک وہ سن لے کلام اللہ کے پھر پہنچا دے

مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ
اسکو جہان وہ نڈر ہو یہ اسواسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے

ع ۱

اس آیۃ میں اللہ پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ جن مشرکوں سے تمہیں لڑنیکا حکم دیا ہی اگر انمیں کا کوئی شخص امان چاہے تو اسکو امان دو تاکہ وہ اللہ کا کلام سن لیوے اور دین کی حجت اسپر تمام ہو جائے پھر اسکو اسکے گھر تک امن و امان سے پہونچا دو جب وہ امن کی جگہ پہونچ جائے تو تمہیں اختیار ہی اُس سے لڑائی لڑو کیونکہ اپنے گھر پہونچ جانے کے بعد وہ تمہاری امان سے نکل گیا اور وہ اپنی پچھلی حالت پر آگیا اب اُس سے لڑنا تمہارے واسطے مباح ہی یہ امان اس لئے مشروع ہی کہ یہ لوگ خدا کے دین کو پہچان لیں اور اسلام کا چرچہ تمام لوگوں میں پھیل جائے مجاہد اس آیۃ کی تفسیر میں یہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص تمہارے پاس اس غرض سے آیا ہی کہ تمہاری بات سنے اور جو کلام تمپر خدا نے اتارا ہی اسکو معلوم کرے تو وہ امان میں ہے اور جب تک امان میں ہی کہ وہ اپنے گھر صحیح و سلامت پہونچ جائے اسی واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو امان دیتے تھے جو ہدایت کے لئے آتا تھا یا کسی کا کوئی پیغام لاتا تھا چنانچہ جنگ حدیبیہ کے دن ایک جماعت قاصدوں کی قریش کی طرف سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے اوس میں عروہ بن مسعود اور سہل بن عمرو وغیرہ تھے یہ لوگ صلح کے اُس معاملہ کے واسطے جو انکے اور رسول خدا کے درمیان میں تھا امن سے اسکی بات چیت کے لئے آتے جاتے تھے صحیح بخاری وغیرہ میں صلح حدیبیہ کی جو روایتیں ہیں ان میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد ابو داؤد و نسائی اور مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مسعود سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مسیلمہ کذاب نے دو شخصوں کو قاصد بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا جب ان دونوں شخصوں نے مسیلمہ کذاب کو اللہ کا رسول کہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر قاصدوں کا مار ڈالنا شریعت الٰہی میں جائز ہوتا تو میں تم دونوں کے مار ڈالنے کا حکم دیتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قاصد کے منہ سے اگر کوئی کفر کا کلمہ بھی نکل جاوے تو بھی اسکے امن و امان میں خلل نہیں پڑتا ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیثوں کو ملا کر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ شریعت میں جس طرح کلام الٰہی سننے کو آنے والے شخص کے لئے امن و امان کا حکم ہے اوسی طرح قاصد کے لئے بھی امن و امان کا حکم ہے۔

منزل ۲

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ
کیونکر ہووے مشرکون کو عہد اللہ پاس اور اُس کے رسول پاس مگر جنسے تم نے عہد کیا

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ○

مسجد حرام کے نزدیک سو جب تک تم سے سیدھے رہیں تم اونسے سیدھے رہو اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے

اس آیۃ مین اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ کیونکر ان مشرکوں کا عہد قائم رہ سکتا ہے انکی حالت تو یہ ہے کہ خدا اور اسکے رسول کے یہ لوگ منکر ہیں پھر فرمایا کہ جو لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں انکے ساتھ تم بھی ویسا ہی کرو کہ اپنے عہد پر قائم رہو کیونکہ خدا کو احتیاط کرنے والے لوگ بہت پسند ہین خدا انکو دوست رکھتا ہے جو اپنے قول پر قائم رہیں اسواسطے کہ یہ صفت متقی لوگونکی ہے وہ لوگ جنہون نے عہد کو نباہا بنی خزاعہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنسے حدیبیہ کے دن حرم پاک کے نزدیک عہد ہوا تھا اور یہ عہد دس برس کا تھا انہین کے متعلق یہ حکم ہوا کہ انسے عہد پورا کرو جب تک یہ لوگ اپنے قول و قرار پر قائم ہین یہ صلح سنہ ۶ ہجری میں ہوئی اس صلح کے دو برس کے بعد جب بنو بکر نے خزاعہ پر چڑھائی کی اور قریش نے انکا ساتھ دیکر ان لوگونکو حرم مین قتل کیا تو ناچار سنہ ۸ ہجری مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگون سے لڑنا پڑا کہ ان لوگون نے اپنا عہد توڑ ڈالا تھا اس جنگ مین حرم کے اندر لڑائی جائز ہوگئی تھی آخر مکہ فتح ہوگیا قریب دو ہزار کے آدمی ایمان لائے اور باقی لوگ بھاگ گئے انکے بابمین یہ حکم ہوا کہ چار مہینہ تک انکو امان دو پھر اس میعاد کے ختم ہونے پر انسے جنگ کرو ان باقی لوگون میں صفوان بن امیہ اور عکرمہ بن ابو جہل وغیرہ تھے خدا نے انکے دلون میں بھی اسلام کی ہدایت ڈالی اور یہ لوگ مسلمان ہوگئے اس صلح حدیبیہ کی ابتدا یون ہوئی کہ سنہ ۶ ہجری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو کے قریب صحابہ کی جماعت کے ساتھ ذیقعدہ کے مہینے مین عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا اور مشرکین مکہ نے راستہ میں ایک مقام پر جس کا نام حدیبیہ ہے آپکو روکا اور آخر صلح ہوئی جس کا تفصیلی قصہ سورہ انا فتحنا میں آویگا اس صلح مین تحریری صلح نامہ جو لکھا گیا تھا اسکے موافق قبیلہ خزاعہ مسلمانونکی حمایت اور امان مین رہا اور قبیلہ بنی بکر مشرکین مکہ کی حمایت اور امان میں۔ ان دونون قبیلونمین قدیمی عداوت چلی آتی تھی اسلئے صلح کے دو برس کے بعد بنی بکر نے خزاعہ پر یہان تک زیادتی کی کہ حرم کی حد کے اندر بھی بنی خزاعہ کے کچھ آدمیونکو قتل کیا یہ بدعہدی تو قبیلہ بنی بکر کی ہوئی مشرکین مکہ نے یہ بدعہدی کی کہ بنی بکر کو ہتیارونکی بھی مدد دی اور خفیہ طور پر لڑائی مین بھی انکا ساتھ دیا اس بدعہدی کی خبر سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار صحابہ کی جماعت کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہوگیا۔ سورہ انا فتحنا مین اس صلح حدیبیہ کو اللہ تعالی نے فتح جو فرمایا اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ صلح آخر کو فتح مکہ کا سبب قرار پائی اور اس صلح کے سبب سے لشکر اسلام میں یہ ترقی ہوئی کہ دو برس مین لشکر اسلام کی تعداد چودہ سو سے دس ہزار تک پہونچ گئی حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیۃ مین مشرکین مکہ اور قبیلہ بنی بکر کو بدعہد فرمایا اور قبیلہ خزاعہ کو عہد پر قائم رہنے والے لوگون مین شمار فرمایا اور حدیبیہ کے صلح نامہ کو عہد فرمایا۔ حدیبیہ کی صلح کو صاف طور پر حرم کی حد کے اندر کا عہد جو نہین فرمایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیبیہ حد حرم کے باہر ہے۔ حدیث کی کتابونمین صلح حدیبیہ و فتح مکہ کی بابت مین جو بہت سی صحیح روایتین ہیں وہ گویا آیۃ کی تفسیر ہین۔

منزل ۲

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

کیونکر صلح رہے اور اگر وہ تم پر ہاتھ پاوین نہ لحاظ کرین تمھاری خویشی کا اور نہ عہد کا تمکو راضی کر دیتے ہیں اپنے مونھ

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

کی بات سے اور اُنکے دل نہیں مانتے اور بہت ان مین بیحکم ہین

اوپر مشرکون کی ظاہری بدعہدی کا ذکر فرما کر اس آیۃ مین اللہ تعالی نے مشرکون کے دل کی باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبردار کیا کہ کیون کر ان لوگون سے صلح قائم رکھہ سکوگے انکی حالت تو یہ ہی کہ فقط منہ سے قول و قرار کرتے ہیں اور انکے دل مین تو یہ ہی کہ اگر مسلمانو نپر انکا قابو پڑجاوے تو ایک کو بھی زندہ نرکہین نہ قرابت کا لحاظ کرین اور نہ اپنے عہد کا یہ لوگ بڑے ہی بےحکم ہیں ان کے دل کب مانتے ہیں جو یہ اپنے قول پر قائم رہیں گے حضرت عبداللہ بن عباس نے الا ولا ذمہ کی تفسیر مین یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد قرابت اور عہد ہے اوپر گذرچکا ہے کہ صلح حدیبیہ کے عہد پر بعضے مشرک قبیلے قائم تھے اس لئے سب صلح والو کو بےحکم نہین فرمایا اکثر کو فرمایا۔ صحیح بخاری اور مسلم مین ابوہریرہ رض کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے شخص سے زیادہ برا کوئی آدمی نہین جسکو اپنی زبان کا پاس نہ ہو ایک ہی بات کو کسی سے ایک طرح پر کہدیوے اور کسی سے دوسری طرح پر معتبر سند سے مسند امام احمد ابوداؤد و نسائی اور صحیح ابن حبان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ابورافع سے روایت ہے جس میں ابورافع کہتے ہیں کہ اسلام لانے سے پہلے مجھکو اہل مکہ نے قاصد بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا تھا مدینہ مین آنکر میرا دل اسلام کی طرف اور مدینہ مین رہجانے کی طرف مائل ہو گیا لیکن صلح حدیبیہ مین یہ شرط ہوئی تھی کہ صلح کے زمانہ تک جو کوئی مکہ سے مدینہ کو آویگا اوس کو واپس کردیا جاویگا اس شرط کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا مدینہ میں رہجانا پسند نہین کیا اور فرمایا کہ اللہ کے رسول سے بدعہدی نہین ہو سکتی۔ آیۃ مین زبان کا پاس نرکہنے اور بدعہدی کی جو مذمت ہے یہ حدیثین گویا اسکی تفسیر ہین۔

اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بیچے اُنھون نے حکم اللہ کے تھوڑی قیمت پر پہر روکا اُسکی راہ سے بُرے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہین

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

نہ لحاظ کرین کسی مسلمان کے حق مین خویشی کا نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر سو اگر توبہ کرین اور کھڑی

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

رکھین نماز اور دیتے رہین زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شرع مین اور ہم کھولتے ہیں پتے جاننے والے لوگونکے واسطے

ان آیتون مین فرمایا کہ ان لوگون نے عہد کے پورا کرنے کے احکام الٰہی کو بہت ہی تھوڑی قیمت پر فروخت کر ڈالا یہ اسواسطے فرمایا کہ جن لوگون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کیا تھا کہ کچھہ مدت تک آپ لڑائی موقوف کرین اور ہم کو

منزل ۲

مہلت دین اون لوگونکو ابوسفیان نے کچھ لالچ دیکر اسبات پر آمادہ کیا کہ عہد توڑ ڈالو اسی طرح طائف کے باشندون نے بھی مال سے ان بدعہدون کی مدد کی تھی - اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ آپ تو عہد توڑتے ہی ہین مگر دوسرونکو بھی راہ حق سے روکتے ہین کہ دین اسلام قبول نکرو پھر فرمایا کہ یہ کام انکا بہت ہی برا ہے اپنے قرابت کے لوگون کا بھی خیال نہین کرتے ہین کہ مسلمانون مین انکے کنبے کے آدمی بھی ہین آخر کچھ تو قرابت کا پاس انہین کرنا چاہئے تھا پھر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے قول پر کیونکر قائم رہتے یہ لوگ تو حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہین نہ اونکی زبان کا ٹھیک ہے نہ انکے فعل کا ٹھیک ہے پھر فرمایا کہ اگر یہ لوگ شرک و کفر سے باز آکر اسلام مین داخل ہوجائین تو پھر یہ لوگ تمہارے دینی بھائی ہوجائینگے اور ہر قسم کے نفع و نقصان مین تمہارا انکا ساتھ ہوجاویگا اور یہ باتین جو تفصیل کرکے اللہ نے بتلائی ہین یہ علم والون کے لئے ہین کیونکہ جو جاہل مطلق ہین اونہین سمجھ ہی کیا ہے کہ کسی بات کو سمجھین لو جسین صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت جو اوپر گزری اور وہ قرابت کے پاس رکھنے والونکی مذمت مین بہت سی صحیح حدیثین جو آئی ہین وہ حدیثین اور بدعہدی کی مذمت کی صحیح حدیثین یہ سب حدیثین ان آیتونکی گویا تفسیر ہین -

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ ۝

اور اگر توڑین اپنی قسمین عہد کے پیچھے اور عیب دیوین تمہارے دین مین تو لڑو کفر کے سردارون سے اونکی قسمین کچھ نہین شاید وہ باز آوین

منزل ۲

اس آیت مین اللہ جل شانہ نے مسلمانون کو یہ حکم دیا کہ یہ مشرک لوگ اگر اپنا عہد توڑدین اور تمہارے سچے دین مین نقص نکالین اور عیب لگائین تو اونکے سردارون کو چن چن کر مارو اور قتل کرو کہ یہ سب فساد انہی کی وجہ سے ہے کیونکہ بیچارے غریب لوگ کیا سر اوٹھا دینگے جب تک انہین بڑے بڑے لوگ کچھ مدد دین حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین کہ یہ آیۃ ابوسفیان وغیرہ قریش کے رئیسونکے باب مین اوتری ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی قوم مین منتخب لوگون مین شمار کئے جاتے تھے اور اپنے اپنے قبیلہ کے سردار مانے جاتے تھے اور انہین لوگون نے صلح کرکے پھر اپنے عہد کو توڑا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا پھر فرمایا کہ ان لوگونکا قول و قرار قسماقسمی کچھ معتبر نہین ہے ورنہ یہ لوگ اس طرح کی بدعہدی کبھی نہ کرتے آخر کو یہ فرمایا کہ ان مشرکون مین سے جو لوگ اپنا عہد توڑدین اور دین مین عیب نکالین انسے لڑنے کو اسواسطے حکم دیا گیا ہے کہ شاید اس جنگ کی وجہ سے یہ لوگ اپنی حرکت سے باز آئین اور پھر کبھی نہ عہد توڑین اور نہ دین مین عیب نکالین اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے کہ کئی چڑھائی سے پہلے مثلاً خالد بن ولید کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ عسفان کی لڑائی کے وقت نماز کی حالت مین مسلمانو نپر حملہ کرنے کا ارادہ جوان خالد بن ولید نے کیا تھا اوسکا قصہ سورہ نساء مین گذر چکا ہے اب صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے دونون کی شمشین خالد بن ولید دائرہ اسلام مین داخل ہوئے اور لشکر اسلام مین اللہ کے رسول نے اللہ کی تلوار انکا لقب قرار دیا چنانچہ صحیح بخاری کی انس بن مالک کی حدیثین ہین

قصہ تفصیل سے ہے یا مثلاً مکہ کی چڑہائی سے پہلے ابوسفیان کی مخالفت کا یہ حال تھا کہ انھون نے مشرکین مکہ کو طرح طرح کا لالچ دیکر صلح حدیبیہ مین خلل ڈالا اور مکہ کی چڑہائی کیوقت اسلام قبول کیا اور پہر اسلام مین انکی یہ عزت ہوئی کہ انکا گہر دارالامن ٹہرا چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ مین اسکا ذکر تفصیل سے ہے حاصل کلام یہ ہے کہ صحیح حدیثون مین اس طرح کے بہت سے قصے ہین جو آیت کے ٹکڑے تعلیم ہینتہون کی پیشین گوئی کی گویا تفسیر ہین۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ

کیون نہ لڑو ایسے لوگون سے کہ توڑین اپنی قسمین اور فکر مین رہین کہ رسول کو نکالدیوین اور انہون نے پہلے

مَرَّةٍ ۚ أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

چہیڑ کی تم سے کیا انسے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیے تمکو زیادہ اگر تم ایمان رکہتے ہو

منزل

سنہ مین جو صلح حدیبیہ ہوئی اسی صلح مین آنحضرت سے اور قریش سے یہ معاہدہ تھا کہ دس برس تک لڑائی موقوف رکہی چاہیے اور اس دس برس کے امن مین خزاعہ قبیلہ حضرت کی امان مین تھا اور بنو بکر قبیلہ قریش کے امن مین تھا بنو بکر قبیلہ نے خزاعہ پر چڑہائی کی اور قریش نے خلاف معاہدہ بنو بکر کو مدد دی اس بدعہدی کے ذکر مین اللہ تعالے نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور مسلمانون کو ترغیب دلانے کے لئے اللہ تعالی نے اس آیۃ مین قریش کی دوسری شرارت بنی وقت کو مکہ سے نکال دینے کی جو ذکر فرمائی ہے صحابہ کے قول کے موافق اوس قصہ کا حال یہ ہے کہ حدیبیہ کی صلح کے وقت مشرکین مکہ نے اپنے دلمین یہ بات ٹہان لی تہی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمرہ کی نیت سے مکہ مین داخل ہون توانکو زبردستی مکہ سے نکال دیوین قبیلہ خزاعہ کے لوگ اس مشورہ مین شریک نہین ہوئے اور صلح کے زمانہ مین اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانونکی حمایت اپنے حق مین بہتر خیال کی اس عداوت کے سبب سے مشرکین مکہ نے قبیلہ بنی بکر کو خزاعہ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور خود قبیلہ بنی بکر کی مدد کی اسی کو مشرکین مکہ کی پہلی چہیڑ فرمایا اور یہ بہی فرمایا کہ ایسے بدعہد لوگون سے لڑنے مین کسی ایماندار شخص کو کچہہ تامل اور ڈر نہ چاہیے کیونکہ ایماندار لوگون کی دلمین سوا اللہ کے ڈر کے اور کوئی ڈر نہ ہونا چاہیے کس لئے کہ جس شخص کے دلمین اللہ کا ڈر ہوتا ہی اسکو عقبے کی سب مشکل کام آسان ہوجاتی ہین۔ معتبر سند سے ترمذی مین ابوہریرہؓ کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے دلمین اللہ کا خوف ہوگا اسکو عقبی کی بہبودی کا راستہ آسان ہوجاوے گا۔ آیۃ مین ایماندار لوگونکو اللہ سے ڈرنے کا جو ارشاد ہی اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے

قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ

لڑو انسے تا عذاب کرے اللہ اونکو تمہارے ہاتھون اور رسوا کرے اور تمکو انپر غالب کرے اور ٹہنڈے کرے دل کتنے مسلمان

مُّؤْمِنِينَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

لوگونکے اور نکالے اونکے دلکی جلن اور اللہ توبہ دیگا جسکو چاہے گا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اوپر ذکر تھا کہ ان مشرکون نے اپنا عہد توڑا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ رسول خدا کو مکہ سے نکالدینا چاہیئے اور پھر باوجود ان باتون کے چھیڑ اونہین کی طرف سے شروع ہوئی کہ بنو بکر سے اور بنو خزاعہ سے جب لڑائی ہوئی تو بنی بکر کی مدد کو یہ لوگ آمادہ ہو گئے اور خود بھی بنی خزاعہ کو قتل کرنے لگے تو اب ایسے لڑنا بلا شک ضرور ہے اور اگرچہ اللہ انکے نیست و نابود کرنے کو کافی ہی لیکن علم الٰہی مین یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ تم انسے لڑو اور اللہ اپنی مدد سے تمہین انپر غالب کرے جس سے مسلمانون کے خیر خواہ بنی خزاعہ کا بدلہ لینے سے مسلمانون کے دل کی بھڑاس نکلے اور اونکے دل ذرا ٹھنڈے ہون پھر اللہ پاک نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ ان کفار مین سے بعضے بعضے اپنے کفر سے توبہ بھی کرینگے وہ لوگ خدا کے علم مین ہین وہ جسکو چاہتا ہی ہدایة کا راستہ دکھلاتا ہی اور جسکی چاہتا ہی توبہ قبول کرتا ہی وہ بڑا جاننے والا او سے اگلی پچھلی سب باتو نکی خبر ہی اور بڑا ہی حکمت والا ہے جتنی باتین اسکی ہوتی ہین کوئی حکمت سے خالی نہین ہوتی چنانچہ یہ سب باتین پوری ہوئی ہین بنی خزاعہ کا پورا بدلہ مشرکین سے لیا گیا مشرکین مکہ کو بے انتہا ذلت ہوئی مکہ فتح ہوا اور مشرکین کے سردارون مین سے بڑے بڑے لوگ ایمان بھی لائے ابو سفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابو جہل و سہیل بن عمرو جو چیدہ سردار اپنے اپنے قبیلے کے تھے آخر کو مسلمان ہو گئے و للہ الحمد معتبر سند سے مسند امام احمد مین انس بن مالک سے روایت ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم شخص اگرچہ کافر بھی ہو تو اسکی بد دعا کا اثر ظالم کو نظر آجاتا ہے۔ یہ حدیث قبیلہ بنی خزاعہ کی حالت کی گویا تفسیر ہے کیونکہ اہل مکہ بنی خزاعہ کیساتھ ظلم و زیادتی سے پیش آئے اللہ تعالیٰ نے بنی خزاعہ کی بد دعا کے اثر سے تمام ملک الٹ پلٹ کر دیا۔

منزل ۲

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤگے اور ابھی معلوم نہین کئے اللہ نے تم مین سے جو لوگ لڑے ہین اور نہین پکڑا اونھون نے سوائے

اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○

اللہ کے اور اسکے رسول کے اور مسلمانون کے کسی کو بھیدی اور اللہ کو سب خبر ہے تمہارے کام کی

ع ۸

اوپر کی آیتون مین بد عہد لوگونسے لڑنے کی ترغیب دیکر اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مسلمانونکو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ دین کی لڑائی سے تمہاری آزمائش نہوگی یون ہی چھوڑ دئے جاؤگے مطلب یہ ہے کہ جہاد اسیواسطے فرض کیا گیا ہی کہ خدا مسلمانونکا امتحان لے اور جانچ لے کہ کون اسکے حکم کا مطیع ہے اور کون اسکی نافرمانی کرتا ہے حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کو نیک و بد سب کا حال معلوم ہے لیکن اس دنیا عالم اسباب مین ابھی تک ہر ایک مسلمان کے ظاہر و باطن کا پورا پورا حال نہین کھلا ہے اس جہاد کی غرض یہی ہے کہ اصل حال معلوم ہو جائے کہ کون مشرکون کی طرفداری کرتا ہے اور کون اونکا پاس نہیں کرتا اس اصل مطلب کو آیة کے آخر مین یون فرمایا کہ اللہ کو تمہارے کل عملون کی خبر ہی وہ منافق اور مومن کو خوب جانتا ہی مگر اللہ تعالیٰ نے سزا و جزا کا دار و مدار اپنے علم ازلی پر نہیں رکھا ہے اس لئے اسنے اس جہاد کا حکم دیا ہے تاکہ ہر ایک شخص کے اصلی حال سے لوگونکو واقفیت ہو جاوے صحیح مسلم کے حوالہ سے عبد اللہ بن عمرو بن

العاص کی حدیث گذرچکی ہی کہ دنیا مین جو کچھ نیک وبد ہو رہا ہے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر دنیا کے پیدا کرنے سے
پچاس ہزار برس پہلے وہ سب اللہ تعالی نے لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے صحیح بخاری ومسلم مین ابوہریرہ اور ترمذی وغیرہ مین
انس بن مالک سے جو روایتین ہین انکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جنت کو نیک کامون کی آڑ سے اور دوزخ کو بری کامونکی
کی آڑ سے گہیر رکہا ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اس دنیائے عالم اسباب مین اللہ تعالی نے نیک کامونکو جنت مین جانے کا اور برے
کامونکو دوزخ مین جانے کا سبب ٹہیرایا ہی صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے سورہ ممتحنہ مین حضرت علی کی حدیث آویگی کہ مکہ
کی چڑہائی کے ارادہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راز کے طور پر مشرکین مکہ سے پوشیدہ رکھا تھا لیکن ایک
بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ نے مشرکین مکہ سے دوستی قائم رکہنے کے لئے ایک خط مشرکین مکہ کے نام لکھا
جو راستہ مین پکڑا گیا ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ کے علم سے کوئی
چیز باہر نہین ہی مگر اوسنے اپنے علم کے موافق اس دنیا عالم اسباب کے اندر جنت اور دوزخ مین جانے کے جو سبب
ٹہرائے ہین جب تک اون سببون کے ظہور کی پوری پوری جانچ نہ ہوجائے تو نیک وبد کا امتحان نہیں ہوسکتا
مثلاً بدر کی لڑائی نہوتی تو بدری صحابہ نے جو کوشش اس لڑائی مین کی اسکا امتحان نہ ہوسکتا تھا اور نہ وہ کوشش
لوگون کے نزدیک آن کے قطعی جنتی ہونے کا سبب قرار پاسکتی تھی اسی طرح مکہ کی چڑہائی نہوتی تو حاطب بن ابی
بلتعہ نے جو مشرکون کی طرفداری کی اوس کا امتحان کس طرح ہوتا اور ایسے موقعون پر قرآن شریف کی آیتون کا
نازل کیا جانا جو علم الٰہی مین قرار پاچکا تھا اوس کا موقع کیونکر پیش آتا -

منزل ۲

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ
مشرکون کا کام نہین کہ آباد کرین اللہ کی مسجدین اور مانتے جاوین اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ
حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَ
خراب گئے اونکے عمل اور آگ مین رہین گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرے مسجدین اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور
الْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا
پچھلے دن پر اور کھڑی کی نماز اور دی زکوۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہین وہ لوگ کہ ہووین
مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ
ہدایت والون مین کیا تم نے ٹہرایا حاجیون کو پانی پلانا اور مسجد حرام کو جانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ مین نہین برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف

الظّٰلِمِیْنَ ۞ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

لوگونکو — جو یقین لائے اور گہر چھوڑ آئے — اور لڑے اللہ کی راہ مین — اپنے مال اور جان سے — اونکو

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۞ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ

بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس — اور وہی مراد کو پہنچے — خوشخبری دیتاہے اونکو پروردگار انکا اپنی طرفسے مہربانی کی

وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۞ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۞

اور رضامندی کی اور باغون کی جن مین اونکو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کرین اونمین مدام بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

صحیح مسلم ابو داؤد صحیح ابن حبان تفسیر ابن ابی حاتم مین جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی مین قریش کے ستر آدمی جو گرفتار ہوئے جنمین حضرت عباس بھی تھے تو مسلمانون نے اون ستر آدمیون کے روبرو بت پرستی اور شرک کی مذمت بیان کی یہ مذمت سنکر حضرت عباس نے کہا ہم بھی مکہ مین اچھے کامون مین لگے ہوئے تھے مسجد حرام کو آباد رکھتے تھے حاجیون کو پانی پلاتے تھے اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین اور فرمادیا کہ بغیر اسلام خالص کے یہ اچھے کام اللہ کے نزدیک کچھہ قبول نہیں اس سے معلوم ہوا بغیر صفائی عقیدہ کے کوئی ظاہری عمل قبول نہیں ہوتا۔ مسند امام احمد صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین ابوہریرہؓ اور بریدہؓ کی روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ ایک صحابی کا اونٹ جاتا رہا تھا اور وہ صحابی اپنے اونٹ کو ڈہونڈنے کے طور پر اپنے اونٹ کو آواز دے رہے تھے اللہ کے رسول نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ مسجدین ایسے کامونکے لئے نہیں بنی ہیں بلکہ مسجدین تو خاص اللہ کی عبادت کے لئے بنی ہیں اور صحابہ کو مخاطب کرکے آپنے یہ بھی فرمایا کہ آیندہ جو شخص اس طرح مسجد مین اونٹ کو آواز دیتا ہوا اور بلاتا ہوا نظر آدے تو اوسکے حق مین یہ بد دعا کرنی چاہیئے کہ اس کا کھویا ہوا اونٹ کبھی نہ ملے ان حدیثونکو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ شریعت الٰہی کے موافق تو مسجد مین کھوئے ہوئے اونٹ کا بھی پکارنا منع ہی یہ بت پرست لوگ مسجد حرام مین طواف کے وقت اللہ کے نام کے ساتھہ بتونکو پکارتے ہیں ایسے لوگونسے اللہ کی مسجدین کیا آباد ہو سکتی ہیں اللہ کی مسجدین تو ایسے لوگون سے آباد ہو سکتی ہیں جو خالص دل سے اللہ کی ہر طرح کی عبادت کرتے ہین اور یہ بت پرست لوگ حاجیونکے پانی پلانے اور مسجد حرام میں آنے جانے کو اللہ وحدانیت اور حشر پر ایمان لانے کے اور دین کی لڑائی کے برابر جو سمجھتے ہیں یہ انکی بے انصافی ہے کیونکہ ہر عبادت کرنے والیکو ضرور ہے کہ پہلے صحیح طور پر اپنے معبود کو پہچان لیوے بت پرستی کے سبب سے ان لوگونمین جب یہ بات نہین ہے تو اللہ کے نزدیک نہ یہ لوگ اللہ کے پہچاننے والونکے برابر ہو سکتے ہیں نہ انکی کوئی عبادت خدا شناس لوگونکی عبادت کے برابر ہو سکتی ہے اس لئے اللہ کی بارگاہ میں تو اونہی لوگونکے نیک کامونکے بڑے بڑے اجر ہیں جو اللہ کو معبود حقیقی جانتے ہیں اور خالص دل سے اوسی کی ہر طرح کی عبادت کرتے ہیں جنکی عبادت میں شرک یا دنیا کے دکھاوے کا کچھہ لگاؤ ہی اونکی عبادت رائگان ہی مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ہے جسمین اللہ تعالی

وقف لازم

فرماتا ہی کہ جس شخص نے کسی نیک عمل میں سوا اللہ کے کسی دوسرے کو شریک کیا اللہ کی بارگاہ مین ایسے عمل کا ہرگز کچھ اجر نہیں ہے کیونکہ شرک اللہ تعالی کو بہت ناپسند ہے ان آیتون مین شرک کے سبب سے نیک عملون کے رائگان اور خراب ہوجانے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى
اے ایمان والو نہ پکڑو اپنے باپونکو اور بھائیونکو رفیق اگر وہ عزیز رکھین کفر کو
الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ
ایمان سے اور جو تم مین اونکی رفاقت کرین سو وہی لوگ ہین گنہگار

اس آیۃ کی شان نزول میں مفسرین نے اختلاف کیا ہے مجاہد کہتے ہیں کہ اس آیۃ کو اوپر کی آیتونسے لگاؤ ہے عباسؓ اور طلحہؓ کے متعلق یہ آیۃ نازل ہوئی کہ جب یہ دونون مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے رک گئے تو یہ فرمایا کہ تم لوگ جب ایمان لاچکے تھے تو تمکو اپنے باپ بھائی کے سبب سے ہجرت کو نہ چھوڑنا چاہیے تھا کیونکہ وہ رشتہ دار تو ایسے ہیں جو کفر پر جمے ہوئے ہیں اور ایمان کے مقابلہ مین کفر کو اچھا جانتے ہیں اسلئے جو کوئی انکی رفاقت کریگا تو وہ ظالم ہے اور حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہی کہ اس آیۃ کی شان نزول یون ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنیکا حکم دیا تو انکے بال بچون نے قسمین دلائین اور کہنے لگے کہ کیا ہمکو اکیلا چھوڑے جاتے ہو اسلئے انکے دل مین بھی الفت پیدا ہوگئی اور وہ لوگ مکہ مین رہ گئے اوسپر یہ آیت اتری تفسیر مقاتل مین یہ ہی کہ وہ نو شخص جو مرتد ہوکر مدینہ سے مکہ چلے گئے تھے انکے حق مین یہ آیۃ اوتری جسمین اللہ تعالی نے مومنون کو منع کیا کہ ان سے تعلق نہ رکھو حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے حوالہ سے جو شان نزول بیان کی گئی یہ قول حضرت عبداللہ ابن عباس کا تفسیر خازن وغیرہ مین ہے اور اسی شان نزول کی ایک روایۃ حضرت عبداللہ بن عباس کی معتبر سند سے ترمذی مین بھی ہی مگر اس روایۃ مین اس آیۃ کے نزول کا ذکر نہین ہی بلکہ اسمین سورہ تغابن کی آیۃ یاایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروہم کا ذکر ہے۔ رفع اس اختلاف کا یہ ہی کہ جن علمانے ہجرت سے رک جانے والے لوگونکی شان مین آیۃ کا نازل ہونا بیان کیا ہی انکا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگون کی شان مین بھی آیۃ کا مضمون صادق آسکتا ہی ورنہ یہ تو اوپر گذر چکا ہے کہ مکہ ۸ھ مین فتح ہوا اور فتح مکہ کے سال بھر کے بعد ۹ھ مین یہ ساری سورۃ نازل ہوئی اور اوس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیق اور حضرت علی کو مکہ بھیجا کہ وہ اس سورۃ کی دس آیتین مشرکین مکہ کو سنادیوین پھر فتح مکہ کے بعد ہجرت کی تاکید مین کوئی آیۃ کیونکر نازل ہوسکتی ہے کیونکہ صحیح بخاری وغیرہ کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایۃ مین یہ صاف آچکا ہے کہ فتح مکہ کے بعد مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہین رہے حاصل کلام یہ ہی کہ اس آیۃ کی شان نزول عام ہی اور اس مین سب ایمانداروں کو حکم ہے کہ وہ اپنے مخالف شریعت رشتہ دارون سے ایسی رفاقت نہ رکھین جس سے ان ایماندارون کے دین مین فتور پڑے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابوموسی اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برے رفیق کی مثال

منزل ۲

کہال دہونکنے والے شخص کی فرمائی ہو صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہو جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مخالف شریعت بات سے دلی نفرت کا رکہنا یہ آدمی کے ضعیف ایمان کا ایک درجہ ہو ان
حدیثون کو آیتہ کی تفسیر مین بڑا دخل ہو جسکا حاصل یہ ہے کہ ضعیف الایمان شخص کو بھی مخالف شریعت رشتہ دارون سے
دلی نفرت کا رکہنا اور انکی رفاقت سے بچنا ضرور ہے ورنہ کہال دہونکنے والے شخص کے رفیق پر ایک نہ ایک دن جس طرح
آگ کی چنگاری اوڑکر آن پڑنے کا خوف ہے اسی طرح مخالف رشتہ دارون کی رفاقت سے ہر ایماندار آدمی کے دین کو ایک
نہ ایک دن کچھہ نہ کچھہ ضرر پہونچنے کا خوف ہے ایسی رفاقت کے نباہنے والونکو ظالم اسلئے فرمایا کہ انہون نے اپنی جان پر ظلم
کیا جو مخالف شریعت رشتہ دارونکی رفاقت سے اپنے آپ کو گنہ گار بنایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ
تو کہہ کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتین اور برادری اور مال

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ
جو کمائے ہین اور سوداگرے جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکہتے ہو تمکو عزیز ہین اللہ سے اور

رَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ
اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جب تک بہیجے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہین دیتا نافرمان لوگون کو

ع ۳ ۸ منزل ۲

اللہ پاک نے اس آیہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ تم ان لوگون سے کہدو کہ اگر تم ایمان لانے کے بعد قرابتدارون
ترقی مال و تجارت اور اچھے اچھے مکانون کے آباد رکھنے کی الفت مین ایسے گرفتار رہو گے کہ ان چیزونسے زیادہ خدا اور اسکے
رسول اور اسکی راہ مین جہاد کرنے کو عزیز نہ جانو گے تو ایسی حالت مین تمہارا ایمان پورا نہین ہو سکتا اور اگر انہی چیزونکی
محبت مین پڑے رہو گے تو پھر خدا کے عذاب کے منتظر رہو مسند امام احمد اور بخاری مین عبد اللہ بن ہشام کی ایک روایت ہے
کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ تھے اور آپ حضرت عمرؓ کا ہاتھہ پکڑے ہوئے تھے حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ دنیا مین ہر شے سے مجھے زیادہ عزیز ہین مگر جان سے زیادہ عزیز نہین ہین آپ نے فرمایا کہ کوئی کامل
مومن نہین ہو سکتا جب تک مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے یہ سنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب آپ
جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ اکثر حدیثین اس مضمون کی ہین کہ جب تک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اپنے
باپ بھائی بال بچے مال و دولت اور اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھے گا تو وہ ایمان مین کامل نہین ہو سکتا پھر اللہ پاک نے
اس آیت کو اسپر ختم کیا کہ جو لوگ خدا کے حکم کی تعمیل اور اسکے امر و نہی کی بجا آوری سے باہر ہین اون کو اللہ پاک ہدایت کا
راستہ نہین دکھاتا سورہ آل عمران مین گذر چکا ہے کہ اللہ کی محبت اس کے احکام کے ماننے سے ظاہر ہوتی ہے
اور وہ احکام بغیر وسیلہ رسول کے معلوم نہیں ہو سکتے اسلئے اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کو دنیا کی سب چیزون سے

زیادہ عزیز جاننا ہی اللہ کے حکم پر ایمان لانا ہے اور اسی کو محبت الٰہی کہتے ہیں عبداللہ بن ہشام کی حدیث جو اوپر گذری اوسکا مطلب یہی ہی جو بیان کیا گیا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث سورہ آل عمران مین گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اطاعت عین اطاعت الٰہی ہی اور میری نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی اس کا مطلب بھی یہی ہی کہ احکام الٰہی اللہ کے رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں اسواسطے اللہ کے رسول کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہی آخر آیت مین فرمایا جن لوگون مین یہ اطاعت کا مادہ نہیں ہی وہ نافرمان لوگ ہیں اور ایسے نافرمان لوگونکو زبردستی راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہی اسلئے ایسے لوگونکو نافرمانی کی سزا کا منتظر رہنا چاہیئے۔ صحیح بخاری و مسلم مین زینب بنت جحشؓ کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس بستی مین عام طور پر گنہ گاری پھیل جاویگی تو ایسی بستی پر عذاب الٰہی نازل ہوگا ترمذی اور ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بستی کے برے لوگونمین نافرمانی اور گنہ گاری زیادہ پھیل جاویگی اور اس بستی کے اچھے لوگ ان نافرمان لوگون کو نصیحت کا کرنا بھی چھوڑ دین گے تو ایسی بستی پر کچھ نہ کچھ عذاب الٰہی ضرور نازل ہوگا۔ یہ حدیثین آیت کے ٹکڑے فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ کی گویا تفسیر ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِیْ مَوَاطِنَ كَثِیْرَةٍ ۙ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

مدد کر چکا ہے تمکو اللہ بہت میدانون مین اور دن حنین کے جب اترائے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ

عَنْكُمْ شَیْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَیْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ۚ

کچھ کام نہ آئے تمہارے اور تنگ ہو گئی تمپر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دے کر

منزل ۲

فتح مکہ کے بعد قریب دو ہفتہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مین مقام کیا اسی اثنا میں آپکو خبر پہونچی کہ حنین کے میدان مین ہوازن اور ثقیف قبیلہ کے چار ہزار آدمی اپنے اونٹ اور بکریان لیکر مسلمانونکی لڑائی کی نیت سے جمع ہوئے ہیں آپنے یہ سنتے ہی مسکرا کر فرمایا کہ کل انشاء اللہ تعالیٰ وہ سب اونٹ اور بکریان مسلمانون کا مال غنیمت ہوجاویگا مدینہ سے جب فتح مکہ کی نیت سے آپ نکلے تھے تو آپکے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا وہی لشکر آپنے اپنے ساتھ لیا اور حنین کی چڑھائی کا ارادہ کیا اب فتح مکہ کے وقت دو ہزار کے قریب جو لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ بھی ساتھ ہوگئے اسی واسطے مفسرین مین اختلاف ہے بعضے حنین کے وقت دس ہزار کا لشکر تبلاتے ہیں اور بعضے زیادہ لیکن اصل مین کچھ اختلاف نہین ہے مدینہ کا آیا ہوا لشکر جنہون نے معتبر رکھا انھون نے دس ہزار کی تعداد قائم رکھی اور جنہون نے مکہ کے لوگون کو بھی گنتی مین لے لیا انھون نے تعداد بڑھادی بعضے صحابہ کی زبان سے یہ کلمہ بھی نکل گیا تھا کہ آج ہمارا لشکر بہت ہی اسلئے ہم کسی سے اب مغلوب نہ ہون گے اسلئے اول مین مسلمانونکی فتح ہوکر جب مسلمان لوٹ کی طرف متوجہ ہوئے تو دشمنون نے موقع پاکر ایسے تیر برسائے کہ مسلمان بے پیر اکھڑ گئے اتنے مین آنحضرت نے حضرت عباس سے جو بہت بلند آواز تھے لوگونکو آواز دلوائی اور یکجا کرکے پھر صف بندی

مقابلہ کیا اور بدر کی طرح خاک کی ایک مٹھی دشمنون کی طرف پھینکی اور اللہ تعالی سے فتح کی دعا کی آسمان سے کچھ فرشتے بھی لشکر کے لئے آئے اور اللہ نے فتح دی۔ دشمنون کے تیر برسانے اور مسلمانون کے پھیر اوکھڑ جانے کا ذکر تو صحیح بخاری و مسلم مین براء بن العازب کی روایت سے ہے اور خاک کی مٹھی کے دشمنو پر پھینکنے کا ذکر مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین سلمۃ بن الاکوع کی روایت سے ہے۔ اس لڑائی مین چھہ ہزار لونڈی غلام چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریان یہ لوٹ مسلمانون کے ہاتھہ لگی تھوڑے روز کے بعد ہوازن قبیلہ کے لوگ اسلام لائے اور اپنا مال اُنھون نے آنحضرت سے واپس مانگا آپنے اُنکے اہل و عیال کی واپسی کا حکم تو دیا مگر مال مسلمانون ہی کے پاس رہا اگرچہ بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ حنین کی لڑائی مین بھی فرشتے لڑے ہین لیکن صحیح قول یہی ہی کہ سوا بدر کی لڑائی کے اور کسی لڑائی مین فرشتے نہین لڑے اسی حنین کی لڑائی کے ذیل مین پھر اوطاس اور طائف کی لڑائی بھی ہوئی ہے لیکن اس آیۃ مین اللہ تعالی نے فقط حنین کی لڑائی کا ہی ذکر فرمایا ہی۔ حاصل مطلب آیۃ کا یہ ہی کہ مثلاً بدر کی لڑائی بنی قریظہ کی لڑائی مکہ کی چڑہائی ایسی لڑائی کے بہت سے میدانون مین اللہ تعالی نے لشکر اسلام کی طرح طرح سے مدد کی ہی اس حنین کی لڑائی مین اگرچہ سب شکست کے آثار مسلمانونکے لشکر مین پھیل چکے تھے بارہ ہزار آدمیو نکا لشکر تھا اور پھر بھی اسطرح انکے پیر اوکھڑ گئے تھے کہ دشمنون کے تیرون کی بھرمار سے بچنے کے لئے اتنا بڑا میدان جنگ اُنکو تنگ نظر آتا تھا ایسی صورت میں یہ اللہ ہی کی مدد تھی جو بگڑی ہوئی لڑائی ایک دم مین پھر بن گئی اور جھٹ پٹ فتح کے آثار نمودار ہوگئے اس مین مسلمانونکو یہ ہدایت ہے کہ اس عالم اسباب مین اسباب سے کام تو لینا چاہیئے مگر اصل بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیے کہ وہی اسباب مین تاثیر کا پیدا کرنے والا ہی اسباب ظاہری مین اگر کچھہ ذاتی تاثیر ہوتی تو بدر کی کچھہ اوپر تین سو آدمیون کی فتح اور اس لڑائی مین بارہ ہزار آدمیون کے لشکر کی شکست کا کوئی موقع نہ تھا معتبر روایتون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رزق کا سبب اپنے برچھے کو ٹھرایا ہے جسکا مطلب یہ ہی کہ ہتیارون کے سبب سے فتح ہوکر غنیمت کا مال ہاتھہ آتا ہی جس سے رزق ملتا ہی اسی طرح معتبر روایتون مین یہ بھی ہی کہ دشمن کے مقابلہ سے پہلے آپ اللہ تعالی سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے ان سب روایتون کو ملانے سے ظاہری اسباب کو کام مین لانے کا اور اصل بھروسہ اللہ کی ذات پر رکھنے کا مطلب اچھی طرح سمجھہ مین آسکتا ہی

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ

پھر اوتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والو نپر اور اوتارین فوجین جو تم نے نہین دیکھین اور مار دی

كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کافرونکو اور یہی سزا ہے منکرونکی پھر توبہ دیگا اللہ اسکے بعد جسکو چاہے اور اللہ بخشتا ہے مہربان

اوپر کی آیت مین اللہ پاک نے جنگ حنین کا یہ قصہ بیان فرمایا تھا کہ مسلمانون کو اوس روز اپنی فوج کی زیادتی پر یہ خیال ہوا تھا کہ اب ہم کسی سے مغلوب نہ ہون گے کیونکہ اوسوقت کل مسلمان قریب بارہ ہزار کے تھے فتح مکہ کے بعد کل لوگ مکہ اور مدینہ کے مسلمان جب جمع ہوئے تو سب نے ملکر یہ سوچا کہ اب ہم خوب لڑین گے اب ہم پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا حضرت کو

منزل ۲

انکا یہ کہنا برا معلوم ہوا تھا۔ غرض حنین کی لڑائی میں جب ہوازن اور ثقیف کے لشکر سے مسلمانونکا مقابلہ ہوا تو کچھہ ایسا
خوف دشمنون کا انکے دلمین سمایا کہ پیچھے ہٹ گئے مفسرونکا بیان ہی کہ ایک سو چھتیس[۱۳۶] مہاجر اور چھتر انصار کے سوا اس
میدان مین کوئی بھی ثابت قدم نرہا صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے آپکے قدم آگے ہی کو بڑھتے چلے گئے اور
مسلمانونکو پکارا کہ اے خدا و رسول کے انصار میری طرف آؤ مین خدا کا بھیجا ہوا رسول ہون اور حضرت عباس کو جو آپکے
داہنی طرف رکاب تھامے ہوئے تھے فرمایا کہ لوگونکو پکارو حضرت عباس کو یہ کام اسلئے سونپا گیا کہ حضرت عباس بلند آواز
تھے اونکی آواز آٹھہ آٹھہ میل تک جاتی تھی بہرحال لوگ رفتہ رفتہ جمع ہوتے گئے اور اللہ پاک نے انکے دل مین اطمینان پیدا
کر دیا پہر تو یہ لوگ جمکر لڑے اور خدا نے آسمان سے فرشتے بھی بھیجے جنکے سبب سے کفار کے دل مین رعب پیدا ہوا اور کچھہ کافر
قتل ہوئے اور کچھہ بھاگ گئے فرشتونکی تعداد مین مفسرونکا اختلاف ہی بعضے کہتے ہیں پانچہزار تھے اور بعضونکا قول ہی
کہ آٹھہ ہزار تھے مگر آیت یا کسی صحیح حدیث سے یہ بات نہین معلوم ہوئی کہ وہ کتنے تھے ہان صحیح طور پر اتنی بات ضرور
معلوم ہوتی ہی کہ فرشتون نے اس لڑائی یا اور کسی جنگ مین سوائے جنگ بدر کی لڑائی کا کام نہین دیا اللہ تعالی نے
انکو اسی واسطے بھیجا تھا کہ مسلمانون کے دل قوی ہو جائین اور کفار کے دل مین رعب پیدا ہو پہر اللہ پاک نے آیہ مین
یہ فرمایا کہ مسلمانون کو تسکین عطا کرکے اور فرشتونکی کمک بھیجکر کفار پر یہ عذاب نازل کیا کہ خوب اچھی طرح قتل ہوئے بہت
سامال انکا مسلمانون کے قبضے مین آیا اتنی غنیمت ہاتھہ لگی کہ مسلمان مالدار ہو گئے کیونکہ اوس قافلہ مین بارہ ہزار صرف
اونٹ تھے اور بکریون کی تو کچھہ گنتی ہی نہیں انکے علاوہ اور بہت سامال تھا لوگ گرفتار بھی بہت ہوئے عورت اور
بچے ملاکر چھہ ہزار آدمی قید ہوئے پہر باقی لوگ ہوازن کے مسلمان ہوکر مکہ کے قریب جعرانہ مقام مین حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے انہین اختیار دیا کہ خواہ اپنے قیدیون کو لیجاؤ خواہ مال لے لو اون لوگون نے اپنے قیدیون
کو لینا پسند کیا آپنے انکے قیدیون کو انہین دیدیا اور مال غنیمت غازیون کو تقسیم کر دیا اور مکہ کے نومسلم لوگونکو تالیف قلوب
کے لئے اسمین سے زیادہ مال دیا اس غنیمت مین سے ایک ایک شخص کو سو سو اونٹ ملے تھے سورہ بقر مین گذر چکا ہی
کہ تابوت سکینہ کے ساتھہ جو فرشتے رہتے تھے انکی برکت سے بنی اسرائیل کے دلون مین ایک تسکین پیدا ہو جاتی تھی یہان
مسلمانون کے دلون مین اللہ تعالی نے جدا تسکین پیدا کر دی اور علاوہ اس تسکین کے دوہری تسکین کے لئے آسمان سے
فرشتے بھی بھیجدئے مسلمانون کے لشکر مین اس تسکین سے پہلے ایک صورت شکست کی پیدا ہو گئی تھی اسلئے اس دوہری
تسکین کا یہ انتظام فرمایا گیا جس سے مسلمانون کے دل خوب مضبوط ہو گئے اور وہ دوبارہ خوب جمکر لڑے اس دوبارہ کی
لڑائی مین مخالفون کے بہت سے آدمی مارے گئے اونکے بال بچے قید ہو گئے اور اونکا مال لوٹ لیا گیا جس کا ذکر اوپر گذرا غرض
اس سب کو مخالفونکے کفر کی سزا فرمایا یہ پوری سزا تو انہین کے حق مین ہوئی جنکا حالت کفر پر قتل ہونا علم الٰہی مین قرار
پا چکا تھا اور جنکے نصیب مین کفر و شرک سے توبہ کا کرنا لکھا تھا اونکی جانین بھی بچ گئین اور اونھون نے توبہ بھی کی اور اللہ کے

منزل ۲

نے اپنی مہربانی سے انکی توبہ قبول بھی کی اور آنکے بال بچے بھی انکو واپس مل گئے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کی توبہ کے قبول کرنے مین گنہ گارون کے حال پر اس قدر مہربان ہی کہ اگر دنیا کی یہ مخلوق گناہ نہ کرتی تو اللہ تعالی گناہ کرنے والی اور مخلوق پیدا کرتا اور پہر گناہون کے بعد انکو توبہ کی توفیق دیکر انکی توبہ قبول کرتا آیت کے آخر ٹکڑے مین گنہ گارون کی توبہ قبول ہونے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا

اے ایمان والو مشرک جو ہین پلید ہین سو نزدیک نہ آوین مسجد حرام کے اس برس کے بعد

اللہ پاک نے مشرکونکے حق مین یہ حکم فرمایا کہ یہ لوگ ناپاک ہین اسلئے سنہ ۹ ہجری کے بعد پہر یہ لوگ حرم شریف مین داخل ہونے پائین کیونکہ کفر و شرک جو انکے دلون مین ہی وہ نجاست سے بھی بڑھکر ہے اسلئے یہ لوگ پلید ہین حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ مشرکونکا بدن ناپاک ہی لیکن اس قول کی سند ضعیف ہی اسلئے قتادہ یہ کہتے ہین کہ یہ لوگ اپنی پاکی اور صفائی کی احتیاط نہین کرتے ہین اور نا پاک چیز سے نہین بچتے ہین اس لئے وہ لوگ نجاست کے ساتھہ موصوف ہین خود انکا جسم ناپاک نہین ہی جمہور مفسرین کا قول قتادہ کے قول کے موافق ہی معتبر سند سے مسند امام احمد اور ابو داؤد مین جابر بن عبداللہ سے روایت ہی جسمین وہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ کی لڑائیون مین مشرک لوگونکے برتن جو کبھی مل جاتے تھے تو ان برتنون مین کھانے پینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منع نہین کرتے تھے اس روایت سے جمہور کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کہ آیۃ مین مشرکون کی نجاست سے مطلب اعتقادی نجاست ہی ظاہری نجاست نہین ہی کیونکہ ظاہری نجاست اگر آیۃ مین مقصود ہوتی تو ان برتنون مین مشرکون کے ہاتھون کی رطوبت کے جذب ہو جانے کے بعد پہر وہ برتن مسلمانون کے برتنے کے قابل کیونکر رہ سکتے تھے۔ سوائے مسجد حرام کے اور مسجدون مین مشرکونکو آنے دینا منع ہی یا نہین آیت مین اس کا کچھہ حکم نہین ہی اسی واسطے اس مین علما کا اختلاف ہے جسکی تفصیل بڑی کتابون مین ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ مین ابوہریرہ کی روایت ہی جسمین یہ ہے کہ اسلام لانے سے پہلے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو مسجد نبوی کے ستون سے باندہا گیا اس روایت سے ان علماء کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جن کے نزدیک سوائے مسجد حرام کے اور مسجدون مین مشرکون کا آنا منع نہین ہے۔

وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ إِن شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کریگا تمکو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ ہے سب جانتا حکمت والا

تفسیر ابو الشیخ ابن جریر اور ابن ابی حاتم مین حضرت عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر وغیرہ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ جب سنہ ۹ مین آنحضرت نے موسم حج کے وقت حضرت علی کو مکہ بہیجکر عام حکم سورہ براۃ کا سنوا دیا کہ آیندہ سال سے کوئی مشرک حج کو نہ آسکے اور مکہ مین انہی لوگون کے سبب سے تجارت ہوکر اور کہانے پینے کا سامان آنکر اہل مکہ کی گذر چلتی تھی اب جب انکا حرم کا آنا بند ہو گیا تو انکا مکہ کا سفر بھی باقی نہ رہا کیونکہ رسم جاہلیت کے موافق

منزل ۲

حج کے ارادہ سے یہ لوگ موسم حج پر مکہ کو آیا کرتے تھے اسلئے ان لوگون کے مکہ مین نہ آنے سے مکہ کے لوگونکو بڑا تردد ہوا کہ اب کھانے پینے کی گذر کیونکر چلے گی سنہ ۸ مین فتح مکہ ہوکر اکثر اہل مکہ مسلمان ہوچکے تھے اسلئے اللہ تعالی نے اونکی تسکین اور اونکا تردد رفع کرنے کی غرض سے یہ آیتہ نازل فرمائی اور پھر جس طرح اللہ تعالی نے اون سے وعدہ فرمایا تھا بہت جلد اس کا سبب بھی یہ پیدا کر دیا کہ اہل یمن جو مسلمان ہوگئے تھے وہ ہر طرح کا تجارت کا سامان مکہ مین لانے لگے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضہ کو آنحضرت نے یہ حکم سنانے کی غرض سے بہیجا کہ آیندہ سال سے کوئی مشرک حج نکر سکے گا پھر حضرت ابوبکر صدیق کو تو لوگونکو مسائل حج سکھانے کا کام سپرد رکھا اور مشرکونکی ممانعت حج کا حکم اور عہد کا ذکر جو اس سورہ مین ہے یہ حکم سنانے کی غرض سے خاص طور پر حضرت ابوبکر صدیق کے پیچھے حضرت علی کو بہیجا اس سے بعضے لوگون نے حضرت علی کی فضیلت جو حضرت ابوبکر صدیق پر نکالی ہے وہ غلط ہے کیونکہ یہ اوپر گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بات کی صراحت فرما دی تہی کہ حضرت علی کو آپ نے صرف اس غرض سے بہیجا تھا کہ عرب کے دستور کے موافق آپکے ایک رشتہ دار کے ذریعہ سے عہد کا حکم مشرکون کو پہنچ جاوے کس لئے کہ عرب کے لوگ عہد کے پیام میں رشتہ دار کا ذریعہ ہونا ضروری خیال کرتے ہین - صحیح ابن حبان ابن ماجہ اور مستدرک حاکم مین جابر رضہ بن عبد اللہ کی روایتین ہین جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کی گزران کے ایک سہارے میں کچھ فتور پڑ جاوے تو اوس شخص کو اوس سے گہبرانا نہیں چاہیئے اللہ تعالی گذران کا کوئی دوسرا سہارا ضرور پیدا کر دیگا کیونکہ ہر شخص کا رزق اللہ کے ذمہ ہے اسلئے ہر شخص کا عمر بھر کا مقررہ رزق کا ایک ایک دانہ جب تک پورا نہیں ہوجاتا تو گذران کا سہارا بند ہوکر کوئی شخص نہیں مر سکتا - مکہ کی تجارت کا ایک ذریعہ بند ہوکر دوسرا ذریعہ جو قائم ہوگیا اس حدیث سے اسکا مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے اور یہ بھی ہر شخص کی سمجھ مین آسکتا ہے کہ گذران کے ایک سہارے پر آدمی کا رزق منحصر نہیں ہے ایک سہارا اگر بند ہوجاویگا تو اللہ کی قدرت سے ضرور کوئی دوسرا سہارا پیدا ہوجاویگا جابر رضہ بن عبد اللہ کی اس حدیث کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابن حبان کی سند بھی معتبر ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا

لڑو اون لوگون سے جو یقین نہیں کرتے اللہ پر نہ پچھلے دنپر نہ حرام جانین جو حرام کیا اللہ نے اور اسکے رسول نے اور

يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ

قبول کرین دین سچا وہ جو کتاب والے ہین جب تک دیوین جزیہ سب ایک ہاتھ سے اور وہ بے قدر ہون

اوپر کی آیتہ مین مشرکون کو حرم مین آنے سے منع فرماکر مسلمانونکو اس بات کی تسلی دی تہی کہ اللہ تعالی تمہیں آسودہ حال کر دیگا مشرکونکے مکہ مین نہ آنیکا کوئی غم نہ کیا جاوے اسکے بعد اب یہ فرمایا کہ مشرکون سے اسواسطے لڑو کہ یہ لوگ بت پرست اور قیامت کے منکر ہین اور اہل کتاب کے حق مین یہ فرمایا کہ یہ لوگ مومن نہیں ہین کیونکہ یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ٹہرایا اور نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا گمان کیا مجاہد اس آیتہ کی شان نزول یہ تبلاتے ہین

منزل ۲

ع ۵

کہ یہ آیت اُس وقت اوتری ہی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ روم کا حکم ہوا تھا اور اسی بنا پر آپ نے غزوہ تبوک کا قصد کیا تھا اور کلبی یہ بیان کرتے ہیں یہ آیت بنی قریظہ اور بنی نضیر کے حق میں اوتری ہی اور آپ نے اُنسے صلح کی تہی اور جزیہ مقرر کیا تہا سب سے پہلے یہی جزیہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تہا پہر فرمایا اگرچہ یہ لوگ اس بات کے بظاہر قائل ہیں کہ دوزخ جنت ہی مگر حقیقت میں انکا ایمان اُسپر نہیں ہی کیتے ہیں کہ جنت میں کھانا پینا کچھ نہ ہوگا تو پہر اس اعتقاد کا آدمی کیونکر مومن ہو سکتا ہی علاوہ اسکے خدا نے جن چیزوں کو حرام ٹہرایا ہی یہ لوگ اُنکو حرام نہیں سمجھتے سور کا گوشت شراب اور توریت و انجیل کا تحریف کرنا انکے نزدیک کوئی بڑی بات نہین ہی پہر فرمایا کہ یہ اہل کتاب دین اسلام کو اختیار نہیں کرتے ہیں حالانکہ یہ دین سارے پچھلے دینوں کا ناسخ ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کل پہلے کے دین منسوخ ہوگئے اہل کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں یہی قول جمہور مفسرین کا ہی باقی رہے پارسی لوگ وہ بھی اہل کتاب کے حکم میں شامل ہیں عبدالرحمن بن عوف کی حدیث مسند امام احمد صحیح بخاری ابوداؤد ترمذی اور مسند شافعی میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان لوگوں کے ساتھ وہی طریقہ برتو جو طریقہ اہل کتاب کے ساتھ برتنا چاہیئے پہر اللہ پاک نے ان لوگوں سے دین کی لڑائی کی حد جزیہ کو ٹہرایا اور فرمایا کہ جب تک یہ لوگ جزیہ نہ دیں انسے لڑتے جاؤ جزیہ اوس مال کا نام ہی جو ہر سال مشرکوں سے صلح کی شرط کے طور پر واجب الادا ٹہر جاتا ہی جزیہ کے ہاتھ سے دینے کے معنے یہ ہیں کہ بزور اونسے وصول کیا جائے یا وہ خود ہاتھو پر رکھکر پیش کریں مطلب یہ ہی کہ یہانتک لڑو کہ یہ لوگ جزیہ دینے پر بخوشی رضامند ہو جائیں اور ہمیشہ بلا جبر ادا کرینا عبدالرحمن بن عوف کی جس حدیث کا ذکر اوپر گزرا اوسکی بعض روایتوں میں یہ بھی ہی کہ پارسی لوگوں کی بستیاں فتح ہو جانے کے بعد حضرت عمر علیہ السلام یہ کہا کرتے تھے کہ ان لوگوں سے کسی شرط پر صلح قائم رکہی جاوے مجھکو کوئی حکم اس باب میں معلوم نہیں ہی حضرت عمر علیہ السلام کا یہ مقولہ سنکر عبدالرحمن بن عوف نے یہ شہادت ادا کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر بستی کے پارسیوں سے جزیہ لیا ہی عبدالرحمن بن عوف کی اس شہادت پر پارسیوں سے جزیہ لینے کا فیصلہ تو ہوگیا مگر یہ خدشہ حضرت عمر علیہ السلام کو اسکے بعد بہی باقی رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر بستی کے پارسیوں سے جزیہ لیا اور امت کے لوگونکو یہ حکم دیا کہ پارسیوں کے ساتھ آئندہ اہل کتاب کا سا برتاؤ رکھا جاوے لیکن اس سے صاف طور پر یہ بات نہیں کھلی کہ پارسی لوگ اہل کتاب ہیں یا نہیں معتبر سند سے تفسیر عبد بن حمید میں عبدالرحمن بن ابزی صحابی کی روایت ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ پارسیوں کے اہل کتاب ہونے یا نہ ہونے کے خدشہ کو رفع کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن صحابہ کو جمع کیا اور اس مسئلہ میں گفتگو شروع ہونے کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا پارسی لوگ اہل کتاب تھے لیکن اُنکے ایک بادشاہ نے اپنی بیٹی سے بدفعلی کی اوسکے وبال میں انکی آسمانی کتاب صحیفے اٹھ گئی معتبر سند سے حضرت علیؓ کی یہ روایت تفسیر عبدالرزاق اور مسند امام شافعیؒ میں بھی ہی لیکن اُس میں بجائے بیٹی کے بہن سے بدفعلی کے کرنے کا ذکر ہے حضرت علی کی روایت کی یہ شان نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے یہ مسئلہ نہ سنا ہو اور خود بخود اپنی رائے سے صحابہ کے مجمع میں یہ اپنا قول پیش کر دیا ہو اسلئے حضرت علی کی اس روایت کو حدیث نبوی جانکر اوس مجمع میں کے کسی صحابی نے پھر پارسیوں کی اہل کتاب ہونے پر کچھ اعتراض نہیں کیا ہجر یمن کی بستیوں میں

منزل ۲

ایک بستی بحرین کے قریب ہی صحیح بخاری و مسلم مین عمرو بن عوف کی روایت ہی جسمین یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ
بن الجراح کو جزیہ کی رقم لانے کے لئے بحرین بھیجا تھا اس سے بھی پارسیون سے جزیہ کا لینا ثابت ہوتا ہی کیونکہ اسوقت بحرین کے
باشندے بھی اکثر پارسی لوگ تھے جمہور کے نزدیک کم سے کم مقدار جزیہ کی ہر بالغ مرد سے فی سال ایک اشرفی ہے یہ اشرفی اسوقت
دس درہم کی تھی اس سے زیادہ تفصیل جزیہ کی مقدار کی بڑی کتابون مین ہی تورات کی نبوت اشعیا کے باب مین اور دوسرے
باب سفر اول مین اسی طرح انجیل لوقا کے سولوین باب مین جنت کے کھانے پینے کا اور دوزخ کے عذاب جسمانی کا ایسا ہی ذکر ہی
جس طرح قرآن شریف مین ان باتونکا ذکر آیا ہی اہل کتاب عقلی حجتون سے آسمانی کتابون کی ان باتون کو نہیں مانتے اسی واسطے
فرمایا کہ اس طرح کی عقلی باتون کے پابند شخص کو آسمانی کتابونکا پابند نہین قرار دیا جا سکتا اس تفسیر مین یہ بات کئی جگہ بیان کردی
گئی ہے کہ لڑائی کا حکم اوسی وقت مسلمانون کے حق مین واجب العمل ہی کہ جب مسلمانونکے پاس لڑائی کا پورا سامان پایا جاوے
ورنہ ضعف اسلام اور بے سروسامانی کی حالت میں درگذر کی اون آیتون پر عمل ہوگا جو لڑائی کے حکم سے پہلے مسلمانونکے
بے سروسامانی کے وقت نازل ہوئی ہیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاری نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتین کہتے ہیں اپنے منہ سے

يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ۝

ریس کرنے لگے اگلے منکرون کی بات کی مار ڈالے انکو اللہ کہان سے پھرے جاتے ہیں

منزل ۲

تفسیر سدی اور تفسیر کلبی مین ہی کہ جب بنی اسرائیل پر بخت نصر بابلی کا غلبہ ہوا اور اس لڑائی مین علمائے بنی اسرائیل کچھ قتل ہوگئے
اور کچھ قید کرلئے گئے صرف حضرت عزیر باقی رہ گئے انکی عمر کچھ زیادہ نہ تھی اس لئے انکو کسی نے نہ مارا نہ قید کیا علمائے بنی اسرائیل
کا یہ حال دیکھکر عزیر علیہ السلام رونے اور کہنے لگے کہ افسوس بنی اسرائیل میں کوئی عالم باقی نہ رہا اب علم جاتا رہے گا اور اس قدر
روئے کہ انکی پلکین گر گئین ایک روز انکا گزر عیدگاہ پر ہوا وہان ایک عورت قبر پر ایک قبر کے پاس رو رو کر یہ کہہ رہی تھی کہ اے
میرے کھانا کھلانے والے اے میرے کمائی کرنے والے حضرت عزیر نے اس عورت سے کہا کہ اے عورت تو یہ بتلا اس مرنے والے
سے پہلے تجھے کون روٹی کپڑا دیتا تھا اوسنے کہا اللہ یہ سنکر حضرت عزیر نے کہا کہ پھر تجکو افسوس کس بات کا ہے خدا تو ہمیشہ زندہ
رہیگا وہ کبھی مرنے والا نہین ہی تو کیون روتی ہی اوس عورت نے کہا اے عزیر بنی اسرائیل کے علماء سے پہلے لوگون کو کون علم
سکھلاتا تھا حضرت عزیر نے کہا کہ اللہ پھر اس عورت نے کہا کہ تم کس لئے اونکے مرنے سے روتے ہو اور غم کھاتے ہو اللہ اپنی مخلوق
کو کسی نہ کسی طرح پھر علم سکھا دیگا اس سے عزیر علیہ السلام نے جان لیا کہ یہ مجھے نصیحت کی گئی ہے پھر اونہین حکم ہوا تم نہر پر جاؤ
وہان غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھو پھر ایک بوڑھے آدمی سے تمہاری ملاقات ہوگی وہ جو کچھ تمکو کھلاوے تم کھا لینا یہ بموجب
حکم کے وہان گئے اور نہا دہو کر دو رکعت نماز سے جب فارغ ہوئے اور بوڑھے آدمی سے ملے اوسنے کہا کہ اپنا منہ کھولو انہون نے

جب منہہ کھولا تو اُس بُڈھے نے ایک چیز مثل انگارے کے دہکتی ہوئی آنکے منہہ مین ڈالدی اور تین مرتبہ ایسا ہی کیا عزیر علیہ السلام
جب ہان سے واپس ہوئے تو تورات اُنکو یاد ہو گئی اونھون نے بنی اسرائیل سے آکر کہا کہ مین تمہارے پاس توراۃ لایا ہون وہ کہنے لگے
کہ عزیر تم جھوٹے آدمی نہ تھے یہ کب سے جھوٹ بولنا اختیار کر لیا عزیر علیہ السلام نے یہ بات سنکر ساری توراۃ لکھدی جب باقی بنی اسرائیل
دشمن کے پھندے سے چھٹے تو اس بات کا تذکرہ ہوا ان لوگون نے توراۃ کے نسخے جو پہاڑون مین پوشیدہ رکھے تھے اُنکو نکال کر
عزیر علیہ السلام کی لکھی ہوئی توراۃ سے مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا اُسوقت جاہلون نے یہ بات کہی کہ عزیر نے جو یہ توراۃ لکھدی۔ اسلئے
کہ یہ خدا کے بیٹے ہیں ورنہ اور کسی میں یہ طاقت کب تھی غرضکہ یہ بات بہت مشہور ہو گئی اور اکثر یہود اُنکو خدا کا بیٹا کہنے لگے۔ یہی طرح
نصاریٰ نے جب دیکھا کہ مسیح مردون کو جلاتے ہیں اور کوئی باپ اُنکا نہیں ہے تو بعضے اُنکو خدا کا بیٹا کہنے لگے اور بعضے اللہ مسیح اور مریم
ان تینون کو ملا کر خدا کہنے لگے اسلئے فرمایا کہ اونکی یہ باتین صرف زبانی ہیں کوئی دلیل اِنکے قول کی آسمانی کتابون میں نہین ہے جو کچھ
اُنکی زبان پر آیا وہ کہہ دیا جس طرح اگلے لوگون نے کفر کیا تھا اسی طرح یہ یہود و نصاریٰ بھی کفر کرنے لگے اور بعض مفسرین نے یضاہون
قول الذین کفروا من قبل کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ نصاریٰ اوسی طرح عیسےٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے جس طرح اُن سے پہلے
یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا تھا بہر حال خدا تعالیٰ نے خفگی سے یہ فرمایا کہ خدا اونہین غارت کرے یہ کیونکر ایسی باتین
کہتے ہیں اور کس طرح راہ حق سے بھٹکتے پھرتے ہیں آسمانی کتابون میں بہت سی دلیلین اللہ کی وحدانیت کی اِنکے پیش نظر ہیں اور بہت
سی حجت اس بات پر قائم ہو چکی کہ خدا اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں نہ اُسکی بی بی ہے نہ اُسکا بیٹا یہ باتین تو مخلوق کے ساتھہ مخصوص
ہین خالق جل شانہ ان باتون سے بالکل پاک ہے ذالک قولہم بافواہہم اِسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ
عیسےٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا جو کہتے ہیں یہ اُنکی ایک ایسی ایجادی بات ہے جسکو اپنی کتابون سے یہ لوگ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے اللہ
سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے کیونکہ اصلی توراۃ اور انجیل مین اگرچہ اہل کتاب نے کچھہ ردو بدل کر دیا ہے لیکن اس ردو بدل کے بعد بھی
قرآن شریف کی پوری صداقت موجودہ توراۃ اور انجیل سے نکل سکتی ہے توراۃ سے تو یہ صداقت یون نکل سکتی ہے کہ مثلاً سفر
اول کے ساتوین باب اور آٹھوین باب مین جب اختلاف پایا گیا تو علماء یہود نے اپنی کتابون مین اس بات کا صاف اقرار کر لیا کہ اُن
دونون بابون مین سے ایک باب مین عزیر علیہ السلام سے ضرور غلطی ہوئی ہے اب اس اقرار کے ساتھہ اونہیں یہ اقرار بھی لازم ہے
کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے نہ تھے کیونکہ ایسی غلطی اللہ کے بیٹے کی شان سے بہت بعید ہے انجیل سے یہ صداقت یون نکل سکتی ہے
کہ انجیل یوحنا کے ۲۰ باب مین حضرت عیسےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یا اللہ تو میرا معبود ہے اور مین تیرا رسول حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے
اس قول کے بعد جو عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتا ہے گویا وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے جھٹلانے کے درپے ہے اہل
ایسے عیسائی کے جھٹلانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کافی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت موسوی اور شریعت عیسوی
کی اسی طرح کی غلطیون کو قرآن شریف مین جگہ جگہ جتلایا گیا ہے اسپر بھی اہل کتاب مین سے جو لوگ اپنی پچھلی غلطیون پر اڑے رہینگے
عقبیٰ مین اُنکی نجات مشکل ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ رضی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

منزل ۲

نے فرمایا اہل کتاب مین سے جو شخص شریعت محمدی کی پیروی نکریگا اُسکی نجات ممکن نہین ہے۔ آیة مین اہل کتاب کی جو حالت بیان کی گئی ہے اُسکے انجام کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ اہل کتاب مین شرک کا مرض جو پھیل گیا ہی سوائے شریعت محمدی کی پیروی کے اور کوئی علاج اوس مرض کا دنیا مین نہیں ہی اور جب تک دنیا مین یہ علاج نہو تو عقبیٰ کی بہبودی مشکل ہی۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا

ٹھیرا لئے ہین اپنے عالم اور درویشونکو خدا اللہ کو چھوڑکر اور مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم یہی ہوا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

تھا کہ بندگی کرین ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہین اُسکے سوا وہ پاک ہے انکے شریک بتلانے سے

اس آیة کی تفسیر عدی بن حاتم طائی کی حدیث سے اچھی طرح ظاہر ہوتی ہی اس حدیث کو امام احمد اور ترمذی وغیرہ نے چند طریقون سے روایة کیا ہی اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہی لیکن اس حدیث کی کئی سند بن ہین جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے قوت ہوجاتی ہی ترمذی کی سند مین حسین بن یزید کوفی اور غطیف بن اعین ان دو راویون مین اگرچہ بعضے علماء کو کلام ہے لیکن ابن حبان نے ان دونون کو ثقہ راویون مین شمار کیا ہی اس صورت مین یہ حدیث معتبر ہے۔ عدی بن حاتم اپنی قوم کے سردار تھے جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچے تو اونہون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ یہی آیت پڑھ رہی ہین عدی نے کہا کہ نصرانی احبار و رہبان کو تو نہیں پوجتے ہین آپ نے فرمایا کیا احبار و رہبان نے اپنی عقل سے خدا کی حلال کی ہوئی چیزونکو حرام نہین کیا اور حرام چیزون کو حلال نہیں کیا اور نصاریٰ نے اُسکو قبول نہین کیا اور اونکی پیروی نہیں کی یہی عالم اور درویشونکی عبادت ہوئی غرض آنحضرت نے عدی کو اسلام کی رغبت دلائی اور عدی نے اسلام قبول کیا اور کلمہ حق کی شہادت دی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی روایت ہی کہ اہل کتاب نے حلال و حرام مین عالم اور درویشون کی پیروی کی اور جسکو انکے عالمون نے حلال تبلایا اوسے حلال جانا اور جسکو حرام کہدیا اوسے حرام سمجھہ لیا پہر اللہ جل شانہ نے درویشون اور عالمون کا ذکر کرنے کے پیچھے عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا کہ انکو بھی لوگون نے اپنا رب ٹہرا لیا کہ انکو بھی اللہ کہنے لگے حالانکہ یہ مریم علیہا السلام کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے اور جس طرح اور آدمی کہاتے پیتے چلتے پہرتے ہین وہی حال انکا ہی جس سے یہ صاف طور پر انسان معلوم ہوتے ہین مگر پہر بھی یہ لوگ مسیح ابن مریم کو خدا ماننے لگے پہر فرمایا کہ انکو اور کسی بات کا حکم ہی نہیں دیا گیا تہا بلکہ آسمانی کتابون مین انکو یہی تبلایا گیا تہا کہ نرے اللہ ہی کی عبادت کرو اور اللہ کی ذات کا کوئی شریک نہیں ہی وہ تو اکیلا ہے اور شرک سے بالکل بری ہی۔ احبار یہود کے علماء کو کہتے ہین اور رہبان نصاریٰ کی یاد دینونکو اسلامی اور عیسائی قدیمی تاریخون مین لکھا ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب پولس یہودی اور عیسائیونکی لڑائی ہوئی اور اوس لڑائی مین یہودیون کا غلبہ ہوا تو نصاریٰ کے پادریون نے اوس وقت ترک دنیا کرکے جنگلو نکا رہنا اختیار کرلیا تہا اسوسطے انکا لقب درویش مشہور ہوگیا یہود اور نصاریٰ کے علماء نے بعضے حکم توراة اور انجیل کے برخلاف دے رکھے تھے جن حکمون

منزل ۲

کے سبب سے توراۃ اور انجیل پر عمل کرنا بند ہو گیا تھا۔ اسیواسطے فرمایا کہ جب ان لوگون نے اللہ کے حکمون کو چھوڑ کر اپنے عالمون
اور پادریون کے حکمون کو مانا تو وہی عالم اور پادری گویا انکے خدا ہین۔ توراۃ مین بدکار مرد اور عورت کے سنگسار کرنے کا حکم ہے
لیکن یہود کے علما نے توراۃ کے برخلاف ایسے مرد اور عورت کا منہہ کالا کرنے اور کچھ کوڑے مار دینے کا فتوی دے رکھا تھا جسپر
یہود لوگ عمل کرتے تھے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ اور ابوہریرہؓ کی روایتون مین جس طرح ختنہ کرنے کا حکم ہے
اسی طرح توراۃ کے سفر احبار کے اٹھارھوین باب مین بھی ختنہ کرنے کا حکم ہے اس حکم کی تعمیل مین حضرت عیسے علیہ السلام نے اپنا
ختنہ جو کرایا اوسکا عیسائیون کو اقرار ہے مگر حضرت عیسے اور حواریون کے زمانہ کے بعد بعضے عیسائی علما کی عقلی وجوہات کی بنا پر
اس حکم کی تعمیل عیسائیون مین باقی نہین رہی۔ ان بعضے عیسائی علما سے مقصود وہی پولس یہودی اور اوس کے ساتھی ہین
یہ قصہ ایک جگہ اس تفسیر مین بیان کر دیا گیا ہے کہ پولس پہلے یہودی تھا اور پھر فریب سے عیسائی ہوا اور شریعت عیسوی کے بہت سے
احکام مین اس پولس کے سبب سے خرابی پڑ گئی۔ اس آیۃ مین یہ جو ذکر ہے کہ بعضے عیسائی لوگ حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا کہتے ہین
پولس کے وقت کی بعض تاریخون سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیون مین یہ مسئلہ بھی اسی پولس نے پھیلایا ہے حاصل کلام یہ ہے
کہ یہود نصارا کے علما نے اکثر ایسے فتوے دئے جس سے توراۃ اور انجیل کے احکام متروک العمل ہو گئے اوسی کا ذکر اس آیۃ مین
ہے صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک حدیث سورۃ النسا مین گذر چکی ہے جس مین عبداللہ بن حذافہ کا قصہ
ہے وہ حدیث اس آیت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حاکمون اور علما کی اطاعت شریعت کی حد تک جائز ہے شریعت
کی حد کے باہر نہین انجیل یوحنا کی سترھوین باب کے حوالہ سے حضرت عیسے علیہ السلام کا قول گذر چکا ہے جسمین انھون نے
اللہ کو اپنا معبود اور اپنے آپکو اللہ کا رسول کہا ہے جو عیسائی حضرت عیسے علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہین اونکے قائل کرنے
کے لئے حضرت عیسے علیہ السلام کا یہی قول کافی ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ
چاہتے ہین کہ بجھا دین روشنی اللہ کی اپنے منہہ سے اور اللہ نرہیگا بن پورے کئے اپنی روشنی پڑے برا مانین منکر اوسی
الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝
نے بھیجا اپنا رسول ہدایت دیکر اور دین سچا تا اوسکو اوپر کرے ہر دین سے پڑے برا مانین مشرک

اللہ پاک نے اس آیۃ مین یہود و نصارا اور مشرکین مکہ کی ایک اور حالت بیان فرمائی کہ یہ سب ملکر خدا کا دین جو نہایت سچا ہے
اور اوسکی روشنی آفتاب سے بھی کہین زیادہ ہے اوسکو اپنی ان ایجادی باتون سے اسطرح بجھانا چاہتے ہین جسطرح کوئی پھونک
سے چراغ کو بجھانا چاہے پھر فرمایا کہ انکی ان باتون سے کیا ہوتا ہے اللہ تو اپنے دین کو پھیلا کر رہے گا یہ لوگ اگر برا مانین تو برا مانا
کرین پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول برحق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو دین حق دیکر بھیجا ہے تاکہ اس دین کو
تمام روئے زمین کے دینون پر غالب کر کے ظاہر کر دے اسپر یہ مشرک برا مانین تو مانا کرین۔ اللہ سچا ہے اور اس کا وعدہ

منزل ۲

النصف

سچا ہی اہل اسلام اور انکے سردار جب تک شریعت آلہی کے پابند رہے انکے ہاتھون سے اللہ تعالی نے دن بدن اسلام کی
روشنی کو بڑہایا مثلاً خلفائے عباسیہ مین سے ہارون رشید کے زمانہ تک اتنی شریعت کی پابندی باقی تہی کہ ہارون رشید نے جب
بشر مریسی کا یہ حال سنا کہ یہ شخص قرآن شریف کے کلام ازلی ہونے کا قائل نہین ہی تو فوراً برسر دربار ہارون رشید نے بشر کے
قتل کا ارادہ ظاہر کیا اس پابندی شریعت کی برکت بھی یہ تھی کہ جب نیقفور بادشاہ روم نے صلح کے توڑنے کا خط ہارون رشید
کے نام لکھا تو ہارون رشید نے فوراً نیقفور پر چڑہائی کی جس مین ہارون رشید کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی اب تھوڑے
ہی عرصہ کے بعد ہارون رشید کی اولاد مین پابندی شریعت کا یہ حال ہوگیا کہ مامون رشید اس بشر مریسی کا معتقد ہوگیا اور اس وقت
کے مشہور علما کو اپنا ہم عقیدہ کرنا چاہا اور اس باب مین علما کو طرح طرح کی تکلیفین دین امام احمد جیسے امام الوقت کو اسی جھگڑے
مین قید کر دیا اس مامون رشید کے زمانہ مین یونانی فلسفہ کا علم اہل اسلام مین آیا اور اس فلسفہ کے سبب سے قرآن شریف کے
کلام ازلی نہ ہونے کا مسئلہ اہل قبلہ مین پہیلا غرض پہلا ضعف تو لشکر بغداد مین مامون اور اوس کے بھائی کی خونخوار لڑائی
سے پیدا ہوا اسکے بعد علویون کی کثرت سے بغداد پر حملے رہے اسکے بعد ابو شجاع دیلمی کے خاندان کا غلبہ بغداد اور نواح بغداد
پر ۳۳۴ھ مین ایسا ہوا کہ یہ دیلمی لوگ عماد الدولہ وغیرہ بادشاہ بن گئے اور بغداد کی خلافت برائے نام رہگئی لیکن خلفاء عباسیہ
کے شرعی مسائل مین دخل دینے کا فقط اسی قدر نتیجہ نہین ہوا جو بیان کیا گیا بلکہ دیلمی بادشاہت کے بعد بغداد سلجوقی خوارزمی
وغیرہ بادشاہون کا کا زبردست اور برائے نام خلافت کا مستقر رہا اور سب سے آخری نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بغداد جہان سی خلفا
عباسیہ کے بڑے بڑے لشکر دور دور چڑہائیان کر کے جاتے تھے خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے زمانہ مین موید الدین علقمی شیعہ وزیر
کی سازش سے ۶۵۶ھ مین ہلاکو خان تاتاری نے اسی بغداد پر چڑھائی کی جس چڑہائی سے بغداد کی خلافت کا ایسا خاتمہ ہوگیا کہ چالیس
دن کے قریب تک تاتاریون نے بغداد مین قتل عام جاری رکھا جس مین خلیفہ انکے رشتہ دار غرض سب ملا کر لاکھہ بغدادیون سے
زیادہ قتل ہوئے اور کسی بغدادی مین تاتاریون کے ہاتھہ پکڑنے تک کا حوصلہ باقی نہ رہا یہ ہلاکو خان تولے خان کا بیٹا اور چنگیز خان
کا پوتا ہی چنگیز خان امیر تیمور کا رشتہ کا نانا ہوتا ہے یہ شیعہ وزیر عباسیون کی خلافت کو مٹا کر علویون مین خلافت کا قائم ہونا
چاہتا تھا اور اسی ارادہ کے پورا کرنے کی غرض سے اوس نے تاتاریون سے سازش کی تہی لیکن اسکا یہ ارادہ پورا نہین ہوا کیونکہ
ہلاکو خان نے اسکے اس ارادے کو پسند نہین کیا سازش کے سبب سے اگرچہ یہ شیعہ وزیر بغداد کے حادثہ مین بچ گیا لیکن اس حادثہ کے
بعد ہلاکو خان نے اسکو بڑی بے عزتی سے رکھا بغداد کی خلافت کے مٹ جانے کے بعد پہر عباسیون کی خلافت کچہ دنون مین مصر
قائم ہوئی لیکن نہایت کمزور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اللہ تعالی کی نظر انسان کے تن بدن اور صورت شکل پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی کی نظر توجہ ہمیشہ انسان کے دل پر لگی رہتی
ہے کہ انسان نے جو کام کیا وہ دل کے کس ارادہ اور نیت سے کیا اس حدیث کو آیۃ کے پہلے ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ
آیۃ کے پہلے ٹکڑے اور حدیث کو ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اہل اسلام اور اونکے سرداروں نے جب تک خالص دل اور نیک نیتی

منزل ۲

اسلام کی روشنی کے بڑہانے کا دل مین ارادہ رکہا اللہ تعالی نے اپنے وعدے کے موافق اون ارادون مین اونہین کامیاب کیا اور پہر جب انکی دلی اعتقاد اور نیک نیتی مین فرق آگیا تو وہ کامیابی باقی نہیں رہی اور آخر کو انکی سلطنت مین زوال آگیا آیۃ کے ٹکڑے اور حدیث کے مطلب کے ساتھ خلفائے عباسیہ کی حالت کو بھی مثال کے طور پر ملالیا جاوے تو آیۃ کے ٹکڑے کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہی کہ اسلام کے آخری زمانہ مین اللہ تعالی کے وعدہ کا ظہور کم کیون ہوگیا۔ صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی حدیث ایکجا جگہ گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی شریعتون کی مثال ادہورے مکان کی بیان کرکے پہر فرمایا ہے کہ اون شریعتون مین جب شریعت محمدی مل گئی تو وہ مکان پورا ہوگیا۔ مطلب یہ ہی کہ پچھلی شریعتون کے غیر منسوخ احکام اور شریعت محمدی کے احکام مل جانے سے ایک پوری عمارت کی طرح یہ آخری شریعت ایسی پوری ہو گئی جس میں اب قیامت تک کسی تکمیل کی ضرورت نہین آیۃ کے آخری ٹکڑے مین اور شریعتون پر اسلام کے غالب رہنے کا جو ذکر ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہی اسی مطلب کو پورا کرنیکو لئے مسند امام احمد وغیرہ کی حوالہ سے جابر رض کی صحیح حدیث جو ایکجا جگہ گذر چکی ہی اوس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اخری زمانہ مین موسی علیہ السلام اگر زندہ ہوتے تو ان پر بھی اس شریعت کی پیروی لازم ہوتی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ

اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگون کے ناحق اور

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ

روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہین سونا اور روپا اور خرچ نہین کرتے اللہ کی راہ مین

اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ

سو اونکو خوشخبری سنا دکہہ والی مار کی جسدن آگ دہکا وینگے اوسپر دوزخ کی پہر داغین گے اسی سے انکے ماتھے اور کروٹین

وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ○

اور پیٹہین یہ ہے جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ اپنے گاڑنے کا

منزل ۲

یہ اور ایک مذمت اہل کتاب کے عالمونکی بیان کی گئی ہے کہ اکثر علمائے یہود اور علمائے نصاری سچ میں جھوٹ ملاکر لوگون کے مال کھا لیتے ہیں اور لوگونکو راہ حق سے روکتے ہین ناحق سے مقصد اونکی وہ کتابیں ہیں جو اونھون نے لکھہ رکھی ہیں خدا نے نہین اوتارین اونہین کتابون کے حوالہ سے لوگون کی مرضی کے موافق فتوے دیتے تھے اور اون فتوون کے بدلہ مین لوگون سے مال لیکر کہاتے تھے اور اون ایجادی فتوون کے سبب سے عام لوگون کو توراہ اور انجیل کے حکم سے روکتے تھے مثلاً یہود کے علمانے جس طرح سنگساری کے حکم اور علمائے نصاری نے ختنہ کے حکم سے عام لوگونکو روکا جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اب آگے یہ جو فرمایا کہ جو لوگ سونے چاندی کو گاڑتے ہیں اسکی تفسیر مین صحابہ کا اختلاف ہے لیکن اکثر سلف کا قول یہی ہے کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا نہ کیجاوے آیۃ مین اوسی مال کا ذکر ہے۔ مسند امام احمد اور صحیح مسلم مین ابوہریرہ رض کی اس مضمون کی ایک حدیث ہے جس مین سے

اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی پہر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ ان سارے لوگونکو آخرت کے دن کے دردناک عذاب کی یہ خبر سنا دو کہ اس مال کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاویگا اور اوس سے ہنکی پیشانیان اور پہلو اور پیٹھ داغے جاوینگے اور کہا جائیگا لو اب مال جمع کرنے کا مزہ چکھو مطلب یہ ہی کہ ایسے لوگونکا جسم آگے پیچھے دونون کروٹین گویا چارون طرف سے داغا جاویگا۔ ابوہریرہؓ کی جس حدیث کا ذکر اوپر گزرا اوس مین یہ بھی ہی کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہی اس تمام دن مین جنتیون کے جنت اور دوزخیون کے دوزخ مین جانیکا فیصلہ ہونے تک زکوۃ کے ادا نکرنے والے لوگ اس جسم کے داغے جانے کی سزا مین گرفتار رہین گے جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین جاچکین گے تو پہر ان زکوۃ کے ندینے والے لوگونکا فیصلا اون کے باقی کے عملون کے موافق جدا ہوگا یہ حدیث آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہے کیونکہ آیت کے ٹکڑے مین جس عذاب کا ذکر ہے حدیث سے اوس عذاب کی مدت معلوم ہوجاتی ہے آیۃ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اہل کتاب اپنے مال کی زکوۃ بھی نہین دیتے تھے اسی واسطے اون کے ذکر مین یہ زکوۃ کے ندینے کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے +۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِندَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ

مہینون کی گنتی اللہ کے پاس بارہ مہینے ہین اللہ کے حکم مین جس دن پیدا کیے آسمان و

الْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنفُسَكُمْ وَ

زمین ان مین چار ہین ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو نمین ظلم نکرو اپنے اوپر اور

قَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

لڑو مشرکونسے ہر حال جیسے وہ لڑتے ہین تم سے ہر حال اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والون کے

منزل ۲

اس آیۃ کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین مکہ ایام جاہلیت مین ادب کے مہینون کی کچھ خصوصیت باقی نہین رکھتے تھے بلکہ لڑائی کے زمانہ مین اگر محرم کا مہینہ آتا تھا تو بے وسواس جنگ کرتے تھے اور اسکے عوض مین مثلاً صفر کے مہینہ کو محرم قرار دے لیتے تھے اسی کو نسی بہی کہتے ہین جس کا ذکر آگے آویگا غرضکہ اسی امر کا اللہ پاک نے ذکر فرمایا کہ خدا کے نزدیک مہینے گنتی مین بارہ ہین محرم صفر ربیع الاول ربیع الثانی جمادی الاول جمادی الثانی رجب شعبان رمضان شوال ذیقعدہ ذالحجہ ان مہینون کو قمری مہینہ کہتے ہین کیونکہ انکا حساب چاند کی گردش سے واقع ہوتا ہے ان بارہ مہینون کے دن سال مین تین سو چپن ۳۵۴ ہوتے ہین اور یہی مہینے اہل عرب کے یہان مروج چلے آتے ہین اور مسلمانون کے نماز روزہ حج وغیرہ کے معاملات انہین کے حساب سے ہوتے ہین اور شمسی سال جس کا شمار آفتاب کی گردش سے ہے تین سو پینسٹھ دن کا ہوتا ہے اسواسطے قمری سال شمسی سال سے ہر برس دس دن کم مین تمام ہوجاتا ہی اور ہر سال مین اسی دس روز کی کمی سے قمری مہینے مختلف موسمون مین واقع ہوا کرتے ہین اور رمضان ذیقعدہ عید بلکہ کل مہینے کسی سال جاڑے مین اور کبھی گرمی مین اور کبھی برسات مین ہوتے ہین اور یہی طرح خدا کی کتاب لوح محفوظ مین یہی حساب واقع ہی اور جبکہ خدا تعالی نے آسمان و زمین ساری مخلوقات کو پیدا کیا اوسی وقت سے یون ہی حساب

چلا آتا ہی پہر یہ حکم فرمایا کہ ان بارہ مہینون مین سے چار مہینے ادب کے ہین ذیقعدہ ذوالحجہ محرم لگاتار اور ایک مہینہ سال کے درمیان مین رجب کا ملت ابراہیمی کے موافق ان چار مہینے کی اہل عرب نہایت ہی حرمت وعظمت کیا کرتے تھے اللہ پاک نے اس حرمت کو برقرار رکہا بلکہ اور بہی تاکید کردی کہ ان مہینون مین گناہ کا بدلہ بہی زیادہ ہی جس طرح نیکی کا ثواب بہی ان مہینون مین زیادہ کردیا جاتا ہی پہر فرمایا کہ یہی دین ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوة والسلام واسمعیل ع کا دین ہی جسکو بطور وراثت کے اہل عرب نے پایا ہی صحیح بخاری ومسلم مین ابی بکرہ رض سے روایۃ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ زمانہ پہر اپنی اوس اصلی شکل پر آگیا ہر ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہی اون مین چار مہینے ادب کے ہین تین تو لگاتار ہین ذیقعدہ ذالحجہ محرم اور ایک رجب حاصل اس حدیث کا یہ ہی کہ یہ بارہ مہینے اپنی اصلی حالت پر آگئے اور حج اسی ذالحجہ مین ہوا کریگا اور جاہلیت کے زمانہ مین جو کفار نے نسی کو جائز کر رکہا تہا وہ سب حساب جاتا رہا چنانچہ آپکا یہ حجۃ الوداع بہی ذالحجہ مین واقع ہوا تہا پہر اللہ تعالی نے فرمایا کہ ان ادب کے مہینون مین لڑائی کی ابتدا کر کے اپنی جانون پر ظلم نکرو کیونکہ ان مہینون مین معصیت کرنے کے سبب سے پر سخت عقاب ہوگا حضرت عبد اللہ بن عباس فلا تظلموا فیہن انفسکم کی تفسیر مین یہ فرماتے ہین کہ ان بارہ مہینون مین سے کسی مہینہ مین اپنے نفس پر ظلم نکرو اس سے مقصود یہ ہی کہ انسان کبہی بہی اپنی مدت العمر مین فساد پر پیش قدمی نکرے مگر جمہور علما نے اول معنے کو اختیار کیا ہے مطلب یہ ہی کہ یون تو ہمیشہ اللہ پاک نے معصیت سے منع فرمایا ہی مگر ان چار مہینون مین تاکید کے ساتھ منع فرمایا کہ کسی طرح کا ظلم نکرو۔ پہر یہ حکم فرمایا کہ جس طرح کفار تم سے قتال کرتے ہین تم بہی ان سے قتال کرو اور یہ جان رکہو کہ خدا پرہیزگارون کے ساتھ ہے اونہین کی مدد و نصرت کرتا ہی سورہ بقر مین گذر چکا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موافق ہجرت کے ساتوین سال ذیقعدہ مین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام کے دل مین یہ خدشہ پیدا ہوا تہا کہ سال حدیبیہ کی طرح اس سال بہی اگر مشرکین مکہ نے عمرہ مین مزاحمت کی تو ذیقعدہ ادب کے مہینے مین لڑنا پڑیگا لیکن اللہ تعالی نے آیت الشہر الحرام بالشہر الحرام نازل فرما کر یہ خدشہ یون رفع فرمادیا کہ حدیبیہ کے سال جب مشرکین مکہ نے ذیقعدہ کے ادب کا کچہ پاس نہین کیا تو بدلہ کے طور پر تم کو بہی ذیقعدہ مین لڑائی کی اجازت ہی سورہ بقر کی آیۃ گویا اس آیت کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ان چار مہینے مین لڑائی کی ابتدا سے تو ہر ایماندار کو پرہیز لازم ہی ہان مخالف لوگ اگر ان مہینون مین لڑائی چہیڑ بیٹہین تو بدلہ کے طور پر لڑنے کا مضائقہ نہین مسند امام احمد ترمذی ابوداؤد اور نسائی مین عمرو بن عبسہ کی صحیح حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلح کی مدت کے اندر لڑائی جائز نہین ہی فتح مکہ کے ذکر مین یہ اوپر گذر چکا ہی کہ مشرکین مکہ نے جب صلح حدیبیہ کی شرط کا پاس نہین رکہا تو آپ نے مدت صلح کے اندر مکہ پر چڑہائی کی ان حدیثون کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح صلح کا پاس لحاظ نرکہنے سے صلح کی مدت کے اندر لڑائی جائز ہے اسی طرح جب مخالف لوگ ان چار مہینے کی عزت وحرمت کا لحاظ نرکہین تو ایسے مخالف لوگون سے بہی ان چار مہینے کے اندر لڑائی جائز ہی۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا لِيُوَاطِئُوا

یہ جو مہینا ہٹا دینا ہے سو بڑھائی بات ہی کفر کے عہد مین گمراہی میں پڑتے ہین اس سے کافر حلال گنتے ہیں اسکو ایک برس اور حرام گنتے ہیں

عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيُحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوءُ أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ

کرلین گنتی جو اللہ نے رکھی ادب کی پھر حلال کرتے ہین جو منع کیا اللہ نے بھلے دکھاتے ہیں اونکو اونکے بُرے کام اور اللہ راہ نہین دیتا منکر قوم کو

اس آیۃ مین اللہ پاک نے مشرکین عرب کی یہ ایک اور گمراہی بیان فرمائی کہ اگرچہ ان لوگون نے ان چار مہینون کی توقیر ملت ابراہیمی سے بطور وراثت کے پائی تہی مگر اکثر عرب کے معاش اور زندگی کا دارومدار لوٹ مار پر تھا اور غارتگری سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا اُس پر گذر اوقات کیا کرتے تھے اس لئے متصل تین مہینے تک ان لوگونکو لوٹ مار سے باز رہنا شاق گذرا اسواسطے ان مہینون مین بھی یہ لوگ ان باتون سے باز نہ آتے تھے اور ان مہینون مین لوٹ مار کو انھون نے اپنے اوپر حلال کر لیا تھا اور انکے عوض دوسرے مہینونکو ان مہینون کا قائم مقام کر کے چار مہینے کی گنتی پوری کر دیا کرتے تھے نسئی کے معنے تاخیر کے ہیں یہان مطلب یہ ہی کہ مثلاً محرم کی گنتی مین تاخیر کر کے صفر کو محرم قرار دیا کرتے تھے یہ نسئی قبیلہ بنی کنانہ کے لوگون نے نکالی تھی ان مین کا ایک شخص اس باب مین بہت مشہور تھا جسکا نام قلمس حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر تھا اہل عرب جب حج سے فارغ ہوکر اوسکے پاس جمع ہوتے تھے تو یہ خطبہ پڑھتا تھا رجب اور ذیقعدہ اور ذالحجہ کو حرام کر دیتا تھا اور ایک سال محرم کو حلال کرتا اور اسکے عوض صفر کو حرام مقرر کر دیتا تھا دوسرے سال محرم کو حرام اور صفر کو حلال کرتا تھا تا کہ چار مہینے کی گنتی پوری ہو جائے اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ یہ نسئی گناہ پر گناہ ہی اور کفر مین ایک بڑی زیادتی ہے جسکے سبب سے کفار گمراہ ہو رہے ہیں اپنی خوشی سے کسی سال ایک مہینہ کو حرام کر لیتے ہیں حاصل مین شیطان نے انکی نظرون مین اس کام کو اچھا کر کے دکھایا ہی مگر خداوند جل شانہ ایسے کفار کو کبھی ہدایت پر نہین لاتا معتبر سند سے مسند بزار اور مستدرک حاکم میں ابودرداءؓ سے روایت ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال وہ چیز ہے جسکو اللہ تعالی نے حلال کیا اسی طرح حرام وہ چیز ہے جسے اللہ تعالی نے منع فرمایا مطلب یہ ہی کہ شریعت الٰہی مین سوائے اللہ تعالی کے کسی دوسرے کو کسی چیز کے حرام یا حلال ٹھہرانے کا حق نہیں ہے صحیح بخاری ومسلم کے حوالہ سے ابی بکرہ کی حدیث اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمانہ اپنی اوسی اصلی شکل پر آگیا کہ سال بارہ مہینے کا ہوتا ہے جس بارہ مہینے مین خاص چار مہینے ادب کے ہیں کہ اُنمین لڑائی منع ہی یہ حدیثین آیۃ کی گویا تفسیر ہیں جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جب شریعت الٰہی مین سوائے اللہ تعالی کے کسی دوسرے کو حرام حلال ٹھہرانے کا حق نہیں ہے تو عرب کے مشرکون نے مہینے کے ہٹا دینے کی جو رسم ٹھہرا رکھی تھی جس سے خلاف مرضی لڑائی کی ممانعت کے مہینون مین یہ لوگ لڑائی ٹھان لیتے تھے اور سوائے ذالحجہ کے اور مہینون مین حج کو ٹالکر لوگ انکے حج کو بے موسم کر دیتے تھے مکہ مین اسلام پھیل جانے کے بعد اب وہ جاہلیت کی رسم قائم نہین رہ سکتی بلکہ اسلام کے بعد تو مہینون کی وہی گنتی قائم رہے گی جو زمین و آسمان کے پیدا کرنیکے وقت اللہ تعالی نے قرار دی ہے کیونکہ لڑائی کی ممانعت کے اسطرح کے چار مہینے شریعت الٰہی مین نہیں ہیں کہ بارہ مہینے مین جونسے چار مہینے یہ لوگ چاہیں مقرر کرلین بلکہ وہ خاص چار مہینے ہیں جنکو زمین و آسمان کے پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالی نے اپنی حکمت

حکمت سے اونہیں بزرگ ٹھرایا ہو ان لوگو نکو اللہ کی حکمت کا حال تو معلوم نہیں پہر ان لوگون نے شیطان کے بہکانے سے یہ حیلہ جو نکال رکہا ہے کہ جس سال چاہتے ہین صفر کو محرم کی جاگہ گن لیتے ہین اور محرم کو صفر کی جگہ یہ حیلہ ان لوگونکا اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ احکام الٰہی کے منکر ہیں اور ایسے منکر لوگون کو زبردستی راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ

اے ایمان والو کیا ہوا ہے تمکو جب کہیئے کوچ کرو اللہ کی راہ مین ڈہے جاتے ہو زمین پر

أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ إِلَّا تَنْفِرُوا

کیا ریجہے دنیا کی زندگی پر آخرت چہوڑکر سو کچہہ نہین دنیا کا برتنا آخرت کے حساب مین مگر تہوڑا اگر نہ نکلوگے

يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

تمکو دیگا دکہہ کی مار اور بدل لاویگا اور لوگ تمہارے سوا اور کچہہ نہ بگاڑوگے اُسکا اور اللہ سب چیز پر قادر ہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رجب سنہ ۹ ہجری مین غزوہ تبوک کا ارادہ کیا تبوک شام کی طرف ایک جگہ ہے جو دمشق کے راستہ پر مدینہ سے چودہ منزل پر واقع ہے اوسوقت گرمی بڑی سخت پڑ رہی تہی اور موسم بھی ایسا تہا کہ درخت پہلون سے لدے پڑے تھے آپ نے بڑے سفر کا یہ ارادہ کیا تہا اس لئے پہلے سے لوگو نکو طیار رہنے کو کہا اکثر لوگ آپ کے ساتھہ ہوگئے اور تھوڑے سے اپنے گہرون مین رہ گئے آپکے ساتھہ نہیں گئے انہیں لوگون کی شان مین یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے ایماندار لوگو تم اللہ اور رسول پر ایمان لاکر پہر اللہ کے رسول کے حکم سے سرتابی اور دین کی لڑائی مین شریک ہونے سے سستی کرتے ہو اور حیلے بہانے کر کے فقط ان خیالات سے گہرون میں بیٹھہ رہے ہو کہ گرمی سخت ہے اور دور و دراز کا سفر ہے اور مدینہ مین درخت باردار ہو رہے ہین جن کی خبرگیری ضرور ہے پہر فرمایا کہ کیا تم لوگ آخرت کے مقابلہ مین دنیا کی زندگی کو بہتر جانتے ہو کیا تم نہین جانتے کہ دنیا فانی ہی اسکی نعمتین ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی تو پہر یہ دنیا کیونکر آخرت کے مقابل ہوسکتی ہے آخرت کی نعمتین ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں اسواسطے دنیا کا مال و متاع عقبی کی نعمتون کے آگے محض حقیر اور بے حقیقت ہے اس آیہ میں اللہ پاک نے صاف طور پر دین کی لڑائی کو اون لوگون کے حق میں ہر وقت میں واجب ٹھرایا جنکو اللہ کے رسول نے لڑائی پر چلنے کا حکم دیا تہا ہی واسطے اسکے بعد یہی فرمایا کہ اگر تم کسی دین کی لڑائی مین پیچھے رہجاؤگے اور شریک نہوسکے تو تم پر سخت سخت عذاب آنے لگین گے آخرت مین بھی عذاب کئے جاؤگے اور دنیا میں بھی طرح طرح کی مصیبتین اوٹھاؤگے قحط پڑنے لگے گا بارش نہین ہوگی بھوک و پیاس کے مارے تمہاری جانین تلف ہونے لگین گی حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ اس غزوہ میں عرب کے تھوڑے سے آدمی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ نہین گئے تھے اللہ پاک نے اونسے پانی کو روک لیا کال کا سامنا ہوگیا یہی عذاب تہا جس کا ذکر اس آیہ مین فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ روایت ابوداؤد مین ہے اگرچہ ابوداؤد اور منذری نے اس حدیث کی سند پر سکوت اختیار کیا ہے لیکن اس حدیث کی سند مین ایک راوی نجدہ بن نفیع ہے جسکو بعضے علماء نے نامعلوم الحال لکہا ہے

منزل ۲

اسواسطے آیۃ میں جس عذاب کا ذکر ہے اسکی خصوصیت کسی خاص عذاب کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔ پھر عذاب کے بعد دوسری بات
بیان فرمائی کہ اللہ تم لوگوں کا محتاج نہیں ہے اسے تو بہت بڑی قدرت حاصل ہے اگر تم اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دوگے تو تمہاری
جگہ وہ دوسری قوموں سے کام لے گا اور وہ لوگ اللہ کے رسول کا ساتھ دیں گے اور خدا اور رسول کو تم کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے
ہو کیونکہ اللہ کو ہر طرح کی قدرت حاصل ہے تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی غرضکہ وہ اپنے رسول سے مدد کا وعدہ کر چکا ہے اسکو
ضرور پورا کر کے رہیگا۔ اگرچہ صحیح بخاری میں اس تبوک کی لڑائی کا باب حجۃ الوداع کے بعد ہے لیکن حافظ ابن حجر نے اسکو کاتب کا سہو
ظاہر کیا ہے کہ سب کے نزدیک تبوک کی لڑائی حجۃ الوداع کے پہلے سنہ ۹ ہجری کے ماہ رجب میں ہوئی ہے اس لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے مدینہ میں چھوڑا تھا جس کا ذکر آگے آتا ہے یہ حضرت علی رضہ کا قصہ صحیح بخاری میں
سعد بن عبادہ کی روایت سے ہے اس لڑائی میں دو سو اونٹوں کی اور بعضی روایتوں میں تین سو اونٹوں اور بہت سا اشرفی نقد کی
مدد حضرت عثمان رضہ نے لشکر اسلام کو دی ہے جسکی معتبر روایتیں مسند امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں ہیں جس سبب سے یہ لڑائی
پیش آئی اسکی تفصیل طبرانی کی عمران بن حصین کی روایت سے آگے آتی ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے مستورد بن شداد حجازی کی حدیث
ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبیٰ کی نعمتوں کی مثال ایک دریا کی اور دنیا کی نعمتوں کی مثال ایک قطرہ
کی فرمائی ہے آیۃ میں عقبیٰ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کی نعمتوں کو تھوڑا جو فرمایا ہے اسکی یہ حدیث گویا تفسیر ہے حضرت عبد اللہ
بن عباس سے ابوداؤد میں جو روایۃ ہے کہ آیۃ الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما اس سورۃ کی آیندہ کی آیۃ وما کان المومنون لینفروا کافۃ
سے منسوخ ہے اس روایۃ کی سند میں ایک راوی علی بن الحسین بن واقد کے ثقہ ہونے میں بعضے علما کو کلام ہے اسواسطے حافظ
ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہی فیصلہ کیا ہے کہ یہ آیۃ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ آیۃ خاص اون
لوگوں کے حق میں ہے جنکو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی لڑائی پر چلنے کا حکم دیا تھا اور پھر بھی وہ لوگ سستی کر کے نہیں
گئے اور آیندہ کی آیۃ عام صحابہ کے حق میں ہے آیۃ کے ٹکڑے یا ایہا الذین آمنوا اذا قیل لکم انفروا اثاقلتم الی الارض سے حافظ ابوجعفر
ابن جریر اور حافظ ابن حجر کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے کیونکہ آیۃ کے اس ٹکڑے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خفگی اونہیں
لوگوں پر ہے جنکو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑائی میں چلنے کا حکم دیا تھا اور پھر بھی وہ لوگ سستی کر کے اس لڑائی
میں نہیں گئے ویستبدل قوما غیرکم کی تفسیر بعضے سلف نے اہل فارس کو ٹھہرایا ہے اور بعضوں نے اہل یمن کو لیکن آگے کی آیۃ
میں فرشتوں کی مدد کا ذکر ہے اس واسطے سلف میں سے جو مفسر اس آیۃ کی تفسیر کسی خاص قوم کو نہیں ٹھہراتے
اون کا قول قوی معلوم ہوتا ہے۔

منزل ۲

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ

اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی تو اوسکی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اوسکو نکالا کافروں نے دو جان سے جب دونوں تھے غار میں

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا
توغم نہ کہا اللہ ہمارے ساتھ ہے پہر اللہ نے اوتاری اپنی طرف سے تسکین اسپر اور مدد کو بہیجین اسکے وہ فوجین کہ
وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
اور نیچے ڈالی بات کافرون کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

جب تبوک کی لڑائی کے وقت موسم گرمی کی سختی اور سفر کی درازی کے سبب سے بعضے اہل مدینہ نے آنحضرت کے ساتھ سفر کو ٹال دیا تو اوس پر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی اور اس آیۃ مین ہجرت کے وقت کا ذکر فرما کر لوگونکو یہ تنبیہ کردی کہ اگر تم لوگ نبی وقت کی مدد مین کوتاہی کروگے تو اللہ تمہاری مدد کا محتاج نہین جس طرح اوس نے اپنے نبی کی مدد ہجرت کیوقت کی ہے اب بہی وہ مدد کریگا ہجرت کا قصہ ابو موسی اشعری اور حضرت عائشہ رضی کی روایتون سے صحیح بخاری مین بصراحت مذکور ہے حاصل اوس کا یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے آنحضرت نے یہ خواب دیکہا تہا کہ دو پہاڑون کے بیچ مین کنکریلی زمین ہے اور اوس سرزمین پر کہجورین بہت ہین وہان ہجرت کا حکم ہوا ہے آنحضرت کا یہ خواب سنکر کچہہ لوگ مدینہ کو اور کچہہ حبشہ کو چلے گئے جب حضرت ابوبکر صدیق کو کفار نے بہت تنگ کیا اور انہون نے اپنے گہر کے صحن مین ایک چبوترہ مسجد کی طرح جو بنا لیا تہا اوس پر نماز پڑہنے اور تلاوت قرآن سے انکو منع کیا تو اونہون نے بہی مدینہ کا قصد کیا لیکن آنحضرت نے انسے فرمایا تہوڑے دنون تامل کرو شاید مجھکو بہی ہجرت کا حکم ہو جاوے ایک روز خلاف عادت ٹہیک دوپہر کو آنحضرت حضرت ابوبکر صدیق رض کے گہر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھکو مدینہ کی ہجرت کا حکم ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رض نے کہا مجھکو بہی ساتہ لیچلئے آپ نے فرمایا اچھا حضرت ابوبکر صدیق نے کہا میرے پاس دو اونٹنیان ہین ایک آپ لیجئے آپ نے فرمایا ہان وہ اونٹنی قیمت سے مین لیلونگا پہر حضرت ابوبکر اور آنحضرت جبل ثور کے غار مین تین راتین رہے حضرت ابوبکر کا ایک غلام عامر بن فہیرہ تہی جنگل مین بکریان چراتا تہا اور اندہیری کی وقت کچہہ بکریون کا دودہ لاکر آنحضرت اور ابوبکر صدیق کو پلا جاتا تہا پہر حضرت ابوبکر صدیق نے مدینہ تک ایک شخص کو راہ بر مقرر کیا وہ دونون اونٹنیان لیکر چوتھے روز غار پر آیا آنحضرت اور حضرت ابوبکر صدیق اونٹنیون پر سوار ہوئے اور عامر بن فہیرہ اور وہ راہ بر پیدل ساتہہ ہوئے اور مدینہ کو دریا کے کنارہ کے راستہ سے روانہ ہوئے جس رات کو آنحضرت پہلے پہل مکہ سے نکلکر غار مین رہے اوس صبح کو کفار مکہ نے آپکی تلاش مین آپکا پیچہا بہی کیا یہانتک کہ جب غار کے قریب یہ لوگ آئے اور حضرت ابوبکر صدیق کو ان کفار کے قدم غار مین سے نظر آئے تو حضرت ابوبکر صدیق کو بڑا اندیشہ ہوا لیکن آنحضرت نے حضرت ابوبکر صدیق کی تسکین کی اور فرمایا کہ اندیشہ کی کوئی بات نہین اللہ ہمارے ساتہہ ہے اوسی کا ذکر اللہ تعالی نے آیۃ مین فرمایا ہے اسیواسطے علما نے لکہا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی صحابیت کا منکر قرآن کا منکر اور کافر ہے اور صحابہ کے صحابی ہونے کا منکر بدعتی ہے حضرت عمر کی روبرو جب حضرت ابوبکر صدیق کا ذکر آیا کرتا تہا تو حضرت عمر فرمایا کرتے تھے کہ اونکی ایک غار کی رات پر اور زکوۃ کے منکرین سے جو اونہون نے جہاد کیا ہے اوس دن پر غرض ان دونون مین سے ایک پر عمر کی ساری عمر کی عبادت تصدق ہے غار سے روانہ ہونے کے بعد کفار مکہ نے آنحضرت یا حضرت ابوبکر صدیق کے مارنے یا پکڑ کر

لانے والے کا انعام سو سو اونٹ قرار دئے تھے اس لالچ سے ایک شخص سراقہ بن جعشم نے گھوڑے پر چڑھکر آپکا پیچھا کیا اور جب آپکے قریب پہونچا تو اوسکا اوہا گھوڑا زمین میں دھنس گیا جب اُسنے پکار کر آنحضرت سے امان مانگی تو اوسکا گھوڑا نکلا وہ خالی سر مندہ ہو کر واپس آیا مدینہ پہونچکر پہلے آپ بنی عمر بن عوف میں دس روز کے قریب رہے اور مسجد قبا بنائی اور پہر مدینہ کے اندر اونٹنی پر تشریف لے گئے مسجد نبوی جہان ہے یہان آنکر وہ اونٹنی بیٹھ گئی آپ نے فرمایا انشاء اللہ تعالی یہی مقام کی جگہ ہی پہر وہ جگہ خرید کر وہان مسجد نبوی بنائی اس قصہ مین بجائے غار ثور کے غار حرا کا نام جو بعض روایتون میں آیا ہی وہ کسی راوی کی غلطی سے ہی کیونکہ صحیح بخاری کی حضرت عائشہ کی روایۃ مین صاف غار ثور کا نام موجود ہے تفسیر ابن مردویہ وغیرہ مین معتبر سند سے جو روایتین ہیں اون مین ہے کہ حضرت عائشہ جس کسی کو اس قصہ مین غار حرا کا نام لیتے ہوئے سنا کرتے تہین تو اُسکو جتلایا کرتی تہین کہ اس قصہ مین غار ثور کا نام صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ غلطی تابعیون کے زمانہ سے شروع ہوئی ہے صحیح بخاری و مسلم مین حضرت ابوبکر صدیق رض کی روایۃ ہے جس مین وہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش مین ثور پہاڑ پر چڑہے اور مین نے مشرکون کے قدم غار میں سے دیکھہ لئے تو مجکو بڑا اندیشہ ہوا جب مین نے اپنا یہ اندیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپنے میری تسکین کی اور فرمایا کچھہ اندیشہ کی بات نہیں اللہ ہماری مدد کو موجود ہے یہ حدیث اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا کی گویا تفسیر ہے حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ ادہر تو اللہ کے رسول نے ابوبکر صدیق کی تسکین کی اور اودہر اللہ تعالی نے ابوبکر صدیق رض کے دل مین ایک طرح کی تسکین پیدا کر دی جس سے اونکی پریشانی جاتی رہی محمد بن شہاب زہری سب علما کے نزدیک ایک جلیل القدر ثقہ تابعی ہیں صحاح کی سب کتابون میں اونکی روایتین ہیں انہی زہری کا قول ہی کہ غار ثور کے منہہ پر کبوترون نے انڈے دیدئے تھے اور مکڑی نے جالا پور دیا تھا جس سے مشرکین مکہ کے دلمین یہ خیال بالکل باقی نہیں رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار کے اندر ہیں ابن شہاب زہری کے اس قول کی تائید انس بن مالک اور زید بن ارقم صحابیون کے قول سے بہی ہوتی ہے کیونکہ مختصر طور پر ان صحابیون کے قول بھی ابن شہاب کے موافق ہیں وایدہ بجنود لم تروہا کی تفسیر مین اکثر سلف نے لکھا ہے کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس غار مین رہے اوسوقت تک اللہ تعالی نے اوس غار کے گردا گرد فرشتے تعینات کر دئے تھے ان فرشتونکی تعیناتی کے سبب سے ایک تو مشرکون کے دلونپر ایسا رعب چھا گیا تہا کہ اوس غار کے اندر جھانک کر کسی نے نہیں دیکھا دوسرے اگر کوئی مشرک دور سے بھی غار کی طرف دیکھتا تہا تو وہ فرشتے اوس مشرک کی آنکھون کے سامنے اپنے پرون کی آڑ کر دیتے تھے جس سے غار کے اندر تک کسی مشرک کی نگاہ نہین پہونچ سکتی تھی سلف کے اس قول مین غار مین رعب کے پیدا ہو جانے کا جو ذکر ہے اوسکی تائید تو اصحاب کہف کے قصہ سے ہوتی ہی کہ اوس غار مین بھی اللہ تعالی نے ایسا رعب پیدا کر دیا ہے کہ اوس غار کو جھانک کر کوئی شخص نہیں دیکھہ سکتا چنانچہ یہ اصحاب کہف کا قصہ سورہ کہف مین تفصیل سے آویگا فرشتون کے پرون کے آڑ کر دینے کی تائید اسماء رض بنت ابی بکر صدیق کی اوس روایۃ سے ہوتی ہے جو معتبر سند سے حلیہ ابونعیم میں ہے حاصل اس روایۃ کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

تلاش مین تو پہاڑ پر جو مشرک چڑھے تھے اون مین کا ایک شخص غار کے منہہ کے سامنے پیشاب کو بیٹھ گیا تھا اسکی یہ حالت دیکھکر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا ان مشرکون کی آنکھون کے سامنے فرشتون نے اپنے پرون کی آڑ کردی
ہے جس سے ان لوگونکی نگاہ غار کے اندر تک نہیں پہونچتی ورنہ اس طرح بے پردہ یہ شخص ہمارے روبرو پیشاب کو نہ بیٹھ
جاتا وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلی وکلمۃ اللہ ہی العلیا کی تفسیر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق یہ ہے کہ
اپنی زبردست حکمت سے اللہ تعالی نے دن بدن شرک کو گھٹایا اور توحید کو بڑہایا۔ صحیح بخاری مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے
اور صحیح مسلم مین ابو ہریرہؓ سے جو روایتین ہین اُنکا حاصل یہ ہی کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کے
بتون کو لکڑیان مار مار کر گرانے جاتے تھے اور جاء الحق وزہق الباطل فرماتے جاتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ اب مکہ مین
توحید پہیلی اور شرک یہان سے گیا آیۃ مین شرک کے گھٹنے اور توحید کے بڑہنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین
جس کا حاصل یہ ہے کہ توحید کے غلبہ نے مشرکونکو یہان تک بے بس کردیا کہ اونھون نے اپنے جھوٹے معبودون کی ذلت
اپنی آنکھون سے دیکھی اور اونکی کچھہ حمایت نہ کرسکے ؂

انْفِرُوا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ مین یہ بہتر ہے تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

حق مین اگر تمکو سمجھہ ہے

اس آیۃ مین اللہ پاک نے جہاد مین جانے کا حکم فرمایا کہ تم کسی حال مین ہو خواہ تمپر جہاد ہلکا ہو خواہ بہاری ہو تم اپنی جان
ومال سے خدا کی راہ میں جہاد کرو مفسرون کے قول خفافا وثقالا کی تفسیر مین بہت مختلف ہین لیکن صحیح تفسیر وہی ہی جو تفسیر
ابن ابی حاتم مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے حوالہ سے ہے کہ جن لوگون کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
لڑائی پر جانے کا حکم دین اون لوگون کا دل خواہ چاہے یا نہ چاہے لیکن اونکو اللہ کے رسول کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے اور ہر
سمجھدار کو یہ سمجھہ لینا چاہیئے کہ اللہ کے رسول کی فرمانبرداری مین اوسکی بہتری ہی کیونکہ اس طرح کے لوگ اگر شہید ہوگئے
تو جنت مین جاوینگے اور اگر صحیح وسلامت رہے تو عقبیٰ میں اللہ اونہیں اجر دیگا اور دنیا مین مال غنیمت جدا حاصل ہوگا
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح بخاری ومسلم مین ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض خدا
اور رسول کی فرمانبرداری کے طور پر دین کی لڑائی مین شریک ہوتا ہے اوس کا خدا ضامن ہوجاتا ہی اگر وہ واپس آیا تو اجر
وغنیمت لیکر پہرا یا شہید ہوا تو جنت مین داخل ہوگا یہ حدیث ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون کی گویا تفسیر ہے جس سے دین
ودنیا کی بہتری کا حال اچھی طرح معلوم ہوجاتا ہے جو علما اس بات کے قائل ہین کہ جہاد تو خود فرض کفایہ ہے لیکن اللہ کے
رسول یا اللہ کے رسول کے قائمقام جن لوگونکو لڑائی پر جانے کا حکم دیوین تو اون لوگون کے ذمہ لڑائی پر جانا فرض عین

ہوجاتا ہی۔ ان آیتونکی ترتیب سے اون علما کے قول کی پوری تائید ہوتی ہی کیونکہ پہلے اللہ تعالی نے اُن لوگون پر خفگی فرمائی جو حکم کے بعد بھی لڑائی پر نہین گئے اور پھر اس آیۃ مین لڑائی پر جانے کی تائید فرمائی اس ترتیب سے معلوم ہوا کہ جن لوگو نپر اوپر کی آیۃ مین خفگی فرمائی تھی اس آیۃ مین یہ تاکید بھی ان ہی لوگون کو فرمائی ہی صحیح بخاری مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ اب ہجرت تو باقی نہین رہی ہان خالص نیت سے دین کی لڑائی باقی ہی اسلیے جن لوگونکو دین کی لڑائی کا حکم دیا جاوے اونہین اُس حکم کی تعمیل ضرور ہے حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جس طرح فتح مکہ سے پہلے ہجرت کا سفر فرض تھا اسی طرح فتح مکہ کے بعد دین کی لڑائی کے لئے سفر کرنا اُن لوگو نپر فرض ہی جنکو دین کی لڑائی پر جانے کا حکم دیا جاوی ہجرت سے پہلے سفر ہجرت کے فرض عین ہونے مین سب علما متفق ہین اسواسطے اس صحیح حدیث کے موافق یہی مسئلہ صحیح قرار پاتا ہی کہ جن لوگون کو اللہ کے رسول دین کی لڑائی پر جانیکا حکم دیتے تھے اُنکے حق مین لڑائی پر جانا فرض عین تھا اور باقی لوگون کے حق مین فرض کفایہ معتبر سند سے ابوداؤد اور صحیح ابن حبان مین ابو سعید خدری سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یمن سے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور اوس نے جہاد مین جانیکی اجازت چاہی آپ نے اُس شخص سے پوچھا کہ یمن مین تیرا کوئی رشتہ دار ہی اُس شخص نے جواب دیا یمن مین میرے مان باپ ہین یہ سنکر آپنے فرمایا کہ پہلے اپنے مان باپ سے جہاد مین جانیکی اجازت حاصل کرے پھر جہاد مین جانے کا قصد کیجو اس حدیث سے اکثر علمانے یہ بات نکالی ہی کہ مان باپ کی خدمت فرض عین ہی اور جہاد فرض کفایہ ہی اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اجازت مان باپ کے جہاد پر جانیکی اجازت اوس شخص کو نہیں دی۔ حاصل کلام یہ ہی کہ ان آیتون کی ترتیب اور صحیح حدیثون کے موافق اونہین علما کا قول صحیح معلوم ہوتا ہی جو اس بات کے قائل ہین کہ جہاد خود تو فرض کفایہ ہی لیکن شرعی سردار جن لوگونکو جہاد کا حکم دیوے اونپر فرض عین ہوجاتا ہے اس صحیح قول کے موافق آیۃ کی صحیح تفسیر یہی ہے جو اوپر بیان کی گئی فرض عین وہ ہی جس کا ادا کرنا ہر مسلمان کے ذمہ لازم ہی مثلاً جیسے پنجگانہ نماز فرض کفایہ وہ ہے جسکو بعضے مسلمان بھی ادا کرلیوین تو سب مسلمانون کے ذمہ سے اوس کا بوجھ اتر جاوے جیسے مثلاً جنازہ کی نماز۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوكَ وَلَٰكِن بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُونَ

اگر کچھ مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو تیرے ساتھ چلتے لیکن دور نظر آتے اونکو طرف اور اب قسمین کھاوینگے

بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝

اللہ کی کہ ہم مقدور رکھتے تو نکلتے تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جان اور اللہ جانتا ہے وہ جھوٹے ہین

اوپر اون مسلمانونکا ذکر تھا جو فقط سستی سے لڑائی مین نہیں گئے اس آیۃ مین اون منافقون کا حال ہی جو منافق اپنے نفاق کے سبب سے جھوٹے عذر کرکے غزوہ تبوک مین شریک ہوئے اور گھرون مین بیٹھ رہے اون کے حق مین فرمایا کہ یہ لوگ اس خیال سے رہ گئے کہ دور دراز کا سفر ملک شام کی طرف کرنا پڑیگا اور وہان غنیمت کا مال خدا جانے ملے

یا اسکے علاوہ غرض کہین نزدیک جانا ہوتا اور غنیمت بھی آسانی سے دستیاب ہوتی تو یہ لوگ تمہارے ساتھ جاتے مگر لانبے سفر کو انھون نے مشقت خیال کیا پھر یہ فرمایا کہ جب تم مدینہ کو واپس جاؤ گے تو تمہین کہا کہا کر یہ لوگ عذر بیان کرین گے کہ ہمارے پاس راہ خرچ نہین تھا اسواسطے ہم جہاد مین نہیں شریک ہوئے پھر فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ بول بول کر اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا چاہتے ہین کیونکہ خدا خوب جانتا ہی کہ یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہیں انہین جہاد مین شریک ہونے سے کوئی امر مانع نہ تھا انکے پاس بہت کچھ تھا مگر جھوٹ بول کر پیچھا چھڑانا چاہتے ہین۔

شقہ وہ سفر ہے جس مین مشقت زیادہ ہو گرمی کے موسم مین یہ دور کا سفر بڑی مشقت کا سفر تھا اسلئے اسکو شقہ فرمایا شاہ صاحب نے شقہ کا ترجمہ طرف کے لفظ سے جو کیا ہے اوس سے مقصود سفر کا آخری سرا اور کنارہ ہی جس کا مطلب ہی کہ اس مشقت کے سفر کا آخری کنارہ اون لوگونکو دور معلوم ہوا صحیح بخاری اور مسلم مین عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جھوٹ بولنا منافق کی نشانی ہی انہی عبداللہ سے صحیح بخاری مین روایۃ ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹی قسم کھانے کو کبیرہ گناہ فرمایا ہی یہ حدیثین یہلکون انفسہم کی گویا تفسیر ہین جن کا مطلب یہ ہی کہ ایک تو ان لوگون نے اپنے عذرون سے جھوٹ بولکر اپنی منافقانہ عادت ظاہر کی اور پھر جھوٹی قسمین کھا کر اپنے آپکو کبیرہ گناہ مین مبتلا کیا اس طرح سے گناہ پر گناہ کر کے ان لوگون نے اپنی جان کو عقبیٰ کی ہلاکت میں پھنسایا۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝

اللہ بخشے تجکو کیون رخصت دی تو نے انکو جب تک معلوم ہوتی تجہپر جنھون نے سچ کہا اور جانتا تو جھوٹون کو

منزل ۲

جس طرح بدر کے قیدیون سے وحی کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت نے فدیہ لے لیا اور آپپر اللہ تعالیٰ کی خفگی کا حکم آیا اسی طرح تبوک کی لڑائی کے وقت جن منافقون نے بناوٹ کے عذر آنحضرت کے روبرو پیش کئے اور آپ نے ان لوگونکو مدینہ مین رہجانیکی پروانگی دیدی اوسپر خفگی کا حکم نازل ہوا مگر یہ خفگی کا حکم ایسا پیار کا ہی کہ جسمین خفگی سے پہلے معافی کا ذکر ہے خفگی کا حاصل یہ ہی کہ پروانگی مین اسقدر جلدی نکرنی تھی بلکہ ذرا عذرون کی دریافت کرنی تھی تاکہ معلوم ہوجاتا کہ کس کس کے عذر سچے ہین اور کس کس کے بناوٹی بعضے مفسرین نے اس آیۃ کو سورۂ نور کی آیۃ فاذن لمن شئت منہم سے منسوخ کہا ہی لیکن صحیح قول یہ ہی کہ دونون آیتون مین کوئی آیۃ منسوخ نہین ہی کیونکہ دونون آیتون مین سچے عذر والون کو پروانگی دینے کا حکم ہے فرق اسی قدر ہی کہ اس آیۃ مین مجمل حکم ہی اور سورۂ نور مین صاف ہی اس صورت مین ایک آیۃ دوسری آیۃ کا بیان ہی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان لوگون نے جو عذر کیا تھا کہ انکے پاس راہ خرچ نہین تھا اس عذر کی ذرا بھی دریافت کی جاتی تو انکے اس عذر کا جھوٹا ہونا ثابت ہوجاتا کیونکہ ان لوگون کے پاس سواری راہ خرچ سب کچھ تھا فقط منافقانہ عادت کے سبب سے انھون نے جھوٹے عذر پیش کئے اور اگرچہ ان جھوٹے عذرون کے سبب سے یہ لوگ دنیا مین گرمی کے موسم کے سفر سے بچ گئے لیکن جھوٹ اور جھوٹی قسمون کے سبب سے عقبیٰ مین انھون نے اوس آگ مین اپنا ٹھکانا بنایا

جسکے مقابلہ مین دنیا کی گرمی کے موسم کی گرمی تو درکنار دنیا کی آگ بھی اُس آگ کے آگے کوئی چیز نہین ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی آگ سے دوزخ کی آگ مین اونہتر ۶۹ درجے حرارت زیادہ ہی یہ حدیث تو دوزخ کی آگ کے حال کی ہی اور ان لوگون کے اوس آگ کے قابل عمل کرنے کا حال آیۃ کے ٹکڑے یہلکون انفسہم سے اور عبداللہ بن عمرو بن العاص کی اوپر کی روایتون سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے ✦

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ

نہین رخصت مانگتے تجھسے جو لوگ یقین رکھتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اس سے کہ لڑین اپنے مال اور جان سے

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر نیوالونکو رخصت وہی مانگتے ہین تجھسے جو نہین یقین کرتے اللہ پر اور پچھلے دن پر

وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝

اور شک مین پڑے ہین دل اونکے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹکتے ہین

جب منافقون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد مین نہ شریک ہونے اور گھرون مین بیٹھ رہنے کی اجازت چاہی اور آپ نے اونہین اجازت دی جس کا ذکر اوپر گذرا تو اب اسکے بعد یہ بات بیان فرمائی کہ جو لوگ ایمان دار ہین خدا پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہین وہ کبھی گھر مین بیٹھ رہنے کی اجازت نہیں چاہتے ہین اونہین تو یہی بات پسند ہے کہ جس طرح ممکن ہو جان سے مال سے جہاد مین شریک ہون بلکہ اگر اونہین بیٹھ رہنے کا حکم بھی دیا جائے تو انپر شاق گذرتا ہی چنانچہ صحیح بخاری کے حوالہ سے سعد بن عبادہ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لڑائی پر جاتے وقت یہ حکم فرمایا تھا کہ تم مدینہ مین رہو اونپر یہ حکم نہایت گران گذرا اور راضی نہ ہوتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے یہ بات کہی کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ مجھسے تمہین وہ خصوصیت ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کو موسے علیہ السلام کے ساتھ تھی کہ ہارونؑ موسے کے نائب اور قائم مقام تھے غرض یہ بات سنکر حضرت علی مدینہ کے رہجانے پر رضامند ہوئے پھر اللہ پاک نے مومنون کا حال بیان فرماکر یہ ذکر کیا کہ خدا سبکو جانتا ہے کون کون اُن مین متقی ہین اور پھر یہ فرمایا کہ جو لوگ خدا پر پورا ایمان نہین رکھتے اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہین وہی لوگ بیٹھ رہنے کو پسند کرتے ہین اور گھرون مین رہجانے کی اجازت بھی چاہتے ہین کیونکہ انکے دلون مین دین کی طرف سے شک ہے اور یہ لوگ ہمیشہ شک کی حالت مین متردد ہین معتبر سند سے مسند امام احمد صحیح ابن حبان وغیرہ مین ابوامامہ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آدمی کے ایماندار ہونے کی نشانی پوچھی تھی جسکے جواب مین آپ نے فرمایا جس شخص کا دل نیک کام سے خوش ہو اور برے کام سے غمگین ہو

ھزال ۲

تو ایسا شخص ایماندار ہی - حاصل مطلب اس حدیث کا یہ ہی کہ ایماندار لوگون کے دل مین عقبے کے ثواب اور عذاب کا پورا یقین ہوتا ہی اسلیئے نیک کام کا ثواب یاد کرکے انکا دل خوش ہوتا ہی اور برے کام کا عذاب یاد کرکے انکے دل مین ایکطرح کا غم پیدا ہو جاتا ہی - اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن لوگونکے دل مین عقبے کے ثواب کا پورا یقین نہین ہے انکی حالت اسکے برخلاف ہی یہ حدیث ان آیتونکی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ جن لوگون کے دل مین عقبے کے ثواب کا پورا یقین ہی وہ اپنے دین کی لڑائی چھوڑکر گھر مین بیٹھ رہنے کی خواہش کبھی نہ کرین گے بلکہ اونکی خواہش اور خوشی تو ہمیشہ ایسے نیک کامون مین لگے رہنے کی ہوگی ہان جن لوگون کے دل مین یہ یقین پورا نہیں ہی وہ محنت مشقت کے نیک کامونکی جرأت نہین کرسکتے

وَلَوْ أَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلَٰكِن كَرِهَ اللَّهُ انبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ
اور اگر چاہتے نکلنا تو تیار کرتے کچھ اسباب اوسکا دیکن خوش نہ آیا اللہ کو اونکا اوٹھنا سو بوجھل کردیا اونکو اور حکم

اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝ لَوْ خَرَجُوا فِيكُم مَّا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَأَوْضَعُوا خِلَالَكُمْ
ہوا کہ بیٹھو ساتھ بیٹھنے والونکے اگر نکلتے تم مین کچھ نہ بڑہاتے تمہارا مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر

يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ وَفِيكُمْ سَمَّاعُونَ لَهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝
بگاڑ کرنے والے کی تلاش مین اور تم مین بعضے جاسوس ہین انکے اور اللہ خوب جانتا ہے بے انصافونکو

اس آیۃ میں بھی اللہ پاک نے منافقون کا حال بیان فرمایا کہ ان لوگونکا ارادہ پہلے ہی سے اس لڑائی مین شریک ہونے کا بالکل نہ تھا اگر یہ لوگ لڑائی مین شریک ہونا چاہتے تو ضرور سامان جنگ کرتے جس طرح اور لوگون نے اسکی طیاری کی تھی پھر یہ فرمایا کہ اللہ کو بھی انکا شریک ہونا پسند نہین تھا اسی واسطے اوس نے اونکے دلون میں نامردی پیدا کردی اور یہ عذر وحیلہ کرکے رہ گئے اور جس طرح عورتین بچے بیمار اور معذور گھرون مین رہجاتے ہیں انہین بھی رہجانا پڑا یہ خدا کی بہت بڑی مصلحت تھی کیونکہ اگر یہ لوگ بھی لڑائی مین جاتے تو بجائے مدد کے فتنہ وفساد برپا کرتے مسلمانونکو خوف دلاتے اور ایسی ایسی باتین کرتے جس سے مومنون کے جی چھوٹنے لگتے کیونکہ تم مین وہ لوگ بھی ہیں جو تمہاری باتین سن سنکر ان منافقون کو اسکی خبر دیتے رہتے ہیں جاسوسی کرتے ہیں - واللہ علیم بالظالمین - اس کا مطلب یہ ہی کہ لشکر اسلام مین جو لوگ ان منافقون کے دوست ہین جس دوستی کے سبب سے وہ لشکر اسلام کی باتین جاسوسی کے طور پر ان منافقونکو پہونچاتے ہیں وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں کہ اس جاسوسی اور منافقون کی سزا بھگتین گے کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہین ہے اوسکو ان جاسوسون کا اور انکے دوست منافقون کا سب کا حال خوب معلوم ہی وہ اپنے علم کے موافق وقت مقررہ پر انکے عملون کی پرسش کریگا قتادہ کے قول کے موافق اگرچہ بعضے مفسرین نے وفیکم سماعون لہم کی تفسیر یہ بیان کی ہی کہ مسلمانون مین کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو ان منافقونکی باتین سنتے اور مانتے ہیں لیکن حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین قتادہ کے اس قول کو ضعیف ٹھیرایا ہی اسواسطے مجاہد کے صحیح قول کے موافق آیۃ کی وہی تفسیر صحیح معلوم ہوتی ہی

منزل ۲

جو اوپر بیان کی گئی کیونکہ اس تفسیر کے مقدمہ مین یہ بات بیان کر دی گئی ہی کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس کے شاگردون مین جہان اختلاف ہو وہان مجاہد کا قول زیادہ معتبر قرار پاتا ہی کعب بن مالک بھی اون لوگون مین ہین جو تبوک کے سفر مین شریک نہیں ہوئے اون کا قصہ تفصیل سے آگے آویگا صحیح بخاری مین کعب بن مالک کے بیٹے عبد اللہ کی روایۃ سے جو ان کعب بن مالک کا قصہ ہی اسمین یہ ہی کہ کعب بن مالک ہر روز اس سفر کی تیاری کا ارادہ کرتے تھے لیکن پہر سستی سے وہ ارادہ ادہورا رہجاتا تھا سورہ آل عمران مین گذر چکا ہے کہ عبد اللہ بن ابی منافقون کا سردار احد کی لڑائی کے میدان مین سے لشکر اسلام کے تین سو آدمیون کو بہکا کر مدینہ کو واپس لے آیا تھا اذا جاءک المنافقون مین آویگا کہ یہی عبد اللہ بن ابی نے بنی مصطلق کی لڑائی کیوقت اپنے قبیلہ کے انصار کو یہ بہکایا تھا کہ اس لڑائی سے واپس جانیکے بعد مہاجرین کو مدینہ سے نکال دیا جاوے۔ آیۃ مین یہ جو ذکر ہے کہ اگر ان منافقون کے دل مین اس سفر کا ارادہ ہوتا تو یہ لوگ سفر کی تیاری کا ارادہ پہلے سے کرتے اسکی تفسیر کعب بن مالک کے قصہ سے یون ہو سکتی ہی کہ کعب بن مالک اگرچہ سستی کر کے اس سفر مین نہیں گئے لیکن ان منافقون کی طرح اس سفر کے ارادہ سے وہ غافل نہین تھے یہ منافق لوگ اس ارادے سے بھی غافل تھے جس سے معلوم ہوا کہ ان کا ارادہ پہلے ہی سے اس سفر کا نہین تھا اسی طرح آیۃ مین یہ جو ذکر ہے کہ اگر یہ منافق لوگ اس لڑائی مین جاتے تو طرح طرح کے فساد برپا کرتے احد اور بنی مصطلق کا قصہ ان فساد کے برپا کرنیکی تفسیر ہے

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ ۝ منزل ۲

کرتے رہی تلاش بگاڑ کی آگے سے اور الٹتے رہے ہین تیرے کام جبتک آپہنچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے

اس آیۃ مین بھی اونہیں منافقون کا حال بیان فرمایا کہ کچھ اسی لڑائی پر موقوف نہیں ہے یہ لوگ پہلے ہی سے فتنہ و فساد برپا کرنے کی فکر مین لگے ہوئے ہین اور یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا دین دب جائے پہر فرمایا کہ انکی کوئی تدبیر کارآمد نہین ہوئی آخر اللہ ہی کا بول بالا رہا اور یہ ناخوش ہی ہوتے رہی حاصل مطلب یہ ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ مین آئے تھے تو مدینہ کے یہود و منافق جنگ پر آمادہ ہوئے تھے پہر جب بدر کی لڑائی مین آپکو بہت بڑی فتح ہوئی تو ابن ابی اور اسکے ساتھیون نے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیے انکا دین سچا معلوم ہوتا ہی اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ظاہر طور پر اسلام مین داخل ہو جاؤ غرضکہ یہ لوگ دل مین کینہ رکھکر ظاہری مسلمان ہو گئے اور جب جب مسلمانونکو لڑائیون مین فتح ہوتی گئی انکا غصہ اور نفاق بڑہتا گیا اور دین حق کی ترقی انکو بری معلوم ہوتی گئی اسی کو اللہ پاک نے فرمایا کہ حتی جاء الحق وہم کارہون اس آیۃ مین یہ جو فرمایا کہ یہ منافق لوگ اس تبوک کی لڑائی سے پہلے بھی فتنہ و فساد اور لشکر اسلام کے انتظام مین بگاڑ ڈالنے کی تلاش مین لگے رہی ہین اسکی تفسیر بنی مصطلق کی لڑائی کے وہی عبد اللہ ابن ابی منافقون کے سردار کے قصہ مین ہی جسکا ذکر اوپر گذرا علاوہ ان قصون کی سورہ حشر کی وہ آیتین بھی اس آیۃ کی تفسیر ہین جن آیتون مین یہ ذکر آویگا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر اور بنی قریظہ پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو ان

مدینہ کے منافقون نے ان یہود کے دونون قبیلونسے خفیہ طور پر یہ کہلا بھیجا تہا کہ جلا وطنی مین اور مسلمانونسے تمہاری لڑائی اگر ٹھن گئی تو اوس لڑائی مین غرض ہر طرح ہم تمہارے ساتھ ہین لیکن آخر پہر اُنھون نے اپنی وہی منافقانہ بدعہدی برتی کہ وقت پر ان دونون قبیلون مین سے ایک کا بہی کچھ ساتھ نہ دیا اور ان دونون قبیلون پر مسلمانونکا جو غلبہ ہوا اوس سے یہ منافق دل مین اگرچہ ناخوش ہوئے لیکن انکی ناخوشی سے کیا ہوتا ہے اللہ کو جو منظور تہا آخر اوسکا ظہور ہوا کہ ان دونون قبیلون مین سے بنی نضیر کا اخراج ہوا اور بنی قریظہ کا قتل۔

وَمِنْهُم مَّن يَقُولُ ائْذَن لِّي وَلَا تَفْتِنِّي ۚ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ۗ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ۝

اور بعضے انمین کہتے ہین مجکو رخصت دی اور گمراہی مین نہ ڈال سنتا ہی وہ تو گمراہی مین پڑے ہین اور دوزخ گھیر رہی ہے منکرونکو

طبرانی ابونعیم ابن مردویہ مغازی محمد بن اسحاق اور ابن ابی حاتم مین جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ منافقین مدینہ میں ایک شخص قبیلہ بنی سلمہ کا سردار جد بن قیس تہا جسکی کنیت ابو وہب تہی تبوک کی لڑائی پر جانے اور نصرانیون سے لڑنے کا جب آنحضرت نے اس سے ذکر کیا تو اُسنے کہا کہ سب لوگونکو معلوم ہے کہ مین عورتون سے زیادہ رغبت رکھتا ہون شام کے ملک مین جا کر مین نصرانیون کی عورتونکو دیکھونگا تو خواہ مخواہ فتنہ مین پڑ جاؤنگا اسلئے مجھکو تو مدینہ مین ہی چھوڑ جائیے اُسپر اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ بڑا فتنہ نفاق کا ہی جسمین یہ لوگ پڑے ہوئے ہین اُس فتنہ کے سبب سے یہ ایسے جھوٹے عذر کرتے ہیں اور دنیا مین تو یہ لوگ اپنی ان دغابازی کی باتون کو ہوشیاری اور دوراندیشی جانکر عمر بہر اسی حالت کو بہانا اچھا جانتے کہ عقبے مین بھی اپنی اس دغابازی سے کام لینا چاہین گے لیکن اللہ تعالی کو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہی اُسکے سامنے انکی دغابازی کچھ نہ چل سکے گی اور آخر ایسے لوگونکا ٹھکانہ جہنم کے ساتوین طبقے مین ہوگا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق شخص کی مثال ایسی ہے جس طرح ریوڑ مین کی بہکی ہوئی بکری وہ ریوڑ بکریون کے دیکھکر کبھی ایک ریوڑ مین جاتی ہی کبھی دوسرے مین مطلب یہ ہی کہ اپنی جان اپنا مال بچانیکی غرض سے منافق لوگ جب مسلمانون مین آتے ہین تو انکی سی کہنے لگتے ہین اور جب منافقون مین جاتے ہین تو انکی سی کہنے لگتے ہین غرض دونون طرف زبانی دغابازی سے کام لیتے ہیں حقیقت مین ویسے یہ لوگ کسی طرف بھی نہین ہین بنی نضیر اور بنی قریظہ سے کہدیا کہ ہم ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہین اور وقت پر صاف الگ ہو گئے مسلمانونکا ساتھ دینے پر ہمیشہ قسمین کہاتے رہے اور احد کی لڑائی مین عین وقت پر تین سو آدمیونکا لشکر اسلام سے جدا کر دیا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ اور انس بن مالک کی روایتین بھی گذر چکی ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ منافق لوگ قیامت کے دن اپنے ظاہری اسلام کا حال اللہ تعالی کے روبرو ظاہر کرکے اپنی نجات کی توقع رکھین گے جس سے اللہ تعالی اُنکے منھہ پر مہر لگا دیگا اور اُنکے اعضا کو اُنکی اصلی حالت کی گواہی کے ادا کرنے کا حکم فرما دیگا اور اعضا کی گواہی اُنکی دغابازی کی حالت پر گذر جانے کے بعد یہ لوگ آخر دوزخی قرار پاوین گے یہ حدیثین منافقون کی دنیا اور عقبے کی دغابازی اور اُس دغابازی کے نتیجہ کی گویا تفسیر ہین اسی واسطے فرمایا کہ یہ لوگ عورتون کے سبب سے کیا گمراہی مین

منزل ۲

پڑجانے کا کیا جھوٹا عذر کرتے ہیں انکے پیچھے تو دنیا اور عقبیٰ مین ایسی گمراہی لگی ہوئی ہے کہ جس کے سبب سے ہر وقت دوزخ کو چارون طرف سے گویا انھون نے اپنے سر پر کھڑا کر رکھا ہے۔

إِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ

اگر تجکو پہنچے کچھہ خوبی وہ بُری لگی اونکو اور اگر پہنچے سختی کہیں ہمنے سنبھال لیا تھا اپنا کام آگے ہی

وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

اور پھر کر جاوین خوشیان کرتے تو کہہ ہمکو نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھہ دیا اللہ نے ہمکو وہی ہے صاحب ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے

الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ

بھروسا کرین مسلمان تو کہہ تم کیا چیتو گے ہمارے حق مین مگر دو خوبی مین سے ایک اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق مین کہ ڈالے

اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ۝

تمپر اللہ کچھہ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھون سے سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے ساتھہ منتظر ہیں

تفسیر ابن ابی حاتم میں جابرؓ بن عبداللہ کی روایت سے جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین لڑائی کے وقت بناوٹی عذر کر کے جس لڑائی مین شریک نہیں ہوتے تھے اور گھرون مین بیٹھہ رہتے تھے اگر اوس لڑائی مین مسلمانونکی فتح ہوتی اور مال غنیمت کا ہاتھہ آتا تو دو طرح سے ان منافقین پر یہ امر شاق گزرتا تھا ایک تو یہ کہ انکے دل مین مسلمانون کی طرف سے عداوت تھی اسواسطے مسلمانون کی بہبودی انکے دلکو اچھی نہین معلوم ہوتی تھی دوسرے انکو یہ افسوس ہوتا تھا کہ ہم کیون نہ گئے جو ہمارے ہاتھہ بھی مال لگتا اور اگر مسلمانونکو کسی لڑائی مین کچھہ ضرر پہونچتا تو یہ منافق اپنی دوراندیشی اور عقلمندی پر نازان ہو کر کہتے کہ ہم تو ضرر سے بچنے کے لئے پہلے سے ہی عذر کر کے نہین گئے اللہ تعالیٰ نے انکے دونون منصوبون کے جواب مین یہ آیتین نازل فرمائین اور پہلے منصوبہ کا جواب یہ دیا کہ یہ منافق مسلمانونکی بہبودی پر یون ہی جلتے رہین گے اور اللہ دن بدن مسلمانونکو بہبودی دیتا رہے گا اور قریب ہے کہ اللہ کے عذاب آسمانی سے یا مسلمانون کے ہی تسلط سے یہ منافق نیست و نابود ہو جاوین گے چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنون مین منافقونکا نام مدینہ مین باقی نہ رہا دوسرے منصوبہ کا جواب یہ فرمایا کہ مشیت الٰہی مین جسکو جو ضرر پہونچنا ہوتا ہے وہ گھر بیٹھے بھی پہونچتا ہے مشیت الٰہی کے آگے دوراندیشی کچھہ کام نہین آتی یہ ان لوگون کی خام خیالی ہے جو دوراندیشی کو مشیت الٰہی سے بچنے کا سبب قرار دیتے ہیں اور مسلمانونکو تسکین فرمائی اور مسلمانونسے فرمایا کہ تمکو کچھہ ضرر نہین مارے گئے تو شہید ہوئے اور اگر زندہ واپس آئے تو دنیا کا مال غنیمت اور عقبےٰ کا اجر کمایا صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمر اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ اور انس بن مالک کی حدیثین جو اوپر کی آیۃ کی تفسیر مین گذر چکی وہی حدیثین منافقون کے دنیا اور عقبےٰ کے انجام کی تفسیر ہیں اور صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث جو اوپر گذر چکی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور رسول

منزل ۲

کی فرمانبرداری کے اعتقاد سے دین کی لڑائی مین شریک ہوتا ہی اوسکی دین و دنیا کی بہبودی کا اللہ تعالیٰ ضامن ہو جاتا ہی۔ یہ حدیث مسلمانون کے دنیا و عقبیٰ کے انجام کی تفسیر ہے اسی واسطے فرمایا کہ ہر ایک گروہ کو اپنے اپنے انجام کا انتظار کرنا چاہیے ہل تربصون بنا کا ترجمہ شاہ صاحب نے تم کیا چیتو گے ہمارے حق مین جو کیا ہی بیان چیتنے کا مطلب انتظار کرنے کا ہے۔ ونتربوا وہم فرحون اس کا مطلب یہ ہی کہ بازار یا کسی محفل میں یہ لوگ مسلمانون کی شکست یا کسی اور مصیبت کی خبر سن پاتے ہیں تو اپنے اپنے گھرون کو گویا بڑی خوشوقتی کی خبر سنکر پلٹتے ہین۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ

تو کہہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے تحقیق تم ہوئے ہو لوگ بے حکم اور موقوف نہین ہوا

اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا

قبول ہونا اونکے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اوسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو مگر

وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر برے دل سے

تفسیر ابن جریر مین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایۃ سے جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی گئی ہی اوس کا حاصل یہ ہی کہ قبیلہ بنی سلمہ کے سردار جد بن قیس منافق نے تبوک کی لڑائی مین جانے سے جب یہ عذر پیش کیا کہ وہان جاکر مین خوبصورت عورتون کے فتنہ مین پڑجاؤنگا اس عذر کے ساتھ اوس نے دنیا سازی کے طور پر یہ بھی کہا تھا کہ اس لڑائی مین کچھ روپے کی ضرورت ہو تو مین مدد دیسکتا ہون اوسپر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتین نازل فرمائین اور فرمایا کہ جب ان لوگونکا عقیدہ ہی درست نہین ہے تو اون کی کوئی عبادت مالی یا بدنی مقبول نہین اسواسطے انکا مدد خرچ ہرگز قبول نہیں کیا جاسکتا طبرانی کے حوالہ سے معتبر سند کی انس ابن مالک کی روایۃ ایک جگہ گذر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سربمہر اعمال نامے جب اللہ تعالیٰ کے روبرو کھولے جاوینگے تو اون مین سے بعضے عمل اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیکار ٹھہرائے جاوینگے اسپر فرشتے عرض کرینگے یا اللہ ان عملون مین کیا خرابی ہی اللہ تعالیٰ فرماویگا یہ عمل خالص دل سے نہیں کئے گئے اس لئے بیکار ہین منافقون کے عملون کے علاوہ اگر آدمی منافق نہو لیکن اوسکے نیک عملون مین ریاکاری کا میل ہو تو تھوڑی سی ریاکاری سے بھی جو عمل کیا جاوے حدیث میں اوسکو شرک فرمایا ہی چنانچہ بیہقی اور مستدرک حاکم کی معاذ بن جبل کی روایۃ مین اس کا ذکر ہے اور حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہی غرض یہ حدیثین ان آیتونکی تفسیر ہین جس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ مین دنیا کی پروا نہین نیت کی پروا ہے خالص نیت سے تنکا پہاڑ کے برابر ہے اور بغیر خالص نیت کے پہاڑ تنکے سے بھی کم ہے۔ حاصل کلام یہ ہی کہ منافقون کے دل مین دین کی باتون کی طرف سے شک و شبہ رہتا ہی اور ریاکارون کے دل مین دنیا کے دکھاوے کا خیال رہتا ہے اور بدعتیون کا عمل شریعت کے موافق نہین ہوتا اسواسطے ایسے عمل بارگاہ الٰہی مین مقبول نہیں

بارگاہ آلٰہی مین تو وہی عمل مقبول ہی جو خوش اعتقادی کے ساتھہ خالص نیت سے شریعت کے موافق ہو۔

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ

سو تو تعجب نہ کر اونکے مال اور اولاد سے یہی چاہتا ہے اللہ کہ انکو عذاب کرے اون چیزون سے

الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

دنیا کے جیتے اور نکلے انکی جان جبتک وہ کافر رہے ہیں

اوپر ذکر تھا کہ جد بن قیس نے اپنی مالداری کے گھمنڈ پر یہ کہا تھا کہ اگر اس لڑائی مین کچھہ خرچ کی ضرورت ہو تو میں دے سکتا ہوں اس لئے اس آیۃ مین فرمایا کہ یہ لوگ اگر کثرت سے مال اور اولاد رکھتے ہین تو اے رسول اللہ کے تم اسے دیکھکر تعجب نہ کرو یہہ بھی خدا کی طرف سے ایک ڈھیل ہی کہ اللہ پاک انہیں چیزون کے ذریعہ سے دنیا ہی مین انپر عذاب کریگا زکوۃ کو یہ لوگ جرمانہ خیال کرنے لگے انکو کبھی کچھہ مالی نقصان پہونچے گا تو اوسکے سبب سے انہیں نہایت غم اور صدمہ ہوگا کیونکہ یہ مال ان لوگون نے بہت جانفشانی اور مشقت سے جمع کیا ہی اس لئے جب اس مال مین کچھہ نقصان کی صورت انہین نظر آویگی تو اس نقصان کی مصیبت پر ان لوگون سے صبر تحمل اس سبب سے نہ ہو سکے گا کہ عقبی مین صبر پر اجر کے ملنے کا انہین پورا یقین نہیں ہے اس لیئے اوس مال کے ضائع ہو جانے سے انپر ایسا صدمہ ہوگا کہ گویا انپر عذاب ٹوٹ پڑا یہی حال انکا جانی نقصان کی صورت میں ہی کیونکہ عقبی کی سزا و جزا پر ان لوگون کا اعتقاد نہین اس واسطے انکے دلون مین اسلام کی یا اسلام کے احکام کی تو کچھہ عظمت نہین فقط مسلمانون کے ہاتھہ سے جان و مال بچانے کے لئے دغابازی کے طور پر ظاہری اسلام اونھون نے اختیار کیا ہے اور اسی دغابازی کو یہ لوگ اچھا جانتے ہین اسواسطے مرتے دم تک یہ اسی حالت مین رہین گے صحیح مسلم اور ترمذی میں ابوہریرہؓ سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایماندار شخص کی مثال کھیتی کے چھوٹے چھوٹے درختون کی اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی فرماکر یہ فرمایا ہی کہ جس طرح روزمرہ کی معمولی ہوا کھیتی کے چھوٹے چھوٹے درختون کو الٹ پلٹ کرتی رہتی ہی اسی طرح ایماندار شخص پر دنیا مین بارہا طرح طرح کی مصیبتین آتی رہتی ہیں اور جس طرح صنوبر کے درخت کو معمولی ہوا سے کچھہ صدمہ نہین پہونچتا اسی طرح منافق شخص بھی روزمرہ کی آفتون سے اکثر محفوظ اور اپنی مال و اولاد مین خوش حال رہتا ہی لیکن کھوکلا ہو جانے کے بعد جیسے صنوبر کا درخت ایک دفعہ ہی آندھی مین اوکھڑ کر گر پڑتا ہی اسی طرح منافق شخص پر بھی آخر کو کوئی سخت آفت آجاتی ہی اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ اس حدیث سے ایماندارون اور منافقون کی تفصیلی حالت معلوم ہو جاتی ہی۔ اس مضمون کی ایک حدیث صحیح مسلم مین کعبؓ بن مالک کی روایۃ سے بھی ہی۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے صہیبؓ رومی کی ایک حدیث گذر چکی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مصیبت کے وقت صبر کا کرنا پکے ایماندار آدمی کا کام ہی۔ اس حدیث کو بھی آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ جانی یا مالی مصیبت کے وقت منافقون سے صبر نہیں ہو سکتا بلکہ بے صبری کے سبب سے وہ لوگ مصیبت

منزل ۲

مین گہبرا جاتے ہین اور اوس مصیبت کو ایک وبال اور عذاب گنتے ہین۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ان صحیح حدیثون سے آیۃ کی تفسیر ہو جانے کے بعد مفسرون کا وہ اختلاف رفع ہو جاتا ہے جو ایک مدت سے اس باب مین چلا آتا تھا کہ منافقون کے حق مین مال و اولاد کو دنیاوی عذاب آیۃ مین کس مطلب سے فرمایا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ لَوْ يَجِدُوْنَ

اور قسمین کہاتے ہین اللہ کی وہ بیشک تم مین ہین اور وہ تم مین نہین ولیکن وہ لوگ ڈرتے ہین اگر پاوین کہین

مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ۝

بچاؤ یا کوئی گڑہی یا سر گہسانیکی جگہ تو اوُلٹے بہاگ جاوین اسی طرف بہاگین دوڑتے

اللہ پاک نے یہان سے منافقون کی ایک اور دغابازی کی حالت کی تفصیل شروع فرمائی کہ یہ لوگ قسمین کہا کہا کر کہتے ہین کہ ہم تم مین سے ہین تمہارے دین پہ ہین اور خدا و رسول کے ہر طرح سے فرمانبردار ہین لیکن یہ غلط بات ہے انکی قسمین محض جہوٹی ہین یہ ہرگز تمہارے گروہ مین سے نہیں ہین انہین دین اسلام سے کیا واسطہ خدا اور رسول کے حکم کی پیروی سے انہین کیا سروکار یہ تو خوف کے مارے اسلام کا اظہار کرتے ہین جانتے ہین کہ جس طرح مشرکون کو مسلمان قتل و غارت کرتے ہین اونکے بی بی بچون کو پکڑ لیتے ہین اونکے مال غنیمت مین لوٹ لیتے ہین ایسی طرح کہین ہمسے بھی نہ پیش آئین غرضکہ اسی سبب سے یہ لوگ جہوٹے اسلام کا دعوی کرتے ہین حقیقت مین یہ مسلمان نہین ہین اگر انہین کوئی بچاؤ کی صورت نظر آئے مثلاً کوئی قلعہ ملجائے جسمین پناہ لین یا کوئی غار یا گڑہا یا اور کوئی چھپنے کی جگہ ملجائے تو یہ لوگ اس طرح بہاگین کہ پہر کبھی کسی مسلمان سے واسطہ نرکہین انہین اسلام کے ساتھہ دلی بغض ہے اسلام کی ترقی یہ دیکہنا نہین چاہتے انہین تو اسلام کی ترقی سے بجائے خوشی کے ہمیشہ رنج پہونچتا رہتا ہے یہ جو مسلمانون کے ساتھہ ملتے جلتے ہین نہایت ناخوشی سے ملتے ہین محبت اور شوق سے نہیں ملتے ہین اپنی جانون کے خوف سے ظاہری میل جول رکہتے ہین ورنہ انہین کب گوارا ہے کہ یہ اسلام کی ترقی دیکہین۔ معتبر سند سے ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ مین زید بن ارقم کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی مصطلق کی لڑائی کے وقت جب عبداللہ بن ابی نے یہ بات کہی کہ اس لڑائی کے سفر سے مدینہ کو واپس جانے کے بعد مہاجرین کو مدینہ سے نکالدیا جاویگا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کو بلاکر اس بات کی صداقت کا حال دریافت کیا عبداللہ بن ابی نے بہت سی قسمین کہائین اور اس بات کے کہنے سے صاف انکار کیا اُسکی ان قسمون کو جہوٹا ٹہرانے کے لئے اللہ تعالی نے سورہ منافقون کی آیتین نازل فرمائین اس آیۃ مین منافقونکی جہوٹی قسمون کا جو ذکر ہے یہ قصہ گویا اوسکی تفسیر ہے سورہ حشر مین اللہ تعالی نے ایماندار انصار کی یہ نشانی بیان فرمائی ہے کہ اُنکے دلون میں مہاجرین کی پوری الفت اور محبت ہے سورہ حشر کی اون آیتون اور بنی مصطلق کی لڑائی کے وقت کے قصہ کو ملانے سے اس آیۃ کی تفسیر کا یہ حاصل قرار پاتا ہے کہ یہ منافق جہوٹی قسمین کہا کر زبردستی اپنے آپکو مسلمانون کے گروہ مین شریک کرتے ہین ورنہ حقیقت مین یہ لوگ مہاجر اور انصار مسلمانون کے دونون گروہ کے مخالف ہین مہاجرین سے تو انہیں یہان تک مخالفت ہے کہ اونکا مدینہ مین رہنا انہیں شاق گزرتا ہے پہر ایماندار انصار اُنکی

نشانی مہاجرین کیسا محبت کا برتاؤ ہی نہ مخالفت کا اس صورت مین یہ منافق مسلمانونکی ساری جماعت سے خارج اور الگ ہین۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ

اور بعضے اون مین ہین کہ تجکو طعن دیتے ہین زکوۃ باٹنے مین سو اگر اونکو ملے اوس مین سے تو راضی ہون اور اگر انکو نہ ملے تب ہی وہ

اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا

ناخوش ہو جاوین اور کیا خوب تہا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا انکو اللہ نے اور اوسکے رسول نے اور کہتے بس ہے

اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝

ہمکو اللہ دے رہیگا ہمکو اللہ اپنے فضل سے اور اوسکا رسول ہمکو اللہ ہی چاہیے۔

اس آیۃ کی شان نزول وہی قصہ ہی جسکا ذکر صحیحین مین حضرت ابو سعید خدری کی روایۃ سے ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت کچہ مال لوگونکو تقسیم فرماتے تہے کہ بنی تمیم کے قبیلہ مین کے ایک شخص نے جس کا نام حرقوص ہی اور ذو الخویصرہ کے لقب سے وہ شخص مشہور ہی آنحضرت سے کہا تقسیم مین ذرا انصاف فرمایئے آپ نے فرمایا مین ہی ناانصافی کرونگا تو پہر انصاف کون کریگا حضرت عمر نے عرض کیا حضرت ارشاد ہو تو ابہی مین اس شخص کی گردن ماروون آپنے فرمایا جانے دو اسکی نسل مین سے واجب القتل لوگ پیدا ہونگے چنانچہ پہر ویسا ہی ہوا اوسی قبیلہ اور اوسی شخص کی نسل مین خارجی لوگ پیدا ہوئے اگرچہ بعضے مفسرین نے اور شان نزول بہی اس آیۃ کی بیان کی ہی مگر اونکا مطلب یہ ہی کہ دوسرے قصون پر بہی اس آیۃ کا مضمون صادق آتا ہی ورنہ صحیح شان نزول کا یہی قصہ ہے جو صحیحین کی روایۃ مین موجود ہے۔

منزل ۲

اگرچہ ان خارجی لوگونکے حالات مین علما نے بڑی بڑی کتابین تالیف کی ہین لیکن اس فرقہ کے قصہ کا حاصل اسی قدر ہی کہ حضرت عثمان کی شہادت کے دوسرے روز جب لوگون نے حضرت علی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تو اوس زمانہ مین حضرت عائشہ رض حج کے ارادہ سے مکہ کو گئی ہوئی تہین انکے مکہ سے واپسی کے وقت راستہ مین کچہ لوگون نے حضرت عائشہ رض کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حضرت علی کو حضرت عثمان کے قاتلون کا پتہ لگانے پر مجبور کیا جاوے اور حضرت علی اگر اس سے انکار کرین تو اونسے لڑنا چاہیے حضرت عائشہ کے یہ بہکانے والے لوگ اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے حضرت عائشہ کو بصرہ لے گئے اور بصرہ مین حضرت عائشہ کے ساتھ بہت سے لوگ ہو گئے حضرت علی نے جب یہ خبر سنی تو وہ بہی بصرہ کے ارادہ سے فوج لیکر روانہ ہوئے اور سنہ ۳۶ ہجری مین حضرت علی اور حضرت عائشہ کی بڑی لڑائی ہوئی جو جمل کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے اگرچہ یہ لڑائی بصرہ کے قریب ہوئی ہی لیکن جمل عربی مین اونٹ کو کہتے ہین اور اس لڑائی مین حضرت عائشہ پردہ دار شغدف مین اونٹ پر سوار تہین اسلئے یہہ لڑائی اس نام سے مشہور ہو گئی اس لڑائی مین حضرت علی غالب رہی حضرت علی کے غلبہ اور حضرت عائشہ کی شکست کا حال سنکر پہر بہی حضرت عثمان کے قاتلون کے پتہ لگانے کا جہگڑا معاویہ نے حضرت علی سے شروع کیا اور اس جہگڑے کے سلسلہ مین آخر حضرت علی اور معاویہ کی بہت بڑی لڑائی سنہ ۳۷ ہجری مین ہوئی جو صفین کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے صفین ملک

شام اور عراق کے مابین مین ایک جگہ ہے ایک مہینہ کے قریب یہ لڑائی رہی اگرچہ اس لڑائی مین غلبہ حضرت علی کی جانب تہا لیکن
عمرو بن العاص کی صلاح سے پنچایت پر صلح قرار پائی حضرت علی کی طرف ابو موسے اشعری اور معاویہ کی طرف سے عمرو بن العاص پنچ
مقرر ہوئے اس پنچایت کی صلح سے ناراض ہوکر جو آٹھہ ہزار آدمیون کے قریب کا ایک گروہ حضرت علی سے منحرف اور اونکے لشکر سے
جدا ہو گیا اسی فرقہ کو خارجی کہتے ہیں اس فرقہ کا سرغنہ عبداللہ بن الکوا تہا پہلے تو حضرت علی نے اس فرقہ کی فہمایش کے لئے حضرت
عبداللہ بن عباس کو حرورا مقام پر بہیجا یہ حرورا وہ جگہ ہی جہان اون لوگون نے سکونت اختیار کی تہی اس سبب سے یہ فرقہ حروریہ کہلاتا
ہے حضرت عبداللہ بن عباس کی فہمائش سے یہ لوگ چندروز کے لئے راہ راست پر آگئے اور پہر ان لوگون نے مسلمانونکا قتل راہ زنی
اور طرح طرح کے فساد برپا کئے جنکے سبب سے حضرت علی نے اپنر چڑہائی کی اور نہروان مقام پر اس فرقہ کی اور حضرت علی کی لڑائی ہوئی
اس لڑائی مین خارجی فرقہ کے لوگ یہان تک قتل ہوئے کہ صرف دس بارہ آدمی اُن مین سے بچ گئے ذوالخویصرہ بہی اس لڑائی
مین مارا گیا یہ وہی شخص ہے جس نے حنین کے مال کی تقسیم کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تہا نہروان
کی لڑائی مین سے دس بارہ خارجی جو بچ گئے تھے عبدالرحمٰن بن ملجم بھی اون مین ہی تہا جس نے موقع پاکر حضرت علی کو شہید کیا
حضرت علی کی موجودگی تک تو یہ خارجی فرقہ دبا رہا پہر حضرت علی کی شہادت کے بعد ان لوگونکا ایک جتھا ہوگیا اور کئی دفعہ
ان لوگون نے سر اوٹھایا خلفائے بنی امیہ مین سے عبدالملک ابن مروان اور خلفائے عباسیہ مین سے محمد بن منصور مہدی کے زمانہ
مین انکی لڑائیان مشہور ہین حضرت عثمان کو اور علاوہ حضرت عثمان کے جمل اور صفین کی لڑائی مین جتنے صحابہ شریک تھے
اون سب کو یہ خارجی دایرہ اسلام سے خارج گنتے ہیں اور سوا اسکے اور بہت سی باتین اس فرقہ کی طریقہ اسلام کے برخلاف
ہین اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقہ کو واجب القتل فرمایا اس سے زیادہ حال ان لوگون کا بڑی کتابون مین
ہے آخر کو فرمایا کہ جو لوگ تقسیم مال پر اعتراض کرتے ہین اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی تقسیم پر رضامند ہوکر آیندہ کی بہبودی کا
بہروسہ اللہ پر کرین تو اون کے حق مین بہتر ہے جس مال کی تقسیم پر اعتراض کئے جانے کا ذکر آیہ مین ہے اوس مال کو بعضے علما
تو زکوٰۃ کا مال کہتے ہیں اور بعضے حنین کی لڑائی کا غنیمت کا مال کہتے ہین سبب اس اختلاف کا یہ ہے کہ صحیح بخاری کی ابو سعید رض
خدری کی بعض روایتون مین یہ ہے کہ یمن سے کچھہ زکوٰۃ کا مال آیا تہا اسکی تقسیم پر یہ اعتراض کیا گیا تہا اور صحیح بخاری کی عبداللہ
بن مسعود کی روایۃ مین یہ ہے کہ حنین کی غنیمت کے مال کی تقسیم کے وقت ایک شخص نے اعتراض کیا تہا لیکن عبداللہ بن مسعود کی روایۃ
مین یہ ذکر نہین ہے کہ وہ شخص وہی ذوالخویصرہ حرقوص تہا جسکی نسل سے خارجیون کا سلسلہ چلے گا بلکہ بعض روایتون مین
حنین کے قصہ والے شخص کا نام معتب بن قشیر بتلایا گیا ہے اس اختلاف کے رفع کرنے کی غرض سے اگر ان دونون قصون
کے مجموعہ کو آیۃ کی شان نزول قرار دیا جاوے تو پہر کچہہ اختلاف باقی نہیں رہتا۔

إِنَّمَا الصَّدَقَٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَٰكِينِ وَالْعَٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

زکوٰۃ جو ہے سو حق ہے مفلسونکا اور محتاجونکا اور اس کام پر جانے والونکا اور جنکا دل پرچانا ہے اور گردن چہڑانے مین

منزل ۲

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور جو تاوان بہرین اور الله کی راہ مین اور راہ کے مسافر کو ٹہیرادیا ہے الله کا اور الله سب جانتا ہے حکمت والا

زیاد بن حارث حضرت کے پاس بیعت کی غرض سے گئے تھے اسوقت ایک شخص نے آکر کہا کہ یارسول الله صلی الله علیہ وسلم صدقے مین سے مجھے بھی کچھہ دیجے آپ نے فرمایا کہ الله تعالی نے صدقات مین کسی نبی کا حکم پسند نہین کیا ہے بلکہ اوس نے آپ ہی آٹھہ قسم کے مصرف صدقہ کے بتلائے ہین اگر تم اون آٹھون مین سے ایک بھی ہو تو صدقہ کے مستحق ہوگے ورنہ نہین علما کا اس بات مین اختلاف ہی کہ یہ جو آٹھہ قسم کے آدمی الله پاک نے بیان کئے ہین اون مین ہر ایک کو صدقہ تقسیم کیا جائے یا جو انمین سے میسر آئے اوسے دیدیا جائے زیاد بن حارث کی اوپر کی حدیث کے موافق امام شافعی اور ایک جماعت اسکے قائل ہین کہ ان آٹھون پر صدقہ تقسیم کرنا چاہیے یہ زیاد بن حارث کی حدیث ابوداؤد مین ہے اور اسکی سند مین ایک راوی عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی کو اکثر علما نے ضعیف قرار دیا ہی اسی واسطے امام ابوحنیفہ رح امام مالک اور بعض سلف کا قول ہی کہ ہر ایک کو ان آٹھون مین سے دینا ضرور نہین ہی اگر ایک کو بھی دیدیا جائے تو جائز ہے کیونکہ الله پاک نے صدقہ کا مصرف بیان کرنے کے مقصد سے یہ آٹھہ شخص بیان فرمائے ہین جس کا مطلب یہ ہی کہ خواہ ان سب کو خواہ ان مین کے کسی ایک کو دیدو بہرحال الله پاک نے پہلے فقرا کو بیان کیا کہ صدقہ لینے کے زیادہ تر مستحق یہ ہین کیونکہ اورون کی نسبت یہ زیادہ محتاج ہین۔ فقیر وہ ہے جو اتنا اپنی کمائی سے نہ حاصل کر سکتا ہو جو اوسکے روزانہ اخراجات کو کافی ہو مثلاً اوس کا خرچ دس روپیہ کا ہو اور وہ دو یا تین روپیہ کماتا ہو اسکے بعد مسکین کا ذکر فرمایا مساکین کے باب مین ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم مین ہے کہ مسکین وہ نہین ہے جو ایک یا دو لقمہ کی خاطر در بدر پھرتا ہو بلکہ مسکین وہ ہے جو اپنی ضرورت کے موافق روزی نہین حاصل کر سکتا اور کوئی اوسے محتاج سمجھکر دیتا بھی نہین اور نہ وہ خود بھیک مانگتا ہی اس سے معلوم ہوا کہ فقیر وہ ہی جو محتاج بھی ہو اور ضرورت کے وقت مانگتا بھی ہو چنانچہ معتبر سند سے طبرانی کبیر میں حبشی بن جنادہ کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا بغیر فقر و فاقہ کے کسی شخص کو مانگنا جائز نہین اس سے معلوم ہوا کہ فقر و فاقہ کے وقت فقیر مانگتا بھی ہی اسکے بعد اون لوگون کا ذکر کیا کہ جو صدقہ اوگہا اوگہا کر لاتے ہون فرمایا کہ صدقہ مین سے اونہیں بھی کچھہ دینا چاہیے مگر یہ بات آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کے اقربا کے لئے جائز نہین تہی چنانچہ صحیح مسلم کی روایت مین ہی کہ عبدالمطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس نے حضرت کے پاس جاکر کہا کہ ہمین صدقہ اوگہانے پر مقرر کر دیجے آپنے فرمایا کہ صدقہ محمد اور آل محمد کے لئے حلال نہین ہے یہ تو لوگونکا میل کچیل ہے۔ پہر الله پاک نے چوتہا مصرف بیان فرمایا کہ بعض لوگونکا دل پرچانے کے لئے صدقہ مین سے اونکو بھی دیا جائے یہ لوگ دو تین طرح کے ہین بعض وہ ہین جو مسلمان نہین ہین اونہیں اس خیال سے دیا جاتا ہے کہ اسلام قبول کر لین جس طرح آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ کو جنگ حنین کی غنیمت مین سے کچھہ مال دیا تھا یہ اسوقت بحالت شرک اوس لڑائی مین شریک تھے مسلم ترمذی وغیرہ نے انہین صفوان بن امیہ کی حدیث بیان کی ہی جس مین یہ کہتے ہین کہ آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے حنین کے دن مجھے اس قدر دیا کہ آپ میرے نزدیک

منزل ۲

سب سے زیادہ محبوب بن گئے حالانکہ مین آپکو سب سے برا جانتا تہا اور پہر بعد اسکے ہمیشہ مجہے دیتے رہی اور بعضے تازہ مسلمانون کو اس لیئے
دیا جاتا ہی کہ انکا اسلام قائم رہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین مین تازہ مسلمانون کے ایک گروہ کو سو اونٹ دیدیئے
تھے پہر پانچوین مصرف مین اللہ پاک نے اوس غلام کا ذکر کیا جسکے آقا نے اوسسے یہ بات کہدی ہی کہ اگر تو مجہے اتنا روپیہ دیویگا
تو تو آزاد ہی اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا قول رقاب کی تفسیر مین یہ ہی کہ خواہ کسی لونڈی غلام کے آزاد کرانے مین کچہ مدد دیوے
خواہ اوس قیمت سے اور لونڈی غلام لیکر آزاد کرے کیونکہ لونڈی یا غلام آزاد کرنے کے متعلق بہت سی حدیثین وارد ہین اللہ
پاک آزاد کرنے والونکو ہر ہر عضو کو ہر ہر عضو کے بدلے مین دوزخ سے آزاد کرتا ہی امام احمد ابوہریرہؓ کی حدیث بیان فرماتے
ہین کہ تین شخصونکا حق اللہ جل شانہ پر ہے کہ اوسکی مدد کرے ایک تو غازی جو خدا کی راہ مین جہاد کو نکلا ہی دوسرا قرضدار جس کا
ارادہ قرض ادا کرنے کا بہی ہو اور تیسرا وہ غلام جسکے آقا نے کچہ روپے لیکر اوسے آزاد کرنے کا وعدہ کیا ہو یا وہ شخص جس کا
ارادہ پارسائی کے خیال سے نکاح کرنے کا ہو اس حدیث کو نسائی ابن ماجہ ابن حبان اور حاکم نے بہی روایۃ کیا ہی جسکے سبب سے
بعضے طریق کو بعضونسے قوت ہوجاتی ہے۔ بیہقی براء بن عازب کی روایت سے ایک حدیث بیان کرتے ہین کہ ایک آدمی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر پوچہا کہ مجہے وہ کام تبلایئے جسکے سبب سے جنت مین داخل ہون آپ نے فرمایا کہ غلام آزاد کر
اور گردن چہڑا اوسنے کہا کیا یہ دونون ایک نہین ہیں آپ نے فرمایا غلام کا آزاد کرنا یہ ہی کہ تو آپ خرید کر آزاد کرے اور گردن چہڑانا
یہ ہی کہ اوسکی قیمت مین مدد کر براء بن عازب کی یہ حدیث مسند امام احمد اور صحیح ابن حبان مین بہی ہی جس سے ایک سند کو دوسری سے
تقویت ہوجاتی ہی چہٹا مصرف صدقہ کا یہ ہی کہ ایسے قرضدارونکو دیا جاوے جنکے ذمہ کسی کا دینا ہے اور اوسکے مال نے کمی کی ہو
اب وہ ادا کرنے سے مجبور ہین مسلم قبیصہ بن مخارق ہلالی سے روایت کرتے ہین جسمین قبیصہ کہتے ہین کہ مجہے کچہ لوگونکا دینا تھا
مین حضرت کے پاس سوال کی نیت سے آیا آپ نے فرمایا کہ ٹہر جا صدقہ آئے تو تجہے دون پہر یہ فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا سوائے
تین شخصونکے کسی کو حلال نہین ایک وہ شخص ہے جسپر قرض کا بوجہ ہو اوسکو سوال کرنا حلال ہے اگر وہ اتنا پالے جس سے
اوسکا قرضہ کا بوجہ اتر جائے گا تو رک جائے اور دوسرا وہ شخص ہی جسکو کوئی ایسی آفت پہونچی جس مین اوس کا سارا مال برباد
ہوگیا اوسکو سوال کرنا حلال ہے یہانتک کہ وہ زندگی بسر کرنے کے لائق پالے تیسرا وہ شخص ہے جسپر فاقہ گذرا ہو جب
تین عقلمند آدمی اوسکے فاقہ کی گواہی دین تو اوسکو بہی سوال کرنا حلال ہے یہانتک کہ وہ بقدر بسر اوقات کے پالے اور
اوسکے سوا اور کسی کو سوال کرنا سخت حرام ہے پہر اللہ پاک نے ساتوان مصرف صدقہ کا بیان فرمایا کہ فی سبیل اللہ خرچ کیا
جائے مراد اس سے جہاد ہی اور بعضے علماء کے نزدیک حج بہی فی سبیل اللہ مین داخل ہی پہر اللہ پاک نے آٹہوان مصرف بیان کیا
کہ ایسے مسافر کو دیا جائے جو کسی شہر مین گیا ہو اور اوسکے پاس اتنا باقی نرہا ہو جو سفر مین خرچ کرے یا گہر واپس آئے اسلیئے اوسکو
بقدر کفایت صدقہ مین سے دینا مناسب ہے تاکہ اوسکے زادراہ کو کافی ہو اور گہر واپس آسکے خواہ اوسکے گہر پر کتنا ہی مال ہو مگر
سفر مین اوسکی موجودہ تنگدستی کا خیال کیا جائے گا۔ اور اسی طرح اوس مسافر کو بہی صدقہ اور زکوۃ مین سے دینا چاہیئے جو سفر

منزل ۲

کا ارادہ رکہتا ہو مگر مفلسی کے سبب سے مجبور ہو ابو داؤد اور ابن ماجہ مین ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ غنی آدمی کو صدقہ لینا حلال
نہین ہی مگر پانچ شخصونکو ایک وہ شخص جو صدقہ وصول کرنے پر مقرر ہو دوسرا وہ شخص جس نے اپنے مال سے کسی دوسرے
شخص کے صدقہ کی چیز کو خریدا ہو اور تیسرا قرض دار چوتھا خدا کی راہ مین جہاد کرنیوالا وہ مسکین جسکو صدقہ مین سے کچہہ ملا ہو
اگر کسی مالدار کو تحفہ کے طور پر کچہہ دے تو وہ غنی شخص کے لئے جائز ہے ابو سعیدؓ خدری کی یہ روایت مسند امام احمد موطا اور مستدرک حاکم
مین بھی ہی اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے بہرحال یہ احکام صدقہ کے اللہ پاک نے فرض کئے ہین اور اللہ کا علم اور اوسکی حکمت بہت وسیع
ہے وہ اپنے بندونکی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہی اسلامی حکومت کے باقی نرہنے سے زکوۃ کے اوگہانے والونکا خرچ غلام لونڈی کے
آزاد کرنے کا خرچ دین کی لڑائی کا خرچ ان اخراجات مین سے تو اب کوئی خرچ باقی نہیں رہا ہان کوئی نو مسلم شخص تنگدست ہو تو اوسکو
کچہہ دیکر اوسکا دل پرچا دیا جاوے صحیح مسلم کی روایۃ کے حوالہ سے اوپر یہ جو گذرا کہ صدقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ اور آپکی آل کے لئے حلال
نہین ہی ہدایہ مین اس قول کو مذہب حنفی کی ظاہر روایت کا قول ٹھہراکر صدقہ کے معنے زکوۃ کے لئے ہین اور نفلی صدقہ کو آل محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین جائز قرار دیا ہی لیکن صاحب فتح القدیر نے صاحب ہدایہ کے اس قول سے اختلاف کیا ہے اور
فرضی نفلی سب طرح کے صدقہ کو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ناجائز ٹھہرایا ہی۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالک رح کے نزدیک فقط
ہاشم بن عبد مناف کی اولاد آل محمد ہی اور امام شافعی رح اور ایک روایۃ مین امام احمدؒ کے نزدیک بنی مطلب بھی آل محمد مین شامل
ہیں دلیلین ہر ایک مذہب کی بڑی کتابون میں ہین بعضے آریہ لوگون نے لکھا ہے کہ اہل اسلام کے طریقہ خیرات سے آریہ مذہب کا
طریقہ خیرات بہتر ہے علمائے اسلام نے اسکا جو جواب دیا ہی اوس کا حاصل یہ ہے کہ آریہ مذہب کے طریقہ خیرات مین خیرات کا بڑا حصہ آگ
مین جلا دیا جاتا ہی جو کسی جاندار کے کام نہیں آتا پہر ایسے بدتر اور بیکار طریقہ خیرات کو بہتر جاننا کسی عقلمند کا کام نہیں ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَ

اور بعضے اون مین بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں یہ شخص کان ہے تو کہہ کان ہے تمہارے بہلے کو یقین لاتا ہی اللہ پر اور

يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

یقین کرتا ہے بات مسلمانون کی اور مہر ہی ایمان والونکے حق مین تم مین سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی اُنکو دکہہ کی مار ہی

اس آیۃ مین بہی منافقون کی یہ فضیحت بیان کی گئی ہی کہ بعضے منافق ایسے ہیں جو اللہ کے رسول کو ایذا پہونچاتے ہیں اور طرح طرح کی
طعن تشنیع کی باتین کرتے ہیں دلی نفاق کی راہ سے آپکا نام کان رکہہ چہوڑا ہی جس سے ان منافقون کا مطلب یہ ہی کہ جب کوئی
مسلمان شخص ان منافقون کی کچہہ باتین آکر حضرت سے بیان کردیتا ہی وہ اوسے سچ جان لیتے ہیں اور جب لوگ آپکے سامنے حاضر
ہوکر قسمین کہاکر اوسکے خلاف بیان کرتے ہیں تو انہین سچا جانتے ہین اللہ پاک نے اسکا یہ جواب دیا کہ انہین تم کان کہتے ہو اور یہ سمجھتے
ہو کہ انہیں سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں ہی یہ تو جھوٹے اور سچے کو خوب پہچانتے ہیں مگر تمہاری طرف سے جو تغافل کرتے ہیں یہ محض تمہاری
پردہ پوشی کے خیال سے کرتے ہین یہ بات نہیں ہی کہ سچ اور جھوٹ مین فرق نہین کرتے ہیں جو لوگ ایماندار ہیں اور ایمان رکھکر بات کہتے ہین

منزل ۲

اونکی باتونکو قبول کرتے ہین اور جو منافق ہین اونکی باتونکو اگرچہ دلسے نہین ملتے لیکن یہ اللہ کے رسول اہل نفاق کے حق مین رحمت
ہین کہ زبان سے کچھ کہکر منافقونکا پردہ فاش نہین ہونے دیتے پھر فرمایا کہ منافق جو ایسی ایسی باتین کر کے اللہ کے رسول کو ایذا
پہونچاتے رہتے ہین اونہین سخت دردناک عذاب پہونچیگا حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیۃ کی شان نزول مین یہ بیان فرماتے ہین
کہ نبتل بن حارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھا تھا اور آپکی باتین سنکر منافقون سے جاکر بیان کردیا کرتا تھا اور اوسی نے
یہ بات کہی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو نرے کان ہی کان ہین اس کہنے سے ان لوگونکا مطلب یہ تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کانون کے
ایسے کچے ہین کہ جو کوئی انسے کچھ کہدیتا ہی وہ مان لیتے ہین اور تصدیق کرلیتے ہین۔ صحیح بخاری مین عبداللہ بن مسعود کی حدیث
ہے جسکا حاصل یہ ہی کہ حنین کے غنیمت کے مال کی تقسیم کے وقت جب منافقون مین کے ایک شخص معتب بن قشیر نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر اعتراض کیا تو آپ نے یہی فرمایا اللہ موسے علیہ السلام پر رحمت کرے کہ اونہون نے
امت کے لوگون کے ہاتھ سے اس سے زیادہ ایذا اوٹھائی ہی شروع آیۃ مین یہ جو ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منافقون
کی طعن تشنیع کی باتین سنکر یہان تک درگزر فرماتے تھے کہ منافقون نے آپکا نام کان رکھدیا تھا یہ حدیث گویا اوسکی تفسیر ہے
جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول اپنی ایذا کے موقع پر پہلے انبیا کی ایذا کا حال یاد کیا کرتے تھے جس سے اپنی ایذا پر درگزر
کا کرنا آپکو ایک معمولی بات معلوم ہوتی تھی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے نعمان بن بشیرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جس دوزخی شخص پر ہلکا عذاب ہوگا وہ یہ ہی کہ اوس شخص کے
پیرون مین آگ کی جوتیان پہنادی جاوینگی جس سے اوس کا دماغ کھول جاویگا آخر آیۃ مین منافقون کے عذاب کو دردناک
جو فرمایا اس حدیث کو اوسکی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب اچھی طرح سمجھ مین آسکتا ہے کہ جب
اوس دن ہلکے عذاب والون پر یہ آفت گذریگی جسکا ذکر حدیث مین ہے تو دردناک عذاب والونکی آفت کا پھر کیا ٹھکانا ہی۔

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضُوهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ
قسمین کہاتے ہین اللہ کی تمہارے آگے کہ تمکو راضی کرین اور اللہ کو اور اوسکے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہین کیا وہ جان نہین چکے
مَنْ يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝
کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور اوسکے رسول سے تو اوسکو ہے دوزخکی آگ پڑا رہے اوسمین یہی ہے بڑی رسوائی

اس آیۃ مین اللہ پاک نے منافقون کے پوشیدہ راز کو کھولدیا کہ یہ لوگ خلوتون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنون پر
طعن کی باتین کرتے ہین اور جب وہ خبر حضرت کو پہونچ جاتی ہے تو حاضر ہوکر خدا کی قسمین کہا کہنے لگتے ہین کہ یہ بات ہمنے نہین
کہی ہے اور اس جھوٹی قسم سے انکا منشا یہ ہوتا ہی کہ حضرت اور مومنین انسے راضی رہین اسلئے فرمایا کہ اگر یہ لوگ خدا سے ڈرکر
اور ایمان لاکر باتین کرتے اور نفاق چھوڑ دیتے تو بیشک خدا اور اوس کا رسول انسے راضی ہوتا کیا انہین یہ نہین معلوم ہے
کہ جو خدا اور رسول کی مخالفت کرتا ہے اوس کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ مین ہے جو سخت رسوائی کی بات ہی تفسیر سدی

منزل ۲

اور تفسیر ابن ابی حاتم مین جو قتادہ کا قول ہے اوس مین قتادہ اس آیۃ کی شان نزول مین یہ کہتے ہین کہ ایک منافق نے اپنے ساتھیون
سے کہا کہ محمد کے ساتھی لوگ یون تو صاحب عقل اور بہت شریف ہین لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہین اگر یہ اوسکو سچ جانتے
ہین تو یہ لوگ گدہے سے بھی بدتر ہین ۔ بعض روایتون مین یون ہی کہ اس منافق جلاس بن سوید نے یہ کہا تہا کہ محمد جو کہتے ہین اگر وہ
سچ ہے تو ہم لوگ کیا گدہے ہین جو ہماری سمجھہ مین وہ حق بات نہین آتی عامر بن قیس نے یہ بات سنی اور کہا کہ واللہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم جو کچھہ کہتے ہین حق کہتے ہین اور تو گدہے سے بھی بدتر ہے یہ خبر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچ گئی آپنے اوس منافق
کو بلا کر پوچھا تو نے یہ بات کس لئے کہی تہی وہ قسمین کھانے لگا کہ مین نے ہرگز یہ بات نہین کہی ہی مسلمان نے کہا یا اللہ تو سچے کو
سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کردے اوسپر یہ آیۃ اوتری ۔ عربی زبان کا یہ محاورہ ہی کہ ایک بات کو سنکر کوئی شخص بھول جاوے تو ایسے موقع
پر الم یعلم کہکر اوسکو وہ بات یاد دلائی جاتی ہی اس آیت سے پہلے بہت سی آیتیں منافقون کے عذاب عقبیٰ کے باب مین نازل
ہو چکی تھین اس لئے الم یعلموا فرما کر انہین وہ عذاب کی آیتین یاد دلائین ۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ایک جگہ
گذر چکی ہے کہ اپنی دغابازی کی عادت کے موافق قیامت کے دن جب منافق لوگ اپنے عملون سے انکار کرینگے تو انکی ہاتھہ پیر
انکے عملونکی گواہی دیکر اونہین رسوا کرینگے آیۃ مین منافقونکی رسوائی کا جو ذکر ہی اس حدیث کو اوسکی تفسیر مین بڑا دخل ہی ۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ

ڈرا کرتے ہین منافق کہ نازل نہ ہو اونپر کوئی سورت کہ بتادے اون کو جو اون کے دل مین ہے

قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝

تو کہہ ٹھٹھے کرتے رہو اللہ کھولنے والا ہے جس چیز کا تمکو ڈر ہے

منزل۲

اس آیۃ کے دو معنے مفسرین نے بیان کئے ہین ایک تو یہ کہ منافق سورت نازل ہونے سے ڈرتے ہین اور آپس مین کہتے پہرتے ہین
کہ کہین اللہ پاک ہمارا راز فاش نکردے کوئی سورۃ ہماری فضیحت مین اوتارے اور پہر باوجود اس ڈر کے اپنی مسخرا پن کی باتون سے
باز نہین آتے اور دوسرا مطلب ہی کہ منافقونکو اس آیۃ مین اللہ پاک نے خطاب کرکے بیان فرمایا خدا سے ڈرو وہ کوئی سورۃ اتار کر
تمہارا بہید نہ کہولدے تمہارے دلون مین جو بات ہی اوسکی اطلاع مومنون کو کردے پہر فرمایا اللہ بغیر اطلاع دیئے نرہیگا وہ ضرور
تمہارے راز مسلمانون پر کہولدیگا تم سے جہان تک ممکن ہو دین کی باتون مین مسخرا پن کئے جاؤ خدا تمہاری اون باتون کو ضرور
ظاہر کرکے رہیگا جسکا تمہین ڈر لگا ہوا ہی خواہ خدا کوئی سورۃ نازل کرکے بتا دیگا یا بذریعہ جبرئیل کے اپنے رسول کو خبر کردیگا
اور وہ مومنون سے اوسکو کہدینگے ۔ آیۃ کے دو معنے جو اوپر بیان کئے گئے انمین پہلے معنے مجاہد کے قول کے موافق ہین اور
حافظ ابوجعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر مین انہی معنونکو قوی ٹھرایا ہی ۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث
گذر چکی ہی جس مین عبداللہ بن ابی منافقون کے سردار کا یہ قصہ ہی کہ اوسنے بنی مصطلق کی لڑائی کے وقت اپنے ساتھیون
سے یہ کہا تہا کہ اس لڑائی سے واپسی کے بعد مہاجرین کو مدینہ سے نکالدیا جاویگا ۔ اور پہر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

عبداللہ بن ابی کو بلاکر اس قصہ کی صداقت چاہی تو اوس نے قسمین کہا کر اس بات کے کہنے سے انکار کیا آخر اللہ تعالی نے سورہ منافقون کی آیتین نازل فرماکر عبداللہ بن ابی کو جھوٹا ٹھہرایا جس سے وہ بہت رسوا ہوا اس حدیث کو آیتہ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیت اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ ان منافقون سے جہانتک ہو سکے یہ دین کی باتون مین مسخراپن کئے جاوین اور اوس مسخراپن کو چھپاوین یہ یاد رکھین کہ انکا وہ مسخراپن چھپنے والا نہین اللہ اونکے اوس آپس کی بھید کو کھولکر انکو اس طرح رسوا کریگا جس طرح بنی مصطلق کی لڑائی کے وقت اونکے لشکر کے سردار عبداللہ بن ابی کو رسوا کیا۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ

اور جو تو انسے پوچھے تو کہین ہم تو بول چال کرتے تھے اور کہیل تو کہہ کیا اللہ سے اور اوسکے کلام سے اور اوسکے رسول سے ٹھٹھے کرتے تھے

لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ

بہانے مت بناؤ تم کافر ہوگئے ایمان لاکر اگر ہم معاف کرینگے تم مین بعضون کو تو البتہ مار بھی دینگے بعضون کو اسپر کہ وہ گنہگار تھے

تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباس اور قتادہ سے جو شان نزول ان آیات کی بیان کی گئی ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت کے زمانہ مین ایک جماعت منافقین کی تھی کبھی تو وہ آنحضرت کی شان مین خفیہ طور پر بدگوئی کرتے تھے اور کبھی قرآن شریف کی شان مین کچھہ کچھہ کہتے تھے اور جب ونسے دریافت کیا جاتا تو صاف مکر جاتے اور کہتے تھے کہ ہم تو اور آپس کی باتین کر رہے تھے انکا حال ظاہر ہوجانے کی غرض سے اللہ تعالی نے یہ آیتین نازل فرمائین تفسیر ابن مردویہ تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ مین حضرت عبداللہ بن عباس اور قتادہ کی جو روایتین ہین انسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منافق لوگ تبوک کے سفر مین لشکر اسلام کے ساتھہ تھے اور اونھون نے اپنی عادت کے موافق لشکر اسلام مین کمزوری پھیلانے اور دین اسلام مین رخنہ ڈالنے کی بہت سی باتین خفیہ طور پر آپس مین کین کوئی کہتا تھا جن لوگونسے ہم لڑنے کو جارہے ہین انداز سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہم کو قید کرکے اور ہاتھہ پیر رسیون سے باندھ کر ڈال دیوین گے کوئی کہتا تھا کہ اگرچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ کبھی نہ کبھی روم کے ملک پر اہل اسلام کا قبضہ ہوجاویگا مگر ہمکو تو اوسکا یقین نہین آتا کوئی کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد قرآن کو لوگونکی ہدایت کے لئے کافی تبلاتے ہین لیکن ہم کو تو قرآن اللہ کا کلام نہین معلوم ہوتا ان لوگونکی ان باتون پر اللہ تعالی نے قسم کہا کر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے اگر تم ان باتونکا حال منافقون سے دریافت کروگے تو یہ لوگ صاف کہدین گے کہ مسافر لوگ رستہ کٹ جانے کی غرض سے جس طرح راستہ مین دل لگی کی باتین کرتے ہین ہم تو اسطرح آپس مین دل لگی کی باتین کر رہے تھے لیکن ان لوگونکا یہ عذر بالکل غلط ہے دل لگی کے لئے دنیا کی اور ہزارون باتین تھین کیا یہی لشکر اسلام مین کمزوری پھیلانے اور دین اسلام مین رخنہ ڈالنے کی باتین انکے دل لگی کے لئے دنیا مین تھین یہ لوگ ظاہری اسلام جو جتلاتے تھے ان باتونکے موہنہ سے نکالنے کے سبب اب وہ بات بھی جاتی رہی کیونکہ ان باتونکے منہہ سے نکالنے سے یہ لوگ ظاہر و باطن سب طرح کافر ہوگئے۔ اب آخر کو فرمایا کہ علم آلہی کے موافق جو لوگ ہمیں

وقف لازم ع ۱۴

منزل ۲

خالص دلسے توبہ کرلین گے تو انکے پچھلے گناہ اللہ تعالی معاف کردیگا اور جو لوگ اسی منافقانہ حالت پر مرجاوین گے وہ اپنے ظاہری
اسلام سے پہلے اور ظاہری اسلام سے پچھلے سب عملونکی سزا بھگتین گے صحیح مسلم مین عمرو بن العاص کی روایۃ ہی جس مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام لانے سے ہر شخص کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہین صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ
کی حدیث ایک جگہ گذرچکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خالص دلسے دائرہ اسلام مین داخل ہوکر ظاہر و
باطن سب طرحسے اسلامی احکام کا پابند ہوگا اسلام لانے کے سبب سے ایسے شخص کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاوین گے اور
جو شخص دل مین کھوٹ رکھکر ظاہری اسلام قبول کریگا اسکو اگلے پچھلے سب گناہونکا وبال عقبیٰ مین بھگتنا پڑیگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ
سے ابوہریرہؓ کی حدیث بھی ایک جگہ گذرچکی ہو جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کی نظر انسان کی ظاہری حالت
پر نہین ہی بلکہ اللہ تعالی کی نظر تو ہمیشہ انسان کے دلپر لگی رہتی ہی کہ نیک کام کرتے وقت انسان کے دل مین کسی طرح کی کھوٹ
تو نہین ہی ان حدیثون کو ان دونو آیتونکی تفسیر مین بڑا دخل ہی کیونکہ آیتون اور حدیثون کے ملانے سے یہ مطلب ٹھہرتا ہے
کہ آیتون مین جن منافقونکا ذکر ہی انمین سے جتنے شخصون نے منافق پن کو چھوڑکر خالص دلسے ظاہر و باطن ہر طرح اسلام کی پابندی
اختیار کی انکو توبہ اور آئندہ کے خالص اسلام نے فائدہ پہونچایا اور اون مین کے جو لوگ دل مین کھوٹ رکھتے تھے اور ظاہر مین
اپنے آپ کو مسلمان جتلاتے تھے اللہ تعالی کی نظر اونکے دلپر ہی پڑی اسلئے جہاد مین انکا لشکر اسلام کے ساتھ رہنا اور اوپرے
دلسے ارکان اسلام کا بجالانا ان لوگونکے کچھ کام نہ آیا عمرو بن العاص کی روایۃ کو عبداللہ بن مسعودؓ کی روایۃ سے ملایا جاوے تو یہ مطلب
بھی اچھی طرح سمجھ مین آجاتا ہی کہ بغیر خالص دل کے اسلام لانے کے پچھلے گناہ معاف نہین ہوتے۔

منزل ۲

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

منافق مرد اور عورتین سب کی ایک چال ہے سکھاوین بات بری اور چھڑاوین بھلے کام سے

وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اور بند رکھین اپنی مٹھی بھول گئے ہین اللہ کو سو وہ بھول گیا انکو تحقیق منافق وہی ہے بے حکم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تین سو منافق تھے اور ایک سو ستر منافق عورتین تھین اللہ پاک نے انکا حال بیان فرمایا
کہ انکے عمل ایک کے ایک سے مشابہ ہین کہ یہ لوگ منکر کا حکم کرتے ہین اور اسکو بجا لاتے ہین منکر اوس کام کو کہتے ہین جو شرعاً
ناجائز ہو اور معروف سے باز رہتے ہین معروف اس کام کو کہتے ہین جو شرعاً پسندیدہ ہی مطلب یہ ہی کہ انکے کام مومنون کے برخلاف
ہین مومن بری باتون سے بچتے ہین اور اچھے کام کرتے ہین اور یہ لوگ برے کام کرتے ہین اور اچھے کامون سے باز رہتے ہین پھر
فرمایا کہ اپنے ہاتھون کو اللہ کی راہ مین خرچ کرنے سے انھون نے روک رکھا ہے نہ صدقہ دیتے ہین نہ جہاد مین خرچ کرتے ہین اور نہ
دوسرے نیک کامون مین اپنا مال اٹھانا گوارا کرتے ہین ان لوگون نے خدا کو اپنے دلسے فراموش کردیا ہی خدا بھی انہین بھول جائیگا
جسکا مطلب یہ ہی کہ یہ لوگ اللہ کی نظر رحمت سے دور رہ جاوینگے یہ لوگ فاسق ہین راہ حق کو چھوڑکر گمراہی کے راستہ مین پڑے

ہوتے ہیں انکا فسق و فجور کامل ہی جو اپنے حال پر جمے ہوئے ہیں۔ معتبر سند سے ابوامامہ کی روایۃ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذرچکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے ایماندار آدمی کی نشانی پوچھی تہی جسکے جواب مین آپنے فرمایا نیک کام کرکے جس آدمی کا دل خوش ہو اور برا کام کرکے وہ پچھتا دے ایسا آدمی ایماندار ہی۔ اس حدیث کو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہے کیونکہ آیۃ اور حدیث کو ملاکر یہ مطلب ٹہرتا ہی کہ ایماندار شخص کے دلمین عقبیٰ کے ثواب اور عذاب کا پورا یقین ہوتا ہی اس لئے نیک کام کرکے اسکے ثواب کی امید سے اسکا دل خوش ہوتا ہی اور برا کام کرکے عذاب کا خوف اسکے دلمین پیدا ہوجاتا ہی اس لئے برا کام کرنیکا اسے پچھتاوا ہوتا ہی۔ منافق شخص کے دلمین عقبیٰ کے ثواب اور عذاب کا پورا یقین نہیں ہوتا اس لئے اچھا کام کرنے اور برے کام سے بچنے کی اوسے خود بھی توفیق نہیں ہوتی اور دوسرونکو بھی وہ اپنے رنگ میں ملانا چاہتا ہی غلبہ اسلام کے زمانہ مین منافق وہ لوگ کہلاتے تھے جو مسلمانون کے ہاتھ سے اپنی جان اور اپنا مال بچانے کی غرض سے ظاہر مین تو اسلام قبول کرلیتے تھے مگر انکے دل مین کفر کا اعتقاد جما رہتا تھا اگرچہ دل کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یہ بات تھی کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے اپنے رسول کو ایسے لوگونکے دل کا حال جتلادیا کرتا تہا اب وحی کا زمانہ باقی نرہنے کے سبب سے کسی کے دل کا حال تو معلوم نہین ہوسکتا ہان ظاہری عملون مین جو شخص مثلاً نماز مین سستی کریگا یا جھوٹ بولیگا یا لڑائی جھگڑے کے وقت گالی منہ سے نکالے گا یا امانت مین خیانت اس سے ظہور مین آویگی تو ایسے شخص کو یہ کہا جاسکتا ہی کہ یہ شخص عملی منافق ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ اس شخص کے ظاہری عمل تو منافقون کے سے ہین لیکن اس کے دلی اعتقاد کا حال اللہ کو معلوم ہے صحیح بخاری مین حذیفہ رض بن الیمان کی جو یہ روایت ہی کہ منافق پنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تھا اوسکا مطلب بھی یہی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اعتقادی منافقون کا حال بذریعہ وحی کے معلوم ہوجاتا تھا وحی کے زمانہ کے بعد یہ دلی حال کسی کو معلوم نہین ان حذیفہ کو منافقون کا حال خوب تفصیل سے معلوم تھا یہانتک کہ یہ اسبات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھید کی حدیثونکا خزانہ مشہور تھے اعتقادی منافق اور عملی منافق مین یہ فرق ہی کہ اعتقادی منافق کافر ہے اور عملی منافق کبیرہ گناہ کا گنہگار ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ

وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور عورتونکو اور منکرون کو دوزخ کی آگ پڑے رہیں اوس مین وہی بس ہے اونکو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ

اور اللہ نے اونکو پھٹکارا اور اونکو ہے عذاب برقرار

اللہ پاک نے منافق مرد اور عورتون کا حال بیان فرماکر اب یہ فرمایا کہ یہ وعدہ اللہ نے کرلیا ہی کہ منافق مرد اور عورتون اور کفار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ مین ڈالے گا اور فرمایا کہ بس انکے ان افعال کی عوض مین یہی آگ کافی ہوگی اور پھر فرمایا کہ خدا نے اپنر لعنت بھی بھیجی اپنر کبھی کسی قسم کی اسکی رحمت نہ ہوگی اور اسی لئے پھر یہ فرمایا کہ اپنر ایسا عذاب نہین کیا

جائیگا جو کبھی منقطع ہوگا بلکہ وہ عذاب انپر ہوگا جو ہمیشہ کے لیے قائم رہیگا سورہ نسارمین گذرچکا ہی کہ دوزخ کی آگ سے
جب دوزخیون کی ایک کہال جل جاویگی تو فوراً اسکی جگہ نئی کہال پیدا ہو جاویگی سورۃ الحج مین آویگا کہ جب دوزخی لوگ عذاب
سے گہبراکر دوزخ سے نکلنا چاہینگے تو فرشتے اونہیں ڈہکیل کر پہر دوزخ کے اندر ڈالدیونگے یہ آیتین عذاب مقیم کی گویا تفسیر ہین

كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا
جس طرح تم سے اگلے زیادہ تھے زور مین تم سے اور بہت رکہتے مال اور اولاد پہر برت گئے
بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي
اپنا حصہ پہر تم نے برت لیا اپنا حصہ جیسے برت گئے تم سے اگلے اپنا حصہ اور تم نے قدم ڈالے ہین
خَاضُوا أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۝ أَلَمْ يَأْتِهِمْ
جیسے اونہون نے قدم ڈالے تہے وہ لوگ مٹ گئے انکے کیے دنیا مین اور آخرت مین اور وہی لوگ پڑے ہیں زیان مین کیا پہنچا نہین انکو
نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ
احوال اگلون کا قوم نوح کا اور عاد کا اور ثمود کا اور قوم ابراہیم کا اور مدین والونکا اور الٹی بستیونکا
أَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝
پہنچے اون پاس انکے رسول صاف حکم لیکر پہر اللہ ایسا نہ تھا کہ اونپر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تہے

منزل ۲

اوپر کی آیتون مین بہت دور سے آنحضرت کے وقت کے جن منافقون کا ذکر آرہا ہی اب ان آیتون مین اللہ تعالی نے دو طرح
کے پہلے لوگونکا حال ان منافقون کو یاد دلایا اول تو مبہم طور پر یہ فرمایا کہ ان منافقون کا حال رسول اور کلام الٰہی سے
ٹہٹہا کرنے اور نافرمانی مین پہلے لوگون کا سا ہی اور باوجود اسکے کہ پہلے لوگ جسمانی قوت اور درازی عمر اور کثرت مال و اولاد
مین ایسے بڑہکر تہے لیکن سوا چند روزہ شرارت کر لینے کے نہ دنیا مین انکو کچہہ ثمرہ ملا کسواسطے کہ اللہ کے رسول آخر کو غالب ہی
اور رسولون کے مخالف لوگ عذاب الٰہی مین گرفتار ہو کر پامال اور ہلاک ہو گئے اور عقبیٰ مین جو کچہہ ایسے لوگونکا انجام ہوگا وہ
سبکی آنکہون کے سامنے آجاویگا علاوہ اسکے عقبیٰ کے انجام کا نمونہ دنیا مین بہی بعضے موقعو نپر اللہ تعالی نے لوگو نکو دکہا دیا
مثلاً ایسے لوگونکے جنازہ کی نماز سے اللہ تعالی نے اپنے رسول کو منع فرما دیا جسکا ذکر آگے آتا ہی یا مثلاً بعضے منافقون کی موت
کے وقت سخت آندہی چلی جسکا ذکر صحیح مسلم مین جابرؓ بن عبداللہ کی حدیث مین ہی پہر اللہ تعالی نے اس مبہم خوف کے بعد قوم نوح
قوم ہود قوم صالح قوم ابراہیم قوم لوط قوم شعیب کا ذکر صراحت سے اسلیے فرمایا کہ ملک شام عراق یمن ایسی ہی بستیون
مین یہ آفت زدہ قومین رہتی تہین جہان آنحضرت کے زمانہ کے منافقونکا گذر تجارت کی غرض سے اکثر ہوتا رہتا تہا چنانچہ تبوک
کی لڑائی کے جاتے وقت راستہ مین منافقون نے چند شرارتین آنحضرت اور قرآن شریف کی بدگوئی کی جو کی تہین اسوقت ان لوگونکا
گذر قوم صالح کے وطن مین تہا غرض اس روزمرہ گذر کے سبب سے یہ منافق رات دن سنتے رہتے تہے کہ خدا اور رسول کے مخالف

لوگونکا انجام یہ ہی کہ کسی کو طوفان نے آن گھیرا اور کسی کو آندھی نے کسی پر پتھر برسے اور کوئی باوجود بادشاہی قوت رکہنے کے مچھر کا کہاجا بن گیا یہ جو کچھہ رات دن سنتے رہتے تھے وہی پھر اللہ تعالی نے انکو سنا کر اچھی طرح اپنکے کان کہول دئے کہ اگر یہ اپنی شرارت اور نافرمانی سے باز نہ آوینگے تو انپر بھی کوئی بلا اللہ کی طرف سے آنیوالی ہی پھر مسلمانونکا ذکر آئندہ کی آیۃ مین اس صراحت سے فرمایا کہ منافقونکی بری عادت کے مقابلہ مین مسلمانونکی ایک اچھی عادت ذکر فرمائی مثلاً منافقون کی عادت ذکر فرمائی کہ شریعت مین جو باتین ناروا ہیں انکو پہیلاتے ہیں اور آپس مین اوسی کے چرچے رکھتے ہیں اور جن باتونکا شریعت مین حکم ہے اونکو خود بھی نہین کرتے اور اور لوگونکو بھی اون باتون سے روکتے ہیں اسکے مقابلہ مین مسلمانونکی یہ عادت ذکر فرمائی کہ جن باتونکا شریعت مین حکم ہے اونکو وہ خود بھی کرتے ہین اور لوگونکو بھی اُنکے کرنیکی حرص اور رغبت دلاتے ہین اور شریعت کی ناروا باتونسے خود بھی بچتے ہیں اور اور لوگون کے بھی بچانیکی کوشش کرتے ہیں اسی طرح منافقونکی یہ بری عادت ذکر فرمائی کہ وہ صدقہ خیرات سے اپنے ہاتھونکو بند رکہتے ہیں اُسکے مقابلہ مین مسلمانونکی عادت ذکر فرمائی کہ وہ زکوۃ اور صدقہ خیرات مین فراخ دست ہیں پھر اسی طرح دونون فرقونکا آخرت کا مقابلہ جتلانے کو فرمایا کہ منافقون کے لئے اللہ تعالی نے جہنم کا ٹھکانا ٹھہرا رکہا ہی اور مسلمانون کے لئے جنت کا ٹھکانا ٹھہرا رکہا ہی یہ مقابلہ کے طور پر دونون فرقونکی عادتین اللہ تعالے نے اسلئے ذکر فرمائین کہ دونون فرقون کو ہدایت ہو منافق اپنے ناشائستہ عادتون سے شرماکر اون عادتون کو آئندہ ترک کرین اور مسلمانون کی عادتونکو سیکھین اور اختیار کرین اور مسلمان اپنی جگہ ہوشیار اور خبردار ہو جائین اور اون مین کوئی چھوٹی بڑی منافقون کی عادت ہو تو اوسکو فوراً چھوڑ کر سیدہے اور پکے مسلمان بنجائین کیونکہ صحیح حدیثون مین جہان منافقونکی عادتونکا ذکر ہی وہان اُسکی بھی صراحت ہی کہ جس شخص مین یہ سب عادتین ہین وہ پورا منافق ہی اور جس مین ایک دو عادتین ہیں وہ پورا مسلمان نہیں ادہورا منافق ہے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایۃ مین اسکا ذکر صراحت سے ہے اور بعض حدیثون سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ آخر زمانہ مین لوگونکا حال بہت بدل جاویگا اور منافقون کی عادتین لوگون مین بہت پہیل جاوین گی یہانتک کہ دنیا مین ایسی بے دینی اور خرابی پہیل جاویگی کہ ہزار مین ایک دیندار گھر ہوگا تو اوسکو اپنا دین سنبھالنا ایسا مشکل ہوگا جس طرح مٹھی مین آگ کا انگارہ پکڑنا مشکل ہی۔ یہ حدیث انس رض بن مالک کی روایۃ سے ترمذی مین ہی اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو غریب کہا ہی لیکن ناقابل اعتراض سند سے اس مضمون کی دوسری حدیث ابو ثعلبہ رض خشنی کی روایت سے ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ مین ہی جس سے اس انس بن مالک کی روایۃ کو تقویت ہو جاتی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسی رض اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے رفیق کی مثال مشک کی اور برے رفیق کی مثال لوہار کے کہال دہونکنے والے شخص کی فرمائی ہی جس کا مطلب یہ ہی کہ جسطرح مشک کے پاس بیٹھنے والے شخص کو خوشبو کا فائدہ پہونچتا ہی اسی طرح اچھے رفیق کی رفاقت سے ہر شخص کو کچھہ نہ کچھہ فائدہ پہونچنے کی امید ہی اور جس طرح کہال دہونکنے والے شخص کے پاس بیٹھنے سے چنگاری اوڑ کر پڑ جانے اور

منزل ۲

کپڑوں کے جل جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح برے رفیق کی رفاقت سے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے ان سب حدیثوں کو
آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہو کہ آیۃ میں منافقوں کی جن عادتوں کا ذکر ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی پیشین گوئی کے موافق اس آخری زمانہ میں جب وہ عادتیں کثرت سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں تو گویا کھال دھونکنے والے
شخص جیسے رفیق کثرت سے پیدا ہو گئے ہیں جنکی رفاقت سے ہر دیندار شخص کو پرہیز لازم ہے کیونکہ ایسے لوگوں کی رفاقت سے
جس دیندار شخص میں منافقوں کی سی کوئی عادت پیدا ہو گئی تو صحیح حدیث کے موافق وہ ادھورا منافق ہے اور جس دیندار
شخص میں یہ سب عادتیں پیدا ہو گئیں وہ پورا منافق ہے جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کا کرنا امانت میں خیانت کا کرنا لڑائی
جھگڑے کے وقت گالی کا منہ سے نکالنا یہی علامتیں اور عادتیں منافق لوگوں کی ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے فرمانے کے موافق اس آخری زمانے میں یہ عادتیں ایسی عام ہیں کہ دیندار شخص کو ان عادتوں سے بچنا ایسا ہی مشکل ہے
جس طرح آگ کے انگارہ کو مٹھی میں لینا مشکل ہے جن لوگوں میں تھوڑی یا بہت یہ عادتیں ہیں انکو انکے چھوڑ دینے کی
اور جو اللہ کے بندے اب تک ان عادتوں سے بچے ہوئے ہیں انکو ہمیشہ ان سے بچنے کی اللہ تعالیٰ توفیق دیوے آمین یارب العالمین
آخر کو ہر ایک طرح کے گنہگار کو جتلا دینے کے لئے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ظلم و زیادتی کی نہیں ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے
ابوذرؓ کی روایۃ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے یہ حدیث آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ
اور ایمان والے مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں سکھاتے ہیں نیک بات اور منع
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ
کرتے ہیں بری سے اور کھڑی رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم میں چلتے ہیں اللہ اور
رَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ
اوسکے رسول کے وہ لوگ انپر رحم کریگا اللہ البتہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

منزل ۲ وقف لازم

اللہ پاک نے منافقوں کے برے اوصاف بیان کر کے انکے مقابلہ میں یہ ایماندار لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے مختصر طور پر
اس مقابلہ کا فائدہ اوپر کی آیۃ کی تفسیر میں بیان کر دیا گیا ہے ایمانداروں کے اوصاف میں سے پہلا وصف یہ بیان کیا کہ مومن
آپس میں ایک دوسرے کے مددگار غمخوار رنج و غم میں ساتھ دینے والے ہیں جب ایک مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچتی ہے
تو دوسرا بے چین ہو جاتا ہے جسطرح دیوار کی حالت ہوتی ہے کہ ایک اینٹ کو دوسری اینٹ سے مضبوطی اور قیام ہوتا ہے
اسی طرح سب مومن باہم ملے جلے ہیں ایک کو ایک سے تقویت ہے صحیح بخاری و مسلم میں نعمان بن بشیرؓ سے روایۃ ہے
جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنوں کی آپس کی غمخواری اور مددگاری کی مثال ایسی ہے جیسے اعضا
آدمی کے آپس میں ایک دوسرے کے غمخوار اور مددگار ہیں کہ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے عضو کو بھی اسکی اذیت

پہونچتا ہی مثلاً ایک انگلی دُکھنے تو سر سے پیر تک بخار کی حرارت ہوجاتی ہی دوسری تعریف مومنون کی یہ بیان فرمائی کہ جس طرح منافق بُری باتون کو اختیار کرتے ہین اور اچھے کامون سے باز رہتے ہیں اسکے برخلاف جو یہ نیک خصلت ہی کہ اچھی باتونکو اختیار کیا جائے اور بُری باتونسے پرہیز کیا جائے وہ وصف مومنون کے اندر پایا جاتا ہی کہ یہ لوگ ناجائز باتونسے بچتے ہیں اور حکم شرع کے موافق جو کرنے کی باتین ہین اُنکو جیسی سے بجالاتے ہیں اور دوسرونکو بھی اسی کی نصیحت کرتے رہتے ہین پھر یہ تعریف بیان کی کہ نماز و زکوۃ کے پابند ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں اور زکوۃ بھی دیتے ہیں بدنی اور مالی ہر طرح کی عبادت کیا کرتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ اوصاف ان لوگون مین اسلئے ہیں کہ یہ لوگ ہر ایک امر مین خدا اور رسول کے محکوم بندے ہیں ہر وقت اُسکے فرمانبردار خدا اور رسول کا جو کچھ اونہین حکم ہوگا اوسکی بجاآوری میں کسی قسم کی کوتاہی اُنسے نہ ہوگی پھر فرمایا کہ یہ لوگ جن مین یہ صفتین پائی جاتی ہیں اللہ اُنپر اپنی خاص رحمت نازل کریگا وہ بڑا ہی حکمت والا ہی اُسکا کوئی کام انصاف اور حکمت سے خالی نہیں زبردست وہ ایسا ہی کہ جو کچھ وہ کرنا چاہے اوسکو کوئی روک نہین سکتا۔ دو آدمیون مین ایک سی عادت کا ہونا اور بات ہی اور دو آدمیونکا ایک سی عادت پر ہوکر آپسمین غمخواری کا برتاؤ رکھنا اور بات ہی اور پھر دو آدمی جس دین پر ہون اوس دین کے موافق باتون مین دو آدمیونکا ایک سی عادت پر ہونا اور بات ہی اور اُس دین کی مخالف باتون مین ایک سی عادت پر ہونا اور بات ہی اللہ تعالی نے منافقون کی شان مین بعضہم من بعض جو فرمایا اُس کا مطلب یہی ہی کہ اپنی جان اپنا مال بچانے کے لئے اگرچہ یہ لوگ اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں لیکن اسلام کی مخالفت مین یہ سب کمربستہ اور ایک سی عادت کے ہیں اور ان مخالف اسلام لوگونکا جتھا قائم رکھنا اللہ کو منظور نہین ہے اس لئے انمین آپسکی غمخواری نہیں ہی پھر ایماندار لوگونکا حال فرمایا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلنے مین یہ سب ایک سی عادت کے ہیں اور ایسی لوگونکے جتھے کو قائم رکھنا اللہ کو منظور ہی اسلئے اللہ تعالی نے ان مین آپس کی غمخواری پیدا کردی ہی اُسکی ان حکمتو نکو وہی خوب جانتا ہی صحیح بخاری اور مسلم کے حوالہ سے زینبؓ بنت جحش کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ عالم لوگون کے وعظ نصیحت کو چھوڑ دینے سے جس بستی کے عام لوگون مین گناہون کی کثرت ہوجاویگی تو ایسی بستی کے تمام لوگونپر کوئی عذاب آجاویگا۔ صحیح بخاری اور مسلم مین اسامہ بن زید کی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن بعضے عالم لوگونکو طرح طرح کے عذاب مین گرفتار دیکھکر عام دوزخی لوگ اون عالمون سے پوچھین گے کہ تم تو ہمین گناہونسے بچنے کی نصیحت کیا کرتے تھے پھر تم کیونکر اس عذاب مین گرفتار ہوگئے وہ عالم لوگ جواب دیوین گے کہ ہم خود اُس نصیحت کے موافق عمل نہین کرتے تھے اسواسطے ہمپر یہ بلا آگئی۔ آیۃ مین ایماندار لوگونکی آپس کی نصیحت کا جو ذکر ہی یہ حدیثین گویا اُسکی تفسیر ہین جن تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ ایماندار عالمونکی نشانی یہ ہی کہ وہ عام لوگونکو شریعت کی پابندی کی نصیحت کرتے رہیں اور خود بھی اُسکے موافق عمل کرین عام لوگونکی ایمانداری کی نشانی یہ ہی کہ وہ عالمون کی نصیحت کے پابند ہون جس بستی کے عالمون اور عام لوگون مین سے یہ باتین اوٹھ جاوین گین تو اون سب پر کوئی عذاب الٰہی دنیا مین بھی نازل ہوجاویگا اور عقبیٰ مین بھی آخر ٹھکانا دوزخ ٹھہریگا۔ اہل سنت کے اعتقاد کے موافق اگرچہ کبیرہ گناہون کے وہ گنہگار آخر کو دوزخ سے نکل کر جنت مین جاوینگے

منزل ۲

جنکے اعتقاد مین شرک نہ ہوگا لیکن آگ مین جلنے کا عذاب تو وہ بلا ہی جسکی گھڑی دو گھڑی کی برداشت بھی انسان سے نہین ہو سکتی پھر آگ بھی وہ آگ جو دنیا کی آگ سے اونہتر درجہ زیادہ تیز ہے اور عذاب بھی وہ عذاب جو برسون رہنے والا ہی اللہ تعالی ہر ایک مسلمان کو اس بلا سے بچاوے بعضے آریہ لوگون نے اسلام کے طریقہ نماز پر طرح طرح سے اعتراض کئے ہین اہل اسلام نے اوس کے جواب مین اہل اسلام کی نماز اور آریہ فرقہ کی سندہیا کا مقابلہ کرکے ان باتونکو تفصیل سے لکھا ہی کہ اسلام کی نماز مین اللہ کی وحدانیت اور اسی کی خالص بندگی ہی اور سندہیا مین اندر و شنو وغیرہ دیوتاؤن کی پوجا ہی نہ اوس مین اللہ کی وحدانیت ہی نہ اوسکی خالص بندگی ہے سندہیا کے سوا کوئی طریقہ نماز کا فرقہ آریہ کے مذہب مین نہین ہی اور اس سندہیا کا وہ حال ہی جو اوپر بیان کیا گیا پھر معلوم نہین ایسے فرقہ کے لوگونکو خالص وحدانیت الٰہی کے طریقہ عبادت پر اعتراض کرنے کا حق کونسے وید نے دیا ہی - اگر سندہیا کی حقانیت کے خیال سے یہ اعتراض کیا گیا ہی تو سندہیا کی حقانیت تو خود وید سے ہی نہیں نکلتی کیونکہ سندہیا کا پتہ و نشان کہین کسی وید مین نہین ہی چارون وید اسکے ذکر سے خالی ہین پھر ایسے بے پتہ طریقہ کی حقانیت کا خیال ہی کیا ضرور ہے -

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ

وعدہ دیا اللہ نے ایمان والے مردون اور عورتونکو باغ بہتی ہین نیچے اونکے نہرین رہا کرین انمین اور مکان ستھرے

طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

رہنے کے باغون مین اور رضامندی اللہ کی سب سے بڑی یہی ہے مراد ملنی بڑی

ع ۹ ۶ منزل ۲ ۵

اللہ پاک نے مومنون کے اوصاف بیان کرکے عقبی مین اونکے واسطے جو جزائے خیر مقرر کی ہی اوس کا ذکر فرمایا کہ ہمنے مومنون سے اسبات کا وعدہ کر لیا ہی کہ اونہین آخرت مین جنت کے اندر داخل کرینگے وہ مومن خواہ مرد ہون خواہ عورت ہون اور جنت بھی ایسی ہوگی جس مین نہرین جاری ہین اور بہت اچھے اچھے مکان اوس مین بنے ہوئے ہین اگرچہ دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتونکی تفصیل مین بہت سی صحیح حدیثین آئی ہین لیکن صحیح بخاری و مسلم مین انس رضی ابن مالک کی حدیث ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کی جو تفصیل مجکو معلوم ہی اگر وہ تفصیل لوگونکو معلوم ہو جاوے تو وہ رو رو کے تھک جاتے ہین اور انکا ہنسی کی بات پر ہنسنا بالکل کم ہو جاوے اسی طرح صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ رضی کی حدیث قدسی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی فرماتا ہی ہمنے جنت مین وہ وہ نعمتین پیدا کی ہین کہ جو نہ کسی نے آنکھونسے دیکھین نہ کانون سے سنین نہ انکا خیال کسی کے دل مین آسکتا ہی - ان صحیح حدیثون کے موافق یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتونکی پوری تفصیل انسان کی طاقت سے باہر ہے - جنت مین ایک بہت بلند مقام ہے اور عرش سے بہت نزدیک اسکا نام وسیلہ ہی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہی امام احمد ابوہریرہ رضی سے ایک حدیث بیان فرماتے ہین کہ حضرت نے یون فرمایا ہی کہ جب تم مجھپر درود بھیجو تو میرے واسطے خدا سے وسیلہ مانگو پوچھا کہ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ کیا چیز ہے آپنے فرمایا وسیلہ جنت مین ایک اعلی درجہ ہی جسکو سوائے ایک شخص کے اور کوئی نہین پائیگا مجھے امید ہی کہ وہ مین

ہی ہون مسلم نے بھی اس حدیث کو عبداللہ بن عمرو بن العاص کی روایۃ سے یون بیان کیا ہی کہ جب موذن کو اذان دیتے ہوئے
سنو تو جس طرح وہ کہتا ہی تم بھی کہو پہر مجہپر درود بہیجو کیونکہ جو شخص مجہپر ایک دفعہ درود بہیجتا ہے اللہ پاک اوسپر دس بار درود
بہیجتا ہی پہر میرے واسطے وسیلے کی دعا مانگو اور وسیلہ جنت مین ایک مقام ہی وہ کسی بندے کے لائق نہین ہے سوائے
ایک شخص کے مین امید کرتا ہون کہ وہ مین ہون پہر فرمایا کہ جو شخص میرے واسطے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرتا ہی اوسکو قیامت کے
دن میری شفاعت نصیب ہوگی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی یہ روایۃ ابوداود ترمذی اور نسائی مین بھی ہے پہر اللہ پاک نے
جنت کا حال بیان کرکے یہ فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے سب سے بڑی بات یہ ہی کہ مین مومنون سے راضی ہونگا صحیح بخاری
ومسلم اور موطا مین ابو سعید خدری کی حدیث ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ اللہ جل شانہ جنت والون سے کہے گا کہ کیا تم راضی اور
خوش ہوئے وہ کہین گے اے رب ہمارے ہمکو کیا ہوا ہی کہ ہم راضی نہ ہون ہمین تو وہ چیزین تو نے دی ہین جو کسی مخلوق کو نہین
دین اللہ پاک فرمائیگا کہ کیا اس سے بھی بہتر تمہین ندون وہ کہین گے اے رب وہ کیا چیز ہے جو اس سے بہی بہتر ہے اللہ پاک فرمائیگا
کہ مین تم پر اپنی خوشنودی نازل کرونگا اور پہر مین تمپر کبھی خفا نہ ہونگا۔ یہ حدیث ورضوان من اللہ اکبر کی گویا تفسیر ہے
کیونکہ آقا کی رضامندی غلام کے حق مین بڑی چیز ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝
اے نبی لڑائی کر کافرونسے اور منافقونسے اور تندخوئی کر اونپر اور اونکا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ پہنچے
يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا
قسمین کہاتے ہین اللہ کی ہمنے نہین کہا اور کہا ہی لفظ کفر کا اور منکر ہوگئے ہین مسلمان ہوکر اور فکر کیا تھا
بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ
جو نہ ملا اور یہ سب کرتے ہین بدلا اوسکا کہ دولتمند کردیا انکو اللہ نے اور اوسکے رسول نے اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرین تو بھلا ہی انکے حق مین اور
اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝
اگر نہ مانین گے تو ماردیگا انکو اللہ دکھہ کی مار دنیا اور آخرت مین اور نہین اونکا واسطے زمین مین کوئی حمایتی نہ مددگار

منزل ۲

اللہ تعالی نے منافقونکا حال اور اونکا عقبی کا انجام پہر مومنون کے اوصاف اور آخرت مین آنکے واسطے درجات عالیہ جو ہونگے
اونکا بیان فرماکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ کفار اور منافقون سے جہاد کرو اور یہ حکم دیا کہ اپنی عادت کی
خلاف انسے سختی سے برتاو کرو آپکا شیوہ اور آپکی پیدائش اگرچہ نرمی پر ہوئی اور آپ مین بردباری کی خصلت کامل طور پر تہی
لیکن آیۃ مین گویا حکم ہی کہ اس عادت کو صرف مومنون ہی کے ساتھہ برتنا چاہیے کفار اور منافقون کے ساتھہ تو سختی ہی کرنی
زیبا ہی پہر فرمایا کہ انکا ٹھکانا دوزخ ہی علمائے سلف وخلف کے منافقون سے تلوار کے ساتھہ جہاد کرنے مین مختلف قول ہین
لیکن علی بن طلحہ کی روایۃ سے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کا صحیح قول ہی کہ اس آیۃ مین اللہ پاک نے کافرون سے

تلوار کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا ہی اور منافقوں سے زبان کے ساتھ کہ اون سے نرمی کا برتاؤ چھوڑ دیا جائے صحیح بخاری و مسلم
مین عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ظاہر مین اسلام قبول کر لیا اوسکی جان اور
اوسکے مال کی حفاظت شریعت مین ضروری ہی اور اوسکے دل کے حال کا محاسبہ اللہ تعالی کے حوالہ ہی اس حدیث سے حضرت عبداللہ
بن عباس کے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہی کہ شریعت مین منافق لوگون کے ساتھ تلوار کی لڑائی کا حکم نہین ہی فقط زبانی وعظ
نصیحت کا حکم ہے پھر اللہ پاک نے منافقون کے اطوار بیان کئے کہ اوسی بات کو یہ زبان سے کہتے ہین اور پھر انکار کر جاتے ہین
اور جھوٹی قسمین کھانے لگتے ہین چنانچہ کفر کے کلمے زبان سے نکالے اور جب اللہ کے رسول کو اس بات کی خبر پہونچی تو بالکل انکار
کر دیا اس آیۃ کی شان نزول کے مفسرین نے کئی سبب ذکر کئے ہین ایک تو یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک
مین دو مہینہ تک قیام کیا اور مدینہ مین بیٹھ رہنے والونکو برا سمجھتے رہے تو اوسوقت جلاس بن سوید نے کہا کہ آنحضرت جو کچھ ہمارے
اون بھائیون کے حق مین کہتے ہیں جو مدینہ مین رہ گئے اگر سچ کہتے ہیں تو ہم لوگ گدہون سے بھی بدتر ہین یہ سنکر قیس بن عامر
نے جو انصاری تھے جواب دیا کہ خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ کہتے ہین اور تم گدھے سے بھی بدتر ہو یہ بات حضرت کو معلوم ہوئی
وہان یہ دونون حاضر ہوئے جلاس نے انکار کیا اور قسم کھائی کہ مین نے یہ بات نہیں کہی ہی قیس نے اپنے ہاتھ اوٹھا کر دعا کی
کہ اے اللہ تو سچے کی سچائی اور جھوٹے کے جھوٹ کو ظاہر کر دے اوسپر یہ آیۃ نازل ہوئی جلاس نے اپنے جی مین خیال کیا کہ مین نے
بات بیشک کہی اور اللہ پاک نے اس آیۃ مین توبہ کرنیکو بھی فرمایا ہی اسلئے مناسب ہے کہ مین توبہ کر لون چنانچہ سچے دل سے
اور بہت ہی اچھی توبہ کر لی دوسری شان نزول اسکی یون بیان کی گئی ہے کہ عبداللہ بن ابی نے جب کہا تہا کہ مدینہ چلکر مہاجرین
کو مدینہ سے نکال دیا جاویگا جس کا ذکر سورہ منافقین مین آویگا تو زید بن ارقم نے یہ بات سنکر آنحضرت کو خبر کر دی اور حضرت
عمرؓ عبداللہ بن ابی کے قتل کرنے پر ارادہ ہوئے اور عبداللہ بن ابی نے قسم کہائی اور کہا کہ مینے یہ بات نہیں کہی تیسری شان نزول
قتادہ نے اسکی یون بیان کی ہی کہ دو شخص قبیلہ جہینہ اور غفار کے آپسمین لڑے جہینی غفاری پر غالب ہوا تو عبداللہ بن ابی
نے قبیلہ اوس سے کہا کہ تم اپنے بھائی کی مدد نہین کرتے اور قسم کہا کر کہا کہ ہماری اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وہی مثل ہی جس طرح
کسی نے کہا ہی سمن کلبک یاکلک جس کا مطلب یہ ہی کہ ایک شخص نے اپنے کتے کو اسلئے کھلایا پلایا کہ آخر اوسکے کتے نے اوسی کو
کاٹ کہایا ایک شخص نے دوڑ کر یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی آپنے عبداللہ بن ابی سے پوچھا اوسنے قسم کہائی کہ مینے
یہ نہین کہا اوسپر یہ آیت اوتری لیکن اصل بات یہ ہی کہ منافقون کی بہت سی اسطرح کی باتین جمع ہو کر اوس مجموعہ پر یہ آیۃ نازل
ہوئی ہی۔ اوپر گذر چکا ہی کہ اس تبوک کے سفر مین ان منافقون نے ایسی باتین منہ سے نکالی تہین جن سے نبوت اور قرآن کا انکار
نکلتا تہا اسلئے ان باتونکو کلمہ کفر فرما کر یہ فرمایا کہ ایسے لفظون کے منہہ سے نکالنے کے سبب سے ان لوگونکا وہ ظاہری اسلام بھی
باقی نہین رہا۔ وھموا بمالم ینالوا کا یہ مطلب ہی کہ اون باتوں سے ان منافقون نے جو ارادے اپنے دل مین کئے تھے اون مین سے
اونکا کوئی ارادہ بھی پورا نہین ہوا نہ مہاجرین کو یہ لوگ مدینہ سے نکال سکے نہ لشکر اسلام مین کمزوری پہیلا سکے آگے فرمایا

منازل ۲

کہ آزمایش کے طور پر اللہ تعالی نے کچھ خوش حالی تو پہلے سے دے رکھی ہی اور اللہ کے رسول کے مدینہ مین آجانے کے سبب سے بعضے
خون بہا کے معاملون مین کچھ روپیہ پیلے کے خوشحالی کے علاوہ انکو ملگیا ہی اسواسطے اپنی مالداری کے نشہ مین یہ لوگ ایسی باتین
کرتے ہین اگر آیندہ انھون نے ان باتون سے توبہ کر لی تو انکے حق مین بہتر ہے ورنہ دنیا اور آخرت دونون جگہ کا عذاب انکو بھگتنا
پڑیگا۔ دنیا کا عذاب تو مثلاً اب انکے حق مین موجود ہی کہ انکی فضیحتی کی ہمیشہ آیتین نازل ہوتی رہتی ہین جس سے انکی ہر وقت کی
ذلت ہی اور عذاب آخرت کا یہ حال ہی کہ جس تھوڑے سے مال کے نشہ مین انھون نے وہ آخرت کا عذاب مول لیا ہی اوس مال کی
تو کچھ حقیقت نہین قیامت کے دن تمام دنیا کا مال بھی معاوضہ مین دیکر اگر یہ لوگ نجات چاہین گے تو اوس عذاب سے انکی نجات ممکن
نہوگی اور سختی اوس عذاب کی اس قدر ہوگی کہ دوزخ کے پہلے ہی جھونکے مین دنیا کے مال و متاع کا نشہ انکو یاد تک نہ رہے گا
صحیح بخاری و مسلم مین انس رضؓ بن مالک سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم عذاب
والا دوزخی آرزو کریگا کہ اگر اوسکے پاس تمام دنیا کی دولت ہوتی اور وہ معاوضہ مین دیکر اوس عذاب سے نجات پا سکتا تو وہ
اوس دولت کو بے دھڑک دیدیتا لیکن اوس دن اوسکی یہ آرزو کچھ کام نہ آویگی۔ دوسری روایت انس رضؓ بن مالک کی صحیح مسلم مین ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑے بڑے مالدار دوزخیون نے دنیا مین جو راحتین اوٹھائین دوزخ کے پہلے ہی
جھونکے مین اون راحتون کو یہ لوگ بھول جاوینگے ان آیتون مین آخرت کے عذاب کی سختی کا جو ذکر ہے یہ حدیثین گویا اوسکی
تفسیر ہین آخر کو فرمایا دنیا کی آفتون کے وقت ان کے رشتہ دار دوست آشنا مدد کر سکتے ہین آخرت مین ایسے لوگون
کی کوئی مدد نہیں کر سکتا ہے +۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور بعضے اون مین سے وہ ہین کہ عہد کیا تہا اللہ سے اگر دیوے ہمکو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کرین اور ہو رہین نیکی والون مین

فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ

پہر جب دیا انکو اپنے فضل سے اوسمین بخل کیا اور پہر گئے ٹلا کر پہر اوسکا اثر رکہا نفاق

قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝

انکے دل مین جس دن تک اوس سے ملین گے اسپر کہ خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ دیا اور اسپر کہ بولتے تھے جھوٹھ

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

جان نہین چکے کہ اللہ جانتا ہی انکا بہید اور مشورہ اور یہ کہ اللہ جاننے والا ہی ہر چھپے کا

اللہ پاک نے ان آیتون مین فرمایا کہ بعضے منافق ایسے بھی ہین جو قول و قرار کر کے پہر جاتے ہین اپنا عہد و پیمان پورا نہین کرتے
ہین انکے دلون مین مرتے دم تک منافق پنے کا اثر رہے گا مطلب یہ ہی کہ مرتے دم تک ایسے لوگونکو توبہ کی توفیق نہ ہوگی طبرانی
تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن جریر مین ابو امامہؓ اور عبد اللہ رضؓ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہی اوسکا

منزل ۲

حاصل یہ ہی کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری تھا اوسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ میرے واسطے دعا کرین کہ مین مالدار ہوجاؤن آپنے فرمایا کہ تھوڑا مال جسکا شکر بندے سے ادا ہو سکے وہی بہتر ہے اور اگر خدا نے زیادہ دولت دی اور انسان غفلت مین پڑگیا تو وہ کسی طرح بھی اچھی دولت نہین ہی مگر ثعلبہ نے دوبارہ آنحضرت سے کہا کہ اگر مجھے مال ملجائے گا تو مین بہت خیرات کرونگا اور غفلت مین نہ پڑونگا آپنے اوسکے لئے دعا فرمائی اوسکی بکریون مین یہانتک برکت ہوئی کہ مدینہ کے جنگل کی زمین اون بکریون کے چرنے کو کافی نہین ہوتی تھی آخر وہ مدینہ سے نکل کر کسی گانون مین چلا گیا اور وہین رہنے لگا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑہنے سے محروم ہوگیا بلکہ جمعہ مین بھی حاضر ہونے سے عاجز ہوگیا حضرت نے لوگون سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہی لوگون نے بیان کیا کہ وہ خراب ہوگیا مال و دولت کی محبت مین پڑگیا بہرحال جب زکوٰۃ دینے کا وقت آیا تو اوسنے نہین دی اور کہنے لگا کہ یہ مال دنیا تو گویا چٹی کا دینا ہے غرضکہ ایسی ویسی باتین کرکے ٹالدیا تھوڑے دنون بعد حضرت کے پاس زکوٰۃ لیکر آیا آپنے قبول نہ کی اور آنحضرت کے بعد حضرت ابوبکر رض و حضرت عمر رض کی خلافت مین بھی اسکا مال زکوٰۃ مین نہ لیا گیا یہانتک کہ حضرت عثمان رض کی خلافت مین اسکا انتقال ہوگیا ابو امامہ رض سے جو شان نزول کی روایت ہی اوسکی سند مین ایک راوی علی بن یزید الیمانی ضعیف ہے لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی سند مین یہ راوی نہیں ہے اسواسطے یہ شان نزول صحیح ہے پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ نفاق جو انکے دلون مین جگہ پکڑ گیا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ یہ وعدہ کرکے قائم نہ رہے وعدہ کے خلاف کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ منافق کی تین علامتین ہین جب باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو اسکے خلاف کرے اور جب اوسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے اس حدیث کو ابوہریرہ رض کی روایت سے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہی پھر اللہ پاک نے فرمایا یہ منافق اپنے دلون مین یہ سمجھے ہونگے کہ اللہ انکے دلون کی دغابازی کو نہین جانتا وہ تو ظاہر اور چھپی باتو نکو یکسان جانتا ہی وہ بڑا ہی غیب دان ہی اوسکے نزدیک کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی اور جب سب باتونکو کھلم کھلا وہ جانتا ہی تو وہ ہر ایک عمل مخفی پر بندونکو جزا سزا بھی دیگا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی کی نظر انسان کی ظاہری حالت پر نہیں ہے بلکہ اللہ کی نظر تو ہمیشہ انسان کے دل پر ہے کہ اوسکا دلی اعتقاد کیا ہی۔ معتبر سند سے طبرانی اور مسند بزار مین انس رض بن مالک کی روایت ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگونکے اعمال نامے اللہ تعالی کے روبرو پیش ہونگے تو بعضے نیک عمل اگرچہ فرشتون کو پورے اور لائق ثواب نظر آوینگے لیکن اللہ تعالی فرمادیگا کہ یہ عمل خالص نیت سے نہین کئے گئے اسواسطے ان کو اعمال نامون مین سے نکال ڈالا جاوے۔ آیۃ مین منافقون کے خفیہ مشورون اور دل کے بھیدون کا یہ جو ذکر ہے کہ وہ سب اللہ کو معلوم ہین یہ حدیثین گویا اوسکی تفسیر ہین جس تفسیر کا حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالی کو انسان کے دل تک کا حال معلوم ہے اور اسی دل کے ارادہ اور نیت پر اوسنے جزا اور سزا کا مدار رکھا ہے۔

منزل ۲

الَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ
وہ جو طعن کرتے ہین دل کہولکر خیرات کرنے والے مسلمانونکو اور اوپر جو نہین کرتے مگر اپنی

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝
محنت کا پہر اوپر ٹھٹھے کرتے ہین اللہ نے اونسے ٹھٹھا کیا ہے اور اونکو دکہہ کی مار ہی

صحیح بخاری و مسلم مین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایۃ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اُسکا حاصل یہ ہے کہ جب صدقہ کا حکم آیا تو اپنے اپنے مقدور کے موافق مسلمان لوگ آنحضرتؐ کے پاس صدقہ تقسیم کرنے کی غرض سے لاتے تھے منافق لوگ اس صدقہ کا ٹھٹھا اوڑاتے تھے جو مسلمان زیادہ صدقہ لاتا اوسکو کہتے یہ دکہاوے کے لئے لایا ہی اور جو کم مقدور مسلمان کمتی صدقہ لاتا اوسکو کہتے کہ اللہ کو ایسے کمتی صدقہ اور خیرات کی پروا نہیں ہی اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی۔ معتبر سند سے مسند بزار مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ آیۃ مین جس دن کی خیرات کا ذکر ہے اوس دن عبدالرحمن بن عوف نے دو ہزار روپیہ خیرات کئے اور دوسرے کسی صحابی نے آدہ سیر کے قریب کہجورین خیرات کین اسپر منافقون نے ایسین ٹھٹھے کے طور پر یہ چرچا کیا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ عبداللہ بن مسعود کی حدیث کے ساتھ ابوہریرہؓ کی اس حدیث کو ملایا جاوے تو اس خیرات کے قصہ کی پوری تفسیر ہوجاتی ہے آخر آیۃ مین دوزخ کے دکہہ کا جو ذکر ہے اسکی تفسیر انس بن مالکؓ کی وہ دونون روایتین ہین جو عذابا الیما فی الدنیا والاخرہ کی تفسیر کے طور پر قریب مین گزرین۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ
تو اونکے حق مین بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اونکے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بہی ہرگز نہ بخشے

اللّٰهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝
اللہ اونکو یہ اسپر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اوسکے رسول سے اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگونکو

منزل۲ ع۸ ۱۱

اس آیۃ مین اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ ان منافق لوگونکا خاتمہ کفر پر ہوا ہے اور ایسے لوگونکی مغفرت نہ ہونیکا اللہ کا وعدہ ہی اسلیے یہ لوگ ہرگز اس لائق نہیں ہین کہ انکے واسطے استغفار کی دعا کی جاوے کیونکہ اگر ستر بار بھی انکے واسطے آپ استغفار کرین گے تو بھی خدا انکو نہین بخشے گا کسواسطے کہ استغفار تو گنہگار اور خطاوار کے حق مین فائدہ مند ہے نہ جو سرے سے خدا اور رسول کے ساتھہ کفر کرکے بغیر توبہ کے مر گئے اس لئے ان مین کے جو لوگ اس حال مین مر گئے نہ تو انکی مغفرت ہوسکتی ہے اور نہ ان مین کے زندہ لوگو نکو توبہ پر مجبور کیا جاویگا اسلئے اللہ تعالی کے علم کے موافق جیسے یہ لوگ اپنی اوسی گمراہی مین پڑے رہین گے حضرت عبداللہ بن عباس اس آیۃ کے متعلق یہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالی نے منافقون کے حق مین استغفار کرنے کا اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہی تو آپنے فرمایا مین ستر بار سے زیادہ اُنکے واسطے استغفار کرونگا شاید خدا او نہین بخشدے اوسپر اللہ پاک نے غصہ ہو کر فرمایا

کہ تمہارا استغفار کرنا اور نکرنا دونون برابر ہین کیونکہ اللہ تعالی کو ان لوگونکے خاتمہ کا حال معلوم ہے اسلئے انکی مغفرت نہوگی
یہ غصہ کی آیۃ سورہ منافقون مین آویگی ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھہ شعبی سے یون روایۃ کی ہی کہ جب عبد اللہ بن ابی مرنے
کے قریب ہوا تو اسکا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میرا باپ قریب المرگ ہی آپ چلکر اسکے واسطے
استغفار کرین اور نماز پڑہین آپنے اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہی اسنے کہا کہ حباب بن عبد اللہ آپ نے فرمایا کہ حباب نام شیطان کا
ہے تیرا نام عبد اللہ بن عبد اللہ ہے اور پہر آپ اسکے ہمراہ ہوئے اور اپنا کرتہ اوسے پہنا دیا اور آپنے اسکے واسطے مغفرت کی دعا کی
اوسوقت یہ آیۃ نازل ہوئی آپنے سمجہا کہ ستر بار سے زیادہ دفعہ مغفرت کی دعا کیجاویگی تو شاید اللہ تعالی اسکے استغفار قبول کریگا
اوسپر یہ حکم ہوا کہ چاہے جتنی بار استغفار کرو اللہ ایسے لوگونکو ہرگز نہین بخشے گا یہ عامر بن شراحیل شعبی کوفہ کے قاضی
اور امام ابو حنیفہ رح کے اوستادون میں ہیں - یہ بڑے ثقہ اور جلیل القدر تابعی ہیں حدیث کی سب کتابون مین ان سے
روایتین ہیں اکثر روایتین انکی حضرت علیؓ حضرت عبد اللہؓ بن عباس اور ابو ہریرہؓ سے ہوا کرتی ہیں انکی حضرت علیؓ سے
جو روایۃ ہوا کرتی ہی اسکو بعضے علما مرسل کہتے ہیں لیکن ساتھہ ہی اسکے علماء نے یہ بھی فیصلہ کردیا ہی کہ شعبی کی مرسل
روایتین صحیح ہوتی ہیں بغیر ذکر صحابی کے کوئی تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایۃ کرے تو اسکو مرسل کہتے ہیں حاصل
کلام یہ ہی کہ حافظ ابو جعفر ابن جریر کی یہ مرسل روایۃ علماء کے فیصلہ کے موافق صحیح اور حدیث نبوی ہی مجاہد نے بھی یون ہی
مرسل طور پر اس روایۃ کو بیان کیا ہی - صحیح بخاری مین ابو ہریرہؓ اور سہیل بن سعد سے جو روایتین ہیں اون مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر بھر آدمی خواہ کیسے ہی عمل کرے لیکن جس حالت پر آدمی کا خاتمہ ہوتا ہے شریعت مین وہی
حالت معتبر ہے خاتمہ کا حال سوا اللہ تعالی کے اور کسی کو معلوم نہین تھا اسلئے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ خاتمہ بخیر ہونے کی آخر نشانی کیا ہی آپنے جواب دیا کہ اللہ تعالی کو اپنے علم ازلی کے موافق جس شخص کا خاتمہ بخیر کرنا ہوتا ہی تو وہ
ایسے شخص کو آخر عمر مین نیک کامونکا شوق عطا فرما دیتا ہی اور اسی حالت پر وہ شخص دنیا سے اوٹھہ جاتا ہی جس سے اسکا
خاتمہ بخیر ہوجاتا ہی خاتمہ بخیر ہونے کی نشانی کی یہ حدیث انسؓ بن مالک کی روایۃ سے ترمذی مین ہی اور ترمذی نے اس حدیث کو
صحیح کہا ہی ان حدیثونکو آیۃ کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ شریعت مین خاتمہ کی حالت معتبر ہے اور جن منافق لوگونکا
حال آیۃ میں ہی علم الہی کے موافق آخر عمر مین وہ اپنے عقیدون سے باز آنے والے اور خالص نیت کے نیک عملون مین لگنے
والے نہین تھے اسلئے اللہ تعالی نے وہ شوق بہی انکے دلمین نہین پیدا کیا اور عمر بہر جس حالت پر یہ لوگ تھے آخر اوسی حالت
پر دنیا سے اوٹھہ گئے اب اللہ تعالی کا یہ تو وعدہ ہے کہ جس طرح سوئی کے ناکے مین ہوکر اونٹ نہین نکل سکتا اسی طرح
ایسے لوگ جنت مین نہین جاسکتے اسی واسطے اللہ تعالی نے اپنے رسول کو ان لوگونکے خاتمہ کا حال جتلا کر ایسے لوگونکے حق
مین مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرمایا یہ سوئی کے ناکے اور اونٹ کی مثال سورہ اعراف مین گذر چکی ہی دعاء مغفرت کے
ساتھ اس آیۃ مین ستر دفعہ کی قید ہے اور سورہ منافقون مین دعاء مغفرت کے کرنے اور نہ کرنے کو یکسان فرمایا ہے

منزل ۲

جس سے مطلب یہ ہی کہ ستر دفعہ کی قید گنتی کی حد کے لئے نہین ہے بلکہ فقط کثرت کے جتلانے کے لئے ہے جسکے معنے یہ ہین کہ بے گنتی دعائے مغفرت بھی ایسے لوگو نکو کچھ فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

خوش ہوگئے پچھاڑی والے بیٹھ رہ کر خلاف رسول اللہ سے اور برا لگا کہ لڑین اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ مین

اللہ پاک نے اس آیۃ مین اون منافقون کے مذمت بیان کی جو غزوہ تبوک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد مین نہیں شریک ہوئے اور حضرت کا ساتھ نہین دیا اپنے گہرون مین بیٹھ رہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے پر خوشی ظاہر کی اور لڑنے سے جی چرایا اور اپنے مال و دولت کو خدا کی راہ مین خرچ کرنے سے بخل کیا اور خدا کی راہ مین اپنی جان کو ہتیلی پر رکہنا برا سمجھا حالانکہ خدا کے نزدیک بڑے بڑے مرتبے اوس شخص کے ہین جو جان و مال سے جہاد مین شریک ہو ان منافقون نے خود تو جی چرایا تو چرایا مگر اورون کو بھی منع کرتے تھے کہ ایسی گرمی مین کہان جہاد مین لڑنے کو جاؤ گے جیسا کہ خود اللہ پاک نے آگے بیان فرمایا۔ صحیح مسلم مین سفیانؓ بن عبد اللہ ثقفی کی حدیث ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ سفیان بن عبد اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دن کہا کہ حضرت مجھکو دین کے باب مین کوئی ایسی کامل بات تبلا دیجئے کہ مین اوس کا پابند رہون اور پہر مجھکو کسی اور بات کے پوچھنے کی ضرورت باقی نرہے آپنے جواب دیا کہ شرع کے احکام کو دلسے ماننا چاہئے اور پہر اونپر چستی سے قائم رہنا چاہئے۔ صحیح مسلم مین عبد اللہؓ بن مسعود سے روایۃ ہے جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ رہتا ہی جو اوس شخص کو نیک کامونکی رغبت دلاتا رہتا ہے اور ایک شیاطین رہتا ہی جو اوس شخص کو برے کامون مین پہنسانے کی کوشش کرتا ہی ان حدیثون کو آیۃ کے اس ٹکڑے کی تفسیر مین بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ یہ منافق لوگ شرع کے احکام کو دلسے نہین مانتے اس لئے اون احکام کی پابندی اونپر شاق گزرتی ہی اسی واسطے دین کی لڑائی کا کوئی پاس کا سفر ہو اور اوس مین کچھ مال ہاتھ آجانے کی امید بھی ہو تو ایسے موقع پر یہ لوگ اوپرے دلسے لشکر اسلام کا ساتھ دیتے ہین یہ تبوک کا سفر دور کا سفر ایک سخت موسم مین تھا اس لئے جھوٹے عذر کرکے اس سفر سے بچ نکلے اور انکے ساتھ کے شیاطینون نے انکو یہ بہکا دیا کہ ایسے سخت موسم مین طرح طرح کے عذرون سے سفر کو جو ٹال دیا تو گویا ان لوگون نے یہ بڑی ہوشیاری کی اس بہکاوے کی ہوشیاری پر فخر کرکے لشکر اسلام کی واپسی تک یہ لوگ خوشیان مناتے تھے انہی خوشیون کا ذکر آیۃ مین ہی۔ فی سبیل اللہ کے معنے فی دین اللہ جس کا مطلب ہی کہ دین الہی کے احکام کی عظمت ان لوگونکے دلمین نہیں ہے اسلئے اون احکام کی پابندی مین یہ لوگ اپنی جان اور اپنے مال کو خطرہ مین نہیں ڈالنا چاہتے۔

وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا

اور بولے مت کوچ کرو گرمی مین تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہے اگر اونکو سمجھ ہوتی سو ہنس لیوین

منزل ۲

قَلِيلًا وَّلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ٥

تہوڑا اور روویں بہت سا بدلا اوس کا جو کماتے تہے

بیہقی اور تفسیر ابن جریر مین کئی طریقہ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہی اوسکا حاصل یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی لڑائی کے لئے مدینہ سے سفر کرنے کا حکم دیا تو وہ موسم نہایت گرمی کی شدت کا تہا بعضے منافقوں نے مسلمانوں سے مشورہ کے طور پر اور آپس مین یہ چرچا کیا کہ ایسے گرم موسم مین سفر مناسب نہیں ہے اور خود بھی مصنوعی عذر کرکے مدینہ مین رہگئے اوسپر اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل مطلب آیۃ کے یہ ہین کہ جہوٹے عذر کرکے یہ لوگ دنیا کی تہوڑی سی گرمی سے اگر بچ گئے تو یہ جگہ کچھ خوش ہونے اور ہنسنے کی نہیں ہی بلکہ نہایت رونے کی جگہ ہی کہ اوس مین انہون نے اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کی جس مخالفت کی سزا مین اونکو دوزخ کی آگ کی گرمی برداشت کرنی اور سہنی پڑیگی ۔جس کے آگے دنیا کی گرمی کی کچھ بھی حقیقت نہین ہی ۔صحیح بخاری مسلم اور ترمذی مین ابوہریرہؓ سے روایۃ ہی کہ دنیا مین جو آگ لوگون کے کام آتی ہی بہ نسبت دوزخ کی آگ کے اونہتر درجہ حرارت اسکی گہٹا دی گئی ہے مسند امام احمد بن حنبل ابن ماجہ اور بیہقی مین انسؓ بن مالک سے جو روایتین ہین انکا حاصل یہ ہی کہ تین ہزار برس تک دوزخ کی آگ دہونکائی گئی ہی اس لئے دہونکاتے دہونکاتے اوس کا رنگ کالا ہوگیا ہی ستر درجہ حرارت کم کرکے دو دفعہ دریا میں ٹہنڈی کی جاکر اگر وہ آگ دنیا مین نہ اوتاری جاتی تو دنیا میں نہ وہ آگ ٹہر سکتی نہ اوس سے کوئی فائدہ اوٹہا سکتا تہا ۔اس حدیث کی سند کے ایک راوی یزید بن ربان رقاشی کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف کہا ہی لیکن ابن معین اور ابن عدی نے اسکو ثقہ کہا ہی اسی واسطے حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہی ۔معتبر سند سے مستدرک حاکم مین عبداللہ بن قیسؓ کی حدیث ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کی تکلیف سے دوزخی لوگ یہان تک روئینگے کہ آنکے آنسوؤن مین اگر کشتی چلائی جاوے تو چل سکے اور جب انکے اصل آنسو سوکہہ جاوینگے تو یہ لوگ خون کے آنسوؤن سے روئینگے دنیا کی دہوپ کی ذراسی تیزی اور دنیا کی ناپائدار ہستی ان دونون کے مقابلہ کے طور پر دوزخ کی آگ کی تیزی اور دوزخ کے مدتون تک کے رونے سے اللہ تعالی نے جو لوگون کو ڈرایا ہی یہ حدیثین سمجہدار آدمی کے حق میں اوس ڈر کی گویا تفسیر ہے ۔

فَإِن رَّجَعَكَ اللَّهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُل لَّن تَخْرُجُوا

سو اگر پہر لیجاوے تجکو اللہ کسی فرقہ کی طرف اون مین پہر یہ رخصت چاہیں تجسے نکلنے کو تو تو کہہ تم ہرگز نہ نکلوگے

مَعِيَ أَبَدًا وَلَن تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُم بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا مَعَ الْخَالِفِينَ ٥

میرے ساتہ کبھی اور نہ لڑوگے میرے ساتہ کسی دشمن سے تمکو پسند آیا بیٹہہ رہنا پہلی بار سو بیٹہے رہو ساتہ پچہاڑی والوں کے

منزل ۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر ہی میں تہے تو اللہ پاک نے یہ حکم دیا کہ جب آپ مدینہ مین واپس ہوکر پہونچین اور پہر کبھی بار کسی جہاد مین جانے کا اتفاق ہو اور وہ بارہ منافق جو مدینہ مین ہین اور اس تبوک کے سفر مین شریک نہ ہوئے گہر دن مین بیٹہے رہی اگر یہ لوگ آئندہ کہنے لگین کہ اس مرتبہ ہم چلین گے تو انسے کہدو کہ تم نے تو پہلی مرتبہ گہر دن مین بیٹہہ رہنا پسند کیا اب تم

کبھی ہمارے ساتھ جہاد میں نہیں جا سکتے ہو اور نہ کسی دشمن سے لڑائی کر سکتے ہو تم تو بس انہیں معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو جو جہاد
میں شریک ہونے سے مجبور ہیں بیمار ہیں یا کوئی اور عذر رکھتے ہیں مفسرین نے الی طائفۃ کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو
یہ حکم دیا ہے کہ جب آپ ان میں سے جو مدینہ میں رہ گئے ہیں ایک گروہ سے ملو اور پھر وہ لوگ جہاد میں جانے کو راضی ہوں تو اون سے کہو کہ
تمہارا چلنا اب ضرور نہیں ہے یہ اسلئے فرمایا کہ جو غزوہ تبوک میں نہیں گئے تھے وہ سب کے سب منافق نہیں تھے بلکہ اُن لوگوں
میں سے بعضے مومن بھی تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد سے واپس آکر بعضوں کے عذر کو قبول بھی کیا اور بعضوں کو
کچھ دنوں کی مہلت ملی اور پھر خدا نے اُنکی توبہ قبول کی جسکا ذکر آگے آویگا اسلئے فرمایا کہ وہ منافق تھوڑے سے لوگ ہیں اور ایک
چھوٹا سا گروہ ہے اون میں سے یہ بات کہو کہ تم اب جہاد میں نہیں شریک ہو سکتے تفسیر ابن ابی حاتم میں قتادہ کا قول ہے کہ یہ منافق
صرف بارہ شخص تھے جنکے حق میں آیۃ نازل ہوئی ہے صحیح بخاری میں انس رضؓ بن مالک اور صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبداللہ سے جو روایتیں ہیں
اُنکا حاصل یہ ہے کہ تبوک کے سفر سے واپسی کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ بعضے لوگوں نے گھر بیٹھے وہی ثواب
پایا جو اور لوگوں نے سفر کر کے پایا صحابہ نے پوچھا کہ حضرت یہ کیونکر آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ مجبوری کے سبب سے مدینہ میں رہ گئے
ورنہ وہ ضرور اس سفر میں شریک ہوتے ان حدیثوں سے اس قول کی پوری تائید ہوتی ہے کہ جو لوگ تبوک کے سفر میں
شریک نہیں ہوئے وہ سب منافق نہیں تھے اور یہی حدیثیں الی طائفۃ کا لفظ فرمانے کی گویا تفسیر ہیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

اور نماز نہ پڑھ اون میں کسی پر جو مر جاوے کبھی اور نہ کھڑا ہو اوسکی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اسکے رسول سے اور مر گئے بے حکم

صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عمر رضؓ اور عبداللہ بن عمر کی روایتوں سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اوس کا
حاصل یہ ہے کہ قبیلہ خزرج کا سردار منافقوں کا سرگروہ عبداللہ بن ابی کے بیٹے نے آنحضرت سے درخواست کی کہ آپ عبداللہ بن ابی کے جنازہ کی نماز بھی پڑھیں اور اپنے
جسم مبارک کا ایک کرتہ بھی دیویں جس میں عبداللہ بن ابی کو لپیٹ کر دفن کیا جاوے عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ کی دلداری آنحضرت کو زیادہ
منظور تھی کیونکہ یہ بدری صحابی اور آنحضرت کے بڑے فرمانبردار اور پکے مسلمان تھے اور بدر کے قیدیوں میں حضرت عباس
آئے تھے تو اُنکے پاس کپڑا نہ تھا اُس وقت عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ حضرت عباس کو دیا تھا ان وجوہات سے آنحضرت نے اپنا
کرتہ بھی عبداللہ بن ابی کے کفنانے کو دیا اور جنازہ کی نماز بھی پڑھی پھر نماز پڑھنے کے تھوڑی دیر کے بعد حضرت جبرئیل آئے
اور اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی جب آنحضرت نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا قصد کیا تھا تو حضرت عمر نے آنحضرت
کی چادر کا پلو پکڑ کر یہ کہا تھا کہ حضرت اس منافق کے جنازہ پر آپ کیوں نماز پڑھتے ہیں لیکن اوس وقت تک کوئی صریح ممانعت
اس طرح کے منافق لوگوں کے جنازہ پر نماز پڑھنے کی کسی آیۃ میں نہیں آئی تھی اور آیۃ استغفر لہم اولا تستغفر لہم میں ایک اختیار
کی صورت پائی جاتی تھی کہ کسی منافق کے جنازہ پر چاہیں تو آنحضرت استغفار کر بھی سکتے ہیں اور ابوطالب کی وفات کے وقت

آیۃ ماکان للنبی والذین اٰمنوا ان یستغفروا للمشرکین جو نازل ہوئی تہی اس مین خاص مشرکون کا حکم تہا منافقون کا کوئی حکم نہا
اس سبب سے آنحضرت نے حضرت عمر کا کہنا نہ مانا اور عبداللہ بن ابی کے جنازہ کی نماز پڑہی اس آیۃ کے نازل ہونے کے بعد جب صریح
ممانعت آگئی تو پہر آپنے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہین پڑہی چنانچہ ترمذی مین عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس کی روایتون
مین اسکی تصریح ہی اور ترمذی نے اسی حدیث کو صحیح کہا ہی۔ غرض اس قصہ کے متعلق جو مطلب بیان کیا گیا ہی وہ صحیح روایتون
کا مضمون ہی اسکے سوا بعضے علماء نے صحیحین کی روایۃ کو جو ضعیف کہدیا ہی یا بعضون نے عبداللہ بن ابی کے کامل ایمان کو
تسلیم کر لیا ہی یہ کچہ قابل اعتبار باتین نہیں ہیں۔ کیونکہ صحیحین کی روایۃ کو ضعیف ٹہرانا جس طرح ایک بے ٹہکانے بات ہے
اوسی طرح طبقات صحابہ مین جب عبداللہ بن ابی کا نام صحابہ کے ذیل مین جمہور علماء سلف نے نہیں لکہا تو ایک دو متاخر
عالمون کے کہنے سے عبداللہ بن ابی کامل الایمان صحابی کیونکر قرار پا سکتا ہی۔ صحیح بخاری و مسلم کی جابر بن عبداللہ کی
روایۃ مین یہ جو ذکر ہے کہ عبداللہ بن ابی کے دفن کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکی قبر پر آئے اور اوسکو قبر مین سے نکلوا
کر اُسکے جسم پر جگہ جگہ اپنے منہہ کا لعاب لگایا اور پہر اپنا کرتہ اُسکی لاش کو پہنایا۔ اس روایۃ مین اور اوپر کی روایتون مین کچہ اختلاف
نہین ہی کیونکہ اصل قصہ یون ہی کہ پہلے عبداللہ ابن ابی کے بیٹے کی خاطر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ بہی عبداللہ
بن ابی کے کفنانے کے لئے دیدیا تہا اور اُسکے جنازہ کی نماز بہی پڑہ لی تہی اسکے بعد عبداللہ بن ابی کے بیٹے کی زیادہ خاطرداری کے
خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ کا لعاب بہی عبداللہ بن ابی کی لاش کو لگانا چاہا اور اسی ارادہ سے اوسکی قبر پر
جاکر اُسکی لاش کو قبر سے نکلوایا اور آپکا کرتہ جو لاش کو پہنا دیا گیا تہا وسے اوتروا کر اپنا لعاب مبارک جگہ جگہ لاش پر ملا اور پہر وہی
کرتہ لاش کو اپنے ہاتہہ سے پہنا کر دفن کرا دیا فاسق کے معنے بے حکم کے ہیں اور کافر کے معنے دین کے منکر کے منافقون مین
یہ دونون باتین ہوتی ہیں کیونکہ اُنکے دلمین دین کا انکار ہوتا ہی اور ظاہر مین مثلاً جہوٹ بولنے امانت مین خیانت کرنے
سے یہ لوگ بے حکم بہی ہوتے ہیں اس لئے آیۃ مین دونون لفظ فرمائے۔

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا
اور تعجب نہ کر اُنکے مال اور اولاد سے   یہی چاہتا ہے   اللہ کہ عذاب کرے اونکو اون چیزونسے دنیا مین

وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۝
اور نکلے اونکی جان جب تک کافر ہی رہین

اس آیۃ کی تفسیر بعینہ اس سے پہلے گذر چکی ہی یہ دوبارہ تاکید کے ساتہہ اللہ پاک نے حکم دیا کہ کفار کے مال و اولاد کو دیکہکر
تعجب نکر خدا اُن لوگونکو انہین چیزون کے ساتہہ عذاب کریگا انکے مال انہین کے واسطے وبال جان ہو جائینگے انکی اولاد
انہین کے لئے موجب ہلاکت ہوگی اور یہ لوگ مرتے دم تک کافر کے کافر ہی رہینگے کبہی ایمان نہین لائینگے بعضے مفسرین
نے اس آیۃ اور اس سے پہلے کی آیۃ مین یہ فرق بیان کیا ہی کہ دونون آیتین دو قوم کے حق مین نازل ہوئی مال کی زیادتی نے

منزل ٢

ثعلبہ بن حاطب کی دینداری مین جو کچھہ فتور ڈالا اسکا ذکر حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایتہ سے اوپر گزر چکا ہی اسی طرح ترمذی
اور مستدرک حاکم مین حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایتہ ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ ہجرت کے وقت کچھہ صحابہ اپنے بی بی بچون کے
رونے پیٹنے کے سبب سے بہت روز تک ہجرت نہ کرسکے اور بہت سے دینی باتون سے محروم رہے ان حدیثون کو آیتہ کی تفسیر مین
بڑا دخل ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ مال واولاد جب پکے مسلمانون کے دین مین فتور ڈالنے والی چیزین ہین تو کچے مسلمان منافقون
کے حق مین مال واولاد بلاشک ایک عذاب ہی اولاد کا مرجانا مال مین کسی طرح کا نقصان اوٹھانا مال کی حفاظت اولاد کی
پرورش بیدینی کے سبب سے یہ سب باتین ان کے لئے ایسی عذاب ہین جنسے مرتے دم تک انکو فرصت نہیں آخر اسی حالت مین
یہ لوگ ایک دن مرجاتے ہین اور مال اور اولاد کے چھوڑ جانے کا غم اپنے ساتھ لیجاتے ہین یہی واسطے فرمایا ایسے لوگونکو اللہ تعالے
نے مال واولاد کی زیادتی کیا دی ہی کہ گویا انکو ایک عذاب مین پہنسا دیا ہے۔

وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا
اور جب نازل ہوتی ہی کوئی سورت کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہین مقدور والے انکے اور کہتے ہین
ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝
ہمکو چھوڑ دے رہجاوین ساتھ بیٹھنے والونکے خوش آیا اونہین کہ رہجاوین ساتھہ پچھلی عورتونکے اور مہر ہوئی انکے دلپر سو انکو بوجھہ نہین

اللہ پاک نے ان آیتون مین اون لوگونکی مذمت بیان فرمائی جنہیں جہاد مین شریک ہونے کی ہر طرح کی قدرت حاصل تھی اور پہر
بھی اونھون نے اس دینی کام سے پہلوتہی کی اسلئے فرمایا کہ جو لوگ غنی و مالدار ہین وہ بھی تو اجازت چاہتے ہین حالانکہ اللہ تعالی
نے قرآن کی اکثر سورتون مین یہ حکم نازل فرمایا ہی کہ خالص دلسے احکام الٰہی پر ایمان لاؤ اور جہاد مین شریک ہوکر لڑو مگر وہ
اسبات کو بہت پسند کرتے ہین کہ عورتون کی طرح گہر مین بیٹھے رہین انہین اسبات کی مطلق پروا نہیں کہ گہرون مین بیٹھنا عورتون کا کام
ہی اور مردون کا شیوہ دشمن کے مقابلہ مین جوانمردی کے ہنر کے دکھلانے کا ہی سورہ احزاب مین انہین لوگون کے حق مین یون فرمایا ہی
کہ جب لڑائی کا موقع آتا ہی تو سب سے پہلے یہ لوگ نامرد بن جاتے ہین اور جب لڑائی کا خوف جاتا رہتا ہی تو انکی زبان خوب چلنے لگتی
ہی اور سب سے زیادہ باتین بنانے لگتے ہین پہر فرمایا کہ ایسی ہی باتون سے انکے دلون پر زنگ کی مہر لگادیگئی ہی اسلئے یہ دین کے کام سے
جی چراتے ہین انکو اپنے نفع و نقصان کا کچھہ خیال نہین ہی بالکل ناسمجھہ ہین گویا عقل ہی نہین رکھتے ہین۔ صحیح بخاری و مسلم مین
حضرت عمر رض اور ابوہریرہ رض سے روایتین ہین جنمین حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتونکے
سوال کئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون باتونکے جواب دئے ہین ان روایتون کے موافق قیامت کے دن کی جزا و سزا
پر خالص دل سے ایمان لانا ایمانداری کی نشانی ہے۔ مسند امام احمد وغیرہ کے حوالہ سے ابوامامہ رض کی معتبر روایتہ ایک جگہ گذر چکی ہے
جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایماندار شخص کی یہ نشانی تبلائی ہی کہ نیک کام سے اسکا دل خوش ہوتا ہی اور برے کام سے
اسکو ایک طرح کا رنج ہوتا ہی ترمذی نسائی مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ رض کی صحیح روایتہ ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت

منزل ۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر توبہ کے برے کاموں میں لگے رہنے سے آدمی کے دل پر زنگ لگ کر اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہی ترمذی
اور بیہقی میں ابوہریرہ رضی سے روایت ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن نیک عمل کرنے والے تو اسبات
پر پچتاوینگے کہ اونھوں نے نیک عمل اور زیادہ کیوں نہیں کئے اور برے عمل کرنے والے اس بات پر پچتاوینگے کہ وہ برے
عملوں سے باز کیوں نہیں آئے اس حدیث کی سند میں ایک راوی یحیٰی بن عبداللہ بن موہب ہی جسکو بعضے علماء نے
ضعیف قرار دیا ہی لیکن ابوالحسن یحیٰی بن القطان نے یحیٰی بن عبداللہ کو ثقہ کہا ہی یہ یحیٰی بن القطان مصر کے مشہور علماء میں
ہیں اور راویوں کے ثقہ و ضعیف قرار دینے میں انکے قول کا بڑا اعتبار ہے ان حدیثوں کو آیۃ کی تفسیر میں دخل ہی جس کا حاصل
یہ ہی کہ اگرچہ قرآن کی اکثر آیتوں میں ان لوگوں کو عقبیٰ کی جزا و سزا پر خالص دل سے ایمان اور یقین لانے کا حکم دیا گیا لیکن ابتک یہ
اس منافق پنے سے باز نہیں آئے کہ دل میں کچھ اور زبان پر کچھ اسلئے بغیر سزا و جزا کے یقین لانے کے نہ انکے دل میں نیک کام کا
شوق ہی نہ برے کام کا خوف اوسکے بید ہڑک برے کام کرنے سے انکے دلوں پر زنگ کی مہر لگ گئی ہی جسکے سبب سے قرآن کی نصیحت انکے دلوں پر کچھ اثر نہیں
کرتی اور عقبیٰ کا بھلا برا انکی سمجھ میں نہیں آتا لیکن اپنی اس حالت پر یہ لوگ ایسے وقت پر پچتاوینگے جس وقت کا پچتانا انکے کچھ کام نہ آویگا

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ وَاُولٰٓئِكَ
لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہیں ساتھ اسکے لڑتے ہیں اپنے مال اور جان سے اور اون ہی کو ہیں خوبیاں اور وہی پہنچے
هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝
مراد کو تیار رکھے ہیں اللہ نے انکے واسطے باغ بہتی ہیں نیچے اونکے نہریں رہا کریں انمیں یہی ہی بڑی مراد ملنی

ع ٩ ١٧

اللہ پاک نے منافقوں کی مذمت بیان کرکے یہ بات بیان فرمائی کہ یہ لوگ جو جہاد میں نہیں شریک ہوئے ہیں اس سے کوئی ضرر خدا
کے دین کو نہیں پہونچتا ہی ان لوگوں سے جو بہتر اور اچھے لوگ ہیں رسول اور مومنین وہ لوگ سچے دل سے اور خالص نیت سے
خدا کی راہ میں جان اور مال سے حاضر ہیں اور آئے دن جہاد کرتے رہتے ہیں اور جیسا کہ حق جہاد کا ہی پورا پورا ادا کرتے ہیں پھر یہ
ذکر کیا کہ یہ مومنین جو اس طرح خدا کی راہ میں سرگرمی سے لڑ رہے ہیں تو انکی محنت رائگان نہیں جائیگی اسکے عوض میں
دنیا اور آخرت دونوں جگہ انہیں بہتری ہوگی اور بڑی فلاحیت اوٹھاوینگے کیا یہ کم دنیا میں فلاحیت ہی کہ جہاد میں شریک ہونے پر
مال غنیمت کے مستحق ہوتے ہیں اور عقبیٰ میں خدا تعالیٰ نے انکے لئے جنت بنا رکھی ہی جس میں نہریں جاری ہیں اور پھر یہ لوگ
اسمیں جانے کے بعد کبھی نکلینگے نہیں ہمیشہ ہمیشہ کو وہیں رہینگے طرح طرح کی نعمتیں انکے واسطے جنت میں موجود ہیں
یہ فوز عظیم نہیں تو کیا ہی صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضی کی حدیث اوپر گزر چکی ہی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جو شخص اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کے طور پر دین کی لڑائی میں شریک ہوتا ہی اسبات پر اللہ تعالیٰ اس کا ضامن
ہو جاتا ہی کہ اگر وہ اپنے گھر کو واپس آیا تو اجر اور مال غنیمت لیکر آویگا اور اگر شہید ہوا تو جنت میں داخل ہوگا صحیح بخاری و مسلم
کے حوالہ سے انس رضی بن مالک کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہی جسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی جنتی کو اگر ساری

دنیا کے ملجانے کا لالچ دیا جاکر دنیا مین آنیکو کہا جاویگا تو جنت کی نعمتون کو چھوڑکر کوئی جنتی دنیا مین آنے کو راضی نہ ہوگا مگر شہادت کے اجر مین شہیدونکو جنت کے عالی مقام جو ملین گے اونہین دیکھکر شہید یہ تمنا کرین گے کہ وہ پھر دنیا مین آوین اور دس دفعہ اللہ کی راہ مین پھر شہید ہون یہ حدیثین واولٰئک لہم الخیرات واولٰئک ہم المفلحون کی گویا تفسیر ہین جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ضامن ہونے کا یہ ظہور ہوا کہ ان لوگون مین سے جو زندہ رہے اونھون نے اور اون کی اولاد نے بادشاہت پائی اور جو شہید ہوگئے اون کو وہ عالی درجے ملے کہ جن کو دیکھکر انہین پھر دنیا مین آنے اور شہید ہونے کی آرزو پیدا ہوئی

وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور آئے بہانہ کرتے گنوار تا رخصت ملے اونکو اور بیٹھہ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

سے پہنچے گی اونکو جو منکر ہوئے اون مین دکھہ کی مار

اللہ پاک نے اس آیت میں اُن دو گروہ کا ذکر فرمایا جنھون نے جھوٹا عذر کرکے جہاد مین شرکت نہین کی اور جنھون نے عذر بھی نہین بیان کیا خدا و رسول کے وعدونکو جھوٹا جانکر گھرونمین بیٹھہ رہے فرمایا کہ ان دونون گروہ کو سخت عذاب پہونچے گا مفسرین کا اسبات مین اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ تھے جنھون نے عذر کیا تھا بعضون نے یہ کہا ہے کہ یہ لوگ قبیلہ اسد اور غطفان کے لوگ تھے انھون نے یہ عذر کیا تھا کہ ہمارے اہل وعیال مین جنکے واسطے ہم کو بڑی محنت و مشقت کرنی پڑتی ہے آپ ہمین گھر مین رہ جانے کی اجازت دیدین اور بعضون نے یہ بیان کیا ہے کہ عامر بن طفیل کے یہ لوگ تھے اونھون نے آکر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی تھی کہ ہم آپکے ساتھہ اگر چلکر لڑائی میں شریک ہون تو ہمارے بی بی بچے اور مویشی اکیلے رہ جائین گے قبیلہ طے کے گنوار اگر ہمارے پیچھے اونہین برباد کردین گے اور سب مال لوٹ کر لیجائین گے اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگون سے کہدیا کہ خیر خدا نے تمہاری ضرورت میرے واسطے نہین رکھی ہے - اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ قبیلہ غفار کے چند آدمیون نے عذر بیان کیا تھا اللہ پاک نے اس عذر کو قبول نہیں کیا صحیح قول یہی ہے کہ اطراف مدینہ مین جو چند قبیلے رہتے تھے اون مین سے بعضے لوگ جھوٹے عذر کرکے اور بعضے بغیر کسی عذر کے پیش کرنے کے اپنے اپنے گھرون مین بیٹھہ رہے اور اس سفر مین اونھون نے لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ دیا مال اور اولاد کے دین مین فتور ڈالنے کی روایتین جو اوپر گذر چکی ہین وہی روایتین اس آیت کی بھی گویا تفسیر ہین ان مین سے بعضے لوگونکو منکر دین اور لائق عذاب اسلئے فرمایا کہ بعضے ان مین کے پھر بعد اسکے خالص دل سے پکے مسلمان ہوگئے چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے جو روایتین ہین اون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کی تعریف فرمائی ہے +

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

ضعیفونپر تکلیف نہین اور نہ مریضونپر اور نہ اونکو جنکو پیدا نہین جو خرچ کرین

منزل ۲

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

جب دل سے صاف ہوں اللہ اور رسول کے ساتھ نہیں نیکی والوں پر الزام کی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تفسیر ابن ابی حاتم اور مغازی محمد بن اسحاق مین زید بن ثابت کی روایۃ سے جو شان نزول اس آیۃ کی بیان کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ قوی تندرست مالدار لوگ جو غزوہ تبوک میں نہین گئے تھے جب اوپر کی آیتون مین ایسے لوگون پر اللہ کی خفگی کی آیتیں نازل ہوئین تو ناتوان بوڑھے اور بیمار اور ایسے مفلس صحابہ جنکے پاس اتنا خرچ نہیں تہا کہ سواری اور خرچ راہ کا بندوبست کرکے آنحضرت کے ساتھ جاتے وہ بہت ہراسان ہوئے کہ شاید ہم لوگ بھی اسی خفگی مین داخل ہیں انکی تسکین کے لئے اللہ تعالی نے یہ آیۃ نازل فرمائی حاصل معنے آیۃ کے یہ ہین کہ ایسے صاحب عذر جو لڑائی پر نہین گئے تو اون پر سرزنش اس سبب سے نہیں ہے کہ عذر نے ایسے لوگون کو معذور کر رکھا ہی اور اس معذوری کے سبب سے انپر لڑائی مین جانا فرض نہیں ہی اصل سرزنش تو اُن لوگون پر ہے جنہون نے بغیر کسی معذوری کے جھوٹے عذرون سے نبی وقت کا ساتھ چھوڑ دیا صحیح بخاری کے حوالہ سے انس بن مالک کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے جابر بن عبداللہ کی روایتیں اوپر گزر چکی ہین جنمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت سے ہمارے ساتھی مدینہ مین ایسے ہیں کہ ہر کام مین گویا ہمارے ساتھ ہیں جو رستہ ہمنے طے کیا وہ گویا اونھون نے بھی طے کیا کیونکہ عذر کے سبب سے وہ ہمارے ساتھ نہیں آسکے ایسے دین کے عام کام مین عذر کے سبب سے جو شخص شریک نہو سکے اوس سے اللہ تعالی نے اس آیۃ مین غیر حاضری کی سرزنش اوٹھالی ہے مگر ساتھ ہی اسکے ایک شرط بھی لگادی ہی کہ اس طرح کا معذور آدمی گھر بیٹھے کوئی بات فساد کی ایسی نہ نکالے جس سے معلوم ہو کہ وہ دین کا خیرخواہ نہیں ہی مثلاً جو مسلمان سفر مین گئے ہوئے ہیں اُنکے حق مین کوئی بدخبر اوڑا کر اُنکے رشتہ دارون کو پریشان کر دینا یا مخالفین دین سے کسی سازش کا کرنا محسنین وہ لوگ ہیں جو ہر طرح کی بدنی اور مالی عبادت اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جانکر ادا کرتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث جو ایک جگہ گزر چکی ہی اوس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے معنے اسی طرح کی حسن عبادت کے بتلائے ہیں یہ وہی حدیث ہی جس مین جبرئیل علیہ السلام نے سائل بنکر چند مسئلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے ہیں اور آپ نے اون مسئلون کے جواب دئے ہیں ان لوگون کو محسنین جو فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ لشکر اسلام کی غیر حاضری اور سفر تبوک کے زمانہ مین ان لوگون نے آیۃ کی شرط کے برخلاف کوئی بات نہیں کی اسی واسطے یہ لوگ گھر بیٹھے اُس اجر کے مستحق ہوئے جس کا ذکر اوپر کی حدیثون مین گزرا اوپر گزر چکا ہی کہ یون تو جہاد فرض کفایہ ہی - فرض کفایہ اوس فرض کو کہتے ہیں کہ قوم کے تھوڑے سے لوگ بھی اوسکو ادا کر لیوین تو سب قوم سے اُسکا بوجھ ٹل جاتا ہی لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی گزر چکا کہ جن لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی لڑائی پر جانے کا حکم دیا تو نماز روزہ کی طرح اونپر فرض عین تہا کہ وہ لوگ ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کرین یہ بات اس سبب سے تہی کہ اوس زمانہ کے سب مسلمان بیعت کے ذریعہ سے یہ معاہدہ کر چکے تھے کہ وہ ہر حال میں اسلام کی مدد کرینگے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرؓ کی یہ حدیث ایک جگہ گزر چکی ہی کہ عہد شکنی منافق کی نشانی ہے

منزل ۲

اسی واسطے بلا عذر قوی کے جو لوگ گھر بیٹھ رہے اس سورۃ کی آیتوں میں اوپر خفگی نازل ہوئی کیونکہ صحیح بخاری میں کعب بن مالک کے قصہ کی جو حدیث ہے اوسمین یہ ذکر صاف ہے کہ سوا سچے صاحب عذر لوگوں کے اور سب مسلمانوں کو اس سفر میں ساتھ چلنے کا حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا جس سے نماز روزہ کی طرح اونپر اس لڑائی میں جانا فرض عین تھا حاصل کلام یہ ہے کہ اس مقام پر بعضے مفسرین کو یہ شبہ جو پیدا ہوا ہے کہ جہاد جب فرض کفایہ ہے تو صرف بعضے لوگوں کے تبوک کے سفر میں شریک نہونے سے اون لوگوں پر اس قدر عتاب الٰہی کیوں ہوا اوپر جو آیۃ کی تفسیر بیان کی گئی اسکے بعد اب وہ شبہ باقی نہیں رہتا۔

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّ

اور نہ اون پر کہ جب تیرے پاس آئے تو اونکو سواری دے تونے کہا نہیں پاتا ہوں وہ چیز کہ اسپر تمکو سوار کردوں اولٹے پھرے

اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؀

اور اونکی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ نہیں پاتے جو خرچ کریں

صحیح بخاری میں ابو موسےٰ اشعریؓ کی روایت سے جو اس آیۃ کی شان نزول اور تفسیر بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سے لڑائی پر جانے کے لئے سواری عطا فرمانے کی خواہش ہیش کی اسوقت آپ کچھ غصہ میں تھے اس غصہ کی حالت میں آپنے سواری کے دینے سے اللہ کی قسم کھا کر انکار کیا اسلئے ابو موسےٰ اشعری اور لشکر کے ساتھی مایوس ہو کر چلے آئے تھے اتنے میں آپکے پاس کچھ اونٹ مال غنیمت کے کہین سے آگئے اور آپنے ان لوگوں کو پھر بلایا اور چھ اونٹ انکو دئے پہلے یہ لوگ اونٹ لیکر چلے پھر انکو خیال آیا کہ آنحضرت کو آپکی قسم یاد دلانی چاہیئے ایسا نہو کہ آپنے قسم کی حالت کو بھولکر ہمکو یہ اونٹ دئیے ہوں اس خیال سے یہ لوگ راستہ میں سے پلٹے اور آپکو قسم کی حالت یاد دلائی تو آپنے فرمایا جاؤ تمہیں اللہ نے سواری دی ہے میں جب قسم کھاتا ہوں اور جس کام پر وہ قسم ہو اوس سے بہتر کوئی کام مجھکو نظر آتا ہے تو قسم کا کفارہ دیکر اوس بہتر کام کو میں کر لیتا ہوں اس آیۃ کی تفسیر اور شان نزول اس حدیث کو اس سبب سے کہا گیا کہ یہ آیۃ تو بلا خلاف جنگ تبوک کے واقعہ کے بیان میں ہے اور اس حدیث کو بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ نے غزوہ تبوک میں روایۃ کیا ہے اور اس حدیث میں یہ صراحت بھی ہے کہ ان اشعری لوگوں کا آنحضرت سے سواری مانگنے کو آنا جنگ تبوک کے وقت تھا اسلئے آیۃ اور حدیث کا قصہ ایک ہی قصہ ہے امام بخاری نے جنگ تبوک میں تو ابو موسےٰ اشعری کی اس حدیث کو مختصر طور پر روایۃ کیا ہے لیکن قسم کے کفارہ کے اور بابوں میں اسی حدیث کو مفصل طور پر روایۃ کیا ہے اسلئے ان سب روایتوں کے دیکھنے سے آیۃ کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اسی واسطے ان سب روایتوں کا حاصل ایک جگہ کیا جا کر آیۃ کی تفسیر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ

راہ الزام کی اونپر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھسے اور مالدار ہیں خوش لگا او نہیں کہ رہ جاویں پچھلی عورتوں کے ساتھ

منزل ۲

وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ

اور مہر کی اللہ نے اونکے دلپر سو وہ نہین جانتے بہانے لاوینگے تمہارے پاس جب پہرکر جاؤ گے اونکی طرف تو کہہ

لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ

بہانے مت بناؤ ہم ہرگز یقین نہ کرینگے تمہارا ہمکو بتا چکا ہے اللہ تمہارے احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اسکا رسول

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

پہر جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتا دیگا تمکو جو کر رہے تھے اب قسمین کہا وینگے اللہ کی تمہارے پاس جب پہر جاؤگے

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اونکی طرف تا اُنسے درگزر کرو سو درگزر کرو اون سے وہ لوگ ناپاک ہیں اور اونکا ٹہکانا دوزخ ہے بدلا اونکی کمائی کا

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝

قسمین کہا وینگے تمہارے پاس کہ تم اونسے راضی ہوجاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے اُنسے تو اللہ راضی نہین بے حکم لوگون سے

اوپر کی آیتون مین اُن لوگون کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا تہا جو اپاہج بڈہے یا مفلس ہونے کے سبب سے لڑائی پر نہین گئے اور ان لوگونکو معذور ٹہراکر یہ فرمایا تہا کہ یہ لوگ سرزنش کے قابل نہین ہیں ان آیتون مین فرمایا کہ اصلی سرزنش کے قابل وہ لوگ ہیں جو باوجود دولتمند ہونے اور ہٹے کٹے ہونے کے اللہ کے رسول کا ساتہ چہوڑکر بیٹہہ رہے اور آگے کی آیتون مین دور تک ان لوگونکا ذکر ہے جس ذکر مین ان لوگون کی تین قسمین ہیں ایک تو وہ جنہون نے آنحضرت سے جہوٹے عذر کئے انکی نسبت فرمایا کہ اللہ تعالی اُنسے راضی نہین اور اللہ نے انکے لئے سخت عذاب کہا ہے دوسرا گروہ ہے جنہون نے اپنے قصور پر خود قائل ہوکر اپنے آپکو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندہ دیا تہا جنکی توبہ جلدی قبول ہو گئی تیسرا گروہ اون تین آدمیونکا ہے جنہون نے آنحضرت کے مدینہ مین واپس آنے کے بعد آنحضرت کے روبرو اپنے قصور کا سچا اقرار کیا اور کوئی جہوٹا عذر نہین گہڑا انکی توبہ پونے دو مہینے کے بعد قبول ہوئی۔ ان آیتون مین پہلی قسم کے لوگون کا ذکر ہے باقی کے دو قسم کے لوگونکا ذکر آگے آویگا حاصل مطلب ان آیتون کا یہ ہے کہ ان لوگونکو عقبی کے عذاب و ثواب کا یقین نہین ہے اسلئے رات دن ہٹدہرک یہ لوگ طرح طرح کے گناہون مین گرفتار رہتے ہیں اور کثرت گناہون سے انکے دلپر ایسا زنگ چہا گیا ہے کہ اُس زنگ کے سبب سے انکا دل ناپاک ہو گیا ہے جس سے جہاد کی خوبی کی یا اور کسی نیک بات کے سمجہنے کی صلاحیت انکے دل مین نہین رہی ہے پہر فرمایا اے رسول اللہ کے تم اور تمہارے ساتہ کے مسلمان جب مدینہ مین جاؤ گے تو یہ لوگ طرح طرح کے عذر کرینگے اسپر ان لوگونکو یہ جواب دیدیا جاوے کہ اللہ تعالی نے تمہارے دل کا حال ہمکو بتلا دیا ہے اس لئے اب تو ہم تمہارے عذرون کی صداقت نہین کر سکتے ہان تمہاری آئندہ کی حالت پر اللہ اور اُسکے رسول کی نظر ہے کہ آئندہ تم اسلام کے ساتہ کیسا برتاؤ رکہتے ہو اور اسلام کے ساتہ جیسا برتاؤ آئندہ تم لوگ رکہو گے ویسا ہی برتاؤ قیامت کے دن اللہ تعالی تمہارے ساتہ برتیگا کیونکہ سزا و جزا کے لئے ایکدن سبکو اُس غیبدان کے روبرو حاضر ہونا ضرور ہے پہر فرمایا تمہاری واپسی کیوقت قسمین کہا کہا کر اسلئے یہ لوگ عذر کرینگے کہ تم انکو کوئی ظاہری سرزنش نکرو اب ان

لوگونکے دل جب بداعتقادی کے سبب سے ایسے ناپاک ہین کہ کوئی نصیحت اُنکو پاک نہیں کر سکتی تو تم بھی اُنکو اُنکے حال پر چھوڑ دو کیونکہ علم الٰہی مین جو لوگ دوزخی ٹھہر چکے ہین اُنکے دلپر کسی سرزنش کا کچھہ اثر نہین ہو سکتا پھر فرمایا تمکو اُنکی بداعتقادی اور دلکی گندگی کا حال معلوم نہیں اسلئے اگر بالفرض اپنی جھوٹی قسمون پر یہ لوگ تمکو کچھہ رضامند کر لین تو کر لین مگر اللہ کو تو اُنکے دلونکا حال ذرا ذرا معلوم ہی اسواسطے جبتک منافق پنے کی گندگی سے یہ لوگ اپنے دلونکو پاک نکرینگے اُسوقت تک ایسے بیحکم لوگونسے نہ اللہ راضی ہو سکتا ہی نہ بارگاہ الٰہی مین تمہاری رضامندی اُنکے کچھہ کام آسکتی ہی معتبر سند سے ابوہریرہؓ کی ایک حدیث ترمذی نسائی ابن ماجہ وغیرہ کے حوالہ سے اوپر گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر توبہ کے گناہونکی کثرت سے آدمی کے دلپر زنگ لگ جاتا ہی جو اُسکے تمام دل کو گھیر لیتا ہی اسیطرح صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کی ظاہری حالت پر نہین ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر تو ہمیشہ انسان کے دلپر لگی رہتی ہی کہ انسان ہر ایک کام دلکے کس ارادہ اور نیت سے کرتا ہی آیتون اور حدیثونکے ملانے سے آیتونکی وہی تفسیر قرار پاتی ہی جو اوپر بیان کی گئی کہ ان لوگون کے دلمین عقبیٰ کے عذاب کا خوف نہین ہی اسلئے ہر وقت یہ لوگ گناہونمین گرفتار رہتے ہین جسکے سبب سے اُنکے دلونپر زنگ کی مہر لگ گئی ہی اور آدمی کے دلکا حال سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہین اسواسطے مسلمان لوگ ان منافقونکے اوپری دلکے عذرون اور انکی جھوٹی قسمون سے دہوکا کھا سکتے ہین مگر اللہ تعالیٰ کی نظر تو ان منافقونکے دلپر لگی ہوئی ہی اور اُسکو اُنکے ہر ایک دلی ارادہ کا حال معلوم ہی اسلئے جبتک ان لوگونکے دلسے یہ منافق پن کی گندگی نجاویگی اور یہ لوگ صاف دلسے پورے مسلمان نبکر اپنے ظاہر و باطن کو یکسان نکرینگے اُسوقت تک انکا اوپری دلکا کوئی عذر اور کوئی عمل نہ بارگاہ الٰہی مین مقبول ہو سکتا ہی نہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی انہیں حاصل ہو سکتی ہے۔

منزل ٢

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ گنوار سخت منکر ہین اور منافق اور اوسی لائق کہ نہ سیکھین قاعدے جو نازل کئے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ سب جانتا ہی حکمت والا

گنوارونکی طبیعت اور سمجھہ جیسی ہوتی ہی وہ تو ظاہر ہی ہی کہ ہٹ دہرمی گویا انکی گھٹی مین پڑی ہوئی ہی عقل سے اونہیں کوئی سروکار نہین نہ علم سے کوئی واسطہ دل بھی انکے ایسے ہی سخت ہوتے ہین کفر و نفاق بھی انمین بہ نسبت شہر والونکے کہین بڑہا ہوا ہوتا ہی اسلئے وہ اسی لائق ہین کہ قرآن اور دین اسلام کے احکام کو نہ جانین کیونکہ ذاتی سخت مزاجی کے علاوہ انکو دین و اسلام کی باتین بھی دیہات کی سکونت کے سبب سے کم معلوم ہوا کرتی ہین۔ مسند امام احمد ابوداؤد اور ترمذی مین حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جنگل کے رہنے والے گنوار جفا کار ہوتے ہین اور یہی سبب ہے کہ گنوارونمین سے کوئی پیغمبر نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنا رسول شہر ونمین پیدا کیا کیونکہ وہ علیم حکیم ہی وہ جانتا ہی کہ علم اور ایمان کسکو زیبا ہی جہالت اور کفر و نفاق کس کا حصہ ہی۔ عبداللہ بن عباس کی حدیث کو ترمذی نے حسن غریب کہا ہی لیکن طبرانی مین عبداللہ بن مسعودؓ کی اسی مضمون کی حدیث ہی اُسکی سند معتبر ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ٹھہر لیتے ہین اپنا خرچ کرنا چٹی اور تاکتے ہین تمپر زمانہ کی گردشین انہین پر پڑی گردش بڑی اور اللہ سب سنتا ہی جانتا

اس آیۃ مین فرمایا دوسری قسم کے گنوار وہ ہین کہ خدا کی راہ مین خرچ تو کرتے ہین مگر ناخوشی سے اور انکو ہر وقت یہ خیال لگا ہوا ہی کہ زمانہ ایک طور پر نہین رہتا ممکن ہی کہ گردش زمانہ سے مشرکین غالب آجائین یا کوئی اور حادثہ درپیش ہو اسلئے فرمایا کہ برے وقت اگر آئین گے تو انہین پر آئین گے رسول یا مومنین پر کیون آنے لگے اصل مین بنو اسد اور غطفان کی طرف اس آیۃ مین اشارہ ہی کیونکہ یہ لوگ خرچ تو کرتے تھے مگر انکے دلمین یہی دغدغہ لگا رہتا تھا جسکا ذکر اوپر گزرا صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی حدیث گزر چکی ہی کہ ہر نیک عمل کیوقت اللہ تعالے انسانکی نیت کو دیکھتا ہی کہ کس نیت سے یہ نیک عمل کیا گیا ہی یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے حاصل یہی کہ ان لوگونکا نیک عمل خالص نیت سے نہیں تھا اسلیے بارگاہ الٰہی مین قبول نہین ہے

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ

اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور ٹھیراتے ہین اپنا خرچ کرنا نزدیک ہونا اللہ سے اور دعائین

الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

رسول کی سنتا ہے اور وہ انکے حق مین نزدیکی کا سبب ہے داخل کرنے پر ہے انکو اللہ اپنی مہر مین بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ع

پھر فرمایا کہ تیسری قسم کے وہ گنوار ہین جو خدا پر اور قیامت کے دن پر سچے دلسے ایمان لاچکے ہین اور خدا کی راہ مین اس امید پر خرچ کرتے ہین کہ خدا سے نزدیکی ہو اور رسول انکے لیے مغفرت چاہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی راہ مین خرچ کرنیوالے اور صدقہ دینے والون کیلئے دعا فرمایا کرتے تھے عبدالرحمن بن مغفل کہتے ہین ہم مقرن کے دس بیٹے تھے یہ آیۃ ہماری شان مین اتری ہی مجاہد نے بھی آیۃ کی یہی شان نزول بیان کی ہی جو عبدالرحمن بن مغفل کہتے ہین یہ عبدالرحمن بن مغفل ثقہ تابعی ہین بعضے علمانے انکو صحابہ مین جو شمار کیا ہی وہ صحیح نہین ہی کلبی کا قول ہی کہ اسلم و غفار و جہنیہ و مزینہ یہ لوگ اسی امید مین خرچ کرتے تھے کہ خدا سے نزدیکی ہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے واسطے دعا فرماوین اسواسطے یہ آیۃ انہین کی شان مین اتری ہی بنی مقرن قبیلہ مزینہ مین سے ہین اسواسطے مجاہد اور کلبی کے قول مین کچھ اختلاف نہین ہی صحیح بخاری و مسلم مین ابوہریرہ کی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نیک کمائی مین سے جو کوئی شخص ذراسی چیز بھی صدقہ خیرات مین دیدے تو اللہ تعالی اس چیز کے اجر کو خاص اپنے سیدھے ہاتھ مین لیتا ہی اور اوس ذراسی چیز کے اجر کو ایک پہاڑ کے برابر کر دیتا ہی اگرچہ اللہ تعالی کے دونون ہاتھ سیدھے ہین لیکن نیک کمائی اور نیک نیتی کے صدقہ خیرات کی شان بڑہانے کیلئے سیدھے ہاتھ کا لفظ حدیث مین فرمایا صدقہ خیرات کے سببسے قربت الٰہی کا ذکر جو آیۃ مین ہی یہ حدیث گویا اسکی تفسیر ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

اور جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو انکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ہوا اون سے

وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور وہ راضی ہوئے اوس سے اور رکھے ہین انکے واسطے باغ نیچے بہتی نہرین رہا کرین اسمین ہمیشہ یہی ہے مراد پانا بڑا

منزل ۲

گنواروں کے بعد اللہ جل شانہ شہر والونکا ذکر فرماتا ہی اس مقام پر مفسرین کا اختلاف ہی کہ سابقین سے کون لوگ مراد ہین لیکن حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردون مین جہان مجاہد کا قول نہ ہو تو سعید بن المسیب کے قول کے موافق رفع اختلاف کیا جاتا ہی سعید بن المسیب

کے قول کی موافق مہاجرین اور انصار مین سابقین وہ صحابہ ہین جو بیت المقدس اور بیت اللہ دونون قبلون کی نماز دونین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے۔ عطار بن ابی رباح کا قول ہی کہ جو صحابہ بدر کی لڑائی سے پہلے اسلام لائے اور اس لڑائی مین شریک ہوئے ان ہی کو سابقون فرمایا ہی۔ یہی قول شاہ صاحب نے اپنے فائدہ مین لیا ہی۔ دو قبلون کی نماز اور بدر کی لڑائی یہ دونون باتین ایک ہی سال سنہ ۲ ہجری کے ہین اس واسطے سعید بن المسیب اور عطار بن ابی رباح کے قول مین کچھ اختلاف نہین ہے لیکن سعید بن المسیب عطار بن ابی رباح سے زیادہ ثقہ ہین اس لیے اس تفسیر مین ان ہی کا قول لیا گیا حاصل کلام یہ ہی کہ اس قول کی بنا پر والذین اتبعوہم باحسان سے باقی کے صحابہ مقصود ہونگے اور حاصل معنے یہ ہونگے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگون سے راضی ہی اور یہ لوگ خدا سے راضی ہین انکے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہی اور خدا کا وعدہ جھوٹا نہین ہی یہ لوگ قطعی جنتی ہین جنکے دل مین انکی طرف سے بغض ہے یا جو ان مین سے کسی ایک کو بھی برا سمجھتا ہے اسکا ایمان باقی نہین رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ انکی نسبت رضامندی کی خبر دیتا ہی کہ مین ان لوگون سے راضی ہو چکا اور ان لوگون کے لئے جنت مقرر کر چکا حاصل یہ ٹھہرا کہ اس آیۃ مین فقط صحابہ کا ذکر ہے تابعین کا ذکر نہین صحابہ کے ساتھ تابعین کا ذکر سورہ حشر مین آویگا صحیح بخاری و مسلم مین ابو سعید خدری رضہ کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کے حق مین کوئی شخص کسی طرح کی کوئی بری بات منہ سے نہ نکالے میرے صحابہ کا بڑا درجہ ہی اونکا تھوڑا نیک عمل اور ون کے تو دہ کے تودہ عملون سے بہتر ہے یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے جس سے صحابہ کی شان اور انکی بدگوئی سے زبان کو روکنے کی تاکید معلوم ہوتی ہی۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہین اور بعضے مدینہ والے اڑ رہے ہین نفاق پر

لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۚ

تو اونکو نہین جانتا ہمکو معلوم ہین اونکو ہم عذاب کرینگے دوبار پھر پھیرے جاوینگے وہ بڑے عذاب مین

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے پڑھتے چار پانچ آدمیونکو فرمایا کہ تم منافق ہو نکل جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آرہے تھے ان لوگونکو مسجد سے آتے ہوئے دیکھکر سمجھے کہ نماز ہو چکی اور چھپ گئے ان لوگون نے بھی حضرت عمر کو دیکھ لیا تھا وہ یہ سمجھکر چھپ گئے کہ انپر ہمارا حال ظاہر ہو گیا۔ جب حضرت عمر رضہ مسجد مین پہونچے تو دیکھا کہ ابھی جماعت نہین ہوئی ہی ایک شخص نے بڑھکر کہا کہ آج تو منافق بہت ذلیل ہوئے خدا نے انکو مسجد سے نکلوا دیا حضرت ابن عباس فرماتے ہین ایک عذاب تو یہی ہی کہ مسلمانون کی مسجد سے یہ لوگ نکالے گئے بھری محفل مین رسوائی ہوئی اور دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہی پھر آخرت مین عذاب عظیم ہی۔ مجاہد رضہ نے بیان کیا ہی کہ قحط سے بھوکے رہنا دنیا کا عذاب ہی بعضے مفسرین نے لکھا ہی کہ مدینہ مین اور مدینہ کے اطراف مین جہینہ مزینہ اشجع غفار اسلم رہتے تھے انہین مین سے وہ لوگ ہین جہینہ مزینہ وغیرہ کی اگرچہ اوپر تعریف گذر چکی ہی لیکن یہ ہو سکتا ہی کہ ان قبیلون مین ہر طرح کے لوگ ہون اس سبب سے ان دونون روایتون مین کچھ اختلاف نہین ہے بعض مفسرین نے ان لوگونکے نام بھی ذکر کئے ہین اور بعضون نے نام نہین بیان کئے کیونکہ اللہ پاک نے اپنے رسول کو خود ان

فرمایا ہی کہ تم نہیں جانتے ہم انکو جانتے ہیں پھر اور کوئی اُنکے نام کیونکر جان سکتا ہے حاصل مطلب ہی کہ نواح مدینہ مین قبیلہ جہینہ
و مزینہ وغیرہ کے کچھ لوگ اور خاص مدینہ میں عبداللہ بن ابی کی جماعت یہ منافق لوگ ہین یہ لوگ جانتے ہیں کہ انکا حال کسی کو معلوم
نہین مگر اللہ کو انکا حال خوب معلوم ہی اسیواسطے اُسنے دنیا مین انکو رسوا کیا ابھی عذاب عقبیٰ باقی ہی صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمر رض
کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسطرح بکریون کے دو ریوڑون مین سے ایک ریوڑ کی بکری ریوڑ سے پیچھے رکر
اپنے ریوڑ کو ٹٹولتی پھرتی ہے کبھی اس ریوڑ کی طرف جاتی ہی کبھی اوس ریوڑ کی یہی حال منافقون کے اعتقاد کا ہی کہ ظاہر مین مسلمانون
کے گروہ کے ساتھی معلوم ہوتے ہیں اور حقیقت میں مخالف اسلام جماعت کے حامی ہیں یہ حدیث منافقون کے اعتقاد کی تفسیر
ہے رہے انکے عمل وہ صحیح حدیثون کے موافق یہ ہیں کہ اذان سننے کے بعد جماعت کی پروا نہیں کرتے دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں تو
وقت کو ٹال کر بیوقت جلدی کے مارے ایسی کہ جس مین نہ پورا رکوع ہی نہ سجدہ اور اسی طرح دین کا جو کام کرتے ہین اپنے جان و مال
کو مسلمانونکے حملہ سے بچانیکے لئے اوپری دلسے کرتے ہیں اللہ تعالی کی رضامندی اور عقبی کے ثواب کی نیت سے کچھ بھی نہیں کرتے
کیونکہ عقبی کے ثواب کا پورا یقین انکے دل مین نہین ہی۔ سوا ان باتونکے وعدہ خلافی امانت مین خیانت جھوٹ بولنا لڑائی جھگڑے
کے وقت گالیان بکنا وغیرہ منافقونکی یہ بھی نشانیان ہین جنکا ذکر تفصیل سے اس تفسیر مین کئی جگہ آچکا ہی حاصل یہ ہی کہ جب تک
اسلام کا غلبہ تھا اسوقت تک جان و مال کے خوف سے اسطرح کے اعتقادی نفاق کی لوگونکو ضرورت تھی کہ ظاہر مین مسلمان بنے
رہین اور باطن مین اسلام کے مخالف اب ضعف اسلام کے سبب سے وہ بات تو باقی نہیں ہی کھلم کھلا جس کا جی چاہے یہودی
ہو جاوے جس کا جی چاہے نصرانی آریہ وغیرہ کوئی کسی کا پرسان حال نہین ہی لیکن ضعف ایمان کے سبب سے عملی نفاق کی باتین
اب بھی باقی ہیں اور جون جون نبوت کا زمانہ دور ہوتا جاویگا دن بدن یہ باتین بڑھتی جاوینگی اس ضعف اسلام کے زمانہ
مین ہر مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے ایمان کی قوت اور ضعف کا حال جانچنے کے لیئے ابی امامہ کی اس حدیث کے موافق اپنے دل کا
حال ہمیشہ دریافت کیا کرے جو حدیث اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے پوچھا کہ حضرت ایماندار آدمی کی کیا نشانی ہے آپنے جواب دیا کہ نیک کام کرکے جب تیرا دل اندر سے خوش ہو اور برا کام
کرکے تیرے دلمین ایک ندامت پیدا ہو تو جان لیجیو کہ تیرے دلمین نور ایمانی کی جھلک ہی۔ اب مثلاً ایک شخص کی نماز کو اتفاق سے
ایک دن دیر ہو گئی اور اُسپر اُسکو ایک طرح کی ندامت ہوئی تو ایسے شخص کو جان لینا چاہیئے کہ اُسکے دلمین نور ایمان کی کچھ جھلک ہے
اور جس شخص کا حال اسکے برخلاف ہی اُسکا نور ایمان بلا شک دھندلا اور اُسکے دلپر نفاق عملی کا اندھیرا چھایا ہوا ہے جب تک
چند روزہ زندگانی ہی ایسے شخص کو اپنی اس عادت پر نادم ہونے کا اور آیندہ اُسکو چھوڑ دینے کا اچھا موقع حاصل ہی ورنہ پھر
آنکھ بند ہوتے ہی یہ موقع کہان اور ایسا شخص کہان۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مین محمد بن ابی عمیرہ کی حدیث ہے جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ دنیا مین تمام عمر جیتی سے نیک کامون مین لگے رہین گے قیامت کے دن اُنکو یہہ
پچھتاوا ہوگا کہ انہون نے نیک عمل اور زیادہ کیون نہین کئے جو اجر مین اور زیادتی ہوتی نیک عملون مین سستی کرنے والے

منزل ۲

لوگونکو چاہیئے کہ وہ اس حدیث کا مضمون خوب لمبین کہکہ اپنا اُس دن کا پچتاوا یاد کرین جس دن کا پچتاوا اُنکے کچھہ کام نہ آویگا
ابی امامہ کی اس حدیث کی سند پر اگرچہ بعضے علما نے یہ اعتراض کیا ہی کہ اس حدیث کی سند مین ایک راوی مطلب بن عبد اللہ ہے
جسمین کچھہ کلام ہے لیکن یہ حدیث طبرانی کبیر اور اوسط مین بھی ہے جسکی سند مین مطلب بن عبد اللہ نہین ہے اسلیئے ایک
سند کو دوسری سند سے تقویت حاصل ہو کر یہ حدیث معتبر سند کی حدیثون مین داخل ہو سکتی ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ

اور بعضے اور دون نے مان لیا اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے اونکو

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ

بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے لے اونکے مال مین سے زکوٰۃ کہ اُنکو پاک کرے اس سے اور تربیت اور دعا دے اُنکو

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

البتہ تیری دعا اُنکے لئے آسودگی ہے اور اللہ سب سنتا ہے جانتا کیا جان نہین چکے کہ اللہ آپ

يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندونسے اور لیتا ہے زکوتین اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا ہے مہربان ہے

منزل ۲

تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابو الشیخ مین جو شان نزول ان آیتون کی بیان کی گئی ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ جب
گروہ صحابہ نے اپنے قصور کا اقرار کر کے آنحضرت کے تبوک کے سفر سے مدینہ واپس آنے سے پہلے اپنے آپکو مسجد نبوی کے ستون
سے باندھ دیا پہلا ٹکڑا آیۃ کا اُس شان مین ہی اور پھر جب ان لوگونکی توبہ قبول ہو گئی اور اونہون نے آنحضرت کی خدمت مین اپنا
مال لا کر عرض کیا کہ حضرت جس مال کی محبت نے ہمکو آپکے ساتھ سفر مین جانیسے روکا تھا وہ مال یہ حاضر ہی اسکو آپ خیرات کر دیجئے اور
آپنے بدون حکم الٰہی اس مال کے لینے سے انکار کیا تھا دوسرا ٹکڑا آیۃ کا اُس مال کے حکم مین ہے اور جن لوگونکی توبہ پونے دو مہینے کے بعد قبول ہوئی
تیسرا ٹکڑا آیۃ کا انکی شان مین نازل ہوا ہی علمائے سلف نے اس آیۃ کے حکم سے یہ بات بھی نکالی ہی کہ کوئی گنہگار شخص جب اپنے گناہون سے
توبہ کرے تو اُسکو کچھہ صدقہ دینا بھی مستحب ہے اگرچہ بعضے مفسرین نے اس صدقہ سے مراد زکوٰۃ لی ہی لیکن اکثر مفسرین کا قول یہی ہی کہ اس
آیۃ مین صدقہ سے مراد کفارہ کے طور پر نفلی صدقہ ہی اور خاص اس قصہ مین صحیحین کی کعب بن مالک کی جو حدیث ہی اُس سے اس آخری
قول کی بڑی تائید ہوتی ہی کیونکہ اُس روایۃ مین کعب بن مالک کہتے ہین کہ جب میری توبہ قبول ہوئی تو مینے آنحضرت سے عرض کیا کہ میری
توبہ کا جزیہ بھی ہی کہ مین اپنا مال صدقہ مین دیدون آپنے فرمایا کسی قدر اپنا مال رہنے دو کہ تمہارے کام آویگا اُسپر اُنہون نے عرض کیا کہ خیبر کی لڑائی
مین جو مجھکو حصہ ملا ہی وہ مین رہنے دیتا ہون اس سے معلوم ہوا کہ کعب بن مالک نے اپنا سارا مال نفلی صدقہ کے طور پر دینے کا ذکر کیا اور اسپر
آنحضرت نے انکو کسی قدر مال رہنے دینے کی نصیحت کی زکوٰۃ کا ذکر ہوتا تو زکوٰۃ کی مقدار جسقدر مقرر ہی اُسی قدر مقرر ہی اُسی قدر مال
کے دینے کا ذکر آتا سارے مال کے ذکر کی اور آنحضرت کی نصیحت پر صرف خیبر کے حصہ کے رہنے دینے کی کیا ضرورت تھی صحیح بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ رض

کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص گناہ کرکے فوراً توبہ استغفار کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جبکہ میرے بندہ کے
دلمین اسقدر یقین ہی کہ گناہو پر گرفت کرنیوالا اور گناہوں کو معاف کرنیوالا سوا اللہ کے اور کوئی نہین ہی تو مینے بھی اپنے بندہ کی توبہ قبول
کی اور اسکے گناہونکو معاف کر دیا۔ آیۃ کے ٹکڑے الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ عن عبادہ کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے آیۃ ومن الاعراب من
یومن باللہ کی تفسیر مین صدقہ و خیرات کے سبب سے قربت آلہی حاصل ہونیکی ابو ہریرہؓ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے اوپر
گذر چکی ہی وہ حدیث ویاخذ الصدقات کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ کی اس تفسیر مین ایک جگہ
گذر چکی ہے جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کہا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو گناہونکے معاف کرنے کی صفت اس قدر پیاری
ہے کہ دنیا کے موجودہ لوگ اگر گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ اور گناہ گار مخلوقات کو زمین پر پیدا کرتا اور توبہ و استغفار کرنے سے
انکے گناہ معاف کر دیتا یہ حدیث وان اللہ ہو التواب الرحیم کی گویا تفسیر ہے۔

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ۭ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ
اور کہہ کہ عمل کئے جاؤ پھر آگے دیکھے گا اللہ کام تمہارے اور رسول اوسکا اور مسلمان اور جلد پھیرے جاؤ گے
عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
اس چھپے اور کھلے کے واقف کے پاس پھر وہ جتا دیگا تمکو جو کچھ تم کر رہے تھے

جہاد مین جن لوگونسے سستی ہوئی تہی اور وہ اپنے عیش و آرام مین پڑے رہے اونھوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا تھا انکی
نسبت یہ حکم ہوا کہ اے رسول اللہ کے تم اونسے کہدو کہ عمل کئے جاؤ ابھی تو بہتیرے جہاد ہونگے اسوقت خدا اور خدا کا رسول
اور مومنین سب تمہارے کام اور مستعدی دیکہہ لین گے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ اس آیۃ مین برے کاموں سے خوف اور اچھے
عمل کا شوق دلایا گیا ہے کیونکہ جبکو یہ معلوم ہوگا کہ میرے عمل اللہ سے پوشیدہ نہین ہین تو گناہوں سے بچیگا اور نیکی کی
کوشش کریگا جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے تو آنکھوں سے لوگوں کے عمل دیکھتے اور کانوں سے سنتے تھے اب
آپکی امت کے عمل آپکے اور مومنوں کے سامنے پیش کئے جاتے ہین۔ چنانچہ معتبر سند سے ابن ماجہ مین ابو درداؓ کی روایۃ ہی جسمین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھا کرو کہ تمہاری درود میرے روبرو پیش ہوتی ہی اسی طرح
ابو داؤد طیالسی مین جابرؓ بن عبد اللہ سے روایۃ ہی کہ زندوں کے عمل انکے کنبے اور رشتہ دار مردوں کے سامنے پیش ہوتے ہین
اگر اچھے عمل ہین تو وہ خوش ہوتے ہین اگر برے ہوتے ہین تو کہتے ہین یا اللہ انکے دلمین یہ بات ڈالدے کہ یہ تیری اطاعت
کو سمجھین مسند امام احمد مین اس مضمون کی ایک روایۃ انس بن مالک کی بھی ہے لیکن اسکی سند مین ایک راوی کا نام مبہم طور پر ہے
اور ابو داؤد طیالسی کی سند مین ایک راوی صلت بن دینار متروک ہی اس سبب سے یہ روایتین ضعف سے خالی نہین ہین
اسلئے رشتہ دار وفات یافتہ کے سامنے زندہ رشتہ دار ونکے عملونکے پیش ہونیکا مسئلہ تردد طلب ہے لیکن اسباب مین کچھ
آثار صحابہ کے ہین۔ صحیح مسلم کی ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

منزل ۲

فرمایا ہر شخص کے دن کے عمل رات سے پہلے اور رات کے عمل دن سے پہلے اللہ تعالی کے ملاحظہ مین ملائکہ پہونچا دیتے ہین یہ حدیث
فسیرالله عملکم کی گویا تفسیر ہے بخاری مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایۃ ہے کہ جب تم کسی کو اچھے عمل کرتے دیکھو تو کہو۔
اعملوا فسیرالله عملکم ورسوله والمومنون عالم الغیب والشہادۃ۔ اسکا مطلب یہ ہی کہ اللہ تعالی غیب ان ہی نہ اسکو یادداشت کیلئے
فرشتون سے لوگونکے اعمال نامے لکھوانے کی ضرورت ہی نہ صبح شام ان اعمال نامون کے ملاحظہ فرمانے اور ملاحظہ کے بعد انکو
حفاظت سے سربمہر رکھوانے کی ضرورت ہی بات فقط اتنی ہی ہے کہ بنظر انصاف اللہ تعالی نے سزا وجزا کا مدار اپنے علم غیب پر نہین رکھا
ہی بلکہ سزا وجزا کا دارومدار ظاہری حالت پر رکھا ہی اسواسطے یہ سب انتظام ظہور مین آیا ہی۔ فینبئکم بما کنتم تعملون اس کا مطلب ہے
کہ جب اللہ تعالی نے سزا وجزا کا مدار اپنے علم غیب پر نہین رکھا تو ظاہری حالت کے موافق قیامت کے دن یہی انتظام ہوگا کہ ہر شخص
کا اعمال نامہ اسکو دیا جاکر عمر بھر جو کچھ دنیا مین اوسنے کیا ہی وہ سب اسکو جتا دیا جاویگا اس جتلانے کیوقت بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ
اعمال نامہ مین اپنی گناہونکو پڑھکر ان گناہونکا اقرار کرینگے اور اللہ تعالی انکے سچ بولنے پر ان سے خوش ہوکر انکے گناہونکو معاف فرما دیویگا۔ صحیح بخاری ومسلم
کی عبداللہ بن عمر کی حدیث ایکجگہ گذر چکی ہی جسمین اس معافی کا ذکر ہی بعضے لوگ ایسے ہونگے جو اعمال نامہ مین لکھے ہوے گناہونکا انکار کرینگے انکا انجام یہ ہوگا
کہ انکے منہہ پر سکوت کی مہر لگائی جاکر انکے ہاتھ پیرون کو گناہونکی گواہی دینے کا حکم ہوگا وہ سب گناہونکی گواہی دیوینگے اور اس گواہی پر ان لوگون کے
حق کا آخری فیصلہ ہوجاویگا۔ سورہ یٰسین مین اسکا ذکر تفصیل سے آویگا اور اس باب مین صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث بھی ایکجگہ گذر چکی ہی

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور بعضے لوگ ہین کہ انکا کام ڈھیل مین ہی حکم پر اللہ کے یا اونکو عذاب کرے یا اونکو معاف کرے اور اللہ سب جانتا ہی حکمت والا

منزل ۲

اوپر بیان ہوچکا ہی کہ منافق اپنے نفاق پر اڑے رہے جہاد مین نہین شامل ہوئے وہ دنیا مین بھی عذاب نازل ہوا اور آخرت مین
بھی ہوگا ایک وہ لوگ بھی تھے جو آرام کیواسطے لڑائی سے پیچھے رہ گئے تھے اونھون نے اپنے قصور کا اقرار کیا اور حضرت سے عذر چاہا
آپنے قبول فرمایا اللہ نے معاف کردیا اس آیۃ مین جس کا ذکر ہی یہ وہ لوگ ہین جو جہاد مین نہیں شامل ہوئے تھے انکو کوئی عذر سوجھا
جو حیلہ کرتے اسلئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے بارے مین چپ ہو رہے اللہ تعالی نے یہ آیۃ اوتاری کہ انکا کام ڈھیل مین ہی پچاس دن
کے بعد اللہ تعالی کے علم اور حکمت کے موافق جو کچھ ٹھہر رہا ہے وہ ظہور مین آجاویگا اس عرصہ مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے مسلمانون
نے اونسے بولنا چھوڑدیا انکی عورتین بھی انسے علیحدہ ہوگیئن بہت ہی پریشان اور حیران ہوئے پھر معافی کی آیت اونپر یعنی لقد تاب اللہ علی
النبی جو آگے آیگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہین یہ تین شخص ہین جنھون نے معافی چاہنے اور توبہ کرنے مین دیر لگائی تھی مرارہ
بن ربیع کعب بن مالک ہلال بن امیہ۔ تبوک کی لڑائی مین جو لوگ نہین گئے تھے وہ سب منافق نہین تھے بلکہ بعضون کی سستی تھی
یا آرام کا خیال تھا جو رہ گئے تھے اون مین سے بعضون نے جلدی توبہ کی اور اپنے آپکو مسجد کے ستون سے باندھا اسلئے انکی توبہ جلدی قبول ہوئی اور
ان تین شخصون نے توبہ کرنے مین دیر لگائی اور اپنے کو ستون سے نہین باندھا اسلئے انکی توبہ قبول ہونے مین دیر ہوئی صحیح بخاری ومسلم مین
کعب بن مالک کی حدیث ہی اوس مین یہ قصہ تفصیل سے ہی اس حدیث مین ان تینون شخصونکا نام بھی آیا ہی۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

اور جنہون نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پہوٹ ڈالنے کو مسلمانون مین اور تہانگ اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ

الله سے اور اوسکے رسول سے آگے کا اور قسمین کہاوینگے کہ ہمنے تو بہلائی ہی چاہی تہی اور الله گواہ ہے کہ وہ جہوٹے ہین

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ

تو نہ کہڑا ہو اوس مین کبہی جس مسجد کی بنیاد دہری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کہڑا ہو اُس مین

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى

اس مین وہ مرد ہین جنکو خوشی ہے پاک رہنے کی اور الله چاہتا ہے ستہرائی والونکو بہلا جسنے بنیاد دہری اپنی عمارت کی پرہیزگاری پر

مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ

الله سے اور رضامندی پر وہ بہتر یا جسنے نیو رکہی اپنی عمارت کے کنارے پر ایک کہائی کے جو ڈہنے والی ہے پہر اوسکو لیکر ڈہے پڑا دوزخ کی آگ مین اور الله

لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

راہ نہین دیتا بے انصاف لوگونکو ہمیشہ رہیگا اس عمارت سے جو بنائی تہی شبہ اُنکے دلمین مگر جب ٹکڑے ہو جاوین اُنکے دل اور الله سب جانتا ہے حکمت والا

ع ۲ منزل ۲

معتبر سند سے تفسیر ابن جریر ابن ابی حاتم ابن مردویہ مین امام المفسرین حضرت عبد الله بن عباس کے قول کے موافق جو شان نزول ان آیتونکی بیان کی گئی ہے اوسکا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ خزرج مین ایک شخص ابو عامر تہا جو زمانہ جاہلیت مین نصرانی ہو گیا تہا اور توریت اور انجیل اُسنے خوب پڑہی تہی اور قبیلہ کے لوگ اُسکی عزت کرتے تہے جب آنحضرت مدینہ مین تشریف لائے اور قبیلہ خزرج کے لوگ بہت سے مسلمان ہو گئے تو یہ ابو عامر اسلام نہ لایا اور آنحضرت سے ایک طرح کی عداوت رکہنے لگا اور مکہ کو چلا گیا احد کی لڑائی کے زمانہ مین اہل مکہ کو بہکا کر مسلمانو پر چڑہا کر لایا اور چند گڑہے اُسنے لڑائی کی صفون کے بیچ مین کہود دیئے تہے جنمین سے ایک گڑہے مین گر کر آنحضرت کے چوٹ لگ گئی تہی ہرقل بادشاہ روم کے پاس اِس ابو عامر نے جا کر مدد کی خواہش کی اور اُس بادشاہ نے مدد کا وعدہ بہی کیا تہا اسی وعدہ کے بہروسہ اسنے اپنی قبیلہ کے چند منافقون کو خط لکہا تہا کہ تم اپنی جگہ ہتیار اور سامان سے تیار رہو مین چند روز مین روم سے فوج لیکر آتا ہون اور میرے لئے کوئی ٹہکانا ایسا ہنا رکہو جہان مین آنکر اوترسکون اوسی ارادہ سے چند منافقون نے مسجد نبوی اور مسجد قبا کے توڑ پر یہ مسجد بنائی اور جب آنحضرت تبوک کی لڑائی کو تشریف لیجا رہے تہے اُسوقت اُن منافقون نے آنحضرت سے ایک دفعہ اِس نئی مسجد مین چلنے اور نماز پڑہنے کی خواہش کی آپنے فرمایا اب تو سفر در پیش ہے انشاء الله سفر سے واپس آنیکے بعد مین اس مسجد مین آؤنگا واپسی کیوقت راستہ مین الله تعالیٰ نے یہ آیتین نازل فرمائین اور اُس مسجد کا فریب ظاہر فرما دیا اسپر آپنے وہ مسجد ڈہوائی ابتدیان کو ڈال پڑتا ہے اکثر سلف نے لکہا ہے کہ اس مسجد کے ڈہانیکے بعد اُسکے بنیاد کے گڑہون مین پہلے دہوان نکلتا تہا اس مسجد کی مذمت کے ساتھ جس مسجد کی الله تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے وہ مسجد قبا ہے اور مسجد نبوی بدرجہ اولیٰ اُس تعریف مین شامل ہے کیونکہ یہ دونون مسجدین آنحضرت نے بنوائی ہین اور نیک نیتی سے بنائی گئی ہین اور قیامت تک

جو مسجدین نیک نیتی اور جماعت کے قائم کرنیکی غرض سے بنائی جاوین وہ اس تعریف کے حکم مین داخل ہین اسطرح جماعت مین جہوٹ ڈالنے
اور کسی فساد کی نیت سے جو مسجدین بنائی جاوین وہ مذمت کے حکم مین داخل ہین اس مسجد ضرار مین کئی باتین خرابی کی تہین مثلاً سب سے
بڑی خرابی تو یہ تہی کہ دین الٰہی کے دشمن ابو عامر کا ٹہکانا جمانیکے لئے منافقون نے یہ مسجد بنائی تہی جسکے تیار ہو جانیکے بعد ان منافقونکو ابو عامر
کے آنیکا اور اس مسجد مین جم جانیکا انتظار تہا اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے ان لفظون مین ادا فرمایا ہی وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل
اسی سبب سے اس مسجد کا نام مسجد ضرار فرمایا جسکا حاصل مطلب یہ ہی کہ ان منافقون نے ابو عامر کو بلا کر اس مسجد مین جمانے اور مسلمانونکو طرح
طرح کا ضرر پہونچانے اور کفر ونفاق کو طرح طرح کی تقویت دینے کی نیت سے یہ مسجد بنائی تہی اس مسجد کے بننے سے پہلے قبیلہ خزرج کے اکثر مسلمان
مسجد قبا مین نماز پڑہتے تہے اس مسجد ضرار کے بنانے سے منافقون کا یہ مقصد بہی ضد کے طور پر تہا کہ مسجد قبا کی جماعت مین پہوٹ
پڑ جاوے اس مطلب کو اللہ تعالیٰ نے ان لفظون مین فرمایا ہی وتفریقا بین المومنین۔ باوجود ان خرابیون کے دلمین رکہنے کے ان منافقون
نے قسمین کہا کر اللہ کے رسول کو یہ دہوکا دیا تہا کہ مینہہ بوندی اور اندہیری رات مین نماز پڑہ لینے کی آسائش کیلئے یہ مسجد بنائی گئی ہی
اللہ تعالیٰ نے منافقون کو جہٹلایا اور انکی نیت مین جتنی خرابیان تہین وہ سب ان آیتون مین اپنے رسول کو جتلا کر اس مسجد مین نماز
پڑہنے سے منع فرمایا اور مسجد قبا مین نماز پڑہنے کی رغبت دلائی حاصل یہ ہی کہ اس مسجد مین بہت سی خرابیان تہین اسلئے یہ مسجد
جلا کر ڈہا دی گئی اب بہی اگر کوئی نئی مسجد نام نمود کے لئے ایسی بنائی جاوے جس سے پہلے کی مسجد کی جماعت مین کمی اور پہوٹ
پڑ جاوے تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرب قیامت کے ضعف اسلام کی نشانیون مین شمار فرما کر اسطرح کی مسجد کی مذمت
فرمائی ہی چنانچہ مسند امام احمد ابو داؤد نسائی صحیح ابن خزیمہ وغیرہ مین انس بن مالک کی روایت ہی اسمین اسکا ذکر صراحت سے ہے۔
حافظ ابن خزیمہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہی اور بغیر سند کے اس روایت کو امام بخاری نے بہی نقل کیا ہی۔ مسند امام احمد ابو داؤد اور
ابن ماجہ مین ابو موسے اشعری کی روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنی دور کی مسافت طے کر کے دور کی مسجد مین
نمازی شخص نماز پڑہیگا اسی قدر اسکو ثواب زیادہ ہوگا اس حدیث کی سند مین ایک راوی عبد الرحمن بن مہران کو اگرچہ بعضے علما نے
نامعلوم الحال بتلایا ہی لیکن ابن حبان نے اس عبد الرحمن کو ثقہ لوگون مین شمار کیا ہی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس آخری زمانہ مین
پاس پاس مسجدین جو بنگئی ہین آنکے بنانے مین نام نمود کا خیال نہ بہی ہو تو ان مسجدون مین اتنی خرابی ضرور ہی کہ لوگ دور کی
مسجدون مین نماز کو نہین جاتے اور اس حدیث مین جس ثواب کا ذکر ہی ان پاس کی مسجدون کی بدولت اس ثواب سے محروم رہتے ہین اس مسجد
قبا کے ذکر مین اہل قبا کی ستہرائی کی تعریف جو ان آیتون مین ہی امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس کی مسند بزار کی روایت کے
موافق اسکی تفسیر یہ ہی کہ یہ لوگ جب جائے ضرور کو جاتے تہے تو ڈہیلون سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بہی استنجا کرتے تہے
حضرت عبد اللہ بن عباس کی اس حدیث کی سند مین ایک راوی محمد بن عبد العزیز کو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہی اسلئے اکثر
علمائے سلف کا اسپر تو اتفاق ہی کہ ڈہیلون سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل اور اولی ہی ہان اسکے ضروری ہونے
مین سلف کا اختلاف ہی جسکی تفصیل بڑی کتابون مین ہی۔ شفا کے معنے کنارے کے ہین جرف وہ جگہ ہی جسکی جڑ پانی سے کٹ کر

کمزور ہوجاتی ہی یا روہ عمارت جو گرنے کے قریب ہو حاصل یہ ہی کہ مسجد ضرار آباد رہنے والی نہیں ایک دن گریگی اور اپنے بدنیت بنانے
والونکو جہنم مین گرادے گی کیونکہ اللہ تعالی ایسے ظالم منافقونکو مجبور کرکے راہ راست پر لانا نہیں چاہتا اسلیے جیتے جی یہ لوگ شک
و نفاق کی حالت مین رہوینگے مگر مرنے کے بعد انپر وہ آفت آنیوالی ہی جس سے انکے دل پہٹکر ٹکڑے اڑجاوینگے آخر کو فرمایا
اللہ کو انکے سب کام معلوم ہین اور اوسنے بڑی حکمت اور انصاف سے قیامت کے دن ہر ایک کام کی سزا جزا ٹہرائی ہی۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ

اللہ نے خریدلی مسلمانون سے اون کی جان اور مال اس قیمت پر کہ انکے لیے بہشت ہی لڑتے ہیں

اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ

اللہ کی راہ مین پہر مارتے ہیں اور مرتے ہین وعدہ ہوچکا اسکے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن مین

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ ۚ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تم نے کی ہے اس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

منی کی گھاٹی کی بیعت کے وقت جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ بیعت کررہے تھے تو عبد اللہ بن رواحہ نے
کہا کہ آپ اپنے اور خدا کیطرف سے کچھ شرط مقرر کرلین آپنے فرمایا خدا کیطرف کی شرط یہ ہی کہ اسکی عبادت مین کسی کو شریک نہ ٹہراؤ
اور میرے لیے یہ شرط ہی کہ جن چیزونسے تم اپنی جان اور مال کو بچاتے ہو اوس سے مجھے بہی بچاؤ عبد اللہ بن رواحہ نے کہا پہر کیا ملیگا
آپنے فرمایا کہ جنت۔ اوسی وقت یہ آیۃ اوتری اور یہ ارشاد ہوا کہ خدا کی راہ مین جہاد کرنیوالے خواہ قتل ہوجاوین یا کافرونکو قتل کرین
ہر حالت میں انکے لئے جنت ہی بخاری و مسلم مین ابو ہریرہؓ سے روایۃ ہی کہ جو شخص فقط جہاد کی خاطر اپنے گہر سے نکلا تو خدا اوسکا کفیل
ہوگیا اگر اوسنے وفات پائی تو جنت مین داخل ہوگا اگر صحیح سلامت رہا تو مال غنیمت لیکر گہر آویگا توریت انجیل قرآن مجید ان سب
کتابون مین یہی حکم ہے جابر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسجد مین تھے جب یہ آیت اوتری ہی لوگ اللہ اکبر کہنے لگے ایک
شخص انصار مین سے چادر اوڑھے ہوئے تہا کہنے لگا یا حضرت کیا یہ آیت نازل ہوئی ہی آپنے فرمایا ہان اوس مرد نے کہا یہ سودا تو نفع کا ہی
اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عبد اللہ بن رواحہ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کی وہ بیعت عقبہ کے وقت تہی اور آیۃ ہجرت
کے بعد مدینہ مین نازل ہوئی یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہی کیونکہ بیعت عقبہ کی صحیح روایتون مین آیۃ کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہی یہ
بیعت عقبہ ہجرت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منی کی گہاٹی مین موسم حج کیوقت انصار سے کی تہی عقبہ گہاٹی کو کہتے
ہین منی کے پہاڑ کی گہاٹی مین جو یہ بیعت ہوئی تہی اسلیے اس بیعت کا نام بیعت عقبہ مشہور ہوگیا سورۃ حشر مین اس بیعت کا قصہ
تفصیل سے آویگا۔ تبوک کی لڑائی مین جو لوگ سستی سے پیچھے رہگئے تھے انکو اولاہنا دینے کے لیے اس آیۃ مین اون لوگونکا ذکر
فرمایا جو دین کی لڑائی مین چست او جان و مال سے حاضر تھے توراۃ مین جو جہاد کا جو حکم ہی وہی حکم شریعت عیسوی مین قائم
ہی اسلیے جہاد کے مسئلہ مین توراۃ انجیل قرآن تینون کا نام فرمایا پہر اللہ تعالی نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین دشمنونکو یہ قتل کرتے ہین

منزل ۲

آپ ہی قتل ہوتے ہیں اسلئے یہ جنت کے حقدار ہو گئے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ

توبہ کرنے والے بندگی کرنے والے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنیوالے حکم کرنیوالے

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

نیک بات کو اور منع کرنے والے بری بات سے اور تھامنے والے حدیں باندھی ہوئی اللہ کی اور خوشخبری سنا ایمان والونکو

یہ نو صفتیں بیان کی گئی ہیں جس میں یہ صفتیں ہونگی اُسکے واسطے خدا جنت مقرر کرچکا اور فرمایا کہ مومنونکو اسکی خوشی سنا دو کیونکہ مومن وہی ہی جسمیں یہ سب خوبیاں ہوں سائحون اصل میں تو اس شخص کو کہتے ہیں جو دنیا سے بے تعلق ہو کر پہاڑوں اور جنگلوں میں خدا کی عبادت کرتا ہو مگر یہاں روزے دار مراد ہیں کیونکہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ آیا ہی اس سے روزہ رکھنا مراد ہی حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ اور اکثر صحابہ بھی یہی بیان کرتے ہیں مگر بعضوں نے جہاد کے معنے بھی بیان کئے ہیں چنانچہ ابو داؤد میں ابو امامہ سے روایت ہی کہ ایک شخص نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیاحت کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ میری امت کی سیاحت خدا کی راہ میں جہاد کرتا ہی اور بعضے سائحون انکو بھی کہتے ہیں جو علم دین سیکھنے کو گھر سے نکلے ہوں اور ابن زید نے ہجرت کرنے والوں کو بھی کہا ہے لیکن طبرانی میں عبداللہ بن مسعود کی روایۃ میں سائحون کے معنے روزہ داروں کے ہیں وہ روایۃ صحیح ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ

نہیں پہنچتا نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش مانگیں مشرکوں کی اور اگرچہ ہوں ناتے والے جب

مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ

کھل چکا اونپر کہ وہ ہیں دوزخ والے بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ

وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝

کے سبب کہ وعدہ کرچکا تھا اُس سے پھر جب اسپر کھلا کہ وہ دشمن ہی اللہ کا اُس سے بیزار ہوا ابراہیم بڑا نرم دل ہے تحمل والا

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ فیصلہ سورہ قصص کی تفسیر میں کردیا ہی کہ چند سببوں کا مجموعہ مرکب ملکر اس آیۃ کی شان نزول صحیح ہے اول سبب ابوطالب کی وفات ہی جسکی روایۃ صحیحین میں ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ابوطالب کی وفات کیوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے پاس گئے اور ابوطالب سے کہا کہ اے چچا اسوقت بھی تم کلمہ منہہ سے کہلوگے تو مجھکو اللہ کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کا موقع ملیگا لیکن اسوقت ابوجہل ابن امیہ بھی وہاں موجود تھے اونہوں نے ابوطالب کو بہکایا اور کہا کیا آخری وقت اے ابوطالب تم عبدالمطلب کے طریقہ سے پھرتے ہو اسلئے آخر وقت پر ابوطالب نے یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کے طریقہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں اسپر آنحضرت نے فرمایا پھر جب تک اللہ تعالی مجھکو منع نفرمائیگا میں اپنے چچا ابوطالب کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہونگا دوسرا سبب وہ ہی جسکی روایۃ معتبر سند سے

منزل ٢

مستدرک حاکم دلائل النبوۃ بیہقی مسند امام احمد بن حنبل تفسیر ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور طبرانی مین چند صحابہ سے روایتین ہین جنکا حاصل یہ ہی کہ جنگ تبوک کے بعد قبرستان مکہ مین عمرہ کے وقت آنحضرت ایک قبر پر بہت دیر تک دعا کرتے رہی آپکو روتا ہوا دیکھکر آپکے ساتھ جو اسوقت قریب ہزار صحابہ کے تھے وہ بھی سب روئے پھر آپنے فرمایا یہ قبر آمنہ میری ماں کی ہی مینے اللہ سے اپنی ماں کی مغفرت کی دعا کا اذن چاہا تھا مگر اس آیۃ سے اسکی ممانعت ہوئی تیسرا سبب وہ ہی جسکی روایۃ معتبر سند سے نسائی مستدرک حاکم ترمذی اور مسند امام احمد بن حنبل مین حضرت علیؓ سے ہے جس کا حاصل یہ ہی کہ ایک شخص صحابی اپنی مشرک ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا حضرت علی نے اوسکا ذکر آنحضرت سے کیا اوسپر یہ ممانعت کا حکم اوترا غرض حافظ ابن حجر کے فیصلے اب انمین سے کوئی اعتراض باقی نہین رہا جو بعضے مفسرین نے ایک سبب کو شان نزول ٹھہرا کر طرح طرح کے اعتراض کئے ہین بعضی مفسرین نے حضرت کے والدین اور ابو طالب کے اسلام کی روایتین جو بیان کی ہین وہ سب روایتین ضعیف ہین کوئی روایۃ انمین بھروسہ کے قابل نہین ہی حضرت علی رضؓ کی روایۃ جو اوپر گذری اس مین یہ بھی ہی کہ جب حضرت علیؓ نے اس شخص کو منع کیا جو اپنے مشرک ماں باپ کے حق مین مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا تو اس شخص نے حضرت علیؓ کو جواب دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے حق مین مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے اسلئے مین بھی اپنے مشرک ماں باپ کے حق مین مغفرت کی دعا کیا کرتا ہون اس بات کا جواب اللہ تعالی نے ان آیتون مین یہ دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا اس وعدہ کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت تک پورا کیا جب تک انکو آزر کا حالت شرک پر مرنا معلوم نہیں ہوا تھا پھر جب ابراہیم علیہ السلام کو آزر کا حالت شرک پر مرجانا معلوم ہوگیا تو انھون نے وہ دعا چھوڑ دی۔ سورہ مریم مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس وعدہ کا ذکر تفصیل سے آویگا اور یہ بھی ذکر آویگا کہ آزر نے تو ابراہیم علیہ السلام کو پتھروںسے کچل کر مار ڈالنے کی دھمکی دی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکے جواب مین اپنے باپ آزر سے مغفرت کی دعا کا وعدہ فرمایا غرض اس اصل قصہ مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سختی کے برتاؤ پر بھی اپنے باپ آزر کو نرمی کا جواب دیا اسی واسطے ان آیتون مین اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نرم دل اور تحمل والا فرمایا۔

منزل ۲

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

اور اللہ ایسا نہین کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب انکو راہ پر لا چکا جب تک کھول نہ دے اونپر جس سے انکو بچنا اللہ سب چیز سے واقف ہی

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

اللہ جو ہے اوسی کی سلطنت ہی آسمان اور زمین مین جلاتا ہی اور مارتا ہی اور تمکو کوئی نہین اللہ کے سوا حمایتی نہ مددگار۔

جب اس سے پہلی کی آیت اوتری اور لوگونکو منع کیا گیا کہ مشرکون کے لئے مغفرت نہ چاہو خواہ وہ تمہارے رشتہ کنبہ والے ہی کیون نہون تو جو لوگ مغفرت چاہتے تھے انکے دلمین خوف ہوا کہ کہین ہمپر عذاب آئے تو اللہ تعالی نے یہ آیۃ اوتاری اور فرمایا کہ اللہ کا انصاف نہیں ہی جب کسی قوم کو ہدایت کر چکا تو اب گمراہ نہیں کریگا جب تک وہ انہین یہ نہ بتلا دے کہ کن کن باتون سے بچنا چاہیے

مجاہد کے قول کے موافق آیتوں کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جن لوگوں نے ممانعت کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے اپنے مشرک ماں باپ یا
اور مشرک رشتہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا کی تھی اُنکے انجان ہونے کے عذر کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قبول فرمایا
اور یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جیسا ایک امر کی ممانعت شرعی تمکو معلوم نہیں تھی اور اس لاعلمی کی حالت میں تم اُسکو کر بیٹھے اور اب تمہارے
دل میں اُسکا پچھتاوا ہے کہ ایسا کام ہمنے کیوں کیا تو اس تمہارے دلی پچھتاوے کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کیونکہ کوئی ظاہری
باطنی چیز اُسکے علم سے باہر نہیں ہے اسلیئے تمکو تسلی دیجاتی ہے کہ انجان آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے راہ نہیں قرار پاتا بلکہ بے
راہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے کہ مناہی کے بعد اوس کام کو کرے جس سے اوسکو منع کیا گیا ہے جو لوگ اپنے مشرک ماں باپ یا
اور مشرک رشتہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا کرتے تھے اگرچہ بعضے سلف کے قول کے موافق آیتہ کے باقی ٹکڑے کی تفسیر
یہ ہے کہ اس ممانعت کے حکم سے پہلے ایمن سے بعضے لوگ جو فوت ہوگئے تھے اور اُنکے زندہ رشتہ داروں کو اپنے ان مرے ہوئے رشتہ داروں
کے عذاب میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ تھا اُنکے حق میں یہ فرمایا ہے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اور ہر ایک کی زیست کے زمانہ کا
اور مرنے کے بعد کا سب انتظام اللہ کے ہاتھ ہے انجانی سے جو کوئی کچھ کرے اُسکا اور شرع الٰہی کی مناہی کو ٹال کر جو کوئی کچھ کرے
اُسکا ان سب کا اللہ تعالیٰ خود انصاف سے فیصلہ کریگا اسمین اندیشہ کا کسی کو کچھ موقع نہیں لیکن قرآن شریف کے اوپر کی مضمون سے
لگتی ہوئی تفسیر آیتہ کے اس ٹکڑے کی یہ ہے کہ آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ کی ہے جس بادشاہت میں ہر ایک کا مارنا اور جلانا بھی
داخل ہے اب اُسنے اپنے علم ازلی کے موافق جن لوگوں کو شرک کی حالت میں دنیا سے اوٹھایا ہے اُنکے حق میں کسی کی دعائے مغفرت کچھ کارگر
نہیں ہو سکتی کیونکہ اُسنے اپنی بادشاہت میں یہ حکم دے رکھا ہے کہ کسی طرح مشرک کی مغفرت نہیں ہے آخر کو فرمایا کہ شرع الٰہی کے احکام
کی پابندی ہر شخص کو ضرور ہے کیونکہ ان احکام کی نافرمانی کے وبال میں اگر اللہ تعالیٰ نے پکڑ لیا تو سوا اللہ کی ذات کے ایسا کوئی حامی مددگار نہیں ہے
کہ بغیر مرضی الٰہی کے اُس گرفت سے کسی کو چھوڑا سکے صحیح بخاری وغیرہ میں ابوہریرہ رض کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا جس شخص کی عمر ساٹھ برس کو پہونچ جاوے وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو شرع کی باتوں کی انجانی کا عذر نہیں پیش کر سکتا اس سے معلوم ہوا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طرح طرح کے جدید احکام نازل ہوتے رہتے تھے اسلیئے اُس وقت انجانی کی صورت وہ تھی جو اس آیت میں ہے اب شریعت کے
کامل ہو جانے کے بعد چھوٹی عمر میں کوئی شخص مر جاوے تو اُسکو احکام شرع کی انجانی کے عذر کا موقع ملے تو ملے جس شخص کی عمر ساٹھ برس کو پہونچ
گئی اور اُسنے احکام شرع کی سیکھنے کا پورا موقع پالیا اسواسطے اگر ایسا شخص احکام شرع سے انجان رہا تو یہ انجانی اُسکی غفلت سے ہے اُسکا انجانی کا عذر مقبول نہ ہوگا

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں بعد اسکے

مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ

کہ قریب ہوئے کہ دل پھر جاویں بعض کے انمیں سے پھر مہربان ہوا انپر وہ انپر مہربان ہے رحم کرنے والا

یہ آیتہ تبوک کی لڑائی میں اُتری ہے قتادہ کا قول ہے کہ تبوک کی لڑائی میں جب ملک شام کیطرف لوگ چلے تو سخت گرمی پڑ رہی تھی لوگوں کی دم

پٹ آئی تہی کہ الامان - رسد کی کمی تہی پانی تہلتا تہا لوگون کے حال تباہ ہو رہے تہے ایک کہجور دو آدمی کہا کہا کر گذر کرتے تہے لشکر والے
باری باری سے ایک کہجور کو چوستے اور دو دو گہونٹ پانی پیتے اور پہر چوستے اور پہر پانی پیتے حضرت عبد اللہ بن عباس رض فرماتے
ہین مینے حضرت عمر بن خطاب رض سے غزوہ تبوک کی سختی کا حال دریافت کیا وہ کہنے لگے ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ
تبوک کی لڑائی کو چلے گرمی کا زمانہ تہا رستے میں پیاس لگی پانی کا کہین کو سون نشان نہ تہا لوگ اونٹو نکی مینگنیان نچوڑ نچوڑ کر
پانی نکالتے اور پیتے تہے حضرت ابو بکر صدیق رض نے حضرت سے کہا آپ خدا سے دعا فرمایئن آپکی دعا مقبول ہی آپنے دعا کے لئے
ہاتہہ اوٹہایا ہاتہہ کا اوٹہانا تہا کہ مینہہ برسا اور خوب ہی برسا لوگون نے اپنے اپنے برتن پانی سے بہر لئے بعد ایک لحظہ کہ مینہہ تہم
گیا لشکر کے باہر دیکہا گیا تو کہین زمین تر نہ ملی اور نہ کوئی نشانی بارش کی معلوم ہوئی یہ آپکا معجزہ تہا کہ مینہہ فقط مسلمانون ہی کے
لشکر مین برسا - اس لڑائی مین آپکے ساتہہ مہاجرین اور انصار سب ملا کر ستر ہزار آدمی تہے قریب تہا کہ اس سختی اور مشقت اور بہوک
پیاس کے مارے ان لوگونکے جی چہوٹنے لگین اُس عالم الغیب نے فوراً آیۃ بہیجی کسی سے کچہہ قصور ہونے بہی نہین پایا اور اُنکی توبہ
قبول فرمائی تاکہ اُنکے جی خوش ہو جایئن - مدینہ منورہ اور دمشق کے مابین مدینہ سے چودہ منزل تبوک ایک جگہ ہی ناقابل اعتراض
سند سے طبرانی مین عمران بن حصین کی ایک حدیث ہی جس کا حاصل یہ ہی کہ عرب کے کچہہ قبائل جو نصرانی ہو گئے تہے انہون نے ملک شام
سے ہرقل قیصر روم کو ایک خط اس مضمون کا لکہا کہ مدینہ مین جو شخص نبی آخر الزمان ہونیکا دعوے کرتے تہے قحط کے سبب سے آجکل اُنکی
اور اُنکے ساتہیونکی حالت بہت ابتر ہے اسلئے ایسے وقت مین ان لوگو نپر فوج کشی کا اچہا موقع ہی اس خط کو پڑہکر ہرقل نے چالیس ہزار
فوج ساتہہ کر کے اپنی ایک امیر قباد کو ملک شام کیطرف روانہ کیا - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خبر سنی تو سنہ ۹ ہجری مین ملک شام کے ارادہ سے یہ
سفر کیا اور تبوک پہونچکر دس روز کے قریب یہان مقام کیا مگر وہان کوئی مقابلہ مین نہ آیا بلکہ شام کے ملک کے رہنے والے بعضے نصاریٰ کے
ایلچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسی مقام تبوک پر صلح ہو گئی اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے
آگے کا قصد نہین کیا اور مدینہ کو واپس چلے آئے اہل مغازی نے یہ بہی لکہا ہے کہ اس مقام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کے نام
ایک خط بہی لکہا صحیح بخاری وغیرہ مین جو روایتین ہین اون سے معلوم ہوتا ہی کہ اس تبوک کے سفر کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
علی رض کو اپنا خلیفہ قرار دیکر مدینہ مین چہوڑا اور حضرت علی رض نے اسپر جب کہا کہ حضرت مجہکو عورتون بچون مین آپ کیون چہوڑتے ہین تو آپ نے
حضرت علی رض کو یہ جواب دیا کہ علی کیا تمکو یہ بات پسند نہین کہ تم ہر حال مین میرے ایسے مددگار رہو جیسے ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام
کے ہر حال مین مددگار تہے مگر اتنی بات ضرور ہی کہ ہارون علیہ السلام نبی تہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہی یہ اوپر گذر چکا ہی کہ اس سفر کی
سختی کے سبب سے لوگ تنگ آگئے تہے اس سختی کے وقت بعضے صحابہ کے دل مین یہ خیالات بہی گذرتے تہے کہ جسطرح کچہہ اور لوگ اس سفر مین
شریک نہین ہوئے مدینہ مین رہ گئے اسی طرح ہم بہی مدینہ مین رہجاتے تو اچہا تہا چنانچہ اس مطلب کو کاد یزیغ قلوب فریق منہم کے الفاظ سے
اللہ تعالیٰ نے ادا فرمایا ہی مگر پہر اُن صحابہ نے اُس سختی پر صبر کیا اور اون خیالات کو اپنے دلمین زیادہ جمنے نہین دیا اور سفر مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتہہ نچہوڑا اسواسطے تاکید کے طور پر دو دفعہ اون خیالات سے درگذر فرمانے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مین کیا اور اس

منزل ۲

مین اپنے رسول کا ذکر اللہ تعالی نے فرمایا تاکہ ان صحابہ کو یہ معلوم ہو جاوے کہ رسول کا ساتھ دینے کے سبب سے اس درگزر مین اللہ تعالی ان لوگون پر ایسا ہی مہربان ہی جو مہربانی اسکو اپنے رسول کیساتھ ہی حاصل مطلب یہ ہی کہ توبہ کے معنے شرع مین یہ ہین کہ گناہونکو شرعی ممانعت کے سبب سے برا جانکر آئندہ کیلئے اُنسے باز رہنا اور پچھلے گناہون پر نادم ہونا اور توبہ کے قبول ہونیکے یہ معنے ہین اللہ تعالی نے توبہ کرنیوالے شخص کو اُن گناہون کے عذاب سے بچا دیا اب اللہ کے رسول تو گناہون سے معصوم ہین لیکن باوجود اسکے عقبی مین درجہ بڑھنے کے لئے ہر روز آپ ستر دفعہ سے زیادہ توبہ استغفار کیا کرتے تھے چنانچہ صحیح بخاری وغیرہ کی صحیح حدیثون مین اسکا ذکر ہی اسلئے اللہ تعالی نے توبہ کے قبول کرنے کے ذکر مین اپنے رسول کو اس بات کے سمجھانے کے لئے شریک کیا کہ جن صحابہ کی توبہ قبول ہونے کا یہ ذکر ہے اس توبہ کے قبول ہونے مین فقط اتنی بات نہین ہی کہ اُنکے دلی خیالات کے مواخذہ سے درگذر کی گئی بلکہ ایسے سختی کے وقت مین اللہ کے رسول کا ساتھ دینے کے سبب سے دلی خیالات کے ترک مواخذہ کے علاوہ ان لوگون کا عقبی کا اجر بھی بڑھایا گیا ہی تاکہ جو لوگ اللہ کے رسول کا ساتھ چھوڑ کر مدینہ مین رہ گئے تھے اور آخر کو اونکی توبہ بھی قبول ہوئی اُس توبہ کی قبولیت اور اللہ کے رسول کا ساتھ دینے والونکی توبہ کی قبولیت مین یہ فرق پیدا ہو جاوے کہ وہ قبولیت فقط درگزر کی ہی اور یہ قبولیت درگذر کے علاوہ عقبی کا درجہ بڑھانیکی بھی ہی اس توبہ کے ساتھ رؤف رحیم اور اس توبہ کے ساتھ التواب الرحیم کے الفاظ اس مطلب کے ادا کرنے کے لئے فرمائے ہین۔

وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

اور اُن تین شخص پر جنکو پیچھے رکہا تہا یہانتک کہ جب تنگ ہوئی اونپر زمین ساتھ اسکے کہ کشادہ ہی اور تنگ ہوئی

عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اونپر اپنی جان اور سمجھے کہ کوئی پناہ نہین اللہ سے مگر اوسی کی طرف پہر مہربان ہوا اونپر کہ وہ پہر آوین اللہ ہی ہے

التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

مہربان رحم والا اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچون کے

منزل ۲ ع ۱۴

یہ وہی تین شخص ہین مرارہ بن ربیع کعب بن مالک ہلال بن امیہ جنکی توبہ قبول کرنے مین پچاس روز کی مہلت رکہی گئی تہی جنکا بیان اوپر گذر چکا ہی جب یہ مدت پوری ہوگئی اور انکے دل بہت ہی پریشان ہوئے زندگی سے تنگ آگئے دنیا انکی آنکھون مین اندھیر ہوگئی اور یہی سمجھ لیا کہ پناہ بھی خدا ہی دیگا تو انکے سچ بولنے پر خدا نے یہ آیت اتاری اور معاف فرمایا اس کا تفصیلی ذکر صحیح بخاری و مسلم مین خود کعب بن مالک کی روایت سے ہی وہ کہتے ہین کہ مین سوائے تبوک اور بدر کی لڑائی کے ہر ایک لڑائی مین شریک ہوا ہون غزوہ تبوک مین مین نہین شامل ہوا حالانکہ اسوقت مین بہت آسودہ حال تہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاعدہ تہا کہ جب کسی جنگ کا ارادہ کرتے تھے تو یک بیک نہین کہدیتے تھے آپنے اب یہ بڑا سفر جنگلونکے رستے سے اختیار کیا اسلئے مسلمانونکو آگاہ کر دیا کہ میرا ارادہ تبوک کا ہی تم دشمنون کے مقابلہ کو تیار ہو جاؤ سارا لشکر تیار ہو گیا مین بہی سامان کرنے ہی کو تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سمیت کوچ کر گئے مینے سوچا کہ انکو آگے چلنے دو دو ایک روز مین مین بھی جا ملونگا غرضکہ مین تو آجکل کرتا رہا اور وہان سارا لشکر منزل بمقصود کو پہونچ گیا پہر بھی میرا ارادہ بار بار یہی ہوتا تہا کہ مین بھی چلا جاؤ مگر تقدیر مین نہ تہا

نہین گیا۔ مجھے بڑا رنج ہوتا تھا جب مین مدینہ مین باہر نکلا کرتا تھا کیونکہ اُسوقت سوائے اُن شخصون کے جو جہاد مین شریک ہوئے عذر کرتے
تھے یا جو لوگ منافق تھے اور کسی کو مین مدینہ مین نہین پاتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہونچکر لوگون سے پوچھا کہ کعب کیون
نہین آیا بنی سلمہ مین ایک شخص تھے اونھون نے کہا کہ وہ آجکل آجکل کا ارادہ کرتے کرتے رہ گئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے
فارغ ہوکر واپس آئے تو مین اپنی جی مین پیش بندی کے طور پر عذر و حیلے سوچنے لگا کہ کیا بہانہ کرون جس سے حضرت کی خفگی مجھپر نہو بلکہ
اس معاملہ مین اپنے گھر کے اور لوگون سے بھی مشورہ لیا مگر کوئی بات سمجھ مین نہین آئی آخر یہی منصوبہ دلمین ٹھان لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو سچ سچ
کہدونگا اگر نجات ہوگی تو اسی سے ہوگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تھے تو پہلے مسجد مین جاکر دو رکعت نماز پڑھکر
تھوڑی دیر وہان بیٹھتے تھے اس مرتبہ بھی جب آپ مدینہ　واپس آئے تو دستور کے موافق مسجد مین بیٹھے جو لوگ اس لڑائی مین نہین
شریک ہوئے تھے وہ قریب قریب اسی آدمی کے تھے وہ لوگ آنکر عذر کرنے لگے حضرت نے قبول فرمایا اور اُنکے واسطے مغفرت کی دعا کی
جب میری باری آئی تو مین نے سلام کیا آپ مسکرائے اور غصہ مین فرمایا آجا مین سامنے بیٹھ گیا فرمانے لگے تو کیون رہگیا تھا کیا تو نے سواری
نہین خریدی تھی مینے کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر مین اور کسی کے سامنے اسوقت ہوتا تو جھوٹ بولکر عذر و حیلہ کر لیتا مگر آپ کے
سامنے اگر جھوٹ بھی بولونگا تو کچھ پیش نہ چلیگا کیونکہ اصل حال اللہ پاک آپ پر ظاہر کر دیگا اور اگر سچ بولونگا اور آپ خفا بھی ہونگے تو یہ
امید ہے کہ خدا کے ہان انجام بخیر ہوگا۔ واللہ مجھے کوئی عذر نہ تھا اور مین بہ نسبت پہلے کے اسوقت بہت خوش حال تھا آپنے فرمایا تو نے
سچ کہا اچھا جا خدا تیرے بارہ مین کوئی حکم دیگا۔ مین چلا آیا لوگ مجھے کہنے لگے یہ تو نے کیا کیا ویسا ہی عذر تو بھی کر لیتا جیسا اور ونے کیا تھا
حضرت کی مغفرت کی دعا تیرے حق مین کافی ہوتی مین نے ان لوگون سے پوچھا میرے بعد اور کون کون آیا تھا کہا کہ وہی دو شخص مرارہ بن
ربیع اور ہلال بن امیہ آئے تھے اونھون نے بھی تمہاری طرح کہا حضرت نے اونسے بھی وہی کہا جو تم سے کہا تھا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے لوگون کو منع کر دیا کہ کوئی آدمی ہم تینون آدمیون سے بات نکرے غرضکہ سب سارے لوگ پھر گئے زمین بھی بدل گئی تھی ایسا معلوم
ہوتا تھا کہ وہ زمین ہی نہیں ہے پچاس روز اسی حال مین گذرے اور بیچارے وہ دونون ہی اپنے اپنے گھرون مین بیٹھے ہوئے رویا کئے مین
نماز کے لیے مسجد مین جایا کرتا تھا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف سے منہ پھیر لیا کرتے تھے ابو قتادہؓ جو میرے چچا کے بیٹے بھائی
تھے مین اُنکو بھی سلام کرتا تھا تو وہ جواب نہین دیتے تھے جب چالیس راتین گذر گئین تو آنحضرت صلعم نے پیغام بھیجا کہ اپنی بیوی کو الگ
کر دے مین نے اُسکو میکے چلے جانے کو کہدیا ہلال بن امیہ ایک ضعیف آدمی تھے اُنکی بیوی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر کہا کوئی
خادم نہین ہے اونہین بہت تکلیف ہوگی آپنے اُنکی بی بی کو میان کی خدمت کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ اُسکے پاس نہ جایا کرنا
جب پچاس راتین پوری ہو چکین تو مین صبح کی نماز اپنی چھت کے اوپر پڑھ رہا تھا یہ آواز میرے کانون مین آئی کہ خوش ہو جا اے کعب
بن مالک۔ پھر تو مین سجدہ مین گر پڑا اور سمجھا کہ میری توبہ قبول ہوگئی صبح کو لوگ میرے پاس اور اون دونون کے پاس بھی خوشی سنانے
کو آنے لگے مین حضرت کے پاس چلا تو راستہ مین جو ملتا تھا مبارکباد دیتا تھا جب مین مسجد مین آیا تو طلحہ بن عبد اللہ نے مجھسے مصافحہ
کرکے مبارکباد دی پھر مینے حضرت کو سلام کیا آپنے خدا کیطرف سے یہ خوشی سنائی کہ اُسنے تمہاری توبہ قبول کر لی مینے عرض کیا کہ مین

منزل ۲

اسی خوشی میں اپنا سارا مال خدا کی راہ مین دیدیتا ہون آپنے فرمایا نہیں کچھ اپنے پاس بھی رہنے دے کعب نے اسوقت سے یہ بھی مین ٹھان لیا کہ اب ہمیشہ سچ بولا کرونگا یہ حدیث آیۃ کی گویا تفسیر ہے۔ عکرمہ کے قول کے موافق وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا کی تفسیر ہی کہ یہ تین شخص وہی ہیں جو اپنی توبہ کے قبول ہونے مین سب سے پیچھے رکھے گئے یہ عکرمہ امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے پروردہ ہین اور حضرت عبداللہ بن عباس نے بڑی محنت سے انکو قرآن کی تفسیر سکھائی ہے اسواسطے تفسیر کے باب میں انکے قول کا بڑا اعتبار ہے عکرمہؒ کی یہ تفسیر ان تینون شخصون کے حال کے مناسب بھی ہی کیونکہ اس سفر مین تو اسی آدمی کے قریب پیچھے رہکر اپنے گھر مین بیٹھ رہے تھے ان تین شخصون کے ساتھہ اسکی کچھہ خصوصیت نہین بلکہ ان شخصون کے ساتھہ خصوصیت ہی تو اس بات کی ہی کہ یہ تینون شخص توبہ کے قبول ہونے مین سب سے پیچھے ہین شریعت مین جن باتون کے بجالانے کا حکم ہی یا جن باتونکی مناہی ہے منافق لوگون مین ان دونون باتون کی پابندی پوری نہین تی اسلئے ایماندار لوگونکو فرمایا کہ تم متقی بن جاؤ اور منافقون کی عادت اختیار کرنے سے اللہ سے ڈرو تاکہ تمہارا حشر سچے ایمانداروں کے ساتھہ ہو۔ سورہ النساء کی آیۃ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین اس آیت کی پوری تفسیر ہے صحاح مین صحابہ کی ایک جماعت کی حدیث المرء مع من احب مشہور ہی یہ حدیث بھی اس آیۃ کی گویا تفسیر ہے مطلب اس حدیث کا وہی ہی جو سورۃ النساء کی آیۃ کی تفسیر مین گزر چکا ہی۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ
نہ چاہیئے مدینہ والون کو اور جو انکے گرد گنوار ہین کہ رہجاوین رسول اللہ کے ساتھہ سے

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ
اور نہ یہ کہ اپنی جان کو چاہیں زیادہ اوسکی جان سے یہ اسواسطے کہ نہ کہین پیاس کھینچتے ہین اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ کی

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ
راہ مین اور نہ پاؤن پھیرتے ہیں کہین جس سے خفا ہون کافر اور نہ چھینتے ہین دشمن سے کچھہ چیز مگر لکھا جاتا ہے

لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝
اسپر انکو نیک عمل تحقیق اللہ نہین کھوتا حق نیکی والون کا

منزل ۲

اس آیۃ کو بھی اگلی آیتون سے تعلق ہی بعض لوگ جو خاص مدینہ مین رہتے تھے یا مدینہ کے باہر گانون مین بستے تھے اون مین سے جو لوگ تبوک کی لڑائی مین نہیں شریک ہوئے تھے انکے حق مین خفگی کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ انکو یہ بات لائق نہین تھی کہ اپنی جان کو رسول کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے انکی تو بھوک پیاس ساری مشقتین خدا کی راہ میں ایک ایک قدم اٹھانا دشمنونکو ڈرانا دھمکانا انپر فتح پانی یہ سب نیکی مین شمار کئے جاتے گھر مین بیٹھکر انھون نے اپنا ہی نقصان کیا۔ حاصل یہ ہی کہ اس آیۃ مین یہ بات تاکید کے ساتھ جتلائی گئی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لڑائی کو نکلین تو تم لوگ بھی انکا ساتھہ دو اور گھر مین بیٹھہ رہنا حرام کر دیا گیا ہے۔ ایک جگہ اس تفسیر مین گذر چکا ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ مسلمانونکی جماعت مین سے

کچھ لوگ بھی اس فرض کو ادا کرلیوین تو باقی کے لوگوں کے ذمہ سے یہ فرض ساقط ہوجاتا ہی لیکن تبوک کے سفر کیوقت بہت بڑے مقابلہ کا ارادہ تھا اور جن لوگوں کو کچھ عذر نہ تھا اون سبکو اللہ کے رسول نے خاص طور پر اس سفر مین چلنے کا حکم دیا تھا اسلئے جو لوگ بلا عذر اس سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہین گئے اور اونھون نے اللہ کے رسول کے حکم کی حکم عدولی کی اللہ تعالی نے اس آیۃ مین ایسے لوگونکو آیندہ کیلئے تنبیہ فرماکر عقبی کا اجر اونکو یاد دلایا ہی تاکہ آیندہ وہ اس طرح کی پہلوتہی نکرین اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیۃ آگے کی آیۃ سے منسوخ نہین ہی بلکہ خاص ضرورت کیوقت اس آیۃ کا حکم ہی اور عام حالت مین آگے کی آیۃ کا حکم ہی مسند امام احمد نسائی اور ابوداؤد مین انس بن مالک کی حدیث ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرک کے رفع کرنے کیلئے ہر ایماندار شخص کو مال سے ہاتھ پاؤن سے زبان سے جس طرح کا موقع ہو اوس طرح کا جہاد کرنا چاہیئے جسکا مطلب یہ ہی کہ جب مسلمانون مین ہاتھ پاؤن سے لڑنے کی طاقت ضعف اسلام کے سبب سے نہو تو زبان سے وعظ نصیحت کرکے شرک کو رفع کیا جائے ۔ انس بن مالک کی اس حدیث کو نسائی نے صحیح کہا ہے ۔

وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ

اور نہ خرچ کرتے ہین خرچ کرنا چھوٹا یا بڑا اور نہ گذرتے ہیں کوئی میدان مگر لکھتے ہیں اون کے

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

واسطے کہ بدلا دے اونکو اللہ بہتر کام کا جو کرتے تھے

منزل ۲

اوپر کی آیۃ کی تاکید مین یہ پھر فرمایا کہ غازیون کے ہر ایک چھوٹے بڑے خرچ جو صرف اللہ ہی کیواسطے کئے جائین یہانتک کہ ایک کجھور بھی خلوص کے ساتھ خدا کی راہ مین کہلانا ۔ چلنا ۔ پھرنا ۔ جنگل اور بیابانونکو طے کرنا سب انکے نامہ اعمال مین لکھے جاتے ہیں اور اچھے سے اچھا انکا بدلہ انکو دیا جائیگا ۔ مسند امام احمد مین عبداللہ بن امام احمد اس آیۃ کے متعلق عبدالرحمن بن خباب سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تبوک کیلئے خطبہ پڑھکر لوگونسے لشکر کی تنگ حال اشخاص کی مدد کرنیکو جب فرمایا تو حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا مین نے سو اونٹ مع ساز و سامان کے دئے پھر آپنے ترغیب دلائی پھر حضرت عثمانؓ نے سو اونٹ دینے کو فرمایا پھر آپنے کہا پھر سو اونٹ حضرت عثمان غنی رضہ نے دئے اور ایک ہزار اشرفیان حضرت کی گود مین لاکر ڈالدین کہ اس سے اس لشکر کا سامان درست کردیا جائے عبدالرحمن بن خباب کی یہ حدیث ترمذی اور مستدرک حاکم مین بھی ہی اور عمران بن حصین کی ایک حدیث طبرانی کے حوالہ سے اوپر جو گزر چکی ہی اسمین بھی یہ مضمون ہی غرض اس حدیث کی روایۃ کے چند طریق ہیں جسکے سبب سے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت حاصل ہوجاتی ہی عبدالرحمن بن خباب صحابی مین اونھون نے آخر کو بصرہ مین سکونت اختیار کرلی تھی ۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

اور ایسے تو نہین مسلمان کہ سارے کوچ مین نکلین سو کیون نہ نکلے ہر فرقے مین سے انکے ایک حصہ تا سمجھ

لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ○

پیدا کرین دین مین اور تا خبر پہنچا دین اپنی قوم کو جب پھر اوین اون کی طرف شاید وہ بچتے رہین

ع ۱۵

یہان مفسرونکا اختلاف ہی اکثر یہ کہتے ہین کہ جب جہاد کے لئے خدانے تاکید فرمائی اور گہرون مین بیٹھہ رہنا منع فرمایا توکل مسلمانون نے یہ صلاح کرلی کہ اب جب کبھی کوئی لڑائی ہوگی توسب کے سب شریک ہوا کرینگے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آئے اور ایک لڑائی پر لشکر بہیجا چاہا تو سارے مسلمان جانے پر طیار ہوگئے اللہ تعالی نے یہ آیۃ اوتاری اور فرمایا کہ سب نہ جاؤ کچھہ لوگ دین کی باتین سیکھنے کو رہجاؤ اور جو نیا حکم قرآن کا اوتار اجائے یا شریعت مین کوئی نئی بات تبلائی جائے اُسکو سمجھو اور جب تمہارے دوسرے بھائی جہاد سے واپس آوین تو اونہیں تبلاؤ بعضے کہتے ہیں کہ یہ آیت ہی الگ ہی جہاد کی آیتونسے اسکو لگاؤ نہیں ہی جس طرح جہاد مین گہر سے نکلنے کی تاکید ہی اوسی طرح علم دین سیکھنے کی تاکید کی گئی ہی اور فرمایا ہی کہ دین کی باتین سیکھکر آؤ اور اپنی قوم کو ہدایت کرو اور ڈراؤ تاکہ وہ برائیون سے بچین۔ پہلی تفسیر امام المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی کے قول کے موافق ہی اسیلئے اُسکو ترجیح ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ

اے ایمان والو لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافرون سے اور چاہیئے اونپر معلوم ہو تمہارے

غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○

بیچمین سختی اور جانو کہ اللہ ساتھہ ہے ڈر والون کے

اس آیۃ مین خدا کا یہ حکم ہوا ہی کہ پہلے اُن کافرون سے جہاد شروع کرو جو تمہارے آس پاس کے رہنے والے ہیں پہر اُنسے لڑو جو اُنسے قریب ہون اسی لئے حضرت پہلے اپنے ہی قبیلہ کے مشرکا ور کافرونسے لڑے پہر عرب کے اور کافر اور مشرکونسے پہر اسکے بعد اور ملکونمین جاکر جہاد کیا اور یہ بہی فرمایا کہ جوانمردی کیساتہ لڑو۔ اوپر گذر چکا ہی کہ اب ضعف اسلام کے زمانہ مین جہاد کی ایک قسم زبانی وعظ ونصیحت کی باقی رہ گئی ہی اسلئے علمائے اسلام کو چاہیئے کہ پہلے اپنی سکونت کی بستی مین وعظ ونصیحت کرکے لوگونکو راستہ پر لاوین پہر باہر کا قصد کرین تاکہ اس آیۃ کی ہدایت کا عمل ہاتہہ سے نہ جاوے آخر آیۃ مین فرمایا کہ شریعت کے امر ونہی کو مانکر دین الٰہی کی ترقی کی نیت سے جو لڑائی لڑی جاویگی تو اللہ ایسے متقی لڑنے والون کے ساتہہ اور اُنکا مددگار ہی جسکا مطلب یہ ہی کہ کسی اور غرض سے لڑائی لڑی جاویگی تو نہ اُسکو دین کی لڑائی قرار دیا جاویگا نہ اُس مین اللہ کی مدد کی امید ہوسکتی ہی۔ صحاح کی چہون کتابون مین ابو موسٰی اشعری کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عقبی کے اجر کی وہی لڑائی ہی جسمین دین الٰہی کی ترقی کی نیت ہو اسکے سوا کسی اور لڑائی مین عقبی کے اجر کی امید نہیں کی جاسکتی یہ حدیث آیۃ کے آخری ٹکڑے کی گویا تفسیر ہی اس سے یہ بہی معلوم ہوا کہ کمزوری کے حال مین مسلمانونکو اپنی بہادری دکہانیکے لئے کسی ایسے قوی مخالف سے لڑنا جس سے بجائے دین کی ترقی کے اُلٹے دین کی اور نقصان ہو ایسی لڑائی کو بہی دین کی لڑائی نہین کہا جاسکتا

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے اُنمین کہتے ہیں کسکو تم مین زیادہ کیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہیں اُنکو زیادہ کیا ایمان

وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

اور وہ خوشوقتی کرتے ہیں اور جن کے دل مین آزار ہے سو اونکو بڑہائی گندگی پر گندگی اور وہ مرے جبتک کافر رہے

منزل

ان آیتونمین بہی منافقونکی فضیحت بیان کی گئی ہی کہ جب کوئی سورۃ اوترتی تہی تو مومنونسے دل لگی کرتے تھے کہ کہو سورۃ اوترنے سے کس کس
کا ایمان بڑہا اصل مین وہ چاہتے تھے کہ یہ لوگ بہی ہماری طرح دین اسلام سے پہر جائین مگر جو لوگ سچے مومن تھے وہ سورۃ اوترنے سے
بہت خوش ہوتے تھے کیونکہ اُنکو دنیا کے اندر بہی فائدہ پہونچتا تہا اور آخرت مین بہی ثواب کے حقدار ہوتے تھے اور منافق اپنے وہ عیب سنکر جو اس سورۃ
مین بیان کئے جاتے تھے اُنکے چھپانیکی کوشش کرتے تھے اسیلئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ مومن تو نہال نہال ہوجاتے ہین اور اُنکا ایمان بہی پکا ہوجاتا ہی
ہان جنکے دلونمین شرک اور نفاق کی بیماری ہی اُنکی خباثت اور بڑہتی چلی جاتی ہی اسیواسطے آدمی کو چاہئیے کہ جب کوئی اُسکا عیب ظاہر کرے تو برا نہ مانے
بلکہ اُسکو چھوڑنے کی کوشش کرے کیونکہ نیک بخت وہی ہی جو عیب کی باتونکو چھوڑ دے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے قول کیموافق قرآن شریف
کی نئی سورۃ یا نئی آیۃ سے ایمان کے بڑہنے کا یہ مطلب ہے کہ مثلاً جب ہجرت سے پہلے فقط نماز ہی فرض تہی تو ہر ایماندار کے دلمین نماز کے رکن
اسلام ہونیکا یقین تہا اور زبانسے بہی ہر ایماندار شخص کو نماز کے رکن اسلام ہونیکا اقرار تہا پہر ہجرت کے بعد جب مثلاً رمضان کے روزونکی فرضیت
کا حکم نازل ہوا تو اُسکو بہی رکن اسلام جاننے اور اقرار کرنیمین اُنکی پہلے کی حالت مین گویا ایک ترقی ہوگئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک چیز کا یقین اور
اقرار تہا تو اب دو چیزونکا ہوگیا۔ جو علما ایمان کے گھٹنے بڑہنے کے قائل نہیں ہین انکا اعتراض اس موقع پر یہ ہی کہ دلی یقین مین کمی تسلیم
کیجاویگی تو اُسکے یہ معنے ہونگے کہ دلی یقین پورا نہین ہی بلکہ اس مین ایک شک کی حالت ہی پہر اس طرح کے شک کی حالت والے شخص کو ایماندار
کیونکر کہا جا سکتا ہی جو علما ایمان کے گھٹنے بڑہنے کے قائل ہین وہ اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہین کہ بغیر تفصیل کے مجمل طور پر اس بات کا
یقین جس شخص کے دلمین ہی کہ اللہ کے رسول پر جو احکام نازل ہوئے وہ بلاشک احکام الہی ہین اُسقدر اجمالی یقین اُس شخص کے ایماندار ہونیکے
لئے کافی ہی کیونکہ اُسکے اس مجمل طور کے یقین مین کوئی شک وشبہ شریک نہین ہے اسیلئے اس مجمل طور کے یقین کو یہ نہین کہا جاسکتا کہ یہ
دلی یقین پورا نہین ہے ہان مثلاً جب ہجرت سے پہلے رمضان کے روزے فرض نہین ہوئے تھے تو اس مجمل طور کے یقین مین روزون کے رکن اسلام ہونیکا
یقین تفصیلی طور پر نہین تہا جب ہجرت کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو اُس اجمالی یقین مین ایک تفصیلی حالت بڑہ گئی تفصیلی
معلومات کے بڑہ جانیسے علم مین ترقی کا ہوجانا ایک ایسا ظاہری مسئلہ ہی کہ جس مین زیادہ بحث کی گنجائش نہیں ہی کس لئے کہ مثلاً طب کے
علم کا ایک ناتجربہ کار طالب العلم اجمالی طور پر یہ تو طالب علمی کے زمانہ سے جانتا ہی کہ گرم مرض کا علاج ٹھنڈی دواؤن سے ہوتا ہی لیکن
تفصیلی طور پر ابہی اُسکو یہ معلوم نہین کہ کونسی ٹھنڈی دوا مرض کے کس موقع پر کس مقدار مین برتی جاتی ہی مدت کے تجربہ کے بعد جب
اُس طالب علم کو یہ سب باتین تفصیل سے معلوم ہوگئین تو ایسکا کون انکار کر سکتا ہی کہ بہ نسبت پہلے کے اب اُسکے علم طب مین ترقی
ہوگئی۔ ایمان کے گھٹنے بڑہنے کی ایک صورت تو یہ تہی جس کا ذکر اوپر گزرا دوسری صورت یہ ہی کہ دلی یقین کا حال تو سوا اللہ تعالی کے کسی کو
معلوم نہین اسواسطے اکثر علما نیک عملونکو دلی یقین کے پورا اور ادہورے ہونیکی نشانی ٹہراتے ہین اور نیک عملون مین زیادہ مصروف رہنے
والے شخص کو کامل الایمان اور کم مصروف رہنے والیکو ناقص الایمان کہتے ہین غرض یہ ایمان کے گھٹنے بڑہنے کا مسئلہ بڑا طول طویل ایک مسئلہ ہی جسکی
تفصیلی بحث بڑی کتابونمین ہی۔ ہر نیک کام کا اجر دس سے لیکر سات سو تک ہے اسیلئے جو نئی سورۃ یا آیۃ نازل ہوتی تہی صحابہ اوسپر عمل کرنے
کو زیادتی اجر کا ذریعہ سمجہکر جدید احکام کے نزول پر خوشوقتی ظاہر کیا کرتے تھے۔ منافقونکا حال اِسکے برعکس تہا ایک آیۃ پر اکہر اٹکتے تہے تہا

منزل ۲

اور دوسری نئی آیۃ پر وہ دوہرا ہو گیا اسلئے فرمایا کہ مرتے دم تک انکی روز بروز کی گندگی بڑھتی جاویگی صحیح بخاری و مسلم کی ابو سعید خدری کی حدیث اس تفسیر مین ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام وحی کی مثال مینہہ کی اور امت کے اچھے برے لوگونکی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ جس طرح اچھی بری زمین مین مینہہ تو ایک سان برستا ہی لیکن اچھی زمین مین اسکا نتیجہ اور اثر مفید ہوتا ہی۔ اور بری زمین مین نامفید اسیطرح اللہ کے رسول کی معرفت وحی آسمانی کے نصیحتی احکام تو اچھے برے سب لوگون کو اسوقت ایک سان پہونچے اور سلسلہ بہ سلسلہ قیامت تک یونہین گے مگر اللہ تعالی کے علم ازلی مین جو لوگ نیک قرار پا چکے تھے انپر ان احکام کا اثر مرتے دم تک نیک ہوا اور جو بد قرار پا چکے تھے انپر ان احکام کا اثر بر عکس۔ یہ حدیث اس آیۃ کی گویا تفسیر ہے۔ بخار کھانسی وغیرہ جس طرح جسمانی مرض کہلاتے ہیں۔ نفاق ریاکاری اسی طرح دلی امراض مین ہین اسی واسطے نفاق کو دلکا مرض فرمایا صحیح مسلم کے حوالے سے ابو ہریرہ رض کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالی لوگون کے جسمون اور صورتون کو نہین دیکھتا بلکہ اللہ تعالے تو لوگونکے دلونکو دیکھتا ہے کہ قلبی امراض سے انکے دل کہان تک پاک و صاف ہین صحیح بخاری و مسلم مین نعمان رض بن بشیر کی حدیث ہی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا آدمی کے جسم مین دل ایک ایسی چیز ہے کہ اگر وہ اچھی حالت مین ہے تو آدمی کا سارا جسم اچھی حالت مین ہی نعمان بن بشیر کی یہ حدیث ابو ہریرہ کی حدیث کی گویا تفسیر ہے دونون حدیثونکو ملانے سے حاصل مطلب ہوا کہ اللہ تعالی کی نظر خاص آدمی کے دلکی حالت پر ہی اگر امراض قلبی سے اسکا دل پاک ہی تو ہاتھہ پاؤن زبان سب اعضا کی عبادت اسکی مقبول ہی نہین تو نہین یہ حدیثین بھی گویا آیۃ کی تفسیر ہین

منزل ۲

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝ وَإِذَا مَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ

یہ نہین دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس ایک بار یا دو بار پھر توبہ نہین کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں اور جب نازل ہوئی ایک سورۃ

نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝

دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی دیکھتا بھی ہے تمکو پھر چلے گئے پھیر دیئے ہیں اللہ نے دل انکے اسواسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھہ نہین رکھتے

اللہ پاک تعجب کے ساتھ منافقونکا حال بیان فرماتا ہی کہ ہر سال ایک دو دفعہ انکی آزمائش ہوتی ہی قحط بھی پڑتا ہی بیماریونکی مصیبت جھیلتے ہین مگر یہ ایسے نفاق مین ایسے ڈھیٹ ہین کہ نہ توبہ کرتے ہین نہ آیندہ خوف کرتے ہیں اور جب کوئی سورۃ اترتی ہی تو جسمین انکی غیبت ہو سنکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہی کہ کسی نے ہماری طرف دیکھا تو نہین اور وہان سے بچکر سرک جاتے ہیں اور مذمت کی آیۃ یا سورۃ کو پورے طور پر نہین سنتے ابن ماجہ مین ابن عمر رض سے روایت ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظلم تولنے کے وبال سے اکثر قحط پڑا کرتا ہی اس حدیث کی سند مین اگرچہ ایک راوی خالد بن یزید بن عبد الرحمن ضعیف ہی لیکن مستدرک حاکم اور بیہقی مین بعض روایتین اس مضمون کی ہیں جنسے اس حدیث کی سند کو تقویت حاصل ہو جاتی ہی اس حدیث سے آیۃ کی یہ تفسیر ہو سکتی ہی کہ جسطرح منافقونکے نفاق کے سبب سے قحط کی بلا آتی ہی اسیطرح کم تولنے سے خالص مسلمانون پر بھی یہ بلا آتی ہی صحیح مسلم کے حوالے سے عبد اللہ بن عمر رض کی حدیث اوپر گذر چکی ہی جس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقونکا حال اس بکری کے مانند فرمایا ہی جو اپنے ریوڑ کو بھولکر ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہے یہ حدیث منافقونکی ناسمجھ ہونیکی گویا تفسیر ہے کہ یہ لوگ اپنی نافہمی کے سبب سے نہ مسلمانونکے گروہ میں ہیں نہ منکرین اسلام لوگونکے گروہ مین مجاہد کے قول کے موافق فتنہ کے معنے یہان قحط و بیماری اور اسی طرح کی آفتون کے ہین۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ۝

آیا ہے تم پاس رسول تم مین کا بھاری ہوتی ہی اوسپر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والون پر شفقت رکھتا مہربان

اللہ پاک اپنے بندون پر اپنا احسان جتلاتا ہی کہ اللہ تعالی نے تمپر ایسا رسول بھیجا جو تمہاری طرح وہ بھی آدمی ہی تمہاری زبان بولتا ہی سمجھتا ہی تمہاری تکلیف اور محنت گوارا نہیں کرتا وہ دل سے چاہتا ہی کہ تم سب کے سب سچے دل سے مسلمان ہو جاؤ۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس جو کچھ فرمایا ہے اسکا مطلب یہ ہی کہ عرب کے کل قبیلون سے حضرت کا رشتہ ملتا ہی اسی لیے اللہ جل شانہ نے فرمایا ایسا رسول آیا جو تم میں کا ہی بلکہ عرب کے سارے قبیلون سے آپ حسب نسب میں اچھے ہین کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد مین حضرت اسمعیل علیہ السلام زیادہ عزت والے تھے انکی اولاد مین بنی کنانہ کو سرفراز حاصل ہوا بنی کنانہ مین قریش زیادہ عزت والے تھے اور قریش مین بنی ہاشم نے زیادہ مرتبہ پایا بنی ہاشم مین حضرت عبد المطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کو زیادہ عزت حاصل ہوئی اور حضرت عبد المطلب کے خاندان مین حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ناقابل اعتراض سند سے امام احمد حضرت عبد اللہ ابن عباس سے یون روایت کرتے ہین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روز مین سوتا تھا دو فرشتے میرے پاس آئے ایک سرہانے اور ایک پائنتی بیٹھ گیا پائنتی کے فرشتے نے سرہانے کے فرشتے سے یون کہا کہ انکی اور انکی امت کی کہاوت ایسی ہی جیسے چند مسافر مفلس ہو کر کسی جگہ بیٹھ گئے ہون انکے پاس اتنا خرچ نہو کہ وہ اپنے گھر کو پلٹ آوین یا آگے کو کوچ کرین اتنے مین ایک بزرگ آدمی آکر ان سے کہے کہ مین تمہین اچھے اچھے باغ اور عمدہ عمدہ مکان مین لے چلونگا اگر تم چلنے پر راضی ہو تو میری تابعداری اختیار کرو وہ لوگ تابعداری کا اقرار کرین اور وہ بزرگ مرد انکو لیکر وہین پہونچے جہان کا وعدہ کیا تھا وہ لوگ تھوڑے دنون مین عیش مین رہکر اور کھا پیکر خوب موٹے تازے ہو جائین پھر وہ بزرگ ان سے کہے کہ دیکھو مینے تم سے جس جگہ کا وعدہ کیا تھا وہان پہونچا دیا اب اس سے آگے اور بھی اچھے اچھے باغ اور مکان ہین تابعداری کی شرط کرو تو میرے ساتھ چلے چلو بعضے تو آئین سے اس شرط پر راضی ہو جائین اور بعضے کہین کہ ہم کو تو یہی جگہ پسند ہی اب یہان سے کہان جائین حاصل مطلب یہ ہی کہ اللہ کے رسول کے طفیل سے مسلمانون نے ایک مدت تک دنیا کی بڑی خوشحالی رہی اب اس خوشحالی مین بعضے اللہ کے بندون نے تو دنیا کی خوشحالی کے علاوہ عقبی کی خوشحالی بھی حاصل کی اور بعضے لوگ دنیا کی خوشحالی پر ایسے گرویدہ ہوئے کہ اونھون نے اپنی عقبی کی دائمی خوشحالی پر خستہ ڈال دیا۔

فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۝

پھر اگر وہ پھر جاوین تو تو کہہ بس ہے مجکو اللہ کسی کی بندگی نہین سوائے اُسکے اوسی پر مین نے بھروسا کیا اور وہی ہی صاحب بڑے تخت کا

اس آیت اور اسکے اوپر کی آیة کے متعلق ابی بن کعب فرماتے ہین کہ قرآن مین سب آیتون سے پیچھے یہ دونون آیتین اوتری ہین حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کے زمانہ مین جسوقت قرآن مجید اکٹھا کیا جا رہا تھا تو حضرت عمر نے فرمایا اگر اسکے ساتھ اور ایک آیة بھی ہوتی یعنے تین آیتین ہوتین تو مین انکو علیحدہ ایک سورۃ کر دیتا بہر حال یہ سورۃ توبہ بڑی مبارک سورۃ ہی معتبر سند سے ابو داؤد مین حضرت ابو الدرداء سے روایت ہی کہ جو شخص ہر روز صبح و شام حسبی اللہ لا الہ الا ہو علیہ توکلت وہو رب العرش العظیم سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو خدا اُسکی ساری مشکلین آسان کریگا اگرچہ ابو درداء کی یہ روایت موقوف ہی لیکن اسطرح کی موقوف روایتین حدیث نبوی کے حکم مین ہوا کرتی ہین کیونکہ صحابہ اپنی طرف سے ایسا مضمون بیان نہین کر سکتے صحابہ جن روایتونکو آنحضرت صلعم تک نہین پہونچاتے ایسی روایتونکا سلسلہ صحابہ تک موقوف رہجاتا ہی اسلیے ایسی روایتونکو موقوف کہتے ہین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۶	۲	راتی رات	رانوں رات
۲۰۰	۷	پرکنوں	پرگنوں
۲۸۶	۴	مشکوک	فضائح
۲۹۹	۱	بولا	بولا
۳۲۹	۲	مشکوک	شیطان
۴۵۱	۲	والوں نے	والوں کے سبب
۴۲۵	۲	حریت	آخرت
۴۷۱	۲	تمہیر	تمہیر
۵۰۴	۴	زکوتیں	زکوائتیں
۵۹۰	-	مشکوک	چھپتے

غلط نامہ تفسیر منزل دوم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳	۱۳	نسخ	فسخ
۲۶	۹	کئی	گئی
۱۳	۱	بہ	بھ
۳۲	۳	سبول	لپول
۳۲	۵	علمار	علما
۳۷	۶	نفلی صدقہ خیرات	نفلی صدقہ خیرات سے بچنا
۴۴	۱	ذکر تھالہ	ذکر تھا کہ
۵۴	۴	اس سے	اس سے
۵۵	۱۹	کثر	کہ
۶۰	۹	عزنہ	عزیمہ
۶۱	۲۱	کی گئی	کیا ہے
۶۲	۱۰	مشکوک	فرقہ عثمان
۶۲	۱۴	احذار الہد	اخفاء اللہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۶	۴	مشکوک	کے
۱۲۴	۱۷	چھیرا گیا	چھیڑا گیا
۱۲۴	۱۹	نسلی	تسلی
۱۳۲	۲۵	سے جاویں گے	سکے جاویں گے
۱۷۸	۲	مشکوک	آنچہ
۱۷۹	۲۰	یحیی	یحییٰ
۱۸۰	۱۷	ٹہیرے کی	ٹھیرے گی
۱۸۷	۲	رسول کے	رسول اللہ کے
۲۰۰	۳	مضارف	مصارف
۲۱۰	۱۲	مشکوک	کرینگے
۲۱۵	۲	ایضاً	بحث
۲۱۹	۱۹	شداد ابن اوسکی	شداد ابن اوس
۲۲۴	۷	مشکوک	سرسبزی
۲۲۷	۲۲	باپ	باب
۲۳۶	۵	شاطین	شیاطین
۲۳۹	۱۵	مشکوک	آڑانا
۲۴۹	۴	سکتے تھے	کہتے تھے
۲۵۰	۲۴	لوگوں	لوگوں نے
۲۵۵	۹	نکالیے	نہ نکالے
۲۵۵	۱۷	مشکوک	وعا
۲۵۸	۶	وعرے	وعدے
۲۵۹	۵	پلا نبی	پہلا نبی
۲۶۰	۸	مشکوک	دلیلیں
۲۶۲	۳	ایضاً	پانی خون
۲۶۲	۹	ائیں	آئیتیں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۸۵	۱۱	مصمون	مضمون
۲۸۵	۱۶	خوذ	خود
۲۸۶	۴	مشابک	اونکو
۲۸۹	۴	کرداسلے	کرڈالیں
۲۹۲	۲۱	اللہ تعالی	اللہ تعالی
۲۹۵	۱۲	مشکوک	باتیں
۳۰۲	۱۵	بڑیاں	عوض ایڑیاں
۳۰۳	۱۶	جاردں	جانورں
۳۰۶	۸	تمارسی	تنارستی
۳۰۷	۱۶	ذریغ	دریغ
۳۲۵	۱۵	وہ سرا	دوسرا
۳۳۰	۱۸	مشکوک	لوح
۳۳۳	۱۸	ایضاً	اکثر بیگہ
۳۳۳	۲۰	رہ کو	روکو
۳۴۴	۲	مشکوک	عاجزی
۳۴۵	۲	وکر	ذکر
۳۴۷	۱۶	شمنوں	دشمنوں
۳۵۱	۲	بام	امام احمد
۳۶۶	۱۵	مشکوک	پہنا آپ کے سلام سے
۳۶۸	۱۳	یوم بد	یوم بدر
۳۷۲	۵	رکھنا	رکھا
۳۸۳	۲۰	مشکوک	تیراندازوں
۳۸۶	۱۰	ایضاً	مونث
۴۰۱	۸	ایضاً	ہوگئی تھی
۴۰۶	۵	قائم رسختہ	قائم رہ سکتہ
۴۰۸	۱۱	مشکوک	اوپر بیان
۴۰۸	۱۹	نہیں رکھے	نہیں رکھیں
۴۱۵	۱۴	کشتی	تھی
۴۱۸	۲	سندبن	سمندمیں
۴۲۱	۱۴	نورہ	تورات
۴۲۲	۳	لوگوں گا	لوگوں کا

فہرست مطالب احسن التفاسیر منزل دوم